حضرت میراں سید بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ پیدائش: ۹ رجب المرجب ۱۰۴۶ سنہ ھ 7 دسمبر 1636 سنہ ء بروز اتوار

تاریخ وفات: ۱۵ رمضان المبارک ۱۱۳۱ سنہ ھ 22 جولائی 1719 سنہ ء بروز ہفتہ

عمر مبارک بمطابق عیسوی سن : 82 سال، 7 ماہ، 15 دن

عمر مبارک بمطابق ہجری سن : 85 سال، 1 ماہ، 25 دن

حضرت میراں سید بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ۔

کے خلیفہ

بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ

حاجی جمال الدین المعروف سائیں جمال شاہ

کے خلیفہ۔

منشی محمد فضل حسین محمود قریشی۔

ترجمہ کتاب ثمرۃ الفواد۔

ثمرۃ الفواد

حیاتِ مبارکہ فخرِ چشتیاں غوثِ زماں حضرت سید محمد سعید

المعروف حضرت میراں سید بھیکھ قدس سرہٗ العزیز

۱۰۴۶ھ تا ۱۱۳۱ھ بمطابق سن عیسوی 1636ء تا 1718ء

تصنیفِ لطیف

حضرت مولانا لُطف اللہ شاہ حسنی رحمتہ اللہ علیہ

خلیفہ حضرت میراں سید بھیکھ قدس سرہٗ العزیز

اُردو ترجمہ

منشی مولوی فضل حسین مخمورؔ قریشی سالاری

[illegible]

ثمرۃ الفواد

سوانح زندگی فخر چشتیاں غوث زماں حضرت سید محمد سعید
عرف حضرت میراں سید بھیکھ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مصنفہ

مولینا حضرت شاہ "لطف اللہ" صاحب مرحوم و مغفور
خلیفہ حضرت میراں بھیکھ صاحب

کا نہایت سلیس و بامحاورہ

اردو ترجمہ

جس کو سرآمد سلسلہ عالیہ چشتیہ حضرت شاہ جمال الدین معروف بہ حاجی پیر جمال شاہ صاحب چشتی صابری نے اپنے مرید خاص مولوی فضل حسین مشہور پیسالاری سے ترجمہ کراکر برائے افادہ و فیض مریدان و عقیدت کیشان سلسلہ عالیہ اپنے خاص اہتمام سے ... پریس میں چھپوایا

از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس
ما قصۂ سکندر و دارا نخواندہ ایم

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	دیباچہ	ج
۲	احوال مصنف	۱
	باب اول	
۳	فصل اول - حسب ونسب حضرت میران صاحبؒ	۱۱
۴	فصل دوم - نسب نامہ	۲۳
۵	فصل سوم - نسب نامہ مادری	۲۲
۶	فصل چہارم - تولید حضرت میران صاحبؒ	۲۳
۷	میران صاحب کے ننانوے نام	
	باب دوم	
۸	فصل اول طفولیت وحصول تعلیم	۳۰
۹	منجّم کی پیشگوئی	۳۳
۱۰	فصل دوم - کرامت سے شہتیر اٹھالینا	۳۴
۱۱	فصل سوم - میران صاحب کا مرشد آفاق سے بیعت ہونا	۳۶
۱۲	کشف وکرامات مرشد آفاق حضرت شاہ ابوالمعالی صاحبؒ	۳۹
۱۳	مجاہدات حضرت میران صاحبؒ	۴۷
	تیسرا باب	
۱۴	حضرت پیر دستگیر کا خلافت پانا	۵۶
۱۵	دربار رسول صلعم و اجازت بیعت	۵۷
۱۶	فصل چہارم آداب بیعت و حقوق پیران	۶۶
	باب چہارم	
۱۷	فصل اول - اوراد و وظائف	۷۸
۱۹	فصل دوم - نمازہائے پیران چشت	۸۱
۲۰	(صوم) روزے پیران چشت	۹۵
	باب پنجم	
۲۱	کشف وکرامات وبذل وایثار	۹۸ تا ۲۶۷
۲۱	فصل اول - کرامات حضرت پیر دستگیر	۹۸
۲۲	فصل دوم - مریدوں کی خبرگیری	۱۶۸
۲۳	فصل سوم - علمی مباحثات	۲۰۵
۲۴	فصل چہارم - بذل وایثار	۲۲۶
۲۵	فصل پنجم - بے نیازی وبے ریائی	۲۴۴
۲۶	فصل ششم - احوالات متفرق	۲۷۰
	باب ششم	
۲۷	فصل اول - آداب سماع	۲۷۱
۲۸	فصل دوم - فوائد سماع	۲۷۴
۲۹	فصل سوم - حرمت سماع از روئے قرآن وحدیث	۲۸۳
۳۰	فصل چہارم - سماع پیران عظام	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	باب ہفتم				
	فصل اول				
۳۱	اوتاد و ابدال و انتظام ملک باطنی میں درجات فقراء	۳۳۴			
۳۲	فصل دوم شجرہ پیران عظام خاندان و خانوادے	۳۳۷			
۳۳	فصل سوم۔ شجرۂ پیران چشت شجرۂ قادریہ طیفوریہ وغیرہ مع مختصر سوانح چند پیران عظام	۳۴۶ تا ۳۶۷			
۳۴	تا حضرت شاہ ابو المعالی صاحب	۳۶۷			
۳۵	وفات حضرت پیر دستگیر	۳۷۰			
	فصل چہارم				
۳۶	یاران حضرت پیر دستگیر	۳۸۰ تا ۴۲۷			
۳۷	خاتمہ کتاب	۴۲۸ تا ۴۳۰			

تمت

تصدیق درستی ترجمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔
امابعد۔ عاجز گنہگار مسکین
عصیان شعار۔ مشتاق احمد چشتی۔ انبیٹھوی عرض کرتا ہے۔ کہ عاجز نے
(حسب ارشاد فیض بنیاد عمدہ مشائخ دوران۔ برگزیدہ صلحاء زماں حضرت
حاجی جمال الدین چشتی۔ صابری۔ پٹیالوی۔ کہ خلیفۂ خاص اور جانشین
با اختصاص حضرت قطب الوقت خود مخدومنا و مرشدنا حضرت بہادر علی شاہ
چشتی صابری رحمتہ اللہ علیہ کے ہیں) اس ترجمہ اردو۔ ثمرۃ الفواد ملفوظات
حضور فخر چشتیاں۔ غوثِ زماں۔ حضرت سید محمد سعید عرف حضرت
سید شاہ بھیکہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ ورضاہ عنا کو اچھی طرح دیکھا
صحیح پایا۔ زبان اردو فصیح میں مطالب صلبیہ کو ادا کیا ہے۔ محاورہ اور

بول چال فصحا کے طرز کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا - حضرات پیران عظام

رضی اللہ عنہم کے ذکر خیر میں ادب اور اخلاص کی پوری رعایت رکھی ہے -

کیوں نہ ہو - مترجم جناب مولوی محمد فضل حسین سلمہ - مانے ہوئے انشا پرداز

اور بزرگان وقت کے پاس بیٹھنے والے ہیں - جزاء اللہ خیر الجزاء -

التمـــــــــیار

عاجز مشتاق احمد چشتی انبیٹھوی عفا اللہ عنہ ذنبہ الخفی والجلی

علہ **احوالِ مترجم** مترجم صحیفہ ہذا منشی محمد فضل حسین - نہٹوری - قریشی سالاری بجنوری - ایک نیک نام اور معروف خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جن کا سلسلہ نسب سید سالار غازی علیہ الرحمۃ سے ملتا ہے - جو بغرض جہاد عرب سے ہندوستان میں تشریف لائے - اور بہرائچ (اودھ) میں وصال فرمایا جن کی درگاہ سے ہزاروں بندگانِ خدا فیض پاتے ہیں - مترجم مذکورہ کے والد حضرت وزیر محمد صاحب مرحوم نہٹور ضلع بجنور سے ایام غدر میں نقل مکان کر کے جالندھر پہنچے (مترجم اسوقت شیر خوار تھے) جالندھر میں قاضی ولایت محمد صاحب مرحوم و مغفور کے دیوان خانہ میں اقامت اختیار کی - اور مترجم کی پرورش و تعلیم میں مصروف ہوئے - قریب ہی میاں غلام جیلانی صاحب کے محلات تھے - وہاں ان کے کھیلتے ہوئے پہنچنے پر بیگم صاحبہ نے جو کہ جلیل القدر شہزادی تھیں - اور جن کی فرزند نفضل محمد صاحب انتقال کر گئے تھے - مترجم کو میر افضل آ گیا - فرماتے ہیں کہ آغوش میں لے لیا اور تا حیات لڑکا سمجھ کر اولاد تعلیم و تربیت دلوائی جس سے فارغ ہو کر (مترجم نے) دنیائے صحافت میں ہونہار اپنے صاحبزادگان کے ساتھ انہیں تعلیم و تربیت دلوائی - قدم رکھا - جالندھر میں قیصری اخبار و شمیم ہند کی ایڈیٹری کے بعد متعدد اخبارات کی کرسی ادارت کو زینت بخشتے ہوئے - پٹیالہ اخبار پٹیالہ کے ایڈیٹر ہوئے - اور پٹیالہ میں ہی مستقل قیام کر کے حضرت حاجی جمال الدین قرشی سائیں - جمال شاہ صاحب سے بیعت اختیار کی - اور ان کے فیض کا یہ ثمر ہے کہ صحیفہ ثمرۃ الفؤاد کے مترجم موصوف کا تقرر و اعزاز حاصل ہوا ہے

تجمل حسین تمسر در (کاتب صحیفہ ہذا)

دیباچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

سب صفات اس قادرِ مطلق خلاّقِ کون و مکان کو زیب دیتی ہیں جو ہر شے کو عدم سے وجود میں لایا ہے۔ اور درود پر درود اس ذاتِ پاک پر جس نے کفر و شرک کو مٹایا اور جو وحدانیت کو آسمان سے زمین پر لایا۔

اما بعد! رہنمائے سبیلِ طریقت مقبولِ بارگاہِ صمدیت حضرت مولینا و مرشد سید بھیکھ نور اللہ مرقدہ (جن کی بابرکت زندگی کے حالات اس کتاب میں بطور مشتے نمونہ از خروارے بیان ہوئے ہیں) کا وجود باجود جب موجبِ خیر و برکت و زیب و زینتِ عالم و عالمیان تھا، اس بابرکت وقت کو گذرے ڈھائی سو سال کے قریب ہوئے ہوں گے۔ مگر حضرت موصوف کے اوصاف و فیوض۔ جناب کی برکات و کرامات کی کہانی ابھی ویسی ہی تازہ ہے۔ قصۂ پارینہ نہیں ہوئی۔ جن صاحب کو حضرت کے سلسلۂ عالیہ سے کوئی تعلق ہے ان کے لوحِ دل پر تو آپ کے نام نامی و اسمِ گرامی کا نقش اس قدر گہرا ہے کہ آمیٹ ہے۔ اور ہر لحظہ ورد زبان یاد رہتا ہے۔ مگر خاص و عام ملک جنہیں۔ کوئی خاص واسطہ بھی نہیں جناب کے نام سے نا آشنا وہ بھی نہیں۔ غرضیکہ باوجودیکہ عرصہ گذر گیا۔ صدیاں گذر گئیں نام بدستور روشن ہے جناب کے عقیدت مندوں اور میراں جی کے نام لیواؤں کی تعداد بھی لاکھوں پر موجود ہے۔ میں یقین بلکہ عین الیقین سے یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ بفضلہٖ تعالیٰ یہ سلسلہ اور یہ نام تاقیامت یوں ہی مشہور اور روشن چلا جائے گا۔ جناب کی حیات میں یا بعد جناب کے نہایت عقیدت مند باخلاص صاحب حال و قال خلیفۂ اجل حضرت شاہ لطف اللہ صاحب قدس سرہٗ نے کچھ کشف و کمالات کے حالات اور دیگر واقعات کو کتابی صورت میں فراہم کر کے بکھیر رکھا تھا۔ اس نیت سے کہ پیر کی زندگی کے حالات پیشِ نظر رہ کر ان کا تصور کامل طور پر شدید ہوتا رہے گا۔ اس لئے بطور تعویذ یا وظیفہ اپنی جان کے ساتھ رکھتے تھے۔ نسخۂ موصوفہ کی محض ایک یا دو نقلیں شیدائیانِ حضرت نے جد و جہد سے حاصل کیں۔ جن میں سے ایک نسخہ کی بابت، جو سرآمدِ سلسلۂ عالیہ حضرت سائیں جمال شاہ صاحب دام برکاتہم کے پاس موجود ہے یہ مشہور ہے کہ یہ نسخہ ایک نسخہ سے اصل نقل کیا گیا تھا۔ یہ کتاب بزبانِ فارسی نہایت ادق عبارت سے مزین ہے۔ سلسلۂ تعلیم و تعلم کی بجز دی سے فارسی خواں ایسے کہاں جو ایسی کتب کو پڑھ اور سمجھ سکیں

غیروں کو اس کی احتیاج نہ ہو۔ تو مقام تعجب نہیں۔ وابستگان سلسلہ حضرت میراں صاحب کے لئے تو جناب کے حالاتِ زندگی کا مطالعہ سعادت دارین سے کم نہیں۔ مگر کتاب موصوف فارسی میں ہونے کی وجہ سے عام فہم نہ تھی۔ ضروریات زمانہ کے لحاظ سے لازمی تھا کہ نسخہ اردو ہو۔ اور مطبوعہ۔ تاکہ ہر عقیدت مند۔ اس دولت سے مالا مال ہو جائے۔ کوئی محروم نہ رہے۔ یہ کوشش سالہا سال سے تھی مگر کلِ امر مرہونٌ باوقاتہا۔ آخر وہ وقت آیا۔ کہ یہ کار خیر سر انجام ہو اور یہ سعادت کسی کے حصہ میں آئی چنانچہ:۔

یہ دولت میرے مقدر میں تھی۔ حالانکہ نہ عالم۔ نہ فاضل۔ معمولی لیاقت کا انسان۔ ایک خیال گمنام ہیچمدان سراپا عصیان کسی حالت میں بھی اس دولت بے پایاں کے ناقابل کو یہ فخر نصیب ہوا مگر میں تو اسے بھی۔ حضرت میرانجیو اور سائیں جمال شاہ صاحب کی کرامت ہی سمجھ رہا ہوں کہ مجھ ایسا کم لیاقت آدمی جو ترجمہ کی نیت کر کے شروع کرے تو تب ہی کہ جب ختم کر چکے۔ اور شروع سے اخیر تک ایک لفظ کے بھی معنی و مطلب کیلئے کسی دوسرے کا محتاج نہ ہو۔ جب ترجمہ مکمل ہو چکا تو حضرت سائیں صاحب نے متعدد علمائے کرام کی خدمت میں بغرض درستی و تصحیح پیش کیا۔ مطالعہ ہوا ہر صاحب مطالعہ نے اظہار پسندیدگی فرمایا۔ اور یہ سب کچھ عنایت ایزدی اور پیران عظام کی ارواحِ مقدسہ کی برکت ہے

ترجمہ طیار ہو کر پاس ہو چکا۔ تو طباعت کی فکر ہوئی۔ ایک ضخیم کتاب کی لکھائی چھپائی کے لئے سینکڑوں روپے کی ضرورت اور کام کرنیوالوں کی احتیاج ہوتی ہے۔ کتابت کے فرض کو الحمدللہ والمنت کہ میرے جگر گوشہ فرزند ارجمند۔ جواں ہمت۔ جواں بخت۔ منشی محمد حسین طول عمرہ نے۔ کثرتِ کار ملازمت عدم استطاعت کئی موانع کی موجودگی میں محنت شاقہ سے ببرکت ارواح پیرانِ عظام بانجام پہنچا کر "اگر پدر نتواند پسر تمام کند" کے مقولہ کو ثابت کر دکھایا۔ اسلئے کہ یہ نسخہ مقدسہ نہایت سستے داموں ہر مشتری و متمنی کو مل جائے۔ اور کسی کو اس کی خریداری گراں نہ گذرے برائے نام قیمت رکھدی گئی ہے۔ ورنہ یہ گنجینہ بیبہا قریبًا مفت نذر ہے۔

اس کتاب کے اوصاف اس کی ضرورت۔ اسکی برکات تب معلوم ہونگی۔ جب اس کا اول سے آخر تک مطالعہ ہوگا۔ جب دل میں تڑپ اور جذبہ شوق الٰہی پیدا ہوگا۔ شہود باریتعالیٰ۔ اور حضوری سرورِ کائنات کی تمنا کی لہریں دل میں اٹھیں گی۔ مرغ دل شوقِ دیدِ الٰہی میں سینہ میں سیماب وار تڑپے گا۔ میرے خیال میں یہ کتاب درویشی کا مکمل قانون ہے اور ہر درویش کے لئے خضرِ راہِ طریقت ہے۔ اس کے مطالعہ سے

ول فابیعبے ہیں۔ العظمت اللہ حضرت میراں صاحب کی شان اس کتاب سے نمایاں ہوتی ہے
ں شان اور کس پایہ کے بزرگ مقبولِ بارگاہِ لم یزلی تھے۔ زمین۔ آسمان۔ کوہ و ہامون۔ دریا
پتے پر گویا آپ کا قبضہ تھا۔ انسانی ضروریات کی بہم رسانی تو آپکے لئے نہایت معمولی کام تھا۔
م میں بدل سے جاہل مطلق۔ اور جاہلِ مطلق سے عالم متبحر بنا دینا کوئی مشکل نہ تھا۔ نگاہ تھی جدھر
ر گئی۔ جو چاہا ہو کر گئی۔ سیروں مینس سے ہزاروں لاکھوں کی شکم پری آپ کا ادنیٰ کرشمہ تھا۔
دھر مہرباں ہوئی۔ نہال کر دیا۔ جس بدقسمت سے نگاہ پھری تباہ بدحال کر دیا۔ فقیر سے امیر
یر سے فقیر۔ قیدی کو آزاد اور آزاد کو پابند بنا دینا ذراسی بات تھی۔ طبیعت میں استغنیٰ
س قدر کہ لاکھوں روپیہ پر کبھی جی بھر کر نظر بھی نہ ڈالی۔ پس پشت ہی پڑا رہتے دیتے اور
دریائے بخشش و کرم وہ تھے کہ لاکھوں روپیہ آنکھ جھپکتے راہِ خدا میں لٹا دیتے۔ کوئی سائل
کسی وقت کوئی حاجت لیکر آیا۔ خالی نہ گیا۔

اس پر از برکات و انوار کتاب کو چھپوانے کی فکر ہمیشہ اس لئے دامنگیر رہی۔ کہ یہ عام مسلمانوں میں
ہت یا بنیہ پیدا کرے۔ ان کے اخلاق و عادات کی درستی کا سبب ہو۔ ان میں اخلاص۔ محبت اور شوق
دالہی کا جذبہ ترقی کرے۔ کیونکہ اس مطلب کو پورا کرنے کا یہ بہترین نسخہ ہے۔ اس کے مطالعہ سے
برت خد النظر آتی ہے کہ کس طرح ایک آدمی یاد الہی میں مصروف ہو کر درجہ انسانیت حاصل کرتا ہوا
اتب و مدارج حاصل کرتا جاتا ہے۔ اس میں اولگا۔ تقوی و استغنیٰ کا جوہر پیدا ہو کر اسکی طبیعت مکروہات
الم سے متنفر و بیزار ہو جاتی ہے۔ اور مسلسل یاد الہی کرتا ہوا وہ ایک سچا۔ باقیض مسلمان اور صاحب کرامت
ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ قعر ذلت سے نکل کر وہ ایسا درجہ حاصل کر لیتا ہے کہ موجودات اسکے اشاروں پر چلنے
لگ جاتی ہے۔ اور اس کا مقصدِ زندگانی حاصل ہو جاتا ہے۔ یہ کوئی مبالغہ نہیں اس کتاب کے مطالعہ سے
خود ظاہر ہو جائے گا کہ کیسے کیسے معمولی انسان بزرگوں کی توجہ سے کیسے کیسے صاحب حال و قال درویش
ہو گئے ہیں۔

اور فقیروں کیلئے اس کتاب کا مطالعہ لازمی و لابدی ہے۔ کیونکہ اس کے مطالعہ سے انہیں فقیری
کے بہت سے اسرار و رموز سے آگاہی ہو گی۔ جو کہ ان کے ورد و وظائف اور اعمال و اشغال کیلئے
خضرِ راہ کا کام دے گی۔ اس کے مسلسل مطالعہ سے دل کو پورا اطمینان اور روح کو کیف حاصل
ہوگا۔ اور اپنے مدارج سلوک دفیقہ نہایت اطمینان سے طے کر لینے کے قابل ہو گا۔
جو درویش خود پڑھ سکتے ہوں۔ ان کیلئے خود اس کا مطالعہ کرنا۔ اور جو پڑھ نہ سکتے ہوں

ان کو اپنے گرد جمع کر کے اس کا سننا لازمی ہے۔ تاکہ وہ اس کے مطالعہ سے بارگاہِ مقبولیتِ الٰہی
کے قریب ہوتے جاویں۔ ان میں محبت اور جذبۂ شوقِ الٰہی ترقی کرے۔ وہ اپنے فرائض و مدارج
کو سمجھنے کے قابل ہوں

جبکہ وہ خدا کے لئے اہل و عیال و مال و منال ترک کر کے گھر سے نکلے ہیں۔ تو کسی منزلِ مقصود
پر پہنچنے کے قابل ہوں۔ خدا کرے کہ وہ اس کتاب کو شوق سے پڑھیں اور سنیں۔ اور ان کے
شوق اور درجات میں ترقی ہو کر ان کا مدعائے دلی حاصل ہو۔ آمین!

جس سلسلے سے دنیا کو اتنا فیضِ عظیم پہنچا ہے۔ اسی شجرِ بار ور کی شاخ۔ اسی سلسلہ عالیہ کے رکن
اسی دریائے رحمت کے شناور یعنی زمانہ ہمارے حضرت حاجی جمال الدین صاحب معروف سائیں جمال شاہ
صاحب اس وقت بعمر ہفتاد سال سلسلہ عالیہ کی رہبری فرما رہے ہیں۔ آپ حضرت خلیفہ بہادر علی شاہ
صاحب مرحوم و مغفور سے بیعت ہیں۔ جو اس سلسلہ کے نہایت درخشاں گوہر تھے۔ اور حضرت پیر انچھو
کے سلسلۂ عالیہ کے رکن رکین۔ اور حضرت موصوف کے بعد آپ کے خلیفہ اور دائرہ شریف واقعہ ٹھسکہ
کے سجادہ نشین تھے۔

اس موقعہ پر یہ بھی عرض کرنا پڑا کہ حضرت کی قبر مطہر تو گھڑام شریف واقعہ راج پٹیالہ کے اندر
ایک قدیمی قصبہ ہے۔ واقعہ ہے۔ اور مرشدنا مولینا حضرت شاہ ابو المعالی صاحب قدس سرہ کی پیشگوئی
کے مطابق ہوئی۔ آپ کا انتقال اثنائے سفر میں واقع ہوا۔ جب جنازے کو ہمراہ لے کر گھڑام پہنچایا
آپکے ورثا نے منشا کیا کہ آپکی جائے ولادت پر لیجا کر دفن کریں [illegible] دو دنیا ان
ہمراہی نے موقعہ پا کر وہیں دفن کیا۔ جناب موصوف کی [illegible] دائرہ شریف [illegible]
ضلع کرنال میں واقع ہے [illegible] آپ کا جائے قیام اور [illegible]
خلفا اور بڑے پایہ کے معتقد دائرہ شریف کی چہار دیواری کے اندر [illegible] قیامت تک [illegible]
رہے ہیں۔ [illegible] ایک بزرگ [illegible] سجادہ نشین مقیم رہتے ہیں [illegible]
ہیں۔ تاکہ دائرہ سایر زائرین کے چند روزہ قیام میں انکی آسائش کا انتظام رہے۔ افسوس
بعض نشتظمین و سجادہ نشین ایسے بھی ہوئے۔ جنکی ذات سے نفس مطلب کو نقصان پہنچا۔ چنانچہ
سجادہ نشین گھڑام [illegible] سے تنگ آ کر خواجہ حضرت سائیں جمال شاہ صاحب مد ظلہ نے
در عدالت [illegible] انصاف حاصل کیا اور [illegible] کہ ہر دو [illegible] درویش تارک الدنیا
اور سلسلہ عالیہ [illegible] تمام سلسلہ کی رائے سے قائم رہیگا۔ [illegible]

اور بیجا تصرف سے بدنظمی کا جو لازمی نتیجہ ہے۔ وہ ہوگا۔ حکومت کے حکم سے علیحدہ شدہ سجادہ نشین
گھوڑام شریف فضائے الہی سے فوت ہو چکے ہیں۔ سجادہ خالی ہے اور تمام سلسلہ کی رائے ہے
متفق ہوں گے۔ جو اصول کی بات ہے۔ جو بات رائے عامہ سے ہو۔ اس کا انجام بخیر ہوا کرتا ہے
بات یہ ہے کہ یہ سلسلہ اصحابِ تارک الدنیا کا۔ علائق دنیا سے واسطہ دار جب سلسلہ میں
داخل ہوتے ہیں۔ اور روپیہ ہاتھ میں آتا ہے۔ دنیا دار کی نیت ڈانواں ڈول ہوئے بغیر رہ ہی
نہیں سکتی۔ بدنیتی کا دخل ہوا۔ اور بنا بنایا کام بگڑ گیا۔ اتنا تو ضرور ہوگا کہ کام میں نقائص و
خرابیاں واقع ہوں۔ لازم آیا کہ دنیا دار فقرا کی حد سے جیسے خارج ہے۔ اس کے کاروبار سے بھی
علیحدہ رہے۔ یہ بھی ضرور ہے کہ رائے سلسلہ سے منتخبہ فقیر سجادہ نشین پابندِ وظائف سلسلہ رہیگا
بے طمع بھی ہوگا۔ مرحوم سجادہ نشین نے جو متاہل تھے۔ اپنے بیٹے کو اپنی سجادہ نشینی کا مستحق
قرار دے کر بعض لوگوں سے اپنا ولیعہد تسلیم کرایا تھا۔ اس ناواجب حرکت کو بھی حضرت
سائیں صاحب نے حکومت وقت سے ناواجب ثابت کرایا۔ غرض سجادہ نشین مرحوم کے عہد میں
جن حجروں کے دروازوں پر کمخواب کے پردے تھے انہیں پھونس کی ٹٹیا بھی نصیب نہ تھی
باوجودیکہ کچھ عرصہ نہیں گذرا۔ تمام مکانات متعلقہ کی مرمت کے تخمینے ہو رہے ہیں۔ اور عنقریب
جو خیالات ہیں۔ منظور خدا ہے تو ہر چیز با قرینہ دکھائی دے گی۔ اور وہی رونق آجائے گی
جو بانیٔ مقبرہ حضرت نواب روشن الدولہ مرحوم نے چھوڑی تھی۔ بات یہ ہے کہ اتفاق ہر زمانہ
ہر قوم اور ہر ملک کے لیے نہایت ہی مفید شے ہے۔ اور بالاتفاق جو کام ہوتا ہے۔ وہ نہایت
بابرکت ہوتا ہے۔ سجادہ نشین مرحوم کی روش ناپسند عام تھی۔

خاکسار

مترجم

احوالِ مصنف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مرتب لیسہاد تمتم بالخیرہ

سلسلہ مریدانِ عقیدت و ارادت کیش حضرت پیر روشن ضمیر چراغِ راہ طریقت و مشعل سبیل وحدانیت حضرت میراں سید بھیکہ نور اللہ مرقدہٗ میں ایک حضرت جو عقیدت و ارادت زہد و اتقاء کے علاوہ علم ظاہری و باطنی سے آراستہ و پیراستہ نہایت معتبر اور مستند بزرگ اور عالم مانے جاتے اور اپنے زمانے میں غایت شریف و نجیب متصور ہوتے تھے۔ جنکی پیدائش حضرت موصوف کی پیشین گوئی کے مطابق ہوئی تھی۔ اور جب سنہ شعور کو پہنچے ہی خود بخود پروانہ وار شمع الفت و محبت آنحضرت پر نثار ہوتے۔ اور جان و مال قدم بقدم ممینت نزدم حضرت میراں صاحب پر قربان کرتے تھے۔ عمر بھر حضرت موصوف کے آستانہ پر جبہ سائی کرتے اور حضرت پر فدا ہونے کا دم بھرتے رہے۔ ان بزرگ کا نام نامی بھی وہ جو حضرت نے انکی ولادت سے قبل ارشاد فرمایا تھا۔ لطف اللہ رکھا گیا تھا۔ حضرت لطف اللہ صاحب کو جو الفت و عقیدت حضرت میراں صاحب سے تھی اس کا ایک شمہ بیان ہمارا طاقت و قدرت قلم سے بہت باہر ہے۔

افسوس! ایک وہ زمانہ تھا جبکہ حضرت میراں صاحب ایسے بزرگان اولی الاعلیٰ کے وجودِ باجود سے دنیا مشرف و مفتخر تھی۔ اور جن کے فیوض و عنایات کا بیان ناممکن ہے۔ اور عقیدت مند بھی وہ کہ سبحان اللہ۔ جیسے آج کل شمع کے پروانے۔ سچے دل سے قربان ہونے والے بات بات پر مٹ جانیوالے۔ جو بات کرتے صدق و صفا سے نمائش نام کو نہ تھی۔ فرمانبرداری ان کے خمیر میں ہی تھی ہر قول اور ہر فعل ان کا خدا کیواسطے تھا۔ یا آج وہ وقت ہے کہ توبہ ہی بھلی۔ ایسے حالات میں ... ہر سائی عبث ہے۔ خیال راجہ بیان۔ تاہم اس ذریعہ تمام ہے ... سلسلہ حضرت میراں صاحب ...

برکت موجود ہے۔ اسکی وجہ یہ کہ سلسلہ عالیہ میں ہر وقت اور ہر زمانہ میں کوئی نہ کوئی صاحب طبع نورانی رکھنے والے صاف باطن موجود رہتے ہیں فی زمانہ چراغ ملت والدین۔ ہادئی شرع مبین۔ حضرت حاجی جمال الدین معروف سائیں جمال شاہ جن کے وجودِ باجود سے زمانہ منور ہو رہا ہے۔ جن کے فیوض ظاہری و باطنی سے ہر ادنیٰ و اعلیٰ فیض یاب ہو رہا ہے۔ جو ہر پیاسے کیلئے چشمۂ فیض ہیں۔ جو ہر متلاشی کیلئے ہادئ راہِ خدا ہیں جن کے آستانے سے سائل کبھی مایوس نہیں گیا۔ جن کا درِ فیض ہر وقت وا ہے۔ اور جن کے فیوض عنایات کو میں کسی اور جگہ ذرا تفصیل سے بیان کرنا چاہتا ہوں۔ آج بھی ایسے بزرگ اس سلسلہ عالیہ میں موجود ہیں۔ کہ ان کے وجود با غنیمت ہیں۔ خدا سے دعا ہے کہ اللہ میاں ایسے بزرگان باخدا کا سایہ عاطفت تا دیر قائم رکھے تاکہ عوام و خواص فیضیاب ہوتے رہیں۔ آمین۔ ثم آمین (تتمہ تمم)

حضرت مولینا لطف اللہ صاحب مرحوم و مغفور اپنی قلم سے تحریر فرماتے ہیں کہ میں ایسی بات لکھتا ہوں جسکا لکھنا ایک سچے مرید کیلئے ایسا ہے۔ جیسا ایک مومن کو دین و ایمان۔ اور اس کا فایدہ بے حد و پایاں ہے مخفی نہ رہے کہ ہر مرید کو لازم ہے کہ وہ پیکر تصویر پیر کو اپنے لوح دل پر ایسا تصور سے نقش کرے کہ لوح دل پر نقش کیلئے اور جگہ باقی نہ رہے۔ کیونکہ پیر کا تصور راہ سعادت کونین کیلئے راہ نما اور بجنسہ مشعلِ تیرگی راہ ہے جہاں مشعل ہو۔ وہاں اندھیرا کہاں۔ جہاں راستہ پر راہ نما کھڑا ہو وہاں بھول کیسی۔ اگر پیر جو رہنمائے حقیقت ہے واصل حق ہو چکا ہو۔ تو ضروری ہے کہ پیر کے حالاتِ زندگی ان کے سچے واقعات ان کے کشف و کرامات کو یکجا جمع کرے۔ اور بہ تکرار ان کو مطالع کرے۔ اور ہر لحظہ پیش نگاہ رکھے۔ اور ان کو اپنی نگاہ سے اوجھل نہ ہونے دے۔ حقیقت اسے کہتے ہیں۔ اور حقیقت حاصل نہیں ہوتی تا وقتیکہ پیر کی حقیقت قلمبند شدہ کو اپنی آنکھوں کے روبرو نہ رکھے۔ اور بہ تکرار یعنی بار بار پڑھ کر دلنشین نہ کرے اور پیکر تصویر کیطرح دل میں تصور نہ جما ہر مرید کیلئے یہ ایک بڑی کا مہر ہے۔ کہ پیر کے حالات بعینہٖ بے کم و کاست لکھے اور پیش نظر رکھے۔ مبالغہ ان حالات میں ایک بال کے سرے کے برابر نہ ہو۔ خالص اور اصلیت ہو۔ کیونکہ اس سے فایدہ کثیر پہنچتا ہے۔ لکھا ہی کہ احمر رنگ سرخ سے مراد ہے۔ اسکی حقیقت یہی ہے کہ حمرت خال ہوتا ہے متلاشی حقیقت اور معنی احمر کے متلاشی کو چاہیئے کہ زیادہ سرخ رنگ یعنی گورے رنگ سرخ پر رکھ کر نظر کے سامنے رکھے۔ اور بار بار مطالعہ کرے پورا ذہن نشین کرلے تا آنکہ سرخ رنگ کو پہچان جائے۔ اور کم اور زیادتی اور آمیزش نفس غیر فانی کی کر سکے اگرچہ یہ بات محال ہے۔ مگر تفصیل تو اسقدر کافی ہے یہ ضروری ہے کہ مرید اپنے پیر کے حالات کو مبالغہ اور رنگ آمیزی سے بالکل صاف رکھے۔ پیر کے حالات میں زیادتی اور اپنے حسنِ عقیدت کے جوش میں اپنی طرف سے کوئی ملاوٹ مفید نہیں ہو سکتی بلکہ نقصان دینے والی ہے۔ لیکن چونکہ اولیاء کرام اور بزرگان خدا رسیدہ کی تمام زندگی

کشف کرامات اعجاز اور خرق عادت سے خالی نہیں ہوتے۔ اسلئے ہر زمانہ میں اہل انکار اور شکوک و بدگمانیاں پیدا ہوتے
بھی ضرور لگے رہتے ہیں۔ اس خوف سے کہ مبادا حضرت میراں صاحب کے کشف و کرامات کے حالات پڑھنے والے
مسلکی طبع انسان بجائے فایدہ کے شکوک میں آلودہ ہو کر نیکی اور سعادت کے بدلے نیکیوں سے محروم ہوں۔ اور
اُلٹا عذاب میں گرفتار ہو جائیں۔ لازم آتا ہے کہ پہلے تھوڑے سے اپنے حالات بھی لکھوں۔ تاکہ قدرے قلیل میری
اپنی حالت سے ناظرین کتاب کو آگاہی ہو جائے۔ ایسا نہ ہو وہ مجھ کو بھی زیادہ گو لوگ اور فضول نویسوں میں شمار
کرلیں۔ اور مجھ پر بھی کسی قسم کی بدگمانی کر بیٹھیں اور خواہ مخواہ خود بھی بدگمانوں کی فہرست میں درج ہو جائیں
ناحق گناہگار ہوں۔

ذکر مولف سوانح حضرت میراں قدس سرہ

یہ عام بات ہے کہ جذبہ مقناطیس کا لوہے کو ضرور اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ اور کشش کہربائی کاہ کو
اپنا ہم آغوش کرلیتی ہے۔ آفتاب عالمتاب کی قدرتی چمک سے شبنم کا قطرہ نورانی ہو جاتا ہے۔ اور سورج
کی آب و تاب سے وہ قطرہ سورج کا ہمرنگ بنجاتا ہے صبح کی ہوا جسے نسیم سحری کے نام سے تعبیر کرتے ہیں
اپنی بھینی بھینی خوشبو کے اثر سے پھولوں کو معطر اور خوشبودار بنا دیتی ہے۔ اسی طرح پیر کی توجہ اور بزرگوں
کی محبت و عنایت مریدوں اور عقیدت مندوں کو اپنے فیض قرب کے ذریعہ بیشمار فیضوں سے فیضیاب اور
برگزیدہ بنائے بغیر نہیں رہتی۔ مولوی لطف اللہ صاحب مرحوم فرماتے ہیں کہ میرے والد مرحوم میری تولید سے
قبل ایک مرتبہ حضرت میراں صاحب کی حضوری میں موجود تھے کہ حضرت ممدوح نے بزبان خود ارشاد فرمایا کہ اللہ پاک
تم کو فرزند کرامت فرمائیگا۔ جب وہ بچہ پیدا ہو اس کا نام لطف اللہ رکھنا۔ حضرت موصوف کے فرمان کے مطابق میری
پیدائش قصبہ انبالہ کے اندر وقوع میں آئی۔ میرے والد نے میرا نام لطف اللہ رکھدیا۔ میں انبالہ میں ہی پرورش پاتا رہا
اور جب میرا سن شعور کو پہنچا۔ تو میرے بزرگوں نے مجھے مدرسہ میں پڑھنے بٹھا دیا۔ چودہ سال کی عمر تک میں
پڑھتا رہا۔ مگر ایسی طرح کہ مجھے رات دن یہی کام تھا۔ شب و روز تعلیم میں مصروف اور مشغول تھا۔ ابھی میری عمر چودہ
سال سے متجاوز نہیں ہوئی تھی۔ تحصیل علم کے سوائے میں اور کچھ نہیں جانتا تھا کہ ایک دن میاں شاہ عنایت نام
ایک سادہ درویش جناب میراں صاحب کے مریدوں میں سے مسافرانہ آئے۔ اور سادات کی کھیڑی میں۔ جو ہمارے
مدرسہ کے قریب تھی شب باش ہوئے۔ اپنے معمول کے موافق میاں شاہ عنایت نے نام ذات کا ذکر شروع کیا۔
انکی آواز مجھے نہایت پسند آئی۔ اور ان کا ذکر میرے دل میں گھر کر گیا۔ چنانچہ میں نے ان کی تقلید شروع کر دی
بلند آواز سے ذکر کا شغف شدید بڑھتا گیا۔ شور کی زیادتی سے مجھے خیال ہوا کہ کسی علیحدہ جگہ اور گوشہ تنہائی میں بیٹھکر

ذکر بہ جہر ادا کرنا چاہئے۔ میں نے آبادی سے الگ تھلگ رہنے کیلئے جنگل کو پسند کیا۔ صحرا میں چلا جاتا۔ اور تنہائی میں خدا کا نام کھلے طور پر آواز بلند لیتا۔ اور خوب ذکر کرتا۔ اللہ کے ذکر کی زیادتی سے میری ایسی حالت ہو گئی کہ مدرسہ کا سبق مجھے بھول گیا۔ اور مدرسہ کا آنا جانا پہلے کم ہوا۔ پھر بالکل چھوٹ گیا۔ ہوتے ہوتے یہ جذبہ بڑھتا گیا۔ اندرونی تپش بڑھتے بڑھتے بہت بڑھ گئی۔ حتیٰ کہ جذبہ کی بجائے دل میں بیقراری سی پیدا ہو گئی۔ بیقراری سے میری حالت کچھ ایسی ہو گئی کہ طعام و شراب اور گفت و کلام سے بھی نفرت ہو گئی۔ میں سوکھ کر مردہ سا ہو گیا۔ اور لوگ مجھے مجنوں خیال کرنے لگے۔ اور وارثان میری احتیاط رکھنے لگے۔ اور علاج معالجہ تک نوبت پہنچ گئی۔ جب جب علاج کرتے موافق نہ آتا۔ اور طبیعت اور زیادہ بگڑتی۔ احتیاط اور معالجہ سے میں تنگ آ گیا تھا۔ میں نے سررشتہ احتیاط کو توڑنا شروع کیا۔ اور ایک دن یہ سب رسیاں توڑ کر میں چل کھڑا ہوا۔ مقصد معلوم نہ تھا پھرتا تھا۔ مجھے کہیں قرار نہیں آتا تھا۔ میں نے خود ہی سوچا کہ کیا کروں اور کیا کرنا چاہئے۔ سوزش اور ایک نامعلوم سی تپش مثال شعلہ میرے دل میں جاگزیں تھی۔ دل انگارے کی مانند جلتا اور بے قرار تھا نشست و برخاست و خوراک نہ ملنے سے لاغری زیادہ ہو گئی۔ مگر جذبہ بڑھتا اور ایک جوش سا پیدا۔ اس حالت میں دور سے میرے کان میں کچھ آوازیں پڑنے لگیں۔ میں قطعی بے اختیار ہو گیا۔ اور آپ ہی آپ دائرہ شریف کو روانہ ہو گیا۔

دائرہ شریف: حضرت میراں جی ایک گاؤں ٹھسکہ نامی میں قیام فرماتے تھے۔ آپ کا قیام گاہ دائرہ کے نام سے منسوب تھا۔ ٹھسکہ کی آبادی سے کچھ فاصلے پر ایک درخت ڈھاک ایک جال کا پیڑ اور ایک مولسری جیسے کہ اب تک بھی یہیں موجود تھے۔ ڈھاک کے پیڑ سے تکیہ لگا کر ابتدا میں جا بیٹھتے تھے۔ کچھ مدت تو اسی پیڑ کے نیچے ہی بیٹھتے رہے۔ تھوڑے دنوں میں ٹھسکہ اور دوسرے دیہات کے لوگ پروانہ وار حضرت پر فریفتہ اور شیدا ہونے لگے۔ حضرت نے ایک معمولی سا حجرہ وہاں بنوا لیا تھا۔ اس سے آگے نہ بڑھے حالانکہ بڑے بڑے بزرگ اور صاحب مال و منال اصحاب بدل خواہشمند رہے کہ میراں جی کا دائرہ بڑے بڑے عالیشان عمارات اور اچھے مکانات سے دائر ہو۔ مگر حضرت نے قبول ہی نہیں فرمایا۔ یہ صحیح واقعات ہیں کہ وزیر بادشاہ ہند تھے۔ روشن الدولہ صاحب جو حضرت کے فدائی اور شیدائی تھے۔ ایک دفعہ نہیں بارہا لائے اور التجا کی کہ حضرت اجازت دیں تو یہاں نہایت عمدہ عمارات تیار ہو جائیں۔ مگر یہ التجا قبول ہی نہ ہوئی چنانچہ یہ واقعات آگے بہ تفصیل بیان ہوں گے۔

اپنا کام کرتا رہا۔ بڑا موجود رہے۔ تا اب حالت اور رہتا۔ وہ بزرگ جو بعد میں خلیفہ ہوتے رہے اپنی اپنی پیشرو کے موافق بڑھاتے گئے اور پہلے بزرگوں کی قبریں اور کئی خلفائے دائرہ کے مزار دائرہ میں

موجود ہیں دایرہ کے ساتھ معقول زرعی زمین و جائیداد ہے۔ آموں کا ایک وسیع باغ ہے۔ وہ جنگل بھی اسی کے قریب ہے جہاں حضرت رفع حاجت کیا کرتے تھے۔ اسی کے قریب ایک اور بڑا وسیع رقبہ اراضی ہے۔ جو بلا کاشت پڑا رہتا ہے۔ محض گھاس وغیرہ اس میں پیدا ہوتی ہے۔ وہ ان گایوں کی پرورش میں خرچ ہوجاتی ہے۔ جو حضرت میراں صاحب کے نام سے اسی رقبہ میں رہتی ہیں۔ ایسی گایوں کی تعداد معقول ہے کسی خدا ترس درویش کو اگر خواہش ہو تو وہ ان گایوں میں سے ایک آدھ یا حسب ضرورت دو چار کا دودھ نکال لیں ورنہ گائیں جانیں اور ان کے بچے۔ اس طریقہ سے اس جنگل کے اندر گایوں کی تعداد بہت بڑھ گئی تھی۔

دائرہ حضرت میراں صاحب فی زمانہ آباد حالت میں ہے۔ دائرہ شریف کا بہت بڑا وسیع احاطہ ہے۔ اس وقت تمام کا تمام گھرا ہوا ہے۔ سنتے ہیں کہ حضرت بہادر علیشاہ صاحب قدس سرہ (کہ وہ بھی خلیفہ گذرے ہیں) کے زمانے میں دائرہ شریف کو جو عظمت حاصل تھی۔ اس کا عشر عشیر بھی بعد میں نہیں ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ بڑے بڑے رئیس اور عالی مرتبت لوگ والیان ریاست تک آپ کے در فیض کی خوشہ چینی اپنا فخر سمجھتے تھے۔ حضرت موصوف اوقات مقررہ پر اپنے حجرہ سے باہر تشریف لایا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ پہروں والیانِ ملک آپ کے دروازے کے کنڈے کو تاکتے تب دولت دیدار سے مالا مال ہوتے۔ ہزاروں آرزو مند دولت مراد سے اپنے دامن بھر لیجاتے۔ لاکھوں آتے اور لاکھوں جاتے۔ کسی وقت بھی سینکڑوں انسانوں سے دائرہ شریف کا احاطہ خالی نہ ہوتا۔ دائرہ کیا شاہی دربار تھا۔ دور دور کے لوگ یہاں آمد و رفت رکھتے تھے حضرت بہادر علیشاہ کی خلافت کا زمانہ یادگار کے قابل گذرا ہے۔ اگر موقعہ ہوا تو موصوف کے حالات تفصیلوار کہیں آگے درج کروں گا۔

اس وقت ایک بڑی وسیع مسجد احاطہ دایرہ شریف میں موجود ہے۔ آنے جانے والے زائرین کی رہائش کیواسطے معقول عمارات ہیں۔ کھانے پینے کا کافی سے زیادہ انتظام ہے۔ سو پچاس آدمی ہر وقت کھاتے پیتے اور تمام ضروریات زندگی وہیں سے حاصل کرتے ہیں ایک خلیفہ یا مسند نشین دایرہ شریف میں بطور حافظ و منتظم موجود رہتے ہیں بہت سے لوگ وہاں درویشانہ بود و باش رکھتے اور ایام زندگی وہیں بسر کرتے ہیں۔ حضرت میراں صاحب کا مزار مقدس دایرہ شریف میں نہیں یہ واقعات عجیب و غریب ہیں۔ جو بالتفصیل اپنے اپنے موقع پر بیاں ہوں گے۔ حضرت کا سالانہ عرس دایرہ شریف اور گھڑام شریف جہاں آپکی قبر مطہر ہے۔ دونوں مقامات پر ایک ہی موقعہ پر عظمت و شان سے منایا جاتا ہے۔ شبرات کے قریب پہلے دائرہ شریف میں اصحاب عقیدت کا مجمع کثیر جمع ہوتا ہے۔ صرفہ کثیر ہوتا ہے۔ کئی دن تک جمع درویشاں و فقراء سلسلہ کے پیر و مرید دور و نزدیک سے آکر جمع رہتے ہیں۔ پھر یہی بنی بنائی جماعت گھڑام کو جو دائرہ شریف واقع ٹھسکہ

12
سے بلند کوس کے قریب ہے پہنچ جاتی ہے۔ کچھ وہاں پہلے سے لوگ موجود ہوتے ہیں۔ اور یہ جماعت دونوں مل ملا کر اچھا خاصہ میلہ ہو جاتا ہے۔ (مترجم))

گھوڑام شریف مقبرہ حضرت میراں صاحب :- گھوڑام شریف میں حضرت میراں صاحب کا مقبرہ ہے۔ اس کی تفصیل کے لیے علیحدہ ایک کتاب کی ضرورت ہے۔ مجملاً عرض کر دیتا ہوں۔ کہ

چلنے کو تو میں چل دیا مگر نہ تو مجھے یہ معلوم تھا کہ حضرت کا قیام کہاں ہے۔ اور کہاں دائرہ شریف ہے۔ بے اختیاری کا عالم تھا۔ ہاں پاؤں آپ سے آپ اٹھتے تھے اور میں بلا کسی منزل مقصود کو ٹھانے منزل بہ منزل چلا جاتا تھا۔ رات اور دن کی مجھے کوئی تمیز نہیں۔ قیام و طعام سے مجھے کچھ مطلب نہ تھا بھوک پیاس اور تکان سے مجھے کچھ واسطہ نہ تھا۔ شتر بے مہار کی مانند چلتا پھلتا۔ کشش کہربائی سے میں بلا راہبر اور راہ نما منزل مقصود کو پہنچ گیا اور میں دائرہ شریف واقعہ ٹھسکہ حاضر ہو گیا۔ میری مجنونانہ حالت کو لوگوں نے دیکھا۔ اور میری بے اختیاری و بے صبری کی حالت کو ایک بزرگ نے حضرت میراں صاحب کی خدمت میں عرض کر دیا۔ اجازت لے کر مجھے میراں صاحب کی حضوری میں لے گئے۔ حضرت ایک چارپائی پر تشریف فرما تھے۔ حضرت سے چار آنکھیں ہوتے ہی خود حضرت نے ہاتھ سے پکڑ کر مجھے اسی چارپائی پر اپنے برابر بٹھا لیا۔ اور نگاہ غور سے دیکھ کر میرے سینے پر اپنا دست مبارک رکھ دیا۔ حضرت کا ہاتھ میرے سینہ پر رکھنا تھا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اس ہاتھ سے مجھے کس قدر لطف حاصل ہوا۔ ٹھنڈک پڑ گئی۔ وہ آگ جو سینہ میں لگی تھی معاً بجھ گئی۔ قلب کی سوزش اور بیقراری کافور ہو گئی۔ مجھے ہوش سا آ گیا۔ اور میں اپنے آپے میں آ کر بسر و اطمینان سے ساکت ہو کر بیٹھ گیا۔ اس وقت مجھے ادب کی سوجھی اور میں نے چارپائی سے اٹھ کر نیچے بیٹھنا چاہا۔ حضرت کی اجازت سے میں چارپائی سے اتر کر نیچے بیٹھ گیا۔ جو کچھ میرے مناسب حال سمجھا حضرت نے تریاق خاص مجھے تلقین فرمایا اور جب مجھے یاد ہو گیا۔ میں حجرہ سے باہر آ گیا۔ مجھے جو پڑھایا جاتا تھا اس کے یاد کرنے میں بہت مبالغہ سے کام لیتا۔ اور ہر وقت کی محنت سے خوب ذہن نشین کر لیتا۔ حضرت سے علیحدگی میں دل کی بلبلش اور اضطراب باوجودیکہ میں بہت جد و جہد کرتا۔ کم نہ ہوتا۔ آپکی جدائی میں قلب بے قرار تھا۔ اس کے لیے مجھے جو کچھ حکم ہوتا رہا تعمیل کرتا رہا۔ حضرت کے دیدار اور عرض حال سے مجھے تسکین ہو جاتی۔ اور جب الگ ہوتا پھر وہی حالت رونما ہو جاتی۔ حضرت میری اس حالت کو معاینہ فرماتے تھے۔ چند روز بعد مجھے رخصت دے دی گئی۔ میں گھر کو آ گیا۔ اور جو تعلیم ہوئی تھی۔ اسے یاد کرتا رہا۔ مگر حضرت کی مفارقت کی تاب نہ لا سکا۔ شوق دیدار نے مجھے بے چین کیا۔ بیتاب و بیقرار ہو کر بیتابا گھر سے پھر اٹھ بھاگا۔ اور سیدھا راست پھر دائرہ شریف حاضر ہو گیا۔ اب کے جب میری حاضری کی اطلاع حضرت اقدس کو ہوئی حسب سابق مجھے

دولتِ دیدار سے مالا مال کرنے کے بعد زبدۃ المحققین میاں محمد شاہد کرمانی کو حکم دیا گیا کہ میرا آموختہ سنیں اور میرا امتحان لیں۔ میاں محمد شاہد مجھے گوشہ تنہائی میں لے گئے۔ میں نے آموختہ سنایا۔ اور اپنا حال بھی انہیں من وعن عرض کر دیا۔ چنانچہ میری کل کیفیت حضرت میراں صاحب کی حضور میں عرض کی جس پر حضرت نے مجھے اپنے روبرو سے بلایا۔ اور پہلی تلقین کے اوپر ایک اور سبق کا اضافہ کیا۔ اور جب تک کہ میں اپنے نئے سبق کو خوب حفظ کر کے سنا نہ سکا مجھے وہیں رہنے کا ارشاد ہوا۔ جب خوب حفظ ہو گیا۔ تب مجھے گھر چلے جانے کا حکم مل گیا۔ گھر پہنچکر میں مطابق ارشاد مشق کیا کرتا۔ اور حکم کی تعمیل میں ہر دم و ہر لحظہ مصروف رہا۔ اسی طرح کچھ عرصہ گذرا۔ چند روز کے بعد اتفاق ایسا ہوا کہ مجھے سخت تپ آنے لگا۔ ہر چند قاعدہ کے مطابق علاج معالجہ کیا گیا۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ حکیم ہار گئے۔ وارثان معالجہ سے عاجز آکر تھک گئے۔ افاقہ نہ ہوا اسی حالت میں مدت گذر گئی۔ جب بخار غلبہ کرتا میرے ہوش اڑ جاتے اور میں نیم مردہ سا ہو کر پڑا رہتا۔ البتہ اس عالم میں مجھے ایک عجوبہ یہ دکھائی دیتا کہ حضرت میراں صاحب کو بہ نفس نفیس اپنے سرہانے پر بیٹھے ہوئے پاتا۔ مگر اکثر اوقات میں حضرت کی موجودگی کو خواب اور اپنا تصور ہی سمجھتا رہا۔ مگر اکثر اوقات مجھے یقین ہو جاتا کہ حضرت واقعی تشریف فرما ہیں۔ حضرت کی موجودگی سے میرا عارضہ کم ہونے لگا۔ اور چند دن میں مجھے بیماری سے خلاصی مل گئی۔ اس کے بعد چند روز میں ناتوانی جاتی رہی۔ طاقت آ گئی اور میں تندرست و توانا ہو گیا۔ اب پھر میں نے اپنے سبق کا خیال کیا۔ اور جب میں حسب ارشاد عمل کرتا تو مجھے پہلے سے بہت زیادہ لذت حاصل ہوتی۔ دوگنا چوگنا لطف آنے لگا۔ یہ کیفیت دن بدن بڑھتی گئی۔ اور مجھے اس قدر سرور حاصل ہونے لگا کہ بیان سے باہر ہے۔ اب پھر مجھے قدمبوسی کا خیال گدگدانے لگا۔ اور شوق دیدار ہر لحظہ اکساتے اور تڑپاتے۔ حتی کہ میں پھر دائرہ شریف جانے کیلئے بے چین ہوا۔ اور اور سبق لینے کو آمادہ ہو گیا۔ چنانچہ روانہ ہو گیا دائرہ شریف پہنچکر دم لیا۔ شرف حضوری سے جب میں مشرف ہوا تو آنکھیں چار ہوتے ہی حضرت کا فرمان تھا کہ آؤ میاں لطف اللہ دو ماہ کامل سے زیادہ محنت اٹھائی اور میں ہر وقت تمہارے سرہانے بیٹھا کہ تب اللہ پاک نے تمکو شفا بخشی اور تم اس قابل ہوئے کہ پھر ہمارے پاس آؤ۔ خیر خوب ہوا تم تندرست تو ہو گئے۔ اب میرا وہ خواب و خیال جو بحالت بیماری حضرت میراں صاحب کو تپ کی بیہوشی میں اپنے سرہانے بیٹھا دیکھا کرتا۔ تصدیق ہو کر عین الیقین ہو گیا۔ کہ حضور اقدس بذات خاص میری تیمارداری فرماتے رہے ہیں۔ حضرت کی توجہ سے میں شفایاب ہوا ہوں۔ عقیدت کی اس قدر زیادتی ہوئی کہ کچھ بیان نہیں۔ ہر دم فدا رہنے لگا۔ اور حضرت کی کرامت میرے دل پر زیادہ سے زیادہ منقش ہو گئی

مگر اب کی دفعہ کچھ ایسے واقعات پیش آئے ہیں، ہر چند موقعہ اور وقت کا متلاشی رہا۔ مگر فرصت نہ ملی، اور بلا سبق دیئے مجھے حضرت والا نے رخصت دیدی۔ میں رخصت ہو کر اپنے گھر انبالہ آ گیا۔ مگر گھر چین کہاں۔ دو ہی دن میں مجھے گھر رہنا دوبھر ہو گیا۔ شوق قدمبوسی دل میں چٹکیاں لینے لگا۔ پھر وہی جوش دیوانگی۔ وہی بے چینی و بیقراری۔ اضطراب نے چین سے نہ بیٹھنے دیا چار ناچار پھر یہی سوچ سمجھ کر کہ حضرت کے دیدار بغیر دل آرام نہیں لیتا دائرہ شریف کو چل دیا۔ اور دائرہ شریف پہنچ گیا۔ میری حاضری کی جب حضرت اقدس کو اطلاع ہوئی۔ خاموشی سے ٹال دیا۔ دو ایک مرتبہ اطلاع دی گئی مگر دانستہ موقعہ سلام و حصول نیاز نہیں دیا گیا۔ اور بلا حصول دولت دیدار بے نیل و مرام مجھے گھر چلے جانیکا حکم دیدیا گیا۔ حکم کے آگے یارائے دم زدن کسے تھا۔ میں اسی حالت بیقراری میں اپنے دل کو سنبھالے ہوئے واپس آ گیا۔ جب اپنے وطن پہنچا چونکہ بلا دیدار آیا تھا مجھے چین کیسے آتا۔ طپش اور بیقراری پہلے سے دو گنی چو گنی ہو گئی سونے جاگنے کا تو ذکر ہی کیا۔ کھانا پینا بھول گیا۔ اس آفت میں چند روز جوں توں کر کے گذارے۔ مگر آپ جانئے دل کی لگی کب آرام سے بیٹھنے دیتی تھی۔ پھر اٹھ بھاگا۔ جب در دولت پر حاضر ہوا پھر روبرو سے بلانے کے بغیر حکم مل گیا کہ انبالہ چلے جاؤ۔ چنانچہ پھر واپس آ گیا۔ اسی طرح تین چار مرتبہ میں آیا گیا۔ مگر دائرے قسمت باریابی نصیب نہ ہوئی۔ جوں جوں زیادہ عرصہ مفارقت میں گذرا آتش ہجراں زیادہ ہوتی گئی۔ اور اضطراب زیادہ سے زیادہ ہوتا گیا۔ چونکہ موسم باراں تھا۔ تین چار دفعہ کی آمد و رفت سے میں کچھ تھک سا گیا تھا۔ تکان تو جو تھی وہی تھی۔ حسرت دیدار نے سب سے زیادہ لاچار کیا تھا۔ بارانی موسم نے جسمانی تکلیف زیادہ پہنچائی تھی۔ ان تکالیف سے میں اس قدر تنگ تھا۔ اور چوتھی دفعہ جو گیا۔ تو اس ارادے سے کہ اب کے بلا قدمبوسی نہ آؤں گا۔ چنانچہ اب کی بار دائرہ شریف پہنچتے ہی باریابی نصیب ہوئی۔ جب میں قدمبوسی سے ممتاز ہوا میری خوشی اور خورمی کی کوئی حد نہ تھی۔ خوش قسمتی اور یہ ہوئی کہ حضرت اقدس پہلے سے بہت زیادہ مہربان اور نہایت شفقت سے پیش آئے۔ توجہات کی کوئی حد نہ تھی۔ دولت معانقہ سے بھی مجھے مالا مال فرمایا۔ اور خاص خدمت اقدس میں رہنے کا حکم فرمایا۔ ہر وقت بیش از بیش لطف و مراعات سے سرفراز و ممتاز فرمانے لگے۔ بلکہ ہر روز نئی عنایت میرے حال پر مبذول فرماتے۔ اور نئی سے نئی نعمت مجھے بخشتے تھے۔ بلکہ بے اندازہ نعمتیں مجھے عطا فرماتے تھے۔ یہ جو کچھ میں نے قلمبند کیا ہے۔ ان عنایات اور توجہات کا کوئی حصہ بلکہ شمہ بھی نہیں ہے۔ نہ مجھ میں طاقت اور نہ قلم میں یارا ہے کہ بیان کر سکے۔ محض معمولی معمولی باتیں درج کی گئیں۔ پیر دستگیر کی بزرگی ان کے کشف و کرامات اور جو عنایات

اس عاجز پر مبذول فرماتے تھے۔ ان کا ہزارواں حصہ نہ مجھ سے بیان ہوسکتا ہے۔ اور نہ قلم حالانکہ وہ دو زبانیں رکھتی ہے۔ اگر ہزار زبانیں بھی ہوتیں تب بھی کوئی حصہ رقم نہیں ہوسکتا۔ میں پہلے بیان کرچکا ہوں کہ پیر کی حقیقت میں مبالغہ اور حسنِ عقیدت میں آگے بیشی کرنا اچھا نہیں بلکہ گناہ اور ناز یبا ہے۔ اس خوف سے بھی میں نے ایک ذرّہ بھر زیادتی نہیں کی ہے وعن و من اور پورے پورے حالات لکھے ہیں۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ جس قسم کی محبت میرے دل میں تھی۔ اسے میں ہی جانتا ہوں۔ اور حضرت میراں صاحب جس نگاہِ مروت و محبت سے اس حقیر کو دیکھتے تھے۔ اس کا اندازہ فقط میرا دل کرسکتا ہے۔ میں نے محض اپنے پیر کے حالات اور واقعی واقعات کا ذکر کیا ہے میں نے بدبینوں اور بدگمانوں کی نکتہ چینی کو ہر لفظ لکھتے ہوئے نگاہ میں رکھا ہے۔ میں نے اپنی بیعت سے شروع کیا ہے اور حقیقت سے نہ بڑھ کر بیجا ستائش سے اپنے آپ کو اور اپنے پیر دستگیر کی ذات کو بچایا ہے۔ مبالغہ سے کسی جگہ بھی کام نہیں لیا۔ مدحت سرائوں یا شاعروں کی طرح جولانی طبع سے کام بالکل نہیں لیا۔ اگر میں ایسا کرتا۔ تو ضرور تھا کہ ثواب کی جگہ الٹا عذابِ آخرت میں گرفتار ہوتا۔ اور دوسرے لوگوں کو موقعہ دیتا کہ وہ بجائے اچھا کہنے کے جیسے برے لفظوں سے یاد کرتے۔ کہتے کہ خوش عقیدہ تھا۔ اسنے ناحق بھی اپنی بات بنانے کو دروغ بیانی سے کام لیا۔

اب حقوق عباد اللہ فقیر حقیر اسیر النفس شریر لطف اللہ شرح بزرگی و عظمت آں اخترِ فلک سروری کوکبِ سپہر برتری حضرت میراں سید بھیکہ صاحب رحمت اللہ علیہ کی نقطِ قلم دو زبان کی مدد اور خالقِ کون و مکان کی امداد سے بیان کرے گا وہ بالکل ایچ پیچ اور بے مقدار ہے۔ واقعی اور بلا مبالغہ حقیقتِ حال پر مبنی ہوگا ورنہ حضرت میراں صاحب کا پایہ بحد بلند ہے جیسے بڑی سے بڑی ہر قسم کی قابلیت والے بیان کریں تو ممکن نہیں۔ مجھے کوئی دعویٰ نہیں کہ برہیدہ زبان قلم کی زبان سے ایک آدھ حرف بھی ان کی شان میں لکھ سکوں یا زبان سے بیان کرسکوں۔ ایک اور بڑی بات یہ بھی ہے کہ ہرچند ان بزرگوار کو صدیاں گذر گئیں۔ یا گذر جائیں مگر آنحضرت کے مشہور بزرگی و کرامت کے افسانے ایسے ہیں۔ جیسے کل کے واقعات تازہ۔ اور خاص ہو یا عام چھوٹا ہو یا بڑا۔ خواندہ ہو یا ناخواندہ سب کو زبان یاد ہیں۔ اور آپ کی نیک شہرت بہت زیادہ ہے۔ میرے بڑھانے گھٹانے سے کچھ نہیں ہوسکتا۔ پھر میں یا کوئی اور شخص اگر رنگ آمیزی اور مبالغہ سے کام لینا چاہے۔ تو اس کی کوشش لاحاصل ہے۔ بہرحال صاحبانِ بصیرت کو بالیقین مان لینا چاہئے کہ یہ جو کچھ ہے۔ بالکل اصلیت ہے۔ اپنی طرف سے کچھ نہیں

شعر
خاک کے۔ معرفتِ جان کجا مور کے وصفِ سلیمان کجا

اصل ئیل ہے کہ آپ کے ذکرِ خیر میں جو ادھادث اور خوبیاں ہیں۔ ان کو یا تو میں جانتا ہوں۔ یا

جسے آنحضرت پر عقیدہ ہو وہ جان سکتا ہے۔ کیونکہ قافلہ سالار طریقت و پیشوائے سبیل طریقت کا ذکر بہت حسنات کا ذریعہ ہے۔ اور آپکے ہر بیان کے اندر سینکڑوں باریکیاں اور نکات ہیں۔ فی زمانہ میرے سوائے اور بہت سے یار و احباب ایسے موجود ہیں جن سے ہر واقعہ کی تصدیق و تائید بخوبی ہو سکتی ہے اور کوئی بات ایسی نہیں جس سے تمام سلسلہ واقف نہ ہو۔ یہ اور عمدہ بات ہے کہ اس سلسلہ کا ہر شخص ایسا معتبر اور مشہور ہے کہ آج کسی کی وجاہت سے انکار کرنے والا کوئی موجود نہیں۔ آپکے حقایقِ معارف کشف کرامات اور آپکے اسرار مشکل نکات صوفیائے کرام کی اصطلاحات میں بہت بشی کا باعث ہونگی

باللہ المستعان و حسن توفیقہ

کتاب فضل ترا آب بحر کافی نیست   کہ تر کنی سر انگشت و صفحہ بشماری

صاحبدلان سینہ صاف اور روشن ضمیران صاحب الطاف سے مجھے پوری توقع ہے کہ مطالعہ کے وقت ان سطور کے عیوب و نقایص پر سے عبور کر جائیں گے۔ مجھے معذور و معاف فرمائیں گے۔ یا اگر توجہ فرمائیں گے تو کچھ درستی و اصلاح کو کام فرمائیں گے۔ کیونکہ یہ فقیر کمی بضاعت اور عدم لیاقت اپنی پر تحد بخود شرمندہ ہے۔ اور باوجودیکہ خود یقین تھا کہ ایسی لیاقت والا شخص ہرگز اس قابل نہیں ہو سکتا کہ ایسے بڑے اہم کام کو اپنے کمزور ہاتھوں میں لیوے اور اسے بانجام پہنچا دیوے۔ ہرگز کہ اپنی طرف سے کوشش میں کوئی فروگذاشت نہیں ہوئی۔ مگر تب بھی رہی عبارت کا نقص بالکل ہر قدم پر موجود رہا۔ فقط کم لیاقتی ہی سمجھنا چاہئے۔ کہ یہ کتاب جس پایہ کی ہونا چاہئے تھی بلحاظ عبارت ویسی نہیں لکھی جا سکی۔ اور عام پسند عبارت میں قلمبند نہیں ہو سکی۔ تن بتقدیر جیسا کیسا ہو سکا لکھ دیا گیا اور اس کتاب کو **ثمر الفواد** کے نام سے موسوم کر دیا گیا۔ اور سات بابوں پر تقسیم کیا گیا۔ جہاں کہیں لفظ مرشد آفتاب آئے گا۔ ناظرین کرام کو سمجھ لینا چاہئے کہ اس سے مراد آفتاب کرم و احسان دریائے ورع و احسان مقبول درگاہ لایزالی پیران پیر حضرت شاہ ابوالمعالی قدس اللہ سرہ ہے۔ اور جہاں عبارت پیر دستگیر ہو۔ خیال فرما لینا چاہئے کہ اشارہ بجانب حضرت ماہر اسرار طریقت اور ناظر انوار حقیقت جناب سید شاہ بھیکہ قدس اللہ سرہ ہے۔

باب اوّل

مشتمل بر چہار فصل

فصل اوّل در بیان حسب ونسب وتشریف آوردن حضرت شاہ زید شہید قدس سرہٗ از ولایت تبریز بہندوستان بحکم وبارشاد پیغمبر آخر الزمان ورسول الرحمٰن صلی اللہ علیہ وسلم

ثمرۂ ریحان ... سرو گلستان مرتضےٰ شمع شبستان حسن الرضا حسین الشہید المجتبےٰ سید احمد زاہدین سید جعفر اخیر حقی انار اللہ اسرارہم جو در حقیقت مورد الطاف رحمانی عز وافتخار سبحانی سے مفتخر تھے۔ رئیس وقت تھے اور صاحب کشف وکرامات۔ عجیب وغریب خوارق عادت رکھتے تھے زمنہ صاحبدل اور جری بزرگ تھے۔ دنیاوی لحاظ سے بھی کسی خیال ہیں کوئی کمی نہ تھی۔ بلکہ بارہ ہزار نہایت ابہادر دلاوران بنرد کیش اور غازیان شہادت اندیش کا پورا جرار لشکر رکاب سعادت مآب میں ہروقت موجود رہتا۔ لشکر مذکور کا ہر ہر سپاہی آپکا ہر خیال میں معتقد و دلدادہ تھا۔ آپ کے ہاں حضرا کے

فضل و کرم سے تین فرزند - کہ تینوں ہی ہر طرح لائق اور مطیع منقاد تھے - ایک روز آپ کے دماغ میں کچھ ایسے خیالات جمع ہو گئے کہ یہ ریاست و امارت جو اس خالق عالم کی ایک امانت سمجھنا چاہئیے - کس کے سپرد ہونا چاہئیے انسانی زندگی مستعار ہے - اور اس چیز کا بھروسہ کیا اپنے بعد ریاست کو سنبھالنے والا کوئی نامزد کر دینا خوب ہے - ورنہ بعد میں کشمکش ہوتی ہے - اور پیچھے جھگڑے فساد ہوتے ہیں - ان خیالات میں مستغرق تھے کہ آپ جمال جہاں آرائے سرور کائنات حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہو گئے حضرت رسالت پناہی نے اپنی زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ اے میرے فرزند آپکو جو دستار فضیلت عطیہ الٰہی ہے - یہ دستار فضیلت درحقیقت میری دستار ہے - اور بہت بڑی نعمت عظمیٰ سمجھنے کے قابل ہے یہ دستار ایسے بزرگ کو دینی چاہئیے جو اس کا اہل اور پوری قابلیت والا ہو - جس شخص کو اس کے لائق سمجھو اس کے حوالے کیجئیے - ارشاد عالی کو سنکر حضرت موصوف نے اپنا سر گریبان فکر میں ڈال دیا - اور غور و تامل کیا مگر حضرت کی سمجھ میں کچھ نہ آیا ہر چند غوطہ لگایا - پھر سر مبارک کو اٹھایا - اور حضرت رسالت پناہی کی حضور میں عرض کیا کہ اگر حضور والا کے خیال مبارک میں کوئی شخص ہم میں سے اس بار عظیم اور اس فخر کے لائق ہو تو ارشاد فرمایا جائے - آپکی عرض نے درجہ قبولیت پایا - حضور اقدس و اعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا -

زید

یعنی حضرت زید اس دستار کے لائق ہیں ؎

کاسۂ چشم حریصاں پر نشد تا صدف قانع نشد پر دُر نشد

بر طبق ارشاد و موجب فرمان واجب الاذعان حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم عمل کیا گیا - اور جمیع دانش لبید حضرت سید شاہ زید کو دستار دیدینے کا فیصلہ ہو گیا - مگر شاہ زید صاحب ابھی خورد سالگی میں تھے اور مکتب میں تعلیم حاصل کر رہے تھے - حضرت نے ایک دستار اٹھائی اور اپنے دست مبارک پر اسے لپیٹ لیا اور اس ہاتھ کو اپنی بغل میں دبا لیا - اور چند دوسرے بزرگان موجود الوقت کو اپنے ساتھ لیا اور براہ راست مکتب میں رونق فرما ہوئے اور ایک کرسی پر بیٹھ گئے - حضرت شاہ زید چونکہ ابھی بچہ تھے - اپنے ہم مکتبوں میں بعینہ ایسے نظر آتے تھے جیسے تاروں کے اندر چاند - اپنے واجب التعظیم والد بزرگوار کو دیکھتے ہی بھاگ کر آئے - اور قدمبوسی حاصل کی - اور بیگانہ شان سے متحرک اور مصروف بازی رہے - حضرت نے شفقت بزرگانہ کو کام فرمایا - اور فرمایا اے جان پدر ذرا آگے تو آؤ - آں در یکتا فرماتے ہیں کہ میں تو ایک گنہگار رہا اللہ میاں ہوں - میں جرات .... خیال کرتا ہوں کہ اس کم سنی میں بزرگوں کے برابر بیٹھوں - البتہ بزرگوں کے حکم سے انحراف سمجھت بے ادبی ہے - اسلئے آگے آنے میں تامل واجب نہیں - یہ فرماتے ہوئے

چند قدم آگے بڑھے اور آداب بجا لاکر خاموش کھڑے ہوگئے۔ اب قریب پاکر خود بدولت نے اپنے دست خاص سے دستار اس بلند مرتبت کے سر پر رکھدی۔ خود معًا کورسی چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے اسی کورسی پر خورد سال شاہزادہ کو بٹھا دیا۔ اور اپنا ولیعہد بنانے کا اعلان کردیا۔ صاحبزادہ ورۃ التاج نے ادب سے عرض کیا کہ قبلہ و کعبہ مجھے اپنی کم سنی اور کم مائیگی کو دیکھتے ہوئے یہ عرض کرنا گستاخی نہ خیال کیجائیگی۔ میرا اتنی بڑی عنایت کے لائق کہاں تھا۔ جو میرے بزرگ والد نے مجھ پر مبذول فرمائی ہے میرے کمزور و ناتوان کندھے اس بار امانت دستار شریف اٹھانے کے لائق نہیں۔ نہ اس قدر استعداد ہے۔ اور نہ کسی قسم کی قابلیت۔ مگر یہی بات کہ ایسے ہمہ دان بزرگوں کے حکم سے انحراف ناممکن ہے

الامر فوق الادب

جو کچھ میرے والد ماجد نے مجھے سپرد فرمایا ہے۔ اور جو حکم دیا ہے بسر و چشم قبول و منظور ہے۔ بزرگوں کی عنایت شامل حال ہو۔ اور رب العالمین کا فضل ہو پھر سب کچھ ہو جائیگا۔ البتہ ایک عرض اور ہے اگر بزرگانہ و پدرانہ عنایت سے قبول فرمائی جائے۔ حضرت نے فرمایا۔ بیٹے جو بات چاہو شوق سے بیان کرو حضرت زید شہید نے عرض کیا کہ جو فرائض میرے ہوں۔ ان سے مجھے مطلع کردیجیے۔ چنانچہ حضرت نے قبول فرمایا اور نعمت ہائے بوقلموں نے آپکو ممتاز کردیا۔ دینی اور دنیوی نعمتیں جس قدر ہو سکتی تھیں سب بخشیں۔ کہتے ہیں اس واقعہ یعنی ولیعہدی سے پہلے ہی آپ فی الواقعہ قافلہ سالار دانش و فرہنگ زینت بخش امر و اورنگ معارف صاحب خوارق و کشایف کرامات رموز دان حریم دقایق۔ آگاہ حق پرستی و حق جوئی تھے۔ آنحضرت سید کونین سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حصول نیاز سے مفتخر شدہ تھے اور پہلے ہی سے آنحضرتؐ سے اشارہ پا چکے تھے کہ اے میرے فرزند دلبند دستار جو حضرت حمزہ کے فرق مبارک کی زیب و زینت ہے۔ وہ تمہارا حق ہے۔ تکو دی جائیگی۔ خبردار اسے ہوشیاری سے سنبھالنا ہوگا۔ ابھی شرح جانفزا سے وہ گلدستہ رضا نبوی۔ نہال بوستان مرتضوی۔ نرگس بوستان حسین قرۃ العین امام حسین اور وہ سر دفتر یکہ پردازان سخن آرائے انجمن غنی سازاں حقیقت آگاہ حضرت شاہ زید ترمذی قدس سرہ العزیز ایک آدھ دفعہ نہیں۔ بلکہ ہر روز مجلس نبوی میں شرکت سے فخر پاتے رہے تھے۔ اور اپنی آنکھیں شاہد جمال جہاں آرا سے منور کرتے تھے۔ ایک روز ارشاد نبوی ہوا کہ اے میرے نور چشم ہندوستان کی طرف تم متوجہ ہو تو بہت اچھا ہے۔ کیونکہ تمہارا مسکن اور وطن اصل ہندوستان ہی قرار دیا جا چکا ہے۔ حضرت زید نے ارشاد والا کو سنا۔ اور کچھ تامل کے بعد عرض کیا۔ اگر حضور کا حکم یہی ہے تو مجھے کوئی نشان عطا ہونا چاہیئے کہ نقش خاتم تسکین خاطر و اشتعال باطن کا تسلیم کر لیا جائے

آنحضرت علیہ السلام نے ارشاد فرمایا نشان یہ ہے کہ جس مقام پر تمہارے گاڑے ہوئے جھنڈے کے نیچے سے ایک کٹوری صندل سے لبریز خالص سونے کی نکلے۔ پس مان لینا کہ وہی آپ کا وطن اور مقام رہائش ہے۔ اسی کو اپنا وطن مالوفہ بنا لینا۔ اور وہیں مستقل قیام کر لینا۔ ہنگام عیش و نشاط اور ایام حسن انبساط۔ اسباب بے غمی و ابواب خورمی اسی وقت حضرت زید پر کھل گئے۔ اور آپ سرزمین کافران کو ڈھونڈنے کیلئے قطع منازل و طے مراحل کرتے ہوئے چلے آئے۔ اور آتے آتے موضع **دھمر** کے قریب دائرہ دولت و اقبال و نزول اجلال فرمایا۔ حضرت کے ہمرکاب ایک جرار لشکر تھا لشکر کے اندر ایسے ایسے سردار ذوالاقتدار مقدمۃ الجیش عارف جہان ستانی تقدمۃ العیش کامبخشی و کامرانی خاص اولاد امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے تھے۔ شامل اور جان جگر لشکر ظفر پیکر تھے۔ ایسے بزرگوں نے حضرت زید کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت یہ خطۂ زمین نہایت عجیب اور دلنشین خاص و عام ہے۔ یہاں آب رواں موجود ہے۔ یہاں گلستان اور نادر خود رو پودوں کا نادر و نایاب بوستان مہیا ہے۔ اگر آپ کے مزاج کے موافق اور پسند خاطر اقدس ہو۔ تو مقرون صلاح ہے یہی جائے منزل اور آرام گاہ قرار دیدی جائے۔ حضرت زید نے فرمایا۔ فی الحقیقت جگہ تو دلکش اور مناسب ہے لیکن ایک امر اور ہے کہ یہاں وہ نشان نمودار نہیں ہوا۔ جو حکم آنحضرت فخر کونین نے فرمایا تھا۔ وہی حکم میری جان کا تعویذ ہے۔ تا وقتیکہ نشان مذکور نہ نکلے۔ مجھے قیام گاہ قرار دینے میں گونہ تامل ہے۔ البتہ جہاں نشان نکلا۔ وہ جگہ بلا تامل اپنی قرارگاہ قرار دے لوں گا اگر آپ صاحبان کو یہی جگہ پسند ہو تو آپ صاحبان کو اختیار ہے۔ یہیں قیام کریں۔ اور عمارات بنانے کا انتظام کریں۔ ان تمام نے حضرت کا اشارہ سمجھ لیا اور سب متفق اللفظ بولے کہ بلا آپ کے ہم یہاں کیسے قیام کر سکتے ہیں۔ سر لشکر جہاں قیام فرما ہوگا۔ وہیں ہم جائیں گے ہم آپ کے ہمرکاب گھربار چھوڑ کر آئے ہیں۔ اب آپکو پردیس میں یکہ و تنہا نہیں چھوڑ سکتے۔ وہاں سے کوچ ہو گیا۔ اور لشکر اسلام منزل بہ منزل کوچ و قیام کرتا ہوا حدود ضلع حصار میں پہنچ گیا۔ حسب دستور حضرت شاہ زید جب مجلس منظہر حضرت رسول کریم صلعم میں شامل ہوئے تو حضرت کا فرمان ہوا کہ میرے بیٹے تم تو اپنی قیام گاہ کو پیچھے چھوڑ آئے ہو۔ فرمان واجب الاذعان کو سن کر شاہ زید صاحب نے پیچھے کو مراجعت فرمائی۔

اور پھر منزل در منزل چند منزلیں طے کر کے لشکر اسلام مع سرداران عز و اجلال حضرت خجستہ اقبال قریب موضع سیانہ جلوہ افروز ہوا۔ چونکہ علم بردار کو یہ حکم تھا کہ جہاں علم نصب کیا کرے علم گاڑتے ہوئے اور اکھاڑتے ہوئے منزل پر قیام پذیر ہوتے ہوئے درج کرتے ہوئے علم کی جگہ کو بغور معاینہ کر لیا کرے

اگر کوئی عمل خلاف معمول ظہور میں آئے۔ عرض کرے چنانچہ یہ ہنگام سمیہ در زمان محمود داریں مکان خلد اتصان
دریافت ہو گیا۔ یعنی۔ کٹوری سنہری صندل سے بھری ہوئی۔ علم بردار نے علم گاہ سے نکال لی۔ اور
نظر اشرف میں گذاری۔ حضرت ممدوح نے وہ صندل جو کٹوری میں تھا اپنے سینہ بے کینہ پر مل لیا
سینہ پاک اس بے نظیر خوشبو سے معطر و معنبر ہو گیا۔ ایک تمکیہ زرخالص کی جو اس کے ساتھ ہی بر آمد
ہوئی تھی۔ اسے اپنے کیسہ میں ڈال لیا جس کی برکت سے کیسہ خزینہ ذخائر فیض بہ اہل عالم عالمیان
بن گیا۔ اور علم بردار کو اسی وقت انعام بانی الضمیر سے مفتخر بنایا۔ اور یاران لشکر دشمن کا ہمراہیان
نے جب اس واقعہ کو سنا طنطنہ کوس دولت و اقبال و نعرہ ہائے مسرت سے گنبد نیلی کو گونجا دیا۔ تب یہ بات
عام ہوئی۔ کہ یہ مکان فردوس نشان حسب حکم اقدس صلعم سرور کونین حضرت رسول مقبول صلعم دریافت
ہوا ہے۔ یہ زہا لیشن گاہ لشکر اسلام ہوگا۔ اس ملک کے اندر یہ سرچشمہ اسلام ہو کر رہیگا۔ امید ہے کہ یہاں
کے باشندے کوئی پرخاش نہ کریں گے۔ ہاں بیدین ضرور ہیں۔ ہمارے مذہب و دین سے ناواقف ہیں
ضرور ہے کہ جب مستقل قیام سے خبردار ہوں۔ کچھ مخالفت کریں۔ مگر تا وقتیکہ ان کی طرف سے کوئی مخالفت
منافرت کا ظہور نہ ہو۔ ہم میں سے کوئی نفس کسی قسم کا بگاڑ اپنی طرف سے نہ کرے۔ خبردار خبردار یہی لوگ ہمارے
دائمی ہمسایہ ہوں گے۔ پھر ان سے بگاڑ و رنجش کیوں ہو۔ ہماری طرف سے کوئی حرکت ان کے خلاف ہونی چاہیے
البتہ اگر یہی کوئی فعل ناجائز کریں۔ تب البتہ تلافی و تدارک کی بابت دیکھا جائیگا۔ کہتے ہیں اس زمانے میں
سیمانہ نام ایک شخص اس نواح کے اندر وہاں کے باشندوں کا سردار و نمبردار تھا۔ اس کا مسکن قریب تھا
وہ زنار دار تھا۔ اس کا مذہب ہندو تھا۔ اسے بھی معلوم ہوا کہ یہ کوئی سوداگر غیر ملک کے باشندے بحالت
تجارت پھرتے ہیں۔ ان کا ارادہ یہاں پہنچ کر یہ ہو گیا ہے کہ اس مقام کو اپنا مستقل مسکن بنا لیں۔ عوام
میں بھی یہ مشہور ہو گیا۔ اور سب کو اس بات سے آگاہی ہو گئی۔ ہوتے ہوتے اس شہرت نے ناگوار اثر پھیلایا
باشندگان قدیم نے متفق ہو کر مشورہ کیا کہ انہیں یہاں سے بیدخل کرنا چاہیے۔ اگر دیر ہوئی۔ ان کے
پاؤں جم گئے تو زیادہ قباحت ہوگی۔ مگر بنا بر فساد یہ قرار دی کہ لشکر اسلام کے لوگوں سے آکر کہا گیا کہ تم
لوگ سوداگر ہو۔ تجارت سے مستفید ہوتے پھرتے ہو۔ ہمارے ملک میں یہ دستور ہے کہ ایسے لوگوں سے
محصول تجارت لیتے ہیں۔ پس تم لوگ محصول ادا کر دو۔ اگر تمکو ادائیگی محصول میں عذر ہے تو جب تک
محصول نہ وصول ہو جائے۔ ہم تم کو یہاں سے جانے کی اجازت نہیں دیں گے۔ خبردار رہو۔ اگر کوئی دوسری
بات تمہاری طرف سے ظہور میں آئی۔ تو تمہارے حق میں اچھا نہ ہوگا۔ لشکریان اسلام نے جواب دیا کہ ہم
سیر و شکار یہاں خوب ہے۔ مقام دلکشا ہے۔ آب و ہوا یہاں کی بھی اچھی ہے۔ یہاں باغ ہیں۔ ہیں

یہاں سے جانیکی کیا ضرورت ہے۔ مت جانے دو۔ ہم خود رہنے پر خوش ہیں۔ یہیں کچھ بلا تشدد رہائش رکھیں گے۔ اور بلا ادائے محصول آپ کے ملک کو نہیں چھوڑیں گے۔ یہ کہہ کر لشکر اسلام نے وہاں چھاونی بنالی۔ اور بے کھٹکے رہنے سہنے لگے۔ ان ناعاقبت اندیشوں کو جب یہ حال دریافت ہوا کہ یہ لوگ تو یہیں جم گئے۔ اب یہاں سے ہٹنے کا ان کا ارادہ ہی نہیں ہے۔ تو خود ہی پیغام بھیجا کہ ہم تم لوگوں سے کوئی محصول وغیرہ نہیں لیتے۔ تم یہاں سے چل دو۔ سب کچھ معاف۔ مگر مقام ہمارا خالی کر دو۔ اور اگر تم یہاں سے نہیں جاتے۔ تم جاؤ۔ سخت فساد برپا ہوگا۔ جواب دیا جائیگا کہ بھائیو۔ ہم تمہاری بستیوں میں نہیں رہتے۔ جنگل اور ویرانے میں ہمارا قیام ہے۔ تم اپنی بستیوں آبادیوں کو سنبھالے اپنے گھروں میں بیٹھو۔ ہم تم سے الگ تھلگ بیٹھے ہیں۔ تم سے ہمارا کوئی جھگڑا نہیں فساد نہیں۔ تم ہم سے کیوں فساد اور لڑائی کرتے ہو ناحق چھیڑ اچھی نہیں۔ لڑائی میں فایدہ نہ ہوگا۔ یہ مقام ہمارے جد امجد کے ایما سے خداوند تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمایا ہے۔ یہاں سے ہم کیوں چلے جائیں۔ اور جائیں تو کہاں جائیں۔ یہ جواب سنتے ہی چاروں طرف سے وہ بدبخت امڈ پڑے۔ حملہ کر دیا۔ اور جنگ عظیم چھڑ گئی۔ ان ناعاقبت اندیشوں کو اپنے ملک کا غرور تھا۔ تقدیر الٰہی کی انہیں کوئی فکر نہ تھی۔ لشکر اسلام کی نیت عین حق پر تھی۔ وہ ایک حکم کی اطاعت میں اپنے گھر گھاٹ اپنے وطن مالوفہ کو چھوڑ کر آئے تھے۔ ہر چند کہ لشکر اسلام نے بیشہ سستی و زبردستی سے ٹال کیا۔ مگر کفار نے جب گھیر لیا۔ آمادہ کشت و خون دیکھے۔ تو اسلامیوں نے بھی اپنی تلواریں کھینچ لیں اور بکل کھڑے ہوئے۔ لشکر اسلام کی خارا شگاف تلوار کے ایک ایک وار سے بیسیوں پچاسیوں کفار واصل جہنم ہوئے۔ تب انہیں ہوش آیا۔ اور میدان چھوڑ بھاگ نکلے۔ اب کیا تھا۔ بس بس ہو گئی۔ پہلی ایک ہی جنگ نے تمام علاقہ میں رعب بٹھا دیا۔ یہی ایک جھگڑا باہمی ہوا۔ فوراً ہی قدیم باشندوں کیطرف سے پیام صلح پہنچ گیا۔ اسلامی پہلے ہی اسباب کے خواہشمند تھے۔ انہوں نے لبیک کہا۔ اور زیادہ سے زیادہ دوستی و یکجہتی بڑھائی۔ چونکہ لشکر اسلام کی خواہش تھی۔ چند ہی روز کے اندر فریقین میں رابطہ دوستی اتفاق و محبت کی ایک لہر ہی دکھائی دی۔ جھٹ پٹ دونوں فریق گھی کھچڑی دکھائی دینے لگے۔ دوستی و ملاقات مستحکم ہو گئی۔ اور ان لوگوں کو لشکر اسلام کے نسل و نسب کا پتہ لگانے کا خیال پیدا ہوا۔ کہ یہ تجار نہیں۔ بیوپاری نہیں۔ کچھ خریدتے نہیں۔ کچھ بیچتے نہیں۔ بلکہ مطلب سعدی دیگر است۔ ان کا خیال کچھ اور ہی معلوم ہوتا ہے۔ آؤ دریافت کریں کہ یہاں آنے کس غرض سے ہیں۔ ایک روز حضرت کے خاص خدام سے بعض کفار نے دریافت کیا کہ بھلا یہ تو بتاؤ کہ تمہارے بڑے سردار کے وجود پر کسی ہتھیار بندوق یا تلوار کا نشتر اور زخم ہو گا یا نہیں۔ لشکریوں نے بھولی بات خیال کر کے کہدیا کہ حضرت کے جسم مبارک پر کوئی ہتھیار

اثر نہیں کر سکتا۔ حضرت کا وجود مظہر مثل وجود پاک شاہ مردان کے ہے۔ عام حالت میں جسم فولاد سے
زیادہ سخت البتہ حالت نماز میں موم کی طرح ہو جاتا ہے۔ کفار کا مطلب کچھ اور تھا۔ وہ یہ بات دریافت کرتے
رہے تفصیل پوچھتے گئے۔ حضرت زید کا قاعدہ تھا کہ جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کیلئے گھڑام شریف تشریف لیجاتے
وہاں جامع مسجد تھی۔ نیز وہاں حضرت شاہ ٹکھو مکھو کہ اپنے زمانہ کے صاحب ولایت اور مشہور
بزرگ ہو گذرے ہیں۔ ان کا مقبرہ بھی وہیں ہے۔ قبر پر بھی ہو آتے۔ اور نماز جمعہ بھی وہیں گذارتے
باشندگان قصبہ کو تلقین یقین کرتے۔ دو خدمت گار مخصوص ہمرکاب ہوتے۔ یہ ان باتوں کے بعد مراجعت
فرمائے لشکر ہوتے۔ چونکہ فاصلہ زیادہ تھا۔ نماز دیگر کا وقت راہ میں ہو جاتا۔ لہذا کہیں راستہ کے اندر ہی
نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ ان امور سے واقفیت پیدا کر کے ایک دن ان لوگوں نے تہیہ کر لیا۔ چند کس ہم صلاح
و ہم مشورہ ہوئے۔ اور کمریں باندھیں۔ اور چل کھڑے ہوئے کہ آج سالار لشکر مسلمانوں کے نماز جمعہ کیلئے
گھڑام شریف جائیں گے۔ وہاں سے واپسی پر دیگر کی نماز بر لب دریا موضع کا سراد اسکے قریب
جنگل میں پڑھیں گے۔ ایسے موقع پر کسی کمین گاہ کے اندر چھپ کر بیٹھ رہنا۔ اور جب مشغول عبادت الٰہی
ہوں۔ یعنی نماز پڑھتے ہوں تو شہید کر دینا۔ اس قرار داد پر وہ سب بدکیش متفق ہو گئے۔ اور قبل وقوعہ
پر کوئی مطلب کی جگہ دیکھ چھپ کر بیٹھ رہے۔ جب سید سالار لشکر نماز جمعہ اور وعظ سے فراغت پانے
کے بعد اپنی آرام گاہ کو مراجعت فرما ہوئے۔ اور حسب قدیم دیگر کی نماز اثناء راہ میں لب دریا اپنی جگہ قدیم
پر پڑھنے میں مصروف ہوئے۔ ابھی دو رکعت پڑھ چکے تھے کہ قاتل بدکیش کمینے اپنی کمین گاہوں
سے نکل کودے۔ اور حملہ اول دیا۔ اور تیغ بیدریغ سے حملہ آور ہوئے۔ اور حضرت زید کے سر مبارک پر
پہلا تلوار کا وار کیا۔ اور دوسرے وار سے سر مبارک تن سے جدا کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون
اور خود ایک کے پیچھے دوسرا بھاگ نکلے۔ سبحان القدیر یہی پاک ذات ہے جو اس رب العالمین کی۔ عبادت بجا کر
تن مبارک نے بے سری کی حالت میں حالانکہ سر مبارک تن سے دور جا پڑا تھا۔ مطہر نیت نماز سے
جنبش نہیں کی۔ اسی عالم میں نماز عصر پوری گذاری۔ اور بعد فراغت نماز تن شریف نے اپنے بائیں ہاتھ سے
سر مبارک کو اپنے رومال میں باندھ کر اٹھا لیا۔ اور دائیں ہاتھ میں تلوار علم کر کے اپنی سواری کے گھوڑے
پر بدستور سوار ہو گئے۔ اور کفار قاتل کا تعاقب ایسے کیا جیسے صحیح و سالم انسان کر سکتا ہے۔ گھوڑے
کو راستہ پر چلاتے اور دوڑاتے ہوئے دوڑے اور راہ سیمانہ کا لیا۔ جو ہاتھ آ گیا۔ جہنم داخل کیا۔ مگر
بیان ہے کہ قاتلین نے جان بچائی۔ کوئی مقابلہ پر نہ آیا۔ مگر تن تنہا جس سے جو مل گیا تیغ بیدریغ سے
قتل کر دیا گیا۔ اسی طرح تلوار چلتی تھی۔ تن بے سر گھوڑے پر سوار فوج اسلام متصل سیمانہ پہنچ گیا!

سر کے بغیر لڑائی

بھر گیا تھا۔ جنگ چھڑ گئی۔ کہتے ہیں سیمانہ کے قریب کوئی چند عورتیں پانی کھینچ رہی تھیں۔ انہوں نے حضرت کا تن مبارک بغیر سر کے۔ ایک ہاتھ میں سر اور دوسرے میں تلوار۔ انہی عورتوں کی زبان سے بے محابا نکل گیا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ کہ کوئی مسلمان سر کے بغیر لڑائی کر رہا ہے۔ اور جس پہ ہاتھ پڑتا ہے وہی کشتہ ہو جاتا ہے۔ عورتوں کی اس گفتگو کے بعد چند قدم تن بے سر حضرت زید شہید اور چلا پھر چند قدم ساکت ہو گیا۔ اور زمین کو اشارہ ہوا کہ پھٹ جا۔ تاکہ خلوت گاہ قدوسیان بن جائے۔ کہتے ہیں کہ بمجرد اشارہ ہوتے ہی زمین میں شگاف ہو گیا۔ شگاف کا ہونا تھا کہ آپ سر دوتا اس شگاف میں تشریف لیگئے۔ اور فوراً سر کو اٹھا کر اپنی اصل جگہ پر مزین فرما لیا۔ پھر خدمت گاروں نوکروں کو حکم ہوا کہ کوئی شئے کھانے والی ہو تو لاؤ۔ تناول کر دوں۔ نوکروں نے فوراً عرض کیا۔ حضرت کباب اور پانی فی الحال تیار ہے۔ جو حکم ہو۔ وہ حاضر کر دیا جائے ارشاد ہوا جو کچھ موجود ہے لاؤ۔ چنانچہ خدام نے ما حضر پیش کیا۔ حضرت موصوف نے روزہ افطار فرمایا۔ جہاں شگاف ہوا تھا اسی کے قریب ایک سمت پختہ دیوار تھی۔ اس دیوار کو اشارت ہوئی کہ اس جہان فانی کا نقاب اے دیوار تو بن جا۔ حسب ارشاد ہوتے ہی دیوار گر گئی۔ حضرت کے روئے روشن کا پردہ وہ دیوار بن گئی۔ اور آپ ہمیشہ کے لئے چھپ گئے۔ واقعہ شہادت کے بعد لشکر بغیر افسر و سردار کے رہ گیا تھا۔ مگر آپ کے بیٹے اور بھائی جو تھے۔ ان سب نے متفق و ہم صلاح ہو کر ارادہ کیا کہ ان لوگوں سے جنہوں نے ناحق اتنا بڑا ظلم کیا ہے۔ لڑائی کرنی چاہئے۔ لیکن سید حامد اور سید حسین برادران سید محمد و سید شہاب الدین پسران سالار لشکر نے یہ مصلحت سمجھی۔ ذرا یہیں جہاد دینا چاہئے۔ اور جنگ وغیرہ کی کوئی حاجت نہیں۔ دیکھتے جاؤ جیسا جیسا مناسب وقت ہو گا۔ اور جو مشیت ایزدی ہو گی۔ ظہور میں آتا جائے گا۔ صبر درکار ہے۔ لشکر کی سرداری کا عہدہ سید محمد میر صاحب کو سونپا گیا۔ یہ ثابت ہے کہ اس زمانہ میں اسلام کا بادشاہ شمس الدین التمش ہندوستان میں ابھی تازہ وارد تھا۔ بادشاہ کی ایما تھا۔ اور ہندوستان کے انتظام اور انہدام کافران کیلئے ہندوستان میں ابھی تازہ وارد تھا۔ چنانچہ چار تن اس بات حضور میں اس معاملے کو پہنچانا چاہئے۔ اس سے انصاف و تدارک مانگنا چاہئے۔ چنانچہ چار تن اس بات کیلئے لشکر میں سے روانہ کر دیئے گئے۔ ان اصحاب کی رخصت کے وقت سالار لشکر سید شاہ میر نے سب سے بہت تاکید سے کہا کہ لشکر کی خبر داری میں زیادہ سے زیادہ توجہ مبذول رکھنا۔ اور چار پانچ اصحاب قطع منازل و طے مراحل کرتے ہوئے بادشاہ کی خدمت میں جا کر حاضر ہو گئے۔ اور تمام وقایع بادشاہ کی حضور میں بیان کر دیئے۔ عرض کیا کہ ہم لوگوں کے سپہ سالار اور قومی سردار حضرت شاہ زید شہید بحکم و بارشاد ذات اقدس اس سرزمین پر کفار کو راہ راست بتلانے اور خدا کا اسلام بتانے کیلئے یہاں تشریف لائے تھے

حضرت رسول مقبول صلعم کا ان کیلیے حکم تھا کہ وہ اپنا مسکن ہندوستان کو بنالیں - وہی تمہار اشاعت حق ہو سکتا
آنحضرت سرور عالم کا کنایہ یہ بھی تھا کہ منزل بمنزل فلاں راستہ پر چلے جائیے جس مقام پر آپ کے جھنڈے
کے نیچے سے صندل سے بھرپور کٹوری اور ایک طلائی ٹکیہ نکلے وہ مقام اپنا بجائے قیام قرار دے لینا -
جب حکم اقدس کے مطابق یہ واقعہ صادقہ ظہور میں آیا یعنے وہ دونوں چیزیں زیر زمین دبی ہوئی جھنڈے
کی نوک سے ظاہر ہوئیں - اور نشان فرمودہ سید کونین کھل آئے - آپ نے وہاں چھاؤنی ڈال دی -
سپاہ نامی وہاں کا سردار ہے - جب اسے ہم لوگوں کے قیام و مقام سے اطلاع ہوئی - وہ برسر
پرخاش ہو گیا - اور عداوت کرنے لگا - اس کا داعیہ تھا کہ ہمارا قدیم حق ہے - ہمیں حکم ربانی تھا ہم دونوں
اپنے اپنے حقوق پر ثابت قدم رہے - مگر وہ بد باطن نکلے - انہوں نے ایک روز صلاح کر کے ہمارے
سپہ سالار کو جبکہ وہ ادائے نماز جمعہ کیلیے مسجد کو ہم لوگ گئے تھے - واپسی پر جنگل میں لب دریا فریضہ
نماز ادا کر رہے تھے ایک کمین گاہ سے نکل حضرت کا سر مبارک تن سے جدا کر دیا - اور شہید کیا - بادشاہِ
وقت کی حضور میں آئے ہیں - بادشاہ کے عدل و انصاف سے توقع ہے کہ مہربانی سلطانی سے ہماری امداد
و اعانت کی جائیگی - اور کفار سے جو ناحق ہم غریب الوطنوں پر جور و ظلم ہوا ہے - اس کا بدلہ لے دیا
جائیگا - اسی زمانہ میں کوئی راجہ گم تھل تھا سپاہ نہ زنار دار کیطرف سے اعانت کی اور اپنے وکیل دربار
شاہی میں بھیج دیئے - ان کو سمجھا دیا گیا تھا کہ یہ عرض کریں کہ یہ لوگ درحقیقت سلطنت دہلی کے دشمن
ہیں - ان کا ارادہ یہ تھا کہ یہاں سے یلغار کرتے ہوئے دہلی پہنچ جائیں - ہم نے نمک حلالی سلطانی کا
پاس کرتے ہوئے ان کی مزاحمت کی ہے - طرفداران سپاہ نے فقط بادشاہی لحاظ کو ملحوظ رکھ کر ان
سے جنگ کیا ہے - ورنہ ان کو کوئی پرخاش نہ تھی - یہ لوگ بڑے لڑاکے ہیں - اور بہت بڑا جرار لشکر
ان کے ہمرکاب ہے - ہم سپاہ نے مل کر انہیں روکا - اور یہ سردار ہیں - ورنہ یہ لوگ کبھی کے دہلی پر
قابض ہو گئے ہوتے - اب یہ لوگ یہی خود ہی حاضر دربار ہیں اور ہم بھی در دولت پر موجود - اب
بادشاہ کو اختیار ہے - جو سلوک مناسب ہو - ہم سے کیا جائے - اور جو رعایت منظور ہو - ان لوگوں سے
کیا جائے - اختیار بدست قضا رہے - بادشاہ نے اپنے حقوق کو مقدم سمجھا - اپنے مقبوضات کا خیال
زیادہ کیا - مخالفات دین کی باتوں کو اہل اسلام کے مقابلہ میں خالق سمجھا - اور خیال کیا یہ لوگ اس قدر
دور دراز ملک سے اتنی بڑی جمعیت کیساتھ جو آئے ہیں تو ان کی نیت بالخیر نہیں ہو سکتی - یہ میرے ملک کو
تاراج کریں گے - اور ممکن ہے ان سے میری بادشاہت کو کچھ نقصان پہنچ جائے - لہٰذا سرداران اسلام
کو حکم دیدیا کہ تا صدور حکم زندان میں محبوس رہیں - اور وکلائے راجہ اور سرداران سپاہ کو باعزت رخصت کر دیا

سید غریب الوطن انصاف لینے گئے تھے۔ قید خانے میں چپ چاپ چلے گئے۔ اور کفار شادیانے بجاتے ہوئے جہاں مزاج میں آیا چلے گئے

ایک رات بادشاہ کو حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا نیاز حاصل ہوا۔ حکم ملا کہ بادشاہ کے پاس میرے فرزند سید حامد، سید حسین، سید شاہ محمد و سید شہاب الدین ترمذی کمک و اعانت لینے آئے تھے۔ امداد کی بجائے انہیں جیل نصیب ہوا۔ وائے بر حال شاں۔ بادشاہ نے خوب عدل و انصاف کیا۔ اتنا بڑا بزرگ ناکردہ گناہ شہید کیا جائے۔ وارث خون بہا مانگیں۔ تو بادشاہ بے انصاف کرے۔ افسوس ہے۔ بادشاہ جب خواب سے بیدار ہوا۔ نہایت حیران و ششدر پلنگ سے اٹھتے ہی خود ادب سے فرش پر بیٹھ گیا اور دل میں کہنے لگا۔ میں پلنگ پر لیٹ لگاتا ہوں۔ صاحبزادے غریب میری غلط فہمی سے جیل کے اندر زمین پر نہیں معلوم کیونکر اوقات گذاری کرتے ہوں گے۔ مجھ سے کیسی سخت غلطی ہوئی ہے وہ خدمتگار خاص کو اسی وقت بلایا۔ اور فرمایا جیل میں جاؤ اور دیکھو سید غریب جو جیل میں بھیجے گئے تھے کس حال میں ہیں۔ خدمتگار بھاگا ہوا گیا۔ دیکھا چاروں صاحبزادے موسم سرما کی سردی سے تکلیف اٹھاتے ہیں۔ اور چاروں ایک آتشکدہ کے گرد گویا دھونی تاپ رہے ہیں اور زمین پر بیٹھے ہیں۔ اور چاروں میں سے ایک صاحبزادہ فرماتے ہیں کہ بادشاہ نے خوب امداد کی مگر خیر خدا سے معلوم ہو جائے گا کہ کون اس کے ملک پر قابض ہونے آیا تھا۔ خدمتگار یہ واقعہ دیکھتا ہوا الٹے پاؤں بادشاہ کی حضوری میں حاضر ہوا۔ بادشاہ خود آگے بذات خاص بندیخانہ کو بھاگا بھاگ پہنچا۔ صاحبزادے بادشاہ کو دیکھ تعظیم کے لئے اٹھے۔ مگر بادشاہ نے فرمایا۔ تعظیم میرے ذمہ ہے۔ صاحبزادگان تشریف رکھیں۔ جب بیٹھ گئے صاحبزادوں نے اپنا عرض حال چاہا۔ مگر بادشاہ نے فرمایا۔ آپ مہربانی سے پہلے میرا احوال سن لیں۔ صاحبزادگان نے فرمایا حق تو ہمارا ہے کہ عرض کریں کیونکہ سائل غریب الوطن اور مظلوم ہیں۔ مگر بادشاہ جو فرمائے حق ہے۔ خوب! آپ ہی بیان فرمائیے فی الجملہ بادشاہ نے حسب اجازت اپنا حال شروع کیا کہ مجھ سے جو کچھ بدسلوکی ہوئی اس سے معافی چاہتا ہوں۔ اور اپنے قصور کی تلافی میں میری بڑی خواہش یہ ہے کہ چاروں صاحبزادوں میں ایک صاحب میری خاص بندہ زادی کو اپنی زوجیت کے فخر سے مفتخر فرمائیں۔ میری عین خواہش یہ ہے اور میری سرخروئی اسی میں ہے۔ سیدان خوش اخلاق اور بزرگان سینہ صاف سے بڑی امید ہے کہ خاکسار کی عرض کو رد نہ فرمائیں گے اور اس عرض کو قبولیت کا شرف بخشیں گے صاحبزادوں نے فرمایا۔ بادشاہ کے حکم سے ہم انحراف نہیں کریں گے۔ یہ تو بڑے فخر و عزت کی بات ہے

ہم نے بڑی ذلت اور توہین برداشت کی۔ تب یہی حکم کے آگے سر تسلیم خم کیا ہے۔ بادشاہ خوش ہوا اور
چاروں صاحبزادوں نے صلاح و مشورہ سے سید شہاب الدین کو دامادی بادشاہ کیلئے منتخب کر کے
پیش کر دیا۔ چنانچہ یہ معاملہ یوں بخیر و خوبی جلد طے ہو گیا۔ اور عقد بھی ہو گیا۔ بادشاہ نے اپنے قصور
کی پھر بہت سی تلافی کی اور معافیاں چاہیں۔ اور بہت عذر و معذرت کی۔ کمک میں ایک بھاری جرار
لشکر تیار کی۔ جہیز میں جو کچھ کہ لائق و شایانِ شان ہوتا ہے پیشکش کیا۔ اور لڑکی و داماد۔ فوج
وغیرہ بہت بڑی تزک و شان سے رخصت کیا۔ ابھی یہ لشکر ایک منزل گیا تھا۔ بیان ہے کہ جس وقت
بادشاہ کو فخر حضوری سید کونین صلعم نصیب ہوا تھا اسی وقت شاہ سلیمان کفار شکن کو بھی ایسا ہی
مشاہدہ و اشارہ ہوا تھا۔ کہ اے میرے فرزند اٹھ اور کفار کو سیدھا کر۔ چنانچہ شاہ سلیمان نے بمجرد حکم
طبل جنگ بجا دیا تھا۔ اور جو مقابلہ کو تیار پایا تھا اسے قتل و غارت کر دیا تھا۔ وہاں بھاری مقابلہ ہو چکا تھا
کفار اپنے کیفر کردار کو پہنچ چکے تھے اور چوہوں کے بل ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔ مگر شاہ سلیمان کفار شکن
نے راجہ گم تھلہ کو کیفر کردار کو پہنچانے اور اسے ناحق زیادتی کا مزہ چکھانے کا عزم بالجزم کر لیا تھا۔ علاقہ
مفتوحہ جس کا نام سیوتہ قرار دیا جا چکا تھا۔ جبھی کہ انہوں نے گم تھلہ کا محاصرہ کیا۔ راجہ گم تھلہ فوراً
دست بستہ حاضر آیا۔ اور مطیع اسلام ہو گیا۔ اور یہ تمام واقعات فتوح کے حالات صاحبزادگان کو ایک
راحت نامہ میں لکھے ہوئے پہلی منزل پر ملے۔ صاحبزادوں کو جب احوال دریافت ہوا۔ فوراً بادشاہی
لشکر کو واپس رخصت کیا۔ کہ اب کوئی حاجت باقی نہ تھی۔ لشکر جب واپس بادشاہ کے پاس پہنچا اور
یہ حالِ فتوحات معلوم ہوا۔ بادشاہ معہ حشم و خدم صاحبزادوں کی ملاقات کو آیا۔ اور بروقت واپسی اپنی
شاہزادی کو نصیحت فرمائی کہ خبردار باادب رہیو۔ اپنے آپ کو کمترین لونڈی جانیو۔ صاحبزادوں کی خدمت
سعادت دارین جانیو۔ تو بادشاہوں کی بادشاہ ہے کہ تجھے ایسے بڑے عظیم الشان بادشاہ کی زوجہ ہونے
کا فخر حاصل ہے۔ ہوشیار۔ ہوشیار ایک لحظہ خدمت سے غافل مت ہونا۔ ایسا نہ ہو کسی غفلت میں عتاب
میں گرفتار ہو جائے۔ لڑکی نے قبول کیا۔ مگر بعد کچھ دنوں کے بادشاہ کی حضور میں عریضہ لکھا کہ میں
اس وقت تک باادب اور پوری خدمت گذار لونڈی رہی ہوں۔ آخر شاہزادی ہوں۔ کچھ اسباب کا بھی
لحاظ ہونا چاہیئے۔ مجھے کچھ علاقہ مرحمت فرمایا جائے جسے وطن بنا لوں۔ اور وہاں بیٹھ رہوں۔ آخر عورت
ذات ہوں خدانخواستہ کسی وقت کوئی فروگذاشت ہو جائے۔ اپنی خدمات پر قائم رہ سکوں یا نہ رہ سکوں
علیحدگی بھی الحمد للہ کر لیا کروں گی۔ اور جب ضرورت ہو حضرت کی یعنی اپنے سرتاج کی دست بستہ بیدام
لونڈی ہوں۔ چنانچہ شاہی فرمان صادر ہوا۔ اور موضع کوملہ بطور وطن بنام شہاب الدین رحمہ اللہ

مرحمت ہوا۔ اس فرمان سے پہلے گوجر لوگ وہاں کے مالک تھے۔ اور ان کا قدیم وطن تھا۔ ضرور تھا کہ ان کا حق تسلیم کیا جائے۔ چنانچہ گوجروں کو خاص قلعہ دہلی میں کہ اس وقت بکدا یا د کے نام سے مشہور ہو گیا تھا بجائے اسکے وطن دھا گیر کے ملو زیر بخشندہ یا گیا۔

فصل دوم

(در بیان نسب نامہ والد حضرت پیر دستگیر قدس اللہ سرہ العزیز)

حضرت میراں سید بھیکہ رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد حضرت مولینا محمد یوسف ترمزی سادات بن سید قطب شاہ۔ بن سید عبد الواحد۔ بن سید احمد۔ بن سید امیر سعید۔ بن سید نظام الدین۔ بن سید عزیز الدین۔ بن سید شاہ تاج الدین۔ بن خیر الدین نوبہار۔ بن سید عثمان۔ بن سید سلیمان کفار شکن۔ بن شاہ زید۔ سالار لشکر قدس اللہ سرہ العزیز۔ بن سید احمد زاہد بن امیر حمزہ بن سید ابا کبر علی۔ بن امیر سید عمر علی بن سید محمد کجسۃ۔ بن سید علی شاہ ہیر کالی۔ بن سید حسین ثانی۔ بلقب تمیعن۔ بن سید محمد مدنی لقب تمیعن بن ناصر ترمزی بن سید مکی حمیض۔ بن سید علی حسن حمیض۔ بن سید حسین اصغر زین العابدین بن امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ بن حضرت شاہ مرداں مرتضیٰ علی زوج فاطمۃ الزہرا بنت حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔

فصل سوم

(در نسب نامہ جدی مادری کہ زوجہ والد شریفہ)

ہمشیرہ سید علی اکبر۔ بن سید صادق بن سید احمد۔ بن سید محسن۔ بن سید علی اکبر۔ سید حسین سید جان کلنتھی راجہ کالی ہداآثار۔ خاتم مدار۔ غریب پرور۔ بن سید شاہ نظام الدین۔ بن سید شاہ نظام الدین ساکن سادھورہ۔ بن حضرت شاہ عز الدین ساکن سیواتہ۔ بن شاہ تاج الدین۔ بن شاہ عز الدین نوبہار بن حضرت شاہ سید عثمان بن حضرت شاہ سلیمان کفار شکن۔ بن حضرت شاہ زید شہید۔ سالار لشکر قدس سرہ العزیز ۞

فصل چہارم

در بیان تولید آنحضرت - اسم شریف - لقب مبارک - وجہ تسمیہ

آفتاب سپہر ولایت - بدر فلک ہدایت حضرت شاہ بھیکہ رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت نویں تاریخ شہر رجب المرجب دوشنبہ کے دن طلوع آفتاب سے پیشتر ۱۰۴۶ھ کو ظہور میں آئی تھی عمر حضرت کی چھیاسی سال کی ہوئی - اور تصدیق بھی کی گئی ہے - بلکہ مادہ تاریخ جو اواخر کتاب میں درج ہوا ہے - اس سے بھی سنہ وسال ثابت ہوتا ہے - اس قافلہ سالار سادات کا نام عین مطابق حدیث شریف یہی ثابت ہوا ہے - حدیث شریف میں ہے :-

السعید من سعد فی بطن امہ - سید محمد سعید ہے - قدس سرہ

یہ نام جو مشہور خاص و عام ہوا ہے - لقب ہے - یعنی شاہ بھیکھ - رحمتہ اللہ علیہ

کہ اہل ایمان - صاحب تقدس اور علویت والی صفتیں جو صاحب حال کے اندر پوشیدہ نہ رہے - موجود رہتی ہیں - اور زہد و اتقا - صفات مومن جو اس کے ضمیر میں خمیر ہوتی ہیں - اکثر انہیں کے مطابق دنیا کی زبان سے اس کا لقب پڑ جاتا ہے - میری غرض اس کتاب کے لکھنے سے دراصل یہی تھی کہ حضرت میراں صاحب کی اندرونی و قلبی حالت اور واقعی صفات ظاہری و باطنی ظاہر ہو سکیں اور لقب کے اصل معنے ظاہر ہو سکیں - قبل ازیں کہ میں لقب یا دوسرے واقعات کو قلمبند کروں بہت سے بہت تھوڑا اور ہزار سے فقط ایک اس بیت کے موجب کہ

من از دیدۂ خوش گویم سخن ٭ نہ چوں دستان نامہائے کہن

بطفیل گذارش معانی لقب - جواہر خصال اور درجات سلوک کو بیں سلک تحریر میں پرونا چاہتا ہوں تاکہ طالبوں کو شوق رہنموں اور آنکھوں کی بصارت میں روز افزوں ترقی ہو - جاننا چاہیئے کہ اس مبارک و متبرک لقب میں اسرار بہت زیادہ اور بے شمار ہے - اس عاجز کی لیاقت اتنی بھی نہیں کہ ازانجملہ ایک کو بھی سمجھ سکے - تاہم کچھ وقوف ہے - وہ بھی خود بدولت حضرت میراں صاحب کا عطیہ و کشیدہ اور صحیح اشارات سے حاصل شدہ

اس لقب کے اندر ایک عجوبہ یہ ہے کہ واضح اس کا معلوم نہیں - عوام کو اس میں شک ہو گا - اس شک کو دور کرنے کی دلیل یہ ہے - کہ ہر ذی لقب کو زبان عربی - فارسی یا ہندی میں نامزد کرتا کیونکہ

اس وسیع ملک میں اسوقت تک یہی تین زبانیں مروج تھیں - یا وہ نام رکھا جاتا - جو بزرگان سلف یا بزرگان موجودہ رکھتے ہیں - مگر نام لقب سے ظاہر ہے کہ یہ دونوں صورتیں نہیں ہیں - بلکہ لقب زبان سنسکرت سے ہے - جو زبان کہ اس ملک میں برہمنوں کی زبان ہے - اور وہ اس کے معنے خوب سمجھ سکتے ہیں - حکمت اس میں یہ ہے کہ خاص و عام اور چھوٹے بڑے کی زبان پر جھٹ پٹ چڑھ جائے اور ہنود کا فرقہ نفرت نہ کرے - بلکہ اپنا پیشوا سمجھ کر فیض و معنوی سے حصہ لے لیں - کوئی بھی محروم نہ رہے - ..

عجوبہ دوم | ہر فرقے کے نام ایسے ہیں کہ محض نام سے ہر فرقہ کا انسان معلوم کیا جا سکتا ہے

نادرہ سوم | ہر نام ہر شخص کے حوصلے اور ادراک کے موافق ہوتا ہے - اور چنانچہ اس ملک میں رواج ہے کہ عوام ہند کی زبان میں رائج سمجھ کر اسم مناسب مسمیٰ کے قرار دیتے ہیں - خواص موافق فہمیہ کفار میں شکرت جانکر اس کے معنوں کے مطالعہ سے لذتیں اور فیض پاتے ہیں -

طرفہ چہارم | لقب مبارک حرف دو حرفوں سے مرکب ہے - دانایانِ ہند دو حرفوں کے نام کو بہت متبرک سمجھتے ہیں - غایت چہار حرف اور یہ پہلی بات ہے کہ ہندوستان میں واقع ہوئی ہے -

تحفگی پنجم | عرب کا کلام ہے - خالی ہند اور فارس کے کلام سے ان حرفوں نیں کہ ولایت میں ایسے نام نہیں رکھتے - حضرت کے اسم مبارک کے حرف بے کو کسرے سے یے کو ساکن اور کاف کو مفتوح عربی پڑھ سکتے ہیں - اسی طرح فارسی نژاد لوگ بفتح بے اور کاف فارسی پڑھیں گے - ایسے ہی سب لوگ معنے باوجود مغایرت زبان کے موافق حال کے حاصل کر سکتے ہیں - ویسے ہی لکھنے میں آتا ہے - اس نام کی بزرگیاں فہم و فراست کے احاطے سے باہر ہیں ، اور عقل و کیاست کے حوزہ سے بموجب معانی باشعار ذیل

چناں عزایب ایں اسم راکنم انشاء — چگونہ اشعۂ خورشید راکنم احصا
شمار مے نبود ذرہ ہائے ریگ رواں — کواکب است فلک را بروں فکر رسا

پس اب میں اصل غرض جو میری ہے - میں اسکی طرف متوجہ ہوتا ہوں - اور مطلب کے اظہار کی کوشش کرتا ہوں - حضرت کا اسم مبارک ایسا واقع ہوا ہے کہ اس کے الفاظ ہر زبان میں اپنے معنوں میں پورے اتریں گے - اور ہر فرقہ کے اپنے اعتقادی معنوں میں موافق عقیدہ کے ہوں گے - ہندوستان اور فارس و عربستان کا ہر طائفہ دور و نزدیک سے جو کوئی حضرت کی حضوری سے مشرف ہوتا - اپنا پیشوا اور رہبر سمجھکر مقاصد دینی ہوتے یا دنیوی - ظاہری ہوتے خواہ باطنی سب گذارش کر دیتا - حضرت میراں صاحب کہ درحقیقت دریائے فیض و کرم تھے - ہندو اور مسلمان سبکو یکساں بخشم فیض توام کمر بستہ ہو کر زبان فصاحت بیان فیض ترجمان سے دریافت فرماتے - معروضات نادیدہ کو دیکھ بھال لیتے -

اور ظاہری باطنی آرزوؤں۔ مرادوں سے ہر شخص کے حوصلہ و ہمت کے مطابق ہم آغوش مراد کر دیتے

چو باران کہ او رالہ وا است کار ۔۔۔ نہ از کشت داند نہ از شورہ زار

مساوی بود نور او را شرار ۔۔۔ نہ تابیش در اید چو مہر سپہر

ہر شخص خواہ کسی قوم اور کسی خیال کا آپکی خدمت میں حاضر ہوتا۔ پیاسا ہوتا تو سیراب ہوتا بھوکا ہوتا تو سیر۔ غربت و کلفت سب آپکے پاس آتے ہی کافور ہو جاتی۔ ہر شخص مسرور و مشکور رہتا۔ ایک دوسرے سے اگر ذکر مذکور ہوتا۔ تو یہی کہتا کہ حضرت کی جو محبت و مروت مجھ سے ہے اور جو نوازش و کرم مجھ پر ہے کسی دوسرے پر ہرگز نہیں۔ ہر کسی کی زبان پر یہی الفاظ تھے کہ جس طرح میری دستگیری حضرت میراں جی کرتے ہیں۔ کسی غیر سے ایسے نہیں کرتے۔ ہر مسلمان حضرت کو اپنا ہادی سمجھتے ہوئے تھا۔ تو ہر ہندو اپنا رہبر و پیشوا جانتے ہوئے تھا۔ ہر مسکین آنحضرت کو اپنا بخشندہ نعمت جانتا تھا۔ اور ہر غنی آپ کو اپنا یگانہ مہربان جانتا تھا۔ ہر لحظہ ہر گھڑی اور ہر ایک جگہ خویش و بیگانہ کو خواہ وہ باشندہ وطن ہے خواہ غریب الوطن۔ چین کا رہنے والا ہو یا ایران کا سب سے ایک جیسا سلوک روا رکھتے۔ سبحان اللہ کیسا حسن اخلاق اور کیسا وسیع خلق خلاق عالم نے آپکو بخشا تھا جیلانے عام تھا کہ جو آئے۔ در فیض سے خالی نہ جائے۔ آپ کی فراخ حوصلگی کا ایک عالم میں شہرہ ہے۔ آپکے وجود ذی کرم وجود کا ایک زمانہ مداح ہے۔ میرے کہنے سے یہ مراد ہرگز کوئی صاحب ایمان نہ لیوے کہ میری حسن عقیدت کا مقتضیٰ ہے۔ نہیں نہیں۔ صاحبو! ہرگز ایسا نہیں۔ واللہ باللہ میں تیرے از ہزار بھی بیان نہیں کر سکا۔ خود آپ کو یہ ثابت ہو جائیگا۔ آپ کے خصائل حمیدہ کو نہ میں پورے طور پر بیان کر سکا۔ اور نہ میری قلم باوجود ایک چھوڑ دو زبان رکھتے ہوئے کوئی حصہ کوئی شمہ صفحہ قرطاس پر لکھ سکے ہاں ابھی مجھے آپ کے لقب کا بقیہ عرض کرنا ہے۔ اور یعنی لقب کی شرح اور تفصیل عرض کرنی باقی ہے۔ اور نولیسندگان اس الٰہی داستان کے شوق کو ایک گنا سے دس گنا کرتا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ اگر آنحضرت کے لقب مبارک کے حرف اول بے کو بکسر یعنی مکسور پڑھیں۔ ہائے خفی اور یائے ساکن اور کاف مفتوح اور ہائے خفی سے سنسکرت کا ایک لفظ بن جاتا ہے۔ جس کے معنے خائف یا ہمیشہ خوف الٰہی سے خائف اور ہیبت زدہ رہنا۔ اور نہ فقط باطنی طور پر کہ فقط دل خوف زدہ ہو نہیں ایسا خائف کہ خوف الٰہی سے آنکھیں جسکی ہر وقت تر اور بھیگی رہتی ہوں سینہ اسقدر رہتا ہو۔ زبان پر ہر دم توبہ و استغفار ہو۔ رنگت چہرے کی زرد ہو گئی ہو۔ بیقراری و اضطراری ہر وقت ہو۔ حتیٰ کہ طعام و شراب یعنی کھانے پینے کا شوق تو کیا۔ اس سے نفرت ہو۔ اچھے اچھے لباسوں اور رنگ برنگ

پوشاکوں کی کوئی خواہش نہ ہو۔ لوگوں کی مجلس میں بن بن کر بیٹھنے کی کوئی آرزو نہ ہو۔ غرض دنیاوی
تمام تمناؤں سے رہت و آزاد۔ اور آرائش و زیبائش سے بے پروا۔ نیند میں ہر وقت مست تو کیا بلکہ جیسے
شوق عبادت الٰہی خواہ خوف و بیزاری سے خواب ہی جسکی کافور ہو گئی ہو۔ یا خوف الٰہی سے آنکھوں سے مثل
درخت گلفشاں آنسوؤں کا تار بندھا رہتا ہو۔ اور آنسو ٹپ ٹپ گرتے ہوں۔ اپنے کئے پر ہر لحظہ پشیمان سا
رہتا ہو۔ اور آئندہ ایک صراط مستقیم پر چلنے کو آمادہ ہو۔ بیقراری لاغر تبدیل رنگت۔ توبہ کی قبولیت و
عدم قبولیت کی وجہ سے ہوتی ہے۔ کھانے پینے کی خواہش کیسے ہو۔ اور لقمہ حلق سے کیسے اترے۔ کیونکہ تائب
کو ہر وقت رحمت الٰہی کی انتظاری ہوتی ہے۔ اس انتظار و بیقراری میں خدا کے خاص بندے دوسری
خواہشوں کو چھوڑ اپنا آپا بھول بیٹھتے ہیں۔ زیبائش و آرائش کی انہیں کہاں خواہش ہوتی ہے۔ وہ لوگوں
کی مجلسوں سے یوں دور رہتے ہیں کہ ان کا دل ایک ایسی جگہ لگ گیا ہے۔ جہاں سے ہٹنا ممکن نہیں۔ زبان پر
خدا کے نام کے سوا دوسرا لفظ نہیں آتا۔ نیند کہاں جبکہ انتظار یار میں مگن رہتا ہے۔ العظمت للہ۔ یہ ایک
رنگ ہے۔ اور نایاب حالت کہ اس رنگ میں ڈوبا ہوا۔ اس حالت میں پڑا ہوا انسان۔ کوشش جہاد۔ کبھی
روتا۔ کبھی ہنستا۔ کبھی ایک پہاڑ پر اپنے کو پاتا۔ کبھی بھنور کے اندر پھنسا ہوا۔ گاہ غوطے کھاتا ہوا کبھی لہروں
میں لہریں لیتا ہوا۔ کبھی کوشاں کبھی تھک کر ہانپتا ہوا۔ کبھی زبان پر توبہ۔ کبھی توبہ توبہ پکارتا ہوا
کبھی راضی برضا۔ کبھی خوش و خنداں کبھی نالاں۔ کبھی دنیا سے نفور۔ کبھی انسانوں سے دور۔ کبھی کھانے
پینے سے گھبراتا۔ سب کچھ دنیا کا چھوڑ جاتا ہے۔ یہ تمام امور حضرت میراں صاحب میں موجود تھے۔ الہام کی
زبان پر اور کچھ نہ تھا۔ شب زندہ دار تھے۔ اور آپکی عادات و خصائل کا کچھ شمار و حساب نہ تھا۔ طفلی میں
ہی تمام درجات و منازل طے کر چکے تھے۔ رفتار۔ گفتار سب حرکتیں ایک ترتیب پر تھیں۔ اور درجات
سلوک کو خاص طور پر درجۂ اوسط میں رکھے ہوئے تھے۔ آپ کے لقب مبارک کے یہ معنے ہیں۔ اگر آپکے
لقب کو ہندی یا سنسکرت کا لفظ مان لیا جائے۔
اور جو شیدگان اس بلا کو
لقب مبارک کو بفتح کاف لکھا تھا۔ برسم موجودہ بضم کاف لکھتا ہوں۔
ایک نزدیک رستہ سے منزل مقصود پر پہنچاتا ہوں بھیکمہ تمام زمانے کی زبان پر ہے۔ بھیکش فقص
ہندی کا ایک لفظ ہے۔ بہ کسر بائے و ہائے خفی و سکون کاف تازی۔ و ضم شین معجمہ۔ اس کے معنے
ہوئے زاہد۔ طالب کہ طلب کی سوزش و جلن میں تعلقات کے سلسلے کو توڑ کے قافلہ سالاران اس
رستہ و طریقہ کیساتھ پیوند ہو جائے۔ اور دریوزہ گران اس مسلک کیساتھ اپنی گرہ جا لگائے اور یہ بات
یہ تفاوت چند حالات کے ہوتی ہے۔ لیکن بسیار باعتبار اس امر کے کہ ابتدا و انتہا بھی جیسے مسطور ہے۔ ایک اچھی

شرح کروں گا - اول آنکہ مرشد سے آداب طہارت - بول و غائط - صوم و صلوٰۃ و نیک عادات سیکھے - آسمانی
کتابیں اسی سے یاد کرے - طریقہ حسین ذکر و فکر کی تعلیم پاوے - تقلیل غذا کی کرے - خور و خواب - گفتار رفتار
ایک حد تک قائم کرے - ترک لذات جسمانی کی عادت کرے - شیرینی نہ کھائے - بعضوں نے نمک تک سے
پرہیز کیا ہے - قیمتی قسم کی چادریں نہ اوڑھے - بوقلموں پوشاکوں سے اپنے جسم کی آرائش و زیبائش
نہ کرے - عورتان خوبصورت پری وش حسینوں کے دیدار سے آنکھیں تر نہ کرے - عام لوگوں سے اختلاط
نہ رکھے - الگ تھلگ رہے اور گوشہ تنہائی میں بود و باش اسکی ہو - ان باتوں کیلئے سب سے عمدہ صحرا ہے
جو کا مقام جہاں کوئی آئے نہ جائے - تن تنہا - جہاں دشمن ہو نہ آشنا - اپنی قوت کا کچھ ذخیرہ اپنے پاس رہے
ورنہ یہ ضرورت سب سے زیادہ پریشان اور لاچار کرنے والی ہے - حواس ظاہری و باطنی کو جمع کرے - پھر وہ
طریق کہ حضرت سے ارشاد ہوا ہے - ذکر و فکر و شغل الٰہی میں مصروف ہو جائے - تصفیہ اور تزکیہ دل کی کوشش
کرے - خور و خواب میں جہاد کرے - پھر دیکھے جادہ مستقیم ہاتھ آتا ہے کہ نہیں - اس ملک کا مالک ہوتا ہے
کہ نہیں - بارک اللہ - مرشدنا و مولینا حضرت میراں صاحب ابتدا سے ہی ایسے باشعور تھے کہ جیسے ہونا چاہئے -
شروع سے رشتہ تعلقات کا جن سے نہ چاہئے پہلے ہی توڑے ہوئے - اور جن سے چاہئے اور ضرورت تھی
ان سے جوڑے ہوئے تھے - اور جو کچھ چاہئے وہ اپنے پاس رکھتے تھے - ابتدا سے ہی درختوں کے پتوں پر
وقت گذار لیا کرتے تھے پیٹ کو پونچی گا تھم دے رکھتے - اکثر جنگل میں ہی رہ کر خوش رہتے - آبادی سے
بھاگنا قدیم سے آپکی عادت تھی - لوگوں میں مل کر بیٹھنے سے قدرتاً بچپن سے نفرت تھی - رات دن اللہ
(اللہ زبان پر تھا کچھ اور ہی لو تھی) - دنیا والوں کی عادت انکی طبع میں بالکل نہ تھی - آپکے ذکر کی
آواز اگر دنیاداروں کے کان میں پڑتی تو بلا رقت پیدا کئے نہ رہتی - لباس محض ستر پوشی کی غرض سے
سادہ - دریدہ وغیرہ ہوتا اسکی پرواہ کم کرتے - کوئی چیز اپنے پاس رکھنے کی عادت ہی نہ تھی - جس قدر اوصاف
اعلیٰ ہونے چاہئیں سب آپ میں قدرتاً اور ابتداً موجود تھے - یہی اسباب تھے کہ آپ گوہر مقصود سے مالامال
اور اولیاء اللہ تھے - یہ ہے ابتداء سلوک کی و سلوک تو خدا رسیدہ کی ایک خاص منزل یا زینہ خدا رسی
یا جزو بہتر بیتا بندگی و صوفیائے کرام کیلئے لازمہ عبودیت ہے -

کبھی جوش عرفان سے دریا کی مانند قطرہ اور دریا کی مثال ایک رنگ خو مطلق ہو جاتے - کبھی وحدت
وحدہم کہ ہر یافت میں اشعہ و آفتاب کی نسبت پیدا ہو جاتی - کبھی بحر اور امواج بحر میں تعلق ہوتا ہے -
جوش وحدانیت میں یہ عالم ہوتا لیکن اپنے آپ کو افراط صفائی سے شیشہ کی طرح نسبت پیدا کرتے
اور زیادہ زنگ و رد ئے آئینہ کی طرح محل پر تو ہو جاتے - گاہ درستی عقل سے عقل شناسوں کی مانند تسکین و

اطمینان سے ساکن۔ ایکدم میں راستے سے فکر و ریاضت میں خوشنود ہوتے۔ کبھی تصور اسم ذات کا اور اسکی مہارت ہوتی۔ تو غمگین اور متفکر۔ فقراء درویشاں کی حالتیں مختلف رہتی ہیں۔ ہاتھ پاؤں مارنا۔ اور حرکات کرنا۔ نعروں سے زمین و خلا کو نجا دینا۔ کبھی گمم اور کبھی سرد آہیں ملنا۔ آہ و زلدی کرنا۔ مثل بسمل تڑپنا۔ عالم بے اختیاری میں رقص کرنا۔ اور خوش نو دلکش اور موزوں آواز سنتے ہی لوٹ جانا۔ خوبصورت اور دیدہ فریب .... اشکال کو دیکھتے ہی دگرگوں ہونا۔ آب رواں۔ گلزار و بوستاں رویائے صادقہ رحمانی۔ آیندہ شدنی امور سے واقف ہو کر اطمینان یا بے اطمینانی۔ قبول دعا سے سرور مقدمہ درستی عقل صفائے دل سے ہزاروں عکس جو انپر پڑتے۔ ہر رنگ کا اثر جداگانہ اور ہر وقت کا حال کچھ اور ہی ہوتا ہے۔ کا ہے چنیں گا ہے چناں۔ کبھی عقل سلیم ہے۔ کبھی پراگندہ۔ کبھی دل روشن ہے کبھی اندھکار۔ کبھی شیشہ سا منور ہے۔ کبھی افکار آیندہ سے اندھیر مچا ہوا ہے۔ کبھی دل انتہائے تیرہ میں ہوتا ہے۔ کبھی ہشیار افکار۔ لیکن با وصف ان رنگا رنگ رنگوں اور مختلف حالتوں کے کسی وقت بھی درویش کو سلوک ہاتھ سے نہ دینا چاہئے۔ اور نفس سرکش کی عنان کو کھینچے اور تانے ہی رہے الحمدللہ والمنت کہ حضرت پیر دستگیر باوجود معرفت تامہ و محویت کلی ہر روز فراست فکر و ذکر کو زیادہ سے زیادہ ہی کرتے رہے۔ ہر دم نفس کو مسخر ہی مطیع ہی رکھتے رہے۔ اور اپنے ارادت گزیدوں کو انکی اپنی حالت ہمت اور اصلیت کے موافق رہنمائی فرمایا کرتے تھے۔

یہ ہے انتہائے سلوک

اب عربی۔ فارسی۔ ترکی زبان میں حضرت کے مشہور لقب کی جو نسبت ممکن ہے بیان کرنے کا ارادہ ہے سو حضرات ناظرین کی عقل و سمجھ اور اپنی توفیق کے مطابق بیان کئے دیتا ہوں۔ اب تک جو بیان ہوا۔ یہ سنسکرت بھاکھا میں نکتہ گیا ہے

عرب لفظ بیک کو مشتق جانتے ہیں۔ معنے اس کے گریہ و بکا کرنے والا یعنی رونے والا ایسے ہیں۔ ہم بھیکھ کہتے ہیں و بتقاضائے زبان مادری ہے جو بھے۔ جیسے بول ہی نہیں سکتے۔ بلکہ بیکہ کہیں گے۔ ہماری طرح بھیکھ بول نہیں سکتے۔ ہندی لفظ بھیکھ کو فارسی والے ترک بھی بیک ہی کہتے ہیں۔ جس کے معنے پیشرو کے کرتے ہیں۔ ان کا بیک کہنا بالکل و بجانب بھیکھ کے ہم رنگ و ہم وزن سا ہے۔ اور بھکش بھی بولتے ہیں۔ وہ بھی پیشرو کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ جسکے معنے ہیں۔ سالک رہنما۔ آن قطب المشایخ حضرت شاہ بھیکھ کے نام نامی کو اس وقت وسعت اور اتنی طویل نسبت ہے کہ ہر ملک۔ ہر ملت۔ ہر قوم اور ہر عقیدہ کے انسان جو آپسے واقفیت رکھتے۔ اور کوئی زبان ہو۔ اس میں آپکا نام لیتے

بامعنی بھیکا۔ اور آپ کا نام روشن اور آشکارا ہے۔

حضرت میراں صاحب کے ننانوے ۹۹ نام

قطب المحققین بھیکہ۔ قطب الاقطاب بھیکہ۔ قطب العالمین بھیکہ۔ قطب الواصلین بھیکہ۔ قطب المشائخ بھیکہ۔
قطب الصدیقین بھیکہ۔ قطب المتقین بھیکہ۔ قطب المکاملین بھیکہ۔ قطب الکاملین بھیکہ۔ قطب المجتہدین بھیکہ۔
قطب المقربین بھیکہ۔ قطب السالکین بھیکہ۔ قطب الزاہدین بھیکہ۔ قطب المجاہدین بھیکہ۔ قطب العابدین بھیکہ۔
قطب الممجدین بھیکہ۔ قطب الذاکرین بھیکہ۔ قطب المجتبین بھیکہ۔ قطب الموحدین بھیکہ۔ قطب الشاہدین بھیکہ۔
قطب الیافعین بھیکہ۔ قطب المجاہدین بھیکہ۔ قطب المخلصین بھیکہ۔ قطب المبین بھیکہ۔ قطب المعین بھیکہ۔ قطب المظہرین بھیکہ۔
قطب السائرین بھیکہ۔ قطب الراشدین بھیکہ۔ قطب الشاغلین بھیکہ۔ قطب الفاضلین بھیکہ۔ قطب المطاہرین بھیکہ۔
قطب الراکعین بھیکہ۔ قطب الرؤفین بھیکہ۔ قطب الکبرین بھیکہ۔ قطب الاورعین بھیکہ۔ قطب الصادقین بھیکہ۔
قطب المعشوقین بھیکہ۔ قطب المستقرین بھیکہ۔ قطب المنورین بھیکہ۔ قطب الصابرین بھیکہ۔ قطب الساجدین بھیکہ۔
قطب الباطنین بھیکہ۔ قطب الظاہرین بھیکہ۔ قطب الآخرین بھیکہ۔ قطب الاولین بھیکہ۔ قطب العاشقین بھیکہ۔
قطب العاکفین بھیکہ۔ قطب المومنین بھیکہ۔ قطب المسلمین بھیکہ۔ قطب المتوکلین بھیکہ۔ قطب المحبوبین بھیکہ۔
قطب السعیدین بھیکہ۔ قطب الافضلین بھیکہ۔ قطب المہتدین بھیکہ۔ قطب المطلوبین بھیکہ۔ قطب
اعلیٰ علیین بھیکہ۔ قطب المقبولین بھیکہ۔ قطب المجاہدین بھیکہ۔ قطب المرسلین بھیکہ۔ قطب السائلین بھیکہ۔
قطب المشتاقین بھیکہ۔ قطب التارکین بھیکہ۔ قطب المنازلین بھیکہ۔ قطب الممتازین بھیکہ۔ قطب المحترمین بھیکہ۔
قطب القاسمین بھیکہ۔ قطب المستغفرین بھیکہ۔ قطب العاملین بھیکہ۔ قطب الناطقین بھیکہ۔ قطب القانتین بھیکہ۔
قطب المصدقین بھیکہ۔ قطب القائمین بھیکہ۔ قطب الحافظین بھیکہ۔ قطب الغافرین بھیکہ۔ قطب السائمین بھیکہ۔
قطب الناظرین بھیکہ۔ قطب المہنین بھیکہ۔ قطب المطالبین بھیکہ۔ قطب المتکلمین بھیکہ۔ قطب الاسمعین بھیکہ۔
قطب الشرفین بھیکہ۔ قطب الاخیارین بھیکہ۔ قطب الجابرین بھیکہ۔ قطب المحدثین بھیکہ۔ قطب الساطین بھیکہ۔
قطب التقلین بھیکہ۔ قطب المتورین بھیکہ۔ قطب الاختیارین بھیکہ۔ قطب المتقحلین بھیکہ۔ قطب المغرقین بھیکہ۔
قطب الحاملین بھیکہ۔ قطب المقربین بھیکہ۔ قطب الراحمین بھیکہ۔ قطب الذاکرین بھیکہ۔ قطب الکونین بھیکہ۔
قطب الاکرمین بھیکہ۔ قطب المحسنین بھیکہ۔ قطب المحسنین بھیکہ۔ قطب المرتاضین بھیکہ۔ قطب الواثقین بھیکہ۔

باب دوم

در بیان تعلم و تحصیل علوم مجازی - بعض احوال در پیدا آمدن محبت الٰہی حضرت پیر دستگیر قدس اللہ سرہم

مشتمل بر چہار فصل

فصل اوّل

ابھی حضرت میراں صاحب کا سنہ شریف دس سال کا ہی تھا کہ آپ کے والد ماجد عزت دوران اس جہان فانی سے رحلت کر گئے عالم جاودانی ہوئے بموجب

یا ایہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی ٥

اور والد حضرت میراں صاحب نے جنت کو اپنی آرام گاہ بنا لیا۔ اب کیا تھا۔ آپ بغیر مربی و سرپرست کے رہ گئے اور یتیم ہو گئے - مخدوم جہان والدہ معظمہ کی سرپرستی نصیب ہوئی چنانچہ والدہ ماجدہ آنحضرت نے آپکو عالم علمائے زمان اور افضل فاضلان دوران مدرس ہسنلہ توجہ اخوند فرید صاحب کی خدمت میں جہت تعلیم علوم ظاہری بھیج دیا۔ کہ ایک عالم باعمل کی خدمت میں حاضر رہنے سے آپکو ہر قسم کے فواید پہنچینگے۔ چنانچہ آپنے اخوند صاحب کی خدمت میں ممتاز ہوتے ہی نہایت ذوق شوق سے کلام اللہ شریف پڑھنا شروع کیا۔ اتفاق سے اسی مقام پر خازن خزاین معرفت جمیع فضل و کمال حضرت شیخ جلال قدس اللہ سرہ آئی تمام اثنا میں کنوز حقیقت۔ تمام خزاین معرفت ۔ پیر مرد تق افروز ہوئے۔ آپکی مجلس میں اکثر بڑے بڑے رئیس۔ تالوتکوبے۔ مجتہد درویش اچھے اچھے فقرا در رموز دانان حقیقت آموجود ہوئے اور وہاں کے شرفا و نجبا کا ایک اچھا خاصہ جمگھٹا تھا۔ اسوقت اس نواح میں حضرت پیر دستگیر اپنے ہمجنس بچوں طالب علموں میں کھیل کود رہے تھے۔ شیخ جلال صاحب نے تمام بچوں کو اپنے پاس بلا لیا۔ اور سب کے حسب و نسب کی بابت کبھی بچوں سے کبھی اہل مجلس بزرگوں سے سوالات کیے۔ شدہ شدہ حضرت پیر دستگیر کا نمبر بھی آ گیا۔ آپسے بھی اپکے حسب و نسب آبا و اجداد کی بابت دریافت کیا۔ دیا سنہ والوں میں سے دو ایک بزرگ بول اٹھے کہ یہ بچہ در یتیم سادات سیوانہ میں سے ہے حضرت سید محمد یوسف ترمذی کے آپ خلف الصدق ہیں - اخوند صاحب اور ہم لوگ جن قدر بھی ہیں سب کے سب

ان حضرت کی بجان و دل خدمت کرتے ہیں۔ آپکی تعلیم و پرورش میں سب یکساں ساعی معاون و مددگار ہیں۔ اور اپنے بچوں سے زیادہ آپ کو اپنا نور العین سمجھتے ہیں۔ حضرت شیخ نے پیر دستگیر کا ہاتھ پکڑ لیا اور لطف و مروت سے اپنے آگے آپکو بٹھا لیا۔ اور شفقت سے سر پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ اور پوچھنے لگے کہ آپ کے معلم کون بزرگ ہیں۔ حاضرین مجلس نے عرض کیا یا حضرت اخوند فرید صاحب آپکو تعلیم فرماتے ہیں۔ چنانچہ شیخ جمال صاحب نے حضرت اخوند فرید صاحب کو اپنے روبرو طلب فرمایا۔ پانچ روپے اسی وقت اپنی جیب خاص سے نکالکر اخوند صاحب کے پیشکش کئے۔ اور فرمایا کہ یہ بچہ قطب زماں اور غوث دوراں ہونے والا ہے۔ تمام مناظرین کو تمام امور و خیالات میں ان سے ہمسری و برابری محال ہوگی۔ کسی چھوٹے سے اچھے کو بھی دعویٰ نہیں ہوگا کہ آپ سے گفتگو کر سکے۔ آپ کا سایہ عاطفت پایہ تمام ربع مسکون پر محیط ہو جائے گا۔ تمام اولیاء و اکملین زمانہ سے آپ ممتاز و ممتاز ہوں گے۔ آپکی شان سب سے نرالی اور جداگانہ ہوگی۔ اسلئے آپکو لازم و واجب ہے کہ علوم ظاہری کی تعلیم میں کوتاہی نہ فرمائیں۔ بلکہ کوشش کریں اور جلد سے جلد آپ کو تمام علوم سے واقف کردیں۔ ہر وقت کوشش کما ینبغی کرتے رہیں۔ چونکہ مشیت ازلی مظہر الم یزلی حضرت میر الفصاحت کو جس قدر جلد ممکن تھا تربیت و تعلیم میں یکہ و یگانہ بنانے والی تھی۔ پس تھوڑی سی مدت میں ہی آپ تمام ظاہری علوم میں طاق اور شہرہ آفاق ہو گئے۔ اور جس قدر قدرت کو دینا منظور تھا اور آپ کے حصہ میں مکتوب تھا اس قدر مل ملا گیا۔ یعنی پہلے کلام اللہ شریف آپ نے بہت تھوڑے دنوں میں ختم کر لیا اور گلستاں شروع کرادی گئی۔ علیٰ ہذا اور کتب درسیہ پر عبور کئے جاتے۔ آپکے ہم مکتب بہت طالب علم تھے کوئی صرف پڑھتا کوئی نحو کوئی تفسیر کوئی فقہ۔ کوئی نظم کوئی نثر طرح طرح کی کتب درسی کی درس تدریس ہوتی تھی۔ قدرتی بات تھی کہ آپکی خود بخود استعداد بڑھتی چلی جاتی تھی۔ دوسرے طلباء جو آپ سے زیادہ تعلیم پاچکے ہوتے۔ اور جو کتاب کہ آپ نے ابھی استاد سے شروع نہ کیا ہوتا سبکو پڑھتے ہوئے سبق یاد دلا دیا کرتے۔ استاد سے ایکدفعہ پڑھ لیا کرتے۔ اگر کبھی کچھ پوچھنے کی احتیاج ہوتی تو حضرت میراں صاحب سے ہی پوچھ پاچھ لیا کرتے۔ بعضوں کا خیال ہے کہ ان حرکات اور دخل در معقولات سے آپکے معلم حضرت اخوند صاحب ناخوش ہو گئے تھے۔ اور حضرت پیر دستگیر کا ہاتھ پکڑ کر انہیں مکتب سے باہر کر دیا تھا۔ کہ تم میرے بھی استاد ہو۔ محض افترا ہے اور نا شدنی الزام۔ کسی ہم مکتب اور کسی اس زمانہ کے بزرگ نے حالانکہ بہت سے موجود ہیں۔ اس واقعہ کی تائید نہیں کی۔ اور نہ کسی کی زبان سے واقعہ سنا ہی گیا۔ بلکہ مقربان حضرت نے اس واقعہ سے انکار قطعی کیا ہے۔ ایک اور واقعہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ

جو حضرت کے بہت سے رفقائے خاص سے منقول ہے۔ جس روز حضرت کے والد ماجد کا انتقال ہوا ہے
حضرت اپنے ہم جنسوں اور لنگوٹیے یاروں کی جماعت میں کھیل کود رہے تھے۔ ایک شور مچ گیا کہ بھیکھا
کے باپ نے اس جہان فانی سے رحلت فرمائی۔ جب یہ حیرت ناک خبر حضرت میران جی کے کان میں
پڑی آپکے کندھوں مبارک پر جو چادرہ تھا۔ یہ بات سنتے ہی اسے درمیان سے پھاڑ کر کفنی کی طرح
پہن لیا۔ اور اسی دم جنگل کو چل دیئے۔ آپ کا ایک دوسرا بھائی جان محمد نام جو دوسری والدہ سے
تھا۔ جوان تھا۔ جب اسے اس واقعہ سے آگاہی ہوئی۔ اس نے میران جی کا تعاقب کیا اور جنگل سے
واپس گھر لایا۔ مگر آپکی حالت نہایت ابتر تھی۔ سخت ماتم میں مصروف نہایت آہ وزاری کرتے تھے۔
طبیعت پر سخت بیقراری تھی۔ کسی کی طفل تسلی ان کو مطمئن نہیں کرتی تھی۔ کسی کی بات آپ سنتے
نہ تھے۔ بلکہ جب لوگ اور کاموں میں لگ جاتے یہ آنکھ بچا کے جنگل کو ہی بھاگ جاتے۔ لوگ پھر
پیچھے بھاگتے اور انہیں واپس لاتے تھے۔ جب کئی بار ایسا ہو چکا۔ آخر آپکی والدہ نے ناچار ہو کر
آپ سے پوچھا کہ تم جنگل کو کیوں بھاگ جاتے ہو۔ آخر تمہارا دلی منشا کیا ہے۔ کسی کام میں تمہاری دلبستگی
ہو سکتی ہے۔ کون سی بات ہو جس سے تمہارا دل بہلے۔ آپ نے والدہ صاحبہ کی خدمت میں عرض کیا
کہ میری طبیعت دنیا سے بالکل بیزار ہے۔ دنیا کے کسی کام سے میری دلچسپی نہیں رہی۔ جنگل میں رہنا
چاہتا ہوں۔ میری طبیعت وہیں لگتی ہے۔ میں چاہتا ہوں دنیا سے الگ رہوں۔ اور درویش بن کر
سب سے علیحدہ بیٹھا رہوں۔ والدہ صاحبہ نے یہ کلام سنکر فرمایا کہ یہ تو اور اچھی بات ہے۔ میں خوش میرا خدا
خوش۔ اور چاہئے کیا۔ مگر ہاں بیکار بیٹھ کر ٹکر کسے کھانیکا نام درویشی نہیں ہے۔ درویش بنو
لیکن یاد رہے۔ ایسے درویش جیسے تمہارے جد امجد حضرت شاہ زید۔ حضرت غوث الاعظم۔ حضرت
خواجہ معین الدین چشتی قدس اللہ اسرارہم تھے۔ بشرطیکہ ایسے بزرگوں کی فہرست میں اپنا نام لکھا سکو میں
بصد ہم اجازت دیتی ہوں۔ کسی اور صورت میں تمکو میں ہرگز اپنے سے جدا ہونے نہ دونگی۔ ان بزرگوں
کی طرح مجاہدے کرو۔ سخت مشقت سے کمال پیدا کرو۔ اعلیٰ مراتب پاؤ۔ اگر بھنگ کے پیالے لنڈھانے ہیں
مفت کے ٹکڑے توڑنے ہیں۔ چرس افیون کے سوٹے اور رنگ برنگ کے دنیا کے کپڑے پھاڑنے ہیں
تو بیٹے جاؤ میرا سلام ہے۔ نہیں تمہاری ماں نہ تم میرے بیٹے۔ تم مجھے اپنا منہ ہی نہ دکھاؤ نہ مجھ سے ملنے
کی ہوس نہ رکھنا۔ میں ایسے بیٹے سے ویسے ہی اچھی۔ پھر مجھ سے نہ بات کرو نہ مجھسے کوئی واسطہ رکھو۔
اسی ساعت حضرت اپنی والدہ سے الگ ہو گئے۔ مگر بہت مضبوط پابند ہوئی۔ مفارقت جدائی کی پرواہ نہ
کر کے گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ اور براہ راست گنگوہ شریف آ پہنچے۔ اور قانونگویوں کے مکتب میں

پڑھنے کی غرض سے وہیں ڈیرہ جما دیا۔
جمالو لنگوٹیوں کو جب آپکی غرض وغایت سے اطلاع ملی۔ انہوں نے برضا و رغبت آپکو جگہ دی۔ اور
کھانے کپڑے کی ذمہ داری اٹھالی۔ اور تمام خدمات بجان و دل بجانے لگے۔ تا آنکہ وہ واقعہ پیش آیا
جو اس سے پہلے عرض ہوا۔ تا الی آخرہ الحمد للہ علیٰ ذالک

ایک منجم کی پیشگوئی

نقل ہے کہ ایک روز ایک منجم اسی مکتب میں جس میں پیر دستگیر تعلیم حاصل کرتے تھے وارد ہوا
منجم نے جسقدر لڑکے پڑھتے تھے سب کے حسب نسب پوچھے اور سب بچوں کو احکام علم نجوم کے مطابق
ان کے طالع نامے بنا کر سعد و نحس ستاروں کا ذکر کرتا تھا۔ اور انہیں پیش آنیوالے واقعات بھی بتاتا
جاتا تھا۔ باری باری سب طالب علموں کو تو اس نے دریافت ہوا بتایا۔ جب حضرت میراں صاحب کی باری آئی
منجم نے فوراً حضرت کی پیشانی مبارک کو تاکا۔ اور جبۂ مبارک پر آثار بزرگی ظاہر دیکھے۔ اور لامع نور دیکھ کر وہ
کچھ متعجب سا ہوا۔ پھر اسنے اصطرلاب کو ڈالا اور دیکھا۔ پھر بولا جیسے افلاک کی گردش اور ستاروں کے
خواص اور سیاروں کے ہیر پھیر سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس بچے کے بچپن میں ہی نور لامتناہی
پیشانی سے چمک اٹھیگا۔ یا جاہ و جلال بادشاہ کی مثال اس کا درجہ اور رتبہ ہوگا۔ روئے زمین
کے تمام باشندے اس کے مطیع فرمان ہو جائیں گے۔ اور اس کا مرتبہ اس قدر بڑھے گا کہ اس بارے میں
آپ کا کوئی ثانی دکھائی نہ دے گا۔ ہاں یا تو بھاری بادشاہ ہونیوالا ہے۔ یا شاہنشاہ عرفان۔ مگر
اس قدر عالیمرتبت کہ اس سے پہلے خود فلک نے بھی ایسا بلند آواز رعب و جلال کا اپنے کانوں سے
نہ سنا ہوگا۔ ان کے نقارہ کا شور قاف سے قاف تک پہنچیگا۔ اور جو مخالفت کریں گے ان کے کان
گنگ ہو جائیں گے آپ کے ہاتھوں سے شرع محمدی کی رونق دوبالا بلکہ سہ بالا ہو جائے گی۔ منجم کی ہر بات
بالکل سچی ہوئی۔ اور پایہ صداقت کو پہنچی۔ اس کے کہنے کے مطابق آپ کی علو مرتبت کا کیا ٹھکانہ
رہا۔ آپ کی شان اور آپ کے کمال کا آوازہ واقعی قاف سے قاف تک پہنچا آپ اپنے زمانے کے لاثانی ہوئے۔ آپ اپنے عہد میں
مرجع خاص و عام ہوئے اور اکثر لوگوں نے جن کے روبرو منجم نے جو کچھ بیان کیا تھا۔ جب وہ واقعہ بنکر سامنے
آیا۔ تو ان لوگوں نے منجم کی تمام گفتگو کے ہر ہر لفظ کو دہرایا۔ اور سچ پایا۔ حضرت پیر دستگیر واقعی
شیر بیشۂ طریقت اور نہنگ قلزم شریعت گذرے ہیں۔ کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہا۔
آپ کی اعلیٰ شہرت ربع مسکون میں محیط ہو گئی تھی۔ جو لوگ آج دیکھ رہے ہیں۔ انہیں کیسے
انکار ہو سکتا ہے الحمد للہ علیٰ ذالک

فصل دوم

کرامت سے بھاری شہتیر سر پر تنہا اٹھا لینا

در بیان رسیدن و ماندن بخدمت پیشوائے سبیل طریقت، قافلہ سالار طریق شریعت معظم مکرم
میاں شاہ قاسم قدس لعہ سرہ و بعد از چند مدت از انجا رخصت یافتن

اب بیان کیا جاتا ہے کہ اول اول پیر دستگیر میراں صاحب شوق الٰہی میں یاد الٰہی کی تعلیم کے لئے [illegible] حدیقہ شریعت و شمع محفل طریقت مکرم و معظم میاں محمد قاسم قدس اللہ سرہ کی خدمت مبارک میں جو مقام بلوسے میں قیام رکھتے تھے۔ تشریف لے گئے۔ اور وہاں الاؤ سلگائے رکھنے کی خدمت آپ کے سپرد رہی۔ آپ چھ ماہ سے زاید اور ایک سال سے کمتر آپکی خدمت میں حاضر رہے۔ اور یہی خدمت بجا لاتے رہے۔ بلکہ الاؤ کے لئے پاتھیاں (اُپلے) خس و خاشاک کوڑا کرکٹ بھی ویرانہ سے جمع کر کے لانا اور الاؤ میں ڈالنا بھی حضرت میراں صاحب کی خدمات میں شامل تھا۔ اس کے علاوہ ایک اور خدمت بھی تھی جو آپ کو بجا لانی پڑتی تھی۔ یعنی جس قدر درویش و اہل تقوی شاہ محمد قاسم صاحب کے پاس موجود رہتے۔ ان کیلئے پانی گرم رکھنا اور سب کے وضو کرانا بھی آپ ہی کے ذمہ تھا۔ مقیم لوگوں کے سوائے جو درویش وغیرہ باہر سے آجاتے۔ سرما میں ان کیلئے جابجا دھونیاں جلانا بھی آپ کے فرائض منصبی کا ایک حصہ تھا۔ دن بھر میں تو سب خدمات پوری ہوتیں۔ رات بھر یاد الٰہی میں مشغول رہا کرتے۔

ایک عرصہ اسی طرح سے بسر ہو گیا۔ ایک روز حضرت میراں جی اپنی الاؤ کی لکڑیاں چننے جنگل میں تشریف لے گئے چونکہ اسی دوران میں شاہ قاسم صاحب اپنا سکونتی مکان تیار کر رہے تھے۔ لہذا اسی روز شاہ صاحب کے کئی ایک خادم اور مرید اسی جنگل میں ایک خانقاہ کے قریب سے شہتیر اٹھانے گئے تھے۔ شہتیر زیادہ سنگین و بھاری تھا۔ جتنے آدمی گئے تھے۔ ان سے اٹھ نہ سکا۔ جب ان لوگوں نے پیمائش کی تو ان کی ضرورت سے شہتیر طول میں کم نکلا۔ اس لئے سب کے سب شہتیر چھوڑ کر چلے آرہے تھے۔ اسی اثنا میں حضرت پیر دستگیر بھی اسی جانب لکڑیوں کا گٹھڑ سر پر اٹھائے ہوئے تشریف لا رہے تھے۔ ان لوگوں سے دو چار ہوئے اور پوچھنے لگے۔ آج یہ جماعت کس جانب چلی ہے۔ وہ بولے ایک شہتیر اٹھانے آئے تھے۔ جو وہ سامنے والے مقبرے میں پڑا ہے ہم سب نے زور لگایا پھر کہ اٹھایا تو اٹھا نہ پایا گیا۔ دوسرے اور بات یہ ہے وہ کچھ چھوٹا بھی ہے۔ اسلئے بھی چھوڑ دیا ہے۔ حضرت پیر دستگیر نے فرمایا۔ بھائی جتنے بھی ہے چلو۔ ایسا وہ ہی سہی تو اس کو دیکھوں۔ آپ نے وہ لکڑیوں کا گٹھا جو آپ کے سر پر تھا۔ زمین پر رکھ دیا۔ اور سب جمع ہو کر شہتیر کی طرف گئے۔ پیر دستگیر نے کہا صاحبو

پورا دو ہاتھ جاؤ۔ اور تن تنہا بسم اللہ الرحمن الرحیم کہتے ہوئے شہتیر کو سر پر اٹھا لیا۔ گو وہ کچھ وزنی بھی تھا بجنسہ جیسے کوئی فقیر اپنی کملی اٹھا کر کندھے پر ڈال لیتا ہے۔ ان درویشوں کی زبانی ہے کہ شہتیر کندھوں اور سر سے بالکل اونچا دکھائی دیتا رہا۔ حضرت کے کسی عضو سے اس کا اتصال نہیں دیکھا گیا۔ یہی نہیں کہ اس کے بوجھ سے آپ کو سبکدوشی حاصل رہی۔ بلکہ جب وہ شہتیر نو تعمیر دیواروں کے اوپر آپ نے لا کر رکھا ہے۔ قدرت الٰہی سے اس کی وہ کمی بھی پوری ہو گئی۔ اور شہتیر حسب مراد پورا کا پورا نکلا۔ حالانکہ شاہ محمد قاسم نے پہلے ناپ لیا تھا۔ اب دوبارہ پیمائش کی تو اس کی پہلی پیمائش سے جب وہ دیواروں پر رکھ دیا طوالت میں بہ نسبت سابق زیادہ تھا۔ بلکہ شہتیر کے سرے دونوں طرف دیواروں سے کچھ باہر نکلے ہوئے دیکھ لئے گئے۔ شاہ محمد قاسم کے جس قدر خادم شہتیر باہر سے لاتے اور دیوار یا چھت پر چڑھانے کی خدمت پر مامور تھے۔ جب انہوں نے یہ تمام و کمال واقعہ اپنی آنکھوں دیکھ لیا۔ تو شہتیر چھوڑ مسجد سے اپنے شیخ کے پاس پہنچے اور جاتے ہی اپنی ٹوپیاں سب نے اپنے سروں پر سے اتار کر زمین پر دے ماریں۔ اور واویلا کر کے شکایت کی کہ شاہ صاحب نے میراں جی کو کیا عمل عنایت کیا ہے کہ آج انہوں نے عجیب و غریب کرامت ہم سب کو دکھلائی کہ ہم سب ششدر و حیران ہیں۔ اور عقل و قیاس میں نہیں آتا۔ اور ہم سب کو آپ نے پانی کھینچنے پر لگا رکھا ہے۔ ہمیں یہی خدمت کرتے ہوئے عمریں گذر گئیں۔ جب یہ واقعہ گذر رہا تھا۔ شاہ محمد قاسم کے مرشد بھی وہیں موجود تھے انہوں نے جب یہ تمام ماجرا سن لیا۔ تو شاہ محمد قاسم صاحب سے فرمانے لگے۔ محمد قاسم تو اس جوان کو کیا سمجھے ہوئے ہے کہ کوئی معمولی شخص ہے۔ نہیں نہیں یہ ایسا بیٹا ایسا دریا ہے کہ جس کا کوئی آر پار نہیں جس قسم کا چشمۂ فیض یہ شخص ہے۔ میرے خیال ناقص میں کوئی مثال اس کی دور دور تک بھی نظر نہیں آتی۔ شایاں نہیں کہ ایسے کامل شخص کو تم اپنے پاس روکے رہو۔ بلکہ مناسب ہے کہ اسے رخصت کیا جائے کہ کسی اپنے جیسے مکمل بزرگ کے پاس جائے۔ یا کسی ہم پلہ کی تلاش کرے۔ تمہارے تمہارے لائق یہ شخص نہیں ہے۔ اسے کہہ دو کہ میں آپ کے لائق نہیں ہوں۔ آپ کوئی اور تلاش کریں اور اپنا مطلب کہیں اور سے حاصل کریں۔ شاہ صاحب خاموش رہے۔

ایک روز ایک درویش اسی مقبرے کے قریب بیٹھا تھا کہ جنگل سے حضرت میراں صاحب حسب معمول لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے ہوئے چلے آ رہے تھے۔ درویش موصوف نے اپنی آنکھوں دیکھا کہ میراں جی کا گٹھا ان کے سر سے بہت اونچا ہے۔ وہ بلا ہاتھ کی امداد کے اور بغیر کسی عضو سے تھامے ہوئے چلے آتے ہیں۔ اس حالت کو دیکھتے ہی وہ بزرگ حیران سا ہو گیا اور دل میں کہنے لگا کہ یہ کوئی بزرگ صاحب کرامت ہے۔ اور بلند پایہ شخص ہے۔ اس سے رہا نہ گیا۔ شاہ محمد قاسم کے پاس پہنچا اور بیان کیا کہ یہ لڑکا جسے آپ نے بزعم [illegible] چننے جنگل میں بھیجتے ہیں۔ اس کے جبہ مبارک سے بزرگی و برتری کے آثار نمایاں ہیں۔ ولایت کی علامتیں اس کے خوبصورت نورانی چہرہ سے ٹپک رہی ہیں

ایسے بزرگ کو اپنی خدمت میں رکھنا اس کے حق میں راہزنی کرنا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ آپ خود بخود اسے اجازت دیں اور رخصت کر دیں۔ تاکہ وہ دوسری جگہ سے اپنے مل جانے والے درجوں کو جاکر لے لیوے۔ ایسے ہی اور بھی چند واقعات پیش آئے۔ سب نے شاہ محمد قاسم صاحب سے یہی کہا کہ اس نوجوان ہونہار کو اجازت ہو کہ کسی اور جگہ سے علم الٰہی سیکھے۔ اور کسی بڑے پایہ کے بزرگ کو ڈھونڈے۔ اور اپنے ملنے والے درجوں کو حاصل کرے۔ آخر الامر میاں شاہ محمد قاسم قدس اللہ سرہ نے حضرت پیر دستگیر سے فرمایا کہ جو کچھ میرے حوصلہ اور ہمت میں تھا۔ اور جس قدر مجھے علم تھا۔ وہ میں نے آپکو سمجھا دیا اور بتلا دیا۔ مگر آپ کا حوصلہ بہت وسیع بہت بلند طبع بہت فراخ ہے۔ آپکے درجات بہت اونچے ہیں۔ آپکو چاہیئے اپنی استعداد کے مطابق کوئی جگہ ڈھونڈیں اور کسب سلوک کیلئے کوئی ایسی جگہ تلاش کریں۔ جو آپکے مقابلہ کی ٹکر ہو۔ میں ایک عاجز سا انسان گوشہ نشین ہوں۔ آپکے مطابق مجھے خود معلومات حاصل نہیں ہیں۔ پیر دستگیر نے عرض کیا۔ یا حضرت آپ خیال فرمائیں کہ کتنی مدت آپکی خدمت میں صرف کی ہے میرا بہت سا وقت صرف کرانے کے بعد آپ ایسا امر فرماتے ہیں۔ فقیر یہ بھی خوب جانتا ہے کہ آپنے محض غریب پروری و مسافر نوازی سے جسقدر توجہات و عنایات مبذول فرمائی ہیں وہ اس فقیر کی حیثیت سے بہت بالا ہیں۔ فقیر اس قابل نہ تھا کہ جسقدر مہربانی آپنے فرمائی ہے۔ ہاں اس قدر مروت اور فرمائیے کہ مجھے کوئی رستہ بتلائیے اور کسی بلند مرتبہ بزرگ کا پتہ نشان دیجئے۔ جہاں میں جاؤں اور کچھ حاصل کر سکوں۔ بلا نشان و پتہ کے چراغ والہ گھر کہاں ڈھونڈتا مارا مارا پھرونگا۔ آپ ہی میری رہبری کریں اور صاف بتلا دیں کہ کونسے کامل کے خزانہ اور کس بزرگوار کے ہمیشہ سے مجھے کوئی حصہ ملے گا۔ تاکہ دربدر کی دریوزہ گری سے بچ جاؤں۔ سیدھا منزل مقصود پر کیوں نہ پہنچوں۔ شاہ صاحب نے ارشاد فرمایا مجھے آثار و عنوان سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جناب کرامت مآب الیاس بحر مدحت۔ خضر وراہ ہدایت۔ صاحب مراتب عالی شاہ ابو المعالی قدس سرہ کے دریائے رواں سے گوہر مقصود ہاتھ آئیگا

حضرت نے جب یہ کلام سنا۔ سنا فاتحہ خیر پڑھی۔ کمر ہمت چست باندھی۔ رخصت ہوئے اور تلاش در فیض ابو المعالی کیلئے قدم اٹھا دیا۔ الحمد للہ علی ذالک

فصل سوم

در بیان حصول سعادت ملازمت و ارادت آوردن بجناب فیض مآب فرمانفرمائے اقلیم ولایت تکیہ فرمائے دیہیم کرامت۔ قافلہ سالار شریعت محمدی۔ قاید رہروان کیش احمدی۔ مقبول بارگاہ لایزالی حضرت شاہ ابو المعالی قدس اللہ سرہ العزیز

یوں بیان ہوا ہے کہ حضرت پیر دستگیر شاہ محمد قاسم صاحب سے رخصت پاکر بیشولئے سبیل طریقت صحیح جمیع خصائیل میاں شاہ سجادل جو شاہ محمد قاسم کے یار غار دل سمجھتے تھے۔ ان کے پاس پہلے وارد ہوئے۔ بعضوں کا قول ہے کہ ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ قافلہ سالار طریق معرفت چشمۂ روضۂ رضا۔ نقطۂ کعبۂ رضا میاں شیخ ضیا جو حضرت شاہ ابو المعالی کے مریدوں میں سے تھے۔ اور مرشد آفاق اکثر آپکے حق میں فرمایا کرتے تھے کہ میاں محمد ضیا ہمارے صوفی بے کیف ہیں۔ ان کی وساطت سے مرشد آفاق کی خدمت میں پہنچے۔ القصہ پیر دستگیر اپنے مرشد حضرت شاہ ابو المعالی کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوگئے۔ مرشد آفاق کی مجلس اس زمانے میں بڑے بڑے درویشان ذوی مرتبہ اور بزرگان قدر رسیدہ سے لبریز تھی۔ تمام مجلس میں ایک سے ایک برگزیدہ اور عالی مرتبہ بزرگ تھے۔ اور حضرت مرشد آفاق کے فیضان صحبت سے سب کے سب تربیت یافتہ اور منزل رسیدہ تھے۔ جب پیر ضیا حضرت پیر دستگیر کو لئے ہوئے وہاں جا پہنچے ہیں۔ تمام موجودگان سے دربار بھرا ہوا تھا۔ سب کے سب موجود تھے۔ پیر ضیا صاحب نے فرمایا کہ لو میاں ان میں سے اپنے پیر و مرشد کو خود ہی شناخت کرو۔

چنانچہ پیر دستگیر نے بلا تعارف سابقہ اور بغیر کسی کے بتلائے ہوئے بھری جماعت میں سے فوراً حضرت ابو المعالی صاحب کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ اسوقت مرشد آفاق نے شیخ ضیا سے استفسار حال کیا یہ صاحبزادہ کون ہیں۔ ان کا مکان کہاں ہے۔ اور کس خاندان سے ان کا تعلق ہے۔ شیخ ضیا نے عرض کیا حضرت یہ صاحبزادہ سادات سبزوار سے ہیں۔ اور ذوق الٰہی میں مست تعلیم راہ خدا کیلئے آپکے قدوم میں حاضر ہوئے ہیں۔ مرشد آفاق یہ سنتے ہی اپنی جگہ سے اٹھے تعظیم و تکریم سے مصافحہ و معانقہ فرمایا۔ اسوقت مرید کیا۔ آداب بیعت سکھلائے۔ یاد الٰہی کیلئے امر کیا۔ آپکے مجاہدات اور ریاضتیں جو مرشد آفاق کی خدمت میں رہتے ہوئے آپسے ظہور پذیر ہوئیں۔ وہ تفصیل وار اگلے اوراق میں مشروحاً بیان کی جائیں گی۔

قصیدہ

کہ حضرت پیر دستگیر از نتائج فکر رسائے خود در مدحت مرشد آفاق طیار ساختہ بحضور پیر خود گذرانیدہ

خداوند بے چون از چون سادہ | ہمہ شئے از زائد او کس نزادہ
چو میخواست خود را بخواند دائما یہ | محمد بیاد است بر حق شہادہ
بباطن احد میم چون کمر بستہ | چو پیدا شدہ نام احمد نہادہ
ز میم مظاہر ہمہ راست اسمہ | بطن زد دست قائم بقین وان ارادہ
دگر شاہ اربع باقلیم دینی | ہمہ شہسواران کیمہ سنہ پیادہ

یکے چار شد زان بترکیب ظاہر	بباطن یکے دان تو اے نیک زادہ
صلواۃ بلاحد بران روحِ پاکش	علی آل اصحاب ازاکیں مرادہ
سحرگاہ شام فرستند و با دم	رسد شوق ایں بلدہ یکرو ستادہ
خصوصاً ازان فرقہ چشتیاں را	بعشق و فقر درد و سوز زیادہ
بہ اغرق در سوز ذاتے (مطلے)	بسے در فراقش رواں جاں دادہ
بسے سینہ بریاں شد از داغ ہجرت	دراں آرزو تا بمحشر ستادہ
نہاں سر کالا بود در صدر احمد	بپاپے رسیدہ بہر خانوادہ
بسے مرد بالا در تکبیر بماندند	برفتند از خویش با حق شتادہ
بسے سینہ بریاں اسراراں طریقت	بگردند خرس نفس در قلادہ
بسے مرد مردانہ خونخوار خود ہا	بخوردند خونِ شہادت چہ بادہ
زراں یادیاں رہ شہنشہ ہمدانی	کہ فیاضی را در ازو شد کشادہ
مرایں وقت خواجہ زید و خبید است	ہمہ چشتیاں را نگہدار جادہ
بگویند حشمائش ہمہ جن و انس	چہ ملک و پری و چہ مرداں چہ بادہ
ثنائش چہ گویند گدا مرد ابلہ	تغل دار خاطر بہ از اراز بادہ

امید از طفیلِ بزرگاں خیال است

کہ ایماں بسلامت بود نیک عادہ

جب ان ابیات کا ذکر سمع مبارک حضرت مرشد آفاق تک پہنچا۔ تو فرمایا کہ بزرگان سلف نے بھی یہ توقف رکھے ہیں کہ ہمارے بعد سید بھیکہ مفصل خلایق پر ظاہر کچھ انکشافات تمہارے ایسے بھی کیا نہ ہمیں فقیر پر کیا منحصر و کریں گے۔ پیر دستگیر نے عرض کیا کہ حضرت پیر و مرشد کی ذات خاص نے اس فقیر پر کیا منحصر و موقوف رکھا ہے۔ فرمایا آپ لوگوں سے قبل دنیا میں جو وقت صرف کرتے ہیں جس مشکل کی تمہارے ساتھ نسبت ہے۔ امر ہے کہ تصور میں مستغرق ہونا آپ کا فرض ہے۔ قصیدہ جو عرض کیا تو قبول ہوا اور پسند فرمایا۔ اس کے بعد پھر حضرت پیر دستگیر نے اس دن سے بعد کوئی قصیدہ تصنیف نہیں فرمایا۔ یہاں جو مولانا رحمۃ اللہ علیہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ حضرت مرشد آفاق نے اس قصیدے کے لیے نہایت تحسین و آفرین فرمائی تھی۔ ارشاد ہوا تھا کہ یہ ان کی جناب میں آپ نے جو کچھ کہا ہے نہایت احسن و عمدہ ہے۔

الحمد للہ علی ذالک

فصل — در بیان بعضے کشف و کرامات حضرت مرشد آفاق۔ بطریق تیمناً و تبرکاً۔ بس مشتے نمونہ از خروارے

دنیا جانتی ہے کہ حضرت سے جو خوارق عادت ظہور میں آئے۔ ان کا شمار محال ہے۔ حضرت مرشد آفاق کی شہرت اور کشف و کرامات کا گھر گھر میں شہرہ ہے۔ آپ کی صفات اظہر من الشمس ہیں۔ فی الحقیقت احوال پیر دستگیر یعنی مرشد آفاق ہی کا خیال کرنا چاہئے۔ چونکہ طوالت کتاب کا خیال ہر دم دامنگیر ہے۔ بعض نمونہ وار سے یکے از ہزارے۔ بیان کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے۔

صاحبزادہ والا قدر میاں محمد باقر کی زبانی ہے کہ حضرت مرشد آفاق کا ایک ہمسایہ جو نہایت بد طبع بد مزاج اور بدگفتار تھا۔ اس کی عادت تھی کہ جب کبھی حضرت مرشد آفاق کا نام لیتا۔ سیدھی طرح سے نہیں بلکہ کوئی نہ کوئی برا خطاب ضرور شامل کر لیتا۔ اس کے جتنے ہمنشین تھے۔ اس کی ان حرکات سے وہ نہایت ناخوش اور ناراض رہتے بلکہ بیزار ہو گئے تھے۔ اور حضرت مرشد آفاق کے ہم جلیس ان باتوں سے سخت بیزار رہتے۔ اور حضرت سے عرض کرتے کہ یہ شخص نہایت گستاخ و بے ادب ہے۔ محض آپ کا خوف ہے کہ آپ کا ہمسایہ ہے۔ ورنہ ابھی اسکو ادب سکھلا دیں اور آدمی بنا دیں۔ مگر حضرت نے کبھی یہ بات قبول نہیں فرمائی۔ بلکہ جب کبھی ذکر اذکار ہوتا۔ ٹال جاتے۔ اسی طرح ایک زمانہ گزر گیا۔ وہ شخص اپنی عادت سے باز نہ آیا۔ بلکہ کھلم کھلا لوگوں کے سامنے جو اسکی زبان پر آتا کہہ گزرتا آخر الامر "کل نفس ذائقۃ الموت" ایک دن ان ہمسایہ صاحب کو بھی موت نے آ لیا۔ اجل نے مہلت نہ دی اور آپ راہی ملک بقا ہو گئے۔ کسی ہم جلیس نے مرشد آفاق سے بھی باتوں باتوں میں کہہ دیا کہ فلاں ہمسایہ آپ کا اس جہان فانی سے اٹھ گیا۔ سنتے ہی بے اختیار حضرت نے گریہ و زاری شروع کی۔ اشک برابر آنکھوں سے جاری تھے نہ محض اسی وقت بلکہ سات روز متواتر آپ اس کے ماتم میں گریاں و نالاں رہے۔ نہ فقط گریہ و زاری پر اکتفا ہوئی بلکہ خورد و نوش سے بھی قطعی پرہیز رکھا۔ غسل تک نہیں فرمایا اور نہ کسی سے اچھی طرح بات چیت ہی کی۔ لوگوں نے عرض کیا۔ یا حضرت۔ وہ تو شقی تھا جس نے کبھی آپ کا نام سیدھی طرح نہ لیا تھا۔ ہر وقت چھیڑ چھاڑ کرتا تھا آپ نے اس کا اس قدر ماتم اور رنج فرمایا۔ کہ کوئی اپنے عزیز کا ایسا سوگ نہیں کرتا۔ میاں محمد باقر کا قول ہے یعنی عرض کی وہ ظالم تو ناحق آپ سے عداوت کرتا اور سخت بدسلوکی سے پیش آتا۔ اور آپ بخلاف اس کے اس قدر رنج و افسوس کر رہے ہیں کہ اس کا ماتم بھی ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ حالانکہ آٹھ روز گذر گئے۔ فرمایا آپکو حقیقت کار سے آگاہی نہیں ہے۔ ناسوت اولیا و انبیا کے دامن کے ساتھ ایسی لپٹی ہے کہ عادت کر دیتی ہے۔ اس کا زائل ہو جانا ایسے لوگوں کی فرمائش سے ممکن نہیں۔ اب اس کے واسطے اس ہمسایہ پر رنج و افسوس کر رہا ہوں کہ وہ میرا عزیز تو مر گیا ہے۔ در حقیقت وہ میرا دھوبی تھا۔ میری میل کچیل اور میرے ترک کو صاف کرنے اور میرے اس لباس کو قابل پرستش رکھنے والا تھا

اب میرے تمام داغوں اور ملامت آلودگی کو کون صاف کرے گا۔ یہ کہتے ہوئے ایک نعرہ مارا۔ اور یہ دوہرا فرمایا۔

دوہرا:- جو کو کرے سند یا میت ہمارا سو آپ وہ تو دیے نرک میں پاپ ہمارا دھو

سبحان اللہ کس قدر حوصلہ اور کیسے بلند اور وسیع خیالات کے بزرگ تھے۔ کیسا حلم مزاج میں تھا۔ موافق اور منافق دونوں آپکی نگاہ میں یکساں تھے۔ آپکی نظر فی نفسہ کیمیا اثر تھی۔ الحمد للہ علی ذالک

نقل شیخ مراد شیخ منا سکنائے سیوانہ کی زبانی نقل ہے۔ اور شاہ غلام محمد نے اس کی تائید و تصدیق فرمائی ہے۔ ایک زمانہ ایسا آیا کہ حضرت مرشد آفاق کو اس قدر محویت طاری ہوئی اور استغراق ایسا زبردست تھا کہ آپکو قطعاً دنیا و مافیہا سے کوئی آگاہی نہ رہی تھی۔ تین مہینے کامل تک یہاں تک حالت رہی اکل و شرب، خور و نوش سے بھی کوئی واسطہ نہ تھا۔ رہی نماز سو اسکی یہ حالت تھی کہ جب نماز کا وقت ہوتا۔ تو خادموں میں سے کوئی نہ کوئی آپکے پاس جاتا اور دوش مبارک کو پکڑ کر ہلاتا۔ اور پکار کر عرض کرتا کہ حضرت نماز کا وقت ہوگیا ہے۔ تب آپ فرماتے کہ کوئی شخص مجکو وضو کرادو۔ اور نماز کیلئے بوریئے پر کھڑا کردو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوتا۔ کہ دوسرا شخص وضو کرا دیتا اور بوریئے پر کھڑا کردیتا۔ کچھ عرصہ یہ نوبت رہی پھر ایسا ہوا کہ خود بخود وضو کر لیتے۔ اور نماز آہستہ آہستہ آپ پڑھ لیتے۔ اور کوئی بے ضابطگی نہ ہونے پاتی۔ باریافتگان نے ایک روز پوچھ لیا۔ اس قدر محویت و استغراق کا باعث کیا تھا۔ آپکی حالت ایسی ہوگئی تھی کہ اس عالم سے آپکو کچھ واسطہ ہی نہ تھا۔ کھانا پینا تو کجا اوقات نماز بھی آپکو بھولے ہوئے تھے۔ اور بلا امداد دیگرے آپ نماز ادا نہیں کر سکتے تھے۔ اس میں کوئی اسرار ضرور ہونگے یہ استغراق بلا حکمت نہیں ہو سکتا۔

آپنے فرمایا حضور ایسا ہی ہوا۔ گذشتہ ایام میں میرا حال کچھ ایسا ہی تھا۔ کہ مجھے اپنے وجود کی بھی خبر نہیں رہی یہ سمجھ لو کہ نماز ایک صورت میں میرے سامنے موجود ہو جاتی تھی۔ فرض میرے روبرو آکر کہتا تھا کہ میں خدا کا فرض ہوں۔ اور سنت پکارتی کہ میں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ بموجب اظہار فرائض و سنتیں نیت کرتے ہیں اور نماز گذار دیتے تھے۔ کچھ عرصہ یہ کیفیت رہی آخر محویت و استغراق کی وہ حالت نہیں رہی۔ مگر آخر دم تک دنیا سے قطع تعلق ہی رہا۔ دنیا داروں والی بات ایکدن بھی نہیں کی۔ الحمد للہ علی ذالک

ایک چپاتی سے ہنڈیاں آٹا کھایا

اکثر رفقاء و درویشان خاندان مرشد آفاق اس امر واقعہ کی تصدیق کرتے ہیں کہ مرشد آفاق کے گھر میں ہمیشہ عسرت اور تنگی کا ہی دور دورہ رہا۔ خاندان بھر کے پیر اور خادم و درویش بافراغت کھانا نہیں کھا سکتے تھے۔ خصوصاً بال بچے زیادہ پریشان حال رہتے۔ بیبیاں و اطفال تنگی سے گذارے۔ حضرت پیر دستگیر ان سختیوں کو دیکھتے ہوئے

اپنے دل میں ہیبت کرتے تھے۔ ایک روز تو حضرت سے رہا نہ گیا۔ آپ نے گھر کی خادمہ یا دایہ سے پوچھا کہ مائی گھر میں کچھ غلہ اسوقت موجود ہے۔ دایہ جس کا نام مسکن تھا اسنے جواب دیا کہ ہاں ہے۔ مگر زیادہ سے زیادہ بیس یا بائیس سیر ہو گا حضرت نے فرمایا۔ تو اندر جا اور اس برتن کے منہ پر جسمیں غلہ رہتا ہے ایک کپڑا باندھ کر باہر لیتی آ۔ چنانچہ مسکن دایہ نے ایسا ہی کیا۔ ایک چھوٹا سا کپڑا برتن کے منہ پر باندھ کر وہ چاٹی اٹھا لائی۔ اور ڈیوڑھی میں رکھ کر حضرت پیر دستگیر کو بلا لیگئی۔ پیر دستگیر بذات خود وہاں تشریف لیگئے۔ اور چاٹی پر سے کپڑا ہٹا کر غلہ کو ہاتھ سے تلے اوپر کر دیا پھر بدستور کپڑا اس کے منہ پر باندھ دیا۔ اور دایہ سے فرمایا۔ آج سے جسقدر غلہ مطلوب ہو۔ اس چاٹی سے بسم اللہ کہہ کر منہ باندھ دیا کرو۔ مگر یاد رہے کہ یہ بات کسی دوسرے شخص پر ظاہر نہ کرو۔ ہرگز ہرگز

چنانچہ اسیدن سے مائی مسکن نے حسب فرمودہ میراں صاحب عمل کیا۔ جب غلہ کی ضرورت ہوتی۔ جتنا درکار ہوتا اسی برتن میں سے نکال لیتی۔ پھر اسی طرح برتن کا منہ باندھ دیتی۔ تقریباً دو سال اسی طرح گذر گئے۔ چاٹی ضرورت پوری کرتی رہی۔ ایک روز حضرت مرشد آفاق کے دل میں بیٹھے بیٹھے یہ خیال آیا کہ دو برس سے تنگی خرچ کی کوئی آواز میرے کان میں نہیں آئی۔ یا اکثر یہی واویلا رہتا تھا۔ کیونکر گذرتی ہے۔ لہٰذا اگر کوئی ایسی آمدنی تو ہوئی نہیں گھر کے آدمیوں سے آپنے استفسار کیا کہ کیا بات ہے۔ عرصہ سے خاموشی ہے۔ کوئی یہ کہتا نہیں سنا کہ گھر میں دانا نہیں۔ آٹا نہیں۔ مگر بات ٹال دیگئی۔ کسی نے اصل حقیقت آپکو نہ بتلائی۔ چند دن کے بعد پھر آپنے بی بی صاحبہ سے پوچھا کہ کبھی میراں جی تو یہاں نہیں آئے۔ بغیر کچھ الٹ پلٹ جواب دیکر ٹالا گیا۔ مگر بہ اصرار پوچھا گیا۔ تو بی بی صاحبہ نے کل واقعہ بیان فرمایا۔ کہ ہاں میراں جی آئے تھے۔ اور سب حالات ٹھیک ٹھیک بتلا دئیے۔ تب حضرت مرشد آفاق نے کہا کہ وہ برتن تو مجھے دکھاؤ۔ بی بی صاحبہ نے اس چاٹی کیطرف انگلی کر دی کہ وہ چاٹی پڑی ہے۔ حضرت نے آکر برتن اوندھا کیا اور فرمایا کہ یہ برتن تو قیامت تک خالی نہیں ہو گا۔ اور میراں جی سے فرمایا کہ آپ فقیری میں خرابی ڈالتے ہیں۔ یہ فقر و فاقہ جو آپ دیکھتے ہیں اختیاری ہے جبراً نہیں اور ہمیں اس میں کوئی بیقراری نہیں۔ شکایت نہیں۔ یہ دینی اور یقیناً مذہبی و آبائی تنگی ہے اور حضرت رسول صلعم کی فرمودہ۔ ایسی حرکت پھر نہ کریئے گا۔ اس معاملہ میں بہت سی نصیحتیں فرمائیں۔ اور بہت فہمائش کی۔ کہ حضرت میراں صاحب کو بہت پسند آئیں۔ اور اصل یہ واقعہ ایک ذریعہ تعلیم و تربیت ہو گیا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

نفی و اثبات کا ثبوت

یہ واقعہ مولوی غلام حسین صاحب مرحوم کی زبانی ہے کہ ایک روز تھا نیسر میں مجلس سماع مرتب کی گئی تھی بڑے بڑے متبرک اور اچھے اچھے صوفی منش بزرگ شریک مجلس تھے۔ اولیائے کرام مثل موسیٰ طلب حقیقت

قطب دوران غوث زمان الیاس ابن معرفت خضر وادی ہدایت حضرت شاہ ابوالمعانی - و قطب زمان غوث
دوران حضرت پیر دستگیر شاہ بھیکھ قدس سرہ دوسرے از کبائے عصر کہ ایک سے ایک بڑھ کر چراغ شریعت
و شمع دین و دولت تھے - زینت محفل تھے - یا مثل ہی شیخ ابوالفتح مرشدی بنی اسرائیلی - شیخ سوندھا سوہری
اور شیخ ابولاقی - شیخ محمد و شاہ محمد شاہ آبادی و محمد یوسف - شیخ عبدالقادر سنوری وہ شاہ
شمس الدین - کرسی وال - سید عرب سکنہ کہرانہ قدس اللہ سرہم رونق افروز مجلس تھے - غرض جس قدر بزرگ
شریک تھے - ہمیشہ نمونہ بزرگان سلف سبھی اکثر کلمات سلوک و تصوف استعمال کرتے - اور بزرگان گذشتہ
کے اذکار انکی تعریف و توصیف - اولیائے سلف کے کشف کرامات کے قصے بیان کرتے تھے - اسی اثنا
میں شیخ ابوالفتح سرہندی خوش طبعی سے نفی و اثبات کی بحث چھیڑ بیٹھے حضرت مرشد آفاق فرماتے
ہیں کہ یہ بات زبانی جمع خرچ سے کچھ راست نہیں آتی - البتہ مشاہدہ ہو تو درست ہے - مقام جلسہ کے
سامنے ایک گائے بھینس کھڑی تھی - اسکی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ اس حیوان کے کان میں نفی و اثبات
کی مد کھینچی چاہیئے - اگر کلمہ لا پر یہ بھینس تن بیجان ہو کر زمین پر گر جائے - اور جب کلمہ اثبات کی آواز
تن بیجان کے کان میں پڑے - اٹھ بیٹھے - تب جاننا چاہیے کہ نفی و اثبات کا معاملہ درست ہے
مجمع کے اندر جس قدر اصحاب تھے - ہر ایک ان میں سے دعویٰ ہمچشمی رکھتا - اور ایک سے ایک افضل و
اعلیٰ تھا - سب نے یہ سخن ہو کر فرمایا کہ بھئی اس بات کا امتحان ضرور ہونا چاہیے - بعض اصحاب نے بہ تکرار
اس کا اصرار کیا - جب بات زیادہ بڑھی تمام محضر نظر آنے لگے - تو حضرت مرشد آفاق بھری مجلس میں سے
اٹھے اور بھینس کے نزدیک تشریف لے گئے اور ایک آواز اس کے کان میں ڈالی - بھینس آواز کان میں پڑتے
ہی مثل بے جان زمین پر دھڑام سے جا پڑی - دیکھا گیا تو وہ اپنی جان جان آفریں کے حوالے کر چکی تھی
دوسری جب الا اللہ کا کلمہ آپ نے اس کے کان میں کہا بمجرد سنتے ہی اس آواز کے قدرت خالق
ارض و سموات سے بھینس زندہ و سلامت موجود تھی - اٹھ کے کھڑی ہو گئی - اور چرنے لگی - اس
واقعہ کو ملاحظہ فرمانے والے جس قدر بزرگ شامل جلسہ تھے سب کے سب نے زبان صفات و ثنا پیشوایان
سبیل طریقت و قافلہ سالاران طریقت معرفت حضرت شبلی و جنید کے کھولی - سب نے ہمزبان فرمایا کہ ان سے
اس قسم کے خوارق عادت بیشمار ظہور میں آ چکے ہیں - ایسا شبلی و جنید سے بزرگ کہاں ؟
اس جلسہ کی گفتگو سے حضرت پیر دستگیر کی طبع میں ایک جوش سا اٹھا - حضرت نے
باواز بلند فرمایا کہ زمانہ شبلی و جنید ایسے بزرگان سے خالی نہیں رہتا - خالق کون و مکان کی مخلوق میں
اب بھی بہت شبلی و جنید موجود ہیں - اس قسم کی بہت سی باتیں آپ نے فرمائیں - ان باتوں سے مجلس میں جنبش

وجدان شروع ہو گیا اور بہت سی آوازوں سے مجلس میں شور برپا مچ گیا جب مجلس میں ایک ہنگامہ سا بپا ہو گیا اور کان پڑی آواز نہ سنائی دیتی تھی۔ حضرت مرشد آفاق نے حضرت پیر دستگیر کا ہاتھ پکڑا اور کھینچ کر آپ کو بٹھلا دیا۔ فرمایا بھائی اب ان باتوں کو ختم کرو۔ حضرت کا یہ فرمانا تھا کہ تمام حضار مجلس خاموش ہو گئے۔ اور مجلس پھر قطعی چپ ہو گئی۔ تب آپ نے یہ سندھی کا دوہرہ طبع زاد خود فرمایا۔

دوہرہ بھیکھا نکھ سکھ سا ہی۔ ردھم ردھم تن ناتھ ہے ری تا ہیا۔ ہوئی ناہنہ رسی ہونی ہی ہونی ناہنہ

سب کچھ چھین لیا

زبدۃ السالکین میاں قطب الدین نواسہ والا قدر صاحبزادہ شاہ محمد باقر قدس سرہ کی زبانی ہے۔ کہ حضرت پیر دستگیر حضرت مرشد آفاق سے رخصت ہو کر جب پہلی منزل پر قیام فرما ہوئے۔ تو رات کے وقت تو رات کے وقت اس مقام کا رئیس ماش کی روٹی اور ماش کی دال حضرت کیلئے حاضر لایا۔ حضرت نے جب اسے تناول فرمایا۔ تو کھاتے کے ساتھ ہی تجلیات شریعت و طریقت سب غائب غلہ ہو گئے۔ اور آپ خالی خولی رہ گئے۔ پھر کیا تھا۔ روتے دھوتے وہیں سے الٹے پاؤں پھر حضرت آفاق کے قدم میں آ پہنچے یہاں اور تماشہ ہوا کہ مرشد آفاق نے کوئی توجہ نہ فرمائی۔ آپ اور زیادہ مشوش اور رنجیدہ خاطر ہوئے رات کو جب کھانے کیلئے آیا۔ تو وہی ماش کی روٹی اور ماش کی دال۔ حضرت پیر دستگیر نے تو اسے دیکھتے ہی واویلا کیا کہ میں تو یہ نہیں کھاتا۔ یہ دال روٹی تو ڈاکو ہے۔ کل اسی نے مجھے لوٹا ہے۔ اب تو میں اسے چھونا بھی پسند نہیں کرتا۔ مرشد آفاق نے فرمایا میاں یہ فقیر کے گھر کی دال روٹی ہے۔ اس میں کچھ ضرر نہیں۔ بلکہ یہ فائدہ دینے والی چیز ہے۔ کھا کر تو دیکھو۔ گھبراؤ نہیں۔ بلا وسوسہ اس کو نوش کرو۔ خدا کی رحمت پر خیال رکھو۔ چنانچہ حضرت نے تناول فرما لیا۔ کھاتے ہی سینہ مبارک انوار و تجلیات سے منور ہو گیا۔ پھر اپنے گم شدہ مطالب حاصل ہوئے۔ اور آپ بہ رضا و رغبت مرشد آفاق سے رخصت ہوئے اور گھر شام شریف کا راستہ لیا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

ایسا ہے ایسا چھوڑا نہیں

ایک دفعہ حضرت مرشد آفاق کے دل میں خیال ہوا کہ نواح کے دیہات اور قریب قریب کے گاؤں کی سیر کرنی چاہیئے۔ اور اپنے ہمراہیان کو دس گیارہ اور گاؤں میں بھی سیر کرنا چاہیئے۔ چنانچہ آپ ایک گاؤں میں تشریف لیگئے۔ وہاں کا نمبردار اور گاؤں کے لوگ پیر کا ایسے ہو گئے۔ درویشوں سمیت ایک بھاری جماعت ہو گئی۔ سب مل ملا کر ایک پیلیٹ پر جہاں انگنت پیلے تھے گئے۔ زمینداروں نے گنے۔ اس اور

گوڑ باضرابط لاکر نذر پیش کیا۔ اسی وقت ایک زمیندار اپنے بیلوں کو جو نو آموز تھے اپنے کام میں لگانے کیلئے سکھلا رہا تھا۔ بلند آواز سے گا گا کر سنا رہا تھا چنانچہ تیلی لوگ خود تصنیف راگ گاتے ہوئے جب بیلوں کو جوڑتے ہیں۔ اس رول او بشدر سیا بیل چپ چاپ چلا جاتا ہے۔ اسی طریق سے زمیندار بھی بیلوں کو کچھ خوش الحانی سے گا کر سنا رہا تھا۔ مگر اس کی آواز کچھ غیر معمولی موزوں اور خوش آیند تھی۔ اتفاقاً اس زمیندار کے کسی بیل نے کوئی ناواجب حرکت کی اور زمیندار نے غصہ میں سے لٹھ بیل پر مارا زمیندار کی حرکت سے حضرت پیر دستگیر نے آہ کھینچی۔ بیقرار ہوکر ایسی حرکت کی کہ ایک دیوار پر بیٹھے تھے اسپر سے جو گرے تو اس کڑھاؤ میں جس میں رس پک رہا تھا۔ دعائیں سے اس میں گر گئے۔ رس زور شور سے پک رہا تھا۔ موجودگان کے ہاتھوں سے طوطے اڑ گئے۔ اور سب کی گھگی بندھ گئی۔ سب نے مل کر فوراً آپ کو کڑھاؤ سے باہر نکالا۔ چونکہ رس چاشنی کی صورت پکڑ چکا تھا۔ گاڑھا سا ہو گیا۔ حضرت کا پیراہن آلودہ ہو گیا۔ لوگوں نے پیراہن اتارا۔ دیکھا تو وہ لٹھ جو زمیندار نے بیل پر مارا تھا۔ اس کا نشان موجود ہے پکے ہوئے رس نے کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ وہ پکتا ہوا رس برف سا سرد تھا۔ دیکھنے والے نہایت حیرت زدہ تھے۔ تب جرأت کر کے بعض نے پوچھ ہی لیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ پوچھتے کیا ہو۔ وحدت وجود کا ثبوت یہ ہے۔ وحدت وجود اسے کہتے ہیں کہ کل دنیا کو اپنا ہی وجود سمجھے۔ ہندو ہو یا مسلمان۔ چوہڑا ہو یا چمار گبر ہو یا عیسائی۔ بلکہ حیوان ایک خالق کی مخلوق ہے۔ ایک ہی آب و گل پھر فرق کیا ہے۔

چنانچہ کتاب فوائد الفواد میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ ایک بزرگ نے فرمایا تھا کہ میرے سامنے اگر کوئی شخص روٹی کھاتا ہے تو لقمہ میرا پیٹ حلق کے اندر پاتا ہوں گویا میں خود کھانا کھاتا ہوں۔ حاضرین میں سے ایک بول اٹھا۔ ایسا ہی کہتے ہیں کہ شیخ ابو سعید کے سامنے شیخ ابوالخیر رحمت اللہ علیہ تھے۔ ایک سخت ضرب ایک عورت کی کمر پر ماری گئی۔ جب وہ ضرب عورت کے لگی تو حضرت ابو سعید نے آہ و فغاں کیا کہ چوٹ ان کے لگی ہے۔ موجودگان نے یہ ناممکن خیال کیا۔ مگر شیخ نے اپنی کمر برہنہ کی اور سبکو دکھلایا۔ تو واقعی ضرب کا ویسا ہی نشان آپکی کمر پر تھا۔ جیسا مضروبہ عورت کے سر پر۔ لوگوں نے سلطان المشائخ سے پوچھا کہ یہ کیونکر ممکن ہے۔ ہم تو اس کے سمجھنے سے قاصر ہیں ضرب کسی کے لگے۔ اور نشان دوسرے کے جسم پر کیسے ہو جائے۔ اسکی حقیقت کیا ہے۔ تو آپ نے جواب میں شیخ نے فرمایا کہ جب روح پر فتوح اپنے کمالات میں پوری ہو کر قوی ہو جاتی ہے۔ تو قالب کو بھی جذب کر لیتی ہے۔ اور جب قالب قوی ہو جاتا ہے۔ تمام قالب کو اپنے رنگ میں رنگ کر جذب کر لیتا ہے۔ پس اس حکم سے جو اتحاد قلب پر اثر ڈالتا ہے۔ اس سے لازم آتا ہے کہ وہی اثر وجود میں ظاہر ہو۔ یہ نقل

کتاب فوائد الفوائد سے بطور سند نقل کیگئی ہے۔ تاکہ منکرین اور وحدت وجود کے مخالفوں کو اس سے یقین دلا دیا جائے اور انکو کچھ گنجائش نہ رہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

روزینہ کی قلیل رقم سے بسر اوقات

یہ سچی بات ہے۔ کہ حضرت مرشد آفاق کثیر العیال تھے۔ اور درویش آپکے پاس اس کثرت سے جمع رہتے کہ مکان بھی ان کیلئے ناکافی ہوتا۔ اس کثرت میں لازم تھا کہ گذارہ بہ تنگی ہو۔ اور بسبب قناعت کھانا نہ ملتا۔ حضرت داؤد قدس سرہ نے نظر بہ کثرت عیال و وابستگان و زیادہ اطفال پیدا ہوتے ہوئے اپنی سرکار سے دو روپے روزینہ آپکا مقرر کرا دیا تھا۔ اور یہ دو روپے روزینہ آپ کا مقرر کرا دیا تھا۔ اور یہ دو روپے روزانہ بلا ناغہ پہنچا دیا کرتے تھے۔ ان روپیوں سے جسقدر غلہ اور کھانے پینے کی چیزیں مل جاتیں لے آتے۔ اور ان سے جس قدر کھانا تیار ہوتا۔ حصہ رسدی سب کو تقسیم کر دیا جاتا۔ یوں ایام گذاری ہوتی جاتی تھی۔ اتفاقاً ایسا ہوا کہ حضرت شیخ داؤد کے دل میں کچھ سمائی ایک دن علی الصباح صبح کی نماز سے فراغت پا کر وہ اپنے حجرے میں داخل ہوگئے۔ حجرے کی زنجیر خوب مضبوط کر کے لگالی۔ اور دو سال کامل اس زنجیر کو نہ کھولا۔ اس دو سال کی مدت میں انہوں نے ایک قطرہ پانی یا ایک چمچہ آش اپنے حلق سے نیچے نہ اتارا۔ قطعی بے آب و دانہ دو سال گذار دیئے۔ جب کوئی متعینہ مدت گذر گئی۔ تو اپنے حجرے کا دروازہ کھول دیا۔ اور ارشاد فرمایا کہ تمام احباب کو بلاؤ اس عرصہ دو سال کے اندر جو واقعات اور واردات ظہور میں آئی ہوں ایک ایک بیان کریں۔ چنانچہ صاحبان حال و قال مثلاً شیخ عبد القادر بسوڑی۔ سید غریب ساکن کیرانہ۔ شیخ سونہا امبری۔ وہ شاہ محمد شاہ آبادی نے اپنے اپنے حالات حضور میں عرض کیئے۔ جب نوبت حضرت مرشد آفاق کی پہنچی۔ تو دریافت فرمایا کہ آپ کا کیا حال ہے۔ آپ کے معاش کی کیا رہی۔ اور گذر اوقات کیسے رہتی ہے۔ کیس وہ دو روپے جو میں نے اپنی سرکار سے مقرر کرا رکھے تھے۔ وہ تو میسر نہیں ہو سکے تھے۔ مجھے یہ حال بتائیے۔ حضرت مرشد آفاق نے فرمایا کہ وہ روپے تو اسی روز بند ہوگئے جس روز آپ داخل حجرہ شریف ہوگئے۔ مگر اپنے مرشد کامل کی توجہ سے نہایت عمدہ گذر بسر ہوئی۔ وہ یہ کہ اس فقیر کے گھر کے صحن میں گڑھی ہیں جس میں شالی کوٹی جاتی ہے۔ اور دو چکیاں ہیں جن میں آٹا پیستا ہے اکثر ڈوگر اور گوجر شالی کوٹنے ہمارے گھر آجاتے۔ اور اکثر ان کی عورتوں کا یہ دستور ہو گیا تھا کہ بلا ناغہ ہمارے ہاں آکر آٹا پیستیں۔ ہم لوگ شالی کوٹنے اور چکیوں پر جو ذرہ گر گیا دیگر تنکا وغیرہ جمع کر لیتے یعنی بھوسی وغیرہ۔ اور چکیوں میں جو کچھ باقی رہ جاتا۔ اور آٹے کا تنکا پانس یعنی بورہ اور اخشار یہی کوٹ کے کھاتے

جو ادھیلوں چکیوں کے پاس پڑا رہجاتا۔ مالکوں سے اسکی اجازت لیکر اپنی پیٹ پری کا سامان مہیا کر لیتے۔ اور اسے چکیوں میں سے نکال کے گویا دوبارہ میں چھان کے اسکی روٹیاں پکاتے۔ خود کھاتے اور اپنے وابستگان کو بھی وہی کھلاتے۔ اور ہزار دن شکر اس رازق عالم کا کرتے جو کہ بیٹھے بٹھائے بلا منت غیرے ہم لوگوں کو ہماری روزی بہم پہنچاتا تھا۔ اس کا شکر کرتے تھے۔ وہ ایام صبر و شکر سے نہایت اچھے گذرے۔ آنحضرت نے نہایت تحسین و آفرین کی اور فرمایا کہ آپ شاہ میانہ معرفت الٰہی کے ہیں ایسا جہاد کسی بزرگ سے ظہور میں نہیں آیا۔ ہاں وہی ایسا جہاد کرتا ہے صابر و شاکر ہوتا ہے جس پر اس رحمن کی نظر رحم و عنایت ہو وے۔ حضرت مرشد آفاق کا یہ دستور تھا کہ فاتحہ دوم یا سوم کے بعد جو کچھ نقد میسر آتا۔ اس زر نقد کی شالی خادموں کی معرفت بازار سے خرید لیتے۔ خادم جب وہ شالی خرید کر لاتے تو عرض کرتے کہ حضرت اسقدر شالی آئی ہے۔ آپ فرماتے کہ اس شالی کو چھڑ لیں اور جب چاول نکل آویں تو نقد۔ پانسیر عمدہ صاف چاول علیحدہ اس میں سے نکال کر رکھ لیں۔ باقی جو چاول بچیں اسے پکائیں اور جس قدر کسی کے حصے میں آوے شوق سے کھا دیں۔ وہ پانسیر شالی یا چاول آئے گئے مہمان کا حصہ تھا۔ جب کوئی مہمان آتا۔ ان کے کام میں آجاتے۔ فرمایا کرتے کہ مہمان کو حضرت رسول صلعم نے بہت عزیز خیال فرمایا ہے۔ پس عمدہ چاول مہمانوں کا حصہ ہے۔ چونکہ سنت نبوی صلعم ہے۔ اسپر عمل ضروری ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

فصل چہارم

دربیان ریاضات و مجاہدات حضرت پیر دستگیر قدس سرہ۔ یعنی پیش از خلافت یعنے بعد از ان احوال سوز و مستی و ہمیت قتا

ایسا بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت پیر دستگیر خدمت عالی متعالی حضرت مرشد آفاق

جوانا مرگ سے بعد حصول اجازت و خلافت علم باطن رخصت ہوئے۔ چند روز تک مستی و شورش و جنوں کی سی حالت آپ پر غالب رہی۔ آپ کے ذہن مبارک سے کچھ جاری رہا۔ آپکو آبادی سے نفرت اور بیزاری رہی۔ کسی سے آپ کو محبت والفت نہ تھی۔ بلکہ ہر شخص سے نفرت فرماتے تھے۔ اور سب سے دور بھاگتے تھے۔ جب تین یوم اس حالت میں گذر چکے تو چوتھے روز آپ مسجد میاں فاضل محمد تالاب تنگو میں جو قصبہ گھر غلام شریف کے اندر واقع ہے براہ راست پہنچ گئے اور جاتے ہی یاد الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ اس زمانے میں ایک شخص نے آپکے روبرو خوش الحانی سے گانا شروع کر دیا۔ آپ نے اسے منع فرمایا

اور فرمایا کہ فی زمانہ شغل میں نغمات اور گانا سننے سے اس فقیر کے اصل شغل یعنی یاد الٰہی میں خلل واقع ہوتا ہے۔ اس شامت زدہ انسان نے حضرت کے اس حکم کی پرواہ نہ کی۔ اور برابر گائے چلا گیا۔ اور اپنے سر پر جو پگڑی باندھے ہوئے تھا اسکو کبھی اتارتا اور پھر باندھتا رہا۔ حضرت کے مزاج میں اسکی ان حرکات ناشائستہ سے برہمی پیدا ہوئی۔ اور اسکی نافرمانی ناپسند آئی بے اختیاری میں آپ کی زبان سے یہ کلمہ نکل گیا۔ "جوانان مرگ باز نہیں آتا" بیہودہ گائے چلا جاتا ہے" قدرت الٰہی سے دو دن کے اندر اس نامراد آدمی نے رخت ہستی اس جہان فانی سے اٹھا لیا اور چلتا ہوا۔ آپ اسی روز مسجد سے نکل کھڑے ہوئے ایک غلیل ہاتھ میں لے لی اور شغل شکار میں مصروف ہو گئے۔ اس شغل میں مصروف تھے کہ ایکدن ایک پرند کی زبان سے نکلا۔ کیوں جی میراں جی اپنی جان کے فایدے اور زبان کے ذایقے کیلئے بیگناہ پرندوں کی جان مارتے پھرتے ہو۔ آپ کا یہ فعل خدا پرستی کے اصولوں سے بیگانہ ہے۔ یہ بات سنتے ہی آپ نے اپنی غلیل کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ اور شکار کا شغل ترک کر دیا۔ اور جنگل سے واپس آ گئے اور ایک مسجد میں جس کے صحن کے اندر بڑ کا پڑا تنومند درخت ایستادہ ہے تشریف لائے اور یاد الٰہی میں مشغول و مستغرق ہو گئے۔ نیز بیان کیا جاتا ہے کہ شاہ قاسم صاحب کی خدمت میں تشریف لیگئے۔ پھر وہاں سے رخصت ہو کر باہر تکیہ اسی درویش میں جسکا ذکر کہیں پہلے آ چکا ہے۔ جس نے کمالات پیر دستگیر معاینہ کئے تھے۔ وہ علم کیمیا کا بہت ماہر تھا رہائش اختیار کی۔ ایک دن اس درویش نے آپکی خدمت میں عرض کیا تھا کہ اکثر آپ کو اخراجات کی ضرورت رہتی ہے۔ اور نہیں کو پوشش اور جسمانی ضروریات کیلئے روپیے کی خواہش رہتی ہو۔ اسلئے میں آپکو ایک نسخہ بتلائے دیتا ہوں۔ آپکو چاہیئے وہ نسخہ یاد رکھو۔ اور جب کوئی زیادہ ضرورت پیش آئی بنا لیا۔ اور اپنا کام چلا لیا۔ چنانچہ مجھے بتلا دیا۔ اور میں نے یاد کر لیا۔ مگر فقط ایک دفعہ اس نسخے سے کام لیا کہ ایک پاجامہ اس نسخے کے ذریعہ سے بنایا تھا۔ دوسری دفعہ نہ جیسے ضرورت ہوئی اور نہ میں نے کبھی سونا یا چاندی بنانے کا خیال کیا۔ بلکہ اس فعل سے مجھے عمر بھر نفرت ہی رہی ہے۔

مذکور ہے کہ جس مسجد میں حضرت کا قیام تھا وہ نہایت کہنہ اور کئی جگہ سے منہدم تھی۔ کہیں بیٹھنے کو بھی جگہ نہ تھی۔ کوئی گنجائش نہ دیکھ کر آپ نے ایک محراب کے تلے بسیرا کر لیا۔ تمام صحن کو شاہجہانی درخت بڑ نے گھیر رکھا تھا۔ بڑے بڑے تنے جگہ جگہ پھیلے پڑے تھے۔ اسپر جو جانور بیٹھتے اور بیٹیں کرتے اس سے تمام صحن مسجد آلودہ اور غلیظ ہو جاتا۔ اگر خود صحن میں بیٹھ جاتے تو تمام پارچات بیٹوں سے لت پت ہو جاتے۔ ایکروز آپکے دل مبارک میں خیال آیا کہ اگر بانی مسجد

اس درخت کے تنے کو اڑا لے مسجد کی چھت کو درست کردے تو بہت اچھا ہو۔ شاخ تراشی درخت سے پرندے فرش پر بیٹ نہ کریں گے۔ اور ہر وقت فرش جو غلیظ رہتا ہے محفوظ رہے گا۔ مسجد تعمیر ہو جائے تو نہایت عالیشان مسجد ہے۔ جو بحالت موجودہ ویران نظر آتی ہے۔ اس خیال کے بعد آپ باہر تفریح طبع کیلئے ٹہل رہے تھے۔ بالکل سکون تھا نہ ہوا تھی نہ آندھی کبھی جنبش و طلاطم کے بغیر اراراراد دھوں درخت زمین پر الٹے منہ گر گیا۔ جب آپ مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا مسجد کا صحن تمام لکڑیوں وغیرہ سے بھرا پڑا ہے۔ آپ نے وہ سب کوڑا کرکٹ اٹھوا دیا۔ جب بانی مسجد آیا تو اس نے بیان کیا کہ میری آرزو تھی کہ یہ درخت خود بخود گر جائے۔ ورنہ اسے کٹوا دوں گا۔ اور مسجد کو از سر نو تعمیر کروں گا۔ چنانچہ قدرت الہی سے درخت تو آپ سے آپ گر گیا ہے۔ مسجد کی تعمیر شروع کرا دیگئی۔ اور تھوڑے دنوں میں مسجد بقعہ نور نظر آنے لگی۔ وہی مسجد ہے جو آج تک شامل مقبرہ حضرت میراں صاحب ہے۔ وہ حجرہ بھی موجود ہے جو حضرت کے ایما سے تعمیر ہوا تھا۔ آج تک یہ سب کچھ موجود ہیں۔ الحمد للہ علی ذالک

بابا بھولا ناتھ جوگی

بابا بھولا ناتھ ایک جوگی تھے۔ جو حضرت پیر دستگیر کے مقرب مرید اور واقف اسرار خفی وجلی تھے۔ اکثر اوقات حضرت کی خدمت میں رہتے۔ گیان دھیان کی باتیں کرتے۔ باہمی محبانہ و مشفقانہ تعلقات تھے ایک روز باہمی ذکر اذکار ہو رہے تھے کہ حضرت پیر دستگیر نے ایک اپنی سرگذشت یوں بیان فرمائی۔ کہ بموجب حکم مرشد آفاق میں زیارت پیران پیر قطب فلک طریقت آفتاب سپہر معرفت کعبہ ارباب دین۔ قبلہ اہل یقین حضرت خواجہ معین الحق والدین قدس سرہ العزیز سے مشرف و مستفید ہوا۔ جناب مرشد آفاق سے امر ہوا کہ جاؤ پہاڑ کی سیر و سیاحت سے فائدہ اٹھاؤ۔ بینے تعمیل ارشاد کی انگلی جان و دل پر رکھی اور چل دیا۔ اسی روز میں نے چالیس کوس کے قریب منزل طے کی۔ لیکن اس قدر مسافت طے کے اندر کوئی نشان آبادی کا نہ پایا۔ اور کسی انسان کی شکل بھی نظر آئی۔ حتی کہ کوئی جانور چرند نہ پرند مجھے دکھائی دیا۔ میں حیران تھا کہ عجیب وادی اور بے آبادی ہے کہ یہاں انسان نہ حیوان کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ اس خیال میں تھا کہ ایک پہاڑی پر جا پہنچا۔ اور میں نے دیکھا کہ ایک بزرگ ایکطرف کھڑے ہیں۔ جب انکی ہی نگاہ مجھ پر پڑی۔ تو اس بزرگ نے فرمایا دور باش۔ فقیر نے عرض کیا کہ یا حضرت میں غریب ہوں۔ نہایت درماندہ اور مسافر ناچار از وطن دور افتادہ پہلا رات ہونے والی ہے۔ کوئی جائے آرام نہیں۔ سفر کا تکان شدید ہے۔ کوئی قیام گاہ یہاں دور دور تک نہیں

اور نہ کوئی انسان یا حیوان دکھائی دیتا ہے اسلئے اور پریشانی ہے۔ تازہ وارد اس طرح سے ناواقف
ہوں ۔ میری دستگیری فرمائیے۔ ان بزرگ نے وہاں سے دور کھڑے ہوئے ایک درخت کیطرف
اشارہ کرکے فرمایا کہ وہاں جاؤ اور اتر پڑو۔ دیکھا جائے گا۔ میں اشارت کے مطابق درخت کے نیچے گیا
اور بیٹھ گیا۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک طرف سے ایک شیر نمودار ہوا ہے۔ بکریوں کا گلہ اس کے پیچھے ہے
ساتھ ہی ایک بزرگ ہیں۔ وہ بھی درخت کے تلے آکر سستائے۔ بکریوں کو بزرگ نے جگہ بہ جگہ باندھا
اور میرے پاس بیٹھ گئے۔ پھر انہوں نے بکریوں کا دودھ نکالا۔ پھر اس دودھ میں کچھ پکایا۔ اسے دو پیالوں
میں نکالا۔ ایک پیالہ اس بزرگ نے اس فقیر کیطرف بڑھایا۔ فقیر نے شکریہ سے قبول کیا۔ ایک پیالہ خود
نوش فرمایا۔ بقیہ اس شیر کو کھلایا۔ جو بکریوں اور بزرگ کیساتھ مجھے دکھائی دیا تھا۔
جب زیادہ رات ہوئی ایک طرف کو میں لیٹ گیا۔ ایک طرف وہ بزرگ اور شیر۔ بکریاں اپنی اپنی جگہ
بندھی رہیں۔ جب صبح نمودار ہوئی: میں پھر تو اپنی منزل مقصود کیلئے آگے کو روانہ ہو گیا۔ اور گذشتہ دن
کیطرح میں نے چالیس کوس کی مسافت طے کر لی۔ اس منزل میں بھی مجھے نہ کوئی خدا کا بندہ دکھائی دیا۔
اور نہ میں نے کوئی آبادی کا نشان پایا اور طیور یا وحشی کی قسم سے میری نگاہ میں آیا۔ جب چلتے چلتے دن
آخر ہو گیا۔ تو میں نے پھر ایک بزرگ اپنے سمت دور دیکھا۔ اس بزرگ نے دور سے ہی مجھے تاکا۔ اور بآواز
بلند ندا کی کہ تو کون ہے۔ یہیں ٹھہر جا۔ میں وہیں ٹھٹھک کر رہ گیا۔ اور وہیں یہ فقیر بیٹھ گیا۔ ویرانہ
جنگل ہو کا عالم تھا۔ کوئی کھانے پینے کی قسم سے کوئی شے وہاں دکھائی نہیں دیتی تھی۔ لیکن جب
افطار روزہ کا وقت آگیا تو ان بزرگ نے خود بخود مجھے میری خوراک کے مطابق مجھے کھانا عطا کیا
کھانا کیا تھا۔ ایک نعمت تھی۔ اور ایسی لذیذ و خوش ذائقہ کہ عمر بھر پھر مجھے ایسا خوش مزہ کھانا نصیب
نہیں ہوا۔ وہ لطف عمر بھر مجھے بھول نہیں سکتا۔ میں نے خوب شکم سیر ہو کر کھایا۔ اور کھانے پینے کے بعد
نہایت خوشی سے سو رہا۔ رات گذر گئی اور صبح کے آثار دکھائی دیئے علی الصباح ان بزرگ نے فرمایا
کہ فرمان فرمودہ کعبہ ارباب دین قبلہ اہل الیقین حضرت خواجہ معین الحق والدین قدس سرہ العزیز دل و
جان سے قبول کیا۔ آپ آگے آگئے اور میری زبان چل گئی۔ میں نے بلا تامل دنیا ہی کیا۔ تب ان بزرگ
کا فرمان تھا کہ "تا قیامت تیری عظمت و صولت کا نقارہ شرق سے غرب تک بجتا رہیگا۔ اس نقارہ کا
آوازہ کم نہیں ہوگا۔ زیادہ سے زیادہ بلند اور اونچا ہوتا جائیگا۔ جب سے میری زبان چل ہی گئی۔ میری
آنکھوں کے آگے سے جس قدر حجاب تھے تمام دور ہو گئے تھے۔ ایسے ایسے انوار و تجلیات دکھائی دیئے گئے
کہ ان کا بیان کرنا ممکن نہیں۔ پھر فرمایا کہ آپکو رخصت ہے۔ جائیے تشریف لیجائیے۔ میری طرف سے اپنے پیر کو

جب جالو سلام پہنچا ہو - یہ حقیر ان بزرگ کے حکم پر وہاں سے رخصت ہو گیا - اور منزل مقصود کی راہ لی -
خوش و خرم شاداں و رواں طے منازل کرتا ہوا حضرت اجمیری کی خدمت میں حاضر ہوا - آنحضرت کی آستاں
بوسی کر کے اور آنجناب کی زیارت سے مشرف ہوا - آنجناب سے بھی اجازت ملی - اور ارشاد ہوا کہ اپنے پیر
سے ہمارا سلام کہنا - یہ فقیر موجب حکم اقدس روانہ ہو لیا اور منزل بمنزل اپنے وطن مالوفہ میں پہنچ گیا - اور سب
سے اول جبین نیاز آستانہ بارگاہ حضرت مرشد آفاق پر آکر گھسی اور دولت دیدار سے مالامال ہوا - تحفہ
سلام و پیام حضرت کی خدمت اقدس میں پیش کیا - اور صلوٰۃ آں رسول سرور کائنات صلعم کو پہنچایا -
اور نہایت خوش ہوا - ایسا خوش تھا کہ پھولا جامہ میں نہیں سماتا تھا - الحمد للہ علی ذالک

نقل - وہی مسجد جسکا ذکر اوپر مفصل ہو چکا ہے - اس میں ایک کنواں تھا - ایک شہتیر اس کنوئیں کے
قطر میں ڈالا ہوا تھا - پیر دستگیر ہمیشہ اپنی پسند کی کا وقت اس شہتیر پر گذارتے - اور یاد الہی شہتیر پر
بیٹھ کر کرتے - اپنے نفس سے مجادلہ ذہنی ہوا کرتا - اور نفس کو مطلع کرتے کہ خبردار ہوشیار رہنا - اگر ذرا
غفلت کی تو نیچے کنواں ہے - اس میں گرے گا - اور گرتے ہی ہلاک ہوگا - اگر درستی سے طریق عبادت و
عبودیت بجا لایا تو علی الصباح تجھے پوری آسائش و آرام حاصل ہوگا - اور جب روز روشن ہو جاتا تو اپنی
گودڑی سینے میں مصروف ہو جاتے - اگر یہ کام نہ ہوتا - تو جنگل کی سیر کے حیلے سے صحرا کو تشریف لیجاتے -
اتنے میں رات ہو جاتی - دن تو یوں ٹل گیا - شب کو پھر وہی مجادلہ شروع ہوتا - کہ خبردار نیچے کنواں ہے
ہوشیار رہنا ہوگا - ایک مدت اسی طرح گذر گئی - دن کو بدستور گودڑی دوزی رات کو شہتیر اور میراں جی -
ایک لمحہ آرام و آسائش نہیں فرمائی - آنکھیں خواب کو ترس گئیں - لیکن آرام و راحت کا خواب بھی نہ دیکھا
جسم بے آرامی سے نحیف ولاغر ہو گیا مگر آرام کو خواہش کو نزدیک نہیں آنے دیا - یہ تھے بزرگان سلف اور
یہ تھے ان کے کارنامے - یہاں دنیا بھر کے عیش و آرام مہیا ہیں - شب و روز عیش و راحت سے
گذارتے ہیں - نمونہ کیلئے ملاحظہ ہوں ذیل کے اشعار

صبح تو جام سے گذرتی ہے　　شب دل آرام سے گذرتی ہے
عاقبت کی خبر خدا جانے　　اب تو آرام سے گذرتی ہے

پھر بھی شکر گذار نہیں - الحمد للہ علی ذالک (مترجم)

نقل ہے - جس وقت حضرت شاہ پیر دستگیر حضرت مرشد آفاق سے ارادت لائے - تو یہ خبر دور و نزدیک مشہور
ہو گئی - حضرت برہان العارفین حجۃ الواصلین شیخ محمد زبیدگی جو آفتاب سپہر شریعت بدر افلاک طریقت برگزیدہ
حضرت رب المعبود حضرت شیخ داؤد بندگی کے حقیقی بھائی تھے - ان کو بھی اس واقع سے آگاہی ہوئی -

انہوں نے حضرت آفاق کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ سنتے ہیں - سادات سیوانہ میں سے ایک صاحبزادہ صاحب
آپکے پاس بہ نیت مریدی تشریف لائے ہیں - ان صاحبزادہ کا شوق دیدار بہت غالب آیا ہے - کمال
اشتیاق ہے - البتہ اگر ان صاحبزادہ کو آپ یہاں بھیجدیں کمال مہربانی ہے - مرشد آفاق نے حضرت
پیر دستگیر کو بھیجنے کا ارادہ کیا - فرمایا سید ہے گنگوہ جانا ہوگا - حضرت پیر دستگیر نے عرض کیا - بندہ تابع
فرمان ہے - جو حکم ہو تعمیل کروں گا - چنانچہ انبہٹہ سے گنگوہ کو روانہ ہو گئے - پانچ کوس کا فاصلہ تھا -
جس وقت پیر دستگیر وہاں وارد ہوئے - اسی وقت سعادت قدمبوسی حاصل کی - حضرت بندگی نے نہایت شفقت
عنایت کی - خیر و عافیت پوچھی - عرض کیا گیا حضرت پیر کی توجہ سے راضی و خوش ہیں - حضرت تعظیم بجالائے
اور تادیر خاموش بیٹھے رہے - کوئی اور گفتگو فی مابین نہیں ہوئی - کچھ وقت حاضر خدمت رہ کر پیر دستگیر نے
اجازت چاہی - رخصت ہوئے اور حضرت مرشد آفاق کی خدمت میں آ حاضر ہوئے - جو کچھ واقعہ ہوا تھا
کل روئداد حضرت کی حضور میں عرض کی - دوسرے دن حضرت شیخ محمد بندگی نے اپنے ہمشیرہ زادہ کے
ہاتھ ایک تحریر بھیجی - جس میں مبارکباد درج تھی - اور لکھا تھا کہ آپ کے دام میں ایک شاہباز الٰہی
آگیا ہے - آپکو ہزاراں ہزار مبارک ہووے - مگر مبارکباد خالی خولی نہ جائے بلکہ واجب ہے کہ آپ کچھ شیرینی
تقسیم کریں - اس تحریر سے حضرت نہایت مسرور ہوئے اور ہزاروں ہزار شکر پروردگار بجالائے -

تمام ضروریات ترک

قدوۃ الواصلین میاں رستم خاں، شیخ موسیٰ و حاجی ہیبت اللہ و جان محمد و رحمت اللہ کہ بھائی اور
یار غار حضرت کے تھے - ان کی زبانی ہے کہ حضرت مرشد آفاق کی بیعت کے بعد جب آپ رخصت ہونے لگے تو فرمایا
کہ گھر جا کر ایک جگہ قیام کرکے یاد الٰہی میں مشغول ہوں ہرگز یہاں آنے کا قصد یا ارادہ نہ کریں - جب
موقعہ ہوگا ہم خود وہاں آجاویں گے - چنانچہ آپ بموجب فرمان مسجد کے اندر قیام فرماتے تھے - اور شب و روز مشغول
و مستغرق یاد الٰہی - شام سے صبح اور صبح سے شام وہیں ہو جاتی - صبح سے بیٹھے ہوئے نماز ظہر کیلئے اور نماز
ظہر سے فراغت پاکر عصر تک برابر اندر ہی رہتے - نماز پنجوقتی با جماعت ادا فرماتے - مسجد اور حجرہ کے درمیان یا
مابین ایک دریچہ واقعہ تھا - تکبیر کی آواز جب آپکے کان میں پڑتی حجرہ سے نکلکر شریک جماعت ہو جاتے - فرض
ادا کئے اور سنتیں پھر داخل حجرہ ہوکر پڑھتے - اتنا ملتا ہے کہ ان ایام میں شب و روز ذکر بالجہر چالیس ہزار
مرتبہ کیا کرتے - نظام الدین نامی چوڑی فروش آپ کا دینی بھائی تھا - اس شخص سے رابطہ اتحاد یلنگی کمال
تھا - اور وہ بھی آپ کا حقیقی عاشق و شیدائی تھا - اسے آپنے فرمادیا تھا کہ تیسرے دن فقط ایک روٹی
شالی کی اور تھوڑا سا پانی اتنا تا کہ مسجد کے طاق میں وقت مقررہ پر رکھ جایا کرے - وہ ہمیشہ حکم کے مطابق تعمیل کرتا رہا

آپ تین دن کے بعد ایک نگر سار روٹی جو شالی کی ہوتی تھی۔ گندم کی نہیں (واضح رہے کہ اس علاقہ میں تاحال
غلہ دھان یا چاول ہی بکثرت ہوتا ہے باشندے بکثرت اسے ہی کھا کر جیتے ہیں۔ مگر اب غلہ گندم وغیرہ
کی کاشت تھوڑی بہت ہونے لگی ہے۔ ورنہ پہلے وہاں کے لوگ اور کچھ کھانا ہی نہ جانتے تھے۔ مولف)
پانی میں بھگو کے تناول فرماتے۔ اور کسی شے سے آپکو کوئی واسطہ نہیں تھا۔ جب وہی رات ہوتی تب آپ
مسجد سے برآمد ہوتے۔ اس وقت تمام باشندے دنیاوی دھندوں سے بالکل فارغ آرام کی نیند میں پڑے
ہوتے۔ آپ گلیوں کوچوں اور بازاروں سے کپڑوں کے گرے پڑے ٹکڑے اور پراگندہ بوسیدہ دھجی
جمع کر لیا کرتے۔ اور جب وہ پیر کو فرصت کا وقت ہوتا اپنی گودڑی اور پائجامہ کے اوپر چسپاں کر کے
سینے میں مصروف ہوتے۔ اس طرح بارہ سال کامل کی راتیں اور دن بسر کر دیئے۔ زنہار خلق خدا میں سے کسی سے رشتہ
نہیں کیا کرتے۔ اسی طرح بارہ سال کامل کی راتیں اور دن بسر کر دیئے۔ زنہار خلق خدا میں سے کسی سے
ملاقات قائم تھا۔ بس وہی شخص تھا جسے دوست سمجھ لیجیے یار غار یا بھائی یا عزیز رشتہ دار۔ باقی الله الله خیر صلاح
جب عرصہ مذکورہ بالا پورا ہو گیا ناگاہ حضرت مرشد آفاق ایک دن دفعتہً اسی جگہ تشریف تشریف لے آئے
مگر قبل اس کے کہ آپ مسجد میں قدم رنجہ فرمائیں حضرت پیر دستگیر نے باہر تک آپ کا استقبال کیا۔
اور آپکے قدموں پر سر رکھدیا۔ حضرت مرشد آفاق نے سر سے پاؤں تک نظر ڈالی۔ اور آپ کے لباس پر
نہایت استعجاب کیا انگشت تحیر زبان میں لے لی۔ جب دیکھا کہ پاجامہ کا اصل کپڑہ دکھائی ہی نہیں دیتا۔ دیکھی
پر دیکھی ایک ایک پیوند پر بیسیوں پیوند۔ تو حیرت سے فرمایا۔ میرا بچیو یہ کیا کیفیت ہے۔ اس قدر پیوند
اور اتنے جوڑ۔ بدن کیطرف خیال فرمایا تو نہایت نحیف و نزار۔ فرمایا بات کیا ہے۔ ہر امر میں اس قدر مبالغہ
آپ ایسے ضعیف اور کمزور کیوں ہو گئے
حضرت پیر دستگیر نے عرض کیا سبب سوائے اس کے اور کوئی نہیں کہ خلق خدا کی نگاہ میں حقیر و
فقیر دکھائی دوں۔ فرمایا یہ کیا حرف اور کیسا خیال ہے۔ آپ تمام مخلوق کی نگاہ میں معزز ترین خلق الله
دکھائی دو۔ چونکہ حقیقت آپکی شان ہے۔ ملک الا زعالم کو اپنی نگاہ سے پہچانو۔ چنانچہ آپنے اسی وقت و
پاجامہ اور گودڑی اتار ڈالی۔ لباس دوسرا تبدیل کیا۔ وہ گودڑی اور وہ پائجامہ آج دن تک حضرت
پیر دستگیر کے تبرکات میں شامل ٹھسک کے دائرہ شریف میں موجود ہے۔ مترجم کو چشم خود دیکھنے کا
اور اس کی زیارت کا فخر حاصل ہے۔ جو حضرت سے چار سو سال بعد اس دنیا میں موجود ہے۔ (مترجم)
خدا کی خلوق جوق در جوق ان تبرکات کی زیارت کو جاتی اور بے اندازہ فیض پاتی ہے
نیز صادق القول اور معتبر اصحاب سے منقول ہے کہ حضرت پیر دستگیر موسم تشگو نہ میں جذبہ حق
میں قدرے تو لی ہوتا کہ گم تھلہ۔ کیتھل۔ ہانسی۔ حصار کے جنگلوں کو کھونڈ ڈالتے یہ چالیس دن کی مدت میں

نہ کچھ تناول فرماتے۔ نہ کوئی ہوش کی بات فرماتے یہ واقعات جب ضمیرانو حضرت مرشد آفاق پر روشن
و ہویدا ہوئے۔ تو آپنے تین ماہ کیلئے نماز معکوس کا ارشاد فرمایا۔ بیس گھڑی یعنی تمام روز و شب میں
پانچ پیسہ بھر مونگ کی دال آپکی غذا اور قوت لایموت ہوتا۔ بارہ سال کامل اسی غذا پر اکتفا فرماتے
رہے۔ اس طویل مدت کے اندر حضرت پیر دستگیر نے کوئی دوسری قسم کے ماکولات یا دوسری لذیذ چیزیں
چکھی تک نہیں۔ اسی زمانہ میں تصدیق ہے کہ حضرت مرشد آفاق کے استغراق کی یہ حالت تھی کہ خادم
یا خدمتگار اونچی اونچی آوازوں سے پکار کے عرض کرتے۔ حضرت نماز کا وقت آگیا ہے۔ تب کہیں
آپ کو ہوش ہوتا۔ نماز ادا فرماتے پھر وہی عالم استغراق دنیا و ما فیہا سے نہ آپکو کچھ خبر تھی نہ کوئی
علاقہ تھا ایک دن کسی وقت موقع پاکر جملہ خاص یعنی بی بی صاحبہ نے آپ سے فرمایا کہ آپ کی
حالت روز بروز بدلتی جاتی ہے۔ استغراق آپکو مہلت ہی نہیں دیتا۔ زندگی دشوار ہے۔ بال بچوں
میں سے بعض جوان اور بیاہ شادی کے لائق ہوگئے ہیں۔ ہمارے ذمہ ان کے فرض ہیں بالغوں
کو کبتک کنوارے رکھ چھوڑیں۔ یہی نہیں تمام کارخانہ بگڑا پڑا ہے۔ گھر کی دیواریں ہیں کہ ٹوٹی پھوٹی
پڑی ہیں۔ کہیں سر چھپانے کو بھی جگہ نہیں رہی۔ آپ ذرا ان امور خانہ داری کیطرف بھی کچھ توجہ
فرمائیں گے۔ یا یونہیں سب کچھ پڑا رہنے دیں گے۔ حضرت نے اسی عالم استغراق میں فرمایا کہ میرا بھتیجا
سے کہنا چاہیئے۔ وہ سب کچھ کر دیں گے۔ چنانچہ بی بی صاحبہ نے زبدۃ المحققین سید عبد المومن کو
حکم دیا کہ میرا بھتیجو کو بلا لائیں۔ وہ اسی دم روانہ ہوئے۔ مگر امام باڑہ پہنچے تو دیکھا کہ میرا بھتیجو حجرہ میں بند ہیں۔
انہوں نے دروازہ حجرہ پر دستک دی۔ حضرت پیر دستگیر نے اندر سے ہی پوچھا کون صاحب ہیں
عبد المومن صاحب نے فرمایا میں ہوں عبد المومن۔ آپنے فرمایا اپنی تشریف آوری کا سبب بتلایئے
آپنے کہا کہ بی بی صاحبہ نے آپکو یاد فرمایا ہے۔ آپنے فرمایا کہ اربعین تک اسی حجرہ میں بند رہنے کا
حکم تھا۔ اب یہ حکم ہے۔ مگر میں تو حکم کا بندہ ہوں چون و چرا کی مجھ میں تاب نہیں۔ بہتر ہے جو حکم
اسیوقت حجرہ کا دروازہ کھول دیا۔ اور نکلتے ہی اپنے شریف کا قصد فرمایا۔ عبد المومن کو ساتھ لے۔ روانہ
ہوگئے۔ اور مرشد آفاق کی قدمبوسی کی سعادت ابدی حاصل کی۔ مگر آپ اسی حالت میں تھے۔ سید عبد المومن
نے پکار پکار کر آپ کی توجہ منعطف کی۔ تو آپنے پوچھا کون ہے۔ سید عبد المومن بولے۔ میرا بھتیجو بموجب
حکم حاضر ہیں۔ حکم ہوا کہ اپنی والدہ کے پاس لیجائیں۔ میرا بھتیجو اندر تشریف لیگئے اور بی بی صاحبہ کے
قدم چوم کر دولت والدین حاصل کی۔ حضرت پیر دستگیر نے عرض کیا غلام خدمت کو حاضر ہے۔ جو
حکم ہو بجا لائے۔ آپنے فرمایا برخوردار آپکی ہمشیرہ کی شادی کا کار خیر درپیش ہے ہمارا حالت یہ ہے

کہ اور سامان تو رہا ایک طرف۔ گھر بھی تمام ٹوٹا پھوٹا پڑا ہے۔ پرانی دیواریں منہدم پڑی ہیں۔ پہلے انکو بنوانا چاہئے۔ باقی اور بہت سے کام ہیں۔ حضرت پیر دستگیر نے سید عبد المومن شیخ نعمت اللہ اور دو ایک صاحبوں کو اپنا مددگار ہمراہ لیکر تعمیر کا کام شروع کر دیا۔ تمام تمام دن اپنے ہاتھ سے کام کرتے۔ گرنے والی دیواریں گرا دی گئیں۔ پھر سب دیواروں چھتوں اور پردوں کی تعمیر میں مصروف ہوئے۔ رات دن یہی شغل تھا۔ چونکہ اس سے پہلے مجاہدہ و یاد الٰہی میں نہایت مصروفیت رہی تھی غذا بہت قلیل تھی اور محنت زیادہ اس لئے جسم نہایت دبلا ہو گیا تھا۔ اب جسمانی محنت زیادہ سخت تھی۔ اور ہر وقت کی محنت جسم اور زیادہ لاغر و ناتواں ہو گیا۔ اس پر طرہ یہ کہ شب و روز کی محنت شاقہ پھر تمام روز روزہ رکھتے افطاری کے وقت وہی ابلی ہوئی بلا نمک دال مونگ خوراک کھاتے۔ تین ماہ کامل یہی نوبت رہی۔ بدستور مصروف ہمہ تن رہے۔ چہار دیواری اور رہائشی کوٹھے تعمیر ہو گئے۔ جب اس کام سے فراغت ہوئی تو جنگل میں روزانہ خود جاتے۔ کلہاڑی سے کڑیوں شہتیروں کیلئے لکڑیاں کاٹتے۔ پھر عرابوں پر لاد کر گھر لاتے۔ انبار در انبار لگا دیئے۔ محلہ بھر میں تل دھرنے کو جگہ نہ رہی حالانکہ شب و روز یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ مگر وہ عبادت بھی نہ چھوڑی جو مرشد نے بتلائی تھی بلاناغہ وہ بھی پوری کرتے رہے ان خدمات کی انجام دہی کے علاوہ یہ بھی فرض میں داخل تھا کہ جب موقعہ ملے قدمبوسی حضور پرنور حضرت مرشد آفاق کیلئے روزانہ حاضر ہوتے رہے۔ باریافتگان حضرت مرشد آفاق نے حضرت کی خدمت میں عرض کر دیا کہ میراں جیو حالانکہ روزہ دار رہتے ہیں۔ مگر تعمیر کا دقت ترین کام بھی شب و روز کرتے ہیں۔ اور پھر جنگل سے تمام سامان ضروری اپنے ہاتھوں کاٹ چھانٹ کے لاتے ہیں۔ اور پھر ان سخت محنتوں پر اور روزہ داری پر غذا دیکھو تو نہایت قلیل دال مونگ بے نمکی اور روکھی پھیکی۔ وہ بھی بہت تھوڑی غضب ہے کہ میراں جیو کیسے سخت جان اور سخت جیع بزرگ ہیں۔ ان پر یہ کیسی بات ہے کہ رات بھر شغل یاد الٰہی میں غرق رہتے ہیں۔ اس قدر محنت طاقت انسانی سے قطعی باہر ہے۔ کیسے مان لیں کہ میراں جیو انسان ہیں۔ لامحالہ یہ تو کوئی فرشتہ ہیں۔ یہ واقعہ ہے کہ جب مرشد آفاق نے یہ واقعات سنے تو سخت حیران و ششدر رہ گئے۔ حیرت کی انگلی آپکے دانتوں میں تھی۔ حضرت پیر دستگیر کو اپنے سامنے بلوایا۔ اور فرمایا میراں جیو آپنے اپنے نفس پر سخت جبر اور ظلم کیا ہے۔ مگر یہ غنیمت جانتا ہوں کہ تمہاری جان سلامت رہ گئی۔ اگر بآرام بیٹھے ہوں تو عجب نہیں روزہ رکھیں۔ اور یاد الٰہی میں غرق رہیں۔ اگر تمام روز تعمیر ایسا سخت مشقت کا کام کریں۔ پھر روزہ بھی رکھیں۔ فاقہ سے گذاریں تو عجب نہیں تو اور کیا ہے ان شدیدوں اور صعوبتوں میں جسم زخم پہنچ جاتا ہے۔ یا خدانخواستہ کوئی مرض ہو جاتا۔ اور وہ ہوتا ہے وقوع

ہوتی تو یہ بتائیے - آپ ایسا مرد پھر کب پیدا ہوتا - سخت پریشان ہوئے اور اپنے محاسن اپنے ہاتھوں میں لیکر خدا کی بارگاہ میں دعا فرمائی - خداوندا مجھے اس بڑے درویش سے سرخرو کیجیئو - بحرمت النبی وآلہ الامجاد

بندش سانس

سید مرتضیٰ گردیزی اور شاہ غلام محمد درویش جو راجپوتوں زمینداروں اور سرداروں موقع بلوکی میں سے تھے ان کی زبانی ہے اور وہ موضع دائرہ شریف سے پانچ کوس کے فاصلہ پر واقع ہے - ان لوگوں نے حضرت پیر دستگیر کی دعوت کی تھی - اس تقریب سے حضرت وہاں کئی روز مقیم رہے - ایک دن آپ دوپہر کے وقت ایک لکڑی کے تخت پر لیٹے تھے - اشخاص مذکور آپکی خدمت میں موجود تھے - یعنی سید مرتضیٰ و شاہ غلام محمد - ان کا بیان ہے کہ اسی اثناء میں ایک جوگی جی وارد ہوئے جن کا نام باباجی - باباجی لیتے تھے - حضرت سوتے تھے - ہم نے اشاروں سے کہا کہ ابھی سو گئے ہیں۔ باباجی بولے اچھا اگر آرام میں ہیں - تو ہم جاتے ہیں - موقعہ ہوا تو پھر کبھی درشن کریں گے - حضرت جب بیدار ہوئے تو دریافت فرمایا کہ کون بزرگ تشریف لائے تھے - عرض کیا گیا ایک جوگی بابا تھے - اگر حکم ہو تو پھر بلالیں - چنانچہ جوگی جی بلائے گئے - جوگی جی آئے اور سلام عرض کیا - حضرت نے فرمایا آؤ باباجی بڑی مدت کے بعد درشن دیئے - کم سے کم تین سال بعد ملاقات ہوئی ہے - جوگی جی نے فرمایا ہاں باباجی تین سال ہو گئے جب آپکے درشن کئے تھے - آپ نے تب مجھے ٹھوکڑیاں دلائی تھیں جوگیوں کی اصطلاح میں ٹھوکڑی روٹی کو کہتے ہیں - حضرت نے فرمایا ہاں باباجی ضرور یہی بات ہے - مگر ان دنوں میں تو آپ بھونکم کرتے تھے - آج کل آپ کا کیا شغل ہے - جوگی جی نے فرمایا باباجی میں اب کسب بیدنکم کرتا ہوں اور ایک گھڑی دم بند کر سکتا ہوں - حضرت پیر دستگیر اس زمانے کی اپنی حالت بیان فرماتے تھے کہ فقیر قبل اس کے دست بیعت بجانب کرامت مآب حضرت مرشد آفاق نہیں ہوا تھا - جب جنگل میں جاتا تھا چاروں طرف سے جسقدر نباتات جنگل میں موجود ہوتیں اور جتنی روئیدگی ہوتی کلہم زبان حال سے آواز دیتی بلند آواز سے یہ کہتی ہوئی سنائی دیتیں کہ مجھ میں فلاں خواص ہیں اور مجھ میں یہ تاثیرات ہیں غرض ہر ایک اپنی حیثیت اور حالت بتلا دیتا - مراتب حبس کو میں نے یہاں تک پہنچا رکھا تھا کہ صبح کو اگر ایک دم لیتا تو شام کو دوسرا دم لیتا - دس پندرہ کوس ایک دم سے طے کر لیتا تھا - جب سے بخدمت پیر و مرشد مشرف ہوا ہوں - کلمہ طیبہ کا ارشاد ہوا ہے - ایسی لذت مجھے اس سے حاصل ہوتی ہے کہ بیان نہیں ہو سکتی - بس اس وقت سے دوسرے نسخے اور تمام شغل دل سے محو ہو گئے - الحمد للہ علیٰ ذالک

باب سوم

مشتمل بر چہار فصل

دربیان خلافت یافتن بعضے از رسوم جمعیت و آداب آں اقسام - بیان عطا شدن دستار و خرقہ خلافت از طرف مرشد آفاق قدس سرہٗ

نقل رقعہ خاص

حقایق و معارف آگاہ مشیخت و حقیقت انتباہ برگزیدہ حق اہل حق برادرم سید بھیکہ جیو ہمیشہ خوش وقت و سلامت محمود و مسرور در حضور پر نور الٰہی باشند - از فقیر حقیر پر تقصیر اسیر نفس شریر عبد المعالی - بعد دعوات لا انتہامات و تحیات بلا غایات مکشوف ضمیر انور آنکہ - مجازی امور مشکور است الحمد للہ و انما المقصود حوالہ دہد مقصود مسئول دستار خرقہ پیران عظام بدست فقیر عزیز اللہ صوفی فرستادہ باید کہ تعظیم و تکریم گرفتہ و حلو ساختہ با ساعت خوب و نیک بپوشید و دوگانہ شکرانہ ادا نمائید - اے برادر چنانکہ بزرگان فرمودہ اند کہ خرقہ درویشاں پوشیدن باید کہ کار درویشاں کنی - کار درویشاں فقر و فاقہ و محنت شاقہ کشیدن است و بہیچ دیدن و اندوہ شادی بر داشتن برابر است راحت و جراحت و بہ انساں مساوی دارد و لیس محبت با فقیراں و غریباں و مسکیناں کند - چنانکہ بزرگے فرمودہ است

بیت - اہل دنیا چوں سگ دیوانہ اند دور شو زاں کہ بس بیگانہ اند

اللہ تعالیٰ استقامت پیران عظام جمیع طالباں را نصیب کناد بحرمت النبی و آلہ الامجاد و السلام علیکم - فرزندم محمد باقر سلام بندگی و کورنش میرساند - خرقہ پیران عظام مبارک باشد

منقول ہے کہ جب صوفی عزیز اللہ رقعہ خرقہ و دستار لیکر آئے ہیں حضرت پیر دستگیر دائرہ شریف میں تشریف رکھتے تھے - آپ نے صوفی صاحب کا بشوق استقبال کیا اعزاز و احترام تمام کے ساتھ انہیں ملے اسی وقت وضو کیا - با ادب تمام دستار شریف سر پر باندھی اور خرقہ مبارک کو پہن لیا - دوگانہ نماز شکرانہ ادا کیا - موجودہ درویشوں رئیسوں اور بہت سے لوگوں نے آپ کو مبارکباد دی -

مشہور ہے کہ مرشد آفاق بہت عرصہ پہلے سے ہی مصر تھے - اور بار ہا فرما چکے تھے کہ خلافت کا خرقہ آپ پہنیں مگر حضرت پیر دستگیر انکار فرماتے تھے کہ میں اس لائق نہیں ہوں مجھے اس بار عظیم سے معاف فرمایا جائے میں جس قدر یاد الٰہی کر سکتا ہوں - پیر و مرشد کی یہی شفقت بہت ہے - آپکی ظاہر مہربانیاں میری نجات دارین کا باعث ہیں

خرقہ خلافت سے ہجوم خلائق ہوگا۔ اس سے مجھے خوف ہے کہ یاد الٰہی میں غفلت اور فتور نہ ہو۔ مرشد آفاق فرماتے میرا بچہ آپ شبلی و جنید بلکہ بایزید اپنے زمانے کے ہو۔ آپ کی ذات سے تمام دنیا کو فیض پہنچتا ہے۔ اور پہنچے گا۔ آپ غداری کرتے ہیں کہ خرقہ خلافت نہیں پہنتے۔ اس لئے کہ خلق خدا آپکے فیوض سے محروم رہیں۔ مگر یہ تقدیری امر ہے۔ اب میری آپ کی پیش نہیں جائیگی۔ اب نہیں پھر سہی بالآخر آپ کو ایکدن خلیفہ ہونا پڑے گا۔ چارناچار آپ کو پیر کے حکم میں چون و چرا کی گنجائش نہ رہی حکم ماننا ہی پڑا۔ تقریباً ایک لاکھ بلکہ اس سے زیادہ عالم انفاس آپ کے فیوض متبرکہ سے فیضیاب ہوتا۔ اور قیامت تک تابعین اور طبع تابعین جو آپ کے فیض سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے۔ اس کا تعین اور اندازہ نہیں ہوسکتا۔ الحمد للہ علی ذالک

ایک عظیم الشان دربار

زبدۃ المحققین۔ قدوۃ الواصلین یگانہ آفاق میاں محمد اسحاق ساکن ماچھی جو مقتدا طریقت واقف اسرار حقیقت شیخ اسمٰعیل سندی سرہندی کے خلیفہ تھے۔ ان کی زبانی ہے۔ کہ ایک دن اس فقیر کے دل میں وسوسہ گذرا کہ تمام مشایخ۔ درویش اور جو اس قابل ہیں اپنے اپنے خلیفہ مقرر کرتے ہیں مگر غضب ہے کہ سید بھیکہ اپنے مریدوں یا اپنے یار غاروں میں سے کسی کو بھی خلیفہ یا اپنا جانشین قرار نہیں دیتے۔ اس میں کوئی وجہ ہے۔ ان کی رائے میں کوئی درویش ایسا موجود ہی نہیں جو ان کی جانشینی کے قابل ہو۔ یا بغض سے کسی دوسرے کو یہ دولت دینا نہیں چاہتے۔ یا یہ مال نقد اپنے ساتھ ہی لیجانیکا ارادہ کرلیا ہوگا۔ جس وقت مجھے ان خیالات نے گھیر رکھا تھا۔ میں نے ایک واقعہ دیکھا۔ گویا دیکھتا ہوں کہ ایک جگہ ہنگامۂ مجلس قائم ہے۔ بڑے بڑے عالیمرتبہ درویش اور صاحب کرامت بزرگ اس مجمع میں شریک ہونے کیلئے جوق در جوق چلے آرہے ہیں۔ اس فقیر کو بھی خیال ہوا کہ مجلس میں داخل ہوں۔ لیکن جب دروازہ مجلس پر پہنچا۔ دربانوں نے مجھے جھڑک دیا اور دروازہ سے باہر کردیا میں اپنا سا منہہ لے کر دروازہ سے الگ کھڑا ہوگیا۔ ہرچند میں دربانوں کی منت خوشامد کرتا تھا اور ان سے اجازت چاہتا تھا۔ مگر شنوائی نہ ہوتی تھی۔ وہ متواتر میری گذارش کو رد کردیتے تھے۔ ہزاروں تدبیریں کیں۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ خجل اور منفعل ہوکر دروازہ سے الگ میں ایک دیوار سے لگ کر کھڑا ہوگیا۔ اسی اثناء میں ایک بزرگ درویش تشریف لائے۔ ان بزرگ کی خدمت میں میں نے بصد التجا اندر لیجانے کی خواہش کی۔ وہ بزرگ میری منت سماجت پر مجھے ساتھ لیکر دروازے پر پہنچے۔ دربانوں نے کہا آپ شوق سے اندر تشریف لیجائیے مگر اس شخص کو ہم اجازت نہیں دے سکتے کیونکہ یہ منکر ہے۔

یہ مکان منکروں کا نہیں ہے۔ مومنوں کا ہے آپ اسے یہاں ہی چھوڑ دیجئے۔ درویش نے کہا اب تو یہ
میرے وسیلے سے یہانتک آگئے ہیں۔ محض میری خاطر سے اجازت دیدو۔ یہ بیچارے میری وجہ سے مجلس
کی سیر کرلیں گے۔ بارے دربان مان گئے۔ اور اجازت دیدی۔ ان درویش کے ہمراہ میں مجلس میں پہنچ گیا۔
مجلس نہایت عالی اور با جاہ وجلال نظر آئی۔ اس مجلس متبرکہ کی عظمت و شان کے بیان سے میری زبان
قاصر ہے میںنے دیکھا اور میری آنکھیں محو تماشا رہ گئیں کہ حضرت سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم صدر
دربار مجلس ہیں۔ میں چشموں اور سودائیوں کیطرح چاروں طرف دیکھتا تھا۔ مگر صدہا حاضرین مجلس میں
سے میری طرف کوئی التفات نہیں کرتا تھا۔ وہی بزرگ جو مجھے ساتھ لیگئے تھے وہی میرے پاس تھے میں نے
حیرت و استعجاب سے انہیں سے پوچھا۔ کہ یہ کیسی مجلس ہے۔ کس مطلب کیلئے منعقد ہوئی ہے۔ کون بانی
مجلس ہے۔ ان کا جواب تھا کہ حضرت یوسف صلے اللہ علیہ وعلی نبینا اشتیاق دیکھنے حضرت میراں صاحب
سید بھیکہ قدس سرہ کا بدرجہ کمال رکھتے تھے۔ رسالت پناہی حضور صلعم کی حضور میں اپنی خواہش کا اظہار
فرمایا تھا۔ چنانچہ آج اس مطلب کیلئے یہ مجلس معین و منعقد ہوئی ہے۔ یہ گفتگو درمیان میں تھی کہ حضرت
پیر دستگیر بھی مجلس شریف میں تشریف لائے۔ حضرت خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی
حضرت صلعم نے کمال مروت و نوازش فرمائی۔ اور وہ تمام الطاف مبذول فرمائے جو آنحضرت صلعم کی شان
والاشان کے لائق و شایاں تھے۔ حضرت پیر دستگیر نہایت عجز و انکسار سے آداب بجالائے۔ آنحضرت صلعم
کا فرمان واجب الاذعان تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو آپ کے دیدار کا اشتیاق حد و بیان سے باہر تھا اسی
مطلب سے آپکو بلایا گیا ہے۔ حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے عقب ایک دریچہ تھا۔ نہایت مکلف
زرکار پردہ پڑا ہوا تھا۔ وہ پردہ اٹھایا گیا۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام اس دریچہ سے باہر تشریف لائے
حضرت پیر دستگیر نے سروقد کھڑے ہوکر آداب و کورنش عرض کیا۔ مصافحہ و معانقہ سے معزز و ممتاز ہوئے
حضرت یوسف علیہ السلام کیطرف سے ایک مکلف خلعت بیش بہا مع دستار سبز رنگ۔ اور خلاصہ کائنات
مقصود موجودات واضع دین مبین خاتم النبین صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے فقط ایک دستار وہ بھی سبز ہمرنگ
دستار عطیہ حضرت یوسف علیہ السلام از طرف شاہ ابرار ایزد سبحان تسکین خاطر تشنگان ایک اور دستار بعد
عطیہ حضرت سرور کونین بعد کو پھر عطا ہوئی۔ وہ بھی اسی رنگ کی تھی۔ بعدہ دونوں حضرات سے اجازت ہوئی
آپ دربار سے رخصت ہوئے۔ اعلی و ادنی جس قدر احباب دوست آشنا تھے۔ سب حاضر تھے۔ اس وقت آپ نے
تمام کو خطاب کرکے فرمایا۔ سب صاحبان بگوش ہوش سن لیں۔ آج سے تمام دوست آشنا اور یاروں کو
صلائے عام ہے کہ جو کسی کے پاس کوئی شخص دنیا سے طلب ارادت یاد الہی و راہ مولے کیلئے آئے سب کو

اجازت ہے۔ کہ بغیر تاخیر و تامل تلقین کریں۔ اور مرید کر لیا کریں۔ تاکہ کوئی شخص فیض عام سے محروم نہ رہے جب سواری مبارک دروازہ سے باہر ہوئی۔ حضرت شیخ اسمٰعیل بندگی سرہندی بھی حاضر آئے۔ جب ان کی نظر اس فقیر پر پڑی۔ تو آپ نے مجھے سخت ڈانٹ بتائی۔ برا بھلا کہا۔ اور فرمایا کہ ایسے خیالات فاسدہ اور ایسے برے خیالات کو دل میں جگہ دینی بالکل بیجا ہے۔ حق پرستی سے بہت دور ہے۔ پھر حضرت پیر دستگیر کی طرف مخاطب ہوئے اور عفو تقصیرات کیلئے عرض کیا۔ اور میرا ہاتھ پکڑا۔ حضرت پیر دستگیر کے روبرو کر کے فرمایا کہ یہ عزیز اس فقیر کے درویشوں عقیدت مندوں سے ہے۔ اب کی دفعہ اس کی تقصیر معاف فرمائیں۔ حضرت پیر دستگیر نے حضرت شیخ اسمٰعیل بندگی کی خاطر سے عفو فرمایا اور کہا جائیے صاحب آپکی خطا معاف ہے۔ اس روز سے میرے دل سے ایسے وعدے قطعی دور ہوگئے۔ فی الواقعہ حضرت میرانصاحب کی ذات ستودہ صفات ارفع و اعلیٰ ہے ایسے والا درجات بزرگ کی ذات سے کسی شخص کو دعوئے برابری اور خیال ہمسری ہونا ناممکن ہے۔ الحمدللہ علیٰ ذالک

فصل دوم

دربیان اقسام خلافت وغیرہ

خلافت کی اقسام سات نوع پر منقسم ہیں۔ ہر ایک نوع کو تفصیل وار بیان کرنا ضروری ہے

اولاً اصالتاً ؛ ثانیاً اجازۃً ؛ ثالثاً اجماعاً ؛ رابعاً وراثتاً ؛ خامساً حکماً سادساً تکلیفاً ۔ سابعاً اویسی ؛

اولاً۔ اصالتاً یوں کہ کوئی بزرگ امر الٰہی سے کسی شخص کو اپنا خلیفہ قرار دے کر اپنا جانشین اسے بنا دے۔ اس قسم کی خلافت کو خلافت الٰہی کے نام سے نامزد کرتے ہیں۔

واضح رہے کہ مشائخ اپنے خلفا کو خرقۂ خلافت عطا کر کے خلیفہ بناتے ہیں۔ دراصل یہ طریقہ حضرت سرور کائنات سے مروج ہوا ہے۔ اور لطائف اشرفی میں لکھا ہے کہ ایک گلیم آنحضرت صلعم نے شب معراج کو پائی تھی۔ اس کملی کے چار ٹکڑے آنحضرت نے کئے۔ اور چاروں اصحاب کو عطا فرمائے۔ اور فرمایا تھا کہ ہر ایک ٹکڑہ ضرورت کیوقت حاضر لاویں۔ چنانچہ ایک روز حضور رسول صلعم نے ان ٹکڑوں کو طلب فرمایا۔ تین اصحاب کیا ر بغیر ٹکڑوں کے تشریف لیگئے۔ مگر ٹکڑے غائب تھے۔ جہاں رکھے تھے وہاں نہ تھے وجہ یہ تھی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان چاروں ٹکڑوں کو جوڑ کر بصورت خرقہ ترتیب دیکر پہن لیا تھا وہی حضرت علی نے بصورت خرقہ پیش کر دیا۔ جب آنحضرت نے ملاحظہ فرمایا۔ حضرت علی کو حکم دیا کہ پہنئے۔ آپکو

یہ خرقہ مبارک ہو۔ پہنو اور پہناؤ۔ وہی خرقہ مبارک حضرت علی سے خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کو پہنچا۔ بعض محققین کا قول ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ سے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا ہوا تھا۔ حضرت حسن کے دست مبارک سے حضرت خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کو۔ انہوں نے خرقہ موصوفہ پہنا ان سے پھر خواجگانِ چشت کو عطا ہوا۔

ثانیاً وہ کہ کسی بزرگ نے اس کے مرید کو خواہ وارث ہو یا بیگانہ قابل کار سمجھ کر اپنی رضا و رغبت سے اپنا خلیفہ قبول کیا۔ یہ رسم مشایخ رحمتہ اللہ علیہم کی ہے۔ ایسی خلافت کا نام خلافت رضائی ہے۔

اجماعاً اس خلافت سے مراد ہے کہ کوئی بزرگ اس جہان فانی سے نقل کر گئے۔ اور کسی شخص کو اپنی زندگی میں اپنا جانشین اور خلیفہ نامزد نہ کیا۔ قوم یا قبیلے نے وارث یا مرید کو بخلاف اس کے تجویز کیا۔ اگرچہ یہ رسم عام ہے۔ لیکن یہ خلافت مشایخ کے نزدیک روا نہیں۔ اس خلافت کو خلافت افترائی کہیں گے۔

وراثتاً یہ کہ کوئی مشایخ اس جہان فانی سے گذرے۔ انہوں نے کسی شخص کو اپنا خلیفہ مقرر نہیں کیا تھا۔ کوئی شخص یا وارث جو لایق ہو بجائے اس کے سجادہ نشین ہو گیا۔ اس نے اپنے آپ کو خلیفہ ظاہر کیا۔ اگر ایسا تا وہ شیخ اسے باطنی طریقہ سے امر فرمائیں۔ روا ہوگا کہ صوفیائے کرام اسے مان لیں صوفیا کے نزدیک یہ امر جایز ہے۔

حکماً وہ کہ کسی بزرگ نے وفات پائی۔ اور خلافت خلیفہ کیلئے چھوڑی۔ اس کے ورثا نے مسند نشینی کے بارے میں مناقشہ و مجادلہ کیا۔ حاکم وقت نے وارث کو قابل اور لایق جان کر خلافت سے ممتاز کیا۔ ایسی خلافت کو خلافت حکماً کہیں گے۔ کیونکہ حکومت کی طرف سے ہوئی۔ اطیعو اللہ واطیعو الرسول واولی الامر منکم کی رو سے جایز قرار دیتے ہیں۔ دوسرے حدیث قدسی ہے قلوب الملوک بیدہٖ

تکلیفاً اگر کسی مرید نے اپنے پیر سے بہ تکلف یا سفارش یا کسی دوسری جماعت کے زور سے یا اپنے زور و مزاحمت سے خلافت لے لی ہو۔ یہ قطعی ناجایز ہے۔ کیونکہ خودرائی کو اس میں دخل نہیں ہے۔ اول وہ شخص اس بزرگ کی روح سے جو اس جہان فانی سے نقل کر چکے ہوں تربیت حاصل کرے اور خلافت پاوے اس قسم کو بزرگان ما تقدم نے روا نہیں قرار دیا۔ اس کی وجہ تسمیہ یوں ہے۔ حضرت اویس نے بظاہر زیارت حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں کی تھی۔ مگر فیض روح پر فتوح آنحضرت صلعم سے پائے تھے۔ اس لئے محض اس لئے یہ خلافت اس نام سے مشہور ہوگئی۔

صاحب کتاب جواہر الکلم لکھتے ہیں کہ حضرت رسول مقبول صلعم کی خلافت کی دو قسم ہیں۔ خلافت کبریٰ ۔ و

وخلافت صغریٰ خلافت کبریٰ باطنی خلافت ہے۔ اور وہ امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہ سے مخصوص ہے خلافت صغریٰ ظاہری خلافت سے مراد ہے۔ اور یہ تمام امت میں رایج ہے بطریق مختلف۔ صاحب کتاب مرآۃ الاسرار لکھتے ہیں کہ خواجہ عبداللہ احرار اپنے رسالہ اشتغال میں رقم فرماتے ہیں کہ خلافت کبریٰ حضرت علی کرم اللہ وجہ تک پہنچنے کی تقریب یہ ہے کہ حضرت رسالت پناہی صلے اللہ علیہ وسلم امر الٰہی سے مامور تھے۔ رضائے الٰہی ایسی ہی تھی۔ کہ راز باطن بلا طلب خلائق کسی کو نہ بخشیں۔ مدت گذر گئی اور کوئی صادق طالب پیدا نہ ہوا جو اسرار باطن کا جوئندہ اور طلبندہ ہو۔ آپ کو خیال ہوا کہ اسرار باطن اسطرح پردہ میں ہی رہ جائیں گے۔ اور ذات پاک کے ساتھ ہی چھپ جائیں گے۔ حضرت صلعم کے دل میں خیال گذرا ہی تھا کہ اسی روز حضرت امیرالمومنین کے دل میں خیال گذرا کہ تمام احکام شریعت تو میں نے آنحضرت صلعم سے حاصل کر لئے اسرار ولایت آج تک نہاں ہیں۔ اور جبکہ نہیں ملے۔ وہ بھی دریافت کر کے لے لینے چاہئیں۔ حضرت رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے۔ اور سوال احوال باطن کا کیا آنحضرت صلعم نے بہ شگفتگی تمام اسرار ولایت کے حضرت علی سے بیان فرمائے اور ارشاد فرمایا کہ یہ علم سینہ بہ سینہ چلے گا اور خرقہ صوفیا میں تاقیامت جاری رہے گا۔ اس مقدمہ کی تفصیل سرح وبسط سے اگر دیکھنا مطلوب ہو تو فتوحات میں دیکھنا چاہئے۔ جو ایک کتاب ہے جز من تصنیفات شیخ محی الدین ابن زبیر ہے۔ و تقی تصنیف شیخ علاء الدولہ کہ اس میں بوجہ احسن اور بالتفصیل تمام درج ہے۔

ایک اور روایت ہے کہ حضرت رسول صلے اللہ علیہ وسلم جب معراج سے واپس تشریف لائے۔ کو صحابہ کو طلب فرمایا اور فرمایا کہ بارگاہ رب العزت سے ایک خرقہ عطا ہوا ہے اور ارشاد باری ہے کہ ایک کو آپ میں سے دوں۔ آنحضرت صلعم نے اپنا منہ یعنی روئے مبارک حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف تھا آپنے فرمایا اگر یہ خرقہ میں آپکو دیدوں تب۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اگر آپ مجھے عنایت فرمائیں گے تو میں صدق اختیار کروں گا۔ اور اطاعت کروں گا۔ حضرت صلعم نے پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ اگر آپکو یہ خرقہ ملے تو۔ آپنے فرمایا میں انصاف کو مقدم سمجھوں گا۔ اور حق اسکا نگاہ رکھوں گا اس کے بعد آنحضرت صلعم نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ اگر یہ خرقہ آپکے زیب تن ہو تو؟ آپنے فرمایا میں سخاوت کو اولیٰ جانوں گا۔ اور اتفاق کو لازم تصور کروں گا۔

سبکے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہ سے دریافت فرمایا کہ اگر اس عطیہ کے قابل سمجھے جائیں تب؟ آپنے فرمایا کہ میں اس خرقہ کو لوگوں کو بتاؤں گا۔ اور کسی شخص پر اظہار نہ کروں گا۔

یہ خیالات سننے کے بعد حضرت رسول صلعم نے وہ خرقہ شریف حضرت علی کرم اللہ وجہ کو عطا فرمایا۔

اور ارشاد کیا مجھے فرمان یہی تھا کہ ہر چہار میں سے جس کی زبان پر ایسے الفاظ ہوں۔ ان کا حق ہے۔ لہذا یہ آپکی دولت ہے سنبھال لیجئے۔

یہی وہ خرقہ مبارک ہے کہ جا بجا اور دست بدست شیخ فرید الدین گنج شکر قدس سرہ تک پہنچا اور ان سے شیخ نظام الدین قدس سرہ کو عنایت ہوا۔ اور شیخ صاحب نے شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی کو پہنایا اور صاحب موصوف اس خرقہ کو آخر اپنی حسب مراد اندھیرے میں لیگئے۔

جاننا چاہئے کہ مشائخ کلاہ خلفا کو دیتے ہیں۔ اور یہ بھی حضرت سرورِ کائنات سے مروج ہوا ہے۔ چنانچہ امیر خسرو اپنی کتاب افضل الفوائد میں تحریر فرماتے ہیں کہ امام ابو اللیث سمرقندی حسب روایت حضرت خواجہ حسن بصری اپنی تصنیف میں بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک روز حضرت خواجہ عالم صلے اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے کہ حضرت جبریل علیہ السلام وارد ہوئے اور چہار کلاہ ایک یک ترکی۔ دوسری دو ترکی۔ تیسری تین ترکی اور چوتھی چار ترکی لائے۔ اور آنحضرت صلعم کے پیش کیں۔ اور فرمایا کہ یا حضرت فرمان الٰہی ہے کہ یہ چاروں ٹوپیاں اپنے فرق مبارک پر رکھ کر ایک ترکی کلاہ حضرت ابکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے سر مبارک پر اور دو ترکی کلاہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے سر پر۔ سہ ترکی حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زیب سر فرمائیے اور چہار ترکی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فرق مقدس کی زیب و زینت ہو۔

آنحضرت نے تین کلاہ تو اصحاب ثلاثہ کو دیدیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ والی کلاہ اپنے دست مبارک میں رکھ کر ارشاد فرمایا کہ چاروں یاروں کو خلافت الٰہی مبارک ہو۔

معلوم ہووے کہ جو صاحب کلاہ یک ترکی کو اپنے سر رکھیں گے۔ انہیں بجز اندیشہ محبت باریتعالیٰ کوئی دوسرا خطرہ ان کے دل میں نہیں رہیگا۔ دو ترکی کلاہ سے یہ مطلب ہوگا۔ کہ جو اسے پہنے گا ایک تو وہ ترک دنیا کرے گا۔ دوسرے عرب سے شام تک ہر شے اس کے زیر نگاہ ہوگی۔ سہ ترکی ٹوپی کا مالک ایک ترک دنیا کرے گا۔ دوسرے اہل دنیا سے بے واسطہ ہوگا۔ تیسرے ضرر کو دل سے دور رکھیگا۔ چہار ترکی ٹوپی سے مراد یہ ہے کہ اس ٹوپی کو استعمال میں لانے والا ایک ترک دنیا کرے گا۔ دوسرے ترک لذات۔ اور عبادت کو اشیاء دنیوی سے باز رکھیگا۔ چوتھے طہارت قلب کا عادی ہوگا یعنی وہ آلائشات ظاہری و باطنی سے بالکل پاک صاف رکھے۔ جو ان خصائل سے مبرا ہوں کلاہوں میں سے کسی کو استعمال کرنا انپر حرام ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

فصل سوم

(دربیان رسوم بیعت)

کتاب فوائد السالکین میں درج ہے کہ خواجہ قطب الاسلام کا قول ہے کہ ہر شیخ کو اس قدر طاقت دلی ضروری ہے کہ جب ان کے پاس کوئی شخص بیعت کی نیت سے آوے۔ اس کا گرد و غبار دلی اور زنگار باطنی خود بخود صاف کر دے۔ اور ہونیوالے مرید کے دل کو آئینہ سا صاف شفاف بنا دے۔ اور باطنی قوت سے دنیاوی خیالات کو اس کے دل سے نکال باہر کرے۔ ایسا صیقل کر دیوے کہ روشن ہو جائے اور کوئی کدورت اس میں باقی نہ رہے۔ حسد و بغض اور دیگر آلائشات سے قطعی دھو ڈالے۔ جب ایسا کر چکے تب اس کا ہاتھ پکڑے۔ اور واقف اسرار معرفت کرے۔ اگر پیر میں یہ طاقت موجود نہیں۔ تو تحقیق جان لینا چاہیئے کہ پیر اور مرید دونوں گمراہ ہیں۔ اور دونوں چاہ ضلالت و گمراہی میں ڈوب گئے۔ دونوں اس چاہ میں ڈوبے رہیں گے۔

کتاب سیر الاولیاء۔ راحت القلوب اور بعض دیگر تصانیف میں بھی ایسا ہی بزرگان دین اولیاء کرام کے حوالہ سے مرقوم ہے۔ نیا مرید کرتے وقت صالح لوگوں کو جمع کریں۔ اپنے تمام مریدوں کو فراہم کریں۔ اور ایک مجلس قائم کریں۔ جب تمام صاحبان جمع ہو جائیں تو واجب ہے کہ ایک مصلحہ بچھائیں۔ رو بقبلہ ہو کر بیٹھیں۔ خود پیر اور مرید دونوں بارگاہ الوہیت سے استدعا کریں۔ پھر دوگانہ نماز ادا کریں سلام کے بعد خود اور مرید دونوں روبقبلہ کھڑے ہوں۔ اول سورہ فاتحہ پڑھ کر مرید کے منہ پر دم کریں۔ پھر کچھ شیرینی اپنے دائیں ہاتھ سے مرید کے منہ میں ڈال دیں۔ پھر تین بار کہیں یاالٰہی اپنے اس بندہ کو اپنی طلب کے راستہ کی استقامت بخشیو اور شیرینی میں کام رکھیو۔ پھر تین بار تکبیر تین بار لاحول اول سے آخر تک باآواز بلند پڑھے۔ تکبیر تین بار کہنا سنت غازیوں کی ہے کہ نعرے مارتے ہیں اور تکبیر کہتے ہیں۔ تاکہ غیب سے فرشتے ان کی امداد کریں۔ جب ان مراتب سے فراغت پالے۔ اپنا دایاں ہاتھ مرید کے دائیں ہاتھ پر رکھے اور مضبوطی سے پکڑے۔ اور مرید کو فرمائے کہ اکیس مرتبہ استغفار آخر تک پڑھے اس کے بعد شیخ اپنا ہاتھ واپس لے لیوے۔ یعنی پیر اور مرید اپنے اپنے ہاتھ جدا کر لیں۔ اور سوال کرے کہ اس فقیر کی بیعت کی۔ میرے پیر میرے پیران عظام اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ عہد باندھا کہ۔ ہاتھ۔ پاؤں۔ آنکھ اور زبان۔ گوش و ہوش اپنے کو افعال قبیحہ سے باز رکھو گے۔ اور شرلیتہ عزنی پر قائم رہو گے۔ مرید کہے آرے دبلے۔ لینی ہاں رہوں گا۔ اور ضرور رہوں گا پھر اور واجبات ارشاد کریں۔ اس کا رحنیر میں اصل دائیاں ہاتھ دائیں ہاتھ پر رکھنا مقصود ہے۔ تاکہ پیر کا ہاتھ مرید کے ہاتھ پر رکھا جائے۔ لبعض صوفیوں کے نزدیک بیعت اس قسم کی روا ہی نہیں جب پیر ہاتھ دیتا ہے۔ ایک شخص پہلے سے مقراض ہاتھ میں لئے ہوئے کھڑا ہوتا ہے۔ وہ اسی وقت مرید

سر پر مقراض چلانے لگتا ہے۔ اور جب تک مقراض چلتی رہتی ہے۔ اس وقت تک یہ آیت پڑھتے ہیں
محلقین رؤسکم و مقصرین او تخافون تا آخر تمام بال اس کے سر کے مونڈ دیتے ہیں
اور پھر کہے الٰہی تیرا بندہ مومن جو تجھ سے بھاگا ہوا تھا۔ اب یہ چاہتا ہے کہ تیری بندگی میں آوے
اور تیرے بندہ نیکی طرح بندگی کرے۔ پھر ایک بال دائیں جانب سے اور ایک بائیں جانب سے اکھاڑیں
لیکن یہ ضروری ہے کہ تین بال سے زیادہ نہ لیویں۔ کیونکہ اس سے زیادہ لینا ممنوع ہے۔ اور ان تینوں
بالوں کو بھی تعویذ دے کر پاک زمین میں دفن کریں۔ بعض مشایخ نے لکھا ہے کہ ایک بال سے زاید لینا
منع ہے لیکن تین بال اپنے مرید کی پیشانی سے لینا گویا پیر کو امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہ
اور امام حسن و حسن بصری کی سنت ادا کرتا ہے۔
کتاب معدن المعانی میں درج ہے کہ سنت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ راحت القلوب میں حضرت
ابراہیم خلیل اللہ صلوٰۃ اللہ علی نبینا کی سنت ہے۔ اور تین بال لینے سے مراد ہے گویا تین حجاب مرید کی آنکھوں
سے اٹھ گئے۔ اول حجاب نفس۔ دوسرے حجاب دنیا۔ اور تیسرے حجاب عقبیٰ۔ ایک حدیث میں منقول ہے۔
الدنیا حرام علی اہل الآخرۃ حرام علی اہل المعرفت۔ جب لوازم بیعت سے فراغت ہو جائے مرید کو
کلاہ کشیجرہ جو داخل سنت مشایخ ہے۔ حوالے کرے۔ اگر شایان خلوت دیکھے تو۔ خلوت میں آنے کی
اشارت فرمائیں۔ اور اگر اس قابل نہیں ہے۔ تب ضرورت نہیں ہے۔ مگر اپنی حضور میں رکھنا اور اس کی
تربیت کرنا بھی لازمی ہے۔
کتاب مرید المریدین میں لکھا ہے۔ نیز آداب السالکین میں رقم ہے کہ اگر کوئی عورت مستورہ خواہش کرے
کہ کسی پیر کی ارادت میں آوے۔ اور دست بیعت کرے۔ تو پیر کو لازم ہوگا کہ نقاب درمیان میں کر لیویں
ایک اینٹ یا پانی سے بھرا ہوا پیالہ پردے کے نیچے رکھ لیں۔ اس مقدار سے کہ اندر کے گوشے سے پردہ
اور گوشہ پردہ سے باہر رکھا رہے۔ پھر شیخ اور وہ پردہ نشین عورت اپنی انگشتان شہادت ہر ایک
کنارہ طشت پر رکھ دیں اور ارادت کی رسمیں پوری ادا کریں۔
اوراد چشتیہ میں درج ہے کہ اپنے ہاتھ کو صندل یا زعفران یا پاک مٹی سے آلودہ کر کے سفید کپڑے
پر لگا دیوے تاکہ اس کے ہاتھ کا نشان پورا اس پر لگ جاوے۔ اس نشان کو اس کے ہاتھ میں دیدیا جائے
اور اس کو کہا جاوے کہ اس نقش پر ہاتھ رکھ دیوے۔ یا اپنا دامن اسے پکڑا دے۔ عورت کا ہاتھ ہاتھ میں لینا
اہل معرفت کے نزدیک درست نہیں۔ اور قصر بھی عورت پر واجب نہیں۔ اور بعض مشایخ نے یوں فیصلہ کیا ہے
کہ عورتوں کی استدعا پر کسی اپنے محرم راز کو بطور وکیل مقرر کر کے بیعت کی رسوم پوری کر دی جائیں۔ یعنی بیعت

پیر اپنے ہاتھ کا نقش کپڑے پر یا کسی دوسری چیز پر لگا کر بھیج دیوے۔ یا مرید اپنا ہاتھ اس پر رکھ کر مرید کا عمل پورا کر دیوے۔ و یا وکیل مقرر کیا جاوے۔ تا کہ وہ مرید غائب کی مراد پوری کرے۔ مرید غائب تک شجرہ کا پہنچا دینا۔ اس مرید کافی دلیل ہوگی کہ بیعت ہو چکی۔ غائب مرید زمرہ مریدان میں شامل متصور ہوگا

فائدہ فوائد الفواید میں مذکور ہے۔ بعضے عزیز کہ بغیر شیخ کے ارادت لے آتے ہیں۔ اور مرید ہو جاتے ہیں روا نہیں چنانچہ نقل ہے اسی کتاب سے کہ شیخ فریدالدین گنج شکر قدس سرہ کا ایک فرزند تھا۔ جو باقی تمام اولاد سے بہتر تھا۔ وہ شیخ الاسلام خواجہ قطب الدین قدس سرہ کی قبر پر گیا۔ اور مرید ہو گیا۔ یہ خبر مشہور ہوتے ہوتے شیخ فریدالدین گنج شکر قدس سرہ تک بھی پہنچ گئی۔ شیخ صاحب نے فرمایا کہ خواجہ قطب الدین قدس سرہ بلا شک ہمارے خواجہ اور پیر ہیں۔ لیکن یہ بیعت بالکل ناجائز ہے۔ کسی صورت میں روا نہیں قرار دی جا سکتی۔ بیعت وہ ہوتی ہے کہ شیخ کا ہاتھ پکڑا جائے۔ بعضے مشایخ گو کہتے ہیں۔ اگر قبروں سے بیعت جائز ہوتی تو شیر بیشہ حلقہ مشائخان جناب مزار شریف میں رجوع ہوتے اور دوسرے مشایخ موقعہ بیعت نہ چھوڑتے۔ آداب السالکین

پس واسطے ارادت بیعت کے شرطیں ہیں اول حیات پیر

دوم۔ بلوغت مرید۔ کیونکہ وہ اپنا نفع نقصان سمجھ سکے۔ اگر خورد سال ہو وہ اس کا باپ یا ولی یا مربی متعلق اسے مرید کرائے تب روا ہوگا۔ ہرگز پیر کے حکم میں کسی قسم کی گردش اور لغزش نہیں ہو سکتی۔ اگر غیر والی کسی دوسرے کو مرید کرے۔ بلوغت کے بعد اختیار پیر کا نہیں ؛

سوم۔ ہاتھ پر ہاتھ رکھنا ؛ چہارم مقراض چلانا۔ پانچویں خرقہ یا کلاہ پہنانا چھٹے دوگانہ شکر ادا کرنا۔ ساتویں وعظ و نصیحت کرنا۔ توبہ و استغفار کرنا۔

[illegible] پیر مرید کو جب یہ سات شرطیں پوری کر لے۔ اور ارادت مرید کی قبول کر چکے تب مرید ہوتا ہے ورنہ نہیں

فوائد الفوائد میں لکھا ہے کہ پیر کو مرید سے کوئی طمع نہیں ہونی چاہئے۔ اور اگر وہ کچھ لائے تو بھی قبول نہیں کرنا چاہئے۔ اسی کتاب میں یہ ہے کہ کسی وقت کوئی مرید اپنے پیر کی خدمت میں کچھ سونا یا روپیہ لایا۔ پیر نے قبول نہ کیا۔ واپس اس کو دیدیا۔ جو لوگ اس وقت موجود تھے۔ انہوں نے اس بارہ میں سوالات کئے۔ اور کہا کہ اگر عقیدت و ارادت سے کوئی شخص مرید ہو کر کچھ پیش کرے تو قبول کرنا چاہئے۔ پیر نے فرمایا کہ پیر دین کے کام میں مرید کا محتاج نہیں ہونا چاہئے۔ نیز دنیا کے اسباب میں مرید کا دست نگر نہیں ہونا چاہئے۔ اگر کسی طرح مرید کو یہ خیال ہوگا۔ تو اس کا اعتقاد سست ہوگا۔ مرید کو یہ خیال ہی نہیں ہونا چاہئے کہ پیر فلاں معاملہ میں میرا محتاج ہے۔

فصل چہارم

(در آداب بیعت مرید و حقوق پیری)

مستند کتاب راحت القلوب میں بیان ہے کہ جب کوئی مسلمان خواہشمند ہو کہ کسی بزرگ سے ارادت لاوے اور مرید ہو جاوے۔ تو اسے لازم ہوگا کہ دو روز روزہ دار رہے۔ پھر غسل کرے۔ نیا لباس زیب تن کرے۔ کچھ خوشبو اور شیرینی اپنے ساتھ لے کر پیر کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور مرید ہو جائے۔ پھر اگر کچھ عذر کرے تو حسب وقت فرمائے اس وقت۔ روزہ اور غسل اس کام میں شرط یا لازمی نہیں ہے محض آداب کے لئے مقرر کر دیا ہے۔ پیر کو لازم ہے کہ جب کوئی طالب ان کی خدمت میں حاضر ہو۔ شرف بیعت سے طالب کو مشرف کر دیوے۔ کتاب معارف میں مرقوم ہے کہ جب رسوم بیعت سے فراغت ہو۔ دو رکعت نماز ضرور ادا کرے پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ و سورہ الم نشرح۔ دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ و الم ترکیف۔ پڑھنا چاہئے کیونکہ یہ سنت مشائخ ہے۔ جب دونوں رکعتیں پڑھ چکے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے اور سینہ تک لاوے اپنے پیر کی خیریت اسکی محبت میں مستقیم رہنے اور طلب معرفت الٰہی کیلئے دعا کرے۔ دراصل وہ وقت خدا کی رحمت کا وقت ہوتا ہے۔ جو کچھ اس وقت خدا سے مانگے گا پاوے گا۔ چونکہ وہ وقت ایک خاص وقت ہوتا ہے۔ انسان بھی اس وقت پاک ہوتا ہے۔ پاکوں کی دعا بے اثر نہیں جاتی۔

فائدہ از کتاب مطلوب الطالبین۔ توبہ کا سبب خود اس کے اوپر ہے نہیں۔ حق تعالیٰ اسے معاف فرماتا ہے [illegible] پر لازم ہے کہ اس کے زمانہ گذشتہ کے گناہوں پر عیب نہ پکڑیں۔ اگر توبہ کے بعد پھر کوئی حرکت ناشائستہ ظہور میں آوے۔ اور پھر ویسے ہی کام کرے۔ البتہ تب خلقت کو لعن طعن اسپر واجب ہے۔

فائدہ جب سالک راہ سلوک میں قدم رکھے چاہئے کہ اول توبہ کرے توبہ بھی دو قسم پر منقسم ہے۔ توبہ خاص و توبہ عام۔ توبہ عام گناہوں سے ہوا کرتی ہے۔ اور توبہ خاص سے مراد دل برداشتہ ہو جانا ہے از ماسوا اللہ طائفۂ اہل معرفت کا اتفاق ہے کہ توبہ دو قسم پر نہیں۔ بلکہ تین قسم پر منقسم ہے۔ اول توبہ بہ حالت موجودہ۔ دوم توبہ زمانہ گذشتہ۔ سوم توبہ واسطے زمانہ مستقبل کے۔ توبہ حال وہ ہے کہ زمانہ موجودہ میں ندامت کا اظہار کیا جائے اور اپنے گناہوں پر پشیمانی جو کچھ کر چکا ہے۔ توبہ ماضی یعنی زمانہ گذشتہ کی یہ کہ جس کسی پر ظلم کیا ہے یا کسی شخص کا مال ناحق کھایا ہے۔ اس کے پاس جاوے اور اسے خوش کر لیوے۔ توبہ استقبال لیتے آنے والے زمانہ سے مطلب ہے کہ پھر گناہ نہ کرے گا۔ اگر زبان سے توبہ تلا کر رہا ہے۔ دل راغب نہیں۔ بالفاظ دیگر اگر آدمی کی دلی توبہ نہیں۔ تو وہ توبہ ہی نہیں کہلاتی۔ مذاق ہے۔ اور بچوں کا کھیل۔ اور وہ کس سے

خداوند تعالےٰ سے جو احکم الحاکمین ہے۔ خالق کل ہے۔ نعوذ باللہ منہا
مطلوب الطالبین میں صاحب کتاب نے لکھا ہے۔ سالک کو لازم ہے۔ اپنے جادہ سے جدا نہ ہووے۔ لیکن ہاں بقدر حاجت۔ اس قدر کہ صاحب طریقت نے فرمایا ہے۔ دانشمند ہر روز طلب دنیا میں پھرتا ہے حرام و حلال کون دیکھے۔ صوفی اگر کوچہ و بازار میں جائے اقامت سجادہ اور سلوک کی کون کرے۔ سالک کو چاہئے کہ صحبت ہمیشہ متقیوں سے رکھے۔ دولت مندوں کی رفاقت سے اجتناب کرے۔ اس پر حدیث کا حکم یوں عاید ہے۔ صحبت الصالحین نور۔ صحبت الاغنیا نار۔ مطلوب الطالبین میں ہے کہ پیر کا منہ استاد کا اور اپنے ماں باپ کا بغیر وضو کے نہ دیکھے۔ اگر ایسا نہیں تو تارک ادب ہے گویا بے ادبی کرتا ہے۔

آداب یہ کہ ان کے مواجہہ میں ہیبت با تشریف کرے۔ استاد کے روبرو دم نہیں نہ کرے۔ بلکہ لازم ہے کہ سر اونچا نہ کرے۔ اور آنکھ سے آنکھ نہ ملائے۔

ادب۔ پیر اور اپنے استاد سے جو کچھ سنے یقین کرے۔ اور سچ جانے۔ ظاہر و باطن ان باتوں پر اعتراض نہ کرے۔ خواہ پیر اور استاد شریعت کی مخالفت ہی کیوں نہ کرتے ہوں۔

مطلوب الطالبین میں بحوالہ سیر الاولیا مرقوم ہے۔ اگر مرید کے دل میں خیال آوے کہ میرے پیر کے برابر کوئی دنیا میں نہیں کہ خدا کو پہنچا دے۔ یا شیطان ملعون اس کے خیالات میں تصرف کرے۔ اور وہ اپنے پیر کی محبت چھوڑ دے۔ حقیقی کا فر اسے بنا دیتا ہے۔ اس کام میں اصل اعتقاد ہے۔ چنانچہ کہا گیا ہے۔ مومن گناہوں میں کافر نہیں ہوتا۔ اور مرید فقط ایک لغزش سے مرتد ہو جاتا ہے۔

آداب۔ کتاب سیر الاولیا میں لکھا ہے کہ ایک شخص شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں آپ کا مرید ہوتا ہوں۔ آپ نے فرمایا ایک شرط سے تمہاری ارادت کو قبول کروں گا۔ کہ جو کچھ میں حکم کروں تم اسے بلا تامل بجا لاؤ۔ اس نے عرض کیا جو کچھ حکم ہوگا اسے جان و دل سے بجا لانے کو مستعد اور تیار ہوں۔ آپ نے پوچھا تو کلمہ طیب کس طرح پڑھا کرتا ہے۔ اس نے کہا اس طرح کہا کرتا ہوں کہ لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ۔ آپ نے فرمایا یوں مت کہو بلکہ یوں کہو۔ لا الٰہ الا اللہ شبلی رسول اللہ۔ اس نے فوراً اسی طرح کہا۔ پھر شیخ شبلی صاحب نے فرمایا کہ اے عزیز شبلی تو درحقیقت ایک ادنیٰ اور کمینہ حیا کروں آنحضرتؐ سے ہے رسول کی ذات پاک ہی اور ہے۔ میں تو صرف تیرے اعتقاد اور یقین کا امتحان کرتا تھا۔

فوائد السالکین میں بھی ایسا ہی ہے کہ خواجہ قطب الدین قدس سرہ کہ خواجہ بزرگ سے ایسا ہی عمل میں آ چکا ہے۔ اپنے پیر کے سامنے نفلوں اور وردوں میں مشغول نہ ہووے کہ نفل پیر کے مشاہدہ جمال سے بالاتر نہیں ہیں۔

بفرض اگر رہا ہی نہیں جاتا تو پیر سے الگ کسی گوشۂ تنہائی میں چلے جانا واجب ہے۔ وہاں جاکر اپنا وظیفہ وغیرہ پورا کر لینا چاہیے۔ اور اگر گوشۂ تنہائی میسر نہ ہوسکے تو پیر کی پشت کے پیچھے بیٹھ جائے۔

آداب :- پیر کی طرف کسی وقت بھی پشت نہ کرے۔ اگر ضرورت پڑ جائے الٹے پاؤں جاوے۔ اور جب نظر سے غائب ہو جائے تب لوٹے۔ شیخ فرید الدین گنج شکر قدس سرہٗ اور سلطان المشائخ قدس سرہ کے مرید ایسا ہی کیا کرتے تھے کہ پشت انکی طرف نہ کرتے۔ ضرورت کے وقت الٹے پاؤں چلتے تھے اور جب وہ دور چلے جاتے تب سیدھے ہو کر جاتے۔

آداب :- جوتی جوڑہ سمیت بزرگوں سے ملاقات نہیں کرنی چاہیے۔ اور بزرگوں کے مقام پر بھی جوتا پہنے ہوئے نہیں جانا چاہیے کہ موجب بے ادبی و گستاخی ہے۔

آداب - پس خوردہ پیر یا کسی بزرگ کا اگر میسر آئے کھڑے ہو کر تعظیم سے کھانا ضروری ہے جیکہتا کی رو سے کھڑے ہو کر کھانا مضر ضرور ہے۔ لیکن تین قسم کے پانی کھڑے ہی ہو کر پینا ضروری ہیں۔ آب زمزم۔ دوسرے پانی پیر یا کسی بزرگ کا بچا ہوا۔ تیسرے پانی بقیہ وضو۔ اس طرح پینے سے مراد یہ ہے کہ برکت تمام اعضا کو پہنچے۔ آداب :- پیر کے سامنے اس کے حکم سے اقامت کہے۔ اور نماز کے بعد دعا مختصر سی پڑھے۔ اور اٹھ کھڑا ہو۔ پھر پشت کی طرف ہو جائے۔ اور سنت ادا کرے

آداب :- جب تارک ہو۔ خرقہ یا کلاہ یا پیراہن پہنے۔ تو واجب ہے کہ دوگانہ محبت ادا کرے اور کچھ شکرانہ ساتھ لیکر پیر کے پاس جائے۔ اور قبول کرانے کی کوشش کرے۔ اگر قبول ہو جائے کورنش اور آداب بجا لائے

آداب :- جب کوئی شخص روضۂ پیر میں جائے یا استاد یا کسی دوسرے بزرگ کے مقبرے کی زیارت کیلئے جاوے تو ضروری ہے کہ پھول۔ شیرینی۔ یا کچھ نقدا اپنے ساتھ لیتا جائے۔ اگر اس قدر توفیق نہ ہو۔ ان چیزوں میں سے کچھ چیز ساتھ نہیں لیجا سکتا تو از قسم سبزہ ہی کچھ لے جانا واجب ہے۔ وہی کافی ہے۔ خالی ہاتھ جانا ٹھیک نہیں۔ تین طواف کرے۔ جب طواف سے فراغت پاوے۔ منہ کے مقابل کھڑا ہو۔ اور کہے علیکم السلام یا اہل لا الہ الا اللہ۔ اس کے پیچھے پھول یا سبزہ جو کچھ بھی ہو۔ دستار و قدم اور نزدیک منہ میت کے رکھ دیوے۔ اور خود بیٹھ جائے۔ اور شیرینی اور نقد جو کچھ ہو اسے سامنے اپنے رکھ لیوے۔ چند آیات قرآن پاک سے پڑھے۔ ثواب اس کا صاحب قبر کو پہنچا دے۔ دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے سورہ فاتحہ آیۃ الکرسی۔ و اذا زلزلت ارض۔ والہٰکم التکاثر ایک ایک بار۔ سورہ اخلاص گیارہ بار اور لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہٗ۔ لہ الملک ولہ الحمد یحیی و یمیت۔ وھو حی لا یموت ابدا ابدا۔ ذو الجلال والاکرام بیدہ الخیر و ہو علی کل شیء قدیر۔ ایک دفعہ پڑھے۔ پھر کہے قرأت القرآن و حسنات ثوابہا بروح فلاں بن فلاں

بعدازاں انگشت شہادت مزار پر رکھے۔ اور تین دفعہ درود شریف پڑھے۔ پھر جو حاجت کہ رکھتا ہو عرض کرے۔ پھر شیرینی یا نقد جو کچھ ساتھ ہے۔ اس بزرگ کے وارثوں یا خادموں مجاوروں کو جو کوئی ہو۔ ان کے حوالہ کردے۔ اور آپ وہاں سے رخصت ہو جائے۔

فایدہ :- زیارت مقبروں سے جب واپس آوے کسی مریض کو دیکھنے نہ جاوے۔ اگر جاویگا اسکی صحت کی امید نہیں رہیگی بلفرض اگر چلے جانیکی ضرورت پیش آئے۔ تو چاہئے کہ مسجد میں یا اپنے گھر پہلے جاوے دو رکعت یعنی دوگانہ پڑھے۔ پھر جائے۔ بلا اس کے مرید یا عزیز کی بیمار پرسی واجب نہیں ہے۔ فرمان بزرگان اسی طرح سے ہے۔

فایدہ - جب کسی بیمار کی بیمار پرسی کرنے جاوے۔ پہلے سلام کہے۔ پھر پرسش احوال کرے۔ اس کے بعد حکایات نیک فال نیک امیدوں اور شفاعت وغیرہ کے متعلق گفتگو کرے۔ ایسے بیانات ہرگز نہ کرے جو خوفناک ہوں عذاب قبر۔ دوزخ۔ موت اور تکلیف کی باتیں زبان پر نہ لائے۔ کہ حکمت سے اور ہمدردی و مروت سے بعید ہیں مریض کا دل دہل جاتا ہے :: فایدہ اگر بیمار پرسی کو جانے والا مریض کے پاس پہنچتے ہی یا آتے ہی یا سلامُ ایکسو گیارہ مرتبہ پڑھے۔ اور مریض پر دم کرے۔ انشاءاللہ تعالیٰ مریض صحت حاصل کرے گا۔

فایدہ - اگر کوئی شخص کسی غایب مریض کیلئے اس کی شفا یابی کیلئے یا سلامُ ایکسو گیارہ دفعہ پڑھے۔ اور اس کی طرف منہ کر کے دم کرے۔ انشاءاللہ مریض شفا پائیگا۔

فوایدالفواد - میں لکھتے ہیں کہ جانبوالا کمال کیطرف راغب ہے۔ یعنی سالک جب تک سلوک میں ہے۔ امیدوار کمالیت کا ہے اس کے بعد فرمایا ہے کہ سالک ہے۔ واقف ہے۔ اور راجع۔ مگر سالک حقیقی وہ ہے کہ جو رہ رو اور واقف راہ ہے کہ دفعتہً تھکانے لگ جائے۔ بندہ نے عرض کیا کہ سالک کو بھی وقیفہ رہتا ہے۔ فرمایا ہاں ضرور ہو جاتا ہے۔ مگر اسوقت جبکہ اس کی طاعت میں کچھ فتور پڑ جائے۔ چنانچہ اسوقت وہ طاعت سے رہجاتا ہے۔ ایسے وقتیں پیش آجاتی ہیں۔ اگر زود کاری کرے اور امانت سے ہیوند ہو جائے۔ پھر سالک ہو جائیگا۔ اگر عیاذ باللہ اسی طرح رہجائے۔ تیسرا ہوتا ہے کہ راجع ہوتا ہے۔ اس کے بعد تقریر سے اس معاملہ کو سات قسم سے بیان فرمایا۔

اعراض - حجاب - تفاصل - سلب مزید - سلب قدیم - تسلی - عداوت :: ان قسموں کی تفصیل فرمائی - کہ دو دوست ہوتے ہیں۔ اور وہ دونوں عاشق و معشوق کی طرح ایک دوسرے کی نسبت محبت رکھتے ہیں اس درمیان میں اگر ایک عاشق سے کوئی حرکت۔ کوئی قول یا فعل یا کوئی دیدہ ایسی ہو گئی۔ کہ دوسرے یا معشوق و محب نے اسے ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا۔ اس کا کوئی آگے دوست ہو جیسا ہو۔ اسے اس نے اعراض کیا

اس کے کہنے پر اس نے اپنے دوست سے روگردانی کی اور باہمی الفت میں فتور آگیا۔ اب اس حرکت بیجا کرنے والے کا فرض ہوگا کہ وہ توبہ تائب اور تلافی مافات میں مستغرق ہو جائے۔ اور اپنے دوسرے عاشق و محب سے معذرت کرے۔ اور کوشش میں لگ جائے کہ میرا دوست میری خطا سے درگذر کرے۔ اور وہی محبت و مودت پھر قائم ہو جائے۔ جو میری خطا سے کچھ بگڑ گئی ہے۔ حتیٰ کہ اس دوست کو خوشنود و رضامند کرکے چھوڑے وہ تھوڑا دقیقہ جو حرکت بری کرنے والے سے معذرت و رضامندی کرتے ہوئے باہمی بگاڑ میں گندا تاخیر کہلائے گا۔ اور اگر وہ محب اس خطا پر کچھ .....

گفتگو کا سلسلہ یہاں تک پہنچا تھا کہ اس درمیان میں خواجہ ذکر اللہ بالخیر نتل حجاب کے اس بات میں پہنچے انہوں نے ہاتھ کو اٹھایا اور اپنی آستین کو اپنے منہ مبارک پر رکھ لیا۔ اور فرمایا کہ بس اسی طرح حجاب ہو جاتے درمیان محب اور محبوب کے۔ پس محب کو واجب ہوتا ہے کہ عذر معذرت میں کوشش تمام کرے اور توبہ استغفار میں مصروف ہو۔ اگر اس باب میں سستی اور آہستگی کو عمل میں لاوے۔ حجاب سے اور زیادہ فاصلہ ہو جائیگا اس دوست سے اسکو جدائی کرنی پڑے گی۔ پس پہلے اعتراض درمیان میں نہ تھا۔ جب عذر معذرت نہ کیا۔ حجاب ہو گیا۔ اور جب اس پر ناپسندیدگی بڑھ گئی۔ تفاصل ہو جائیگا۔ یعنی درمیان میں فاصلہ ہو جائے گا اگر اب بھی وہ دوست عذر اور توبہ نہیں کرتا سلب مزید ہو جائیگا۔ زیادتی جو اس کو ہوگی ورد و وظائف اور ذوق عبادت وغیرہ زیادتی اس سے واپس لے لیں گے۔ اگر اب بھی عذر نہ کرے اور اسی مطلب پر رہے۔ سلب قدیم ہو جائے۔ وہ طاعت اور وہ راحت کہ مزید سے پہلے تھی۔ وہ بھی جاتے رہیں گے میں اگر اب بھی توبہ میں تامل اور قصور ہوگا۔ تسلی ہوگی۔ یعنی دوست اسکی جدائی پر اپنا دل جمالیگا۔ اگر پھر بھی توبہ میں خیال نہ ہو۔ یعنی وہی بات رہی تو عداوت درمیان میں آجائیگی۔ اور وہ جو محبت تھی عداوت سے بدل جائیگی۔ نعوذ باللہ منہما۔

یہاں سے چند نقلیں

واقعات حضرت پیر دستگیر جو آداب اور خدمت گذاری اپنے مرشد میں واقع ہوئی بیان کئے جاتے ہیں۔

پیر کے بال کی توقیر

ایک روز حضرت مرشد آفاق اپنے محاسن مبارک میں شانہ فرما رہے تھے۔ اتفاقاً ایک تار بال کی محاسن مبارک سے جدا ہو کر کہیں بستر وغیرہ سے لگا رہ گیا۔ حضرت پیر دستگیر نے بنظر باطن سے دریافت کیا کہ ایک بال حضرت مرشد کا یوں پڑا ہے۔ آپ نے مرشد سے پوچھا کہ حضرت کا ایک بال محاسن سے جدا ہو کر فراش میں پڑا ہے۔ یہ غلام امیدوار ہے کہ تبرکاً اس بال کا تعویذ بنا لیوے۔ تاکہ محافظ جان اور ایمان کا ہو جائے۔ فرمایا مضائقہ نہیں لے لیں۔ لیکن اس دستگاہ پر فریفتہ اور مفتون نہ ہو جانا چاہئے۔ درویشی دوسری چیز ہے۔ حضرت نے آپکی خدمت میں آداب عرض کیا۔ اور عرض کیا جو کچھ بھی ہے سب پیر و مرشد کا تصدق ہے۔

اس کے بعد تین دن تک بندگی میں حاضر رہے۔ تین دن برابر گوشت مرغ کا با مصالحہ اور مرغن کھانے کے لئے تکرت ہوتا رہا۔ تیسرے روز آپکو رخصت ہوئی آپ وہاں سے تشریف لے آئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

سات روز کا فاقہ

عارف کامل سید عبد المومن نے فرمایا کہ اکثر مرشد آفاق کو اسقدر استغراق ہو جاتا کہ دنیا و مافیہا سے بیخبر ہو جایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایکدفعہ پھر ایسا ہی ہوا تھا کہ بالکل دنیا سے بیخبر تھے۔ چنانچہ سات دن کامل یہی حال رہا کہ مطلق مستغرق رہے۔ آپ تو اس عالم میں ہے۔ ادھر صاحبزادے درویش۔ فقیر۔ عیال و اطفال صاف فاقہ رہے۔ کچھ بھی کھانے پکانے کو میسر نہ آیا۔ از قسم ماکولات و مشروبات ایک دانہ بھی نہ ملا کہ کھاتے اور پانی پی لیتے۔ ایک قطرہ پانی بھی کسی نے نہیں پیا تھا۔ سات دن کے بعد چند آدمی سہارنپور کے باشندے نجبا و شرفا سادات وغیرہ سے حضرت مرشد آفاق کی خدمت میں پہنچے۔ اور دعوت کی تقریب کا بہانہ کر کے مرشد آفاق کو معہ کل جماعت درویشان اپنے مکان پر سہارنپور لیگئے سو وہاں پہنچا کر قسم قسم کے کھانے انہوں نے حاضر کئے۔ جب دسترخوان بچھ رہا تھا حضرت پیر دستگیر نے صاحبان دعوت سے اور کھلانے والوں سے اشارۃً کہا کچھ کھانا اچھوتا الگ رکھ چھوڑنا۔ ان لوگوں نے بموجب ارشاد تعمیل کی۔ اور کھانا بچا رکھا پیر دستگیر کھانا کھلانے کی خدمت پر مامور تھے۔ اپنی خدمت پر کمربستہ حاضر رہے۔ بذات خود حضرت نے کچھ نہ کھایا۔ بات یہ تھی کہ آپ کو اختر یا درویشان و صاحبزادگان و عیال کا فاقہ معلوم اور یاد تھا۔ جب حضرت مرشد آفاق نے ہاتھ کھانے سے اٹھایا۔ حضرت پیر دستگیر نے فوراً نماز عشا کیلئے آپ کو وضو کرایا۔ اور اپنے یاروں سے فرمایا لو صاحبو اب آپ جائیں میں ایکدوسرے کام کیلئے جاتا ہوں۔ آپ جائیں اور آپ کا کام آپ سب حضرت کی خدمت میں حاضر رہیں۔ آپنے وہ کھانا جو علیحدہ رکھوا لیا تھا۔ پلاؤ۔ بریانی۔ روٹیاں۔ حلوا وغیرہ سب کچھ لیلیا۔ اور اپنی چادر میں مضبوط باندھ لیا۔ شوربے کی دیگچی سر پر اٹھالی اور باقی کندھے پر ڈالا اور روانہ انبیٹہ ہو گئے۔ آدھی رات ہوگی کہ آپ منزل مقصود پر پہنچے پر آپنے دروازہ کھٹکھٹایا۔ اندر مکان والے کھٹکے سے بیدار ہوئے۔ اور پوچھا کون ہے آدھی رات دروازہ کھڑکھڑاتا ہے۔ آپنے فرمایا بھیکہ اس خاندان کا غلام۔ بچے جاگ پڑے اور سب کے سب میراں صاحب۔ میراں صاحب کہتے ہوئے بے اختیار بھاگے چلے آئے۔

اب اندر داخل ہوئے۔ چراغ روشن کیا اور کھانا سب کے آگے رکھدیا۔ اور آپ خدمت پانی بہم پہنچانے کی سرانجام دہی کیلئے برابر کمربستہ کھڑے رہے۔ حتیٰ کہ سب صاحبان چھوٹے بڑے کھانا کھا کر سیر ہو گئے۔ آپنے برتن خالی کرائے اور سب کی گٹھڑی باندھ کر سر پر رکھی۔ راتوں رات قریب صبح کی نماز کا وقت ہوا ہوگا کہ واپس سہارنپور پہنچ گئے۔ اور عین اس وقت جبکہ حضرت مرشد آفاق صبح کی نماز کا وضو کرتے تھے وضو کی خدمت

پوری کی۔ انبیٹھہ اور سہارنپور کا درمیانی فاصلہ بارہ کوس کا بتلاتے ہیں۔ آپ تین مرتبہ آئے گئے۔ ایک دفعہ مرشد آفاق کے ساتھ جب دعوت کیلئے آئے تھے اور دو مرتبہ کھانا پہنچانے کیلئے۔ گویا چھتیس کوس منزل شبا شب طے کی۔ ہرگز کسی قسم کا آرام نہیں کیا۔ اپنے نفس پر ہر طرح کا جبر کیا۔ اس قدر سخت محنت ومشقت قبول کی۔ مگر اپنے مرشد ان کے عیال واطفال ومتعلقین کی خدمت بجالانے میں حد ضرورت سے زیادہ مصروفیت کا اظہار فرمایا۔ لطف یہ کہ یہ واقعہ ایک ہی روز کا نہ تھا۔ بلکہ پورے بیس روز کی مدت دراز تک حضرت مرشد آفاق سہارنپور میں مقیم رہے۔ لوگوں نے واپس آنے نہ دیا۔ شرفاء سہارنپور نے فرصت ہی نہ دی کہ روزانہ صبح ایک شریف اپنے ہاں دعوت کر دیتا۔ اس کی کھاتے پھر دوسرا طیار۔ یکے بعد دیگرے دور جو چلا تو بیس دن برابر جاری رہا۔ ہر شب کو پیر دستگیر کھانے کے خوان شوربے کی دیگچیاں روٹیاں وغیرہ اپنے سر اور کندھوں پر لادتے۔ سہارنپور سے رات ہی کو چلتے انبیٹھہ میں آتے تمام خاندان کو کھانا کھلاتے۔ جب خاندان کھانا کھا لیتا۔ آپ سب کو پانی دیتے۔ اور پھر برتن خالی جو اٹھاتے تو قبل از نماز فجر اپنے مرشد کی خدمت وضو کیلئے بر وقت سہارنپور تشریف لے آتے۔ یہ تمام واقعات اور ماجرا اس مدت میں کسی دوسرے کو معلوم نہیں ہوا۔ بصورت راز حضرت پیر دستگیر چلتے تھے۔ یا خانہ حضرات مرشد آفاق جنہیں آدھی رات کھانا تیار کھانے کو ملتا تھا۔ جب دعوتوں کا سلسلہ ٹوٹا۔ اور مرشد آفاق سہارنپور سے رخصت ہو کر اپنے دولت سرائے میں آ پہنچے تو اپنے فرزندوں سے فرمایا کہ ہم تو سہارنپور میں قسما قسم کے کھانے کھاتے رہے اور خوب شکم سیر ہو کر کھانے کھاتے تھے۔ مگر تم بتاؤ کچھ تم لوگوں کو بھی میسر ہوا۔ صاحبزادوں نے عرض کیا کہ جو قسما قسم کے کھانے آپ تناول فرماتے تھے۔ وہی بالکل گرم گرم اور تازہ بتازہ ہم روز کھاتے تھے۔ حضرت نے باصرار پوچھا کہ ایک آدھ دفعہ تو ایسا اتفاقاً ہو گیا ہوگا۔ ہر روز کیسے ہو سکتا ہے صاحبزادگان نے کہا کہ جتنے روز جناب قبلہ سہارنپور میں تشریف فرما رہے۔ ہمیشہ متواتر بلاناغہ یا لوم(؟) بوجہ احسن خوب خوب سیر ہو کر اور شکم سیر کھانا لیتے رہے ہیں۔ یہ صحیح واقعات ہیں۔ اس میں کسی مبالغہ کو دخل نہیں ہے۔ اسی وقت حضرت مرشد آفاق کی نگاہ فوراً حضرت پیر دستگیر پر پڑی۔ فرمایا۔ کس قسم کی محنت شاقہ اٹھانا۔ ایسا شدید جہاد کرنا پیران صاحب کے سوا کسی دوسرے شخص کا کام نہیں ہے اتنی بڑی مہم کو اگر کوئی انجام دینا چاہتا ہے تو سمجھ لیجئے کہ کسی سے ممکن نہیں۔ آپ نے حسن معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور بارگاہ الٰہی میں دعا فرمائی۔ کہ بار الٰہی اپنے اس مقبول بندے کو اپنا اور زیادہ مقبول بنا۔ اور اپنی بارگاہ کے خاص الخاص بندوں میں شمار کر۔ اور اسے اپنے خاص لطف سے منور کر دے اور اپنی معرفت کے رنگ میں رنگ دے۔ تاکہ ... حاصل ہو۔

بکمال کرمہ۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

پیر کے سائیس کی عزت

نقل ہے کہ حضرت پیر دستگیر نے دایرہ شریف سے گھوڑام شریف کا قصد کیا۔ اور نمو بوستان عزت و اجلال و گل سبز سبز گلستان فضل و کمال صاحبزادہ والاقدر شاہ محمد باقر بھی ہمراہ جانے کو تیار ہوئے۔ حضرت پیر دستگیر نے بپاس لحاظ و ادب صاحبزادہ صاحب کو ایک یا آدھا کوس بیشتر روانہ فرمایا۔ ان کے تعاقب میں خود روانہ ہوئے۔ اثنائے راہ میں ایک مقام پر گھوڑے کا سوار ایک سائیس مل گیا۔ جو واقعہ میں صاحبزادہ صاحب کا سائیس تھا۔ جب حضرت میراں صاحب کے جھیان کے قریب پہنچا۔ تو حضرت نے اس سے دریافت فرمایا کہ آپ کون ہیں۔ اور کہاں کا ارادہ ہے۔ سائیس نے عرض کیا کہ حضرت میں صاحبزادہ صاحب کا سائیس ہوں۔ آپ نے پوچھا تمہارے سر پر کیا لدا ہے۔ جواب دیا تنگ توبرا وغیرہ ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت پیر دستگیر جھیان سے نیچے اتر پڑے تنگ توبرے کا تھیلہ اس کے سر سے اتار لیا۔ اور اپنے سر پر اٹھا کر روانہ گھوڑام شریف ہوگئے۔ ہمراہی اور درویش و خادم سب کے سب ہر چند عرض معروض کر کے تھک گئے کہ ہم سب موجود ہیں۔ یہ اسباب کا تھیلا ہم لوگوں کو عنایت ہو۔ ہم اٹھائے چلیں گے۔ مگر مطلق توجہ نہیں ہوئی۔ جب ہمراہیان زیادہ اسرار کرنے لگے۔ تو فرمایا یہ میرا ذاتی کام ہے۔ اور میرے متعلقہ خدمت ہے۔ اس کی سرانجام دہی میرے ہی ذمہ ہے کسی دوسرے کو دخل کی گنجائش نہیں۔ اسے میں ہی سرانجام دوں گا۔ آپ سب صاحب ہٹ جائیے۔ آپ سب صاحبان اپنے اپنے کام میں مشغول ہو جائیے۔

اختیار خاں ایک معزز شخص جو آنجناب کے مریدان خاص میں شامل تھا۔ وہ بھی ہمراہ تھا۔ یہ حالت دیکھکر اپنے گھوڑے سے کود پڑا۔ اور نہایت عجز و انکسار سے ملتجی ہوا کہ یا حضرت خادم درگاہ حضور کے قدموں میں موجود ہے۔ یہ بوجھ وغیرہ جو کچھ ہے۔ خادم کو مرحمت فرمایا جاوے۔ منزل پر پہنچا دوں گا۔ مستحق تو لیے لگا مگر ہرگز قبول نہ ہوا۔ اختیار خاں سے برداشت نہ ہو سکا۔ کہ ہم سب ہمراہی تو سبک ہو کر گھوڑوں پر سوار سفر کریں۔ اور حضرت پیر دستگیر جن کے قدم مبارک کی خاک ہماری پیشانی دارین کا سرمہ ہے وہ بایں حال پیادہ پا اور گھوڑے کے تنگ توبرے و کمل وغیرہ کا بوجھ سر مبارک پر لادے ہوئے ہوں۔ ساتھ جانا سراسر غیر موزوں ہے۔ اپنے گھوڑے کو بھگا لے گیا۔ اور حضرت صاحبزادہ صاحب سے جا ملا۔ اور یہ واقعات بتمام و کمال آپکی خدمت مبارک میں عرض کیے۔ صاحبزادہ والاقدر یہ واقعات سنتے ہی فوراً گھوڑے سے نیچے اتر آئے۔ مگر ساتھ ہی کچھ سوچکر اپنے گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ گھوڑے کو خیر فرمایا اور حضرت پیر دستگیر سے جا ملے۔ اور آپکے فرق مبارک پر سے تنگ توبرے کا تھیلہ کا تھیلہ اتار دینے کیلئے کہا۔ حضرت نے فرمایا کہ

اے صاحبزادہ صاحب حضرت کا اسباب خدا کے واسطے اپنے سر پر اٹھایا ہے۔ مقصود اس سے یہ ہے کہ بزرگان دین کی خدمت سعادت دارین ہے۔ بالآخر صاحبزادہ صاحب نے اپنے دست مبارک سے اپنے سائیس کا بوجھ جو ان سے چھین کر حضرت میر انچھو نے اپنے سر مبارک پر لاد رکھا تھا۔ اور پاپیادہ اسے لئے چلے جاتے تھے۔ اتار لیا۔ اور دوسرے ہمراہیوں کے حوالے کیا۔ یہ تو حضرت پیر دستگیر کا معمول تھا کہ صاحبزادہ صاحب کے گھوڑے کو اپنے ہاتھ سے جھاڑ پونچھ فرماتے۔ گھاس و دانہ اپنے ہی ہاتھ سے ڈالتے۔ صاحبزادے صاحب کے گھوڑے کی لید وغیرہ خود اٹھاتے۔ گویا ایسی تمام خدمات گھوڑے کے تھان کی درستی اپنے ہاتھ سے بذات خود فرماتے کے علاوہ سواری کے وقت گھوڑا خود تیار کرتے۔ زین خود لگاتے۔ تنگ وغیرہ اپنے ہاتھ سے کستے۔ کسی دوسرے شخص پر ان خدمات کا انحصار کبھی نہیں کیا۔ بلکہ کسی شخص پر اعتبار ہی نہ تھا۔ حالانکہ ہر چند درویش و خادم بارہا عرض کر چکے تھے کہ غلاموں کے یہ خدمات سپرد فرمائیے تاکہ ان خدمات کی انجام دہی کے ہم لوگ بھی مستحق ثواب ہوں۔ جسکا جواب ہمیشہ یہی ملتا تھا کہ صاحبو۔ آپ کو ان باتوں سے کوئی سروکار نہیں مجھے ان خدمات سے سرخروئی کونین حاصل ہونے کی کمال توقع ہے۔ اگر یہ امور کسی دوسرے کے سپرد کر دیئے جائیں۔ اور کوئی اور بزرگ مامور ہو جائے تو وہ یہ دولت لیجا ئیگا۔ میں منہ تکتا رہجاؤنگا اور کلام خداید اور نفعے جو میری ذات کو حاصل ہونیوالے ہیں۔ سب سے محروم رہ جاؤں گا۔ اس قسم کا بھی کوئی بے وقوف ہوگا جو ملتی ہوئی دولت کو خود اپنی سہل انگاری اور غفلت سے برباد کر دے۔ ایسے واقعات بیشمار اور بارہا وقوع میں آئے ہیں۔ آپ تمام ایسی خدمات بذات خاص ہی کرتے رہے۔ اگر ایسے واقعات ازحد یکجے درج کتاب کئے جائیں۔ تو فقط انہیں واقعات سے ایک ضخیم کتاب تیار ہو جاوے۔ طوالت کے خیال سے محض ایک آدھ واقعہ پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔ مشتے نمونہ از خروارے۔

مرید کا اشتیاق اور پیر کی نگاہ معانی

عارف کامل میاں شاہ سجاول کی زبانی نقل ہے کہ ایک صاحب حاجی رحمت اللہ صاحب جو مریدان خاص کی جماعت کے رکن رکین تھے۔ جب آپ زیارت بیت الحرام اور حج حرمین شریفین سے فراغت پاکر واپس آرہے تھے۔ ایک شب بلدہ گجرات میں انہوں نے ٹھہرنا چاہا۔ اور پیشوائے عارفان شاہ قیام الدین قدس سرہ کی خانقاہ میں شب باشی کیلئے قیام کیا

آدھی رات کو شیخ خواب راحت سے بیدار ہوا۔ خادمان خانقاہ و درویشان درگاہ سے دریافت کیا کہ آج جسقدر صاحبان یہاں صادر و وارد ہیں۔ ان سبکی معمولاً تواضع و تکریم اور مدارات خوب اچھی طرح سے کی گئی ہے۔ اور تمام موجودگان کو کھانا وغیرہ باحتیاط تا پہنچا دیا گیا ہے۔ سب نے سیر ہو کر تناول فرمایا ہے

کوئی بلا نان و نمک نہیں چھوڑا ـ سب کی خدمت معمول کے مطابق کیگئی ـ اور فراغت پانے کے بعد ہم لوگ سوئے ہیں کوئی باقی نہ تھا شیخ نے فرمایا کہ درست ہے ـ آپ لوگ سبکو کھلا پلاکر سوئے ہونگے مگر مجھے معلوم ہوا ہے کہ ایک شخص باغ کے اندر بلا نان و آب باقی رہگیا ہے ـ جسپر چند شخص متعلقین خانقاہ سے بھاگے ـ باغ میں پہنچے ـ جستجو کامل کے بعد انہوں نے دیکھا کہ گوشہ باغ میں ایک شخص سرتاپا کمل اوڑھے ہوئے پڑا ہے ـ اور بیخود خراٹے لے رہا ہے ـ خدام درگاہ نے سونیوالے کو جگایا نہیں ـ بلکہ الٹے پاؤں واپس آکر شیخ کی حضور میں عرض کیا کہ ایک نووارد باغ کے کونے میں کمل لپیٹے ہوئے سوتا ہے شیخ نے درویشوں کو حکم دیا کہ دیکھو میں تو اپنے حجرے میں روزانہ وظایف کیلئے جاتا ہوں ـ آپ لوگ دونوں دروازے باغ کے گھیرے ہوئے ہشیار بیٹھے رہو ـ اور جیسے تمہیں یہ معلوم ہو کہ سونیوالا مسافر بیدار ہوا ہے ـ تب باادب اسکی خدمت میں عرض کرو کہ شب گذشتہ آپکی تشریف آوری سے ہملوگ اصلا بیخبر و ناواقف رہے کوئی اطلاع ہمیں نہ ملی محض لاعلمی کیوجہ سے آپکی سعادت خدمت سے محروم اور قصور وار رہے ہیں ـ اسلئے عرض کرتے ہیں کہ آج کیلئے اور ٹھہریئے ـ اور ایکدن زیادہ قیام فرمائیے ـ تاکہ یہ داغ ندامت دھل جائے اگر وہ قبول فرمائیں تو بہتر ہوگا ـ بالفرض اگر انہیں قبول نہ ہو تو عرض کریں کہ کم از کم چاشت کیلئے قبول کیجیے ـ اور کچھ ماحضر تناول فرماکر سدھاریگا ـ اگر کوئی درخواست بھی وہ صاحب قبول نہ فرماویں ـ تو اس فقیر کے پاس خبر پہنچا دیں ـ درویش دونوں دروازے باغ کے گھیر کر بیٹھ گئے ـ اور منتظر رہے کہ سونے والے اپنی نیند پوری کرکے اٹھیں تو اپنی مفوضہ خدمت بجالائیں ـ طلوع صبح صادق کے وقت شیخ رحمت اللہ کمربستہ ہوشیار اپنے سفر کیلئے آمادہ نظر آئے اور درویشان ہتیعتہ نے دیکھا کہ سونیوالے صاحب اب چلنے والے ہیں درویش بھاگے اور رہرو مسافر کیخدمتمیں بہزار منت عجز و الحاح عرض معروض کرتے ہیں کہ ہمارے شیخ نے آپکی خدمتمیں یوں پیغام پہنچانیکا حکم دیا تھا ـ یوں فرمایا تھا ـ ایسی تاکید فرمائی تھی ـ آپ چند لمحہ تامل فرمائیے ـ بلا لقمہ چاشت یہاں سے وداع نہ ہوجائیے ـ اور نہیں تو ایک برگ پان ہی کھاتے جائیے ـ ورنہ ہم درویشوں پر ہمارے شیخ کی ناراضگی ہوگی ـ ہم تمام رات آپکی بیداری اور ہوشیاری کے منتظر رہے ہیں ـ مگر یہاں کون سنتا ہے ـ یہ اپنا پیچھا چھڑانے لوٹتے ـ بعد اصرار و مزاحمت پر شیخ رحمت اللہ نے مطلق توجہ نہ کی ـ بولے تو کیا کہ بھائیو ـ مجھے اپنے پیر و مرشد کی ملازمت کا شوق اور ذوق زیارت اس طرح دامنگیر ہے کہ میں اپنے قابو اور اپنے بس میں نہیں ہوں ـ آب و دانہ ولقمہ و چاشت و برگ پان مجھے ہرگز کوئی خواہش ہی نہیں کسی قسم کی کوئی احتیاج نہیں ـ مجھ میں یہ خیال ہی نہیں کہ میں ٹھہر سکوں ـ اور کچھ کھاؤں یا پیئوں ـ میں گرتا پڑتا چلا جاتا ہوں ـ ان باتوں باتوں میں شیخ تک بھی یہ اطلاع پہنچگئی کہ مسافر باوجود تقاضا و منت نہیں ٹھہرتے

بلکہ بھاگے جاتے ہیں۔ وہ اطلاع پاتے ہی اپنے حجرے سے نکل بھاگے۔ اور شیخ رحمت اللہ سے مصافحہ و معانقہ کیا۔ اور سوال کیا کہ آپ کون سے سلسلے میں مرید۔ کونسے بزرگ کے عاشق و طالب ہیں۔ ایسی کیا جلدی ہے۔ فقیر خانے میں آپ شب باش ہوئے۔ ایک گوشے میں آپکی قیام فرمائی موجب بیخبری خدام درگاہ ہوئی۔ یہی وجہ تھی کہ آپکو ذلتے سے رہنا پڑا۔ ہم سخت نادم و حیران ہیں۔ اور اپنی قسمت سے شاکی کہ ایسے بزرگ کی واجب و جائز خدمات مہمان نوازی سے محروم رہتے ہیں۔ ہمارا بھاری قصور ہے۔ مگر آپ نے خود بھی قدم رنجہ نہ فرمایا۔ اپنی تشریف آوری کی خبر سے ہم تمام خدمتگاران درگاہ کو بیخبر رکھا۔ نماز عشا اور فجر میں مسجد میں تشریف نہ لائے۔ یہ بات کیا ہے۔ اور باعث کیا۔ اب جبکہ ہم آپکی منزل گاہ سے واقف ہوئے ہیں جسقدر ہمارا سلیقہ ہے اصرار ہے کہ چند لمحہ تو قیام فرمائیے۔ قدرے پانی۔ کوئی لقمہ تناول فرمائیے۔ کم از کم ایک پتہ پان کا قبول نہ فرمانا ہمارے لئے باعث سبکی و ندامت ہے۔ حاجی بولے اشتیاق دیدار فرحت آثار پیر دستگیر نے تمام حاجات و ضروریات میرے دل سے محو کر رکھی ہیں۔ نماز۔ روزہ۔ خواب و خور۔ حتی گفتار و رفتار سے مجھے اصلا خبر نہیں ہے۔ مجھے اگر خبر ہے۔ مجھے اگر دھن ہے۔ تو فقط یہ کہ اڑ کر یا بھاگ دوڑ کر جس طرح ممکن ہو۔ اپنے پیر کی خدمت میں پہنچ جاؤں۔ اور سعادت کونین حاصل کروں۔ شیخ نے ہر چند التجا کی۔ مگر انہوں نے قطعی قبول نہ کیا۔ اور ایک لمحہ توقف نہ کیا۔ بلکہ کہا الحال یہی بہتر ہے اور عین مہمان نوازی اور حبہ فقیر کے حق میں خاص عنایت یہی ہے کہ اجازت رخصت فرمائیں۔ اور شتاب و جلد جانیکی ہدایت فرمائیں۔ جہاں تک جلد آستاں بوسی پیر و مرشد کی میسر آئے گی۔ اسیقدر جلد راحت نصیب ہوگی۔ چار ناچار شیخ نے اجازت دینا ہی مناسب خیال کیا۔ اور خدا حافظ کہتے ہوئے خواہش کی کہ جب آپ اپنے پیر کیخدمت میں حاضر ہوں۔ اس ضعیف و نحیف کا سلام و پیام بھی ان کی حضور میں عرض فرمائیں۔ اپنے درویشوں و مریدوں کیطرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ دیکھئے صاحبان پیر و مرشد کی صادق محبت ہو تو ایسی ہو۔ جیسے یہ بزرگ اپنے دل میں لئے پھرتے ہیں۔ اور شفقت پیر بحال مرید ہو۔ تو ایسی ہو۔ کہ سفر و حضر حاضر و غائب غرض ہر حال مرید کی نگہبانی میں مصروف رہے۔ اور کسی حال میں بھی غافل نہ ہوں۔ میران صاحب کا سایہ عاطفت اپنے اس درویش مرید پر بدستور سایہ فگن ہے۔ اگر زندگی کو موت سے ایک دن امان رہی تو ایک دن آنیوالا ہے کہ میں خود بھی حضرت میراں صاحب کی ملازمت و حصول نیاز و شرف سے فخر حاصل کروں گا۔ اور آپکے عام فیوض و برکات سے حصہ لوں گا۔ بلکہ جہاں تک سمجھا ہے الحق ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس درگاہ کا ہر شخص اپنے طالبوں میں سے ہر فرد آپکے نور دیدار سے منور ہو جائے۔ آپکے سلام سے بشارت دارین حاصل ہونے کی پوری امید ہے۔ چنانچہ تمام ان کے مرید و طالب شیخ سراج الدین سے ملاقی ہوئے۔ اور اپنے نزول و اثبات کی شرح و بسط سے

بیان ہوگا۔ جب حاجی رحمت اللہ حضرت پیر دستگیر کی خدمت با سعادت میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے فرمایا شیخ رحمت اللہ ہم بھی سفر و حضر میں تمہارے ساتھ ہی رہا ہوں۔ شیخ نے عرض کی کہ حضور کی بیحد توجہات اس غلام کے حال پر مبذول رہی ہیں۔ جیسے بخوبی علم رہا ہے اور میں اپنی آنکھوں سے حضور کو ہر جگہ موجود پاتا رہا ہوں۔ حضور کی برکات و عنایات سے ہی وہ بابرکت سفر بخیریت پورا ہوگیا ہے۔ اور حضور کا یہ جاں نثار خدمت گذار دور دراز ملکوں کا سفر کر کے پھر در دولت پر صحیح و سالم حاضر ہوگیا ہے۔ یہ تمام حضور کی توجہ سے ہوا ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

میراں جیو کی نگہبانی کا ارادہ! مریدان خاص الخاص سے مذکور ہے کہ قصبہ انبیٹھ شریف میں حضرت مرشد آفاق کے گھر کی دیوار اتفاق سے منہدم تھی۔ حضرت بی بی صاحبہ نے حضرت میراں جیو کو بلا کر مرمت دیوار کیلئے ارشاد فرمایا۔ آپ نے حکم پاتے ہی ایک معمار کو بلایا۔ اور کام مرمت کا شروع کرا دیا۔ جب ہتھوڑی وغیرہ کی آواز بلند ہوئی۔ مرشد آفاق نے بھی اس آواز کو سنا۔ تو آپ نے ایک درویش کو ہدایت فرمائی کہ تم جاؤ۔ اور ہر لحظہ میراں جیو کے ساتھ رہنا۔ اور ان کی ہر حرکت کو اپنی نگاہ میں رکھنا کوئی نئی بات دیکھو تو ہمیں بتانا۔ مگر یاد رہے۔ نہایت ہوشیار و چوکس رہنا ضروری ہے۔

ایک روز حضرت میراں صاحب کسی حاجت ضروری کیلئے شہر سے باہر تشریف لے گئے۔ درویش ماموره مرشد آفاق بھی آپکی نگرانی و پاسبانی کیلئے تعاقب میں تھا۔ اور پیچھے لگا ہوا چلا جا رہا تھا۔ جب حضرت الگ تھلگ ایک جنگل میں پہنچ گئے تھے۔ درویش نے دیکھا کہ ناگاہ ایک سوار جو امرد ہے۔ اس کے حسن و جمال کو دیکھتے ہوئے درویش کے ہوش و حواس مفقود ہوگئے اور سبحان اللہ اسکی زبان سے نکلا۔ مگر سوار کے رعب و جلال سے درویش کے ہوش بجا نہ رہے۔ اور بیخود ہو کر بیٹھ گیا۔ عالم بیخودی میں اسے اور کچھ دیکھنا بھالنا نصیب نہ ہوا۔ مگر گرتے گرتے درویش نے اس قدر تو دیکھ لیا تھا کہ حسین و خوبرو جوان نے حضرت میراں جیو کو پاکیزہ کپڑے دیئے ہیں۔ اور کچھ نہ دیکھ سکا۔ جب ہوش میں آیا تو سوار غائب ہو چکا تھا۔ پھر اسے کچھ اور دکھائی نہ دیا۔ بات آئی گئی ہوگئی۔ مگر جب روز آخر ہونیوالا تھا حضرت مرشد آفاق نے درویش کو اپنے پاس بلایا۔ اور دریافت فرمایا کہ میاں تجھے ہم نے میراں جیو کے ساتھ چھوڑا ہوا ہے کہ جو کچھ تجلی دکھائی دیوے وہ حقیقت تو ہمیں بتایا کرے۔ جب سے تجھے مامور کیا ہے۔ تو نے کوئی بات بھی نہیں بتلائی۔ بتاؤ تو سہی کبھی کچھ دیکھا بھالا۔ یا یونہی چکر لگایا کرتے ہو۔ درویش نے عرض کیا کہ حضرت کے حکم کے مطابق ہر وقت حضرت میراں جیو کے ساتھ پیچھے رہتا ہوں۔ ایک لمحہ ان کو تنہا نہیں چھوڑا۔ ایک ایسا واقعہ بھی آج میرے دیکھنے میں آیا ہے۔ آج میراں صاحب شہر سے باہر جنگل میں تشریف لے گئے تھے۔ جب باہر پہنچے ایک سوار نہایت خوش شکل

اور خوبصورت غیب سے دفعتاً نمودار ہوا - مگر میں اس کے حسن خداداد کی تابش کی تاب نہیں لا سکا -
مجھ پر بیہوشی غالب آ گئی - میں بیہوش تھا - اس سے بعد مجھے خبر نہ رہی کہ سوار اور میراں جی کے درمیان کیا
کچھ ہوا - اور کیا گفتگو ہوئی - جب ہوش آیا - تو سوار غائب تھا - مینے پھر اسے نہیں دیکھا حضرت خاموش
تھے - بعد چندے حضرت میرانجیو کو اپنے روبرو بلایا - فرمایا کہ دیوار اپنے ہاتھ سے مرمت کرنا چاہئے -
امداد غیب حاصل کرنا کچھ موزوں نہیں معلوم ہوتا - آپ خود دانا ہیں جیسے کچھ سمجھا نیکی ضرورت نہیں کھلائی دیتی
چونکہ اظہار معجزہ انبیاء پر فرض ہے - مگر ساتھ ہی خرق عادات کا اخفا اولیاء اللہ پر فرض ہے اسلئے
کچھ ان امور پر بھی توجہ واجب ہے - نہیں تو میرانجیو خیال کرنیوالی بات ہے - اولیاء کرام میں پاک پروردگار
کی دی ہوئی اس قدر قدرت ہے کہ آن واحد کے اندر بڑے بڑے عالیشان محل کھڑے کر دکھائیں -
بحکم ولایت شاہی عمارات بنا کر دکھا دیں - مگر دہی بات کچھ روکتی ہے - جو مینے آپکو بتلا دی -
یہ ہدایت سنی - بس دو دن اور آج کا روز ہے کہ میرانجیو نے پھر اپنے ہاتھ سے کاروبار متعلقہ عمارت
انجام دیا - اور جسمانی محنت و مشقت سے اس دیوار کو بھی مرمت و تیار کر دیا - اس ہدایت اور اسیر عملدرآمد
کا باعث ہے کہ آج تک اس دیوار اور اس مکان میں برکت کا سلسلہ ختم ہی نہ ہوا - اس کے ساکنین
نہایت خوشحال خدائی برکات سے مالا مال ہیں -

باب چہارم

در بیان اوراد - وظائف - صوم و صلواۃ - معمول بر پیران چشت مشتملبر چہار فصل

فصل اوّل

اوراد و وظائف

نسخہ مطلوب الطالبین میں لکھا ہے :-
فائدہ - اگر کوئی اپنی حاجت برآری چاہے - تو اسے مندرجہ ذیل تین شرائط کی پابندی لازمی طور
پر کرنی پڑیگی - اول آنکہ اپنی استعداد و توفیق کے مطابق سب سے پہلے صدقہ دینا چاہئے اور جب

کاربراری ہو جائے۔ تب بہت سا صدقہ درویشوں فقیروں کو دیدے۔ تاکہ مستجاب الدعوات دوسری دعم
اسکی دعا کو نہایت جلدی اجابت وقبولیت حاصل ہو جاوے۔ دعا کیوقت نظر خاص اور محض پروردگار عالم
کی رحمت پر رکھے۔ ذکر نوافل کو اور زیادہ بندگی طاعت گذاری صوم وصلوٰۃ پرہیزگاری اور غرور قطعی نہ
ہونا چاہئے۔ حتیٰ کہ یہ باتیں یاد و خیال میں نہ آئیں کہ میں نے اتنا کیا ہے۔ نیز اپنی گناہگاری پر شرمساری اور
خطاکاری پر پریشانی دل میں ہو اور یہ سمجھے کہ قبولیت پیدا ہونا لازم ہے۔

دوم۔ جو دعا مانگے۔ اس سے پہلے ہمیشہ بسم اللہ پڑھ لیا کرے۔

سوم۔ مکان جہاں بیٹھ کر دعا کرے۔ ایسا ہونا لازمی ہے کہ وہاں کسی عورت کا گذر نا ممکن ہو۔ تاکہ خطرات
شیطانی سے محفوظ و مامون رہے۔

برائے شفائے بیماری

مجرب ہے۔ کبھی خطا نہیں کرتا۔ اللہ شافی۔ اللہ کافی۔ اللہ معافی۔ یہ کلمات
لکھے اور بیمار کے بازو یا گلے سے باندھ دیوے۔ انشاء اللہ بیمار جلد شفا
پاجاویگا۔ درود وصلوٰۃ پڑھتا اور مریض پر پھونکنا موجب شفا وصحت ہے۔ نیز ممکنات سے ہے کہ
بسم یاسلام۔ اکیس گیارہ مرتبہ پڑھے۔ دم مریض پر پھونکے تو مریض جانبر و شفایاب ہوگا۔
اگر مریض روبرو موجود نہیں ہے۔ غائب ہے تو واجب ہے کہ یہ کلمات پڑھے۔ اور مریض جس سمت
میں ہو۔ اس طرف منہ پھیرے۔ اور دم کرے۔ انشاء اللہ شفا ہوگی۔

کشائش حال۔ افزونی رزق۔ فتح ونصرت۔ شر و فساد سے محفوظ رہنے کیلئے

جمعہ کے روز ہر رات کو پڑھے۔ اگر یہ نہ ہو سکے فقط ایک شب جمعہ کو تو ضرور پڑھے۔ لبعونہ الکفایت
کریگا کشائش رزق ہوگی۔ اور موجب فتح ونصرت ہوگا۔ سورہ فاتحہ چالیس مرتبہ اس ترتیب سے کہ
بسم اللہ کا میم الحمد للہ کے ساتھ مل جائے یعنی بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد اور آخر میں آمین تین مرتبہ
بسم اللہ وکلمۃ الرحمن الرحیم تین مرتبہ اور نیز لفظ آمین تین مرتبہ زبان پر لاوے۔ سات روز کسی
عمل کرے۔ یعنی ترتیب مذکورہ سے۔ جب تک ان لڑکی روئیت ہو اسی وقت اجید روئیت ہلال
بسم اللہ تیس مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھے۔ تمام مہینہ آفات دنیا ومتعلقات سے بچا رہیگا۔ اگر عدمیت روئیت کے وقت
موقعہ نہ لگے تو نماز مغرب پڑھنے کے بعد پڑھ لیا کرے۔ اگر کلمہ ہلال تا آخر سات مرتبہ پڑھ لیا کرے
رزق میں فراخی ہوگی۔ بعد از نماز فریضہ سورہ مزمل اگر پڑھ لیا کرے۔ تو نتیجہ میں شر و فساد سے
اور فقر وفاقہ سے مامون رہیگا۔

برائے حل مشکلات وکشائش حال۔ اگر اس دعا کے پڑھنے میں مداومت کرے
ومن یتق اللہ یجعل لہٗ مخرجا ویرزقہ من حیث لایحتسب۔ اپنی رکی ہوئی حاجتوں کیواسطے
تاکہ تمام حاجتیں پوری ہوں۔ ہر مہینہ کی پندرھویں تاریخ رات کیوقت مستقل روبقبلہ ہوکر اور
دو زانو بیٹھ کر دس ہزار مرتبہ پڑھے۔ مگر یہ یاد رہے کہ ہر ہزار کے ختم پر سر سجدہ ہو جایا کرے
اور تین دفعہ یہ پڑھ لیا کرے واللہ المستعان علیٰ ما تصفون
اس آیت کو بہت پڑھے روزی اسپر فراخ ہوجائیگی ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء تکون لنا
عیدا لاولنا وآخرنا وآیۃ منک وارزقنا وانت خیر الرازقین ۔ سنت وفرض صبح کے
درمیان اگر اکتالیس بار ہر روز پڑھے۔ کبھی دوسرے کا محتاج نہ ہووے۔ خدا رزق متواتر پہنچاوے
بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ یا حیّ یا قیوم یا حنّان یا منّان یا بدیع السموات والارض یا
ذوالجلال والاکرام اسالک ان تحیی قلبی بنور معرفتک یا اللہ یا اللہ ۔
جو شخص اس آیت کو بہت پڑھے۔ ہر حال میں صابر رہیگا فتح ونصرت کے دروازے اسپر کھل جائینگے
ربنا افرغ علینا صبرا وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین
دشمن پر فتح ونصرت کے کھلنے ۔ دولت وحشمت کے ترتیب ہونے۔ اور شر ظالموں سے محفوظ رہنے کیلئے
یا دائم العز والبقا یا ذوالجلال والجود والعطا یا اللہ یا رحمن بحق ایاک نعبد و
ایاک نستعین ٥
اگر اس آیت کو بعد نماز پڑھا کرے شرف قبولیت حضرت حق پاوے ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم ۔
طلب جنت کے لئے یہ آیت پڑھے ۔ ما شاء اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ ۔
اس آیت کو بعد نماز فجر ایک دفعہ یا تین دفعہ پڑھے۔ آخرت اور دنیا اسے ملے۔ اور آتش دوزخ سے بچے
ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار ٥
جو شخص یہ آیت پڑھے ۔ دل روشن ہو۔ ہدایت پاوے
ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب
جو کوئی ان حروف کو ہمیشہ پڑھے۔ مسلمان اس کے حمایتی ہونگے۔ شفا وکشائش اسکی حاصل کریں
توفنی مسلما والحقنی بالصالحین
جو شخص اس درود کو اپنا ورد بنالے ۔ حق تعالیٰ صغیرہ وکبیرہ گناہوں سے اسے بچاوے ۔
اللھم صل علی محمد عبدک ونبیک وحبیبک ورسولک النبی الامی وعلی آلہ

قید سے رہائی پانے یا دیگر غموں سے خلاصی کیلئے سورہ یٰسین پڑھے ۔ مگر باوضو ۔ اور غم و الم کیلئے پڑھیے۔ لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین ٥

اس دعا کی برکت سے ظالموں کے شر اور فساد سے امن میں ہے ۔ حسبی اللہ و نعم الوکیل نعم المولیٰ و نعم النصیر و افوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد ٥ و افوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد

ربنا لا تجعلنا فتنۃ القوم الظالمین و نجنا برحمتک من القوم الکافرین ٥

ہر نماز کے بعد اگر سو دفعہ پڑھے ۔ دشمن زیردست ہو جائے ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ یا دائم بلا فناء و یا قائم بلا زوال و یا مشیر بلا وزیر و یا صانع بلا نصیر ٥

جب سفر میں ہو آیۃ الکرسی پڑھے ۔ حق تعالیٰ کامیاب و با مقصود واپس پہنچائیگا ۔ اور جب گھر پہنچے ۔ تب پڑھے ۔ برکت وارد ہوگی ۔ بلیات سے محفوظ رہیگا ۔

اگر طلب فرزند صالح ہو پڑھے رب ھب لی من لدنک ذریۃ طیبۃ انک سمیع الدعا

نیز شخص گم شدہ کیلئے صبح و شام چند روز پڑھے واپس آئے گا ۔ دوست مہجور کی ملاقات کیلئے پڑھے ۔ ربنا انک جامع الناس لیوم لاریب فیہ ان اللہ لا یخلف المیعاد ٥

ماہ محرم کی پہلی شب کو اکتالیس دفعہ سورہ فاتحہ پڑھے ۔ بسم اللہ کیساتھ ۔ حق تعالیٰ بامراد کریگا ۔ اور مطلب تک پہنچا دے گا ۔

شب محرم سو دفعہ کلمہ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک و لہ الحمد یحیی و یمیت و ھو حی لا یموت ابداً ابداً ۔ ذوالجلال والاکرام بیدہ الخیر و ھو علیٰ کل شیء قدیر ٥ پڑھے آتش دوزخ سے خلاصی پاوے

جو کوئی شب ماہ کو سو بار سورہ اخلاص پڑھیگا حق تعالیٰ مع احیا و اقربا و عزا بخشے گا ۔

جو کوئی ہر صبح ہزار بار تکبیر پڑھیگا ۔ حق تعالیٰ اس کے کار بستہ آسان کریگا ۔

جو کوئی ۔ امرزقنی طیبا واستعملنی صالحاً ۔ بہت کہتا رہے ۔ اسے حلال رزق ملیگا اور عمل صالح کریگا

فصل دوم

در بیان نماز ہائے معمول پیران چشت اہل بہشت

افضل الفواد میں لکھا ہے کہ ایک جماعت یہودیوں کی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچی اور سوال کیا کہ یہ بیجگانہ نماز ۔ جو تیری امت پر فرض ہوئی ہے ۔ اس کا کوئی بھید بھی ہے تو ہونا چاہیئے اگر ہو بار بتائیے ۔ اس کا کوئی اجر اور ثواب بھی ہوگا ۔ ہے تو وہ بھی ظاہر کرو ۔

فرمایا۔ نماز پیشین کے وقت خالق عالم نے ملائکہ کو خلق کیا تھا۔ اس لئے یہ وقت رحمت کا ہے۔ نیز اس وقت دوزخ کی آگ زیادہ گرم ہوتی ہے۔ ایسے گرم وقت میں اگر خدا کا بندہ اسکی یاد میں ہوگا بجائے زحمت کے اسپر رحمت وارد ہوگی۔ اور وہ گرما گرم آتش دوزخ اسپر حرام ہوگی۔

دیگر۔ کیونکہ حضرت آدم نے دانہ گندم چکھا تھا۔ اور جنت سے نکالے گئے تھے۔ ایسے وقت میں جبکہ غضب الٰہی کا وقت ہوتا ہے۔ اگر اس کے بندے اسکی عبادت میں مصروف ہوں گے۔ اسوقت کی صعوبات سے بچیں گے۔ اور غضب الٰہی سے محفوظ رہیں گے۔

نماز شام۔ کا وقت وہ وقت ہے جبکہ تین سو سال کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی تھی وہ رحمت باری کا وقت ہے۔ جو کوئی تین رکعت نماز جمع کرے گا۔ وہ سزاوار رحمت حق ہوگا۔

نماز عشا جو سونے کا وقت ہے۔ اولیا و انبیاء نے اس وقت نماز ادا کی ہے۔ اور کبھی غفلت میں جانے نہیں دیا۔ پس ایسے متبرک وقت میں جو کوئی مشغول نماز و عبادت ہوتا ہے۔ انبیاء و اولیاء اللہ کی جماعت میں شریک ہوتا ہے۔ پس اس جماعت میں اللہ پاک سے لقا فرماتا ہے۔

نماز صبح کا وقت سبحان اللہ نزول رحمت باری کا وقت ہوتا ہے۔ ایسے وقت میں قبولیت توبہ کے دروازے کھلے ہوتے ہیں۔ ایسے وقت میں جو بندہ مصروف نماز و عبادت الٰہی ہوگا۔ خواہ مخواہ مقبول بارگاہ منظور ہوگا۔ گناہوں سے پاک صاف و مرحوم ہو جائیگا۔

یہود بولے۔ یا رسول اللہ۔ توراۃ میں بھی یہی لکھا ہے۔ صبح کیونکہ اگر بعد سورۂ فاتحہ الم نشرح پہلی رکعت میں اور سورہ فاتحہ کے بعد الم ترکیف دوسری رکعت میں پڑھے مرض بواسیر سے خلاصی پاوے۔

ترتیب نمازہائے معمول پیران چشت

نماز اشراق جب آفتاب ایک نیزہ بلند ہو جائے۔ تب اشراق کی دو رکعت نماز ادا کرنی چاہئے۔ حسب معمول پہلے سورہ فاتحہ و آیۃ الکرسی تا ہم فیہا خالدون۔ دوسری رکعت میں آمن الرسول تا آخر سورہ و آیۃ اللہ نور السموات والارض تا بکل شیء علیم۔ جب رکعتوں سے فراغت ہو جائے۔ سربسجود ہو جائے اس وقت جو حاجت ہو اور جو مقصد دلی ہو۔ عرض کرے حق تعالیٰ اس بندہ کی حاجت روا فرمائے گا۔

نماز استفادہ اس نماز میں دو رکعت ہیں۔ پہلی میں بعد از سورہ فاتحہ سورہ قل اعوذ برب الفلق اور دوسری رکعت میں بعد فاتحہ سورہ قل اعوذ برب الناس اس کے بعد ہے۔

نماز استخارہ اس میں دو رکعت ہوں گی پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد قل یاایہا الکافرون اور دوسری

رکعت میں قل ھو اللہ احد۔ اس کے بعد :۔

نماز صلوات النور :۔ مشتمل بر دو رکعت۔ رکعت اول میں بعد سورہ فاتحہ۔ سورۂ انعام دوسری رکعت میں الم یودکم۔ اھلکنہا یستہزؤن تک :۔

پھر دوسری نماز میں بھی دو رکعتیں ہیں۔ جو خلاصی یوم حساب کیلئے ہے۔ اور معافی کا موجب ہوگی۔ اس میں ہر رکعت کے بعد سورہ فاتحہ کے بعد قل یاایہا الکافرون پانچ پانچ دفعہ پڑھنا لازمی ہے۔ بعض مشائخ چشتیہ نے نماز اداۓ تین کے بعد اور بعض نے قبل یہ نماز ادا کی ہے۔

دوگانہ شب گور :۔ دوگانہ رات کیوقت ادا کیا جائے۔ پہلی و دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد پانچ پانچ بار قل ھو اللہ احد پڑھا جائیگا۔ (یادداشت)۔ ہمارے اکثر پیروں نے نوافل با جماعت پڑھے ہیں۔ گویا یہ نمازیں با جماعت پڑھ لینا ناواجب نہیں شمار ہو سکتیں۔ بلکہ اولی تر ہے۔

نماز چاشت :۔ اس نماز کا وقت ایک پاس دن چڑھے سے نصف النہار تک ہے۔ بارہ رکعت تین سلاموں سے گویا چار چار رکعت۔ بفرض کوئی وجہ ہے۔ اور نہیں ادا کر سکتے۔ تو چار رکعت ہی ادا کریں۔ مگر ایک ہی سلام سے گویا چاروں رکعت ایکدم۔ چاروں رکعتوں میں حسب ذیل عمل کریں۔ یعنی پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد انا فتحنا دوئم میں بعد فاتحہ انا ارسلنا۔ تیسری میں انا انزلنا چوتھی میں انا اعطینا :۔ دوسری چار رکعت میں بعد از فاتحہ پہلی رکعت میں والشمس۔ دوسری رکعت میں بعد فاتحہ واللیل تیسری میں والضحیٰ چوتھی میں الم نشرح۔ بالترتیب پڑھی جائے گی :۔ تیسری چار رکعت میں پہلی رکعت کے اندر سورہ فاتحہ چہار قل علی ہذا ہر رکعت میں قل پڑھے۔ ان رکعات پڑھنے والے پر انشاء اللہ ہرگز روزی تنگ نہ ہوگی۔

بعد ازاں دو رکعت نماز صحت النفس پڑھنا واجب ہے۔ پہلی رکعت کے اندر بعد قرات سورہ فاتحہ آیۃ الکرسی ایک دفعہ۔ سورہ اخلاص پانچ دفعہ اور دوسری رکعت میں بعد از فاتحہ آمن الرسول ایکبار والضحیٰ ایکبار سورۂ اخلاص پنجبار۔ انشاء اللہ کبھی کوئی مرض دامنگیر نہ ہوگا۔

نماز فی الزوال :۔ جب تھوڑا سا سایہ پلٹ جائے۔ چار رکعت ایک سلام سے ادا کریں ہر رکعت کے اندر بعد فاتحہ سورہ اخلاص پنجاہ بار۔ کم از کم دس بار یا تین بار۔ بوقت نصف النہار یہ رکعت ادا کرنا کرامت و عظمت میں برتر نصف اللیل سے ہیں۔ نماز ظہر کیوقت۔ چہار رکعت نماز سنت فرضوں سے پہلے یوں پڑھیں کہ سورہ فاتحہ کے بعد پہلی رکعت میں آیۃ الکرسی۔ رکعت دوم میں آمن الرسول پڑھیں۔

صلواۃ المختصر :۔ بعد نماز ظہر دس رکعت پڑھیں۔ پنج سلام سے یعنی دو رکعت کی نیت کریں۔ ان دسوں رکعت میں ہر رکعت میں بعد سورہ فاتحہ دس سورتیں اخیر قرآن مجید سے پڑھ لیں۔ حضور علیہ السلام سے

ملاقات ہوجائیگی ۔ بعدہ دو رکعت صلوٰۃ الاستغفار پہلی رکعت میں بعد از سورہ فاتحہ سورہ والضحیٰ ایکدفعہ
اور دوسری رکعت میں بعد از فاتحہ سورہ الم نشرح یکبار ۔ نماز عصر سے پہلے چار رکعت سنت اگرچہ موکدہ
نہیں ہیں لیکن ادا کرنا بہتر ہے ۔ چاروں رکعت میں سورہ اذا زلزلت الارض تا الہٰکم التکاثر کیونکہ
یہ چاروں سورتیں متصل ہیں ۔ اگر بجائے سورہ اذا زلزلت الارض سورۃ البروج ختم کرلیا کریں ۔ تو
دافع نار اور مرض بواسیر ہے ۔ اور یہ عمل مجرب ہے ۔

جب نماز فرض سے فارغ ہوا کریں ۔ سورۃ نبا پانچ دفعہ پڑھ لیا کریں ۔ تاکہ تاثیر محبت حق تعالیٰ
پیدا ہوجائے علیحدہ ایکدفعہ سورۃ والنازعات پڑھنا مقام باراحت و آرام بہشت کے اندر پاتا ہے ۔
اس کے بعد مسبعات عشر میں مشغول ہوجانا نہایت اولیٰ ہے ۔ مگر بدیں ترتیب کہ ہفت بار سورۃ فاتحہ
ساتوں دفعہ قل اعوذ برب الناس ۔ سات دفعہ قل اعوذ برب الفلق ۔ سات دفعہ قل ھو اللہ احد ۔
سات دفعہ ہی قل یا ایہا الکافرون ۔ سات ہی دفعہ آیۃ الکرسی ۔ سات دفعہ کلمہ تمجید تا آخر یعنی پورا
ایک دفعہ یہ دعا پڑھے ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ عدد ما علم الدوزنۃ ما علم اللہ ملاء ما
علم اللہ ۔ اس کے بعد یہ درود سات دفعہ اللھم صل علی محمد عبدک ونبیک وحبیبک رسولک النبی
الامی وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین ۔
بعدہ سات دفعہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ اللھم اغفر لی ولوالدی ولمن توالد وارحمھما کما
ربیانی صغیرا واغفر لجمیع المومنین والمومنات والمسلمین والمسلمات الاحیاء منھم
والاموات انک مجیب الدعوات ورافع الدرجات وفضلک وکرمک برحمتک یا ارحم الراحمین
سات دفعہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ اللھم یارب افعل بی وبھم عاجلا و اجلا فی الدین
والدنیا والآخرۃ ما انت لہ اھل ولا تفعل بنا یا مولینا ما نحن لہ اھلا ۔ انک غفور جواد
کریم ملک بر رؤف الرحیم
اس کے بعد سات دفعہ ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ سبحان اللہ العلی الدیان سبحان اللہ الحنان و
المنان سبحان اللہ الشدید الارکان سبحان اللہ فی کل مکان سبحان من لا یشغلہ شان عن شان
سبحان من یذھب باللیل ویاتی بالنہار
بعدہ ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ سبحان اللہ وبحمدک علی حلمک بعد علمک وبحمدک علی عفوک
بعد قدرتک سبحان من لہ الطاف فسبحان اللہ حین تصبحون ولہ الحمد فی السموات والارض وعشیا
وحین تظہرون تخرج الحی من المیت وتخرج المیت من الحی وتحیی الارض بعد موتہا وکذالک

تحرجون سبحان ربک رب العزت عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین
فللہ الحمد رب السموات ورب الارض رب العالمین ولہ الکبریا فی السموات والارض نتوکل علیک
ونشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشہد ان محمد عبدہ ورسولہ المجتبیٰ
ھو الذی ارسل رسولہ بالہدیٰ ودین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون من
یہدی اللہ فلا مضل لہ ومن یضلہ فلا ہادی لہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن
سیئات اعمالنا ایک بار پڑھے۔ یا چار اکیس بار اور غروب آفتاب تک یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم
پڑھتا رہے۔ تاکہ خدا تعالیٰ اسکی حاجت برآری کرے۔ اور اپنے روزمرہ کے دستوں کی جماعت میں
اسے شمار کرے۔

نماز مغرب دو رکعت میں چہرہ سورتیں تبرکاً مبارک و میمن پڑھیے۔ جو کام کریگا۔ نہایت عمدگی
سے ہوگا۔ پہلی میں بعد فاتحہ قل یا و قل ھو اللہ یا فسبحان اللہ حین تمسون تا تخرجون اور سبحان
ربک رب العزت تا آخر سورہ پڑھے۔ علی ہذا دوسری رکعت میں اس کے بعد دو رکعت

حفظ الایمان۔ دونوں رکعت میں بعد سورہ فاتحہ۔ سورہ اخلاص سات مرتبہ و قل اعوذ برب الفلق ایکدفعہ
سلام کے بعد سر کو سجدے میں رکھے اور پڑھے یا حی یا قیوم ثبتنی علی الایمان۔ بعدہ بیس رکعت

نماز اوابین۔ دس سلام کیساتھ ادا کرے۔ اس نماز میں کم سے کم چھ رکعت بھی پڑھ سکتے ہیں۔ تین
سلاموں سے گویا دو دو کی نیت کرکے۔ اور دو رکعت ختم کرکے یعنی سلام پھیر کے سر سجدہ میں رکھے۔ اور
تین دفعہ کہے اللھم ارزقنی توبۃ نصوحا تحبک فی قلبی یا حبیب التوابین۔ اس کے بعد دو رکعت

صلوٰۃ البروج پڑھنا چاہئے جس میں دو رکعت ہیں۔ پہلی رکعت میں بعد از فاتحہ والسماء ذات البروج
ایک مرتبہ۔ اور دوسری رکعت میں بعد سورہ فاتحہ والسماء والطارق۔ ایکدفعہ پڑھنا چاہیئے۔
جو شخص ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھا کرے خداوند تعالیٰ اس کی نماز کو درجہ قبولیت عطا فرماتا ہے
اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذوالجلال والاکرام۔ اور جو دعائے مذکور کے ساتھ
ستر بار پڑھنے کی عادت کرلیوے۔ پاک پروردگار اسکی حاجت روائی میں تامل نہیں فرماتا۔ یا شفیق یا
رفیق نجنی من کل ضیق ٥

نماز عشا۔ اس نماز میں منجملہ از فرض چار رکعت ہیں جو سنت ہیں۔ پہلی رکعت کے اندر سورہ فاتحہ آیۃ الکرسی
ھم فیہا خالدون تک۔ اور دوسری رکعت میں بعد فاتحہ آمن الرسول تا آخر۔ تیسری رکعت میں شہد ان
الہ تا آخر۔ چوتھی رکعت میں قل اللھم مالک الملک تا آخر پڑھ لینا چاہیئے۔ دو رکعت بعد از فرض پہلی رکعت میں

بعد سورہ فاتحہ قل یا۔ ایک دفعہ اور دوسری رکعت میں بعد فاتحہ قل ھو اللہ ایک مرتبہ۔ اور ہر رکعت واجب الوتر میں ہر رکعت اول بعد فاتحہ انا انزلنا اور دوسری رکعت میں قل یا۔ تیسری رکعت میں بعد فاتحہ قل ھو اللہ۔ قل ھو اللہ کے خاتمہ پر تکبیر کہے اور پھر دعا قنوت پڑھے۔ وتروں کے بعد چار رکعت۔

صلوٰۃ السعادت ادا کرنی چاہئے۔ ایک روایت یوں بھی ہے۔ کہ یہ نماز قبل از وتر پڑھنی واجب ہے غرض پڑھ لینی چاہئے۔ اس اختلاف پہلے پیچھے پر بحث کی حاجت نہیں۔ پہلی رکعت میں بعد فاتحہ آیۃ الکرسی ایک مرتبہ انا انزلنا تین دفعہ۔ اخلاص پندرہ دفعہ پڑھے اور سلام کے بعد سر سجدہ میں رکھے۔ اور تین دفعہ پڑھے یا حی یا قیوم ثبتنی علی الایمان۔

اگر مطلب ہو۔ اور کام نہ نکلتا ہو بارگاہ باری میں عرض کرے۔ بلکہ عرض مطلب کیلئے اس نماز کو سات اور متواتر پڑھ لینا چاہئے۔ اگر ہو سکے ہمیشہ پڑھنا حصول مدعا یقینی کیلئے بہت فائدہ بخش ہے کہ یہ نماز حسبی اللہ پڑھنی ثواب عظیم ہے۔ پڑھتے پڑھتے مرنے سے با ایمان موت ہوگی۔

دو رکعت نماز برائے روشنی چشم خود اپنی یا کسی عزیز کے واسطے یا میں ترتیب پڑھنا باعث ازدیاد نور چشم ہے ہر رکعت میں بعد سورۂ فاتحہ انا اعطینا پڑھیں۔ مگر بہنجار جب سلام پھیرے تو پڑھے اللھم امطق لیسمعی ولبصری واجعلنا الوارث منی پڑھے اور اپنی دونوں سر انگشت پر دم کرے پھر وہ انگلیاں آنکھوں پر ملے۔ خدا کے فضل سے دونوں آنکھوں میں زیادہ ہوگا۔ اگر ساتھ ہی حسبنا اللہ پڑھے۔ تو زہے سعادت آدھی رات کے وقت چار رکعت ہے۔

صلوٰۃ العاشقین ادا کرنا باعث خوش نصیبی ہے۔ پہلی رکعت میں بعد سورۂ فاتحہ یا اللہ سو دفعہ دوسری رکعت میں یا رحمان سو مرتبہ۔ تیسری رکعت میں یا رحیم سو دفعہ۔ چوتھی رکعت میں یا ودود سو دفعہ پڑھا کرے تا کہ عاشقان صادق میں شمار ہونے لگے۔ اس کے بعد دو رکعت

صلوٰۃ القمر پڑھنا نہایت مفید ہے۔ دونوں رکعت میں بعد سورہ فاتحہ سورہ اخلاص اور بعد سلام ستر دفعہ استغفار کہے تاکہ قرب باریتعالیٰ میسر آوے۔ اور دوستی خلاق عالم کا حق نصیب ہو۔ بعدہٗ درود شریف ہزار بار اخلاص ہزار دفعہ۔ خواجہ قطب الدین قدس سرہٗ نے ہر شب تین دفعہ یہ نماز و درود اپنا ورد مقرر کر رکھا تھا۔ درود شریف یہ ہے۔ اللھم صلی علی محمد عبدک و نبیک و حبیبک و رسولک النبی الامی وعلی آلہٖ ۔ جب رات کا تیسرا حصہ رہے۔ تو بارہ رکعت تین سلاموں سے یعنی چار چار رکعت کی نیت سے۔ اگر کچھ ملالت کا خیال ہو تو چھ سلاموں سے بھی یہ نماز پڑھ سکتے ہیں یعنی دو دو کی نیت سے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی ایکبار و اخلاص تین دفعہ یا ایکبار ہی کافی ہو پڑھنا چاہئے لیکن مشائخ نے پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص بارہ دفعہ دوسری میں گیارہ تیسری میں دس دفعہ

گویا ہر رکعت میں کمی کرکے پڑھا ہے گویا آخر رکعت میں صرف ایکدفعہ رہ گیا ہے۔ بعض مشائخ نے آٹھ رکعت اور بعض نے فقط چار رکعت پڑھی ہیں۔ نماز تہجد حضرت رسول مقبول پر فرض تھی۔ مگر امت مرحومہ پر بطور سنت لازم رہ گئی۔ مگر سنت موکدہ ہے بعض کتب میں پنج قرات نماز تہجد میں جو کچھ جانتا ہو یا کثرالصلواۃ پڑھیے۔

نماز ہائے ہفتہ :- حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ہر روز شنبہ چار رکعت بیک سلام پڑھے بعد سورۂ فاتحہ ہر رکعت میں قل یا ایہاالکافرون تین دفعہ اور سلام کے بعد ایکدفعہ آیۃ الکرسی پڑھے اس نماز کی برکت سے آتش دوزخ اس انسان پر حرام ہو جاتی ہے۔ یکشنبہ کو چار رکعت ایک سلام سے۔ ہر رکعت میں بعد سورۂ فاتحہ آمن الرسول تا آخر پڑھنا ضروری ہے۔ اس نماز کے پڑھنے سے ثواب حج حاصل ہوتا ہے۔ دوشنبہ کو دو رکعت ہر رکعت میں بعد از فاتحہ آیۃ الکرسی و اخلاص ایک ایک دفعہ پڑھنا واجب ہے سلام کے بعد سر کو سجدہ میں رکھدیوے اور اس وقت اپنے والد کی مغفرت و آمرزش کیلئے دعا کرے۔
روز سہ شنبہ کو دو رکعت۔ ہر رکعت میں بعد فاتحہ والتین ایکدفعہ و سورہ اخلاص ایکدفعہ و معوذتین ایکدفعہ پڑھے خداوند تعالیٰ دروازے جنت کے اس پر اپنے فضل و کرم سے کھول دیگا۔ اور بند کر دیگا دروازے دوزخ کے واسطے اس کے۔ چہارشنبہ کو دو رکعت نماز پڑھے۔ اور ہر رکعت میں بعد از فاتحہ سورہ اخلاص تین مرتبہ اسکی برکت سے پروردگار عالم دور کر دیگا تاریکی قبر کی۔ اور روشن کر دیگا۔ گور اپنے اس بندے کی جس نے باترتیب ان نمازوں کو ادا کیا ہے۔ منکر نکیر کے سوال و جواب میں بھی آسانی ہوتی ہے۔ قیامت کے دن بھی اس بندے پر رحم و کرم فرمائیگا۔ پنجشنبہ کو بھی دو رکعت ہر رکعت میں بعد فاتحہ اذا جاء پنج بار خداوند تعالیٰ اس کی آمرزش کر دے گا۔ اور ستر حوریں عنایت فرمائیگا۔ بہشت کے اندر جائے قیام و رہائش عطا فرمائے گا۔ جمعہ کے روز نماز جمعہ سے پیشتر چار رکعت ایک سلام سے۔ ہر رکعت میں بعد فاتحہ آیۃ الکرسی ایکدفعہ اور انا اعطینٰک الکوثر پندرہ دفعہ۔ ان نمازوں سے گناہ قضا شدہ نمازوں کا ادا ہو جاتا ہے۔ پابندی سے پڑھنے والے بزرگ کے ماں اور باپ کی قضا شدہ نمازوں کا کفارہ ممکن ہے۔ بلکہ اس کے اجداد کی بھی کفارت ہو جاتی ہے۔ نویت آن - نیت ہکی اسکی یہ ہوگی ان اصلی للہ تعالیٰ اربع رکعت صلواۃ کفارۃ القضا متوجہا الی جہتہ الکعبۃ الشریفہ۔ اللہ اکبر۔ (چار رکعت نماز قضا منہ طرف قبلہ شریف کے اللہ اکبر)

روز جمعہ دو رکعت ہر رکعت میں بعد فاتحہ آیۃ الکرسی ایکدفعہ اور سورۂ اخلاص سو دفعہ سلام کے بعد سر کو سجدہ میں رکھ دیویں اور مندرجہ ذیل دعا کو سات مرتبہ زبان پر لاویں یا نور المنور یا اللہ یا رحمٰن

یارحیم افتح ابواب رحمتك مغفرتك علی فعل من یدخل الجنۃ اعتصنی من النار ○
انشاء اللہ تعالیٰ چھوٹ جائیگا عذاب دوزخ سے اور نجات ہو جائیگی آفات و بلیات دنیا و عقبیٰ سے
شب جمعہ کو یہ دو رکعت پڑھ لینا موجب فائدہ عظیم ہے۔ ہر رکعت کے اندر بعد فاتحہ سورہ اخلاص سو مرتبہ۔ اس سے صریحاً یہ فائدہ مشہور ہے کہ سوال و جواب نکیرین سے رہائی ہو جاتی ہے نیز تنگی گور کی فراخی سے بدل جاتی ہے۔

شب جمعہ کو دو رکعت اور بھی ہیں۔ جو اس ترتیب سے پڑھی جائیں گی کہ ہر دونوں رکعت میں بعد سورہ فاتحہ اذا زلزلت الارض پندرہ دفعہ۔ تنگی معیشت کی اس سے دور ہوتی ہے۔ رزق کے اندر فراخی آتی ہے۔ شب جمعہ کو سب سے پہلے صلوٰۃ السعادت پڑھ لینے والے کو ہرگز بدبختی و بدقسمتی سے سابقہ نہیں پڑتا۔ کشائش رزق اس کے عامل کو بفضلہ لازمی طور پر ہوتی ہے۔ اقوال بزرگان کبھی رائیگاں نہیں جایا کرتے۔ بدبخت ہیں وہ جو اس میں چون و چرا کرتے ہیں۔ مبارک ہیں وے جو اس پر عمل کرتے ہیں۔

ترتیب نمازہائے ماہیانہ

فوائد نمازہائے محرم۔ شب اول محرم چھ رکعت تین سلاموں سے ہر سلام کے بعد تین دفعہ پڑھنا چاہئے سبحان الملک القدوس۔ جو بزرگ یہ نماز ادا کرے گا۔ تا سال اس پر روزی کی تنگی وارد نہ ہوگی

دیگر اسی شب چھ رکعت ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد اخلاص دس دفعہ پڑھنا واجب ہے ثواب عظیم حاصل ہوتا ہے۔

دیگر اسی رات کو دو رکعت۔ رکعت اول میں بعد از سورہ فاتحہ سورہ انعام ایک دفعہ۔ اور دوسری رکعت کے اندر بعد از فاتحہ سورہ یٰسین ایک مرتبہ پڑھ لینا چاہئے۔ یاد رہے کہ اس نماز گذار کیلئے دروازے فرحت اور شادمانی کے کھول دئیے جاتے ہیں۔

دیگر در شب عاشورہ

چہار رکعت ایک سلام سے ادا کی جائیں۔ یعنی چاروں کی نیت ایک ہی دفعہ کیجائے۔ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی تین مرتبہ۔ سورہ اخلاص دس بار۔ سلام کے بعد سورہ اخلاص سو دفعہ اس کے بعد جو مراد دلی ہو۔ بارگاہ خداوندی میں عرض کیجئے بفضلہ قبول ہوگی۔

روز عاشورہ۔ جب ایک نیزہ آفتاب بلند ہو جائے۔ دو رکعت نماز ادا کرے۔ اور جب رکعت پڑھ کر فارغ ہو جائے۔ تو دعائے ذیل پڑھئے یا اول الاولین ویا آخر الآخرین لا الہ الا انت

خلقت فی ھذا الیوم وخلق آخرما تخلق فی ھذا الیوم خیرما اولیت فی انبیائک واصفیائک
ثواب البلایا واسہم لی مثل ما اعطیتہم فیہ من الکرامت محمد علیہ السلام ٥
اس کے بعد جو کچھ خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیجائیگی۔ قبول ہوگی۔ یہ نماز حضرت خواجہ عثمان
ہارونی قدس سرہ کا معمول تھا کہ مدام بجز کسی تامل اور قضا کے ادا فرماتے رہے ہیں۔

دیگر روز عاشورہ | جب آفتاب ایک نیزہ کے برابر بلندی پر آجائے چھ رکعت نماز تین سلاموں سے
ادا کرنی چاہئے۔ بعد سورہ فاتحہ کے ہر رکعت میں والشمس وانا انزلنا۔ و اذا زلزلت الارض وسورہ
اخلاص اور معوذتین ایک ایک بار۔ ہر سلام سے جب فارغ ہو سر سجدہ میں رکھیں اور سات قرأت
قل یاایہا الکافرون پڑھے۔ بعدہٗ جو حاجت ہو۔ اللہ پاک سے عرض کرے۔ روا ہوگی۔

ماہ صفر | اول شب ماہ صفر کو چہار رکعت نماز ایک ہی سلام سے پہلی رکعت کے اندر سورۂ فاتحہ
کے بعد قل یاایہا الکافرون۔ اور دوسری میں سورۂ اخلاص۔ اور تیسری میں قل اعوذ
برب الفلق اور چوتھی رکعت میں قل اعوذ برب الناس ہر رکعت میں سورتہائے مندرجہ بالا پندرہ پندرہ
مرتبہ پڑھنی ہوگی۔ جب رکعات پڑھ چکے سر کو سجدہ میں رکھ کر سات مرتبہ ایاک نعبد وایاک نستعین
اور سات ہی دفعہ درود پڑھے۔ تمام بلاؤں سے محفوظ رہیگا۔

فائدہ | اس ماہ کے اندر ایک لاکھ بیس ہزار بلیات و آفات نازل ہوتی ہیں۔ باقی تمام ایام
سے آخری چہار شنبہ بزرگوں نے سخت شمار کیا ہے اسلئے آخری چہار شنبہ کو چار رکعت نماز ایک سلام
سے ادا کرنی اولیٰ ہے۔ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد انا اعطینا سترہ دفعہ سورہ اخلاص پانچ دفعہ
پڑھیے۔ خدا تعالیٰ اسے سال بھر تمام بلیات و آفات ارضی اور سماوی سے محفوظ اپنی حفاظت میں
رکھے گا۔ یہ نماز نصف النہار کے وقت ادا کرنی چاہیئے۔

ترکیب نماز ماہ رجب:۔ اول پنجشنبہ ماہ مذکور کو چاہیئے کہ پہلے روزہ رکھے۔ اور شب ادینہ کو
بعد از سنت نماز شام اور اوابین کی نماز کے بارہ رکعت نماز لیلۃ الرغائب چھ سلاموں سے پڑھے
ہر رکعت میں بعد سورہ فاتحہ کے۔ انا انزلنا تین سورۂ اخلاص بارہ دفعہ پڑھے جب فارغ ہو جائے
تو یہ درود اللھم صل علی محمد النبی الامی وعلی آلہ۔ بعد فراغت درود شریف سر کو سجدہ میں رکھ دیوے
اور ستر دفعہ بسم اللہ الرحمن الرحیم سبوح قدوس ربنا ورب الملائکۃ والروح پھر بیٹھ جاوے
اور ستر دفعہ اس دعا کو پڑھیے۔ رب اغفر وارحم وتجاوز عما تعلم فانک انت العلی العظیم
پھر سر سجدہ میں رکھے۔ اور وہی کلمہ سابق الذکر ستر دفعہ پڑھیے۔ اگر کوئی حاجت ہو تو اسے سجدہ میں

ہی مانگے۔ حاجت پوری ہوگی۔ اس عمل کے بعد نماز ختنتین ادا کرے۔ اور سوئم و چہارم و پنجم بلکہ ایک روایت کی رو سے سیزدھم، چہاردہم و پانزدھم ماہ رجب کو بعد از چاشت تینوں تاریخوں میں ہر روز تازہ غسل کرے۔ اور بارہ رکعت نماز معمول حضرت خواجہ اویس قرنی قدس سرہ تین سلاموں سے ادا کرے۔ چاروں رکعت اول میں جو کچھ قرآن شریف سے یاد ہو پڑھے۔ بہتر ہے جو سورہ قرآن مجید یاد ہو پڑھے علیٰ ہذا چاروں رکعت سورہ قرآن مجید سے پوری کرے۔ سلام کے بعد ستر بار پڑھے

لا الہ الا اللہ الملک الحق المبین لیس کمثلہ شیء فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع الحلیم ۵

دوسری چار رکعت میں بعد فاتحہ اذا جاء نصر اللہ ایک بار۔ بعد سلام سات دفعہ کہے انہ قوی معین ولھی دلیل نجی ایک تسبیح دایک تسبیح دور چار رکعت ثالث میں بعد فاتحہ سورۂ اخلاص سہ سہ قرات اور سلام کے بعد ستر بار الم نشرح پڑھے۔ بعدہ اپنے ہاتھوں کو سینہ پر رکھے۔ اور جو حاجت ہو۔ بہ لجاجت و عجز بارگاہ رب العالمین میں عرض کرے بفضلہٖ پوری ہوگی۔ یاد رہے تاوقتیکہ بعد فراغت نماز غسل نہ کرلیوے کسی شخص سے گفتگو و کلام نہ کرے۔ کیونکہ منع ہے۔

ستائیسویں تاریخ اسی مہینہ کی درازی عمر کیواسطے چار رکعت نماز ایک سلام کیساتھ ادا کرے۔ بسورہ فاتحہ کے بعد قرآن سے جو سورہ بخوبی یاد ہو پڑھے۔ جب چاروں رکعت پڑھ چکے اور سلام پھیرے تو سو دفعہ سبحان اللہ والحمد للہ تا آخر پڑھے۔ اور سو ہی دفعہ استغفار کہے اور سو مرتبہ درود پڑھے پھر جو حاجت ہو عرض کرے۔ بفضلہ پوری ہوگی۔ اور عمر دراز ہوگی۔

دیگر اسی شب کو بارہ رکعت تین سلاموں سے ادا کرے ہر رکعت کے اندر بعد سورۂ فاتحہ آیۃ الکرسی یکبار سورہ اخلاص تین مرتبہ۔ جب نماز سے فراغت پاوے۔ تب اپنے دونوں ہاتھ آسمان کیطرف اٹھاوے تین مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھے۔ خداوند پاک اس بندے کو اس کے مطلب تک پہنچا دیگا۔

دیگر۔ یہ وہ شب مبارک ہے کہ اسی رات کے اندر حضرت سرور کائنات کو معراج ہوا تھا جو شخص اس رات کو زندہ رکھے۔ اسے بھی معراج نصیب ہوگا۔ اس رات میں سو رکعت نماز پڑھنی چاہیئے۔ ہر رکعت کے اندر الحمد ایکبار اور سورہ اخلاص پچیس بار پڑھنا ضروری ہے۔ جب نماز سے فارغ ہو۔ سو دفعہ درود۔ سو دفعہ سبحان اللہ والحمد للہ تا آخر۔ پھر سر سجدہ میں رکھے۔ اور بعدہ اپنی حاجت روائی کیلئے عرض کرے۔ بفضلہ حاجت روائی ہوگی۔ اور برکات معراج سے مالا مال ہوگا۔

ترتیب نمازہائے ماہ شعبان۔ اول رات شعبان کو بارہ رکعت پڑھے تین سلاموں سے ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد پہلا سورۃ قرآن مجید سے یعنی جو سورہ یاد ہو۔ پندرہ دفعہ پڑھے انشاءاللہ

تمام گناہان صغیرہ و کبیرہ سے پاک و صاف ہو جائیگا -

قبولیت توبہ کیلئے دو شنبہ کی رات کو پہلے غسل کرے - اور بارہ رکعت تین سلاموں سے ادا کرے - ہر رکعت میں بعد سورۃ فاتحہ جو سورتیں کہ یاد ہو پڑھے - حق تعالیٰ اسکی توبہ قبول فرمائے گا - اور اس کے عقاید کو استحکام و استقامت بخشیگا - سرور کائنات حضرت رسول صلی اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ اگر کوئی شخص شب برات کو صد رکعت پچاس سلام سے پڑھے - اور ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۃ اخلاص دس دفعہ پڑھے - اسے سعادت ابدی حاصل ہوگی - اور مغفرت اس کا حق ہو جائیگا -

دیگر - اسی رات میں دو رکعت - ہر رکعت میں بعد فاتحہ آیۃ الکرسی ایکدفعہ سورۂ اخلاص پندرہ دفعہ بلکہ ایک روایت کی رو سے بارہ رکعت چھ سلاموں سے - ہر رکعت کے اندر فاتحہ سے اخلاص بارہ دفعہ ایک روایت یہ بھی ہے کہ تیئیس رکعت ادا کرنی واجب ہے - پندرہ سلاموں سے ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد انا انزلنا ایک دفعہ اور اخلاص تین بار پڑھے اور سلام سے فارغ ہو کر کہے لا الہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ - تا آخر - نیز سبحان اللہ والحمد للہ - تا آخر - ایک ایک بار درود دو صد بار آیۃ الکرسی تین بار ایک روایت یہ ہے کہ اس رات میں دو رکعت نماز کشائش حال کیلئے پڑھنا نہایت مفید ہے ہر رکعت میں بعد فاتحہ اخلاص تین دفعہ پڑھنا چاہئے حق تعالیٰ کشائش حال کرے گا - نیز رزق میں زیادتی و فراوانی ہوگی - نیز مقاصد کے حصول کیلئے بھی مفید و موزوں ہے -

ترتیب نمازہائے ماہ رمضان حضرت پیغمبر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو شخص شب اول جمعہ ماہ رمضان کو دو رکعت نماز پڑھے - اور ہر رکعت میں بعد از فاتحہ انا فتحنا ایکبار پڑھے تمام سال باامان اور حفاظت حقیقی کی حفاظت میں خوش و مطمئن رہیگا - کوئی خرابی اور آفت ارضی و سماوی اسے نہ ستائیگی - اور ہر بیس رکعت سنت تراویح میں چھ دفعہ اخلاص بھی پڑھے - کیونکہ یہ معمول حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے - مشائخین چشت نے بھی پیروی کی ہے نیز صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین - اور تراویح کے اندر تمام قرآن پڑھنا یا سننا معمول حضرت امیر المومنین حضرت عثمان غنی و دیگر صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہے -

جو کوئی شب قدر کو کہ ستائیسویں رات ماہ رمضان المبارک کو ہوتی ہے سو رکعت نماز پچیس سلاموں سے - ہر رکعت میں بعد فاتحہ انا انزلنا دس دفعہ اور اخلاص تین دفعہ اور ہر سلام کے بعد تسبیح جو تراویح میں پڑھی جاتی ہے پڑھیگا - حق تعالیٰ اس شخص کو اپنے خاص دوستوں میں شمار کریگا اور سعادت و برکت شب قدر کی اسے حاصل ہوگی - ایک روایت ہے کہ یہ نماز بارہ رکعت سے بھی

پڑھی جاسکتی ہے۔ چھ سلاموں سے۔ ہر رکعت کے اندر سورہ فاتحہ کے بعد انا انزلنا دس دفعہ اور سورہ اخلاص تین دفعہ اور ہر سلام کے بعد کلمہ سبحان اللہ و الحمد للہ آخر تک سو دفعہ پڑھنا ہوگا حق تعالےٰ اس نماز کے صلہ میں اس کا جو مطلب ہوگا۔ پورا کرے گا۔ شب قدر کے تعین میں اختلاف بہت زیادہ ہے بعض انیسویں رات پر عقیدہ جمائے ہوئے ہیں۔ بعض بزرگ خیال کرتے ہیں کہ ستائیسویں رات شب قدر ہے۔ اور بعض اصحاب کا یقین ہے کہ پچیسویں رات شب قدر ہے۔ مگر تیقلات دیگر اہل عقیدہ مشائخین کی کثرت رائے ستائیسویں رات ہے کہ ستائیسویں رات شب قدر ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

ترتیب نمازہائے ماہ شوال:۔ شب عید الفطر کو بارہ رکعت پڑھنی لازم ہیں۔ تین سلاموں سے۔ ہر رکعت میں بعد فاتحہ سورہ اخلاص پندرہ دفعہ۔ کم از کم پانچ دفعہ پڑھنا چاہئے ان رکعتوں کے پڑھنے والے کو ثواب عبادت ایکسال کا حاصل ہوتا ہے۔ اور اس کے نامۂ اعمال کے اندر درج ہوتا ہے۔ اور بفرض اسی سال کے اندر جسمیں رکعات مذکورادا کی ہیں انتقال ہو جائے رتبہ شہادت کا اسے نصیب ہوتا ہے۔ اور عید کے روز بعد فراغت دوگانہ عید الفطر اور سماعت خطبہ چار رکعت نماز ایک ہی سلام سے پڑھ لینا ضروری ہے۔ پہلی رکعت میں بعد سورہ فاتحہ کے سبح اسم ایک مرتبہ اور دوسری رکعت میں بعد فاتحہ والشمس۔ تیسری میں والضحیٰ اور چوتھی میں قل ہو اللہ پڑھنا واجب۔ جو یہ نماز بالترتیب پڑھ لیگا۔ اسے ثواب ہزار نماز۔ اور ہزار حج کا ملیگا۔ اور مقام بہشت میں عطا ہوگا۔

ترتیب نمازہائے ذی الحجہ

پہلی رات ماہ ذی الحجہ کی دو رکعت نماز پڑھنی چاہئے۔ پہلی رکعت میں بعد سورہ فاتحہ تین آیۃ سورہ انعام سے پڑھے۔ اور دوسری رکعت میں بعد از فاتحہ سورہ اخلاص پڑھے۔ تو خداوند پاک اپنے اس برگزیدہ بندے کو بخش دیگا۔ اور ثواب ہزار حج کا عطا فرمائیگا۔ حضرت شیخ فریدالدین شیخ شکر قدس سرہ فرماتے ہیں کہ درویش کو لازم ہے کہ عشرہ اول کی راتوں کو اس ماہ کو وتروں کے بعد دو رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں بعد از فاتحہ انا اعطینٰک الکوثر و اخلاص ایک دفعہ پڑھے۔ تاکہ ثواب بیحد پا وے۔ اور بخشا جاوے۔ اور کشایش حال، و زیادتی اس کے رزق میں ہو وے۔

دیگر۔ نیز ارشاد ہوا ہے کہ پہلے عشرہ کو جمعہ کی رات میں چھ رکعت، تین سلاموں سے ادا کرے ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص پندرہ ۱۵ دفعہ پڑھے۔ اور ہر سلام کے بعد لا الہ الا اللہ الملک الحق المبین کہے۔ تو ثواب بیحد و حساب پاویگا۔ اور بہشت میں جگہ پائیگی۔ اور فرمایا ہے کہ شب عشرہ کو دو رکعت ہر رکعت میں

فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی سو دفعہ پڑھے۔ حق تعالیٰ ثواب ہزار حج بخشتا ہے۔ اور بہشت جائے قیام بخشتا ہے دیگر۔ فرمایا ہے۔ عید الضحیٰ کے عرفہ کے روز ظہر و عصر کے درمیان چار رکعت نماز ایک سلام سے ادا کرے اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص پنجاہ دفعہ پڑھے۔ سلام کے بعد پھر سو دفعہ اخلاص زیادہ پڑھے۔ خداوند تعالیٰ ہرگز ایسے شخص کو اپنے پاک دروازے سے نا امید نہیں کرے گا۔ اسکی تمام حاجات اور ضروریات روا کرے گا

عید الضحیٰ کی رات کو دس رکعت نماز پانچ سلاموں سے ادا کرے۔ ہر رکعت میں بعد فاتحہ اخلاص دس دفعہ پڑھے۔ اور جب نماز سے فراغت حاصل ہو۔ سو دفعہ درود اور سو دفعہ ہی استغفار اور سو دفعہ کلمہ سبحان اللہ والحمد للہ تا آخر کہے۔ پھر جو کچھ کہ خدا سے مانگے۔ ملے گا۔ اور اسکی تمام حاجات پوری ہونگی۔ علیٰ ہذا بارہ رکعت عید الضحیٰ کی رات کو چھ سلاموں سے پڑھ لینا واجب ہے۔ ہر رکعت میں بعد از فاتحہ آیۃ الکرسی ایک دفعہ اور اخلاص پچاس دفعہ پڑھے تو ثواب عظیم پاوے۔ اور نیکی حج کی اسے بخشی جاوے بعد نماز عید الضحیٰ چار رکعت ایک سلام سے پڑھیں۔ پہلی رکعت میں بعد از فاتحہ والشمس دوسری رکعت میں بعد فاتحہ واللیل۔ تیسری میں والضحیٰ اور چوتھی رکعت میں الم نشرح ایک ایک دفعہ پڑھ لینا چاہئے۔ جب گھر واپس آوے تو دو رکعت اور پڑھنی چاہئے۔ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد والشمس پانچ دفعہ پڑھ لیویں اس نماز کے صرح میں مقبولیت متصور سمجھاتی ہے۔ اور ثواب حج کا ملجاتا ہے۔ آخر ماہ ذی الحجہ کو دو رکعت نماز پڑھ لیویں۔ ہر رکعت کے اندر سو آیۃ قرآن پاک سے ہر مقام سے جہاں سے یاد ہو پڑھ لیویں۔ اس نماز کی برکات سے تمام گناہان پروردگار بخش دیتا ہے۔ گویا گناہوں سے پاک ہونا ہو تو اس نماز کو کبھی نہ چھوڑنا چاہیے

فوائد نماز سالیانہ و تسبیح

جب آفتاب دقیقہ اول برج حمل میں ہووے۔ تو بارہ رکعت نماز چھ سلاموں سے ادا کرنا واجب ہے۔ ہر رکعت میں بعد از فاتحہ والشمس بارہ دفعہ پڑھیں۔ اور ہر سلام کے بعد سر سجدہ میں رکھیں اور بارہ ہی دفعہ سبحان اللہ کہیں۔ پھر چوبیس مرتبہ دفعہ کلمہ اشہد ان لا الہ الا اللہ تا آخر پڑھے خوشی و خرمی و شادمانی کیلئے یہ عمل نہایت مفید ہے۔ تمام سال اس کی برکت سے بہت و شادمانی اسکی زر خرید لونڈی رہے گی۔ اور عیش و خوشی و مسرور رہے گا۔ جب شرف آفتاب رونما ہو یعنی آفتاب درجہ دہم میں ہو۔ اور برج حمل میں تبدیل کرے۔ دس رکعت نماز پانچ سلاموں سے ادا کریں۔ ہر رکعت میں بعد فاتحہ الم نشرح تین دفعہ پڑھیں۔ سلام کے بعد گیارہ دفعہ سورہ یٰسین پڑھے۔ پھر جو حاجت ہو سلام کے بعد بارگاہ صمدیت میں تضرع سے عرض کرے۔ پاک پروردگار اس کا انصرام فرما دیگا۔ اور تمام سال خوش رہیگا۔

فوائد و ترتیب نمازہائے متفرقہ مستحبہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ چہار رکعت نماز تسبیح ایک سلام سے تمام عمر میں ایک ہی دفعہ پڑھ لینا چاہئے۔ اسکی برکت سے تمام گناہان صغیرہ و کبیرہ سے پاک ہو جائیں گے۔ دوزخ کی آگ اسکے پڑھنے والوں پر حرام ہو جاتی ہے۔ اور اگر ہر ماہ کی پہلی تاریخ پڑھ لیا کریں۔ تو ثواب عظیم حاصل ہوتا ہے اور حصول مرادات کیلئے بھی یہ نماز نہایت مفید ہے۔ ہر رکعت میں بعد سورہ فاتحہ قرآن پاک سے جو سورت یاد ہو وہی پڑھ لیویں۔ البتہ بعد قرأت قیام میں پندرہ دفعہ سبحان اللہ تا اللہ اکبر پڑھ لیں۔ یہ ہر رکعت میں ہے بعد تسبیح رکوع دس دفعہ۔ قومہ میں دس دفعہ سجدہ کے اندر بھی دس دفعہ کلمہ سبحان اللہ تا آخر پھر سجدہ میں کلمہ موصوف دس دفعہ پھر جلسہ میں نیز سجدہ اول دس دفعہ سجدہ دوم میں دس دفعہ اور جلسہ استراحت میں بعد سجدہ دوم میں بھی دس بار یہی کلمہ ہر رکعت میں پچھتر دفعہ کلمہ استغفار اور پچھتر دفعہ ہی کلمہ سبحان اللہ پڑھیں اس کے بعد جو دعا حاجات کریں حق تعالیٰ تمام مرادات پوری فرمائیگا۔

برائے حاجت روائی صلوات [illegible] علی التواتر ادا کریں۔ یہ نماز پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول رہا ہے۔ اسمیں [illegible] جسکی تفصیل و تشریح کی یہاں چنداں حاجت معلوم نہیں ہوتی چونکہ دو رکعت نماز اپنے ماں اور باپ مرحومین کی آمرزش و بخشش کیلئے پڑھیں۔ انکے والدین عذاب و تکلیفات عقبیٰ سے نجات پا جاتے ہیں۔ چاہئے کہ ہر رکعت کے اندر سورہ فاتحہ کے بعد چہار قل پڑھیں مشکلات کو بارگاہ خداوندی سے حل کرانا مقصود ہو تو [illegible] وضو سے جا رہیں تو روز روشن میں صرف [illegible] تورات کو پڑھ سکتے ہیں۔ رکعات کے اندر سورہ فاتحہ و [illegible] یاد ہو ایک ایک دفعہ سب سورتیں پڑھیں۔ البتہ نماز کے بعد [illegible] چاہئے کہ زانو راست اٹھائے اور رخسارہ راست [illegible] کسی حالت میں بیٹھے رہیں ضرور حاجات پوری ہوتی ہیں۔

[illegible] یارب ہزار دفعہ کہے جو شخص دو رکعت نماز [illegible] دل۔

خداوند آپکی حاجت پوری کرے [illegible] دو رکعت نماز ادا کرے بفضل تعالیٰ جب کوئی [illegible] درپیش [illegible] کہ تب بھی دو رکعت نماز بلیات سے [illegible] سورہ فاتحہ ایک دفعہ آیۃ الکرسی ادا کرے۔ [illegible] آیۃ الکرسی [illegible] پڑھ لیں [illegible] سے پڑھ لیں۔ [illegible]

آیۃ الکرسی کے بعد سبحان اللہ والحمد للہ تا آخر چہار مرتبہ پڑھیں تب بھی وہی عرضیں اور مطالب پورے ہو جائیں گے۔ مسجد میں جائے تو دوگانہ تحیت مسجد بھی پڑھ لینا موجب ثواب عظیم ہے۔ لیکن اگر دوگانہ ادا نہ کر سکے تو یہ کلمہ تو تعظیم مسجد میں پڑھ لینا نہایت ضروری ولازمی ہے۔ چار دفعہ ضرور پڑھے۔ کلمہ اوپر درج کر دیا گیا ہے۔ کفارہ نماز دوگانہ ہو جاتا ہے۔

فوائد صوم معمول پیران طریقت چشت

صوم دو نوع پر منقسم ہے صوم شریعت و صوم حقیقت :- صوم شریعت یہ ہے کہ صبح سے شام تک شراب وطعام سے اپنے تیئں بالکل بچا رکھے۔ یعنی نہ کچھ کھائے اور نہ کچھ پیئے۔ صوم حقیقت یہ ہے کہ زبان کو ناسزا کہنے سے۔ اور آنکھوں کو ناواجب دید سے بالکل بچائے رکھے۔ آوازہائے ناسزا جس سے وظائف واذکار میں خلل واقع ہو۔ وہ بھی نہ سنے۔ گویا آنکھ کان اور زبان سبھی روزہ دار ہوں۔ اور سبھی ضبط کئے ہوئے ہوں۔ دل بھی روزہ دار ہو یعنی دل کو وسوسہ شیطانی سے محفوظ رکھے۔ اگر یوں سب کیا پیٹ قبضے میں ہو جائے۔ تب اپنے آپ کو روزہ دار سمجھے یہ سرور کائنات صلعم کا قول ہے۔ من صیام الدھر کاملہ الاصام ولا افطر - یعنی جو کوئی تمام سال روزہ رکھے اور عید کے دن تین ایام تشریق یعنی گیارھویں بارھویں اور تیرھویں ذی الحجہ کو افطار نہ کرے۔ اس نے گویا نہ روزہ رکھا اور نہ افطار کیا اور جس قدر اس نے روزے رکھے تکلیف اٹھائی اور رائیگاں محض گئی۔ اس نے نہ روزہ رکھا ہے اور نہ افطار کیا ہے۔ ہمیشہ کے روزے سے روزۂ داؤدی زیادہ باثواب ہیں۔ کیونکہ مداومت ایک عادت ہی ہو جاتی ہے۔ روزانہ روزے سے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔ ہاں ایک روز روزہ رکھنا اور دوسرے دن چھوڑنا یا افطار کرنا ایک قسم کی عند اللہ محنت ومشقت ہے اس کا اجر بھی ملتا ہے۔ جس کا اجر بے پایاں ہے اور ثواب بیحساب ہے۔ حضرت کا ارشاد پاک ہے۔ جو شخص ماہ محرم کی پانچویں تاریخ کو روزہ دار رہے۔ یا پنجشنبہ کو اور روز آدینہ۔ بروز شنبہ متواتر روزہ رکھے۔ عبادت نوسو سال کا ثواب اس کے اعمال میں درج ہو جائے گا۔ جس قدر ثواب لکھیں گے۔ اسیقدر گناہان اس کے نامہ اعمال سے مٹا دیں گے۔ حدیث شریف میں وارد ہے۔ من صام یوم عاشورہ فکانما صام الدھر - یعنی جس نے یوم عاشورہ کو روزہ رکھا۔ اس نے سال بھر روزہ داری کی تکلیف اٹھائی۔ گویا سال بھر روزہ دار ہی رہا ہے۔ یہ وہ روز ہے کہ اس روزے کو آہو تک وغیرہ جانوروں نے غم والم اور ماتم حسین رضی اللہ عنہ میں اپنے بچوں تک کو دودھ نہیں دیا۔ گویا خود روزہ رکھا۔ اور بچوں کو بھی اذیت فاقہ دکھائی۔ اور انہیں روزہ دار بنایا نہ صرف

یہیں تک ۔ بلکہ آہ و زاری و ماتم میں رہتے ہیں ۔ ہائے افسوس !!

سنگدل بے رحم انسان کو کیا کہا جائے جیسے روزہ داری کی تکلیف برداشت کرنے کا تو ذکر ہی کیا ہے ۔ بجائے الم افسوس کی بجائے لہو و لعب میں ایام عاشورہ گذار دیتے ہوں ۔ اور جس کے کان پر اس واقعہ عظیمہ کی جوں تک نہ رینگی ہو ۔ محض بے خبر و لاپرواہ رہا ہو ۔ چرند ۔ پرند وحشی جن پر نہ فرض ہے نہ واجب ۔ جنکو نہ عقل ہے نہ قیاس ۔ جن کے دل و دماغ روشنی عقل و فکر سے کورے اور تاریک محض ہیں ۔ وہ فاقہ کریں مغموم و رنجیدہ ہوں ۔ اشرف المخلوق انسان ہر بات سے کورا ہے ۔ غور کی جگہ ہے

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا (مترجم)

لازم آتا ہے کہ دس روز عاشورہ کے نہیں تو یوم عاشورہ کو تو ماتم کا خیال دل میں لاوے ۔ رنج و غم سے دل کو آشنا بنا لیوے ۔ فاقہ کی مصیبت اٹھائے اور افسوس کرے کہ سید الشہداؑ کو اس روز کس قسم کی آفات سے سابقہ تھا ۔ باایں ہمہ آپ کا حوصلہ اور آپکی خداداری ۔ اللہ اللہ ۔ کیسے ہو ۔ نادر و نایاب ہاتھ آتا ہیں

جو شخص آخری چہارشنبہ کے دن روزہ رکھے ۔ حق تعالیٰ اسے دنیا کی بلیات کے جھرمٹ سے نکال باہر کرے گا ۔ اور انیسویں تاریخ ماہ رجب کی عظمت و حرمت بہت بتلائی گئی ہے ۔ جو کوئی اس دن کو روزہ دار ہو ۔ ہزار حج کا ثواب اس کے حصے میں آئیگا ۔ اور جب وہ قضائے الٰہی سے فوت ہوگا جنت میں پہنچائے جانیکا حکم اس کیلئے فوراً آجائے گا ۔ اور جلدی جنت میں داخل کیا جائیگا ۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ۔ ماہ رمضان نہایت بزرگ اور پاک مہینہ ہے ۔ اس مہینے میں ابلیس لعین کو قید کر لیا جاتا ہے کہ نہ کہیں آسکے اور نہ کہیں جاسکے اور نہ کسی کو ورغلائے تاکہ اس کے شر سے مسلمان لوگ بچے رہیں ۔ اور روزہ ایک بھید عظیم ہے درمیان انسان و معبود کے جو نیکی انسان سے ظہور میں آتی ہے ۔ اور جو عبادت کیجاتی ہے ۔ اس کی مکافات معین ہے ۔ ثواب روزے کا اور اس کا اجر دریافت رویت باری تعالیٰ ہے ۔ چنانچہ فرمان ہے ۔ الصوم لی وانا اجزی بہ یعنی میرا روزہ ہے اور سوائے اس کے دسویں کہ راتوں مبارک رمضان شریف ہے ہے ۔ روزانہ تسبیح اور تہلیل اور تراویح سے رات مذکورہ کو زندہ رکھے ۔ اور روز صبر و سکوت سے تلاوت قرآن مجید سے ختم کرے ثواب عظیم پاوے ۔ اکثر مشائخ نے شب قدر آخر عشرہ اسی ماہ میں پائی ہے

فائدہ ۔ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ جو شخص عید الفطر سے بعد چھ روزے لازمی طور پر رکھنے کی عادت کرے ۔ اس کے غم والم نزدیک نہیں آوے گا ۔ اور مغفرت اس کا حق ہوگا ۔ اور بعض کے ایام یعنی ایام بیض یعنی کہ تیرھویں ۔ چودھویں ۔ پندرھویں تاریخ سے مراد ہے ۔ ان ایام کے اندر حضرت

آدم علیہ السلام کو بہشت سے نکالا گیا تھا۔ تمام اندام غم و الم سے سیاہ ہو گیا تھا۔ بموجب فرمان الٰہی یہ تین روزے رکھے۔ ان روزوں کی برکت سے توبہ انکی قبول فرمائی تھی۔ پہلے دن تیسرا حصہ وجود مبارک کا اصلی رنگت پر آیا۔ دوسرے روز دو حصے تمام جسم سے اصلی رنگت پر آئے تھے۔ تیسرے دن تمام جسم اپنے اصلی حال پر آ گیا تھا۔ اور پاک و صاف ہو گیا تھا۔ جس قدر سیاہی تھی۔ تمام کا فور ہو گئی تھی۔

فایدہ۔ زکوٰۃ :۔ امم ماضیہ پر تیسرا حصہ مال کا زکوٰۃ میں راہ مولیٰ دیدینا فرض تھا۔ اور حضرت رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے چالیسواں حصہ صاحب نصاب پر فرض کیا۔ گویا مال سے چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں ہر سال دینا امت مرحومہ پر واجب ہے۔ زکوٰۃ کے بھی تین اقسام ہیں (۱) زکوٰۃ شریعت (۲) زکوٰۃ طریقت (۳) زکوٰۃ حقیقت

زکوٰۃ شریعت یہ ہے کہ دو بیسی درم سے پانچ درم اپنے پاس علیحدہ کر کے رکھ لیں۔ اور تمام کو راہ خدا میں صدقہ دیدیں۔ زکوٰۃ طریقت یہ ہے کہ دو بیسی سے پانچ تو اپنے پاس رکھیں۔ اور باقی کو خدا کے رستہ پر صدقہ دیدیں۔ زکوٰۃ حقیقت یہ ہے کہ درویش کے پاس اگر دو بیسی درم جمع ہو گئے ہیں تو تمام و کمال کو خدا کی راہ میں دیدیوے۔ ایک حبہ پاس نہ رہے۔ مگر درویشوں کو دیدینا چاہیئے۔

فایدہ۔ صدقہ :۔ صدقہ میں پانچ شرایط لازمی ہیں۔ دو شرایط تا کرتے پہلے اور دو شرایط بعد کو۔ اول یہ کہ جو کچھ راہ خدا میں صدقہ دینا خیال کیا ہے۔ وہ تمام وجہ حلال سے
(1) کمایا ہوا ہونا چاہیئے۔ دوسرے یہ کہ جو صدقہ دیوے مردان صالح اور متقیوں کو عنایت کیا جاوے
(2) چوروں۔ افیکوں اور بدچلن لوگوں کو دینا نہ دینا یکساں ہے۔ فسق و فجور اور ایسی جھگڑے فساد میں دینا بھی ناواجب ہے۔ اور دوسری دو شرایط جو ہیں وہ یہ ہیں کہ جو کچھ دیوے تو اضع
(3) اور بشاشت سے دیوے۔ جھڑکنے اور کڑھتے ہوئے دینے سے کچھ حاصل نہیں۔ دوسرے یہ کہ جو کچھ
(4) دیوے خفیہ اور پوشیدگی سے دیوے۔ دنیا پھر مشہور کرنا کچھ فایدہ نہیں رکھتا۔ پانچویں شرط جو ہے وہ یہ ہے کہ جو کچھ راہ خدا میں دے چکے۔ پھر اسے زبان پر نہ لا دے۔ اور اس کا ذکر بھول کر نہ کرے
(5)

باب پنجم

دربیان کشف کرامات وخرق عادات وتنزل وایثار

مشتمل بر چندین فصل

فصل اوّل

کاہن جی مہاراج نقل مشہور ہے کہ ایک روز حضرت پیر دستگیر ایک درخت جامن کے تلے دائرہ شریف کے اندر تشریف رکھتے تھے۔ اس اثنا میں۔ قدوہ ارباب دین زبدہ اہل یقین بایزید عصر میر سید جعفر معروف بہ فدائی قدس سرہ جو حضرت مرشد آفاق یعنی شاہ ابوالمعالی کے خلیفوں میں تھے۔ اور حضرت پیر دستگیر کے بھی ہم کفو تھے۔ تشریف لے آئے اور حضرت سے سوال کیا کہ یا حضرت ایسا زبان زد عام اور مشہور ہے کہ کاہن جی مہاراج ایکہزار چھ سو گوپیاں رکھتے تھے۔ بہت سے آدمی محض گوپیوں کی طلب میں کاہن جی کے پاس آیا کرتے تھے کہ کاہن جی سائل کو جواب دیا کرتے تھے کہ جاؤ جس گوپی کے پاس میں نہ ہوں وہ تمہارا مال ہے سنبھال لو یعنی جو گوپی مجھ سے جدا دیکھو لے لو۔ اور جب وہ شخص سیر کرتا تو جسقدر گوپیاں تھیں علیحدہ علیحدہ سبکے پاس جاتا۔ کاہن جی کو ہر ایک گوپی کے پاس پاتا۔ کوئی گوپی کاہن کے بغیر کاہن جی سے جدا نہ پاتا۔ لطف یہ کہ تمام گوپیاں ایک مکان میں بود و باش نہیں رکھتی تھیں۔ مکان رہائش سب کا جدا جدا تھا۔

یہ سنکر حضرت پیر دستگیر ارشاد فرماتے ہیں۔ میاں صاحب یہ کتنا بڑا کام ہے جسکے لئے آپ حیران ہیں۔ آئیے مجھے مضبوطی سے اپنی بغل میں لے لیجئے۔ حضرت کے ارشاد کے مطابق سید جعفر قدس سرہ نے حضرت کے وجود باجود سے اپنے آغوش کو پر کر لیا۔ یعنی خوب بغل میں لے لیا۔ پھر حضرت میراں صاحب نے فرمایا کہ اب جس درخت کے نیچے تم کھڑے ہیں۔ اسکی شاخوں اور پتوں پر نگاہ کریں۔ اور غور سے دیکھیں کہ کیا دکھائی دیتا ہے۔ جب سید جعفر صاحب نے اوپر نگاہ اٹھائی تو کیا دیکھتے ہیں کہ درخت جامن کی ہر شاخ اور ہر پتہ پر اپنا اور حضرت پیر دستگیر کا وجود اسطرح بغلگیر موجود ہے۔ تمام درخت کے پتہ پتہ پر دونوں وجود مبارک نہایت صفائی سے موجود تھے۔ یعنیہ ایسی حالت تھی جیسے آئینہ خانہ کے اندر

ایک وجود کے ہزاروں بلکہ لاکھوں دکھائی دیا کرتے ہیں۔ جب حضرت میراں جی آپ سے علیحدہ ہوئے
جز کچھ نہ تھا۔ اس واقعہ سے سید جعفر قدس سرہ کو اطمینان ہو گیا۔ اور حضرت کے کمالات سے
بہت مسرور الوقت ہوئے۔

یہ جامن کا درخت متبرک شریف میں دائرہ شریف کے اندر آجتک موجود ہے۔ اس میں ایک
ظاہری برکت اسوقت تک موجود ہے کہ موسم میں جب درخت مذکور کو پھل آتا ہے۔ چونکہ اس جامن
کی جامنیں بہت بڑی اور زیادہ شیریں ہوتی ہیں۔ لوگ زیادہ شوق سے کھاتے ہیں۔ اگر کوئی جرات
کر کے اس درخت پر چڑھ جائے تو گر ضرور جاتا ہے۔ سینکڑوں کو اسپر چڑھتے سے چوٹیں آئیں
بعضوں کے ہاتھ پاؤں ٹوٹے ہیں۔ ایسا کرنے والوں کو زیادہ زمانہ گذر جانے کی وجہ سے
معلوم نہیں کہ اس درخت کو کیا فوق اور وقعت حاصل ہے۔ میں نے اس درخت کو بچشم خود دیکھا ہے
یہ جامن کا درخت اور ایک ڈھاک کا درخت جس سے عموماً حضرت تکیہ لگا کر بیٹھتے۔ اب تک موجود ہیں

(مترجم) الحمد للہ علیٰ ذالک (مترجم)

نقل ایک روز حضرت پیر دستگیر اسمعیل آباد نام گاؤں میں جو دائرہ شریف سے بہت ہی قریب واقع ہے
تشریف فرما تھے۔ اور جوگروں والی مسجد کے اندر جہاں ایک بڑ کا درخت ہے اس کے نیچے
تشریف رکھتے تھے۔ مجلس سماع آراستہ تھی۔ قوال گا رہے تھے۔ کشتگان انوار الہی پروانہ وار شمع نور پر
نثار ہو رہے تھے۔ ہو حق کا نعرہ تھا۔ عین ایسے وقت میں ایک عالم جسکی کچھ بدعتیانہ عادات تھیں وہاں
پہنچ گئے اور ایک سوال اپنے دل کے اندر لیتا آیا۔ کہ حضرت پیر دستگیر سے دریافت کروں گا۔ چونکہ انبوہ خلائق
زیادہ تھا۔ لوگوں سے مجلس پر تھی۔ وہ شخص اپنی بڑی شان سمجھ کر بیٹھنے کیلئے کوئی ایسی جگہ تلاش
کرتا تھا جو اس کی بڑی شان کے مطابق ہو۔ اس خیال سے اسنے تمام مجلس کا ایک ایک کونہ جھانکا
اور چاروں طرف تاکا۔ اس جستجو میں دیر تک کھڑا رہا۔ دیر اور دیکھ بھال کو دیکھ کر حضرت پیر دستگیر کی توجہ
اس طرف پہنچ گئی۔ اور صفائی باطن سے اسکے دل کی حالت من و عن معلوم کر لی۔ چنانچہ حضرت میراں جی نے
اسی دم پنجابی زبان کا دوہرہ تصنیف فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا

بھیکھہ بنایا چونترہ بیم لگائی بیٹھ ۔ آگا پیچھا کیا دیکھے جہاں جانے تہاں بیٹھ

یہ یاد رکھنے والی بات ہے کہ جس زمانہ میں حضرت پیر دستگیر کا وجود باجود زیب و زینت عالم تھا اس
زمانے کو موجودہ زمانے سے کیا نسبت ہے۔ نہایت متبرک و پاک وقت تھا۔ ہاں زبان و طرز کلام کو
جو چلا اب آئی اس وقت نہ ہوگی۔ لیکن اس سادگی کا کیا کہنا۔ وہ سادگی ہزار ستائش کے لائق تھی (مترجم)

دوسرے کی آواز کان میں پڑتے ہی وہ عالم شخص جہاں کھڑا تھا وہیں بیٹھ گیا۔ مجلس سماع کا جب خاتمہ ہوا تو اس عزیز نے اس سوال کو حضرت کے روبرو بیان کرنا شروع کیا جو گھر سے اپنے دل میں لیکر چلا تھا۔ پوچھا۔ یا حضرت۔ حضرت شاہ مردان شیر یزداں حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے اپنی رحلت کیوقت حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے وصیت فرمائی تھی کہ رحلت کے بعد جب غسل دے چکو اور کفن پہنا چکو نعش مبارک کو تابوت میں رکھ لینا اور شہر کی آبادی سے باہر لیجانا۔ اور جب شہر سے باہر پہنچو۔ تو تمہیں ایک برقعہ پوش ملیگا۔ اونٹ کی مہار اس کے حوالے کر دینا۔ اور خود واپس تشریف لے آنا۔ اور پھر آجانا۔ حضرت امامین نے اپنے مقدس والد کی وصیت کے ارشاد کے مطابق عمل کیا۔ جب اونٹ کی مہار لیئے ہوئے شہر سے تھوڑے فاصلے پر پہنچے۔ تو واقعی ایک برقعہ پوش سے دوچار ہوئے اونٹ کی مہار برقعہ پوش کے حوالے کر دی۔ اور خود نا موشی سے دولت سرائے کیطرف معاودت کی۔ چند قدم واپس آ کر صاحبزادوں کے دل میں یہ آیا کہ دیکھ تو لیں۔ یہ کون بزرگ ہیں۔ بلا پوچھے گچھے اور دیکھے بھالے نا واقف شخص کو جنازہ مبارک سونپ دینا کچھ مناسب موزوں سی بات نہیں۔ باہم مشورہ کر کے صاحبزادے لوٹے۔ اور بزرگ موصوف کے قریب پہنچے۔ اور درخواست کی کہ آپ اپنا چہرہ مبارک تو دکھا دیں مگر اس بزرگ نے یہ قبول نہ کیا۔ باہمی اصرار ہورہا تھا موقعہ پا کر صاحبزادوں نے زبردستی سے برقعہ آں بزرگ کے چہرہ مبارک سے اٹھا دیا۔ برقعہ کا اٹھنا تھا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ وہی ذات والا صفات برقعہ کے اندر موجود ہیں۔ یعنی حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ مظہر العجائب والغرائب بنفس نفیس موجود کھڑے ہیں اونٹ کی مہار ہاتھ میں ہے۔ پھر کیا تھا صاحبزادے خاموش دیکھتے ہی رہے۔ اور وہ چلتے ہوئے۔ اس میں کیا حکمت تھی۔ کیا خود بنفس نفیس اس جہان فانی سے رحلت فرما گئے تھے۔ مگر برقعہ کے اندر پھر دہری شخصیت کا وجود موجود تھا۔

حضرت نے فرمایا کہ اس مسئلہ کا جواب گفتگو کے ذریعہ کچھ نتیجہ خیز معلوم نہیں ہوتا۔ اٹھو کھڑے ہو جاؤ میرے ساتھ آؤ۔ فرمایا۔ آؤ یہیں مضبوط پکڑ لو اس شخص نے دونوں ہاتھ حضرت میر انیس کی کمر میں مضبوطی سے ڈالے اور احتیاط سے مضبوط پکڑ لیا حضرت نے شخص مذکور سے فرمایا کہ دیکھو کیا دکھائی دیتا ہے۔ جب اس شخص نے درخت پر نگاہ ڈالی۔ تو کیا دیکھتا ہے کہ حضرت پاک کے ایک ایک پتے پر تشریف فرما ہیں۔ ایک پتہ تو کیا جدھر دیکھتا ہے۔ ہر شاخ اور ہر پتے پر آپ ہی کی ذات بابرکات کا ظہور ہو رہا ہے۔ غرضیکہ ہر طرف آپ ہی آپ ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ آپ حیران ہوں سیر قدرت آپ نے دیکھ لیا ہے کے علاوہ ملاحظہ بھی کیا ہے۔ حضرات کی دانشمندانی کی کنہ تک عقل و فہم کی رسائی کو علم اور رسائی ناممکن ہے سوائے اس کے کہ اولیاء اللہ ہی کمالات اور اپنی ذات کا دادا ولیائے کرام ہی خوب جانتے ہیں۔

قدر زر زرگر بداند یا بداند جوہری

ہر جگہ موجود

نقل ہے کہ حضرت پیر دستگیر ٹھٹھہ سے روانہ ہوئے۔ اور انہ مبارک تھا کہ پونڈری کا ہوتے ہوئے دہلی رونق بخش ہوں گے۔ سید اللہ یار نامی ایک بزرگ جو ذات سے مغل تھے۔ اور قصبہ کے اندر جو قلعہ تھا اس کے قلعدار بھی تھے۔ شرفیا قدمبوسی حضرت کیلئے حاضر آئے اور مشرف بھی ہوئے۔ اس وقت سکھوں اور راجی گوبند گور کا ہنگامہ برپا تھا۔ اللہ یار صاحب قلعدار نے شر و فساد دور ہو جانے کیلئے حاضرین سے التجا کی۔ اور خواہش کی کہ سب بزرگ دعا فرمائیں تاکہ امن امان نصیب ہو۔ حضرت میر انجیو نے ارشاد فرمایا۔ اے مرزا جی آپ کو کچھ فکر نہ کرنا چاہئے۔ آپ امن و امان سے اپنے قلعہ کی قلعداری کیلئے جائیں۔ ہم ہر وقت آپ کے ساتھ ہیں۔ ہمیں آپ سے جدا خیال نہ کریں۔

قلعدار کے دل میں خیال آیا کہ عجب حالت ہے۔ حضرت خود تو دہلی بھاگے جا رہے ہیں اور ہمیں یہاں رہنے اور استقلال سے رہنے اور تسلی رکھنے کیلئے کہہ رہے ہیں۔ حضرت پیر دستگیر صفائی باطن سے اس کے دلی خیالات سے پورے واقف ہو گئے۔ لیکن کسی کو فرمایا کچھ نہیں۔ اور نہ کوئی اور زیادہ تذکرہ فرمایا۔ بلکہ جب جاپ آگے کو روانگی کی ٹھہری۔ اتفاق ایسا ہوا کہ سکھوں کا تنازعہ بہت بڑھ گیا۔ جگہ جگہ جنگ چھڑ گئی۔ حتیٰ کہ اس قلعدار مغل سے بھی لڑائی ٹھن گئی۔ اور باہمی مقابلہ و جدال شروع ہو گیا لڑائی شروع تھی۔ اور عین ہنگامہ کارزار کے اندر مغل کیا دیکھتا ہے کہ حضرت پیر دستگیر ایک گھوڑے پر سوار ہیں۔ اور نیزہ ہاتھ میں ہے۔ اور عین مغل کے پہلو بہ پہلو دشمنوں پر حربہ کر رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت کی توجہ سامی کی برکت سے۔ میدان مغل کے ہاتھ رہا۔ انکی فتح ہوئی۔ سکھ مار کھاتے کھاتے بھاگ کر جان بچا گئے مغل کے ہمراہی جو لڑائی میں شریک اور مددگار تھے۔ جب فتحیاب جنگ سے اپنے قلعہ کی طرف آ رہے تھے راستہ بھر حضرت کو اسی حالت میں گھوڑے پر سوار نیزہ بدست دیکھ رہے تھے کہ ساتھ ساتھ برابر تشریف لا رہے ہیں لیکن قریب شہر پہنچے تو حضرت کی ذات والا صفات موجود نہیں تھی۔ تمام نہایت حیرت سے تعجب سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ مگر معلوم کر گئے کہ یہ بھی ایک نظارہ اور کرشمہ ہی تھا۔

دہلی سے جب اپنے وقت پر حضرت مراجعت فرما ہوئے۔ اس وقت ہنگامہ و فساد کا ذکر تک بھی باقی نہ رہا تھا کیونکہ زیادہ مدت گذر گئی تھی۔ لوگ امن امان سے زندگی بسر کر رہے تھے۔ حضرت پیر دستگیر اسی راستے سے تشریف لائے جس سے گئے تھے۔ اور جہاں مغل قلعدار سے ملاقات ہوتی تھی۔ جب نزدیک پہنچے اللہ یار مغل ارادت اور عقیدت سے بھاگا ہوا قدمبوس ہوا۔ اور حضرت کے مریدوں کی ذیل میں شامل ہو گیا۔ اور خوب فیض پایا ہوا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

صحابہ کبار کی شان میں گستاخی

مشہور ہے کہ عالمگیر بادشاہ کے وقت میں ایک امیر روح اللہ خاں بھی تھے۔ روح اللہ خاں اولاد میر قاسم علی سے جو سادات بارہہ میں سے اپنے زمانے کے بہت بڑے صاحب کمال گذرے ہیں۔ بہت عقیدت اور ارادت رکھتے تھے۔ چنانچہ میر امام الدین صاحب سے جو میر صاحب موصوف کی اولاد میں سے تھے۔ بیعت بھی تھے۔ امام الدین موصوف ناشایستہ صحبت میں شامل ہو گئے۔ کچھ مذہبی اختلاف پڑ گئے حتیٰ کہ آباو اجداد کے طریقۂ عبودیت کو بھی چھوڑ گئے۔ یہاں تک کہ ناواجب و ناشایستہ کلمات حضرات صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان میں اپنی زبان سے نکالنے لگے تھے۔ روح اللہ خاں کو جب یہ حالت معلوم ہوئی۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ بادشاہ پکا دیندار متدین اور پرہیزگار ہے۔ جب وہ امام الدین کی زبان سے صحابہ کرام کی شان میں کلمات ناسزا سنیگا۔ تو میر صاحب کو قدر عاقبت معلوم کرا دے گا۔ یا کم از کم اتنا تو ضرور ہو جائیگا کہ میر صاحب کی عزت و حرمت میں فرق آجائے۔ کساد بازاری ہو گی۔ اور لوگوں کی نگاہ میں ذلیل ہو جائیںگے بادشاہ کی حضور میں میر صاحب کی بابت اپنی عقیدت و ارادت کا اظہار کر کے کیا اس ترکیب سے کہا کہ بادشاہ مان گیا اور کچھ جاگیر دلوا کر میر صاحب کو پانی پت بھجوا دیا۔ اب میر صاحب پانی پت میں اپنی جاگیر کے سربراہ امیرانہ ٹھاٹھ سے رہتے سہتے تھے۔

کچھ عرصہ گذر چکا تھا کہ حضرت پیر دستگیر بھی قصبہ پانی پت میں رونق افزائے پانی پت ہوئے۔ اتفاق ایسا ہوا کہ کچھ عقیدتمند لوگ جو میر امام الدین کی سرکار میں آمد و رفت رکھتے تھے۔ ان لوگوں نے امام الدین اور اس کے بیٹے نصیر الدین سے حضرت کے شوکت و جلال و کمال کا تذکرہ کیا

بیان کرتے ہیں کہ بزرگان اہل رفض یعنی رافضی صاحبان روایات کی رو سے۔ حضرت شاہ مردان شیر یزدان حضرت علی کے بعد کسی دوسرے کی ولایت کے قائل نہیں رہتے۔ لہذا اور کسی کی بزرگی ان کی نگاہ میں نہیں آتی سلف بزرگوں کی علامت سے انکار کرتے ہیں۔

چنانچہ میر نصیر الدین نے لوگوں سے حضرت کی تشریف آوری و کمال کے قصے لوگوں کی زبانی سن چکا تھا ایک روز بطریق مذاق و استہزا و نیز آزمایش کی غرض سے گھر سے حضرت کی خدمت میں حاضری کا قصد کر کے چلا۔ اور راستے میں اپنے ہمراہیوں اور ہم مشربوں سے کہتا جاتا تھا کہ آج ایک شخص صاحب کمال کے پاس جاتے ہیں۔ دیکھیں گے۔ کیا کمال رکھتے ہیں۔ اور کیا کرامت ان میں موجود ہے۔ یہ باتیں کہتا ہوا جب آنحضرت ضمیر آگاہ کی قیامگاہ کے قریب تک پہنچا ہے۔ ابھی دور تھا کہ حضرت کی نگاہ اسپر پڑی۔ دیکھتے ہی دفعۃً حضرت کے وجود مبارک میں جنبش ہوئی۔ اور حضرت نے ایک حرکت بھی کی۔

اور جذبے سے نعرے شروع کر دیئے ۔ اور بلند آواز سے فرمایا ۔ کہ اس مردود رافضی کو پکڑ کر میرے سامنے لاؤ ۔ حاضرین مجلس جو اس وقت موجود تھے ۔ چونکہ پانی پت کے باشندے تھے ۔ اگرچہ ان سب کو حضرت میراں صاحب کی خدمت میں کمال رسوخ حاصل تھا ۔ لیکن کچھ تو امام الدین کی حکومت کا رعب ان پر موجود تھا کچھ ظاہر داری سے لاچار تھے ۔ غرض امام الدین کے حقوق و استحقاق ان لوگوں کو کچھ کرنے نہ دیتے تھے لہٰذا باشندگان پانی پت جو حضرت کے روبرو موجود تھے کچھ نہ کر سکتے تھے ۔ اور امام الدین کے بیٹے نصیر الدین کو حضرت کے روبرو پکڑ کر لانے سے لاچار تھے ۔ جب وہ سب حضرت کے حکم سے قاصر رہے ۔ اور اسے پکڑ کر لانے کیلئے کوئی نہ اٹھا ۔ حضرت نے اپنے درویشوں کو جو اس وقت حاضر تھے فرمایا ۔ اور نعرہ مارا کہ یہ بے نصیر تمہارا باپ ہی لگ گیا ہے ۔ اسے پکڑو ۔ اسکی پگڑی اتار کر اسکی گردن میں ڈال کر کھینچتے ہوئے میرے سامنے لاؤ ابھی لاؤ ۔ درویش کیا تھے ۔ طریقت کے جنگل کے شیر تھے ۔ میدان شجاعت اور بہادری کے درندے تھے ۔ اشارہ پاتے ہی یوں جھپٹے ۔ جیسے واقعی شیر ببر کا شیر اپنے شکار کو دیکھ کر زقند مارتا ہے ۔ طرفۃ العین میں نصیر الدین کی گردن تھی ۔ اور ان کے ہاتھ ۔ کشاں کشاں آنحضرت کے قدموں پر لا کر گرا دیا ۔ حضرت کے جوش کی بھی انتہا نہ تھی ۔ جیسے ہی وہ سامنے آیا ۔ بنفس نفیس حضرت نے پکڑ کر گرا لیا ۔ اور سامنے گرا کر اس کے سینے پر سوار ہو گئے ۔ ارشاد فرمایا جلدی کرو ۔ موزے اس کے پاؤں سے اتار ڈالو ۔ ویسا ہی کیا ۔ درویشوں نے جرابیں اس کے پاؤں سے کھینچ لیں ۔ اور جرابوں کے ٹکڑے کر دیئے ۔ جرابوں کے نیچے دونوں ایڑیوں پر اسماء مبارک و خلفاء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لکھے ہوئے موجود تھے ۔ اور دو پرچے لکھ کر ایڑیوں پر چسپاں کئے ہوئے تھے ۔ آنحضرت نے اپنے ہاتھوں سے فوراً وہ پرچے اتارے ۔ اسی حالت میں آنکھوں پر لگائے اور بوسے پر بوسہ دیتے تھے ۔

جب زجر و توبیخ اور جھاڑ پونچھ جو در حقیقت صاحب کمال لوگوں کی ہونی واجب تھی فرما چکے ۔ کیونکہ ایسے لوگ معمولی بات کو کیا اپنے خیال میں لاتے تھے ۔ نصیر الدین بول اٹھا ۔ یا حضرت اپنے جد امجد کا واسطہ مجھے معاف فرمایئے ۔ میں بھول گیا ۔ مجھ سے قصور ہوا ۔ آئندہ ایسی حرکت بیجا مجھ سے ہرگز نہ ہو گی ۔ بہت توبہ تلا کرنے لگا ۔ دست بستہ گریہ و زاری کی کچھ حد نہ رہی ۔ اپنے کئے پر نہایت پشیمانی کا اظہار کیا اور اپنے آپ کو نفرین و ملامت بہت کر چکا ۔ حضرت خاموش ہوئے ۔ لوگ جو موجود تھے ۔ ساکت ۔ خاموش حیران و ششدر ۔ حضرت کے کمال پر عش عش کر رہے تھے ۔

ساتھ ہی یہ واقعات نصیر الدین کے باپ امام الدین کو بھی اسی وقت معلوم ہوئے ۔ وہ بھاگتا دوڑتا ترساں و لرزاں حضرت کی حضور میں حاضر ہوا ۔ اپنے تمام لواحقین عزیز و اقارب بھی ساتھ لایا ۔ اور اپنے عقاید فاسدہ سے

تائب ہو کر معافی کا خواستگار ہوا۔ سید وقت نصیر الدین کو طریقہ چشتیہ بہشتیہ میں داخل کیا اور حضرت میراں صاحب کا مرید بنایا۔

یہ واقعات پانی پت میں عام و خاص میں شہرت کمال رکھتے ہیں۔ اور چھوٹے بڑے سب ان امور کی عزت دل سے کرتے اور حضرت کے معتقد و منقاد ہیں۔ الحمد للہ علی ذالک

عالم ارواح میں میراں بھیکھ کی عزت

ایک روز حضرت پیر دستگیر گھڑام شریف سے سیوانہ (سامانہ) تشریف لئے جاتے تھے۔ چونکہ اثنائے راہ میں مزار شریف برگزیدہ حضرت صمدیت مقبول بارگاہ احدیت حضرت شاہ محمد حاجی ابن سید محمد عرف ابا بکر بن سید شاہ زید شہید قدس سرہ واقعہ ہے۔ مزار موصوف کی جانب حضرت میراں صاحب کی توجہ منعطف ہوگئی۔ تشریف لیگئے۔ مزار مبارک کے قریب آستانہ پر ایک پتھر لگا ہوا ہے۔ حضرت اس پتھر سے سہارا لگا کر بیٹھ گئے۔ اور انتظار میں رہے۔ اور سر مبارک اسی پتھر پر رکھ لیا۔ خواہش زیارت صاحب مزار میں بہت عرصہ بیٹھے رہے۔ گرمیوں کا موسم تھا۔ سخت گرمی تھی۔ زوال کا وقت تھا اسلئے اور بھی شدت تھی حرارت آفتاب اور تیزی دھوپ کے باعث عرق عرق ہوگئے۔ جبین مبارک سے اس قدر پسینہ بہا کہ جسکی حد نہ تھی۔ چند گھڑی اسی حالت میں بیٹھے رہنے کے بعد سر مبارک پتھر سے اٹھایا اور دل میں خیال گزارا تھا کہ سر اسی پتھر پر دے ماریں کیونکہ زیارت صاحب مزار میں تامل واقعہ ہو گیا تھا۔ اور حضرت کو زیادہ دیر انتظار کرنا پڑا تھا۔ جیسے ہی یہ خیال حضرت کے دل میں گذرا تھا۔ ویسے ہی آواز آئی "اے فرزند ہرگز اس کام میں تعجیل اور شتابی نہ فرمائیں۔

یہ کلمات حضرت سن چکے تھے۔ کہ اسی وقت روح مبارک ظاہر ہوئی اور فرمایا کہ اس قدر جلدی۔ ایسی بات درویشوں کے حال کیلئے مناسب نہیں ہوتی۔ آنحضرت نے التماس کیا کہ جبکہ اپنے بزرگوں کی زیارت کی غرض سے یہاں حاضر ہوا۔ اس قدر دیر ہوئی اور بغیر زیارت یہاں سے واپس جائے۔ تو افسوس کیسے نہ آئے سا پتھر پر [illegible] سے واپس جاتا تو [illegible] کیا [illegible]۔ اگر اس وقت تشریف لانے میں [illegible] اس زور سے سر پتھر پر مارتا کہ پارہ پارہ ہو جاتا۔

صاحب قبر بزرگ نے فرمایا کہ [illegible] شریف گئے ہوئے تھے۔ اس سبب سے دیر ہو گئی۔ لیکن [illegible] اطلاع ہوتا [illegible] خطر لیے خوف میں آکر جلدی ہی سے واپس آگئے۔ اور آپ سے ملاقات کی۔

سبحان اللہ۔ یہ صاحب نصیب اور والا نژاد بزرگ اور مقبول کونین باعظمت و شان تھے۔ آپکی قدر
منزلت کا کیا ٹھکانا تھا کہ ارواح بزرگان تک کو آپکی دلجوئی کا یہاں تک خیال تھا کہ ذرا سا میل اور رنج
کرتے ہی۔ آن واحد میں مکہ معظمہ سے تشریف لے آئے کہ ایسا نہ ہو کہ بیچ میں کوئی صدمہ اٹھا لیں
آپکی خاطر جیسے دنیا کو منظور تھی ویسے ہی بزرگوں کو۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

[illegible]

نقل کرتے ہیں کہ ایکدن دانائے رموز حقیقت عالم اسرار طریقت۔ خازن گنجینہ اسرار الٰہی [illegible]
مرشد آفاق حضرت شاہ ابو المعالی قدس سرہٗ دودھ چاول نوش فرماتے تھے۔ حضرت پیر دستگیر میراں جیو
اور دوسرے یاران اعلیٰ خدمت آں بزرگ میں حاضر تھے۔ ارشاد ہوا آؤ یارو۔ تم بھی تھوڑا بہت کھاؤ۔
کسی بزرگ نے بھی جسقدر موجود تھے جرات نہ کی۔ حتی کہ ہاتھ تک نہ بڑھایا۔ مگر حضرت پیر دستگیر اٹھے۔ اور
ہاتھ دھوئے اور ایک طشت میں ساتھ کھانے بیٹھ گئے اور بے تکلف تناول فرماتے رہے۔ بعض بزرگان
حاضرین مجلس کو حضرت موصوف کی یہ ہمنوالگی اور خورش پسند نہ آئی۔ اور وہ اس جرات کو جرات بیجا خیال
کرتے تھے۔ کیونکہ پیر کے ساتھ کھانا منع ہوتا تھا۔ مگر [illegible] معلوم ہوتا دوسرے
چونکہ حضرت مرشد آفاق دودھ چاول تناول فرما رہے تھے۔ رقیق کھانے میں شڑاپ شڑاپ کی آواز
آتی ہے۔ اور بار بار لقمہ لینے کیلئے جھکنا پڑتا ہے۔ صرف یہ دو باتیں تھیں جن پر بزرگوں نے کچھ خیال کیا
تھا۔ ایک دو بزرگوں نے میراں جیو سے فرمایا بھی کہ یہ بیجا حرکت تھی جو آپ سے سرزد ہوئی۔ یہ بے ادبی ہے
ایک طشت میں ساتھ کھانا پیر اپنے پیر و مرشد کے ساتھ کچھ مناسب نہ تھا۔
میراں صاحب نے فرمایا اسوقت مجھے اختیار تھا۔ آپ جب سے ظاہر خلاف الادب بھی تو واقع ہوا ہے
اسکی پیروی بھی تو لازم ہے۔ میرا اپنے پیر و مرشد کے حکم سے [illegible] کیسے کر سکتا تھا۔ حکم سے انکار دینے
کسی صورت میں بھی جائز نہیں۔ [illegible] بار بار جبتک دم رہا
[illegible] لایا گیا
اور تکرار کیا۔ [illegible] مگر دل میں خیال رکھا
مگر حضرت موصوف اسوقت خاموش ہو گئے۔ [illegible]
کہ کسی وقت [illegible] اور دوسرے یاران
اور اکثر انہیں [illegible]
اور جسقدر [illegible]
لگ گئے۔ [illegible]

چولا آیا جاتا تھا۔ حضرت مرشد آفاق کے آگے رکھتا جاتا تھا۔ جب سب لا چکے۔ تب حضرت نے میرالفقیر
سے ارشاد فرمایا۔ کہ آپ بھی جائیے۔ اور پانچ گنے لائیے۔ جب حضرت میرالصاحب حکم عالی کے مطابق
اس مہم کو سرانجام دینے کیلئے عازم جنگل ہوئے ہیں۔ ابھی راہ میں ہی تھے کہ دہقان لوگ پشتارے
کے پشتارے گنوں کے سروں پر دھرے ہوئے لانے لگے۔ اور عورتیں بچے زمینداروں کے۔ لسی اور دودھ
طرح طرح کی سبزیاں پھل گئے لئے ہوئے آتے تھے۔ سلسلہ ختم نہ ہونے میں آتا تھا۔ ہر شخص کوئی گنے کوئی
روٹی کوئی چھاچھ غرض انبار در انبار فراہم ہو گئے۔ جو کچھ آیا تھا حضرت میرالجیو حضرت مرشد کی نذر
کرنے کیلئے سب کچھ اٹھوا لائے۔ جب یہ حالت دیکھی۔ حضرت مرشد آفاق نے فرمایا۔ اے یاد و اسرو
آپ میرالصاحب کے حق میں میرے ساتھ دودھ چاول کھا لینے پر کسی دوسری قسم کا ظن کرتے
میراں صاحب کی قدر و منزلت کو اب معلوم کرو۔ اور اپنی ہستی اور حیثیت پر بھی غور و خوض کرو
پھر سوچو کہ برگزیدہ درگاہ ایزدی کی کیونکر خدمت کرتی چاہیئے۔ میراں جی کا جو مرتبہ ہے۔ وہ قیاس
قیاس سے بہت دور ہے۔ ہرگز بیان نہیں کیا جا سکتا۔ الحمد للہ علی ذالک

بعد وصال بھی موجود

قدوۃ الواصلین۔ زبدۃ المحققین مقبول بارگاہ لم یزلی میاں کرم الٰہی کی زبانی ہے کہ حضرت
پیر دستگیر رحلت فرما چکے تھے۔ اور عرصہ ڈیڑھ سال گذر چکا تھا۔ اس فقیر پر شوق زیارت حرمین شریفین
بہت غالب آیا۔ میں بے اختیار روانہ ہو گیا۔ قطع منازل اور طے مراحل کرتا ہوا آخر ساحل مقصود
پر جا ہی پہنچا۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ بین حرمین شریف کے متصل مسجد سماع دیکھی۔ اس فقیر کو بھی
تصور فرما کر وہاں مدعو کیا گیا۔ اور بلا لیا گیا۔ جب حاضر مجلس ہو لینے دیکھا کہ مجلس بالکل پیران چشت
کے طریقہ پر آراستہ ہے۔ سماع۔ وجد۔ حال اور رقص کوئی بات طریقہ موصوفہ سے باقی نہ تھی
اور کوئی فرو گذاشت نہیں ہوئی تھی۔ اور قوال بھی اسی زبان میں گا رہے تھے جیتے حاضرین مجلس
میں سے ایک شخص کو مخاطب کیا اور دریافت کیا کہ یہ مجلس کس بزرگ کے نام پر مقرر ہے۔ ان بزرگ
نے بے تکلف اسم شریف حضرت پیر دستگیر کا لیا فقیر کو نہایت حیرت اور تعجب ہوا۔ جب سماع سے فراغت ہوئی
اور مجلس بخیر انجام ہوئی جیتے میر مجلس سے دریافت کیا کہ حضرت شیخ کبھی ہندوستان بھی تشریف
لے گئے ہیں۔ اور ہمارے پیر دستگیر سے بھی آپ نے کبھی ملاقات فرمائی ہے۔ جواب میں میر مجلس فرمانے لگے
کہ میں ہندوستان کیوں جاتا۔ حضرت ہی بذات خاص یہاں تشریف فرما ہیں۔ اور ہمیشہ رہے ہیں
جیتے اشغال۔ اذکار وغیرہ کی بابت ان بزرگوں سے دریافت اور استفسار کیا وہ بھی تمام تر ہمارے پیر

طریق پر ثابت ہوا - اس کے بعد میں نے صورت شکل جسم اور شباہت مبارک حضرت پیر دستگیر کی بابت پوچھا - میر مجلس نے شبیہ جیسے چہرہ مبارک خال وخط قد وقامت ہر ہر عضو کا جدا جدا نقشہ تمام بیان کیا - اور اس خوبی اور لطافت سے کہ سرِ مو فرق نہ تھا جیسے ہی یہ واقعات سنے مجھپر ایسی عجیب وغریب حالت طاری ہوئی کہ سبحان اللہ۔ یقین رکھنا چاہئے کہ اولیاء اللہ ہر وقت ہر زمانے میں ہر جگہ اور ہر مقام پر حاضر وناظر رہتے ہیں - والحمد للہ علیٰ ذالک

حضرت کی توجہ سے چھوٹی کڑیاں پوری نکلیں

میاں الفو معمار ساکن کیتھل کی زبانی نقل ہے اور یہ شخص حضرت میراں صاحب کا پکا مرید اور طالب تھا - اور بیان کرتا تھا کہ میں ہر روز بلا ناغہ قدمبوسی حضرت مرشد حقیقی کے لئے پانی پت جاتا کرتا تھا - اور سعادت قدمبوسی حضرت مرشد حقیقی کیلئے پانی پت جایا کرتا تھا - اور سعادت قدمبوسی روزانہ حاصل کرنا میرا معمول تھا -

ایکدن حضرت اقدس میراں صاحب نے ارشاد فرمایا کہ میرے دل میں ایسا آتا ہے کہ یہ چھپر پوش سایہ بان جسکے نیچے تشریف رکھتے تھے اسے سہ دری کے طریق پر پکا محل بنوادوں اور خوبصورت چھت اسپیڈ لوادوں - انشاء اللہ جلدی ہی سب کچھ ہوجاویگا - ہاں ذرا کوشش چاہئے - میاں الفو کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اینٹیں اور لکڑی تو موجود ہی ہوں گی - معلوم اسی وقت سے اس کام میں لگ جاتا ہے - یہ گفتگو درمیان میں تھی کہ اس اثناء میں قدوۃ المحققین شاہ جلال الدین کے پوتے میاں محمد عاشق آگئے - حضرت پیر دستگیر نے انہیں موجود پاکر امر کیا کہ اس بننے والے مکان کیواسطے - لکڑی خشت وغیرہ اشیاء ضروری کا آپ انتظام کردیں - جو میاں الفو معمار مانگیں - مہیا کردیں - دوسرے دن اینٹوں کے ڈھیروں پر ڈھیر لگ گئے - میاں الفو کا بیان ہے کہ سامان آجانے پر فقیر مکان کی تعمیر میں لگ گیا چند دن میں عمارت یہاں تک پہنچی کہ چھت تک پہنچ گئی - لکڑی - کڑی وغیرہ بھی سب طیار تھا - اور جب ارادہ کیا گیا کہ کڑیاں دیوار پر رکھی جائیں - تو جس کڑی کو دیوار پر رکھکر دیکھیں وہی دیوار سے بقدر ایک بالشت اور چند انگل کم نکلے - تمام کڑیاں دیکھ ڈالیں کوئی برابر نہ نکلی - فقیر نے حضرت سے عرض کی کہ کڑیاں اور منگا دیں - یہ تو کم ہیں - کسی کام نہیں آسکتیں حضرت نے فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ یہ گھر یعنی زیر تعمیر مکان آج ہی کل میں بالکل طیار ہوجائے اگر کڑیاں اور تلاش کیجائیں تو زیادہ اور توقف ہوجائیگا - تھوڑی دیر ساکت رہنے پھر فرمایا کہ لے الفو! کچھ تامل نہ کرو - اور نہ اور کڑیاں تلاش کرو - بسم اللہ کرو اور انہیں کڑیوں کو جو چھوٹی ہیں چھت پر

رکھنا شروع کر دو۔ میں امید کرتا ہوں۔ اللہ کے نام کی برکت سے کڑیاں طول میں حقیقت کے برابر آ دیں گی جیسے ارشاد کی تعمیل کی خدا کی قدرت سے تمام کڑیاں درازی میں برابر کیا یعنی دیوار سے جس قدر کم تھیں۔ اتنی ہی زیادہ پائی گئیں۔ حضرت شاہ لطف اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ وہ نمودہ چھپر دہ کڑیاں پڑی ہیں الی یومنا ھذا یعنی آج تک پانی پت کے اندر حضرت پیر دستگیر والی حویلی میں بدستور قایم و موجود ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذالک (بتصرّم)

سیر تقاسم ہیں خاص

زبانی حمیدہ خصائل مستجمع جمیع فضائل برگزیدہ رب المعبود میر سید محمود قدس سرہ کی زبانی ہے کہ ایکبار حضرت پیر دستگیر قصبہ سرہند میں تشریف رکھتے تھے۔ اور چارپائی پر استراحت فرماتے تھے اس اثنا میں کاہتا کپور کا بیٹا کاہنا جو وزیر خاں حاکم سرہند کے عہد میں بہت بڑا تاجر اور بڑے پلے کا ساہوکار تھا۔ حضرت پیر دستگیر کی زیارت اور قدمبوسی کے لئے حاضر ہوا۔ اور نیاز کے طور پر ایک خوان شیرینی کا اور پچیس روپے نقد ساتھ لیتا آیا۔ حضرت پیر دستگیر نے سر و قد اسکی تعظیم کی اور جب نذر پیش ہوئی قبول فرمائی۔ سید محمود قدس سرہ کے دل میں آیا عجیب بات ہے۔ کافر اور جو مخالف دین متین ہے۔ اس کی آپ نے تعظیم فرمائی ہے۔ جونہی یہ خیال ان کے دل میں پیدا ہوا۔ حضرت پیراں صاحب نے روئے مبارک اسطرف پھیرا۔ اور فرمایا کہ ایسا خیال تو اپنے دل میں کرلیا۔ مگر یہ علی سوچا کہ ہر عام میں خاص بھی ہوتے ہیں)۔ دوسری وجہ یہ ہے جو بیان کیا سکتی ہے

ایک روز صاحب نامے دا پنیوت ساکن ... تشریف ایک فقیر عبد اللہ نام کو (حضرت فرماتے ہیں) میرے سامنے لایا۔ اور عرض کرنے لگا کہ اس درویش کو شوق یاد الٰہی کا بیحد ستا رہا ہے۔ اسے نام خدا کی تعلیم فرمائیے۔ ہم نے کہا بھی یہ شخص پہلے تو لنگوٹ بند ہے۔ یکشرف الصورت۔ ستر عورت فرض ہے نیز یہ شخص وضع سے معلوم ہوتا ہے تارک صوم و صلوٰۃ بھی ضرور ہوگا۔ اس خاندان کا یہ معمول ہے کہ پہلے طریقہ شریعت اختیار کرے اور صوم و صلوٰۃ کا پورا پابند ہو جائے۔ پھر ذکر شغل ورد وظایف کی تعلیم ہونی لازم ہے۔

صاحب خاں نہ مانا بلکہ اصرار اور الحاح سے عرض کرنے لگا کہ یہ مسکین ہے۔ اور بہت بڑی امید سے اس دروازہ پر حاضر ہوا ہے۔ محروم نہیں رکھنا چاہئے۔ یعنی صاحب خاں کہتا تھا حضرت میراں صاحب نے اس شخص فقیر کا ہاتھ پکڑا۔ اور شمولی بخلوت کی آپ تو جبہ فرمائی۔ میراں صاحب فرماتے ہیں کہ معمولی سی توجہ سے معلوم ہوا کہ ایسے اسم ذات کی آواز سینہ سے نکل رہی تھی۔ جب یہ حالت معلوم ہوگئی میں نے اس کے ہاتھ کو

اور مضبوطی سے پکڑا۔ اور اس شخص سے دریافت کیا کہ یہ نعمت کہاں سے پائی ہے۔ اور یہ کیا لباس پہن رکھا ہے اور ایسی حالت کیوں بنائی ہے؟ اس شخص نے جسے صاحب خان راجپوت ساتھ لایا تھا۔ بیان کیا کہ پورے بیس سال تک چار دہے کشتی روضہ منورہ حضرت سلطان المشایخ نظام الحق والدین داشرع قدس سرہ میں مصروف رہا ہوں۔ ایک دن حضرت موصوف کی روح مبارک حاضر ہوئی۔ ارشاد ہوا۔ اے عبداللہ اسم ذات کی مشق کرو۔ آپ کی دم سے اسم ذات کی مزاولت شروع کر دی۔ آہستہ آہستہ تدریج یہ ترقی کی۔ اور اس درجہ تک پہنچ گیا ہوں۔ لباس اور رہائش کو اس حالت میں رکھنے کی یہ وجہ ہے کہ میں نے دیہات میں رہائش اختیار کر رکھی ہے۔ خس و خاشاک چن چن کر اور انہیں جلا کر وقت کاٹ لیتا ہوں اور دیہاتی لوگوں کی خدمتگذاری سے اپنی بسر اوقات کر لیتا ہوں۔ اور نہایت بے وقاری و بیقدری سے رہتا ہوں تاکہ کوئی دوسرا شخص میری اس حالت سے واقف نہ ہو جائے۔ یہ حالت بنا رکھی ہے۔

میں نے پوچھا کہ یہاں تک پہنچ چکا ہے۔ اب مجھ سے کیا چاہتا ہے؟ عرض کیا کہ اسم ذات کا جاری ہونا زیادتی محبت اور اشتیاق و مودت کیلئے ہوتا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ درویشی کیا چیز ہے۔ صرف درویشی کے حاصل کرنے کے لئے حضور میں حاضر ہوا ہوں۔ یہ تمنا ہے کہ یہ مرتبہ بھی حاصل ہو جائے۔ میراں صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے اس شخص سے کہا کہ بس یہی اسم ذات جس پر تو استقامت دی ہے۔ کنجی ہے خزانہ معرفت کی۔ صرف مداومت پیدا کر لی جائے تاکہ دن بدن درجات کی ترقی ہو۔ اور اس وقت عبداللہ منصور کے درجے تک تو پہنچ چکا ہے اگر اس شخص کی عمر نے وفا کی یہ درجہ بھی طے کر لیا ہے۔ اگر یہی محنت اور یہی حالت ہے تو درجہ علیا پا جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہوا کہ عبداللہ نے بہت عالیمرتبت بزرگ ہوا۔ آخر یہ ہوا کہ عبداللہ مرحوم کا طائر روح اس تنگنائی قفس خاکی کی تنگی سے بیزار ہو چلا رہا اور اشتیاق وسعت میں پرواز کرتا ہوا وار دمقام خاص ہوا۔ حضرت پیر دستگیر نے فرمایا بس وہ دن تھا جس روز عبداللہ والے واقعات میرے سامنے گذرے تھے میں نے اسی وقت سے تمام دنیا کی تمیز قطعاً اپنے دل سے اٹھا دی۔ ہر چھوٹے بڑے کی تعظیم خواہ وہ کیسا ہی ہوا سے اوپر لازم کر لی ہے۔ کیونکہ باطن سبکی تعظیم کر دیا گئی ہے۔

ایسا ہی ایک دفعہ اور ہوا تھا۔ ایک لشکری تخت یہ تھا گذر رہے۔ سر سے پیر تک لباس پہنے ہوئے اور سلاح و ہتھیار لگائے نہایت مستقل سپاہیانہ وضع بنا کے ایک کنوئیں پر وارد ہوا۔ کنوئیں پر اتفاق سے ایک درویش پانی کھینچ رہا تھا اس سے پانی کی درخواست کی۔ درویش نے فوراً اس بزرگ کو پانی پلایا۔ میں نے اس بزرگ کی اندرونی حالت بطور کرشمہ کے معلوم کر لی۔ سپاہی سے دریافت کیا کہ عارفانہ چہرہ اور اعلیٰ درجہ کا درویش ہے۔ میں اپنے پاس بلایا۔ ... آ سکے۔ مگر مجھ سے دور فاصلے پر

بیٹھ گئے۔ میں نے خواہش سے کہا کہ آئیے میرے پاس تشریف رکھئے۔ انہوں نے کہا کہ دنیادار ہوں۔ اور آپکی ذات مبارک مقرب بارگاہ صمدیت ہے۔ میں دنیا کی کدورتوں میں ملوث ہوں پس میں آپ سے بزرگوں کے قریب بیٹھنے کے لائق نہیں ہوں۔ میں نے کہہ ہی دیا کہ میں آپ کو خوب پہچانتا ہوں۔ آپ ہر چند اپنے آپ کو چھپائیں۔ آپ مجھ سے علیحدہ رہتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ مجھے آپ کا پردہ فاش کرنا پڑے۔ ان کلمات سے متاثر ہوئے اور بخیریت میرے بالکل قریب آ بیٹھے۔ کچھ دیر ہم دونوں باتیں چیتیں کرتے رہے لیکن اس خوف سے کہ مبادا راز نہانی کے پردے کہیں میرا بھیدا اٹھا نہ دیں۔ مجھ سے بہت قریب ہو کر تھوڑی سی گفتگو کی۔ پھر آپ نے مجھے رخصت کر دیا۔ اسی دن سے میں نے ہر شخص پر توجہ ڈالنے کی عادت قطعی چھوڑ دی۔ پھر کبھی ایسا اتفاق بھی نہیں ہوا۔ ہر ایک شخص کو اسی قبیل سے جانتا ہوں۔ ہر انسان کو اپنے سے اچھا جانتا ہوں۔ اور یہ خیال کرتا ہوں کہ ہر عام میں کوئی نہ کوئی خاص ضرور ہوتا ہے۔

کتاب فوائد الفواد میں لکھا ہے

شیخ بہاؤالدین بہت بڑے سیاح تھے۔ ہمیشہ سیاحت میں ہی رہتے تھے۔ ایک دفعہ دوران سیاحت میں ان کا گذر ایک جماعت جوالقیان پر ہوا۔ آپ بھی اسی مجمع میں شامل ہو گئے۔ توجہ سے دیکھا تو ایک نور اس جماعت میں موجود پایا۔ تمام جماعت میں ایک مرد خدا کو نور علی نور پایا اسکی پیشانی پر نور کے چمکارے چمک مار رہے تھے۔ شیخ بہاؤالدین چونکہ ان میں مل جل بیٹھے تھے۔ ان میں جو شخص زیادہ ممتاز اور اعلیٰ درجے کا درویش تھا۔ اس سے آپ نے سوال کیا۔ کہ آپ اس قوم میں کیوں شامل ہیں۔ اور ان میں بیٹھ کر کیا کرتے ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ تم نہیں جانتے ہر عام میں کوئی خاص ضرور ہوتا ہے۔

اسی گروہ جوالقیان کی بابت مذکور ہے کہ ایک اور بزرگ پھرتا پھرتا اس جماعت میں پہنچ گیا۔ اور تمام جماعت میں ایک بزرگ موجود پایا جو تمام قرآن کریم فقط دو رکعتوں میں ختم کیا کرتا تھا۔ دیکھنے والا بزرگ یہ واقعہ دیکھ کر حیران و پریشان ہو گیا۔ اور اپنے آپ سے کہا کہ جس قسم کا گروہ ہے۔ اس شان اور طاقت کا انسان ہونا اور جماعت ہی عجیب و غریب بات ہے۔ اس طرح کی زندگی کرنے والے لوگ تو کسی ممتاز جگہ میں ہونے چاہئیں مگر خیر ہوگا۔ یہ کہتے ہوئے وہاں سے روانہ ہوئے دس سال کے بعد پھر اسی مقام اور اسی گروہ کو دیکھنے کا اتفاق ہوا اس درویش کو وہیں برقرار اور اپنے کام میں مشغول و مستعد پایا۔ تب یہی کہنا پڑا کہ ضروری بات ہے کہ جہاں عام ہوں۔ وہاں کوئی خاص بھی ہوتا ہے الحمد للہ علیٰ ذالک۔

خواجہ حمید الدین کی زیارت

زبدہ عارفان میاں افضل خان ساکن انبیٹھہ کی زبانی نقل ہے۔ یہ بزرگ خاص مریدوں میں سے تھے

اور حضرت پیر دستگیر میر الہ صاحب سے بہت عقیدت رکھتے تھے۔ بلکہ بچپن سے حضرت کی خدمت میں حاضر رہتے تھے
بیعت بھی اور تربیت حضرت سے ہی پائی تھی۔ حضرت شاہ لطف اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ میاں
افضل خاں فی الحال بقید حیات زندہ و سلامت موجود ہیں۔ اور دنیا کے اندر نہایت مرتاض اور ممتاز
بزرگ ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت پیر دستگیر زیارت سلطان دنیا و دین سیمرغ قاف الیقین
قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین قدس سرہ العزیز کیلئے تشریف لے گئے تھے۔ ایک ماہ سے زاید
وہیں قیام فرما رہے۔ حقیر بھی (افضل خاں) ہمرکاب گیا تھا۔ برابر وہیں رہا۔ اس عرصے میں ایک بوڑھی
عورت دہلی میں سے آئی ہوئی حضرت پیر و مرشد پیر دستگیر کے آستانہ پر حاضر ہوتی رہی۔ اور حضرت پیر دستگیر
کی زیارت اور کچھ عرض معروض کی کوشش کرتی رہی مگر درویش نے یا کسی اور شخص نے حضرت سے
اطلاع نہ کی۔ سات روز متواتر ایسا ہوتا رہا۔ عورت ناکام واپس جاتی شام تک وہ منتظر موقعہ رہتی
جب رات ہو جاتی۔ چار و ناچار اپنے گھر لوٹ جاتی۔ ساتویں دن جب زیادہ مایوس ہوئی۔ تو خدا اور
رسول کا واسطہ درمیان میں لائی۔ اور ایک درویش کو نہایت منت خوشامد سے کہا کہ میری خبر
حضرت پیر دستگیر سے کر دیں۔ اور عرض کرنے کہ میرا ایک فرزند جو کہ میرا جگر گوشہ اور اکلوتا بیٹا ہے
چالیس سال گذرے مجھ سے جدا ہو کر کہیں ہجرت کر کے چلا گیا ہے مجھے مطلق معلوم نہیں ہے کہ
کہ وہ کون سے شہر اور کون سی بستی میں بود و باش رکھتا ہے۔ یا کسی جنگل میں سرگرداں پھرتا ہے
اسکی جدائی سے یہ آباد دنیا میری آنکھوں میں اندھیر ہے۔ میں حضور کی توجہ اور لطف و کرم سے
امید رکھتی ہوں کہ اس کی ملاقات مجھے میسر آجائے گی اور میرے جگر کا ٹکڑا جو چالیس سال سے مجھ سے
جدا اپنی مفارقت میں مجھے تڑپا رہا ہے مل جائیگا۔ حقائق اور معارف آگاہ میاں کرم علی درویش نے
حضرت اقدس کی خدمت با برکت میں یہ تمام ماجرا بڑھیا کی حیرانی اور سات روز کی پریشانی تمام عرض کر دی
کہ سات روز سے علی التواتر ایک بڑھیا روزانہ آستانہ والا پر حاضر ہوتی ہے۔ عرض کرتی ہے کہ چالیس
سال سے میرا فرزند گم ہے۔ میں اسکی حیات و موت سے قطعی لاعلم ہوں مجھے اس گم شدہ فرزند کی
بھلا خبر نہیں کہ کہاں ہے۔ جیتا ہے یا مر گیا۔ حضرت سے ارشاد ہوا کہ بھئی اگر ایسی ضرورت مند پردہ نشین
ضعیفہ یہاں آئی تھی۔ تو مجھے کیوں خبر نہ کی گئی۔ اور اتنے دن حیران کیا۔ اچھا اب اس بڑھیا سے
کہہ دو۔ کہ اپنے گھر چلی جائے اور کل علی الصباح غسل کر کے۔ پوشاک اور لباس پاک و صاف پہن کے
عطر و خوشبو لگا کر اپنے آپ کو معطر و معنبر کر کے آئے اور چار عدد انگیٹھیاں نئی بچا دو سے لیتی آوے
اور حاضر ہو جائے۔ میاں کرم علی درویش نے ارشاد عالی کے موجب بڑھیا کے کان میں یہ فضل ارشاد سنا دیا

بڑھیا کچھ اطمینان سے چلی گئی - اور دوسرے دن حسب الارشاد پوشاک پاکیزہ پہن کر عطریات سے پارچات معطر کرکے اور چاروں لڑکیاں ہمراہ لے کر علی الصباح حاضر ہوگئی - اسکی حاضری کی اطلاع حضرت کے حضور مبارک میں پہنچائی گئی - ارشاد مبارک ہوا - کہ کسی پوشیدہ جگہ میں اسے بٹھلا دیں - خدمتگاروں نے جلدی سے ایک حجرہ کو جھٹ پٹ مرتب کرکے بڑھیا کو مع بیٹیوں اندر بٹھلا دیا - اور حضرت پیر دستگیر سے عرض کیا گیا کہ فلاں حجرہ کے اندر بٹھلا دیا گیا ہے - تھوڑی دیر میں حضرت پیر دستگیر بھی اسی حجرہ میں وارد ہوگئے اور جاتے ہی حکم ہوا کہ ان چاروں اینٹوں کو جو اپنے ساتھ لائی ہو چاروں سمتوں میں جدا جدا کرکے رکھ دو - پہلی اینٹ جو جانب مشرق رکھی گئی ہے - اس پر اپنے دونوں پاؤں رکھ کر کھڑی ہو جائے اور جنوب و مغرب میں نگاہ کر دیکھ کہیں تمہارا لڑکا دکھائی دیتا ہے - بڑھیا نے ویسا ہی کیا - اور اینٹ پر کھڑی ہو کر عرض کرتی ہے کہ کل جہاں کا پردہ میری نگاہ سے اٹھ گیا ہے - مغرب سے مشرق تک زمین و صحرا شہر و دریا خشکی تری - گاؤں گاؤں قریہ قریہ - شہر شہر - گھر گھر - کیا آباد اور کیا ویرانہ درخت درخت پتہ پتہ - دریا و جنگل - خس و خاشاک - ذرہ ذرہ یک بیک غرضیکہ تمام موجودات عالم میری نگاہ سے باہر نہیں ہے لیکن ہاں میرا بیٹا دنیا کی اس سمت میں میری نظر نہیں آیا - حکم ہوا وہ اینٹ جو روبہ مغرب رکھی ہوئی ہے اسی طریقے سے جیسے تم پہلے کھڑی ہوئی تھی - اس پر بھی اسی طرح پاؤں رکھ کر کھڑی ہو جاؤ - اور سمت مغرب میں نگاہ کو دوڑاؤ - بڑھیا نے اینٹ پر کھڑے ہو کر جب دیکھا - پھر بدستور عرض کیا کہ یا حضرت روئیدگی مخلوقات جزو کل سب ہی کچھ موجودات دنیا دکھائی دے رہا ہے - لیکن مطلوب ادھر بھی دکھائی نہیں دیتا - ارشاد عالی ہوا کہ تو بس اس اینٹ پر سے اتر آ - اور وہ اینٹ جو جانب شمال رہ گئی تھی اس پر اسی طریقے سے کھڑی ہو جاؤ - بڑھیا نے تعمیل ارشاد مبارک اسی طرح تیسری اینٹ کے اوپر جانب شمال منہ کرکے کھڑی ہو گئی - تب حضرت پیر دستگیر نے فرمایا کہ تجسس اور غور کی نگاہ سے اچھی طرح دیکھنا - بوڑھیا نے جونہی نگاہ کی اور غور کر دیکھا تو پکار اٹھی - یا حضرت میں نے اپنے فرزند کو دیکھا - حضرت نے فرمایا تیرا بیٹا ہے تو بتا کیا کرتا ہے - بڑھیا نے عرض کیا کہ کسی راجہ کے پہلو میں کھڑا ہوا چنوری ہلا رہا ہے - ارشاد ہوا - تم نے کونسی علامت سے اسے پہچان لیا کہ یہی فی الحقیقت تمہارا نور البصر ہے - عرض کیا یا حضرت بچپن میں ایک داغ اسکی پیشانی پر تھا جو بدستور دکھائی دے رہا ہے - سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ میرا دل گواہی دیتا ہے اور محبت مادری اور خون کی نسبت جوش مارنے لگی ہے - دل کہتا ہے کہ میرا لخت جگر یہی ہے -
ارشاد ہوا کہ خوب پہچان لیا اور اسے دیکھ بھی لیا - مگر اب اور بھی خواہش ہے - بول اور کیا چاہتی ہے بڑھیا نے عجز و الحاح سے عرض کیا کہ میں چاہتی ہوں کہ اپنے بیٹے کو اپنے آغوش میں لے لوں سینہ سے لگا لوں

اور جگر جو مفارقت میں جل چکا ہے۔ اسے تسلی دو۔ حضرت نے فرمایا۔ اچھا سو اگر یہ خواہش ہے۔ تو اپنے ہاتھ سے اپنے بیٹے کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لے۔ حکم کے مطابق بڑھیا نے اپنے بیٹے کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور عرض کیا۔ یا حضرت بیٹے اس کا ہاتھ پکڑ لیا ہے۔ ارشاد ہوا دونوں ہاتھوں سے خوب مضبوط کر کے پکڑو۔ عرض کیا خوب مضبوط پکڑ لیا ہے۔ حکم ہوا کہ جلدی سے زور سے اپنی تمام قوت سے اپنی طرف کھینچ لے چنانچہ بڑھیا نے تمام طاقت اور پورے زور سے اس لڑکے کے ہاتھ کھینچے کہ اسی حجرہ کے اندر اس کا گمشدہ پسر حاضر اور موجود ہو گیا۔ جب ظاہر بین آنکھوں کے آگے بڑھیا نے اپنے بیٹے کو موجود پایا۔ شکر کے سجدے خدا کی بارگاہ میں گئے۔

حضرت پیر دستگیر نے ارشاد فرمایا۔ مائی اپنے بیٹے کو اسی ڈولی میں اپنے ساتھ سوار کر لے اور ڈولی کا پردہ خوب احتیاط سے چھوڑ دے۔ اور اسے اپنے گھر پہنچا کر چند دن چھپی رہنے دے۔ چالیس روز تک کسی پر ظاہر نہ ہونے دینا۔ کہ میرا گمشدہ بیٹا واپس آ گیا ہے۔ اور خبردار یہ ماجرا کسی دوسرے پر ظاہر نہ کرنا۔ یہاں تک احتیاط کرنا کہ ہمارے کسی درویش تک کو اس حال سے اطلاع نہ ہونے پاوے جس درویش کے ذریعہ سے بڑھیا کی رسائی ہوئی تھی اسے بھی حضرت نے منع فرمایا کہ کسی دوسرے شخص پر یہ راز ظاہر نہ ہونے دینا۔ اور یہ قصہ کسی پر منکشف نہ ہو سکے۔

چنانچہ اس حکم کی تعمیل کی گئی۔ اور جب تک حضرت زندہ و سلامت موجود رہے کسی پر یہ حال ظاہر نہ ہونے دیا۔ احتیاط اور پوشیدگی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ حضرت مسافرانہ ایک اولیاء اللہ کے مہمان تھے مبادا کوئی خیال ان کے دل میں گذرتا۔ اگرچہ اولیاء کرام سے کوئی بات خفیہ و پوشیدہ نہیں ہوتی۔ لیکن احتیاط کی گئی کہ حضرت اپنی کرامات دکھاتے پھرتے ہیں۔ یا اس کی اصل حقیقت و مصلحت خود حضرت کو معلوم ہو گی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

تصرف کا انوکھا قصہ

قدوۃ الواصلین میاں عبد المومن آدم شیخ ثمرۃ اللہ کی زبانی نقل ہے کہ ایک روز ہم لوگ حضرت میراں صاحب کی خدمت بابرکت میں حاضر تھے۔ ادر انور جمد لیتہ لعرفت و انتہ ادیتہ شیخ وقت حقیقت صاحبزادہ والا قدر میاں محمد یار خلف الصدق مقتدائے طریقت واقف اسرار حقیقت مرشد آفاق حضرت کے سرہانے تشریف رکھتے تھے۔ اس وقت خبر آئی کہ بادشاہ بہادر شاہ نے اپنی ہستی کا رخت اس جہان فانی سے باندھ لیا۔ یعنی راہی ملک بقا ہوئے صاحبزادہ صاحب نے ذکر کرتے کرتے حضرت سے دریافت فرمایا کہ بادشاہ تو اس تاج و تخت کو چھوڑ کر ملک عدم کو سدھار گئے۔ اب یہ تخت شہزادوں

میں سے کون سے شہزادہ کو ملے گا ۔ اور کس کو یہ بادشاہت نصیب ہوگی ۔ حضرت پیر دستگیر میراں جی نے فرمایا ۔ جسکو خدا یہ عظمت بخشے ۔ وہ تخت و تاج کا وارث ہوگا ۔

دوسرے دن پھر ایسا ہی اتفاق ہوا کہ صاحبزادہ والا قدر نے پھر وہی سوال کیا کہ حضرت شہزادوں میں سے بادشاہت کونسے شہزادے کا حق ہے ۔ حضرت میراں جی کا جواب وہی تھا کہ بادشاہت ہے ۔ جسے وہ دے مولیٰ ۔ تیسرے روز ایک موقعہ پر پھر صاحبزادہ صاحب نے وہی سوال کیا کہ بہادر شاہ بادشاہ کا جانشین کون ہوگا ۔ حضرت ممدوح کا جواب وہی تھا ۔ جو پہلے دن دیا گیا تھا ۔ چوتھی دفعہ پھر ایک موقعہ پاکر صاحبزادہ صاحب نے وہی سوال اور وہی درخواست کی کہ چار شہزادے ہیں ۔ چاروں میں سے بادشاہ کونسا ہوگا ۔ حضرت نے فرمایا میں تو اس معاملہ میں کچھ نہیں جانتا اور نہ کچھ کہہ سکتا ہوں ۔ خدا عزوجل جسے چاہے کہ بادشاہ ہو وہ اسے سریر سلطنت نصیب ہوگا لیکن اس موقعہ گفتگو پر انگلی مبارک سے ایک اشارہ بھی فرمایا ۔ کہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لو فقیر سے بار بار سوال کرنا کیا فائدہ ہے ۔ صاحبزادہ صاحب کیا مشاہدہ فرماتے ہیں کہ تین شخص تو مردہ پڑے ہوئے ہیں ۔ اور ایک شخص ان کے سر پر کھڑا ہوا ہے ۔ حضرت نے فرمایا دیکھو جو کچھ خواستہ خدا ہے سب دکھلائی دیتا ہے ۔ صاحبزادہ صاحب نے جب شناخت کیلئے غور کیا ۔ تو دیکھا کہ جہاں شاہ عظیم الشان ۔ اور رفیع الشان تینوں شہزادے سربریدہ خاک و خون میں غلطاں پیچاں پڑے لوٹ رہے ہیں ۔ اور شہزادہ معز الدین ان کے سر پر مجوف کھڑے ہیں

جب صاحبزادہ بلند اقبال سید عبد المومن ۔ اور شیخ نعمت اللہ تینوں صاحبان نے یہ نا شدہ واقعہ جس کا ابھی شان و گمان بھی نہ تھا ۔ اپنی آنکھوں سے قبل از وقت دیکھ لیا ۔ پس ہیں تینوں صاحبان نے حضرت میرانجیو کی بہت تعریف و توصیف فرمائی ۔ اور فرمایا سبحان اللہ حضرت میرانجیو کا وجود مبارک عجیب ذات ہے ۔ جو نور معرفت سے لبریز ہے ۔ اور صبح کیطرح روشن اور منور ہے ۔ اور حضرت کا خاطر فیض تاثیر کیا ہے ۔ گنجینۂ اسرار حقیقت ہے ۔ حضرت کی زبان کیا ہے ترجمان ہے الہام الٰہی کی ۔ اور کھول دینے والی ہے دروازے مشکلات دنیا دین کی ۔ دیر تک صاحبان موصوف کو یہ واقعہ یاد رہا ۔ حتیٰ کہ ہر وقت یہ سانحہ ان کی نگاہوں کے آگے رہا ۔ بہت عرصہ جب اس واقعہ کو ہو گیا تب ہیں آنکھوں سے اوجھل ہوا ۔ مگر اصل واقعہ جیسا کہ صاحبان موصوف نے حضرت میرانجیو کی انگشت مبارک کے اشارہ پر دیکھا تھا ۔ چند ہی اوقات میں اشتہارات نے مشہور کر دیا کہ کہ تمام دنیا نے دیکھ لیا تینوں بادشاہزادے قتل کر دیئے گئے ۔ اور معز الدین تکیہ فرمائے مسند

شہر یاری ہوا۔ گویا یہی مراقبہ تھا۔ جو کرشمہ کے طور پر قبل از وقت حضرت نے انکشاف کے طور پر یار بار سوال کرنے پر دکھلایا تھا۔ من وعن پورا ہوا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

پان کا بیڑا خود پہنچ گیا

حضرت شاہ لطف اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم دہلی میں ایک جماعت درویشان کے ہمراہ موجود تھا۔ سب خاندان چشت میں سے تھے۔ اور تہور خاں کے مکان پر ایک مجلس ترتیب دی گئی تھی۔ مجلس میں میں موجود تھا۔ کچھ ایسا موقعہ تھا کہ کھانا ختم ہو چکا تھا درویشوں کے لئے بطور حاضری بازار سے روٹی اور کباب دس پندرہ روپے کے منگوائے گئے تھے اور جماعت درویشوں کے آگے رکھے گئے۔ اور خود تہور خاں بھی مجلس میں درویشوں کے ساتھ بیٹھا ہوا حضرت میر انجیو کی عظمت و شان اور بزرگی کا تذکرہ کر رہا تھا۔ گویا ہوا کہ ایک روز حضرت پیر دستگیر دہلی میں تشریف رکھتے ہوئے بمقام حویلی نظام الملک میں رونق افروز تھے ہم لوگوں کو حضرت سے بے حد و حساب عقیدت تھی۔ ہمیشہ خدمت شریف میں حاضر ہونا دو سعادت دارین حاصل کرنا ہمارا معمول تھا۔ ایک دن ناغہ نہیں ہو سکتا تھا۔ اس زمانہ میں آواز اور الحان میرا بہت ہی اچھا اور میں مشہور خوش آواز تھا۔ حضرت کی خاطر میں طنبورہ بغل میں لیا کرتا تھا۔ اور اپنی ملیح آواز سے حضرت پیر دستگیر کو بیتیں اور غزلیں سنا کر مسرور کیا کرتا تھا۔ حضرت بھی بہت خوش ہوتے اور شوق و خوشی سے میرا گانا سنا کرتے تھے۔ اور جب زیادہ محظوظ ہوتے تو مجھے رنگیلا کے نام سے نامزد فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ کسی وجہ سے میری حاضری میں دیر ہو گئی میں وقت معینہ سے دیر میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میری عدم حاضری میں حضرت نے مجھے یاد فرمایا۔ اور فرمایا کہ کیا وجہ ہے کہ آج ابھی تک رنگیلا نہیں آیا۔ الغرض مجلس خوب گرم تھی کہ بندہ بھی طنبورہ بغل میں دبائے ہوئے حاضر دربار ہو گیا۔ ارشاد ہوا آؤ نواب رنگیلا میں نے حضرت کی خدمت مبارک میں آداب عرض کیا۔ اور دوری پر جہاں کھڑا تھا وہیں بیٹھ گیا۔ حضرت کے روبرو ایک پاندان رکھا تھا۔ جس میں برگ تنبول کے بیڑے خوب بنے رکھے تھے حضرت ان بیڑوں میں سے اٹھا اٹھا سب کو عطا فرما رہے تھے۔ تمام حاضرین آداب عرض کر کے بیڑا منہ میں رکھ لیتے تھے۔ مگر نہیں معلوم پان کا بیڑا مجھے عطا نہ فرمایا۔ جب میں محروم رہا۔ میرے دل میں آیا کہ چونکہ میں حضرت سے دور فاصلہ پر بیٹھا ہوا ہوں اسلئے [illegible] حضرت کی نظر سے اوجھل ہو گیا [illegible] زیادہ اسلئے بھی ممکن ہے میں یاد نہ رہا ہوں۔ یہ وجہ بات پیدا ہو کر میرے دل میں ایک تشویش پیدا ہو گئی اور رنگ

خیالات پیدا ہوئے اور دل ہی میں آنے جانے لگے بہت دیر نہ گذری تھی کہ حضرت کے آگے رکھے ہوئے پاندان کے بیڑوں میں سے ایک بیڑہ خود بخود جست کر کے آیا۔ اور میرے دامن میں آ پڑا ادھر بیڑا پہنچا۔ ادھر حضرت نے ارشاد فرمایا۔ یہ کیا وسوسہ تھا جو تمہارے دل میں چکر لگا رہا تھا۔ اب تو سب خیالات دل سے نکل گئے ہوں گے۔

میں نے عرض کیا حضرت کی ذات والا صفات جمیع کمالات ہم اندیشہ خیالات رکھنے والوں کے لئے نور کا کام دینے والی ہے۔ کیا مجال ہے کہ ہمارے لوح دل و جان پر گرد و غبار کا نام و نشان رہنے دیوے۔ حضرت میر انجیو کا وجود ذیجود کشف و کرامات اور اسرار حقیقت و معرفت ایسا انکشافات کرنے والا تھا کہ انسان کی زبان اوصاف ذات باکمالات کا بیان کرنے سے قاصر ہے۔

بلا سواری سفر

ایک روز حضرت مرشد آفاق حضرت شاہ ابو المعالی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ کو طلب فرمانے کیلئے ایک رقعہ بھیجا۔ اور حضرت پیر دستگیر میر انجیو کیونکہ کسل و تکان و ناسازی طبیعت سے چلنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ قاصد جو رقعہ لایا تھا۔ اسے جواب میں یہ عرض کر کے کہ فقیر بسبب ناتوانی کے حاضری سے قاصر رہا ہے۔ معاف فرمایا جائے۔ واپس کر دیا گیا۔ لیکن جب قاصد روانہ ہو چکا حضرت موصوف کے دل میں اندیشہ پیدا ہوا کہ یہ جواب جو قاصد کے حوالے کیا گیا ہے۔ ایسا نہ ہو مناسب حال نہ خیال کیا جاوے۔ اور یہ واجب و مناسب بھی نہیں ہے کہ مرشد آفاق بلائیں اور میں حجت و تامل کر دوں۔ بہتر یہ ہے کہ جس طرح ممکن ہو۔ حاضر ہو جاؤں۔ یہ خیالات دل میں آئے اور حضرت میر اللہ ما شاء اللہ کہہ کر اسی وقت بلا کسی وسیلہ کے روانہ ہو گئے۔ اور نماز مغرب کا وقت تھا کہ اسی وقت وارد ہوئے۔ اور حضرت مرشد آفاق کی قدم بوسی کا فخر حاصل کر لیا۔ آنحضرت نے دریافت فرمایا کہ آپ کس وقت چلے تھے۔ عرض کیا کہ دوپہر کا وقت ہوگا۔ کہ میں روانہ ہوا تھا۔ پھر حضرت مرشد نے استفسار فرمایا کہ دریائے جمنا اور نہر وغیرہ چونکہ راستے میں پڑتی ہیں۔ ان سے کیونکر گذر ہوا۔ عرض کیا گیا کہ حضرت پیر و مرشد کے بندہ کے ساتھ جو سلسلہ پاک ہے وہ ٹوٹا نہیں ہے۔ باقی کیا میرا استدراک کیا جاوے۔ حضرت مرشد آفاق نے فرمایا کہ شیخ ظاہر پرست ہے۔ احکام شریعت کو کبھی ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ رات کو اپنی خدمت میں رکھا۔ جدا نہیں ہونے دیا۔ اور علی الصباح رخصت فرمایا۔ چونکہ حضرت مرشد نے ارشاد فرمایا تھا۔ لہٰذا واپسی کے وقت حضرت میراں صاحب نے کشتی میں سوار ہو کر دریائے جمنا کو عبور فرمایا۔ اور کہتے ہیں کہ آپ کے لئے کشتی کا انتظار نہیں کرنا پڑا۔ جب حضرت کے آنے کی اطلاع ہوئی تو کشتی والے فوراً حاضر ہوئے اور حضرت نے کشتی

سہارا تلاش نہیں فرمایا۔ اور ویسے ہی دریا پار ہو گئے۔ ایسی ذات والاصفات کیلئے دریا کیا روک کر سکتے ہیں۔ مگر ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت مرشد آفاق کی دور بینی کہ آپ نے مصلحت اندیشی اور اطاعت حکم شریعت پر توجہ دلائی۔ پیر ہو تو ایسا۔ مرید ہو تو ایسا۔ یہ سطریں تبرکاً حضرت کے کمالات ظاہری و باطنی کے اظہار کیلئے نہیں لکھی گئی ہیں۔ حضرات مطلب سعدی دیگر است۔ اور ماسوائے ازیں ما فی البال خود میداند۔ الحمد للہ علی ذالک۔ (از مترجم)

ایک برتن سے چودہ سو انسان کی خوراک

زبدۃ المحققین سید عبد المومن اور شیخ نعمت اللہ کی زبانی نقل ہے کہ ابتدا میں دائرہ شریف واقعہ ٹھسکہ شریف میں میوہ دار اور سایہ دار درخت بہت تھے۔ بہت سے ابھی قد آدم ہوئے تھے مگر مکان ایسا طیار نہیں ہوا تھا۔ درویشان جو حاضر الوقت تھے۔ خس و خاشاک کی جھونپڑیوں میں وقت کاٹتے اور ایام بسر کرتے تھے۔ اور جبکہ حضرت پیر دستگیر آخر شب ادائے نماز تہجد کے لئے درویشوں کو یاد فرماتے اور یاروں کو اور درویشوں کو یاد الٰہی میں مصروف کر دیتے تھے۔ اور خود ایک من اور دس سیر پختہ غلہ لے کر گھوڑوں پر لاد کر لے جاتے اور آٹا پیس کر لاتے تھے۔ اور جب اس مہم سے فراغت حاصل فرماتے۔ نماز فجر ادا فرماتے تھے۔ گویا نماز فجر سے پہلے آپ کو آٹا پیسنے کا کام تھا۔ تب آپ اپنے یاروں سے ارشاد فرماتے کہ یارو۔ روٹی پکالو۔ جب وہ روٹی پکانے میں مصروف ہوتے تب آپ یاد الٰہی میں مصروف ہو جاتے۔ جب حضرت کے یار روٹی پکا چکتے عرض کرتے کہ حضرت روٹی تیار ہے تقسیم فرمائیے یہ سنکر حضرت اپنے کمرہ سے باہر قدم رنجہ فرماتے۔ اسی طریقے سے روزانہ بسر اوقات ہوتی تھی۔ ایک عرصہ یوں ہی گذر گیا۔ ایک روز ایسا ہوا کہ چودہ سو فقیر فرقہ سنیاسیوں کا حضرت میرانجیو کے اشتیاق دیدار میں محو جماعت در جماعت دوڑتے ہوئے ملک کی طرف سے آ پہنچے۔ باریاب لوگوں نے ان فقیر سادھوؤں کی خبر حضرت کی حضور میں عرض کر دی کہ اس قدر سنیاسی حضرت کی زیارت کے قصد سے یہاں آ نکلے ہیں۔ حضرت نے اپنے یاروں اور جس قدر درویش وہاں موجود تھے۔ سبکو حکم دیا کہ اپنی اپنی جھونپڑیاں اور اپنی اپنی آرام کی جگہ سب چھوڑ دیں۔ اور اگر کسی یہاں کے باشندے نے کوئی سایہ دار درخت پر قبضہ جما رکھا ہو۔ وہ بھی چھوڑ دیں تاکہ سنیاسی فقیر جو ہمارے مہمان ہیں۔ آرام و آسائش سے رہیں۔ کسی کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے۔ غرض تمام سایہ دار درختوں اور خس پوش جھونپڑیوں میں سبکو اتار دیا گیا۔ جب سب آرام چین سے قیام کر چکے۔ تب حضرت میرانجیو اپنے حجرے سے باہر تشریف لائے۔ اور ہر ڈیرہ میں جا جا کر کہیں آدھ گھڑی کہیں گھڑی سب سنیاسیوں سے جدا جدا ملاقات کی

اور سبکو مسرور الوقت اور خوش و خرم کیا۔ سادھو صاحبان آپ کے خلق و مروت کو دیکھ کر بہت ہی مشکور ہوئے۔ اور سب یکزبان ہو کر فرمانے لگے۔ واہ صاحب جیسا سنتے تھے اس سے بدرجہا اچھے دیکھنے میں آئے۔ ملاقات کے بعد حضرت پیر دستگیر نے پھر حجرہ کی راہ لی۔ وہاں پہنچکر اپنے ہم مشرب یاروں سے دریافت فرمایا کہ ملاقات تو ہو لی۔ اب ان کے کھانے پینے کا سامان ضرور ہے۔ یہ بزرگ تو مہمان ہیں۔ مہمانوں کی ہر طرح دلجوئی اور خاطر فرض ہے۔ خصوصیت آگاہ بزرگوں نے عرض کی۔ کہ کھانے کا سامان نہایت ضروری ہے یہ تدبیر بہتر ہوگی کہ سو من غلہ بازار سے منگوالیا جائے۔ چونکہ شہر نزدیک ہے۔ اس لئے بقدر پانچ پانچ سیر گھر گھر پر تقسیم کردیا جائے۔ ابھی ابھی چند گھڑی کے اندر آٹا ہی آٹا تیار ہو جاتا ہے۔ ارشاد ہوا کہ صلاح کو درست ہے۔ مگر اسقدر سوچنا چاہئے کہ پہلے کوئی جائے۔ غلہ خریدے۔ خرید فروخت وزن وغیرہ ہوتے ہوتے کچھ وقت تو یوں گیا۔ پھر دوپہر تو ابھی ڈھل چکی ہے۔ پھر وہ غلہ تل تل کر گھر تقسیم ہوگا۔ کچھ وقت تقسیم و سپردگی میں گیا۔ پیسنے پسانے کو بھی مہلت چاہئے۔ پھر واپسی اور اسکی فراہمی کو بھی کچھ دیر چاہئے۔ اس طریقے سے آدھی رات ضرور ہو جائیگی۔ پھر یہاں کب پہنچے۔ کب مہمانوں کو پہنچے۔ وہ کب پکائیں اور کب کھائیں۔ یہ بات موزوں نہیں معلوم ہوتی۔ غریب اور بیچارے مہمان جو پہلے صعوبات سفر سے تھکے ماندے ہیں۔ اور بھوکے پیاسے ہو رہے ہیں۔ اس قدر طول طویل انتظار ان کے لئے بہت زیادہ باعث کلفت اور تکلیف کا ہوگی۔ کب پکائیں گے۔ اور کب کھائیں گے۔ یہ طریق ناواجب اور خلاف مہمانداری ہے کوئی ایسی سبیل ہونی چاہئے۔ کہ جھٹ پٹ انہیں سامان مل جائے۔ اور شام سے پہلے ان بزرگوں کو تیار کھانا ملجائے۔ حضرت نے فرمایا بھلا یہ تو فرمائیے سرکار میں کس قدر سامان موجود ہے۔ خبرداروں نے عرض کیا کہ کم وبیش ایک من کے قریب آٹا چند سیر کے قریب شکر سرخ موجود ہے۔ اور چند سیر گھی موجود ہوگا۔ اور تھوڑی سی دال موجود ہوگی۔ اس سے زیادہ اپنے ہاں کچھ نہیں ہے۔ حضرت میرانجیو نے شیخ نعمت اللہ و سید عبد المومن سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ صاحبان وضو کر کے آئیں۔ اور ایک لوٹے میں پانی اس فقیر (میرانجیو) کے لئے بھی لیتے آئیں۔ چنانچہ دونوں صاحبان نے تعمیل ارشاد کی۔ خود وضو کر آئے اور ایک لوٹا پانی لیتے آئے۔ جس قدر جنس گھر میں موجود تھی۔ اسے اپنے آگے رکھ لیا۔ اور اپنے دست مبارک سے دو سیر کچا آٹا۔ پاؤ سیر دال۔ پاؤ سیر کچی شکر سرخ۔ اور پاؤ بھر کچا گھی برابر ہر فقیر مہمان کو پہنچاتے گئے۔ جس قدر مہمان تھے سب کو اسی حساب سے تول اور وزن کر کے دیدیا گیا۔ بعدہٗ دائرہ شریف کے صحن میں کھڑے ہو کر بلند آواز سے ندا دیدی گئی۔ کہ اگر کسی کی خواہش ہو۔ یا کسی کو جنس اور رسد نہ پہنچی ہو یا پہنچے باقی رہ گیا ہو۔ آئے اور اس وقت اپنی خوراک اور رسد لے جائے یا اطلاع دیں

ہم خود پہنچا دیں۔ ایسا نہ ہو۔ کوئی صاحب باقی رہ جائیں۔ جب سنیا سیوں نے یہ آواز سنی۔ ایکدم تمام فقیر اپنے اپنے آرام گاہوں سے نکل کھڑے ہوئے۔ تمام کے تمام خنداں شکریہ ادا کرتے ہوئے تحسین و آفرین کے کلمات زبان پر لاتے ہوئے آواز بلند سنے کہتے سنائی دیئے کہ کوئی شخص خالی نہیں رہا۔ عرض کرنے لگے غریب نواز کسی شخص کو کسی چیز کی ضرورت باقی نہیں رہی ہے۔ کوئی محروم نہیں رہا۔ سب کے سب پکانے کھانے میں لگ رہے ہیں۔

اس وقت حضرت پیر دستگیر نے ترازو اپنے ہاتھ سے چھوڑ دی۔ پاس کی دیوار سے کمر لگا کر کھڑے ہو گئے اور نہایت عجز و ادب کیا تھ جناب الٰہی میں شکریہ ادا کر رہے تھے۔ اور فرماتے تھے باری تعالیٰ میں اس نعمت کا شکریہ تیری بارگاہ میں ادا نہیں کر سکتا۔ مجھے جو کچھ تیری سرکار سے عطا ہوا ہے۔ جو بخشش اس فقیر کو ہوئی۔ صدقہ ہے اس ذات بابرکات مرشد آفاق کا اور جو کچھ آنحضرت مرشد نے میرے حال پر توجہ فرمائی ہے جو کچھ عنایت فرمایا ہے۔ اپنے عزیز، قریبی رشتہ دار، حتیٰ کہ زن و فرزند کو بھی کچھ مرحمت نہیں ہوا۔ جو اس عاجز فقیر کو بخشا گیا ہے۔ مگر اس کا شکریہ لاکھوں برس بھی کروڑوں زبانوں سے ادا نہیں کر سکتا۔ یہ حکایت اور واقعات جو اوپر بیان کئے گئے ہیں یا شیخ نعمت اللہ اور سید عبد المومن سینکڑوں قسمیں کھا کر بیان کرتے تھے کہ یہ واقعہ ہمارے سامنے ہماری موجودگی میں ظہور میں آیا ہے۔ اور حضرت میران صاحب کے کشف و کرامت کا کیا ٹھکانا آپ اقلیم ولایت کے تاجدار فرما نقر ملک تھے۔ آپ دائیم کرامت کے مگینہ فرماتے۔ جیسی کہ یہ حکایت ہے۔ ایسی سینکڑوں بلکہ ہزاروں دنیا سے وابستہ اور مشہور عالم و آفاق ہیں یہ بے بضاعت مصنف لیق اور مترجم میں یہ طاقت کہاں ہے۔ جو ایک شمہ بھی برکات و اوصاف اور ستودہ صفات کا بیان کر سکے یا تحریر میں لا سکے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

نقل } میاں افضل خاں مرحوم ساکن رتیہ کی زبانی نقل ہے کہ پیشوائے راشدین مقتدائے ارشدین حضرت قطب العالم عبد القدوس قدس سرہ العزیز کے عرس کے دن حضرت پیر دستگیر میران صاحب دایرہ شریف سے پیادہ پا گنگوہ کو روانہ ہوئے۔ موسم برسات کا تھا۔ اور دریا، ندی نالے بحد طغیانی پر تھے کشتیوں کی آمد و رفت بہت کم ہوتی تھی حتیٰ کہ بہت ہی جد و جہد اور کوشش کرتے تب کہیں ایک دفعہ کشتی پار جاتی۔ ایک کنارہ سے دوسرے کنارہ آپ جانا گویا ہاتھ جان سے دھونا تھا۔ پانی کی کچھ انتہا نہ تھی نماز عصر کا وقت تھا کہ حضرت پیر دستگیر لب دریا پہنچے تھے۔ کشتی کی تلاش بھی کی گئی۔ مگر کامیابی نہ ہوئی۔ سفر کامل میاں محمد سجاول مغفور ہمرکاب تھے ان ہیں ارشاد ہوا بلندی پر چڑھ کر دیکھیں کہیں کشتی آتی ہے۔ یا کوئی ملاح ادھر ادھر پھرتا نظر آتا ہے تو اسے بلائیں۔ محمد سجاول نے بلندی پر چڑھ کر چاروں طرف دیکھا۔ مگر آدم زاد کی صورت دکھائی نہ دی۔ عرض کی یا حضرت دور دور تک آدم زاد کا پتہ نہیں۔ کوشش

اور انتظار میں دن آخر ہو گیا۔ کوئی صورت پار جانے کی پیدا نہ ہوئی۔ حضرت میراں صاحب نے ارشاد فرمایا کہ آج ہی عرس ہے۔ روشنی اور قل سب کچھ ہو لیں گے۔ مگر ہم یہیں دریا کے کنارے پر پڑے رہیں گے۔ میاں محمد سجاول بولے حضرت امر لاچاری ہے کوشش میں تو کوئی دقیقہ باقی چھوڑا نہیں گیا۔ اب کیا کیا جائے جب بالکل مایوس ہونے لگے تب حضرت میراں صاحب نے اپنے ہمراہیوں کو حکم دیا۔ کہ اپنے جوتے پاؤں سے اتار لیں۔ اور فقیر کے پیچھے پیچھے ہو لیں۔ مگر یاد رہے پاجامہ یا تہ بند گھٹنوں سے اونچا نہ ہونے دیں۔ ایسا نہ ہو۔ وضو شکست ہو جائے۔ دریا کا عرض کم از کم ایک کوس سے زیادہ ہو گا۔ حضرت کے پیچھے پیچھے چلے گئے۔ میاں سجاول کا قول ہے کہ تمام دریا عبور کر گئے۔ مگر یہ ثابت ہے اونچا پانی کہیں نہ آیا۔ یہاں تک کہ دریا پار ہو گئے۔ اور داخل ملیں ہوئے جب دریا سے پار ہوئے تھے تب حضرت نے اپنے ہمراہی میاں محمد سجاول سے فرمایا کہ دیکھنا یہ راز کی بات ہے کسی پر اظہار کرنے سے کیا فائدہ ہے۔

آن واحد میں بیماری سے رہائی

میاں محمد افضل صاحب رحمہ اللہ کی زبانی نقل ہے کہ جو رتیہ کے باشندے تھے۔ اور رتیہ کرنال کے قریب واقع ہے اپنی سرگذشت میں سے ایک واردات بیان کرتے ہیں کہ مجھے ایک شدید عارضہ لاحق ہو گیا تھا سات روز اس عارضے میں مبتلا رہنے کی وجہ سے ایسے گذرے کہ ایک لقمہ کھانے کا میرے حلق سے نیچے نہیں اتر سکتا تھا۔ اور ایک قطرہ پانی کا میرے پیٹ میں نہیں پہنچا تھا۔ جنبش کی طاقت جسم میں موجود نہ تھی۔ پہلو بدلنا ناممکن ہو رہا تھا۔ بیمار ادھ مرا پڑا رہتا تھا۔ بے ہوشی کا یہ عالم کہ مجھے دنیا و ما فیہا سے کچھ خبر نہ تھی غش طاری رہتا۔ رات سے دن اور دن سے رات اسی حالت میں گذرتے جاتے تھے۔ مگر جیسے ہوش حواس بالکل نہ تھا۔ ناگاہ حضرت پیر دستگیر کا گذر اسی قصبہ رتیہ میں حسن اتفاق سے ہوا۔ حضرت نے ورود فرماتے ہی پہلے یہ دریافت فرمایا کہ محمد افضل کہاں ہے۔ بہت بیمار تھا۔ چنانچہ ایک درویش میرے بلانے کیلئے آیا اس نے میرے سرہانے کھڑے ہو کر آواز دی۔ السلام جب کہ درویش کی آواز میرے کان میں پڑی۔ میں نے آنکھیں کھول دیں۔ اور ہوش بھی درست ہو گئے تھے اور بے ہوشی کا دور ہو گئی ہے بالکل ہوش بجا ہو گئے درویش نے کہا حضرت پیر دستگیر قبلہ تمام پیر آستانہ لے آئے ہیں۔ آپ کو یاد فرمایا ہے۔ میرے کانوں کے اندر جب حضرت کی تشریف آوری کا مژدہ پہنچا بہت ہی خوش ہوا میں بالکل اچھا ہو گیا۔ جسم میں قوت اور توانائی موجود ہو گئی۔ بلکہ ایسی طاقت آ گئی تھی کہ تندرستی میں بھی ایسی نہیں تھی۔ میں بستر بیماری سے السلام اٹھ کھڑا ہوا۔ اور اپنے پاؤں سے اٹھ کر چلنے لگا۔ اور فوراً حضرت پیر دستگیر تک بلا کسی سہارے یا مدد کے خود بخود پہنچ گیا۔ میرا تو حال تھا کسی دوسرے نے نہیں پکڑا اور نہ کسی کے ہاتھ کی لغزش میرے پاؤں میں

ہوئی ایچھا خاصا تندرست و توانا جناب کرامت مآب کی حضور میں حاضر ہو گیا۔ اور سعادت قدمبوسی آنحضرت سے سرفراز ہوا۔ ارشاد عالی ہوا جاؤ درویشوں کی خدمت کرو۔ پڑا رہنے سے کیا فائدہ سمجھے ہو۔ حکم کی دیر تھی میں حضرت کیخدمت باسعادت سے اٹھا۔ زین اور ہتھیار رہائش سے اپنے گھوڑے پر چڑھ بیٹھا۔ اور گھوڑا جنگل کی طرف خیز کیا۔ جنگل سے بکریوں کے گلے میں سے ایک بکری پکڑ کر لایا۔ بکری کو اپنے ہاتھ سے تسبیح پڑھ کر ذبح کیا۔ اور کھانا وغیرہ تیار کرایا۔ اور کھانا اتروا کر حضور میں لایا۔ تمام روز کمر ہمت مضبوط باندھے ہوئے مستعدی سے تمام خدمات متعلقہ انجام دیتا رہا۔ نتیجہ تندرستوں ایسی تکان اور ماندگی معلوم نہ ہوئی۔ حالانکہ ایسی شدت کی بیماری میں مبتلا تھا۔ اور جب سات دن متواتر میرے پیٹ میں دوائی یا کھانے کی قسم سے ابھی تک کچھ نہیں گیا تھا۔ خدمت خدا معلوم اور کاروبار مہمانداری میں مصروف آدھی رات کا وقت آگیا۔ اور میں اسی حالت میں سب ہی کچھ کرتا رہا۔ جب رات زیادہ گذر گئی۔ حکم ہوا محمد افضل تو بیمار تھا کسی کے پاس اگر روٹی کا ٹکڑا بچا ہوا ہو تو لا دے۔ ایک درویش کف دست کی برابر روٹی کا بچا ہوا ٹکڑا لایا۔ اور حضور میں پیش کیا۔ ارشاد ہوا محمد افضل کو دیدو کھا لیوے۔ میں نے عرض کیا حضرت غلام کو تو اس وقت کوئی بھی آزار نہیں ہے۔ ارشاد ہوا حقیقت میں ایسا ہی ہے۔ تم تندرست ہو۔ مگر میں کیا کروں لاچاری ہے۔ شریعت کا مقدمہ ہے ظاہرداری بھی لازم ہے۔ روٹی کا ٹکڑا لے لیا اور جیسے کھا لیا۔ صحت کامل موجود ہو گئی۔ گویا میں کبھی بھی بیمار نہیں ہوا تھا۔ اور کسی قسم کا کسل میرے جسم کے اندر ہی نہیں تھا۔ نہ جیسے کبھی کوئی بیماری ہوئی تھی۔ طاقت کا یہ عالم تھا کہ ہمیشہ سے زیادہ توانائی اور چستی پاتا تھا۔ ہر حالت میں پہلے سے بہت زیادہ اچھا تھا۔ الحمد للہ علی ذالک

جوگی جی کی شکست

ایک روز ایک جوگی جو اپنے علم میں نہایت کامل اور مشہور و معروف تھا۔ حضرت پیر دستگیر میر الفتاح صاحب کی حضور میں آیا۔ اور گیان دھیان کی نہایت اعلیٰ اور کامل باتیں باہمی کرتا رہا۔ بہت باتیں اور قصے قسم کے تذکرے دونوں بزرگوں میں ہوتے رہے۔ نہایت خوشی اور بشاشت قلبی سے گفتگو ہوتی رہی۔ حضرت پیر دستگیر جوگی کی باتوں سے نہایت مسرور ہوئے اور بہت ہی خوشی کا اظہار فرمانے لگے۔ دوران گفتگو میں ایک دفعہ جوگی جی نے کہا کہ میں چاہوں تو زمین کے اندر غوطہ مار سکتا ہوں اور سو کوس دو سو کوس جس قدر مسافت چاہوں زمین کے اندر ہی اندر طے کر جاؤں۔ اور جہاں چاہوں جا نکلوں۔

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ یہ بات تو دیکھنے کے قابل ہے۔ ایسی طاقت تو واقعی لاثانی ہے۔ یہ کرشمہ

تو ہمیں بھی دکھاؤ۔ جوگی جی تیار ہو بیٹھے۔ انہوں نے ایک چھوٹا سا گڑھا تیار کیا۔ اس میں خود داخل ہو گیا۔ اور گڑھے کا منہ خس و خاشاک سے بند کر لیا۔ آواز دی۔ لو صاحبو! اب میں جاتا ہوں غوطہ مار گیا اور قریب دس بارہ کوس منزل زمین کے اندر ہی اندر طے کر کے واپس آ گیا۔ اور آواز دی کہ لو صاحب میں گیا اور پھر آ گیا ہوں۔ اور اس قدر مسافت طے کر آیا۔ اب پھر جاتا ہوں۔ مگر اب لوٹ کر واپس نہیں آ سکتا۔

حضرت پیر دستگیر نے فرمایا باہر آ جاؤ۔ اب مت جاؤ حق تعالیٰ فضل کرے گا۔ جوگی جی اس بات کو نہیں سمجھے۔ ان کی موٹی عقل میں حضرت کا ارشاد آنا نہ تھا۔ حضرت باہر آنے کو فرماتے ہیں اور وہ باہر نہیں آتا بار بار یہ تکرار ہوئی۔ جوگی نے حضرت کے حکم کو نہیں مانا۔ جب حضرت نے مکرر سہ کرر فرمایا۔ اور جوگی قبر سے باہر نہیں آئے۔ سنتے ہی نہ تھے۔ حضرت کا غیظ بڑھا۔ ایک جوش طبیعت عالی میں آیا۔ جذبے سے اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے اور اس گڑھے پر ایک ٹھوکر ماری۔ پائے مبارک کا پڑنا تھا کہ اس قبر سے دھوئیں کا غبار نکلا جوگی خود بخود باہر نکل پڑا۔ مگر جوگی کہاں تھا۔ ایک خاک کا تودہ تھا۔ (جلتی) راکھ ہو گیا تھا۔

افسوس اپنی اصلیت کو پہنچ گیا۔ اگر حکم مان جاتا تو خدا جانے کیا بن جاتا۔ اولیائے کرام کے اشارے اولیاء اللہ ہی خوب جانتے ہیں۔ ہر شخص کا کام نہیں ہے کہ ان بزرگوں کی رموز کو سمجھ سکے۔ البتہ ہر شخص کا یہ فرض ہونا چاہئے کہ ایسے برگزیدہ بزرگوں کے اشارے پر چلے۔ جو حکم کرے اس سے گریز نہ کرے۔ اگر کچھ نہ کر سکتا ہے تو ان کے نزدیک نہ جائے۔ جانا اور نافرمانی کرنا بڑی بات ہے۔ (مترجم)

شکرے کی برگشتگی

میاں محمد افضل متوطن قصبہ رتیہ کی زبانی نقل ہے کہ اس فقیر کا بڑا بھائی محمد ولایت نام شکار کا بہت ہی شوقین تھا۔ باز اور جرے اس کے پاس بہت رہتے تھے۔ قصبہ کرنال اور دوسری محالات کے حاکم کو یہ بات معلوم ہو گئی کہ وہ شکار کا زیادہ شائق ہے۔ اور باز اور جرے جو اس کے پاس ہیں۔ نہایت اعلیٰ درجے کے ہیں۔ اور شکار بہت اچھا کرتے ہیں۔ اسے بھی شوق ہوا۔ بلکہ اچھے جانوروں کا طلبگار ہوا۔ اور مانگ بھیجے۔ فقیر نے یہ حال اپنے مرشد برحق پیر دستگیر سے عرض کیا کہ محمد ولایت کے سدھائے اور چیدہ جانور حاکم مانگتا ہے جس سے میرے بھائی کو سخت صدمہ اور رنج پہنچتا ہے۔ اگر باز ہاتھ سے جاتا رہا۔ تو شکار کا مزہ کیا یعنی شکار ہی موقوف ہو جائے گا۔ حکم ہوا اس فقیر کی جانب سے فوجدار صاحب کی خدمت میں ایک رقعہ لکھو۔ رقعہ کی پیشانی شریفہ پر یہ شعر تحریر ہو اور بسم

شنتو شنید از سوئے شست آب ۔ از سیاہ باز باز آ و گرنہ خراب

بیت مذکور سے مزین کر کے رقعہ حاکم کے پاس بھیج دیا گیا۔ جونہی کہ وہ رقعہ فوجدار نے پڑھا۔ فوراً وہاں سے ننگے پاؤں چل کر آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور نہایت عاجزی سے اپنی تقصیرات کی معافی کا خواستگار ہوا۔ اور توبہ کی کہ آئندہ ایسی جرات مجھ سے ہرگز سرزد نہ ہوگی۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ مالکِ باز کا حضور سے کچھ واسطہ ہے۔ ورنہ میں پہلے ہی ایسی خطا نہ کرتا۔ بلکہ درخواست کی کہ مجھے حلقہ بگوشان اس خاندان عالی دودمان میں شامل کر لیا جائے۔ چنانچہ مرید ہو گیا۔ صاحبزادہ والا قدر میاں محمد باقر نے حضرت کے رقعہ والے شعر کو لکھ کر اپنے عزیز اقارب کے پاس بھیجا تھا کہ اس کے معنے بتائیں۔ یہ معلوم نہیں ہوا کہ اس کے معنے انہوں نے کیا بتائے۔ آیا بتائے بھی یا نہیں۔ یہ بات ضروری ہے کہ قطب زمان کا کوئی کلام رمز حقیقت سے خالی نہیں ہوتا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

بند شدہ کنواں پھر پانی دینے لگا

نقل ہے کہ اس خاندان کا ایک درویش ایک گاؤں کے اندر سکونت رکھتا تھا۔ ایک دن اس درویش نے حضرت پیر دستگیر کی دعوت کر دی۔ مدعو ہو کر حضرت اقدس و اعلیٰ وہاں تشریف لے گئے اور ایک چاہ پر جو درویش مذکور کی جائے سکونت کے قریب تر واقع تھا۔ نزول اجلال فرمایا۔ بیان کرتے ہیں کہ وہ کنواں جس پر حضرت نے قیام فرمایا۔ سالہا سال سے خشک ویسے آپ پڑا تھا۔ جب حضرت وہاں تشریف فرما تھے۔ پاس پڑوس کے زمیندار بھی حضرت کی شہرت کا آوازہ سن کر زیارت سے مشرف ہونے کے لئے آموجود ہوئے۔ اور سب نے حضرت کی قدمبوسی کا فخر حاصل کیا۔ بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ سب نے اپنی تکالیف کے متعلق عرض کیا۔ کہ جب سے یہ کنواں خشک ہو گیا ہے ہم لوگوں پر سخت پریشانی اور غربت نازل ہو گئی ہے۔ ہم لوگ نہایت پریشان اور محتاج ہو گئے ہیں ہماری مصیبت کی کچھ انتہا نہیں رہی۔ حضرت پیر دستگیر میر الفضاعیب کی سرکار سے حکم ہوا۔ جلدی کرو درست کرو بیل اور چرس وغیرہ سامان آبکشی مہیا کرو۔ ابھی ابھی اللہ فضل کرے گا۔ زمیندار لوگ اس حکم سے حیران تھے اور ایک دوسرے کا منہ تکتے تھے کہ حضرت کیا حکم دے رہے ہیں۔ برسوں سے چاہ بند پڑا ہے۔ ایک قطرہ پانی کا کنوئیں میں موجود نہیں۔ یہ کیونکر اس میں کام دے گا۔ واقف اسرار حضرت کی کمالیت جاننے والوں نے زمینداران گاؤں کو سمجھایا کہ صاحبو حیران مت ہو جو حکم ہوا ہے۔ وہ ہو جائے گا۔ تم لوگ حکم کی تعمیل میں پس و پیش نہ کرو۔ چنانچہ زمیندار دوڑے اور بیل اور چرسہ لے آئے۔ اور تعمیل ارشاد کی گئی۔ جیسا حکم ہوا تھا۔ خداوند عالم خالق کون و مکان کے

حکم سے جب چرسہ چلنے لگا۔ وہی کنواں جس کے اندر ایک بوند پانی نہ تھا۔ اس میں سے اس قدر پانی کھنچنے لگا جس قدر کہ پہلے بھی موجود نہ تھا۔ تمام گاؤں سیراب ہو گیا۔ اور پانی اسی افراط سے اسمیں موجود رہنے لگا رات اور دن پانی اس کنوئیں سے پانی کھینچتے تھے۔ مگر اس کے پانی میں کبھی کوئی کمی نہیں آئی۔ کبھی بھی اس میں کمی نہ آئی۔ حضرت شاہ لطف اللہ صاحب کا قول ہے کہ وہ کنواں آج دن تک اسی طرح موجود چلا آتا ہے۔ آج تک اس میں کوئی خرابی نہیں برابر جاری ہے اور بے شمار پانی اس سے نکالتے اور استعمال کرتے ہیں۔ وہی طغیانی جو پہلے وقت تھی موجود ہے۔ الحمد للہ علی ذالک

اللہ نے چھ بیٹے پھیر دیئے

میاں عاقل خاں صاحب [illegible] سے نقل ہے کہ میرا خسر چھ بیٹوں کا باپ تھا۔ ہر ایک جوان اور اپنے کام میں نہایت ہوشیار، قابل اور اطاعت گذار تھا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ تھوڑے ہی عرصے میں چھوں بیٹے مقتضائے الٰہی سے فوت ہو گئے۔ حسن اتفاق سے حضرت پیر دستگیر میراں صاحب کی سواری یادگاری اسی راہ سے گذری۔ [illegible] راستہ میں حاضر ہو کر حضرت کی نذر پیش کئے۔ اور اس قدر حسرت و افسوس [illegible] لگا کہ حضرت نہایت متفکر ہو کر پوچھنے لگے کہ اس قدر پریشانی اور بیقراری اور گریہ و زاری کیوں اختیار کی ہے۔ [illegible] نہایت [illegible] سے عرض کیا یا حضرت چھ بیٹے نہایت قابل و جوان ایک سے ایک زیادہ لائق موت کے حوالے کر چکا ہوں میرے حواس کیسے بجا ہوں۔ مجھے صبر کیونکر آئے۔ ان کے غم میں روتا ہوں۔ عمر بھر روؤں گا۔ بڑھاپے کا وقت تھا [illegible] ایسی مصیبت جو پڑی ہے کہ سہی نہیں جاتی۔ آنحضرت نے فرمایا تم نہ گھبراؤ وہی بیٹے پھر تیرے گھر میں واپس آجاویں گے۔ پیدا ہوں گے۔ اور زندہ رہیں گے۔ گھبراؤ نہیں وہ عمر طبعی کو پہنچیں گے۔ خدا کی قدرت اور اس متبرک کی خیر و برکت سے چھ بیٹے ہی تھوڑی سی مدت کے اندر اس کے گھر میں پیدا ہوئے اور زندہ رہے۔ عمر طبعی کو پہنچے۔ الحمد للہ علی ذالک

[illegible]

میاں محمد اعظم فاضل سے نقل ہے کہ ایک [illegible] کی زمین میں خربوزے بوئے تھے۔ کیڑے نقصانات کرتے تھے۔ اور خربوزے نہیں ہونے دیتے تھے۔ باغبان نے آکر نالش کی کہ حضور میرے خربوزے کیڑے نہیں ہونے دیتے۔ ارشاد ہوا کہ اس کھیت کے سر پر کھڑے ہو کر پکار کر کہہ دو کہ اس کھیت میں اور اس سرزمین میں [illegible] خربوزے بوئے ہیں۔ اسے کیڑے نقصان نہ پہنچاویں۔ بیان کرتے ہیں کہ کبھی بھی اور آج کے دن سے یہ بات ہوئی

کہ گیدڑ آتے بہتیری جستجو کرتے۔ ہر طرف کی تدبیر و چارہ کرتے۔ مگر کانٹوں کی باڑ کے اندر کوئی گیدڑ بھی داخل نہ ہو سکتا۔ باہر سے باہر کود پھاند کے چلے جاتے۔ راتوں کو غولوں کے غول گیدڑ آتے۔ مگر سب باہر ہی سے چلے جاتے۔ ایک کی مجال نہ تھی کہ باڑھ کے اندر گھس سکے۔ اور پھر ایک خربوزہ چکھ سکے۔ اس سال یہی نوبت رہی ایک تخم خربوزے کا نقصان کسی گیدڑ سے نہ ہو سکا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ دوسرے سال بھی اسی زمین میں خربوزے بوئے گئے۔ پھر گیدڑوں نے اپنی کارستانی شروع کر دی۔ خوب کھاتے۔ راتوں کھیتوں میں پھیلتے کودتے اور کھاتے اڑاتے رہتے۔ کاشتکاروں نے پھر فریاد کی کہ حضرت گیدڑ پھر خربوزوں کا بیج ناس کئے دیتے ہیں۔ اور اب کے سال قتل و قیام نہیں یا نقصان پہنچا رہے ہیں۔ حضرت نے سنا اور ارشاد فرمایا۔ بھئی انہیں اپنے حال پر چھوڑ دو۔ ان گیدڑوں کا بھی رازق روزی رساں ہے۔ جس قدر خربوزے انکی قسمت میں ہونگے یہ کھا جائیں گے۔ اور جس قدر ہماری قسمت میں ہونگے ہمیں مل جائیں گے۔

باغبان نے جب یہ کلمات حضرت کی زبان فیض ترجمان سے سنے۔ تو بولا معلوم ہوتا ہے کہ سال گذشتہ کی نسبت حضرت میں کمالیت اور زیادہ بڑھ گئی ہے۔ اور پچھلے سے بہت زیادہ افضل ہو گئے ہیں۔ حضرت پیر دستگیر نے پوچھا یہ کیا بات ہے۔ تجھے یہ کیسے علم ہوا۔ اور تو نے میرے کمال کو کیسے سمجھا۔ تجھے کیسے اندازہ ہوا۔ مالی نے عرض کیا کہ حضور سال گذشتہ میں حضور کے مزاج کے اندر نفسانیت زیادہ تھی۔ خود غرضی سے گیدڑوں کو روک دیا تھا۔ اور اس سال وہ ہیئت درجہ کمال کو پہنچ گئی ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

ضبط شدہ املاک واپس

مشہور ہے کہ سنبل نامی ایک تھانیسر کا حاکم تھا۔ اس نے اپنے عہد حکومت میں املاک اور معافیات شریف و نجیب معافیداروں کی قرق اور ضبط کر لیں جس سے تھانیسر کے شریف اور معافیدار نہایت لاچار اور درماندہ ہو گئے۔ اور سب جمع ہو کر حضرت پیر دستگیر میرانشاہ صاحب کی حضور میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اس سے پہلے جبکہ زمانہ حضرت مخدوم شیخ جلال الدین قدس سرہ العزیز کا تھا ان کی برکت سے کسی حاکم نے ہماری املاک پر دست اندازی نہیں کی تھی۔ امن امان اور بے فکری سے ہم لوگوں کے دن بسر ہوتے تھے۔ اب حضرت کی ذات بابرکات بجائے ذات والا صفات حضرت مخدوم صاحب کے ہمارے لئے موجود ہیں۔ توجہ کرنی چاہیئے کہ ہم لوگوں پر رحم ہو۔

ارشاد ہوا جس شخص کو کوئی شکایت ہے۔ ہر ایک اپنی طرف سے ایک ایک پرچہ لکھ کر عامل کے پاس بھیجیں۔ اور اسی پرچہ پر یہ لکھا جائے کہ ہمارے پیر و مرشد حضرت شاہ نے یہ دو بیت لکھ دیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے رحم

فرمائیگا۔ اور آپ لوگوں کی حاجات برلائے گا۔

دوہرہ: تمانی کی سیتل ہیں سکھ لوگ اجان۔ اس کو تھیا چاکت کئے پران

یہ دونوں دوہرے سے مزین ہو گئے لوگوں نے عامل کے پاس سب کچھ بھیجے۔ جب دم عامل نے دوہرے پڑھے اس کا دم سپید ہو گیا۔ اپنے کئے سے معافی مانگی۔ اور حضور میں حاضر ہوا۔ توبہ کی۔ اپنی خطا کی معافی کرائی اور خود ان لوگوں کی ضبط شدہ املاک واگذار کردیں۔ لوگ شاداں و فرحاں اپنے اپنے گھر جا بیٹھے۔ اللہ اکبر حضور کا وجود مبارک دنیا داروں کیلئے ایک بے بہا رحمت تھا آج مشعل لے کر ڈھونڈتے پھرو کہیں ایسا ایک بزرگ نام کو نہیں دکھائی دیتا یہ بات کیا ہے (مترجم)

در غلام محمد

مشہور ہے کہ غلام محمد نام افغان پانی پت میں سکونت رکھتا تھا۔ اور گردش ایام اور شامت اعمال سے حضرت پیر دستگیر جناب میراں صاحب کی جناب سے بغض باطنی رکھتا تھا۔ اور جہاں کہیں آپ کا ذکر خیر ہوتا۔ اور لوگوں سے حضرت کی صفات سنا کرتا تو کہا کرتا کہ وہ لوگ جو انکی خدمت میں رہتے ہیں جس قدر مریدوں سے فتوح ملتی ہے اس سے خوب گلچھرے اڑاتے ہیں۔ اور میرا جیسے لوگوں سے رغبت زیادہ اسواسطے رکھتے ہیں کہ انہیں خوب فتوح ملتی ہے۔ ایک روز خواب میں وہی شخص دیکھتا ہے کہ مسلمان اور ہندو دونوں قوموں کے لوگ جماعتیں کی جماعتیں آتی ہیں۔ اور پروانہ وار آپکے شمع نور پر قربان ہوتے ہیں۔ غلام محمد کو لوگوں کو اس درجہ شیدا دیکھ کر کچھ خجالت آئی اور اپنے دل میں سوچنے لگا کہ بھلا مسلمانوں کو تو دین کی موافقت اور مسلمان ہونیکی وجہ سے یہ شوق اور عشق ہے۔ اور اس درجہ ارادت رکھتے ہیں۔ ہندو لوگ تو مخالف مذہب رکھتے ہیں۔ ان لوگوں کا اسقدر معتقد ہونا البتہ اسرار سے خالی نہیں ہے۔ بہت لوگ ایسے بھی ہیں۔ جو یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ غلام محمد افغان حضور کی شان میں ہمیشہ اہانت آمیز کلمات زبان پر لایا کرتا ہے۔ آنحضرت ارشاد فرماتے ہیں کہ چھوڑ دو جو کہتا ہے کہنے دو۔

ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ غلام محمد افغان خود حضرت کی زیارت کیلئے حاضر ہوا۔ حضور نے دریافت فرمایا کہ کون شخص ہے۔ حاضرین نے عرض کیا غلام محمد ہے۔ حکم ہوا بٹھلاؤ۔ وہ بیٹھا ہی تھا اسی اثنا میں غلام محمد نام ایک اور شخص جو حضرت کا معتقد اور مرید تھا شاہجہاں آباد سے وارد ہوا۔ اس نے حاضر ہوتے ہی حضرت کی قدمبوسی کی۔ پروانہ وار نثار ہوا۔ اور ایک روپیہ نقد بطور نذر پیش کیا۔ حضرت نے دریافت فرمایا یہ کون ہے۔ عرض کیا گیا۔ غلام محمد ہے۔ جو فلاں مقام پر مرید اور خادم حضرت کا ہوا تھا۔ اور فلاں سرکار میں ملازم ہے

حضرت نے دوسرے غلام محمد یعنی جو بعد میں آیا تھا۔ دریافت فرمایا۔ کہاں جارہے ہو۔ اس نے عرض کیا کہ اپنے آقا کی جاگیر کی تحال پر فلاں کام کیلئے فلاں مقام پر جانیکا ارادہ رکھتا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ ابتو تو آسودہ اور مرفہ الحال ہے۔ پہلے کی نسبت تو بہت اچھا ہے۔ پا کیا۔ اور خرچ وغیرہ تجھے ماہ بماہ ملجاتا ہے نان ونفقہ اور ضروریات خانہ وقت پر اپنے گھر پہنچا دیا کرتا ہے۔ غلام محمدؒ نے عرض کیا حضور کی توجہ سے اور اپنے پیر دستگیر کی عنایت سے بہت ہی خوش اور محظوظ ہوں۔ پس اب حضرت نے نقد اس کے ہاتھ پر سے اٹھائی۔ اور روئے مبارک غلام محمدؒ ثانی یا نی پتی کیطرف پھیر لیا۔ اور فرمایا۔ لے اس فتوح کو سنبھال۔ اس نے کہا کہ مستحق یا محتاج کو عنایت فرمائیے۔ حضرت نے پھر تکرار سے ارشاد فرمایا کہ لے لو۔ میں تمہیں ہی دینا چاہتا ہوں لیکن اس شامت زدہ کے منہ سے ہر دفعہ یہی نکلا کہ کسی مستحق کو دیدیں۔ میں محتاج تو نہیں یا اسے دیں۔ جو اس کا خواہشمند ہو۔ حضرت نے عاطفت اور عنایت سے فرمایا بھئی ہم تمہیں دیتے ہیں لے لو۔ لیکن اس ہلاک زدہ نے اپنی دولت کے نزدیں ہر دفعہ انکار ہی کیا۔ بار بار فرماتے اور توجہ دلاتے پھر بھی اسے پرواہ نہ ہوئی۔ اور درشت لب ولہجہ سے کہا کہ مجھے کیا ضرورت ہے۔ میں محتاج ہوں یہ محتاجوں کا حق ہے کسی محتاج کو دیدیں

حضرت نے وہی روپیہ دوسرے غلام محمدؒ کو مرحمت فرمایا۔ اور ارشاد کیا۔ جیسے دلائے مولا کیا کرے شاہ دولا۔ غلام محمدؒ نے دوڑ کر لے لیا۔ اور نہایت ادب سے جھک کر آداب بجالایا۔ اور سرکار سے رخصتی لے کر اپنی منزل مقصود کو چلتا ہوا۔ اور ایک مدت کے بعد جب اپنے آقا کی خدمات مفوضہ انجام دے چکا تھا۔ دوسری دفعہ پھر حاضر ہوا۔ اور دولت قدمبوسی سے مالا مال ہوا۔ حضرت نے دریافت فرمایا۔ بھئی تو جس کام کیلئے گیا تھا۔ وہ بھی سرانجام ہو گیا۔ دوسری دفعہ جناب پیر دستگیر حضرت میر انصاحب نے اس سے دریافت فرمایا کہ تو یہ بتلا۔ تو جس کام کیلئے گیا تھا۔ تیرا وہ کام بھی ہو گیا۔ یا نہیں عرض کیا جناب کی توجہ سے بہت اچھی طرح سرانجام ہوا۔ بلکہ اس سے پہلے کبھی بھی ایسا عمدہ کسی سے انجام کو نہیں پہنچا تھا۔ جیسا عمدہ میں کر کے آیا ہوں۔ آنحضرت نے یاد جنانہ سرکاری سے روٹی دلوا کر اسے شاہجہان آباد کو چلنے کیلئے رخصت کر دیا۔ جب وارد شہر ہوا۔ اس کا آقا قلعہ گیا ہوا تھا۔ یہ سن کر کہ اس کا مالک قلعہ میں ملے گا اس کے پیچھے چلتا ہوا۔ قلعہ کے راستہ میں اتفاق سے امیر کی سواری سے دو چار ہونا پڑا۔ یعنی اس کا آقا اثنا راہ میں ہی مل گیا۔ ملاقات ہوئی۔ آداب تسلیمات بجالایا۔ اور خطوط جو اپنے آقا کی تحال سے لایا تھا۔ اس کے ہاتھ میں دیدیئے۔ نواب ان خطوط کے پڑھنے میں مشغول تھا کہ نواب کے مخالفوں میں سے ایک شخص نے نواب کی آنکھ لڑی۔ آنکھ کا لڑنا تھا

کہ باہمی جنگ کی ٹھہری۔ دونوں طرف سے تلواریں میانوں سے نکل پڑیں۔ اور مخالفوں میں سے ایک شخص نے تلوار برہنہ ہاتھ میں لے کر نواب پر دھاوا بول دیا۔ غلام محمد حملہ آور اور نواب کے درمیان میں جا پڑا۔ چونکہ حملہ آور نے تلوار کا وار کر دیا تھا۔ تلوار غلام محمد نے اپنے سر پر لی۔ اور اپنی تلوار کے وار سے حملہ آور کو دو ٹکڑے کر دیا۔ اور اس بہادری سے لڑا کہ نواب ... نواب اور اس کے ہمراہی سینکڑوں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ دونوں مخالفوں کی لاشیں زمین پر غلطاں تھیں نواب کا مخالف نواب وہیں تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا۔ غلام محمد کا نواب ایک تو پہلے حال کے خطوط سے خوش اور غلام محمد کی اچھی خدمات سے جو اس نے جاگیر پر جا کر انجام دی تھیں خوش تھا ہی اسوقت کی بہادری۔ جاں نثاری۔ جوانمردی اور جانفشانی۔ جرأت اندیشی اور دلیری نے نواب کو گرویدہ اور حد سے زیادہ مہربان بنا دیا۔ نواب نے اسیوقت حکم دیا کہ ابھی کوتل گھوڑے پر سوار ہو جاؤ۔ اپنا بیٹا بنا لیا۔ اور اپنا ولیعہد قرار دے دیا۔ پھر کیا تھا۔ خوب ترقی پائی۔ مالامال ہو گیا۔ تین روز بھی نہ گذرے تھے کہ تمام لوازمات کے ساتھ ہاتھی اور گھوڑے جلوس دیکر اپنی جاگیر پر جاگیردار بنا کر روانہ کر دو۔ اور ہاتھی گھوڑوں کا اسکو مالک بنا دیا۔ نیا نواب غلام محمد اپنی جاگیر کو جاتا ہوا جب پانی پت کے قریب پہنچا پانی پت ایک کوس کی مسافت پر ہو گا کہ اپنی سواری پر سے اتر کھڑا ہوا۔ اور پا پیادہ ہو کر حضرت پیر دستگیر کی زیارت کیلئے حاضر ہوا۔ سو اشرفی اور ایک روپیہ حضرت کی نذر اشرف میں بطور فتوح پیش کیا تھا جب حاضر ہوا حضرت نے اطلاع ہونے پر دریافت فرمایا کون ہے۔ عرض کیا غلام محمد غلام محمد (نواب)۔ حضرت نے اسکی نذر قبول فرمائی۔ حضرت پیر و مرشد کا ارشاد دہلیت مرید۔ حضرت کے دروازے کا ایک کتا۔ اسکی نذر ... ڈالا تھا کہ خوب! غلام محمد۔ تم نے غلام محمد پانی پتی کا مال غنیمت میں لوٹا ہے۔ اس نے عرض کیا یا حضرت سبھی کچھ ... ہو یا مال حضرت کا سر سے صدقہ ہے۔ مگر واقعات ایسے پیش آئے کہ غلام محمد کی صحبت کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقیاں نصیب ہوئی تھیں۔ اس کے دیہات میں ہر وقت زیادتی تھی۔ مگر غلام محمد پانی پتی جس نے نذر ... باوجود ... اپنے سے انکار ہی کیا اور غرور و تکبر میں حضرت کے ارشاد کو دیوانے ... لیا اپنے ... کی ... اور حضرت کے جذبے سے ایسا گرفتار آفات ہوا کہ جس کا ... نہیں۔ اسیدن سے انکار کیا تھا۔ اسکا کارخانہ ہی بگڑ گیا دن بدن خرابی آتی گئی۔ تھوڑے ہی دنوں میں اس مرتبے کو پہنچ گیا کہ ایک ایک دانے کو محتاج تھا دکانوں کے آگے سے ایک ایک دانہ چنتا پھرنے لگا۔ ہر شخص کو ذریعہ اور وسیلہ بناتا۔ اور چاہتا کہ کوئی حضرت پیر دستگیر کی حضور میں پہنچائے اور خطا معاف کرائے یا کوئی بد بخت کو ہی حضور میں لیجائے

یا کم از کم اس کی حالت کا اظہار حضور میں کرے۔ مگر کسی کو یہ طاقت ہی نہ ہوتی تھی۔ کسی کو تاب نہ تھی کہ غلام محمد پانی پتی کی شفاعت کا دم بھرے۔ یا اسکی بابت کچھ عرض کرے۔ مرتا کیا نہ کرتا ایک روز جرات کر کے خود ہی حضور میں پہنچا۔ اور منت و زاری سے عرض کیا کہ اب محتاج ہوں کچھ عنایت فرمائیں کہ کھانا کھا کر جان تو بچا لوں۔ ارشاد ہوا اے غلام محمد اب تو وہ وقت ہی گیا۔ اب کیا ہوتا ہے۔ اور جرح قدح سے کیا ملتا ہے۔ اب کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ الغرض جب تک زندہ رہا۔ وہی مفلسی اور قلاشی ساتھ ہی رہی۔ پریشانی و حیرانی نے اس کا دامن نہ چھوڑا۔ یہی حالت قائم رہی۔ یہاں تک کہ اسکی ہستی کا درخت برباد ہو گیا۔ یعنی اس جہان سے چل دیا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

ایک فارسی رقعہ

مرقومہ ذیل ایک رقعہ ہے۔ جو حضرت میراں صاحب کی شان میں ایک دوسرے بزرگ نے رقم فرمایا ہے اس کا ترجمہ اردو نہیں کیا گیا۔ امید ہے ناظرین اس حرکت کو معاف فرمائیں گے۔ مصلحت اس میں صرف اس قدر ہے کہ وہ جوش عقیدت جو راقم مضمون نے دکھلایا ہے۔ اسکا اظہار ہو سکے۔ اور دوسرے اس زمانے کی تحریر کا پتہ لگ جائے (مترجم)

برگزیدہ حضرت صمدیت۔ مقبول بارگاہ احدیت۔ یگانہ آفاق شیخ المشائخ عبد الرزاق رحمۃ اللہ تعالیٰ کہ از اشراف و اکابر قصبہ کرنال بود۔ در ملفوف خود سے آرند کہ زبدۂ اولیاء، کامگار قدوۂ اصفیاء نامدار مقبول از حالت لی مع اللہ۔ شہید خنجر تسلیم و رضا، حضرت شیخ عین الرضا بن مولوی شیخ فرخ شاہ سرہندی نقشبندی کہ از حلقہ ارداصحاب و احباب قطب المطبعین شیخ ابراہیم مراد آبادی چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ اجمعین کہ از بس تردد دلگالوئے اشتیاق مالا یطاق بلکہ از جان جان آرزومند و مشتاق بحصول ملاقات کثیر السعادت حضرت قطب الاقطاب فرد الاحباب مسیحائے وقت عیسیٰ زماں یوسف ثانی۔ پیر دستگیر بد شخمیر حضرت سید شاہ بھیکہ عرف میر محمد سعید بن محمد یوسف ترمذی السوانیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ از مقام احمد آباد یعنی صوبہ گجرات کہ عبارت از آں است۔ کوچ بکوچ تا سرزمین لطافت آئین مایۂ منور و خطۂ پاک دار الخلافہ شاہ جہان آباد۔ خطے بنام نامی و اسم گرامی شیخ عبد الرزاق نوشتند کہ دریں ایام کرم ذوالجلال والاکرام بر حسب آرزوے سعادت ملازمت حضرت سید العالمین خلاصۂ آل طٰہٰ و یٰسین رحمۃ اللہ علیہ مرکوز و تصور خاطر فقیر و جماعہ فقیر است کہ شمہ ازاں تحریر و تقریر گنجائش نیست۔ نقیبکہ یک منزل حویلی برائے اقامت و دست خالی بانکر دہ۔ کہ در آنجا رسیدہ بزیارت حضرت قطب ابدال شیخ شرف الحق والدین استغنا نہ حاصل کردہ علاقات

یکدیگر خورسند بوده بیش تر مطالب خود خواہد پرداخت۔ شیخ المشایخ بمجرد حصول رقعہ راحت شمول مجلسرائے خاصہ خود را پاک کردہ وصاف کنانیدہ خاطر فیض مآثر خود را متعلق از طلوع آفتاب صبح صادق تشریف آمدی شیخ الاصفیا دانست بموجب این بیت

بیت
بودہ اندر منظرشہ منتظر ؛ تا بہ بینیم آنچہ بنمود ند سر ؛

ہم درین ضمن جناب عالی حضرت قطب آخر الزمان ناگاہ بے آگاہ بطریق سیر کنان بقدوم میمنت لزوم ارزانی فرمودند۔ بقصبہ کرنال و بہ مکان موصوفہ کہ جہت اقامت شیخ الاصفیاء درست نمودہ بود۔ یک نیم پاس روز بر آمدہ نزول اجلال فرمودند۔ و شیخ عبدالرزاق این طرفہ بسیار خوشحال گردیدہ بخدمتگاری پرداخت۔ بہ لسان حال این مقال ادا نمودہ۔ بیت

لوح محفوظ است پیشانی یار ؛ باز گردد سر کونین آشکار ؛
ای مرا تو مصطفیٰ من یا عمر ؛ از برائے خدمتت بندم کمر

باز معلوم آں یگانہ آفاق شد کہ شیخ الاصفیا نیز تشریف آوردہ اند لحظہ متامل بودہ باستقبال شان نیز تشریف در تقصیدہ مائدہ بحضرت قطب الابدال بملاقات یکدیگر محظوظ گردیدہ۔ بمقارن این حال ظاہر نمود کہ برائے تعالی پوشیدہ مباد کہ فقیر درین امور محض لاچار است تمامی واقعہ را گذارش نمود۔ شیخ الاصفیاء فرمودند کہ فقیر را نیز ازاں آگاہی دادند۔ ایشان خاطر خود را جمع دارند کہ بوجہے وا ہمہ نگذارند من درین جا بر قیمہ مقدسہ بزیر سایہ انور سر حلقہ قلندران گذار خواہم کرد۔ و شما نیز پیروی بجناب عالی متعالی رسیدہ ازین کس سلام نمایند۔ کہ حضرت خود بدولت دام ظلکم ازین سبر حرکت نفرمایند۔ بیت

الحمد للہ آمدی اے مالک الہام ؛ بہرہ رہ از مہر تو نور صور انعام

و شیخ شیخ الاصفیا این نعمت کثیرے یعنی آوردن آنجناب را محض تفضلات و عنایات الہی و توجہات رسالت پناہی از مغتنمات نگاشتہ باتفاق شیخ عبدالرزاق بحضور فیضگنجور رسیدہ از تجلائے دیدار آں قطب آخر الزماں متجلی گردیدہ خود را بالاتر از عرش اللہ دیدہ۔ بالا درین حال ہماں عین دیدہ۔ لیکن ہر چند خواست کرشمہ از مطالبات خود بعرض رسانید و جواب ہا رحاصل آرد لیکن ۔ من عرف ربہ الخ۔ از بس تصرفات سیر کشش ضمیر قدس اللہ سرہ العزیز دم زدن نتوانست۔ چونکہ وقت قیلولہ بود آں عالیجناب شیخ الاصفیا فرمودند کہ حالا مکان خود آرام نمایند۔ کہ ما ہم یک ساعت بیاسائیم تا ماندگی راہ مندفع شود شیخ الاصفیا بمقام خود یعنی بر روضہ منورہ رسیدہ آرام گرفتند۔ خود آنجناب نیز استراحت ساختند۔ چونکہ شیخ الاصفیا لوید فیراکہ عماز بیشینان تمام است کہ باشد در آنجناب رسیدہ استفاض قابل نماید سال عالم علم اللدنی آں گنجینہ دار اسرار لدنی

ازراه دل دریافت پیشتر پیام سلام رسانیده که حالا تکلیف آمدن نباید کرد۔ کل امر مرهونٌ باوقاتها۔ باید دانست آخر الامر شیخ الاصفیا تا دروازه کلان شهر که از روضهٔ مقدسه حویلی شیخ المشایخ می‌رود۔ قدمے بیرون و دیگرے اندرون دروازه بود که پاسے تیزگام آں مقبول انام بسرعت تمام پیام با سلام رسانید۔ شیخ الاصفیا چوں ایں معنی را معلوم نمود۔ اوّلاً هزاران هزار بلا و جور و جفا بر جان خود عاید دانسته۔ امّا خالی از حکمت ندید۔ از پیش جا قدم برنداشته۔ و دم برنیاورد سوا آنکه واپس بر مکان خود آمد۔ القصه حضرت پیر دستگیر وقت طلوع صبح صادق روانه شده به شیخ عبد الرزاق فرمودند که شما به شیخ الاصفیا سلام از جانب ما رسانید و بگوئید که یار باقی صحبت باقی اگر شرط حیات باقیست ملاقات خواهد شد۔ متوجه سمت سهرند (سرهند) شدند۔ چوں شیخ الاصفیا سامع شدند حیرت بر حیرت نمود و سبحان الله تعالیٰ۔ شاید که ایں چنیں شخصے بزرگوارے۔ خدا پرستے ایزد رسے بدرگاه حضرت پیر دستگیر دیدم بار بار نیافت۔ پس دیگر ایرا چه یارا که دم زند۔ امّا ایں قدر تصور نباید کرد۔ حضرت پیر دستگیر از راه اکراه اجازت آمدن بلکه عین حکمت و صلاح خواهد بود۔ حضرت پیر دستگیر عالم اسرار اند۔ والله اعلم بالحقیقة الصواب که در اراده الٰهی و مقتضیات ناتناهی چه حکمت باشد یعنی فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمة۔

قول مولوی معنوی قدس سره مقتضائے ایں معنی است ؎

خضر گر در بحر کشتی را شکست	صد درستی در شکست خضر هست
آں پسر را کش خضر ببرید حلق	سر آں را در نیابد عام خلق
وهم موسیٰ با همه نور و هنر	گفت خضر او را که تو لے پر هنر

دریں قدر سوال خضر علیه السلام موسیٰ علیه السلام طعن نمود۔ فی الجمله شیخ الاصفیا خلوت نموده به شیخ المشایخ ظاهر نمود۔ که شما فرستاده من در بارگاه حضرت معلائے حضرت پیر دستگیر رسیده از جانب من سلام برسانید و بیچارگی عرض کنید

بر نمائی هرچه ما را در دل است	دستگیری هر که پا در گل است

فرد

هرچه هست از قامت ناسازی اندام ماست	ورنه تشریف تو بر بالائے کس کوتاه نیست

سوال ما را که به تعلق حضور فایض النور است بروقت حل خواهد شد۔ لیکن انیاب بهادر شاه که خلیفه هندوستان است از دین برگشته و از اسفل السافلین به اعلیٰ علیین۔ و هرچه مابین الشیان است محکوم حکام آنجناب کرامت مآب هستند بلکه بلا نیکه مقربه نیز و اختیار آنجناب اند۔ اگر آں جناب اقتضائے برآں نمایند که خدمت ها و نیابت هر یک که مقرر است از شخصے بنام دیگر تجویز نمایند قبول بارگاه کبریا است۔ اصلاً و مطلقاً در آں تخلف نشود و تمامی پادشاهان روئے زمین که خلفائے مسند سید المرسلین صلی الله علیه وسلم اند۔ حالا که ایراں برگشته ز دین که از جاده شریعت غرا انحراف ورزید چرا او را موقوف کرده به دیگرے خلافت نه شود۔ چوں به شیخ المشایخ

بجناب کرامت مآب شرف اندوز سعادت شدند بمجرد آں فرمودند کہ چرا بازآمدی۔ ماترا رخصت کردہ بودیم عرض نمود کہ غلام ہرگز از خود حرکت ایں معنی نہ کردہ۔ بلکہ مدار الشیخ الاصفیا فرستادہ۔ ایں چنیں عرضداشت کردہ۔ دریں باب ہر چہ امر شود۔ از صواب نخواہد بود۔

فرمودند کہ ہر کسے کہ بر مسند آں حضرت علیہ السلام نشست از آئین مقرر است آں خلاصہ کائنات خواہد برگشت حق تعالیٰ شانہ اوراکے خواہد داشت۔ ازیں واقعات واتفی سہ روز نہ گذشتہ بودند کہ بہادر شاہ ایں دنیائے فانی رخت ہستی بر بستہ سفر آخرت اختیار کردہ رحلت نمود۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

کھاتے کچھ نہ تھے طاقت وہی تھی

یہ نقل اس زمانے میں مشہور خاص و عام تھی کہ حضرت پیر دستگیر نے ایک دراز مدت سے کھانا اور غسل کرنا چھوڑ رکھا تھا۔ نہ کھانے کے نزدیک تک جاتے۔ اور نہ دوسرے حوایج ضروری کی ضرورتیں پیش آتیں اسی اثناء میں ایک روز آپ کے دل مبارک میں گذرا کہ ایک ہی جگہ بیٹھے رہنا تو لا حاصل سا ہے۔ چلیں زیارت مبارک مرقد برحق حضرت پیر دستگیر خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ کی ہی کر آئیں۔ یہ زیارت کہاں پائیے۔ اپنی محفل ہشتہ منزل کے درویشوں یعنی اپنے ہم نشینوں سے مشورتاً اس حال کا استفسار فرمایا۔ حضرت کی مرضی سے کسی شخص کو گریز کیسے ہو سکتا تھا۔ سب نے اہلین مجلس مبارک نے بالاتفاق رضامندی وخوشنودی کا اظہار کیا۔ اور حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ کی زیارت کا قصد پختہ ہو گیا۔ دایرہ شریفہ سے حضرت اجمیر کی طرف یہ مقدس گروہ روانہ بھی ہو گیا۔ جبکہ اجمیر شریف سولہ کوس کی منزل و مسافت پر رہ گیا اور باقی منزل سب نے شوق زیارت میں ہنسی خوشی سے طے کر لی۔ حضرت پیر دستگیر پیر اسنجوں نے اپنی سواری کی گھوڑی درویشان ہمراہ میں سے ایک کے حوالے کر دی۔ جن درویشوں کو وہ گھوڑی سپرد کی گئی تھی۔ ان میں سے ایک بزرگ نے بھی پاس ادب کی وجہ سے اس گھوڑی پر سواری کی جرأت نہ کی۔ کیونکہ حضرت کی سواری کی گھوڑی تھی۔ جس بزرگ کے ہاتھ میں اس گھوڑی کی باگ دیدی گئی تھی۔ ان کا نام نورنگ خاں راجپوت تھا۔ جو ہمرکاب و ہمراہ تھا۔ اس نے تو گھوڑی اپنے ہاتھ میں تھام رکھی تھی۔ باقی ہمراہیان ایک ایک کر کے حضرت کے ہمراہ ہو لئے۔ نورنگ خاں گھوڑی لئے اکیلے رہ گئے۔ حضرت میراں صاحب شوق زیارت حضرت خواجہ صاحب میں نہایت تیز گام اور جلد جلد چلے جا رہے تھے۔ درویش بھی ہمرکاب ویسے ہی تیزی سے دوڑ بھاگ کر حضرت کا ساتھ دے رہے تھے۔ جوں جوں منزل مقصود نزدیک آتی جاتی تھی۔ حضرت تو اور بھی زیادہ تیزی سے چلنے لگے تھے۔ حتیٰ کہ روانگی میں اس قدر تیزی آ گئی کہ تیز گام گھوڑے کے سوار کو بھی ساتھ دینا ناممکن معلوم ہو گیا تھا

حضرت بے اختیاری کے عالم میں اور زیادہ سے زیادہ تیز ہوتے جاتے تھے۔ درویش ہمراہی جو جلدی کر کے حضرت سے جا ملے تھے۔ یکے بعد دیگرے ہانپ ہانپ کر سب پیچھے رہ گئے۔ ایک کی بھی یہ طاقت نہ رہی کہ برابر رہتا۔ ایسے وقت میں حقائق آگاہ عرفان و کمالات دستگاہ شیخ نعمت اللہ جو خاص الخاص دلدادگان حضرت پیر دستگیر میرا بخیوں میں سے ایک تھے سعید کر گئے۔ اور حضرت کی حضور میں دست بستہ عرض پرداز ہوئے کہ یا حضرت! حضرت کے برابر اس قت کوئی بھی تیز رو نہیں ہے جو آپ کے ہمراہ چل سکے۔ اگر جناب اپنے ہمراہی درویشان کو اپنے ساتھ لیجانا چاہتے ہیں تو براہ کرم بندہ پروری ذرا آہستہ قدم مبارک بڑھائیں۔ تاکہ درویش ساتھ چل سکیں۔ حضرت فرماتے ہیں یہ بھی معاملہ کچھ اور ہے مجھے اپنے ہمراہیوں کا خود خیال ہے۔ مگر چونکہ حضرت خواجہ صاحب نے اس عاجز فقیر پر کرم فرمایا ہے۔ اور فقیر کا ہاتھ اپنے مقدس ہاتھوں میں لئے ہوئے ساتھ ساتھ تشریف لئے جارہے ہیں۔ اس لئے مجبور ہوا جارہا ہوں۔ اس گفتگو کو بہت تھوڑا عرصہ بھی نہ گذرا تھا۔ پھر ارشاد ہوا کہ صاحبو! حضرت خواجہ صاحب کا ارشاد ملا ہے کہ میرے فرزند دلبند اس طریقہ سے کہ تمہارے ہمراہی درویش آرام پائیں۔ اور تمہارے ساتھ سے دور نہ رہ جائیں۔ اس طرح قدم اٹھائیں۔ اب میں بھی آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوں آپ سب صاحب بھی آہستہ آہستہ چلیں۔ زیادہ تیز رفتاری کی اب حاجت نہیں۔ بیشک ہم سے پہلے آئیں۔ اور ہمارے ساتھ ساتھ چلیں۔

اثنائے راہ میں ایک درخت تھا۔ اس سایہ دار درخت کا سایہ حضرت پیر دستگیر کے نہایت ہی پسند آیا۔ چنانچہ حضرت نے اس درخت کی بہت سی شاخیں اپنے دونوں ہاتھوں میں پکڑ لیں۔ اور اسی طرح ہاتھ اوپر کو اٹھائے ہوئے درخت کے سایے تلے کھڑے ہو گئے۔ درویش جو ہمراہ تھے اپنے دلوں میں قیاس کرنے لگے کہ پیدل چلنے اور تیز رفتاری سے حضرت پر تکان غالب آگیا ہے۔ غالباً تھک کر پاؤں کھڑے ہو گئے ہیں۔ ایک سفر کی تکان دوسرے مدت سے غذا تناول نہیں فرمائے۔ عدم خوری سے بھی تاب و تواں میں کمی واقع ہو گئی ہے۔ لیکن حضرت کی خوراک کا بھی یہ عالم تھا کہ اگر تناول بھی فرماتے تو اس قدر کہ دو پیسہ بھر سے زیادہ اس کا وزن ہرگز نہ ہوتا تھا۔ ان باتوں کے باوجود وجود مبارک کی حالت اس قدر عمدہ اور نورانی تھی کہ ہر دیکھنے والا بشر اپنے آپ حیران و ششدر رہ جاتا تھا۔ حضرت پیر دستگیر نے لوگوں کے یہ خیالات معلوم کئے اور درخت کو اسی حالت میں پکڑ کر جو ہلایا۔ تو درخت مذکور تو ایک طرف جس زمین پر وہ درخت کھڑا تھا۔ کئی کئی قدم زمین ہل گئی۔ اور زمین پر لرزہ سا پیدا ہو گیا۔ تمام درویش جو ہمرکاب تھے۔ انگشت بدنداں تھے۔ اور سب کی زبانوں سے بے ساختہ نکلا کہ حضور کا وجود کچھ نورانی ہے۔ ایسے وجود کی نسبت ہمارے خیالات خام تھے۔ کھانے پینے پر اس کا مدار مطلق نہیں۔ غذا پر اس کی حالت موقوف نہیں ہے یہ وجود مبارک کچھ اور ہی شے ہے۔ حضرت کی خاطر اشرف

جو اقتضا ہے۔ وہ بہت اولیٰ اور انسب ہے جیسا کہ حضرت مولوی معنوی رومی قدس سرہٗ العزیز کا ارشاد ہے۔ جو فرماتے ہیں ؎

گر خوری یک لقمہ از مال حلال ~~~ خاک ریزی بر سر نان تنور

حضرت کے جسم مبارک کی غذا جسے تناول فرماتے ہیں۔ نور ہے۔ اور نور بھی وہ نور جو کسی سبحانہٗ جل شانہٗ جل جلالہٗ کا عطیہ ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

نافرمانی کی سزا

نقل ہے کہ آنحضرت اقدس میراں صاحب اپنے مکان جنت نشان دائرہ شریف میں تشریف رکھتے تھے سادات عظام میں سے ایک بزرگ حضرت پیر دستگیر کی خدمت باسعادت میں تشریف لائے۔ اور حضرت سے عرض کرنے لگے کہ موازی سات سو بیگہ زمین میری مالک قصبہ ناجروں میں بطور تنخواہ میرے پاس ہے مگر بوجہ عمل خواجہ ابوالفتح تمام وکمال اس کا محصول یا لگان میرے ہاتھ نہیں لگتا۔ جس سے میری معیشت نہایت تنگی اور عسرت سے بسر ہو رہی ہے۔ لاچار ہو رہا ہوں۔ یہ بیان کر کے وہ بزرگ رخصت ہو گئے حضرت نے کچھ جواب نہ دیا۔ پندرہ دن بعد خواجہ جعفر علیخاں حضرت کی زیارت کے لئے دائرہ شریف میں آئے تھے۔ ان کی زبانی ابوالفتح خاں کو کہلا بھیجا کہ اگر یہ ملک مالکوں کے قبضہ وتصرف میں رہ گیا۔ یہ گاؤں بھی انہیں کے عمل دخل میں رہے گا۔ یعنی مالکوں کے قبضے میں رہیگا۔ ورنہ نہیں۔ تو یہ گاؤں تمہارے قبضے سے ضرور نکل جائے گا۔ خیر شرط ہے۔ حضرت کے پیغام سے متاثر ہو کر ابوالفتح خاں نے کہا کہ حضرت کے حکم سے تین سو یا چار سو من غلہ دیدوں گا۔ مگر در وبست میں ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ کیونکہ مال بہت زیادہ ہے۔ مگر ابوالفتح کہتا ہے کہ حضرت میراں صاحب کو ان باتوں سے کیا واسطہ یہ دنیاوی معاملات ہیں۔ انہیں ان سے کچھ غرض نہیں ہونی چاہئے۔ یہ باتیں سن کر وہ سید صاحب جو حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر شاکی ہوئے تھے بہت ہی ناامید ہو گئے کہ جس سے حضرت کی نسبت یہ الفاظ کہے کہ دنیاوی باتوں سے کیا غرض ہے۔ وہ کیا پروا کرے گا۔ صبر کر کے بیٹھ رہے۔

ان واقعات کو زیادہ مدت نہ گذرنے پائی تھی کہ تقدیر الٰہی سے ایک سوداگر کسی طرف سے آتا ہوا اس طرف سے گذرا۔ چونکہ قافلہ اس کے ساتھ تھا۔ ایک گروہ دیکھ کر ابوالفتح خاں کے دل میں گذرا کہ ہو نہ ہو یہ چور۔ راہزن ڈاکوؤں کا گروہ ہے۔ اور ایسا نہ ہو گاؤں کو تاراج کریں۔ کچھ ایسے خوف اس کے دل میں جاگزیں ہوئے کہ بے تحاشا خوف زدہ ہیم ورجا میں حواس باختہ ہو گیا۔ اسے اپنے مرتبہ اختیارات جمعیت مال و دولت کسی چیز پر بھروسہ نہ رہا۔ بلکہ یکہ وتنہا قلعہ ناجروں سے نکلا اور مفرور ہو گیا۔ ایسا پتہ تک

بھاگا کہ کسی کو پتہ بھی نہیں لگا۔ جیسا راجپوتوں اور زمینداروں کو جو قصبہ و قلعہ مذکور کے آس پاس سکونت پذیر تھے۔ یہ واقعات معلوم ہوئے کہ ابوالفتح ایک سوداگر کے خوف سے جو فی الحقیقت نہ راہزن تھا نہ ڈاکو بھاگ گیا اور یہ سمجھا کہ جمعیت سے بیچ لوٹنے مارنے آئے ہیں۔ تو جڑھ دوڑے۔ تمام اسباب و اساس البیت خان مذکور کا لوٹ کھسوٹ لیا۔ اور اسکی جائیداد کو تاراج کیا۔ ابوالفتح خاں رسوا۔ خراب و خستہ نادم و پریشاں پھرتا رہا۔ اور تمام عمر اسے اس بات کا غم نہیں گیا۔ ہاتھ ہی ملتا رہا کہ ناحق ایسے بزرگ کی گستاخی کی جس کی یہ سزا ملی۔ الحمد اللہ علی ذالک

ایک قصیدہ

حضرت پیر دستگیر روشن ضمیر مہر شیر کی شان والاشان میں حضرت کے خوارق عادت کے بیان میں نظم میں ایک قصیدہ میر علی صاحب مرحوم نے قلمبند کیا تھا جس کی نقل بھی خالی دلچسپی و بہتری سے نہیں ہو سکتی

شنیدم من از ناقلاں ایں چنیں — ز احوال آں سید پاک دیں
چو اول سے معرفت نوکشی کرد — ز احباب دنیا فراموش کرد
تمنائے سیاحتش در رسید — دو درویش ہمراہ خود بر برید
ز بہر اجازت بصدق و یقیں — سوئے مرشد آں شہنشاہِ دیں
ازیں جا چو مامور شد بر سفر — بریں امر بربست محکم کمر
رواں گشت آں خدمت پیرِ خویش — دنئی حشدا سید پاک کیش
ہمہ روز بگذاشتہ خالش بسیر — زیادِ حقش دل نہ گشت سیر
بہر قریہ و شہر و صحرا و دشت — تماشائے صنعت کناں می گذشت
کہ ناگاہ از امر پروردگار — قریبا سہارنپورش شد گذار
بہ جا حائلش گشت دریائے آب — کہ ہمیشہ ز مہیبش دلی حوت آب
چو بحر صفا منزل موج خیز — رواں آب او چوں نگہ تیز تیز
ز طغیانی و کثرت آب زود — فلک چوں حبابے شدہ در نمود
کنارش ندیدہ نظر ہیچ سو — سراسیمہ اندیشہ از بہن او
ز آبش عیاں بود نور صبح — ز موجش ز دو جوشش طوفان نوح
دراں بحر ذخار کشتی زوال — ہویدا چہ ماہ نو از آسماں

بیاید بآهستگی بر کنار — شده چند ملاح بروے سوار
به ملاح گفت آن ولایت پناه — که اے واقف راز علم شنا
رهانم ازین بحر پر اضطراب — که در دار عقبیٰ بیابی صواب
چو بشنید ملاح ایشان کلام — که بے زر به کشتی نیابی مقام
ترا نیست زنهار اے دلق پوش — بده زر و یا باش این جا خموش
دگر مردمانے که دادند زر — به کشتی نشستند آن بدگهر
ز ساحل سفینه بدریا براند — بجز این همه درویش دیگر نماند
بگفتا بدو شاه عالی گهر — که خالیست دستم من از سیم و زر
تهی کیسه ام از گدائی بود — متاعم همین بے نوائی بود
تو شفقت بحالم کن اے ناخدا — رهان زین محیطم ز بهر خدا
چو ننمود ملاح امرش قبول — بکرد التفاتے به آل رسول
بگفتا که درویش تا صد چنین — بسے دیده ام اندرین سرزمین
تذکر جلی دائما در خروش — شکم پر چو ده سگ که آمد بجوش
ببیرت چو برگ و دلبیرت چو نیش — سراسر ز مکر و دغل گشته پیش
چو بشنید آن سید پاک گفت — که ظاهر یکی است راز نهفت
ولے هست غیور آن مستعان — که از کاه کوهے کند این زبان
بجا باز دارد محیط روان — در آب افگند کشتی و بادبان
سزا در دهد نا سزا پیشه را — بدام آورد مرغ اندیشه را
چنین حرف بودش روان بر زبان — که زد جوش دریا چو سیل دمان
همان دم دعایش بشد مستجاب — شدند آن غرق کشتی بدریائے آب
چو ملاح این حال حیرت فزا — بدید او ز کشتی چو عزم شنا
بدریا بیفتاد و زد پا و دست — بدان سان که در عالم آب مست
چو در نصف دریا رسید آن لعین — بحکم خداوند دنیا و دین
بطیقان امواج شد مبتلا — ز دستش بشد اختیار شنا
رسیدند ملاح دیگر در آب — کشیدند اورا ازین اضطراب

چو بیرون ساحل بصد کشمکش — رسانند او دیدند او رنگ رخش
ز رفتار تکبر دید رو پر قفا — لبش بند گشت ز صوت و صدا
نگشتند در پائے آں شاہ دیں — ببوسیدند از عجز او سر زمیں
با آنہا چنیں سید پاک گفت — کہ تیر از کماں جستہ ناید بدست
فتد برق ہر جا کہ در مرغزار — چو سوزد نگردد سراسر بہار
اماں یابد از ایزد ذوالجلال — کہ محفوظ دارد زبان جلال
بلے سہل دیدن نگار آں کہاں — بود بیم ایماں و ہم خوف جاں
بہ درویشیں مکتر ببیں زینہار — کہ ماریست پیچیدہ در بیشہ زار
گدا و شہنشاہ را از ادب — سخن گفتنش بہ ز جور و تعب
تو قنبر علی باش اینجا خموش — بجا آر تعظیم ہر دلق پوش

الامر فوق الادب

زبانی عارف کامل میاں سید عبدالرحمن قدس اللہ سرہ کی نقل ہے۔ صاحب موصوف ہم کفو اور خاص مریدان حضرت پیر دستگیر میں سے تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت پیر دستگیر حضرت سلطان دنیا و دیں خواجہ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زیارت کے لئے تشریف لئے جاتے تھے۔ راستہ کے اندر جب سواری مبارک مینار کے قریب پہنچی جو روضۂ منورہ سے نصف کوس کی مسافت پر واقع ہے۔ ارشاد فرمایا کہ جھپان کو جلدی نیچے اتار دیں۔ یہ حکم سنتے ہی کہاروں نے جھپان کو نیچے رکھ دیا۔ آنحضرت فوراً جھپان سے باہر تشریف لے آئے۔ اور پیادہ پا ہو کر روانہ ہوئے۔ پیدل چل کر مزار شریف پر پہنچے فاتحہ اور زیارت کے آداب اور ضروریات پوری فرمائیں۔ واپسی کا وقت آ گیا۔ ارادہ واپسی سے آپ احاطہ مزار شریف سے باہر تشریف لے آئے۔ روضہ مبارک کے پاس ایک مسجد ہے۔ مسجد کے پاس ایک زینہ ہے اس زینہ پر کھڑے ہو کر آپ نے جھپان طلب فرمایا۔ جھپان حاضر کر دیا گیا۔ سوار ہوئے اور چل دیئے۔ منزل کے لئے جو جگہ مقرر تھی سواری وہاں پہنچ گئی جب قیام فرما چکے تھے۔ جو صاحبان کہ باریاب اور زیادہ دخیل تھے۔ موقعہ پا کر انہوں نے عرض کیا کہ روضہ منورہ کو جاتے ہوئے مینار کے قریب پیادہ پا چلنا اور روانگی واپسی کے وقت زینہ سے سوار ہونا اگرچہ خلاف دستور و معمول امور تھے۔ مگر ضرور ہے کہ مذکورہ امور حکمت و مصلحت سے خالی نہ ہوں۔

آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ اس میں بھید تھا۔ اور وہ یہ کہ جب میں پہلی دفعہ آیا تھا تو اختر فلک سروری و درخورشید سپہر برتری حضرت خواجہ صاحب نے اس فقیر پر کرم فرمایا تھا۔ اور وہاں تک جہاں سے میں پیدل ہوا تھا۔ استقبال فرمایا تھا۔ اور اسی مقام تک تشریف لے گئے تھے۔ پاس ادب اور لحاظ سے جس قدر جلدی ممکن تھا جھپان سے نیچے ہو کر ہمرکاب سعادت مآب پیدل روانہ ہوا۔ اور اس وقت کہ اسباب ظاہری اور رسوم زیارت کی سعادت حاصل کر کے واپسی کے ارادے سے روانگی کا قصد کیا اور رخصت ہوا۔ حکم ہوا کہ اے میرے فرزند میری خوشی اسی میں ہے کہ اسی مقام سے جہاں سے میں سوار ہوا تھا سوار ہو جاؤ۔ چنانچہ میں نے حضرت کے حکم کی تعمیل کی۔ حکم کے خلاف کیسے ہو سکتا تھا۔ الطریق کلہ ادب واقع ہوا ہے۔ اس لئے کبھی بھی خلاف حکم بزرگان نہیں ہونا چاہیئے۔ سب ایسی حرکت ناشائستہ کے نتائج بخوبی معلوم ہیں۔ جیسے جیسے حکم ہوتا گیا۔ ویسے ویسے تعمیل کرتا رہا۔

الحمد للہ علیٰ ذالک

پہلے کیا کمی تھی

میاں غلام محمد درویش ساکن سرہند کی زبانی نقل ہے کہ اوائل حال میں قدوۃ الواصلین زبدۃ المحققین عبدالملک سناریہ جو فرزندان حضرت فرید ثانی قدس اللہ سرہ العزیز میں سے تھے۔ حضرت پیر دستگیر سے اتحاد و الفت و اشفاق مافوق البیان رکھتے تھے۔ ایک روز از راہ مہربانی اجازت سورۂ اخلاص پڑھنے کی دیدی۔ حضرت پیر دستگیر نے فرمایا کہ اس کے پڑھنے سے کس قدر کمال حاصل ہوتا اور کیسا ظاہر ہوتا ہے عبدالملک صاحب نے فرمایا کہ بکثرت پڑھنے سے ایک روز مجھے تجلی نور ہوئی تھی۔ حضرت پیر دستگیر نے فرمایا مولانا و مرشدنا حضرت مرشد آفاق نے بھی مجھے سورۂ اخلاص پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ ان ایام میں ہر حرف کے بعد مجھ پر تجلیات ذاتی متجلی ہونے لگی تھیں۔ جب یہ کلمات حضرت کی زبانِ فیض ترجمان سے سنے عبدالملک نے جلدی سے حضرت پیر دستگیر کو اپنی بغل میں لے لیا۔ حضرت قدوۃ الواصلین کی بشاشت خوشی و خرمی کی کچھ انتہا نہ تھی۔ بےشمار آفرین و مرحبا حضرت کو کہے جاتے تھے۔ اور بغل میں دبائے جاتے تھے۔ غرضیکہ بے حد تحسین و آفرین کرتے رہے۔ اور پھر پروردگار عالم کا شکریہ بجا لائے۔ کہ حضرت پیر دستگیر کو جس نے نعمت ہائے بوقلموں سے مالا مال کر رکھا تھا۔ کوئی کمی باقی نہ چھوڑی تھی۔ آپ نے حضرت کو ایک ذریعہ تجلیات الہی کے حصول کا بتلایا تھا۔ مگر وہاں پہلے ہی سے خزانے بھرے پڑے تھے۔

الحمد للہ علیٰ ذالک

دریا سے پیاسے آئے

عابد معمار اور شیو جی کھتری کی زبانی نقل ہے۔ یہ دونوں صاحب قصبۂ انبالہ کے باشندے تھے

اور دونوں حضرت کے طالب و مریدوں میں شمار ہونے کا فخر رکھتے تھے۔ دونوں کا یکساں اور زیادہ اعتقاد تھا
اور دونوں ایک دوسرے سے زیادہ صاحب رسوخ تھے۔ اتفاق ایسا ہوا کہ دونوں پر ایک ہی دفعہ افلاس ظاہری
مستولی ہوگیا۔ دونوں کوڑی پیسہ سے تنگ آگئے۔ استطاعت اور زرداری دونوں سے کافور ہوگئی۔
کسی میں بھی کوئی استطاعت باقی نہ چھوڑی۔ جب بہت زیادہ تنگی نے ستایا۔ خورد و نوش سے لاچار ہوئے۔
حضرت پیر دستگیر کی حضور میں حاضر ہوئے۔ اور اپنی حالت کا اظہار کیا کہ حضرت فاقہ کشی نے تاب و طاقت
تن کو کھو دیا۔ اب تو فاقہ کشی کی طاقت بھی باقی نہیں رہی۔ بہت ناتوان و لاچار ہو کر حضرت سے فریادی ہوئے ہیں
حضرت نے تمام حالات سنے اور حکم دیا کہ معمار کے لئے تو نقش عزیمت اسم یا باسط لکھ کر دیدیں
چنانچہ لکھ دیا گیا۔ اور ارشاد ہوا کہ جاؤ یہ نقش لے جاؤ اور لب دریا بیٹھ کر اتنی دفعہ اس قدر پڑھا کرو۔
جب اتنا عرصہ اس اسم اعظم کو پڑھتے ہوئے گذر جائے گا۔ تو تمہیں از قسم جواہر سیم و زر۔ سونا چاندی جو کچھ
وہاں دکھائی دے۔ اس پر التفات نہ کرنا۔ کیونکہ اس عمل معظم کی مدت عمل زیادہ ہے۔ جب وہ پوری ہو جائے
اور عرصہ مقررہ تک باقاعدہ پڑھا جائے۔ تب تو ضرور ہی مفید ہے۔ درمیانی عرصے کے اندر جبکہ بیش قیمت چیزیں
دکھائی دیتی ہیں ان پر پھسل پڑے تو نہ عمل ہی پورا ہوتا۔ اور نہ ہاتھوں میں رہتا ہے۔ بلکہ وہ زر و جواہر جو
پہلے ہاتھ لگا تھا وہ بھی غائب ہو جاتا ہے۔ صرف افسوس اور پشیمانی پلے رہ جاتی ہے۔ پھر عمر بھر بجز اس کے کہ
کف افسوس ملے اور کچھ نہیں ملتا۔ اگر تو نے ایسی بے احتیاطی اور لالچ سے کام لیا تو اچھا نہ ہوگا۔ بلکہ کچھ
اثر مجھ پر بھی ہوگا۔ مجھے بھی آستانہ سے نکلنا پڑے گا۔
غرض عابد معمار خوب سمجھ بوجھ کر طیار ہوا کہ لب دریا چلا جائے۔ اور دریا کے کنارے بیٹھ کر عمل پورا کرے
چنانچہ معمار مذکور جا بیٹھا اور عمل پڑھنے لگا۔ اسے حضرت کا بتایا ہوا عمل پڑھتے ہوئے تین دن گذرے تھے
تیسرے دن کیا دیکھتا ہے۔ دریا کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک برابر جگہ بہ جگہ زر و جواہر اور بیش قیمت
موتی یہاں سے وہاں تک ڈھیروں کے ڈھیر پڑے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ اور یہ انبار در انبار زر و جواہر
رواں اور جاری ہیں۔ بہے چلے جاتے ہیں۔ افسوس معمار کم حوصلہ اور چھوٹے دل کا مالک اپنے مرشد کامل کا
ارشاد بالکل بھول گیا۔ لب دریا بیٹھا ہوا طمع و لالچ کے دریا میں ڈوب جانے کی تیاریاں کرنے لگا۔ حالانکہ مرشد برحق
نے خوب کان کھول دیئے تھے۔ مگر دنیاوی طمع نے ایسا پھسلایا۔ زر و جواہر کے ڈھیروں نے ایسا بھرمایا۔ اور اپنی
محبت میں ایسا پھنسایا کہ اسے کوئی ہدایت اور کوئی بات یاد نہ رہی۔ لگا ان ڈھیروں میں سے اٹھا اٹھا کے اپنے
کیسے بھرنے۔ چادروں میں باندھنے۔ لیکن جونہی کیسہ بھر لیتا ہے اور چادریں بھر کر گرہ دیتا ہے اسی وقت ازجا تا
ہے۔ پھر وہی خالی کا خالی رہ جاتا ہے۔ تب بھی اس نے اپنے کیسے ویسے بھر لئے اور چادر وغیرہ میں باندھ کر اپنے

گھر کو دوڑا۔ مگر جب گھر پہنچ کر دیکھا۔ نہ کیسہ میں ہی کچھ باقی تھا اور نہ چادر میں ہی کچھ تھا۔ بلکہ وہ نقش حضرت پیر و مرشد میرانجیہ کا عطیہ بھی غائب۔ جب نقش نہ دیکھا تب سخت حیران اور اپنے کئے پر پشیمان ہوا۔ اور لگا خاک اپنے سر پر ڈالنے۔ اور زار و نزار رونے پیٹنے۔ روتا پیٹتا با چشم گریاں و سینہ بریاں افتاں و خیزاں حضرت پیر دستگیر کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا۔ مگر فقط روئے جاتا تھا اپنی حالت اور اپنی سرگذشت بیان کرنے کی جرأت اس میں ہرگز نہ ہوتی تھی۔ حضرت پیر دستگیر نے خود ہی فرمایا کہ روتا کیوں ہے۔ اتنا مال اٹھا لایا۔ خوش ہونے کا مقام ہے۔ رونے کی کیا بات ہے۔ تو تو گٹھڑیاں زر و جواہر کی بھر لایا ہے۔ خوش ہو۔ روتا کیوں ہے۔ بلکہ جو دریا سے لایا ہے۔ ہمیں دکھایا تو ہوتا۔ عرض کیا حضرت جو کچھ لایا تھا۔ اس میں سے تو کچھ بھی نہ بچا۔ یہاں کا تہاں ہی پہنچ گیا۔ ارشاد ہوا اچھا وہ نقش تو لاؤ۔ جو ہم نے دیا تھا۔ عرض کیا وہ بھی نہیں رہا۔ اڑ گیا۔ حکم ہوا اس بے حمیت کو یہاں سے نکال دو۔ معاً اس حکم سے کانپ گیا۔ اور زیادہ سے زیادہ چلانے اور سر پیٹنے لگا۔ بہت ہاتھ پاؤں جوڑے۔ اور اپنے کئے پر پشیمانی توبہ تلا کرنے لگا۔ حضرت نے فرمایا۔ کمبخت تو نے اتنی بڑی دولت و عظمے کی قدر و قیمت نہ جانی۔ اس قدر جلد ہی کر ماری۔ گٹھڑیاں بھر کے اپنے گھر بھرنے کی سوجھی۔ بہت برا کیا تو نے جھٹ پٹ دریا میں ہاتھ ڈالنے کی ٹھانی۔ اتنی بھی نہ سوچا کہ میں ابھی اس دولت کا مالک نہیں ہوا ہوں۔ جب اپنی ملکیت سمجھ لیتا تب ہی اٹھا لیتا۔ جب موکلات مسخر ہو جاتے تو تمام دریا تیرا مال تھا۔ تو نے قبل از وقت دست اندازی کی۔ تو نے اپنے ہاتھوں اپنے پاؤں کلہاڑی ماری۔ اب تو اس چیز کا میسر آنا بالکل دشوار قطعی ناممکن ہے۔ مگر اب بھی جا پروردگار تجھ پر رحیم و کریم ہے کھانے کو دیتے رہے۔ تو اب بھی عمر بھر محتاج نہیں رہے گا۔ جا اس قدر اب بھی رعایت تیرے ساتھ کی جاتی ہے۔ ورنہ جو کچھ تو نے کیا تھا۔ اس کی سزا تو یہ تھی کہ تمام عمر اس زر و جواہر ہیرا موتی کے غم میں روتا اور رونے چھکتا۔ جب تک پیمانہ عمر لبریز نہ ہو جاتا۔ اور موت کا ہاتھ تجھے قیامت تک کی نیند سلا نہ دیتا۔ تو نہ آرام کی نیند سوتا نہ چین لیتا۔ معاً سنکے ہمراہ لالہ شیو جی مل کھتری بھی آئے تھے انہیں بھی عزیمت اسم اعظم یا بدوح کی تلقین فرمائی گئی تھی۔ مگر چونکہ یہ آپ بھی بالکل بدھو آدمی تھے کم حوصلگی کا اظہار ہوا۔ اس نے بھی مطابق ارشاد و ہدایات عمل نہ کیا۔ نہ عمل ہی پورا ہو سکا۔ مگر حضرت کا مزاج نہایت ہی رحیم واقع ہوا تھا۔ جب وہ بھی نامراد و ناشاد روتا ہوا حضور میں آیا۔ تو بھی یہی حکم ہوا کہ کیا تو تو نے بھی وہی۔ جو عابد سنار نے کیا تھا۔ مگر جاؤ لالہ جی تمہاری تنگی ترشی دور ہو جائے گی حیات آ رہے۔ اگرچہ بڑے سیٹھ ساہوکار تو نہ بن سکو گے مگر تنگ ہو کے بھی نہ مرو گے۔ عمر فراغت و فراخدستی گذار جاؤ گے۔ کیا کریں یا حکم خدا سے بتایا یا تو دہ گیا تھا۔ اگر پورا کر جاتے۔ تو بڑے دھنی دھنا ڈ اور مالا مال ہو جاتے

مگر چونکہ پورا نہیں کر سکے۔ پھر بھی اتنا تو ہو گیا کہ ننگ بھوک سے بچ گئے۔ چنانچہ تنگی تو اب پھر نہیں آئی۔ الحمد للہ علی ذالک

زردک (گاجر) کی رکابیاں

زبانی دانشمند عالیقدر ملا عصر مصر شنکر کے ایک نقل مشہور ہے۔ مصر جی موصوف طالبان صادق اور ندیمان محرم اسرار آنحضرت میں سے ایک بزرگ تھے۔ ایک دن ایک گاؤں کے زمیندار سات سبد یعنی رکابیاں زردک بطور نیاز لے کر حضرت میر انجیو کی خدمت باسعادت میں حاضر ہوئے۔ ارشاد ہوا کہ انہیں کاٹ کر لاؤ۔ چند درویش لے گئے۔ اور تراش کر ساتوں رکابیاں حاضر لائے۔ آنحضرت نے کھانا شروع کیا۔ قریب چار سنے رکابیاں نوش جان فرما گئے۔ مصر جی فرماتے ہیں کہ اس قدر تناول فرما چکے تھے کہ فقیر (مصر جی) زیارت و حصول دولت نیاز کی غرض سے بندگان حضور کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ زردک کی خالی رکابیاں سامنے پڑی ہوئی تھیں دیکھ کر میں نے حاضر خدمت درویشوں سے اشارتاً کہا کہ رکابیاں تو اٹھا لیں۔ کیونکہ خالی اور باقیماندہ رو برو پڑی رہنا کچھ موزوں اور مناسب نہ سمجھا۔ اور میں نے اونچی آواز سے حضرت کی خدمت میں بے تکلفانہ جیسے عرض کر دینے کا فخر حاصل تھا۔ کہ حضرت کونسے خیال میں مستغرق بیٹھے ہیں۔ میری عرض پر حضرت ہوشیار ہوئے۔ اور آگے رکھی ہوئی باقی ماندہ زردک کو دست مبارک سے لوٹ پوٹ کیا۔ ارشاد کیا اے مصر شنکر عین وقت پر آئے۔ اور خوب آئے۔ اور مجھے بھی خبردار کیا۔ بہت اچھا کیا۔ ورنہ ہزار من سے بھی سیر نہ ہوتا۔ غرض مصر جی کو تحسین و آفرین فرمائی۔ اس کا مطلب و مدعا کہیں آگے آئے گا۔ آئے۔ واللہ اعلم بالصواب

خربوزہ کھاؤں گا۔

نقل ہے کہ ایک شخص دل کے اندر یہ قرار دے کر حضرت کی خدمت میں حاضر آیا کہ اگر حضرت مجھے خربوزہ عنایت فرمائیں۔ جبکہ اب موسم نہیں ہے۔ تو میں ارادت لاؤں گا۔ اور بیعت ہو جاؤں گا۔ جب وہ شخص حضور قطب الانوار کی حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت نے اپنے درویشوں سے کہا کہ کوئی ہے۔ حاضران خدمت اقدس نے آواز دی اور عرض کیا کہ حاضر ہیں۔ حضرت نے فرمایا دیکھو۔ فلاں طاق کے اندر آدھا خربوزہ رکھا ہے۔ اٹھا لاؤ۔ اور اس عزیز کو دیدو۔ جس درویش کو حکم دیا گیا تھا جب وہ حجرے کے اندر پہنچا تو دیکھا آدھا خربوزہ رکھا ہے۔ جس میں کہ ارشاد فرمایا تھا۔ درویش مذکور اٹھا لایا۔ اور اس شخص کے حوالے کیا۔ جو گھر سے یہ ٹھان کر چلا تھا کہ اگر حضرت پیر دستگیر میر انجیو صاحب کشف و کرامات ہیں۔ تو بے موسم خربوزہ مجھے کھلا دیں گے۔ اور اگر ایسا ہوا تو میں آج ہی سے حضرت کا مرید و معتقد ہو جاؤں گا۔ جس قدر

بزرگ کہ حاضر مجلس مبارک تھے۔ یہ ماجرا دیکھ کر حیران ہی رہے۔ کہ بے موسم خربوزہ کیسے آیا۔ کب آیا اور کون دے گیا تھا۔ کسی نے آتے جاتے اور خربوزہ لاتے بھی نہ دیکھا تھا۔ جو شخص کہ خربوزہ کا خواہشمند تھا اس کی حیرت تو سب سے زیادہ تھی۔ بلکہ وہ کسی قدر نادم و شرمندہ بھی تھا۔ خربوزہ ہاتھ میں لیتے ہی اس نے حضرت کے پائے مبارک پکڑ لئے۔ عذر تقصیر کیا۔ اور اسی دم داخل سلک مریدان آنجناب فیض مآب ہوگیا۔ والحمد للہ علیٰ ذالک

نافرمانی سے قصبہ برباد

نقل مشہور ہے کہ اوائل میں حضرت پیر دستگیر جب حضرت مرشد آفاق کی حضور میں موجود رہا کرتے اور مقام انبیٹہ میں قیام فرماتے۔ حضرت مرشد آفاق کے دل میں خیال گزرا۔ اور شوق پیدا ہوا کہ ایک باغیچہ لگانا چاہیئے۔ چنانچہ حضرت ممدوح نے ارشاد کیا۔ اے میرانجیو! اس قصبہ کے چودھریوں اور زمینداروں نے تھوڑی سی زمین اس فقیر و حقیر کو دی ہوئی ہے۔ اگر ایسا ہو کہ تھوڑی سی زمین اور دیدیں۔ تو میرا شوق اور خیال ہے کہ ایک باغیچہ لگا دیا جائے۔ اگر آج آپ بھی میرے ساتھ چلیں۔ تو زمینداروں اور چودھریوں کے پاس چلیں اور تھوڑا قطعہ زمین ان سے مانگیں۔ اگر وہ لوگ ازراہ مروت دیدیں تو بہت اچھا ہے۔ حضرت میرانجیو نے فرمایا کہ غلام تابع امر مبارک ہے۔ جو حکم ہو بچشم بجالانے کے لئے تیار ہے۔ پس دونوں بزرگ گھر سے نکلے اور روانہ ہوئے۔ اس وقت زمینداران اپنے گاؤں سے باہر اپنے کھیتوں کنوؤں ہل چلانے میں مصروف تھے۔ گاؤں کے اندر اس وقت کوئی شخص بھی موجود نہ پایا۔ لہذا باہر ہی تشریف لے گئے۔ اور جہاں دو چار زمیندار معہ چند قلبہ رانی پائے۔ وہاں پہنچے۔ اور باتوں میں لگ گئے۔ حتیٰ کہ جیسے جیسے زمیندار ہل کے ساتھ ساتھ چکر لگاتے تھے۔ ویسے ہی دونوں بزرگ بھی ساتھ ساتھ ہل باتیں کرتے ہوئے اور گھومتے ہوئے دائر سائر تھے۔ غرض ہل کی ہر ایک گردش کے ساتھ برابر چکر لگا رہے۔ حضرت مرشد آفاق نہایت آشتی اور ملائمت کے ساتھ یہ الفاظ فرماتے ہوئے جا رہے تھے اس سے پہلے جو زمین آپ لوگوں نے ہمیں دیدی ہے۔ بہت ہی تھوڑی ہے۔ اور تھوڑی زمین اس اوپر اور ایزاد کر دیں۔ تو میں چاہتا ہوں۔ ایک چھوٹا سا باغیچہ لگا دوں۔ اور چھوٹا سا باغ لگا کر زمین خوب آباد کر دوں۔ ان بدبختوں نے جو عقل و فکر سے کورے جاہل تھے۔ درشتی سے جواب دیا کہ اے تو چاہتا ہے کہ ہمارا سارا کا سارا گاؤں اپنے قبضے میں کر لے۔ حضرت مرشد آفاق اور حضرت پیر دونوں بزرگ تین چار مرتبے ان بے وقوف زمینداروں کے ہل کے ساتھ ساتھ چکر لگاتے اور اپنی خواہش بمنت و ملائمت کرتے رہے۔ اور تھوڑے سے قطعہ زمین کے لئے ہل کے ساتھ ساتھ پھر کر

مگر ایک سماعت نہ ہوئی۔ چونکہ ان بدبختوں اور شامت کا وقت وارد ہو چکا تھا۔ ان لوگوں نے برابر اپنے سینوں پر ہاتھ رکھ رکھ کر درشتی اور سختی سے جواب با صواب دیا۔ اور برابر انکار کرتے چلے گئے۔

حضرت مرشد آفاق نے مایوس و ناکام واپسی کا قصد فرمایا۔ جب قدم مبارک پیچھے کو بڑھے۔ حضرت میرانجیو ذرا ٹھہر گئے۔ اور فرمایا حکم ہو تو ان کمبختوں کو مع ان کے اس قلعہ میں پٹخ دوں۔ ارشاد ہو تو غرق دریائے قہر ربانی کر دوں۔ ان نامرادوں کی بستی تک کو تباہ و برباد کر دوں۔ حضرت مرشد آفاق نے حضرت میرانجیو کے ارشاد کے جواب میں ارشاد فرمایا۔ میرانجیو میں نے تو سمجھا تھا کہ آپ نے درویشی سے کامل بہرہ پالیا ہے۔ مگر اب معلوم ہو گیا کہ ابھی آپ کے اندر نفسانیت کا حصہ باقی ہے۔

حضرت پیر دستگیر ناچار و مجبور قہر درویش بر جان درویش ضبط کر گئے۔ اور خاموش ہو گئے۔ تھوڑی سی دیر ان باتوں کو گذری تھی کہ حضرت مرشد آفاق فرمانے لگے کہ میرانجیو آپ کو اس وقت بالکل مثل خواجہ معین الدین اور گنج شکر حضرت بابا فرید قدس سرہ کے ہیں۔ اگر آپ کا جذبہ اب روکا نہ جاتا تو تمہارے جذبے سے زمینداروں کی بیخ و بنیاد اکھڑ جاتی۔ وہ تو یوں کہو خوش قسمتی سے میں ساتھ تھا۔

دو تین روز حضرت پیر دستگیر کی خدمت بابرکت میں اور ٹھہر کے۔ پیر ولیس تشریف لے آئے۔ آپ کی واپسی کو ابھی دو تین دن سے زیادہ عرصہ نہ گذرنے پایا تھا کہ آتش قہر ربانی کی ایک چنگاری پڑی جس نے گھر گھر جلا دیا۔ اور آباد گھروں کو خاکستر کر دیا۔ کہیں اتنا ہی تو باقی نہ چھوڑا کہ اپنا وقت بے وقت سر دبکا لیں۔ اس پر بھی ان کم نصیبوں کا چھٹکارا نہ ہوا۔ پھر مرگ نے ان بدکاروں کا گلا دبانا شروع کر دیا۔ گھروں کے گھر۔ حویلیوں کی حویلیاں موت نے خالی کر دیں۔ قفل لگا دیئے جس گھر میں دس کس تھے۔ اس میں سے ایک بھی مرگ مفاجات کی زد سے نہ بچا۔ اور نہ جانبر ہو سکا صفایا بول گیا۔ جس گھر کے دس تھے دس۔ جس کے پانچ تھے پانچ چاٹ لئے۔ متواتر اور متوالی یہی حالت رہنے لگی۔ گروہ کے گروہ داخل جہنم ہونے لگے۔ جب میدان ہو گیا۔ آدمی عورت بچے سب قدر تھے سب مر مٹے معدودے چند باقی رہ گئے۔ وہ حضرت مرشد آفاق کی خدمت میں حاضر ہو کے بہت روئے اپنے کئے پر سخت ہی پشیمان اپنی زار و نزار حالت دکھلا کر عرض کرنے لگے۔ یا حضرت اب تو کچھ باقی نہیں رہا محض بد قسمتی گردش افلاک نحوست و بدبختی نے انکار کرا دیا تھا۔ ورنہ ہم کس کے اور ہماری زمینیں ہمارے گھر بار ہمارے عیال و اطفال کس کے تھے۔ اب معلوم ہو رہا ہے کہ یہ جو کچھ آفت ہم پر نازل ہوئی ہے یہ اس نافرمانی کی سزا ہے جو نادانستگی میں زمین سے انکار کرنے پر سرزد ہوئی۔

حضرت مرشد آفاق نے جواب دیا کہ یہ تیغ جو علم ہوئی ہے میرا بنجیو کے جوش غضب سے یہ آفت کی تلوا ہیں تمہیں قتل و غارت کر رہی ہیں - اگر تم میں سے کوئی شخص ان کی خدمت میں جاکر حاضر ہووے - اور عرض اسلام کرے زندہ رہیگا - اور سب آفات ارضی و سماوی سے محفوظ و مامون رہے گا - ورنہ لوگوں کو اختیار ہے - مگر تمہارے لئے بہتر اسی میں ہے کہ جاؤ اور ان سے اپنی خطا معاف کراؤ -

جب ان لوگوں کو یہ بات معلوم ہوئی جس قدر باقی بچ گئے تھے - وہ دیکھ اور لوگ دوسرے گاؤں کے سفارش کیلئے ساتھ لئے بغرض پچاس آدمیوں کا گروہ جمع ہو کر افتاں خیزاں دائرہ شریف کو روانہ ہو گئے - کہتے ہیں زیادہ تر یہ لوگ اسی قصبہ کے تھے - قبل اس کے کہ دائرہ شریف پہنچیں - چھیالیس آدمی راستہ میں ہی راہی ملک بقا ہو گئے - صرف دو تین آدمی نہایت مصیبت میں تباہ حال بپناہ آستان والا دودمان میں آ گئے - ان لوگوں نے جب قدم دائرہ شریف میں رکھا اور جمال جہاں آرائے حضرت پیر دستگیر کی جھلک انکی آنکھوں نے دیکھی دیکھتے کیسا تھا ہی کلمہ طیب انکی زبان سے نکلا خوف جان سے دہائی دے اٹھے - اور قبول اسلام کی خواہش انکی سب سے پہلی خواہش تھی - حضرت پیر دستگیر نے یہ طیب خاطر قبول فرمائی - ان لوگوں کو جو اس قیامت کے میدان سے اپنی جانیں بچا کر زندہ و سلامت کاشانہ دولت کی پناہ میں پہنچ گئے تھے عزت اور آؤ بھگت سے رکھا - وہ لوگ برضا و رغبت خود سلسلہ مریدان حضرت میں منسلک ہونے کے خواہشمند ہوئے - وہ بھی قبول فرمائی گئی مرید ہونے کے بعد بھی وہ لوگ چند روز نہایت خوشی سے دولت زیارت سے مالا مال ہوتے رہے - پھر حضرت سے رخصت ہو کر اپنے گاؤں انبیٹھہ گئے - اور دیسی ہی برکت و دولت تھوڑے عرصے میں عنایت ربانی دفیضان حضرت سے پھر آمد جود ہوگئی - بیان کیا گیا ہے کہ انبیٹھہ میں جس قدر زمیندار اس وقت موجود ہیں ان دونوں کی اولاد میں جو باقی بیٹھے اور سہارنپور کے رہتے تھے - بزرگوں - اولیاء اللہ کی مخالفت سے خالف رہنا ان کے خلاف مزاج کوئی حرکت نہ کرنا خود اپنی بھلائی ہے - الحمدللہ علی ذالک

میر جی کی ہوس

نقل ہے کہ تیاری فصل کا موقع تھا - یا فصلیں کاٹی جا رہی تھیں - فصل ربیع کا موقع تھا - ایک میراسی تونورانی کالمہ پڑھنے والا پیٹ بھی مانگتا ہوا اس ضلع میں وارد ہوا اور اپنا کام کرتا ہوا حضرت پیر دستگیر کی دولت اسلام حاصل کرنے کی غرض سے حاضر و دلشکستہ ہوا - جب حضور کی بیٹھک حاضر ہوا

حضرت نے [illegible] میراں جی [illegible] دریافت فرمایا۔
اور ارشاد فرمایا کہ جب تک تم یہاں غلہ وغیرہ کی فراہمی میں مصروف رہو [illegible] وغیرہ ضروریات یہاں
سے پوری کرتے رہو۔ اور دونوں وقت کھانا یہاں سے کھاتے رہنا۔ کوئی تکلیف نہ اٹھانا
اور جب اپنے کام سے فارغ ہو جاؤ [illegible] تو [illegible] کی
روٹی موقوف کر دی جائے۔ اپنے [illegible] میراں جی اپنے کام میں ایسا مصروف
ہوا کہ [illegible] مگر [illegible] کرتا رہا کہ
جب غلہ دس یا پانچ من [illegible] یہ سلسلہ جاری رکھا
اور اپنی روٹی برابر باورچی خانہ سے [illegible] وقت [illegible] رہا۔ ایک دراز مدت اسی طریقے سے
وقت گذارتے بسر ہو گئی۔ ایک روز حضرت پیر و دستگیر میراں جی سے دریافت کر بیٹھے کہ [illegible] روٹی تو
سرکار سے ہی برابر کھا رہے ہو [illegible] میراں جی نے عرض کیا
غریب نواز یہ غریب [illegible] اور [illegible] تنہا ہے۔ اکیلا آدمی [illegible] کھانے پکانے کی زحمت برداشت کرنا
ذرا دشوار کام ہے۔ اس لئے اس تردد سے بچا ہوا ہوں۔ حضور کے سرِ مبارک کا تصدق ہزارہا عالم کھاتا
اور مزے اڑاتا ہے۔ میں بھی اسی سلسلہ میں یہ دعاگو [illegible] روٹی کھاتا اور حضور کو دعا دیتا ہے۔ جس قدر کھاتا ہوں
اس سے دہ چند دعا کرتا ہوں۔ اور ہزار چند خود خوش ہوتا ہوں اور عیش کرتا ہوں۔ حضور مجھے کسی قسم کی
ضرورت نہیں۔ یہ میری عادت نہیں کہ مفت کا مال [illegible] اور بلا ضرورت کسی شے کو
[illegible] کا عیب [illegible]۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کیا ابھی تک [illegible] غلہ [illegible] جمع کرنے کے لئے آپ یہاں
آئے ابھی تک جمع نہیں ہو سکا۔ میراں جی نے عرض کیا حضرت [illegible] فراہم ہوا کہ سنبھال
نہیں سکا خوب اکٹھا کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ ہمارا تمہارا اقرار یہ تھا کہ جب تک غلہ جمع کرتے رہو
روٹی کھایا کرو [illegible] قرارداد
تھی یا کچھ اور [illegible] فرمایا
کہ [illegible] رہو کر
جس [illegible] آپ ان ایام کا
حساب لگائیں [illegible] آج تک جس قدر
[illegible] جائے
کھا [illegible] ہوگا۔ [illegible] ہو گا۔

مفت خور میراسی اس عزم کو کوئی بڑا بھید خیال کر کے دل ہی دل میں سوچنے اور کہنے لگا عجیب بات ہے
اس لنگر خانہ سے اس قدر دنیا ہزاروں انسان وظیفہ خور ہیں۔ اور بے شمار لوگ یہاں سے رات دن
کھا کر نکلتے ہیں۔ اگر چند سیر غلہ میں کھا گیا تو کیا غضب ہو گیا۔ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ مجھ سے واپس
لیا جائے بھلا اگر نہ لیتے تو کون سی بات تھی۔ یہاں سیروں غلہ سے کیا کمی ہو جائیگی۔ ان باتوں
کی کیا پروا ہے۔ غرض میراسی نے غلہ کی واپسی میں تامل کیا۔ یہاں تو وہ چند سیر غلہ کی واپسی میں
پس و پیش کر رہا تھا۔ وہاں اسی شب اس کے گھر چوروں نے نقب لگا دی۔ سو دو سو من غلہ جس قدر کہ
اس کے گھر میں موجود تھا۔ دوسری اشیاء و امانت اسباب غرضیکہ جو کچھ موجود تھا۔ چوروں نے سبھی کچھ
سمیٹا۔ اور راتوں رات چلتے ہوئے۔ دوسرے دن میراسی کی عورت نے یہ جانگداز واقعہ میراسی کو سنایا
میراسی نے اپنا سر پیٹ لیا۔ اور روتا دھاڑتا حضرت میراں جی کی حضور میں فریادی ہوا۔ حضرت
میراں جی نے ارشاد فرمایا۔ بھائی تو آپ ہی اپنے اقرار اور اپنی زبان سے پھر گیا تھا۔ جو کسی حال میں بھی
مناسب نہ تھا۔ اب اپنی بدعہدی کی سزا بھی بھگت میراسی نے نہایت عاجزی اور منت و زاری سے عرض
کیا۔ حضور۔ تمام خانماں برباد گیا۔ اب تو زندگی کے دن کاٹنے بھی دشوار ہو گئے۔ حضرت نے فرمایا بھئی
بات یہ ہے۔ کہ تو نے آپ ہی اپنے عہد کو توڑ کر بربادی خریدی ہے۔ اب بھی تو اگر اپنا اقرار پورا کرے
اور جس قدر غلہ کہ بدعہدی سے تو نے کھایا ہے۔ واپس کر دیوے۔ تو خدائے اکرم جو کارساز ہے اسکی رحمت
سے بعید نہیں کہ تیرا تمام سامان خانہ جو چوری سے گیا ہے۔ واپس دلا دیوے۔ میراسی نے اسی وقت
حساب کیا۔ اور چند سیر غلہ جو زیادہ کھا گیا تھا۔ اور بلا اجازت جو کہ لے چکا تھا۔ سیف فضل کے حوالے کر دیا۔
اتفاق سے اسی رات کو چور اپنی عادت کے موافق چوری کرنے نکلے جب چوری کرنے کے لئے ایک گھر
کے اندر داخل ہوئے۔ تو قدرت الٰہی سے سب چھپنے شامل تھے۔ سب کی آنکھوں کی بصارت جاتی رہی۔ اور
اندھوں کی طرح بیٹھ لئے ہر شخص ایک جگہ جمع ہو گئے۔ اور آپس میں ایک دوسرے سے پوچھنے اور دریافت
حال کرنے لگے۔ کہ اسکی وجہ کیا ہے۔ اتنی جلدی ہی آنکھوں کی روشنی غائب ہو گئی۔ یہ بے سبب نہیں۔ خیال کرو
کوئی ایسی بات ہم سے ہوتی ہے جس کی سزا اتنی جلدی مل گئی۔ یا تو ہم سے کبھی بزرگوں کی بے ادبی ہو گئی ہے
یا کوئی شوخی اور تقصیر ہم سے ظہور میں آئی ہے۔ بجز ایسے اسباب کے اور کوئی باعث نہیں۔ اپنی دانست
میں تو کوئی ایسا واقعہ نہیں ہوا۔ ہاں ایک بات کہ کل رات ایک میراسی کا گھر ہم نے توڑا تھا۔ یہ قوم خود ہی
خیرات خور ہے۔ اس نے ممکن ہے۔ ہمارے حق میں بددعا کی ہو۔ تمام چوروں نے صدق دل سے دعا کی
اور اقرار کیا کہ اگر ہماری گئی ہوئی بصارت واپس آ جائے۔ اور ہم بہتر ہو جائیں۔ تو مال و اسباب اس

میرسی کا بدستور اس کے گھر پہنچا دیں گے۔ اور انہوں نے صدق دل سے یہ اقرار کیا ادھر خالق النور والظلمات خداوند جل علا نے ان سب کی آنکھیں نور بصارت سے منور اور روشن کر دیں سب کو دکھائی دینے لگا چوروں نے اپنے اقرار کو پورا اور اپنے عہد کو ایفا کیا۔ اور جس قدر مال اسباب میرسی کے گھر سے چرا لے گئے تھے۔ پھر واپس اس کے گھر ڈال گئے۔ اور اس کے گھر کے صحن میں اس کے اسباب کا ایک انبار لگا دیا۔ جب صبح ہوئی اور میرسی کی عورت نے خواب غفلت سے آنکھیں کھولیں تو کیا دیکھتی ہے۔ کہ کل جتنا اسباب و اثاث البیت چوری گیا تھا۔ آج تمام کا تمام ایک انبار کی صورت میں اس کے صحن خانہ میں موجود پڑا ہے۔ جس قدر جلد ممکن تھا اپنے شوہر کے پاس یہ مژدہ جانفزا پہنچایا۔ کہ نہایت عجیب و غریب حالت پیش آئی ہے۔ کل رات ایسی بلا نازل ہوئی تھی۔ کہ گھر بھر کا پیسہ پیسہ چوری چلا گیا تھا۔ اور آج وہی مال تمام و کمال آپ سے آپ گھر پہنچ گیا۔ ایسا عجب کام نہیں ہوا۔ اس نادر واقعہ سے دیکھنے اور سننے والے متعجب و متحیر انگلیاں منہ میں لے رہے ہیں۔ مثلاً وہ سب حیران ہیں کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیا بھید ہے جیسے چوری کی خبر پا کر میرسی بھاگا ہوا حضرت میرا جیو کی حضور میں روتا چلا آیا تھا۔ اب شادان و خندان سجدہ کرتا ہوا پھر حضرت کی خدمت با سعادت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ بدستور وہ مال جو میرے گھر سے چوری ہو گیا تھا سب واپس آ گیا۔ اسی وقت سے خدام حضرت میں حاضر ہو کر شامل ہو گیا۔ الحمد للہ علی ذالک

خلاقِ عالم نے برہمن کو لڑکا دیا

میاں چھجو خاں ساکن قصبہ کیتھل کی زبانی جو مرید اور طالب صادق آنجناب تھا۔ مشہور نقل ہے کہ ایک روز میں زیارت حضرت پیر دستگیر کے لئے گھر سے روانہ ہوا۔ اثناء راہ میں ایک شخص پنڈت سکھ نامی قوم سے برہمن مجھے مل گیا۔ یہ شخص میرے اخلاص مند اور شفیق دوستوں میں سے تھا۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ تم کہاں جا رہے ہو۔ اور کس مقصد کے لئے چلے ہو۔ میں نے اپنے پیر و مرشد کی زیارت باسعادت کا قصہ سنایا اس نے کہا تمہارا پیر صاحب کس قدر بزرگ ہے ہم کو کہو کہ جیسے تمہیں شوق ہے ویسا ہی مجھے بھی ہو گیا ہے۔ کہ میں بھی ان صاحب برکت بزرگ کی زیارت کر لوں۔ اور تمہارے ساتھ چلوں۔ اور نیز جو میرا احوال ہے۔ وہ میں ان کی حضور میں عرض کر دوں اس برہمن کے کوئی اولاد نہیں تھی۔ آرزو مند فرزند تھا۔ اور دل میں تمنا رکھتا تھا۔ کہ ایک بیٹا ہو جائے القصہ دونوں ہم مصلاح ہو کر چل دیئے اور جناب کی خدمت میں پہنچ گئے۔ جب حضرت سے دو چار ہوئے حضرت نے دریافت فرمایا کہ کون ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت کا غلام چھجو خاں کیتھل والا۔ فرمایا دوسرے کون صاحب ہیں۔ جو تمہارے ساتھ ہیں۔ عرض کیا پنڈت سکھ برہمن حضور کے اخلاص مندوں اور غلاموں میں سے

ایک غلام ہے۔ اس [illegible] سے جدا نہیں ہوا [illegible] اور [illegible] دولت سعادت سے مالا مال
ہوں حکم ہوا [illegible] اس [illegible] اور [illegible] دل میں خیال گذرا کہ میرے لئے
ضروری ہے [illegible] اور یہ کہ [illegible] جا سکنے والا کچھ عنایت فرمایا جائے
حضور دعا فرمائیں [illegible] تو ضرور [illegible] ہو گئی [illegible] ایسا ہو کہ حضرت (رح) فرمانے کیلئے تیار ہو جائیں۔ وہ
اپنے دل میں یہ خیالی پلاؤ پکا رہا تھا۔ حضرت صاحب [illegible] باطن سے اس کے تمام دلی خیالات پر ظہور کیا
اور ارشاد فرمایا کہ نین سکھ کو بیٹا دیدینا ہمارا کام تو ہے نہیں۔ ایسے امور کو خدائے پاک کی ارادت
پر موقوف ہیں۔ لیکن جب [illegible] تمہارے گھر میں [illegible] بیٹا کرامت فرمادے۔ تو
ہمیں اس کی پیدائش کی خوشخبری اس فقیر کو بھی پہنچا دینا۔ جس شوق اور محبت سے تم لوگ یہاں تک
آئے ہو۔ اس سے اس فقیر کو بھی [illegible] تمہارے گھر میں ہو جانے سے
ایسا ہی [illegible] ہو جائے گی۔

نین سکھ پریمی کا بیان ہے کہ [illegible] حضرت کے دربار سے رخصت ہو کر گھر پہنچا۔ دن دوپہر تھا۔
اتفاق سے [illegible] اس کی زوجہ کے رحم میں قرار پکڑ گیا۔ اور جب مدت حمل
گذر چکی بیٹا پیدا ہو گیا [illegible] نہایت شکیل [illegible] تین پچیس روپیہ نقد اور مٹھائی کا مقولہ [illegible]
کر کے دوڑا ہوا حضرت کی خدمت میں [illegible] حاضر ہوا۔ میرے سلام اور خوشخبری کے بیان
کے بعد فرمایا کہ [illegible] ہمارے حق میں [illegible] کیا ہے بیان کرنا چاہتے [illegible] عرض کیا
[illegible]
مقولہ
جناب والا نے پسند فرمایا۔ [illegible] فرمایا جس سے نین سکھ کا
ایمان ہے کہ [illegible] اور زیادہ ہو گئی۔ حضرت نے [illegible] ارشاد فرمایا کہ [illegible] تمہارے
[illegible] انعام تمہیں کر دیئے
نین سکھ کا بیان ہے کہ حضرت کا [illegible] غلام [illegible] موجود ہے۔ یہ پچیس روپے جو
پیش کئے گئے ہیں۔ [illegible] دوسری [illegible] سبکی اور
بدنامی ہے حضرت نے میری [illegible] حضرت کی دعا سے ملتا
ہوا [illegible] الحمد للہ علی ذالک۔
[illegible]
[illegible] گذشتہ اور اپنے زمانے میں

ساحری کا ماہر اور ہم فن تھا۔ نہایت شہرت رکھتا۔ بود و باش رکھتا تھا۔ اس کی ایسی غضبناک حالت تھی کہ اگر وہ کسی دوسرے شخص کی طرف غصہ کی نظر سے ایک نگاہ ڈال دیتا اسی جگہ اسی لحظہ ایسا سخت درد جگر اس کے ہونے لگتا کہ شدت درد سے وہ انسان نہایت بے چین ہو جاتا اور چند لمحے وہاں تڑپ تڑپ کر اپنی پیاری جان۔ جان آفریں کے حوالے کر دیتا۔ لوگوں کے دلوں کو ایسا اپنی طرف کھینچتا۔ اور مائل کر لیتا کہ سوائے اس کے خواہ کوئی ہو۔ ایک نگاہ غلط انداز بھی ڈال لینا ناگوار ہو جاتا تھا۔ ایک روز ایسا ہوا کہ جس قصبہ میں وہ ساحر رہتا تھا۔ حضرت پیر دستگیر بھی اتفاق سے تشریف اسی قصبے میں لے گئے۔ بزرگ اور اہل اللہ جان کر اس قصبے کے چھوٹے بڑے سب حضرت کی خدمت میں شوق دل سے حاضر ہوئے۔ چونکہ زیادہ تر لوگ حضرت کی خدمت میں حاضر تھے۔ معمول روزانہ سے اس ساحر کے پاس لوگوں کی حاضری کم ہوئی۔ اس واقعہ سے وہ مردود ساحر چیں بہ جبیں ہوا۔ اور متعجب اور متحیر ہو کر کمی کا باعث پوچھنے لگا۔ کہ خلاف معمول آج کیا بات ہے کہ لوگ ہمارے سلام کے لئے کم آئے ہیں۔ اور جنس بشر کی یہ مجال کیونکر ہو گئی۔ کہ ہمارے سلام کی پرواہ نہ ہوئی وجہ بتاؤ سبب بیان کرو۔ زیادہ رد و کد سے اسے اصل سبب معلوم ہو گیا۔ اور حضرت کی تشریف بری کا حال اس پر کھلا اور کل واقعات سے اطلاع ہوئی۔ بولا وہ ایسا کون شخص یہاں وارد ہو گیا ہے۔ کہ خلائق کا دل ہی ہم سے پھر گیا۔ دل برگشتہ ہو کر ادھر رجوع ہو گئے۔ ایسے شخص کا دیکھنا ہم پر فرض ہو گیا ہے۔ ضرور ایسے شخص کو دیکھنا چاہئے بلکہ ایسے آدمی کا تو امتحان کرنا ضروری ہے۔ اور اگر کوئی صاحب کمال شخص ہے تو اس کے پاس اس کا کمال چھوڑ دینا نامردی ہے۔ جو چیز وہ لئے پھرتا ہے چٹکیوں میں اڑا لوں گا۔ وہ کس ہوا میں۔ ایسے الٹے سیدھے خیالات اپنے دل کے اندر جا کر اور یہ داعیہ عناد دل میں لے اور اپنے باطن کو مضبوط کر کے گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ اور حضرت کی جناب میں حاضر ہو گیا۔ اور زبانی بلسانی اپنا اشتیاق و شوق ملاقات وغیرہ کا حال بڑے زور و شور سے بیان کرتا رہا۔

حضرت میراں جیو کی ذات والا صفات نہایت رحیم و کریم واقع ہوئی تھی۔ حضرت نہایت ہی طبع کریم رکھتے تھے۔ لہذا نہایت شفقت و مروت کے ساتھ اس ساحر سے پیش آئے۔ عزت سے بٹھایا۔ خاطر و مدارات میں کوئی فرو گذاشت نہ ہونے دی۔ فرمایا کہ جیسے آپ اس فقیر کی ملاقات کے شائق تھے۔ فقیر کو بھی آپ سے ملنے کا ایک مدت دراز سے شوق تھا۔ خدا کا شکر ہے آج وہ تمنائے دیدار میسر آئی ہے۔ ہر باب اور ہر قسم کے تذکرے شروع ہو گئے۔ ہر علم و فن کی باتیں باہم ہوئیں۔ اثنائے گفتگو میں ساحر نے عرض کیا۔ مدت سے میری یہ دلی آرزو تھی کہ موقعہ زیارت نصیب ہو تو حضرت سے یاد الٰہی کا سبق سیکھوں

اس کے جواب میں حضرت میرانجیو نے فرمایا کہ بھئی یہ بچے بہلانے کی بات ہے۔ تم خدا کا کامل وجود ہو۔
تمہیں کیا ضرورت پڑی ہے کہ ہم ایسے لوگوں سے کچھ سیکھو۔ ہاں وہ آدمی جو کچھ نہ جانتا ہو۔ اسے سیکھنا
لازم آتا ہے تم تو خود ہی ہر فن میں مشاق ہو۔ یہ فقیر آپ کے مقابلے میں بالکل بے بضاعت ہے۔
یہ خواہش جو ایسے شخص سے رکھنا آپ ایسے بڑے آدمیوں کو زیب نہیں دیتا۔ ساحر ان باتوں پر
نہیں پسیجا۔ اس نے ٹال ٹول کر دوبارہ پھر اسی خواہش کو بڑے عجز سے دہرایا۔ کہ حضرت سے ضرور
یاد الہی کا سبق پڑھنا چاہتا ہوں۔ اور حضرت براہ مہربانی بتلائیں۔ اس عاجز کی یہ بہت دیرینہ آرزو ہے
اس لئے اس دروازے سے محروم و ناکام نہ بھیجئے۔ بلکہ ضرور بالضرور اپنی عادت کے موافق نوازش فرما دیجئے۔
اور مجھے سبق بتلا کر سرفرازی بخشئے۔ جب وہ ساحر شخص کسی طرح بھی نہ مانا۔ اور برابر مصر رہا۔ حضرت
اسے ایک گوشہ تنہائی میں لے گئے۔ اور تعلیم و تلقین دینے لگے۔ اور جیسا کچھ اس کے مناسب حال تھا بتلاتے
پڑھانے لگے۔ کچھ اوراد بتلائے۔ جو ورد اور جو ذکر حضرت پیر دستگیر اسے پڑھاتے سننے کے ساتھ ہی
کہہ دیتا کہ یہ تو ہمیشہ سے میرا ورد ہے۔ یہ وظیفہ تو کئی دفعہ کر چکا ہوں۔ جب ہر ورد کو اس نے یہی کہہ کر
پڑھنے سے انکار کیا۔ حضرت گھبرا گئے۔ خفا ہو کر ایک طمانچہ اس کے منہ پر مارا۔ اور جھڑک کر فرمایا۔ اے مردود
پھر مجھ سے اور کیا پوچھنے آیا ہے۔ ناحق ناحق حیران کرنے آیا ہے۔ اس میں تو نے کیا فایدہ دیکھا ہے۔
وہ مغرور ساحر جو اپنے فن و جادوگری پر بے حد مغرور تھا۔ سخت برہم و بدمزاج ہو کر بولا بابا تو نے بہت برا
کام کیا ہے کہ طمانچہ میرے منہ پر مارا ہے۔ اس کا بدلہ اور اس گستاخی کی سزا ابھی ابھی دئیے دیتا ہوں۔
تجھے سمجھے لیتا ہوں۔ تیری شیخی دیکھ لیتا ہوں۔ تیزی کے ساتھ سامنے سے اٹھ گیا۔ اور لگا اپنے جادو کے
کرشمے دکھلانے اور ساحری کے نخرے بگھارنے۔ تھوڑی دیر ان واقعات کو گذری تھی کہ حضرت میرانجیو کے
مزاج مبارک میں کسی قدر برہمی اور طبیعت پر بہت سا کسل عارض ہو گیا۔ جو لوگ حضرت کی طبیعت میں خرابی
رونما پاتے وہ عرض کرتے تھے۔ کہ یہ جو کچھ بھی ہے اسی ساحر کی شرارت اور اسی اشرالناس کا فساد ہے
اسی نے کچھ جادو وادو کیا ہے۔ مگر حضرت نے ایک دم کے لئے بھی اس بات کو قبول نہیں فرمایا۔ کہ اس کے
کئے کچھ نقصان پہنچ سکتا ہے۔ ہوتے ہوتے طبع مبارک میں یہاں تک نقص آ گیا۔ کہ تمام وجود تختہ کی طرح
ہو گیا۔ جنبش و حرکت سے بھی عاجز ہو گئے۔ ایک دن حضرت خود [illegible]۔ اور قدوۃ الواصلین سید غلام علی
کے مکان پر تشریف لے گئے۔ سید موصوف آپ کے بہت دوست بلکہ دینی برادر بنے ہوئے تھے۔ سید صاحب
سے فرمایا۔ آپ امامت کریں۔ اور باقی جتنے درویش یا ہمراہی ہیں مقتدی بن کر کھڑے ہو جائیں جب
نماز سے فراغت پائیں۔ سب کے سب اس فقیر کی صحت و تندرستی کے لئے دعا کریں علاوہ شافی حقیقی کی بارگاہ

التجا کریں کہ وہ شفائے کلی مرحمت فرمائے۔ سید صاحب کے پیچھے سب حاضرین باآواز بلند آمین پکارتے رہے ایسا ہی کیا گیا۔ اسی گھڑی شفائے عاجل حاصل ہو گئی۔ ادھر حضرت کو صحت حاصل ہوئی۔ ادھر وہ ساحر اسی مرض میں گرفتار ہو گیا اور اس شدت سے بیمار ہوا کہ اسی روز تڑپ تڑپ کر فی النار والسقر ہو گیا اور اپنے کیفر کردار کو پہنچا۔ اولیائے کرام کے ساتھ اَڑ لگانا۔ ان کی شان میں گستاخی کی جرأت کرنا اپنی موت کو خود بلانا ہے۔ غرض ساحر کو ایک دن کی بھی مہلت نہ ملی۔ اسفل السافلین میں بھیج دیا گیا الحمد للہ علی ذالک۔

قدرتِ الٰہی کا کرشمہ

سید شرف جہاں ساکن قصبہ سامانہ حضرت پیر دستگیر کے مریدان خاص میں شمولیت کا فخر رکھتے تھے سید صاحب کو چالیس بیگہ اراضی مدد معاش کے طور پر بادشاہ وقت کی طرف سے انعام تھا۔ اس زمین کے علاوہ دوسرے ہم عصر اور زمیندار لوگوں سے موافقت۔ مرافقت اور سازباز کر کے قریب تین سو بیگہ پختہ زمین انہوں نے اپنے ساتھ ملالی تھی۔ تمام جا بجا اوقاف اراضی کو اپنا ائمہ قرار دے کر اپنی جائیداد بنا بیٹھے تھے۔ اور ان پر پوری طرح قابض و متصرف تھے۔ اتفاق سے قانونگو اس قصبہ کا ان سے بگڑ بیٹھا۔ اور مدعی بن کر حاکم سے فریاد کی کہ سند سرکاری کی رو سے چالیس بیگہ پختہ زمین اسکو معافی ہے۔ اہلکاران سرکاری اور زمینداروں سے مل کر تین سو بیگہ پختہ زمین اپنے قبضے میں رکھتا ہے اور خالصہ کو اپنا ائمہ قرار دے بیٹھا ہے۔ اراضی مذکورہ میں جریب ڈالی جائے۔ اور پیمائش کی جائے چالیس بیگہ جو اس کا اصل حق ہے اسے چھوڑ دیا جائے۔ باقی جو ہو اسے بحق سرکار ضبط فرمایا جائے۔ اور محصول جو اس نے تغلب کیا ہے۔ اور جس قدر عرصہ سے ناجائز فایدہ اٹھا رہا ہے۔ اس سے واپس لیا جائے۔ حاکم کو حسب الہ بیان سے واقفیت ہوئی۔ اس نے مواخذہ کیا۔ سید صاحب لاچار ہوا۔ اور اس نے محسوس کیا کہ اب کوئی وجہ اور کوئی صورت خلاصی اور رہائی کی دکھائی نہیں دیتی۔ بہت سخت مشکلات کا سامنا ہے گھبرا پڑا جس طرح بن پڑا۔ حضرت پیر دستگیر کی جناب میں حاضر ہو گیا۔ اور صورت حال حضرت کی خدمت میں روتے روتے عرض کیا کہ در حقیقت چالیس بیگہ اراضی پروانہ معافی کی رو سے صیغہ مدد معاش میں میرے نام ہے۔ چونکہ میرے وابستہ عیال و اطفال زیادہ ہیں۔ آمدنی قلیل تھی۔ اس لئے قوت کی کمی اوقات بسر ہی نہ ہو سکتی تھی۔ آپ دنیا کی طمع مجھ پر غالب آگئی۔ اس لئے میں نے کاربازی کر کے بیگہ اور زمین اپنی پہلی زمین کے ساتھ ملائی تھی۔ اور سالہا سال سے اس زمین کے غلہ سے اپنے اپنے وابستگان کی شکم پری کا سامان ان کی آمدنی سے کر لیتا تھا۔ اور زمین اور اس کا محصول

(۱۱) میں لاتا تھا۔ برسوں سے ہمیں بتدریج دقالانتر چلا آتا تھا۔ کبھی کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اب قسمتی سے
ایک قانونگو مدعی بن کے اٹھ کھڑا ہوا ہے۔ اور حاکم وقت کے روبرو اس نے خوب تقریر کی ہے حاکم
کو ان کے پہلوؤں پر لاکر تکرار کردے گا۔ تو اراضی حضور ضرور ثابت ہو جائے گی۔ اور وہ حق سرکار
ضبط کر لی جائے گی۔ مصیبت اور یہ کہ اتنے سالوں کا محصول بھی مجھ سے مانگا جاتا ہے۔ وہ آمدنی
جو ہوتی تھی۔ کثیر العیالی کی وجہ سے ادھر آئی ادھر خرچ ہو جاتی رہی۔ کیونکہ روزمرہ کے اخراجات
ان سے بمشکل پورے ہوتے تھے۔ پس اندازکہاں سے ہوتے کہ ایسے وقت کے لئے کچھ جمع رکھ چھوڑتا
اب مجھ میں مطلق طاقت نہیں ہے۔ کہ محصول وغیرہ کے بارے بیچ سکوں۔ سخت لاچار ہوں۔ نہایت مصیبت
کا سامنا ہے۔ حضور کی خدمت میں حاضر ہو گیا ہوں للہ میری مدد فرمائیے۔ حضرت پیر دستگیر میرا نجیو
نے فرمایا۔ کہ یہ بات انصاف سے تو بعید ہے کہ چالیس بیگہ اراضی سے ایک یا دو چار یا پانچ بیگہ زیادہ
شامل کر لی جاتی۔ تو گنجائش ممکن تھی۔ اتنا بڑا تغلب تو آنے میں نمک کی طرح بہت ہی زیادہ ہے۔ چالیس بیگہ
میں تین سو بیگہ کا غصب عجیب ہے۔ ہضم کیسے ہو سکتا ہے۔

سید شرف جہاں نے عرض کیا کہ اس وقت سوائے ذات مبارک جناب کے دوسرا کوئی پناہ دینے
والا دنیا میں دکھائی نہیں دیتا۔ کس کے پاس جاؤں۔ راستی سے اور سچ سچ جو کچھ تھا میں نے جناب
کے روبرو بیان کر دیا ہے۔ اگر آپ نے توجہ نہ فرمائی تو وطن میں میرا کہیں ٹھکانا نہیں ہے۔ برباد
ہو جاؤں گا۔ کہیں منہ دکھانے کو بھی جگہ باقی نہیں۔ حضرت نے ازراہ مہربانی فرمایا کہ خذف کے چار
ٹکڑے جنہیں پانی چھو نہ گیا ہو۔ لے آؤ۔ دوسرے دن سید شرف جہاں چار ٹکڑے لیکر حضرت کی
خدمت مبارک میں حاضر ہوئے۔ حضرت میرا نجیو نے ان چاروں ٹکڑوں پر کچھ پڑھ پڑھ کر دم فرمایا
اور ارشاد ہوا کہ تمہیں قدر اراضی تمہارے قبضہ کے اندر موجود ہے۔ اس کے چاروں کونوں پر ایک ایک
ٹکڑہ گاڑ دینا۔ اور چالیس وغیرہ کے لئے حاکم کو زمین پر لے آنا۔ مشہور قضیہ زمین برسر زمین
کسی نائب یا اہل کی پیمائش کو منظور نہ کرنا۔ تاکہ بیرکت اور جھگڑے کی بنیاد پھر باقی نہ رہے۔
سید شرف جہاں نے ان چاروں ٹکڑوں کو حسب ارشاد بزرگانہ اشارت کو جو حضرت نے پڑھ کر عطا فرمائے تھے حسب الارشاد
چاروں کونوں پر زمین کے علاقہ کے دفن کر دیا۔ جو بروقت پیمائش تین سو چالیس بیگہ زمین ہوتی تھی
اور خود حاکم وقت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضور بدولت مع عدالت پر اجلاس کرتے ہیں۔
قانونگو ہمارا خبیث چیلا ہے میرے ساتھ عداوت رکھتا۔ اور میرا مقصد مخالف ہے۔ خلاف گوئی اور حسد سے
حضور کے سامنے جھوٹ کہتا اور اسی غرض سے تنقید پر بہتان لگاتا ہے۔ تعمیل احکام حضور خیال فرمائیں۔ زمین بھی

کوئی ایسی چیز ہے کہ جسے کوئی شخص چھپا لے یا جیب میں ڈال لیوے یا گھر میں پوشیدہ رکھ لے۔ وہ تو تمام دنیا کی نظروں سے آشکار ہو رہی ہے [illegible] تو بدولت برکات حضور قدم رنجہ فرمائیں۔ اور ایک نظر ملاحظہ کر آئیں جو حق ہے اس کی تحقیق فرمائیں۔ اور ایک نظر ملاحظہ کرائیں جو حق ہے اس کی تحقیق فرمالیں یہ صرف عند اللہ الناس اور [illegible] ہے۔ اگر حضور کسی اپنے متعلق یا دوسرے کسی نائب وغیرہ کو اس معاملہ کی تحقیق کے لئے وہاں بھیجیں گے تو پھر ہمارا یہ مقصود نہ ہوگا۔ کیونکہ بغیر حضور کے قدم رنجہ فرمائے نہ فقیر کا اطمینان ممکن ہے۔ اور نہ حضور ہی مطمئن ہوں گے۔ ایسا نہ ہو کہ کذاب مکار مدعی قانونگو کہیں زمین کے سر پر بھی اتنی ہی کمی کرے۔ کہ اس نے رشوت کھا لی ہے اور سرکار کے کام کو خراب کر دیا لہذا ہر حال میں ضروری اور مناسب یہی ہے کہ حضور خود بدولت ہی تکلیف فرمائیں تاکہ کسی فریق کو بھی شبہ کی گنجائش باقی نہ رہ جائے۔ ذات با برکات کا وہاں تک قدم رنجہ فرمانا سب سے زیادہ اور نہایت اچھا فیصلہ ہوگا [illegible] کوئی سزا بھی ہونی چاہیئے۔ تاکہ آئندہ ایسی افترا پردازی نہ کرے [illegible] حاکم نے جب یہ عذرات سنے فی الفور بذات خود ملاحظہ [illegible] آمادہ ہو گیا۔ اور سوار ہو کر موقعہ زمین پر جا موجود ہوا اب جریب ڈالنی شروع ہوئی۔ قدرت الٰہی کا تماشہ ملاحظہ فرمائیے تین سو چالیس بیگھہ زمین واقعی تھی اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں تھی۔ مگر [illegible] زبانی [illegible] لڈن کی طرح [illegible] کھینچ دی اور اس قدر مختصر کر دیا کہ [illegible] پینتیس بیگہ کا ٹکڑا پورا اترا۔ کیا ممکن ایک انگل [illegible] زیادہ [illegible] دو بارہ پھر شک و شبہ [illegible] جریب ڈالی گئی وہی پینتیس بیگہ زمین تھی۔ چونکہ [illegible] تیسری دفعہ [illegible] ایسا نہ ہو حساب میں کوئی غلطی رہ گئی ہو [illegible] پینتیس سے ایک چپہ بھر زیادہ نہ [illegible] ہو کر رہ گیا۔ دانتوں میں انگلیاں دبائے مگر کچھ بھی نہ کر سکتے تھے [illegible] واقعی ہو گئی۔ اور [illegible] آئندہ [illegible] کی گئی کہ خبردار اس قدر ناواجب اور سراسر بے بنیاد تہمت [illegible] دیکھو [illegible] پینتیس بیگہ زمین اور کہاں تین سو بیگہ [illegible] حاکم قانونگو کو ڈانٹا ہی [illegible] پانچ بیگہ زمین [illegible] سرکار کے انصاف

میں امیدوار ہوں کہ اسی اراضی کے قریب پانچ بیگہ کا ٹکڑا ماپ کر عنایت فرمایا۔ بلکہ شامل اراضی سائل کر دیا جائے ۔ جو بعید از انصاف نہیں۔ بلکہ عین انصاف و حق شناسی ہے۔ البتہ وہ محصول اس اراضی کا جو سرکار کے ذمہ بطور فروگذاشت باقی ہے جیسے حضور کی مرضی ہو حکم صادر فرمائیں حاکم با انصاف نے یہ سنتے ہی اسی دم پانچ بیگہ زمین ناپ کر شامل زمین شرف جہاں کر دینے کا حکم نافذ فرمایا۔ چنانچہ اسیوقت پیمائش ہو کر چک باندھ کر حوالہ کر دیگئی ۔

ایسے ایسے واقعات بہت ہیں جو حضرت میرانجیو کے تصرفات سے اور اولیا رکامل کی توجہ سے وقوع میں آئے۔ آپکی ذات بابرکات لفضلہ دنیاوالوں کے لئے ایک ایسی نعمت تھی جسکی مثال دنیا میں ہونا ناممکن ہے۔ والحمدللہ علی ذالک

ایک دیگ برتن سے ہزاروں کھانا کھا گئے (ہاجی دیگچی م)

شیخ محمد درویش فرماتے تھے کہ میری ایک ہمشیرہ حد بلوغ کو پہنچ چکی تھی ۔ اور گھر میں قدرت الٰہی سے اتنی استطاعت بھی نہ تھی کہ معمولی سے کام کو انجام دے سکے ۔ بیٹیوں کی بیاہ شادیاں ایک کام ہیں جن کے لئے روپیہ چاہیئے ۔ فکر ہر وقت رہتا ۔ مگر فکر کیا نہیں کر سکتا ۔ جبتک عنایت ایزدی شامل حال نہ ہو ۔ تنگ آکر ایک روز میری والدہ بولی کہ میں تو بہت ضعیف و ناتواں ہو چکی ہوں ۔ اور تو فقیر ہے یہ گھر کے کام کیسے انجام پائیں گے ۔ تیری بہن اب جوان ہو گئی ہے ۔ اور یہ ہمیشہ سے چلا آیا ہے کہ برادری اور قرابتی لوگوں سے شادی وغمی میں لین دین برابر جاری ہے ۔ اب ہم میں یہ توفیق نہیں ہے ۔ کہ اہل برادری اور دوسرے ملنے جلنے والوں کا کھایا پیا ہی واپس دیدیں ۔ اگر ہر وقت برادری کی تواضع اور قدیم رسوم سے منہ پھیرتے ہیں ۔ تو عزت نہیں رہتی ۔ برادری سے سرخروئی بڑی ضروری بات ہے اگر ادائیگی رسوم میں ذرا بھی کوتاہی ہو گئی ۔ تو ہمیشہ کے لئے منہ کالا ہو گیا ۔ میں نے ہر چند کوشش کی مگر کوئی بات نہ بنی ۔ جب لاچار ہو گیا ۔ تب میں نے حضرت پیر دستگیر میرانجیو کی حضور میں سارا واقعہ اور داستان غم عرض کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا کہ ایک مرتبہ حضرت سے عرض کر دیکھوں ۔ کیا ارشاد فرماتے ہیں چنانچہ بارہا ایسا ہوا کہ فقیر جناب کرامت مآب کی خدمت مبارک میں حاضر بھی ہوا ۔ مگر پاس ادب اور خوف نے اجازت نہیں دی ۔ کہ اپنی ضروریات عرض کرتا ۔ ایک روز جرات کر کے اپنی والدہ کی جانب سے یہ پیغام پہنچایا ۔ اور تمام ماجرا سنایا

ارشاد ہوا کہ اس امر میں کسی طرح کے تکلیفات یا تکلفات و بندی کا مرتکب نہیں ہونا چاہیئے ۔ ناحق دنیا واجب ہے ۔ رسم شریعت نبوی کو بجا لانا نہایت ضروری ہے ۔ جو باعث سعادت و سرخروئی ہے

ایک پیالہ شربت پر بھی اکتفا کر کے عقد نکاح باندھ دینا کسی حالت میں نازیبا و ناواجب نہیں ہو سکتا
یہی بہتر ہے کہ وہ عمل جو سنت ہے۔ عمل میں لایا جائے۔ میں نے دوبارہ عرض کیا کہ حضرت اس سے
پہلے مردمان برادری کے ساتھ اس قسم کی رسوم اور لین دین ہمیشہ سے چلا آتا ہے۔ اور تمام عمر انہیں
لوگوں سے شادی غمی میں شراکت کے تقاضے سے لیکر کھایا پیا ہے۔ جو ایک طرح کا قرضہ یا
قرض حسنہ ہے۔ گھر کے جتنے آدمی ہیں۔ وہ گنے ہوئے ہیں۔ اور گھر کے آدمی شمار ہو کر ہمیشہ
حصہ لیتے اور کھاتے رہے ہیں۔ اگر اب اپنی دفعہ ان رسوم سے اغماض کریں۔ اور طرح دیں۔ بیغیرتی
کا موجب ہے۔ بلکہ الزام آئیگا کہ کھاتے وقت شرع کا خیال نہ آیا۔ جب دینے کا وقت آیا۔
شرع لے بیٹھے۔ میں تو صبر کر لوں۔ مگر ضعیفہ والدہ اس بات کو قطعی برداشت نہیں کر سکتی۔ حضرت
نے ازراہ کرم ارشاد فرمایا کہ تمہاری اور تمہاری والدہ کی خاطر از بس عزیز ہے۔ تم جس قدر جلد ہو سکے
ہمیں یہ خبر دو کہ تمہارے گھر میں بھی کچھ اسباب موجود ہے یا نہیں۔ میں نے اسی وقت عرض کیا کہ مجھے اپنی
والدہ کی زبانی اتنا تو معلوم ہے کہ ہمارے گھر میں کل ایک من چاول۔ اور دس سیر شکر سرخ
اور اتنا ہی گھی موجود ہے۔ آپ نے حکم دیا کہ روز عروسی یعنی تاریخ شادی مقرر کرو۔ اور جس قدر تمہاری
برادری ہے۔ اور جس سے تمہارا شادی غمی میں لین دین ہے۔ اسے تاریخ معینہ پر آنے کے لئے مطلع
کردو۔ تاکہ سب میل والے آجائیں۔ اور سمدھیانے میں کہلا بھیجو۔ کہ برات جس طرح خواہش ہو۔
لاؤ۔ اور جتنا ازدھام لانا چاہتے ہو شوق سے لاؤ۔ ہماری عین خوشی ہو گی۔ جس روز برات
آئے۔ تم یوں کرنا۔ پہلے وضو کرنا۔ جس قدر جنس تمہارے گھر کے اندر موجود ہے۔ اسے پکوا کر ایک
سفید چادر سے ڈھک لینا۔ اور تقسیم اپنے ہاتھ سے شروع کر دینا۔ تین روز تک تمہیں اجازت ہے
جس قدر چاہو۔ تقسیم کئے جاؤ۔ کشادہ پیشانی سے ہنسی خوشی دیتے چلے جانا۔ گھبرانے اور خوف کھانے
کی اصلا ضرورت نہیں ہے۔ جب چوتھا روز آئے۔ چادر کو جس سے وہ کھانا ڈھکا گیا تھا۔ اٹھا لو۔
یہ فقیر یہ امر جلیل پا۔ تبھی اپنے گھر پہنچا۔ اور اپنی ضعیف والدہ کو خوشخبری سنائی۔ کہ یہ حکم عالی ہوا ہے
اور چاول۔ اور شکر وغیرہ جو گھر میں تھا۔ اپنے سر پر لادا۔ اور کہا کہ جتنے آدمیوں کو مدعو کرنا منظور ہے
برادری اور عزیز و اقارب و اہل ملت جتنے چاہو سب کو شوق سے بلاؤ۔ جس کسی کا کھایا ہے سب کی
مہمانی کرو۔ شادی کے جس قدر کام ہیں۔ خاطر خواہ انجام دو۔ چنانچہ اسی دن کاروبار شروع کر دئے گئے
جب وقت آیا برابر تین دن تک کھانا بافراغت تقسیم ہوتا رہا۔ اور خوشی خوشی ہر حاجتمند کو دیا گیا۔ جس روز
دامادوں کی رخصتی کا وقت آیا۔ میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ تیسرا دن ہے۔ شب و روز بلا آرام و توقف کھانا تقسیم کرتے

میں مصروف رہا ہوں ۔ آج تین دن ہو چکے ہیں ۔ اب میں [illegible] پر کثرت استعمال [illegible] ہو گیا ہے ۔ اب مجھ میں طاقت نہیں رہی ۔ اب میرا ارادہ ہے کہ [illegible] ختم کر دوں ۔ اگر کوئی اور [illegible] باقی ہے تو اسے بھی پوری کرا دو ۔ پھر کوئی شکایت نہ ہو [illegible] ۔ پھر کچھ نہ ہو سکے گا ۔ ابھی وقت ہے میری والدہ صاحبہ بولیں پیر صاحب کی برکت سے [illegible] انجام ہوتی ہے ۔ کوئی [illegible] نہیں ہے ہاں البتہ [illegible] حضرت خاتون جنت [illegible] کا لازم ہے ۔ ابھی باقی ہے ۔ تیسرا سہ شادی میں یہ بھی لازمی ہے ۔ [illegible] مشہور کر رکھا ہے ۔ میری [illegible] ہے کہ وہ [illegible] ادا کر دی جائے ۔ اور [illegible] کو [illegible] ۔ آپ نے کہا ۔ اچھا ۔ جو ضرورت [illegible] ہو ۔ اب لے لو ۔ چنانچہ میری والدہ نے جو کچھ مانگا ۔ [illegible] دیا ۔ [illegible] بلکہ اس دعوت سے کربلائی گئیں ۔ اور خوب سیر ہو کر [illegible] کا کھانا کھا گئیں ۔ جب ان سے بھی فراغت پائی نہایت [illegible] اور اطمینان سے بیٹھ چادر کو کھانے پر سے اٹھا لیا ۔ چادر کے تلے سے [illegible] نام خدا اور رسول کے دوسری چیز نہ پائی ۔ الحمد للہ علی ذالک

میاں شاہ عنایت کا جذبہ

عبداللہ نامے ایک شخص جو گجرات متصل [illegible] کا باشندہ تھا ۔ کوئی اولاد نہیں رکھتا تھا حسن اعتقاد سے اپنے دل میں خیال رکھتا تھا ۔ کہ خدا تعالیٰ اگر میرے گھر لڑکا پیدا کر دے تو اسی روز اس نوزائیدہ بچے کو خانقاہ حضرت شاہ [illegible] کے دروازے پر پہنچا دوں گا ۔ اور حضرت کے خادموں ، غلاموں کے سپرد اس بچے کو کر دوں گا ۔ قدرت الٰہی سے ایسا ہوا کہ اس شخص کی خوش اعتقادی سے اس کے گھر لڑکا پیدا ہو گیا ۔ اس نے [illegible] پیدا کر خادمان خانقاہ کے حوالے کر دیا ۔ خادمان خانقاہ نے اس [illegible] اور شاہ عنایت اس بچے کا نام رکھ دیا [illegible] جذبہ اپنے [illegible] لگا [illegible] فوراً مستجاب ہو گئی [illegible] ۔ ایک [illegible] دیتی تھی ۔ [illegible] نہیں انہیں اتفاق ایسا ہوا کہ شاہ عنایت [illegible] ہو گیا تھا ۔ [illegible] اپنے مزدور کے کشف کرامات [illegible] آ گئے تھے ۔ سوائے [illegible]

اور نہایت لاچار و پریشان تھے۔ یہاں تک کہ ایک روز شکایت لے کر حضرت پیر دستگیر میرانجیو کی خدمت
بسعادت میں حاضر ہوئے۔ عرض کیا کہ شاہ عنایت ہمارے حال پر یہ عنایت کر رہے ہیں۔ خرق عادت
اس قسم کا ہے۔ جوش کا یہ عالم ہے۔ جذبہ اس قدر ہے سادات کی بے حرمتی ہیں۔ کسی قسم کی فروگذاشت ان سے
ممکن نہیں ہے۔ مردود کے سوائے کوئی دوسرا لفظ ہم سادات کے لئے ان کے پاس موجود نہیں ہے۔ آنحضرت نے
فرمایا کہ اگر ممکن ہو کسی وقت ہماری ملاقات بھی ان سے کرادو۔ دیکھیں کس طرح پیش آتے ہیں۔ اتفاقیہ ایک روز
حضرت پیر دستگیر کا گذر اسی گاؤں کنیڑی سادات میں ہو گیا۔ اور حضرت پیر دستگیر کی سواری ابھی کوچہ میں
گذر رہی تھی کہ اکیلے ہی حضرت شاہ عنایت صاحب بھی آگئے۔ پھر کیا تھا مقابلہ ہو گیا۔ ایک سید نے جرأت کر کے
شاہ عنایت کا ہاتھ پکڑا۔ اور حضرت کے روبرو لے آیا۔ آنحضرت نے اور کچھ نہ کیا صرف اس کا ہاتھ پکڑا اور اپنے سینے
پر پھیر دیا۔ بس اتنا ہی ہونا تھا کہ ہاتھ چھوڑ دیا۔ نعمت شاہ عنایت کے پاس موجود تھی سب کی سب سلب ہو گئی۔
اور وہ کورے جیسے کے تیسے رہ گئے۔ اب تو شاہ عنایت صاحب کی آنکھیں کھل گئیں۔ وہ تعلّی تیزی قطعی نہ تھی۔
ہکے بکے چاروں طرف دیکھتے تھے سراپا حیرت زدہ مسکینوں کی طرح ہمراہ رکاب حضرت میرانجیو روانہ ہوئے۔
اور جب حضرت اپنے قیام گاہ پر تشریف فرما ہوئے سب ہمراہی اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ گویا ایک گوشہ میں حضرت
سے بہت دور یہ بھی حیران پریشان خاموش بیٹھ گئے۔ حضرت ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور ارشاد ہوا کیوں کیا
میاں شاہ عنایت صاحب معلوم ہوتا ہے آپ بیچارے کم حوصلہ انسان ہیں۔ ایسی بڑی نعمت جو عطیہ الٰہی تھا۔
اسے نہایت معمولی شے سمجھنے لگے۔ اور اس کی مطلق قدر نہ کر سکے۔ مقصود تھا اس قدرت ہی کہ اولاد رسول پر بھی
ہاتھ صاف کرنا شروع کیا۔ اس کی بے حرمتی روا رکھی۔ اس کی بے عزتی آپ کا جوش اور آپ کی خوشی تھی ایسی
زبان درازی اس قدر تیزی ہرگز نہ ہونا چاہئے تھا نہیں ہو سکتی۔ اب جو کچھ ہوا سو ہوا نادانستہ نہیں۔ اگر ہم اولاد رسول سے
ایسا ناواجب سلوک نہ کرتے تو ہرگز ایسی بدسلوکی روا نہ رکھتے۔ اب بہتر یہ ہے کہ آپ یاد الٰہی میں مشغول ہو جائیں
یہ سب کچھ پیران عظام کی گستاخی کی سزا ہے۔ یاد الٰہی میں لگ گئے سے آپ کو قدر عافیت معلوم ہوگی۔ چنانچہ شاہ
عنایت نے حضرت کے فرمان کو دل کے کانوں سے سنا اور دل پر نقش کرلیا۔ اور یاد الٰہی میں ایسا مشغول ہوا کہ
جب تک زندہ رہا سوا اس کے شغل نہیں ہوا۔ اپنے آپ کو پورا سپرد کیا۔ اور زہد و سالکان میں شامل ہوا۔ شاہ عنایت کی نقل
ہوا یہاں تک کہ مرشد برحق کے حکم سے بالکل بے خبر ہو گیا۔ آخر اس کی روح مرشد کے گھر میں پہنچ گئی اور وہاں آرام کیا
الحمد للہ علیٰ ذالک۔

پیر میرانجیو کی توجہ باطنی سے کرامات

نقل ہے کہ خواجہ عبداللہ نام ایک درویش تھے۔ ابتدا میں لوگ ان کو پیر شاہ کہا کرتے تھے۔ مشہور ولایت قوم کے تھے

بی بی لودی علاقہ ریاست پٹیالہ کے باشندے تھے۔ جب اپنے مذہب کے پیرو تھے۔ تو اس قدر پابند مذہب
تھے کہ جب تک سوا پہر دن نہ چڑھ جاتا۔ کسی مسلمان کا منہ دیکھنا ان کے نزدیک کفر تھا۔ بالفرض اگر
اچانک یا نادانستگی میں کوئی مسلمان منہ لگ جاتا۔ اور ناگہاں سامنے آجاتا۔ تو حتی المقدور کوشش کرتے۔ کہ
سامنے سے ہٹ جائے اور انکی نگاہوں سے دور ہو جائے۔ اور اگر ایسا نہ ہو سکتا۔ اور توفیق اسے سامنے سے ہٹا
دینے کی نہ پاتے۔ تو خود بھاگ کر اس سے پیچھا چھڑاتے۔ اگر کسی غلطی یا کسی اور وجہ سے کسی مسلمان کا کپڑا ان کے
کپڑے سے چھو جاتا۔ تو اپنا اس قدر کپڑا جو مسلمان کے کپڑے سے چھو گیا ہے۔ پھاڑ کر پھینکا سا دیتے۔ بلکہ اپنی
دور پھینکتے کہ پھر اڑ کر بھی ان کے پیش نظر نہ آجائے۔ کسی دوسرے کے ہاتھ سے خواہ اپنی ہی قوم سے کیوں
نہ ہو۔ پانی یا روٹی لے کر نہ کھاتے تھے۔ البتہ ایک بات تھی۔ وہ یہ کہ اپنی والدہ کو مستثنیٰ رکھ چھوڑا تھا
اس کے ہاتھ کی چیز کھا پی لیتے۔ وہ بھی یوں کہ کچھ عرصہ اس کے پیٹ میں پاؤں پسارے رہے۔ اور
درد زہ کی تکلیف دلاتے ہوئے تھے کہ ان باتوں کو سمجھیں۔ ورنہ ناممکن تھا۔ انہیں اس قدر عزت دیتے کہ ان کے
ہاتھ کی چیز سے نفرت نہ کرتے۔ بتوں کی پرستش دل سے کیا کرتے۔ اور جو لوگ اس اعتقاد والے تھے ان سے
آپکو کمال محبت تھی۔

اتفاق سے ایک روز پیر شاہ کچھ نمبرداروں کے ساتھ کسی تقریب سے کسی دوسرے گاؤں میں گئے
اثناء راہ میں تھانیسر کے نواح کی ایک فوج آئی راستے سے گذر رہی تھی جس راستہ پیر شاہ اور ان کے ہمراہی
چلے جاتے تھے۔ فوج اس لئے جا رہی تھی کہ اس علاقہ کے زمیندار کئی سال سے خود سری میں آکر باغی ہو گئے
اور حکومت وقت کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ اور رجوع نہیں ہوتے تھے۔ عامل کو مجبوراً پٹیالہ کی فوج سے راہ راست
لانے کی ضرورت پیش آئی تھی۔ سردار فوج نے اور عمر اللہ کو گرفتار کیا تھا۔ ان کے ساتھ پیر شاہ
پکڑے گئے جس قدر پکڑے گئے تھے۔ حاکم وقت کے روبرو پیش کرنے سے پہلے قید کر دیئے گئے۔ پیر شاہ
انہیں کے ساتھ بندی خانے کی ہوا کھاتے تھے۔ قید کی حالت میں جس قدر لوگ تھے۔ چار و ناچار سبھی
سے اپنی شکم سیری کر لیتے تھے۔ مگر پیر شاہ بچے پرہیزگار تھے۔ ان سے کب ممکن تھا کہ بندی خانے والوں
کے ہاتھ کا پکا پکایا کھانا زہر مار کرتے۔ اپنی دھن کے پکے اور اپنے عقائد کے پابند پیر شاہ نے سترہ دن
نہ روٹی کھائی اور نہ پانی پیا۔ فاقہ کے دن گذار دیئے۔ سترھویں دن خود بخود حاکم نے حکم دیا کہ بی بی لودی
اور ان کے کل ہمراہی قتل کر دیئے جاویں۔ جیل خانہ کے داروغہ نے حسب معمول قتل ہونے والے لوگوں
اجازت دی کہ جو آئندہ دل میں آئے کھائیں۔ اور جس جس چیز کی خواہش ہو لیں۔ عزیز و اقارب
سے ملنا جلنا ہو مل جل لیں۔ پیر شاہ کے علاوہ باقی لوگوں نے شیرینی کی خواہش بیان کی۔ انہوں

اور وہ کھا کر بیٹھ گئے۔ پیرشاہ اب بھی نہ سنتا تھے۔ انہوں نے کچھ نہ کھایا۔ دارو غہ کو اس غریب
پیرشاہ کے حال پر رحم آیا۔ اس نے کہا کہ بھائی تم قتل ہوا چاہتے ہو۔ حکم قتل تمہارے لئے ہو چکا ہے
اب تم لوگوں کی جانبری کی کوئی صورت نہیں۔ آج ستر ہواں روز ہے کہ تم نے مطلق نہ کھایا نہ پیا
فاقہ کاٹ رہا ہے۔ اگر ایسا ہی پرہیز ہے۔ تو کچی جنس لے لو۔ اور خود رسوئی طیار کر کے کھاؤ۔ پیرشاہ
بولے۔ میں بیشک طریقہ احتیاط مذہب کا بہت پابند ہوں۔ تمام عمر اسی پر کاربند رہا۔ اب مرتے وقت اس
پرہیز واحتیاط کو چھوڑ دینا کچھ ٹھیک نہیں۔ داروغہ نے کہا کہ جس قدر نقدی کی ضرورت ہو۔ تم مجھ سے لے لو
اور پکی پکائی شیرینی بازار سے منگا لو۔ کھالو۔ پیرشاہ نے یہ بھی قبول نہیں کیا۔ داروغہ نے کہا مجھے
تمہارے حال پر رونا آتا ہے۔ کہ تو بھوکا اور پیاسا جاتا ہے۔ تیری خواہش ہو۔ تو بندۂ خدا پانی ہی
پی لے۔ پیرشاہ بولے خیر اسباب کا تو کوئی مضائقہ نہیں۔ آپ برائے مہربانی ایک کورا کوزہ اور ایک
رسی مجھے منگا دیں۔ میں خود پانی کنوئیں سے نکالوں گا۔ تب پیوں گا۔ داروغہ نے فوراً ایک کوزہ
منگایا۔ پیرشاہ کے حوالے کیا۔ اور اجازت دی کہ کنوئیں پر جائیے۔ اور پانی نوش فرمائیے۔ پیرشاہ
کنوئیں پر پہنچے۔ نگاہبان و محافظ آپ کے دائیں بائیں ساتھ تھے۔ پیرشاہ کنوئیں پر ذرا سستانے
بیٹھ گئے۔ پھر اپنے ہاتھ سے پانی کھینچا۔ اپنا منہ اور ہاتھ دھویا۔ پھر تھوڑا سا پانی پیا۔ ایک اور کوزہ بھر لیا
اور اپنے ہاتھ پر رکھے اس حالت میں جیل خانہ کو جا رہے تھے۔ جب پیرشاہ جیل کے قریب آئے۔ کیا
دیکھتے ہیں۔ کہ جیل کے سامنے داروغہ کھڑا ہے۔ نرسنگھا بج رہا ہے۔ اور زمینداروں کے قتل کی ساعت
بہت قریب ہے۔ کیونکہ سب سامان قتل لیس اور قاتل بالکل مستعد ہیں۔ پیرشاہ دل میں سوچنے لگے کہ
بس ہو چکا۔ جو کچھ ہونا تھا۔ پیمانہ عمر لبریز۔ اب زندگی پوری ہو گئی۔ اجل بالکل آنکھوں کے سامنے منڈلا
رہی ہے۔ کوئی صورت خلاصی اور جاں بخشی کی اب باقی نہیں رہی۔ حالتیں ایسی نازک تھیں کہ ناگاہ
اسی راستہ سے جس پر پیرشاہ ہاتھ پاؤں بستہ چلا جا رہا تھا۔ حضرت پیر دستگیر کی سواری بادبہاری آنکلی
پیرشاہ کو خدا جانے کیا سوجھی کہ اس نے دفعتہً حملہ کر کے بھاگتے ہوئے حضرت کے پائے مبارک پر
اپنا سر جا ٹکایا۔ حضرت نے ایسی حالت میں دیکھ کر دریافت فرمایا کہ یہ کون شخص ہے۔ عرض کیا گیا
پیرشاہ زمیندار موضع بی بی پور ہیں۔ حضرت نے دریافت فرمایا کہ تو یہاں کیسے آیا۔ اور کیونکر آیا ہے
پیرشاہ نے فوراً اپنی تمام سرگذشت حضرت کی حضور میں سر پاؤں پر رکھے ہوئے بیان کر دی۔ اور کہا کہ
یا حضرت اب ہماری زندگی صرف ایک دو ساعت سے زاید باقی نہیں رہی۔ کوتوال ہمارے انتظار میں
بیٹھا ہے۔ جلاد ہاتھ میں تلوار لئے ہوئے ہمارے قتل کے لئے آمادہ و کمربستہ ہے۔ اور خلق اللہ کا ہجوم ہم

لوگوں کے قتل کا تماشہ دیکھنے کے لئے موجود ہے۔ نرسنگھے نے شور مچا دیا کہ صور اسرافیل کا کام دینا شروع کر دیا ہے۔ تلواریں بادجود یکہ آبدار ہیں۔ مگر ہمارے خون کی پیاس ان میں موجود ہے ہمارے خون سے زمین کا رنگ گلگوں بنانے کی مشتاق ہے۔ اجل شوق بغلگیری میں اپنا آغوش کھولے ہوئے ہمارے لئے موجود ہے۔ کوئی لحظہ ہی جاتا ہے۔ کہ ہماری روحیں ہوا میں اڑتی ہوئی آزاد پھریں گی۔ باقی جو جسم رہ جائیں گے۔ وہ خاک و خون میں لوٹتے پوٹتے ٹھکانے لگا دیئے جائیں گے۔ حضرت پیر دستگیر میرا نجیوی نے جب یہ تمام سرگذشت سن لی۔ تو ارشاد فرمایا۔ خاطر جمع رکھو۔ یہ واقعات جو تم نے بیان کر دیئے۔ ان سے تمہیں ہرگز کوئی خوف نہیں کھانا چاہیے۔ انشاء اللہ تعالیٰ پیران عظام کے نام پاک کی برکت سے اس قید سے آج ہی رہائی پاؤ گے۔ مطلق نہ گھبراؤ۔ یہ کہتے ہوئے حضرت کی سواری مبارک آگے بڑھ گئی۔ اور قیدیوں کو ان کے محافظ کشاں کشاں جیل خانے کو لے گئے۔ اور قتل گاہ میں پہنچا دیا۔ تلواریں وغیرہ صیقل سے چمکائی جا رہی تھیں۔ اور قتل کے ہاتھ تولے جاتے تھے۔ قتل ہونیوالے غریب اپنی حالت پر دم بخود تھے۔ اور آنکھیں پھاڑ کبھی زمین کبھی آسمان کو دیکھتے۔ مگر آنکھوں کے آگے اندھیرا دیکھ کر ہاتھ آنکھوں تک لیجانے کی کوشش کرتے مگر بے سود۔ وہ تو پہلے ہی باندھ دیئے تھے ان کا سر چکرا تا۔ دم لبوں پر تھے۔ مایوسی اور موت نے دم گھونٹ رکھا ہے۔ حسرتیں۔ تمنائیں۔ گھبرائے ہوئے دھڑا دھڑ ماتم کر رہی ہیں۔ کہ ناگاہ ایک سوار خلقت کی بھیڑ کاٹتا ہوا جلد جلد گھوڑا بڑھاتا ہوا۔ قتل کا حکم دینے والے حاکم کے روبرو پہنچا ہے۔ اور ایک کاغذ اس کے ہاتھ میں دیکر ادب سے خود دور جا کھڑا ہوتا ہے۔ کاغذ پڑھا گیا۔ فرمان شاہی تھا کہ زمینداران لی بی پور کو حضور میں پیش کرو۔ پیران بلا کا اطمینان اب بھی نہیں ہوا۔ یہ آفت کے مارے آپس میں باتیں کرتے ہوئے روانہ ہوتے ہیں۔ کہ بادشاہ اپنی آنکھوں سے ہمارے سرتن سے جدا ہوتے دیکھے۔ اور ہماری خونریزی کا تماشہ خود دیکھنے کا شوقین ہے۔ ہماری موت یہاں نہیں۔ وہاں سہی۔ گرتے پڑتے بادشاہ کے روبرو پہنچا دیئے گئے۔ حکم ہوتا ہے کہ ان چاروں زمینداروں کو خلعت و دوشالے اور دستاریں دیکر عزت کے ساتھ رخصت کیا جائے۔ تاکہ یہ لوگ اپنے گاؤں میں پہنچکر دوسرے زمینداروں کو بتلائیں۔ اور آگاہ کریں کہ اگر بدستور سابق حکومت وقت کی اطاعت و فرمانبرداری کریں۔ اور مالیہ سرکار ٹھیک بروقت ادا کریں۔ اور حقوق سرکار غائب غلہ نہ کریں ان کیلئے بہتر ہوگا۔ آرام و آسائش پائیں گے۔ ورنہ طیار رہیں۔ سرکاری فوج پہنچے گی۔ ان کے گاؤں کی اینٹ سے اینٹ بجا دے گی۔ ان کے عیال و اطفال کو تلوار کے گھاٹ اتار دے گی۔ پھر کوئی رعایت نہ ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہوا کہ حکم کے موافق خلعت دوشالے وغیرہ دیئے گئے۔ اور یہ لوگ خوش خوش

اسی وقت وہاں سے رخصت ہوئے۔ اور آسودگی سے اپنی زندگی کے دن گذارنے لگے۔ ان واقعات کو مدت گذر گئی تھی۔ حضرت پیر دستگیر موضع بھوسر کو جاتے ہوئے پیلی پور کے رستے سے گذرے۔ اور عین گاؤں میں ہو کر حضرت کی سواری جاتی تھی۔ پیر شاہ مذکور اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھا تھا۔ اور چھوٹے سے بچے کو بغل میں لئے ہوئے کھلا رہا تھا۔ جب اسکی نگاہ حضرت کی سواری پر پڑی بیتاب ہو گیا اور سراپا اشتیاق ہو کر اپنی جگہ سے اٹھا۔ بے اختیاری کے عالم میں سر و پا برہنہ دوڑتا ہوا آیا۔ اور حضرت کے پائے مبارک پر اپنا سر رکھا۔ اور اپنے منہ کو پائے مبارک پر ملنے لگا۔ اور یہ شعر زبان پر جاری تھا

ہ از آمدنت گر خبرے داشتمے ۔ در رہ گذرت گل سمنے کاشتمے

نگذاشتمے گر بپائے بر خاک نہی ۔ خاک قدمت ز دیدہ برداشتمے

حضرت میراں جیو نے فرمایا۔ کون ہے۔ عرض کیا۔ ساختہ پرداختہ از خاک برداشتہ۔ نواختہ پیر شاہ غلام سرکار زندہ لتغار ہے۔ حضرت نے پوچھا کہو یہ بتاؤ خیر و سلامتی سے خوش و خرم بھی ہو۔ عرض کیا حضرت کے قدوم میمنت لزوم کے صدقے سے بہت خوش اور خیر و سلامتی سے زندہ و سلامت موجود ہوں پھر عرض کیا یا حضرت۔ قریب تر باغ موجود ہے۔ قریب قریب درخت سایہ دار موجود ہیں اور نہایت عمدہ سرسبز و شاداب سایہ دار جگہ ہے۔ اگر حضور از راہ کرم ذرہ وہاں قدم رنجہ فرمائیں اور ذرا استراحت کریں تو غریب نوازی سے بعید نہ ہوگا۔ میں اپنے گھر جاتا ہوں۔ اور حضرت کے درویشوں کیلئے کچھ کھانا تیار کر کے حاضر کرتا ہوں۔ حضرت کی طبع مبارک نہایت مہربان غلام نواز واقع ہوئی تھی۔ فرمایا گھر جاؤ مگر یاد رہے طیار کچھ نہ کرانا۔ جو کچھ بھی موجود ہو بے تکلف لیتے آؤ۔ پیر شاہ بھاگتا ہوا اپنے گھر پہنچا اور اپنی ماں سے کہا کہ حضرت قطب زماں نواز ندہ بیکسی و بے سامان۔ یہاں رونق فرما ہوئے ہیں کھانے اور پینے کی چیزوں سے جو چیز گھر میں تیار موجود ہے۔ جس قدر جلد ممکن ہو مہیا کرنی چاہیئے اس کی ماں بولی ان مبارک قدموں پر قربان جاؤں اگر صرف دو گھڑی کی مہلت بخشیں دو سو آدمیوں کا کھانا تیار کر کے پیش کر سکتی ہوں۔ پیر شاہ نے کہا۔ مائی طیار کرنے کا تو حکم ہی نہیں۔ جو کچھ بھی حاضر گھر میں موجود ہو لے جانے کا ارشاد ہے۔ اس کی ماں بولی۔ اب کیا کروں۔ طیار تو کچھ بھی نہیں البتہ دو گھڑیاں دہی بڑے تیار رکھے ہیں۔ چنانچہ پیر شاہ کی والدہ نے دونوں دہی بڑوں کی گھڑیاں سر پر اٹھا لیں۔ اور حاضر ہوئی۔ اور پیش کر دیں۔ حضرت نے دریافت فرمایا کیا چیز لائے ہو۔ عرض کیا اور تو گھر میں کچھ نہ تھا یہ دہی بڑے پڑے تھے۔ چار و ناچار یہی حاضر کر دیئے۔ حکم ہوا درویشوں میں تقسیم کر دو۔ جب تقسیم ہو چکے۔ اور کھا پی چکے۔ فراغت پا کر سواری میلسا آ گئے کو روانہ ہوئی۔ پیر شاہ

چند قدم مولوی صاحب کے ہمرکاب دوڑتا ہوا چلا۔ اور جب واپس کر دیا گیا۔ اپنے گھر آگیا۔ تو تصرف
کرامت اولیاء اللہ نے دل میں آگ پھونک دی۔ دل بے قرار ہو گیا۔ ماہی بے آب کی مثال لگا تڑپنے
کسی کل چین نہ پڑتی تھی۔ ہر وقت اضطراب ہر لحظہ بے چینی۔ رات دن یہی حالت قائم رہتی تھی۔ جب
اس حالت میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔ لاچار ہو گیا۔ تو عارف کامل عالی درجات میاں محمد حیات صاحب
کے پاس حاضر ہو کر سعادت ملازمت حاصل کی اور ظاہر کیا کہ جس طرح ممکن ہو سکے میری ایک تمنا
پوری کرو۔ کسی صورت سے جناب تقدس مآب حضرت میرانجیو کی خدمت میں پہنچا دو۔ اور حضرت
کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے قدم مبارک سے آنکھیں مل لینے دو۔ حسرت زندگی وبال ہو رہی ہے
میاں محمد حیات سے رہا نہ گیا۔ بولے۔ بھائی تیرے خیالات اور ہیں۔ سوا پیر دن چڑھے تک تو تو
مسلمان کا چہرہ نہیں دیکھتا۔ اور اگر کہیں دیکھ پائے تو بھاگ جائے۔ میرانجیو تو پکے مسلمان ہیں
تجھے ان سے ملنے کی خواہش کیسے ہو سکتی ہے۔ پیر شاہ بولے۔ آپ کو معلوم نہیں۔ میں تو غلام ہی اس
سرکار کا ہوں۔ اپنی تمام سرگذشت رہائی اور موت سے نجات پائی۔ اور ورطۂ ہلاکت سے نکلنے کی تمام
سرگذشت مشرح و مبسوط سے بیان کی۔ اور کہا جس روز سے اس قید اور مہلکہ سے نجات ملی ہے
میں اس کفر و کافری سے نہایت سخت بیزار ہو رہا ہوں۔ اور جویائے طریق دینداری ہوں۔ میری
یہی خواہش ہے کہ اسلام ایسے بزرگ مذہب کا پیرو ہوں۔ اور حضرت ایسے عالی مرتبت بزرگ کا غلام
کہلاؤں۔ دین محمدی برحق ہے۔ دوسرے تمام ادیان باطل و نقش بر آب ہیں۔ جب یہ خیالات و حالات
میاں محمد حیات پر ظاہر ہو گئے۔ وہ تو فوراً سے پیشتر پیر شاہ کو اپنے ساتھ لے کر روانہ ہو گئے۔ اور حضرت
کی حضور میں حاضر کر دیا۔ اور اپنی زبانی عرض کیا کہ پیر شاہ زمیندار اسلام قبول کرتا ہے۔ ارشاد ہوا اسے کہو
وضو کر کے آجائے۔ چنانچہ پیر شاہ جیسے پیر شاہ اسم بامسمیٰ بنے ہوئے وضو کر کے حاضر ہوئے۔
شرائط اسلام جو ضروری ہیں انہیں بتلائی گئیں۔ جھٹ پٹ بلا تامل اسلام قبول کر لیا۔ پھر کیا تھا سچے
اور پکے پیر شاہ بنے۔ اور مسلمان حق میں شمار کیے گئے۔ نہایت مشہور عابد رہے۔ جب تک دنیا میں رہے:

ایک گھڑا پاس سے سینکڑوں سنیاسیوں کی تسلی ہوا

نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہزار کے قریب سنیاسی سادھو فقیروں کا ایک گروہ دائرہ شریف
میں وارد ہوا۔ حضرت پیر دستگیر کو بھی ان لوگوں کی آمد سے اطلاع ہوئی۔ حضرت اپنی جگہ سے اٹھے
اور ہر ہر مجمع کے پاس پہنچ کر ایک ایک فقیر کی خبر گیری کی۔ و حالات سے واقفیت پیدا کی۔ اور جدا جدا سب کا

حال دریافت فرمایا سید عبدالمومن و شیخ عزت اللہ صاحبان سے دریافت فرمایا کہ کچھ نیاں ان صاحبوں کے کھانے پینے کیلئے بھی کچھ ہمارے ہاں موجود ہے۔ دونوں صاحبوں نے عرض کیا حضرت کی ضمیر منیر پر تو کچھ کیفیت ہے۔ نیکو روشن ہے۔ سوائے ایک گھڑے آٹے کے فی الحال دوسری چیز احاطہ دایرہ شریفہ کے اندر موجود نہیں ہے۔ حضرت نے اپنا سر مبارک نیچا کر لیا۔ اور ارشاد فرمایا۔ کہ خیر سر دست یوں کیا جائے۔ اس آٹے کے گھڑے پر ایک سفید کپڑا ڈال دیا جائے۔ اور اپنے ہاتھ سے ایک سیر لکا آٹا ہر مورت کو تقسیم کیا جائے۔ امر جلیل کے مطابق جس قدر سنیاسی فقیر دائرہ شریف میں موجود تھے۔ ہر ایک کو سیر سیر پختہ آٹے کے حساب سے تقسیم کر دیا گیا۔ تب سب سنیاسی دست لبتہ کھڑے ہوئے۔ اور عرض کرنے لگے۔ غریب نواز۔ بھنڈارہ پورا ہو چکا ہے اور تمام لوگ لے چکے۔ اور حضرت کے شکر گزار ہیں۔ وہ گھڑا جس میں آٹا تھا۔ جب اس پر سے کپڑا اٹھایا گیا۔ تو جتنا اس میں پہلے تھا۔ اتنا موجود تھا۔

فراغت پاتے پر حضرت پیر دستگیر نے دعا کے ہاتھ جناب واجب العطایا ایزد بے ہمتا کے آگے پھیلائے اور شکر کے سجدے بجا لائے اور زبانی فرماتے تھے۔ کیا عجیب ہے کہ حضرت علاء الدین علی احمد صابری نے ایک چھوٹی سی دیگ سے بہت سے لشکروں کو ان کی خواہش کے مطابق کئی قسم اور رنگ برنگ کے کھانے کھلا دیئے تھے۔ میرا یہ چھوٹا سا مٹی کا گھڑا پیران چشت اہل بہشت کی برکت سے اگر تمام جماعت سنیاسیاں کو آٹے سے سیر کر گیا۔ تو اس کی رحمت سے کیا بعید ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

نوربافؔ کا مردہ لڑکا زندہ ہو گیا

نقل ہے۔ موضع زندہ کے نوربافوں سے ایک شخص حضرت پیر دستگیر کا طالب اور مرید تھا اگر کسی روز حضرت اس گاؤں میں رونق افروز ہو جاتے۔ تو وہ نورباف پروانے کی طرح شمع نور جمال حضرت میراں جیو پر نثار اور قربان ہوا کرتا تھا۔ اور ضیافت کے تردد میں بخوشی تمام سرگرم اور مشغول ہوتا تھا۔ اس کے ہاں ایک بیٹا تھا۔ لیکن ایسا قبول صورت اور خوش وضع کہ اس زمانے کے دنیا کے حسینوں سے گوئے سبقت لے گیا تھا۔ اتفاق سے جب حضرت وہاں رونق بخش تھے اور نورباف مصروف سامانِ دعوت تھا۔ قضائے الٰہی سے وہی لڑکا انتقال کر گیا۔ معتقد نورباف نے اپنی عورت کو تاکید شدید کر دی کہ خبردار جب تک میرے پیر کھانے سے فراغت نہ پالیں ہرگز نہ رلانا۔ اور نہ واویلا ہی کرنا۔ کیونکہ جب حضرت اس واقعہ کی خبر پائیں گے۔ حضرت کی طبیعت میں رنج پیدا ہو جائے گا پھر کھانا نہیں

انکار فرمائیں گے ۔ نورباف نے متوفی لڑکے کے تن بیجان کو گھر کے اندر لٹا دیا ۔ اور اسپر پردہ ڈال دیا ۔ کہ کھانے کھلانے سے فراغت پائیں گے ۔ تو اس کے بعد اس لڑکے کی تجہیز و تکفین کا سامان کریں گے ۔ کھانا جس قدر جلد ممکن تھا ۔ تیار کیا گیا اور حضرت میرا نجیو کے سامنے دسترخوان بچھا دیا گیا اور کھانا پیش کیا گیا ۔ اور خود نورباف دست بستہ خدمت گذاری کے لیے حضرت کے روبرو کھڑے ہوگئے ۔ حضرت نے بغیر اس کے کہ کھانے کیلئے ہاتھ اٹھائیں ۔ ارشاد فرمایا ۔ اے عزیز ۔ تیرا لڑکا کہاں ہے اسے بلاؤ میرے ساتھ کھانے میں شریک ہووے ۔ اور کھانا ساتھ کھاوے

نورباف نے دست بستہ عرض کیا قربان جاؤں ۔ بچہ تو کہیں اپنے ہم عمروں کے ساتھ کھیلنے چلا گیا ہے بچے شریر بے مہار ہوتے ہیں ۔ خدا جانے کھیلتے ہوئے کدھر نکل گئے حضرت کھانا نوش جان فرمائیں ۔ وہ آئے گا ۔ وہ کھائے گا ۔ حضرت نے پھر فرمایا ۔ نہیں عزیز تو اپنے لڑکے کو لا ۔ وہ میرے ساتھ کھانا کھائے اس کے بغیر میں ہرگز نہ کھاؤں گا ۔ جہاں گیا ہے ۔ وہاں سے بلالاؤ ۔ نورباف اور اس کے عزیز واقارب نے ہر چند ٹال مٹول کیا ۔ اور عذر و معذرت سے حضرت کو اس خیال سے پھیرنے کی بہت کوشش کی مگر ایک بات سماعت نہ ہوئی ۔ جب حضرت کا اصرار بڑھا ۔ نورباف کہاں تک حوصلہ کرتا آخر انسان تھا ۔ بیٹے کی مرگ کا واقعہ جانکاہ اور لطف یہ کہ جنازہ گھر میں موجود ۔ ہمت و حوصلہ کی بھی حد ہوتی ہے ۔ نورباف بیتاب ہوگیا ۔ اور چیخیں مار کر دھاڑتے رونے لگا ۔ بولا یا حضرت آپ تو خود روشن ضمیر ہیں ۔ لڑکا کہاں ہے وہ تو خدا کی رحمت کے ساتھ پیوست ہوگیا ۔ اور اس جہان فانی کو چھوڑ گیا ۔ فلاں دالان میں مرا ہوا پڑا ہے پھر کیا تھا ۔ یہ کلمات سن کر حضرت کا جذبہ بڑھا ۔ طبیعت مبارک پر جوش کی ایک لہر دکھائی دی ۔ حالت جلیش میں زبان اعجز بیان سے ارشاد ہوا ۔ بھئی ان باتوں کو چھوڑ کر گھر کے اندر جہاں لڑکا پڑا ہے جاؤ اور سوتے ہوئے بچے کو جگا لاؤ ۔ بلاؤ جلد بلاؤ تاکہ ایک جگہ اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھائیں ۔ حضرت کے اس ارشاد سے جس قدر لوگ حاضر موجود تھے ۔ اور جس قدر درویش ساتھ تھے سب کے سب لرز گئے سب کے تن کانپ گئے ۔ نورباف کو سب نے سمجھایا کہ تکرار و حجت کا موقع نہیں ہے ۔ جس طرح ارشاد ہوتا ہے اسی طرح تعمیل کرو ۔ سب کے کہنے سننے سے روتا ہوا نورباف اپنے گھر کے اندر گیا ۔ اور چادر جو مردہ سمجھ کر اڑھا دی تھی اس کے وجود پر سے اٹھائی ۔ دیکھا کہ لڑکا سوتے ہوئے جاندار انسانوں کی طرح سانس لے رہا ہے اس نے آواز دی ۔ اور جھنجھوڑ کر اسے جگایا ۔ بچہ اٹھ بیٹھا ۔ لڑکا تیر سے ہوئے حضرت کے سامنے لایا ۔ حضرت نے لڑکے کا ہاتھ کھینچ کر اس کو اپنے سامنے بٹھا لیا ۔ اور کھانا اسے بخشا کہ کھائے ۔ لڑکے نے خوب تن کر کھانا کھایا ۔ اور نورباف اللہ کی درگاہ میں شکر کے سجدے کرنے لگا ۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

مکتبۂ توحید و سنت

ایک نوجوان مر چکا تھا پھر جی گیا

ایک روز حضرت پیر دستگیر موضع نلوہی میں دیوان خانۂ عالی نور علی راجپوت کہ اس گاؤں کا سردار اور بڑا زمیندار تھا۔ اور سرکار کا نہایت معتقد مرید و طالب، شرف نزول سے دیوان خانہ مذکور کو معزز و ممتاز فرمائے ہوئے تھے۔ ان دنوں میں نور علی کا بیٹا زیادہ بیمار تھا۔ قضائے الٰہی نور علی کا بیٹا فوت ہو گیا۔ جوان موت تھی۔ نور علی کے گھر میں شور مچ گیا۔ اور گریہ و زاری آہ و بکا سے ایک شور قیامت برپا ہو گیا۔ حضرت کے کان مبارک میں جب شور کی آواز پڑی تو حضرت نے نور علی سے ہی پوچھا۔ کہو بھئی یہ کیسا واویلا ہے۔ نور علی نے عرض کیا۔ یا حضرت غلام زادہ مرض مہلک میں مبتلا تھا قضائے الٰہی سے رحلت کر گیا۔ حضرت فرماتے ہیں۔ بھئی لوگ کس قدر دروغ گوئی کرتے ہیں۔ بیمار تو فضل الٰہی سے صحت پاتا ہے۔ اور یہ جھوٹے سے موت کے حوالے کر دیتے ہیں۔ عجیب معاملہ ہے۔ جا چلا جا ایک سفید چادر لے جا کر اپنے بیٹے پر ڈال دے۔ اور خود اس کے سرہانے خاموشی سے بیٹھ جا۔ ایسا نہ ہو کوئی اسے ہلا دے جلا دے اور مزاحم حال ہو سکے۔ خاموش رہو۔ اور اسے سونے دو۔ اپنی نیند سو چکے گا تو انشاء اللہ تعالیٰ بالکل صحتیاب ہو کر اٹھے گا۔ نور علی حسن اعتقادی اور محبت پسری کا جکڑا ہوا دوڑا گیا اور جس طرح سے ارشاد ہوا تھا۔ اسی طرح کرنے پر مجبور ہوا۔ عورتیں جو کثرت سے ماتم پرسی کیلئے جمع ہو گئی تھیں سب متعجب تھیں۔ اور باہمی کہتی تھیں کہ نور علی صدمہ درد و غم اور بیٹے کی جدائی کا رنج برداشت نہیں کر سکا دیوانہ ہو گیا ہے۔ اس کی تمام حرکات سکنات پاگلوں کی سی ہیں۔ الٹی باتیں کرتا ہے۔ خیال تو کرو۔ پہر بھر ہو گیا ہے۔ لڑکا مر چکا۔ اس کے تن بدن میں جان ہوتی۔ تو یہ حالت ہوتی۔ وجود تمام برف سا سرد پڑا ہے۔ ان باتوں اور تدبیروں سے کیا فائدہ ہو گا۔ مگر نور علی حضرت کے حکم کی تعمیل کر رہا تھا۔ نور علی نے ان عورات کو جو اس کی تدبیر سے چہ میگوئیاں کر رہی تھیں خاموش کیا۔ اور آپ حسب الحکم ہوا تھا۔ لڑکے کا سرہانا دبائے بیٹھا رہا۔ اب قدرت الٰہی کا تماشہ نظر آیا۔ اور تھوڑی دیر چادر ڈالے ہوئے ہوئی تھی کہ اس کے بیٹے کے وجود میں روح داخل ہوئی۔ اور بیٹے کے وجود میں حرارت پیدا ہو گئی۔ لڑکے نے کلمۂ طیب پڑھا۔ اور جھٹ سوتے سے اٹھ بیٹھا۔ بولا کہ میں تو آج بہت ہی سویا تھا۔ مگر حضرت پیر دستگیر تشریف لے آئے۔ تمام گاؤں میں یہ خبر ہوائی طرح اڑ گئی اور گاؤں بھر میں خوشی کے شادیانے بجنے لگے۔ اور نور علی کا تو یہ حال تھا کہ پروانے کی مثال حضرت کے گرد گھومتا۔ جو در حقیقت چراغ شریعت متین اور مشعل دین سے کم نہ تھے۔ قربان ہوا جاتا تھا۔ اور حضرت کے حمد سے بارگاہ رب العزت میں بار بار گذارتا تھا۔ حضرت شاہ لطف اللہ صاحب کا بیان ہے کہ اب تک نور علی کا وہ فرزند بقید حیات زندہ و

سلامت موجود ہے۔ اللہ اکبر۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

بے علم اور عالمانہ معنیٰ

زبانی میاں غلام حسین ولد میاں غلام حسن کی نقل ہے۔ جو حضرت مرشد آفاق کے یاروں میں گنہگاروں میں شمار ہونے کا فخر رکھتے تھے۔ کہ میاں شاہ لطف اللہ نا پورھی پونڈری والا۔ جو بڑے صاحب کمال بزرگ گذرے ہیں۔ ایک دن تھانیسر کی مجلس میں حاضر و موجود تھے۔ اور اس مجلس کے اندر اکثر نامدار مشائخ اور اکابر موجود تھے۔ جیسے مرشد آفاق و حضرت پیر دستگیر ایسے بزرگان صاحب کمال۔ سید غریب کیرانہ والے۔ میاں عبدالقادر سنوری۔ و شیخ سوندھا شیخ بلاقی۔ و میاں ابو الفتح سرہندی و میاں شیخ محمد اور دوسرے صاحبان اہل اللہ شامل مجلس تھے۔ مجلس سماع خوب گرم تھی۔ اور ذیل کی غزل پر حضرت شاہ لطف اللہ صاحب کی حالت وجد و بے اختیاری ظاہر ہو گئی۔

ما عاشق مستیم بجز مے نہ پرستیم — از کعبہ بریدیم بہ بتخانہ نشستیم
ما بوالعجبانیم کہ از روئے حقیقت — خود را نہ پرستیم و خدا را نہ پرستیم

اس اثنا میں سید غریب لہمنے اشارہ حضرت پیر دستگیر قدس سرہ العزیز کی طرف رخ کیا۔ کہ آپ ان دونوں شعروں کے معنے ان سے استفسار فرمائیں۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ نہیں بھئی میں تو یہ جرأت نہیں کرتا۔ کوئی دوسرا شخص پوچھے تو بہتر ہے۔ غرض کسی سے جرأت نہ ہوئی کہ ان سے ان اشعار کے معنے پوچھے۔ آخر الامر شاہ لطف اللہ صاحب ہی ان کے نزدیک چلتے ہوئے آ گئے۔ وہی شعر ان کی زبان پر رواں تھے اور خود معنے بھی کرتے جاتے تھے۔ وجد میں بے اختیار تھے اور ہوش حواس غائب تھے مگر معنے نہایت صحیح و درست زبان پر جاری تھے۔ حضرت پیر دستگیر نے سبقت فرمائی۔ اور فرمایا کہ یہ کن معنوں پر وجد کرتے ہیں۔ انہوں نے اس کا بیان شروع کر دیا۔ حضرت مرشد آفاق نے فرمایا کہ اگر یہ معنے ہیں۔ تو ملاں پر فرض نہیں ہے رحال کیسلیے۔ یہ بات شاہ لطف اللہ صاحب کو کسی قدر ناگوار خاطر ہوئی۔ اور ان کے دل میں گونہ ملال آ گیا۔

بعض عزیزوں کا بیان ہے کہ قصبہ مینگاں میں قاضی خاں کے گھر مجلس سماع منعقد تھی۔ اور میاں شاہ لطف اللہ صاحب حقے کے فراٹے اڑا رہے تھے۔ حضرت پیر دستگیر بھی تشریف فرما اور رونق بخش مجلس موصوفہ تھے آپ نے ارشاد فرمایا کہ شاہ لطف اللہ صاحب تجرید و خوبی و بفضل الٰہی تمام لطائف سے معمور ہیں۔ لیکن تعجب یہ ہے کہ ایسی کثافت کو دوست بنا رکھا ہے۔ اور دھواں منہ سے نکالتے رہتے ہیں۔ یہ امر آپ کے بلند مرتبے سے بعید کچھ زیبا نہیں دیتا۔ شاہ لطف اللہ صاحب نے فرمایا کہ یہ شوق مجھے

آں سے نہیں ہے بلکہ جب ایک مغنیہ عورت سے میں الفت رکھتا تھا۔ وہ بڑے مزے کا حقہ پیا کرتی تھی اس کی صحبت کے اثر اور اس عورت کی پاس خاطر سے اسی وقت سے یہ مرض میرے گلوگیر ہے۔ حضرت پیر دستگیر نے فرمایا تعجب کی بات ہے۔ کہ آپکی لطافت طبع شریف نے اس کے کثیف قلب میں تو کوئی اثر نہ کیا اور اس پلید کی کثافت نے آپکے دل پر ایسی تاثیر کی جو آجتک آپ کی طبع مبارک پر مسلط ہے۔ اس دہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی صحبت کے تمام اثرات آج تک آپکی طبیعت میں موجود ہیں۔ یہ فقرے شاہ لطف اللہ صاحب کو نہایت ناپسند آئے۔ حضرت پیر دستگیر جذبے کی حالت میں تھے۔ میاں شاہ لطف اللہ مسلوب الحال ہو گئے۔ یہ حالت ایسی مضبوطی سے آپکی طبیعت میں جاگزیں ہوئی کہ شاہ لطف اللہ صاحب کی حالت پھر نہیں بدلی۔ وہاں سے موضع گمتھلہ میں پہنچتے ہی جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ اور کوئی لفظ زبان مبارک سے نہیں فرمایا۔ اولیاء اللہ کی باتیں وہی خوب جانتے ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

مصافحہ سے سلب نسبت

صاحبزادہ والاقدر حضرت شاہ نظام الدین قدس سرہٗ کہ پوتے حضرت مرشد آفاق شاہ ابوالمعالی صاحب کے تھے۔ فرماتے ہیں کہ ایک روز موضع بجوہیر میں مجلس سماع قایم تھی۔ اکثر صاحبان مشایخین و بزرگان صاحب کمال اہل اللہ وہاں حاضر و موجود تھے۔ میاں شیخ سوندھا بھی تھے۔ جو مرید و طالب حضرت داؤد بندگی صاحب گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز تھے موصوف کو عادت تھی کہ جو شخص مصافحہ کے لئے آپ کے ہاتھ میں ہاتھ دے بیٹھتا۔ آپ اس کا کیا کرایا ہ ھکا سب سلب کر لیا کرتے تھے۔ اور کشف باطنی سے بالکل خالی چھوڑ دیتے تھے۔ اسروز کا واقعہ ہے کہ حضرت پیر دستگیر نے بھی اپنی عادت معمولی کے مطابق ان کے مصافحہ کے لئے اپنے ہاتھ بڑھا دیئے۔ ادھر انہوں نے ہاتھ نکالے۔ مگر معاً پھر حضرت پیر دستگیر نے بغیر مصافحہ اپنے ہاتھ واپس کر لئے۔ مصافحہ نہ کیا۔ میں سوندھا بول اٹھے معلوم ہو گیا۔ میرا نیچو خالف ہو گئے۔ اور ڈر سے ہاتھ ویسے ہی بلا ملائے پھیر لے گئے۔ یہ کلام سنکر حضرت پیر دستگیر نے فوراً ہاتھ بڑھا دیئے اور باہمی مصافحہ ہوا۔ میاں سوندھا نے اپنی پوری طاقت باطن صرف کر ڈالی۔ اور جہاں تک ممکن تھا زور لگایا لیکن کوئی تاثیر نہ ہوئی۔ کچھ بھی نہ بگاڑ سکے۔ حضرت نے معلوم کر لیا کہ یہ اپنی پوری طاقت لگا چکے۔ اور کچھ نہ بگاڑ سکے۔ تو فرمایا کہ کچھ باقی نہ رکھنا۔ جس قدر زور ہو۔ لگا لو۔ باقی کس دن کے لئے رکھو گے۔ مگر جب سب کچھ کر چکو تو پیچھے اس فقیر کو بھی اجازت ہو کہ یہ احقر بھی ایک عجائب بزرگ آپکو دکھا سکے۔ حضرت مرشد آفاق یہ واقعات ملاحظہ فرما رہے تھے۔ درمیان میں بول اٹھے کہ دیکھنا میرا نیچو ادب کی جگہ ہے یہ حکم سن کر

حضرت وہیں رہ گئے۔ اور جلدی سے اپنے ہاتھ شیخ سوندھا کے ہاتھ سے چھڑا لئے۔ اور فرمایا کہ آپ کو آج تک غریب مائیاں ملاکیں۔ کوئی بالیہ نہیں ملا تھا۔ حکم مرشد سر اطاعت پھیرنے نہیں دیتا۔ لاچاری ہے۔ ورنہ قدر عافیت تو آپکو معلوم کرا دیتا۔ الحمدللہ علیٰ ذالک

فصل دوم

خبرگیران شدن از احوال مریدان خویش

ہونہار سے مرید کو خود متوجہ کیا

مرقومہ ذیل بیان ہے۔ قدوۃ الکاملین زبدۃ الواصلین میاں شاہ عبدالرحمٰن سے۔ جو قوم گوجر سے تھے۔ اور مریدان حضرت پیر دستگیر میں سے بڑے صاحب عقیدہ بزرگ تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اوائل میں میں گائے بھینسوں وغیرہ مویشی کو چرایا کرتا تھا۔ اور یہی میرا قدیمی و جبلی پیشہ تھا۔ دن کو تو جنگل میں مویشی چراتا۔ اور رات ان کی خبرگیری و نبہاررداری میں گذار دیتا۔ اور دودھ اس کثرت سے پی لیتا تھا کہ اگر رات کو کہیں لیٹ جاتا۔ تو کروٹ بدلنا بھی دشوار ہو جاتا تھا۔ اور پیٹ اس قدر پر ہو جاتا کہ حد سے زاید بھر جانے کی وجہ سے میں حرکت نہیں کر سکتا تھا۔ کہ ایسا نہ ہو میں حرکت کروں تو دکار یا کسی اور حرکت سے دودھ منہ کے راستے سے باہر نکل پڑے۔ ایک رات میں اپنے کام میں سرگرمی سے معروف تھا کہ میرے کان کے اندر ایک آواز آئی کہ اے عبدالرحمٰن تو غفلت میں ہی اپنی تمام عمر کو برباد کردے گا۔ یاد الٰہی بھی کیا کر۔ جب میں نے توجہ نہ کی تو کیا دیکھتا کہ ایک سبز پوش شخص یہی بات کہتا ہے کہ عبدالرحمٰن عمر کو ضایع نہ کر۔ انشاءاللہ یہی کہا کہ الٰہ۔ دیوانہ سے میرے دل میں شوق الٰہی غالب آیا۔ میں یاد الٰہی میں مشغول ہوا۔ اور جب میں یاد الٰہی میں آواز بلند کچھ زبان سے نکالتا یا خاموشی سے بیٹھ کر پڑھتا۔ تو میری قوم کے لوگ۔ اور دوسرے دیکھنے سننے والے مجھے تمسخر کرتے اور مجھ پر آوازے کستے۔ اور آپس میں بیٹھ بیٹھ باتیں بناتے کہ ماما گوجر مست گیا ہے۔ مستی و بدمکوشی میں نعرے مارتا ہے۔ فقیر ان باتوں سے شرمندہ و محجوب ہو جاتا۔ ان لوگوں کو کچھ نہ کہہ سکتا تھا۔ جب یہ حالت ہوگئی کہ میں لوگوں کے خوف سے خاموش ہوگیا۔ تو ایک دفعہ میرے کانوں نے آواز سنی۔ اے عبدالرحمٰن شرمندہ و محجوب ہونے کی کوئی بات نہیں۔ کوئی خوف اور کوئی ڈر اپنے دل میں مت لاؤ۔ یاد الٰہی میں مشغول ہو جاؤ۔ اس کام کو ہرگز مت ٹالو۔ چنانچہ دل اسم ذات کا ذکر کرتا رہا۔ نیز اپنی گائے بھینسوں کو

چراتا رہا۔ ایک رات کو پھر وہی برقعہ پوش میرے سامنے آیا۔ اور برقعہ اپنے منہ سے اٹھا دیا۔ اور فرمایا کہ
میاں اب وقت آ گیا ہے۔ اب دنیا جہان کا کام چھوڑ دے۔ اور ذکر خدا میں مشغول ہو جا۔ اور بہتر ہے
اب تو دائرہ شریف میں چلا آ۔ اسی وقت سے میری طبیعت گائے بھینسوں کی طرف سے پھر گئی۔
لہذا اشتیاق یادالٰہی دل پر بہت زیادہ چھا گیا۔ اور شوق ملازمت و خدمت گذاری بزرگان و درویشان
بہت زیادہ دل پر غالب آ گیا۔ زبدۂ ہدایت و معرفت میاں شاہ عنایت جو اس فقیر کا ذاتی بھائی
اور کامل مریدانِ حضرت پیر دستگیر میں سے تھے۔ میں ان کے پاس پہنچا اور اپنی حالت ظاہر کی۔ کہ
محبت یادالٰہی میرے دل پر محیط ہو گئی ہے۔ دنیا کی ہوس دل سے غائب ہوتی جاتی ہے۔ آواز اور
برقعہ پوش کی بشارت غرض تمام احوال بیان کر دیا۔ اور اب میرا خیال ہے کہ کسی بزرگ کی خدمت میں
حاضر رہ کر دارین کی سعادت حاصل کروں۔ دست بیعت کروں۔ اور یادالٰہی کا طریقہ سیکھوں۔ پس
آپ براہ مہربانی مجھے اپنے ساتھ لے چلیں۔ اور ایسی جگہ جہاں کلفت کا زنگ سینے سے دور ہو۔ یادالٰہی
کا سبق ملے شاہ موصوف کچھ دن تو درویشان کامل اور بندگان خدا کے ذکر اذکار میرے آگے بیان
کرتا رہا۔ اور اوصافِ اولیاء اللہ سے میرے دل کے گرد و غبار و آلائشِ دنیاوی سے پاک صاف کرتا رہا
آخر ایک روز اس بات پر ٹھہری کہ دائرہ شریف حضرت میراں صاحب میں چلنا چاہئے۔ اور حضرت کی
زیارت سے مشرف ہونا چاہئے۔ میں نے شاہ موصوف سے عرض کیا کہ تین رات متواتر مجھے ایک برقعہ پوش
کی زیارت ہوتی رہی ہے۔ اور مجھے یوں فرماتے رہے ہیں کہ دائرہ میں حاضر ہو جاؤ۔ میں یہی تو خواہش
کرتا ہوں کہ آپ کی وساطت سے حضرت کے دربار اور دائرہ مطہرہ میں پہنچ جاؤں۔ اور تو میں کچھ نہیں
چاہتا۔ چنانچہ دادئی ہدایت میاں شاہ عنایت مجھے اپنے ہمراہ لے گئے۔ خدمت حضرت پیر دستگیر
میں پہنچا کر شرف آستانہ بوسی آنحضرت سے مجھے ممتاز کر دیا۔ جب میں نے نیک اور تحقیق کی نظر سے
دیکھا وہ برقعہ پوش یہی ذاتِ والا صفات حضرت پیر دستگیر کی تھی۔ ان مرشد کامل نے جب دیکھا تو
دور سے ہی اس فقیر کو آواز دی کہ آؤ عبدالرحمٰن۔ درویش عبدالرحمٰن آؤ آ جاؤ۔ میں نے عرض کیا
کہ ماما گوجر ہوں۔ اور حضور کا غلام ہوں۔ اور قدم بوسی کے شرف کے لئے حاضر ہوا ہوں پھر ارشاد
فرمایا کہ تو تو شاہ عبدالرحمٰن درویش ہے۔ ماما گوجر کیسا۔ میں نے عرض کیا حضور کی درگاہ کا
کتا ہوں۔ مجھ میں شاہی درویشی کہاں ہے۔ وہی ماما گوجر ہوں۔ غرض انہیں الفاظ میں تین دفعہ
تکرار ہوئی۔ حضرت والا منزلت نے انہیں الفاظ سے اس فقیر کی قدر و منزلت بڑھائی۔ جب میں
حاضر ہوا ہوں حضرت کے سامنے پھولوں کا گلدستہ اور بہت سے پھول موجود تھے۔ درویشان حاضرین

کو سرکار ایک ایک پھول بخش رہے تھے۔ ان میں سے ازراہ عنایت وکرم ایک پھول اس غریب کو مرحمت فرمایا۔ سبحان اللہ سبحان اللہ وہ پھول نہ تھا۔ میں عرض نہیں کر سکتا کیا شئے تھا۔ مبالغہ نہ سمجھئے واقعی میں مستغرق ہو گیا۔ دیکھتا تھا کہ ہر ہر برگ اس پھول کا معرفت الٰہی و حقیقت محمدی کا نمونہ تھا۔ اور جو جو اسرار اس عجیب وغریب پھول سے مجھے دکھائی دیئے۔ میری زبان ان کے بیان سے قاصر ہے۔ میں اس پھول کے تماشے میں ایسا اور اس قدر محو ہوا ہمشتر تھم فی آیاتنا فی الآفاق وفی انفسہم۔ ادراک کی حالت تھی۔ اور میں مدہوش۔ اس اثنا میں آنحضرت اس مقام سے جہاں تشریف فرما تھے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور نقل مقامی کر کے دوسری جگہ تشریف لے گئے۔ فقیر کو یاد فرمایا۔ تعلیم وتلقین فرمائی رسوم بیعت ادا فرمائیں۔ اور ذکر اسم ذات کے لئے حکم صادر فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ یا حضرت پھول جو عطا فرمایا گیا ہے۔ تو جواب عالی ہے اس کا ایک ایک برگ حقیقت وطریقت کا پھول ہے۔ اور اس سے جو جو خیر وبرکات ظاہر ہو رہے ہیں۔ میری سمجھ اس کے سمجھنے سے قاصر ہے۔ اس سے ہزاروں قسم کے رنگ ہویدا ہو رہے ہیں۔ ارشاد ہوا۔ وہ بات دیگر ہے۔ وہ رنگ اور ہے۔ وہ راستہ دوسرا وطریقہ اور ہے۔ ذکرو اشغال کی تعلیم فرمائی۔ اور بعد چندے اس عاجز کو رخصت فرمایا۔ بقیۃ العمر انہیں اشغال میں معروف ومشغول رہا بات اصل یہ ہے کہ حضرت کی ذات والا صفات کی ادنیٰ سی توجہ سے کمال کی منزل چٹکیوں میں طے ہو گئی ایک آن میں میں سرحد کمال تک پہنچا دیا گیا۔ اور اپنے عہد میں مرجع عام وخاص ہوا۔

ان بزرگ کی قبر اور مدفن موضع پیلول پور میں موجود ہے۔ ایک مشہور فیض گاہ ہے۔ لوگ جاتے اور اکثر وہاں فیضیاب ہو کر بامراد آتے ہیں۔ حضرت پیر دستگیر روشن ضمیر کے بے شمار کمالات میں سے یہ کمال کس قدر عجیب وغریب تھا کہ ہونے والے مرید اور چھپے رستم وقت سے پہلے کیسے ڈھونڈ نکالتے تھے۔ شاہ عبدالرحمٰن صاحب اپنی کام میں مشغول گائیں بھینسیں چرا رہے تھے۔ کہ آپ نے پہلے سے پہلے انہیں جا گھیرا اور مطلع فرمایا اور بلایا اور راستہ بتلا کر منزل مقصود تک پہنچا دیا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

بھٹکے ہوئے مرید کو چلہ سے نکالا

زبدۃ المحققین قدوۃ الواصلین مرید راسخ الاعتقاد میر محمد جواد کی زبانی نقل ہے کہ میں حسن اتفاق سے ضلع ملتان میں پہنچ گیا تھا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ عبداللہ نام ایک شخص جو حضرت محمد یوسف کے معتقدوں میں سے تھا۔ مجھ سے محبت والفت کرنے لگا۔ ایک روز وہ شخص اپنی روئیداد بیان کر رہا تھا۔ بیان کرنے لگا کہ میں اپنے پیر ومرشد کے طریقے پر زمین کے نیچے گڑھا کھود کر اربعین کے ارادے سے چلے میں بیٹھ گیا

تھا۔ میرے پیر صاحب میری خبرگیری کے لئے دو تین روز بعد میرے پاس آجایا کرتے تھے۔ روئیداد وغیرہ
کی بابت مجھ سے پوچھ پاچھ جاتے تھے۔ پھر کبھی آجاتے تھے۔ اس طرح پر ایک ماہ کے قریب مدت گذر گئی۔
ایک دن غیب سے میرے کانوں میں آواز آئی۔ کہ دائرہ شریف میں آکر۔ یہاں کیا کرتے ہو۔ اس ندا سے
میرا دل اس عمل سے اٹھ گیا۔ اور میری حالت دل برداشتہ سی ہوگئی۔ اور میں کچھ بے اختیار سا ہوگیا
میرا دل یہاں تک اٹھ گیا کہ میں نے ارادہ کرلیا کہ میں حجرے سے نکل بھاگوں۔ دو ایک دن تشویش و
پریشانی میں گذر گئے تیسرے دن پھر وہی آواز میرے کانوں میں آئی۔ یہ دن بھی جیسے حیل حوالہ سے اسی
کنج تنہائی میں بسر کردیا۔ تیسرے دن پھر آواز آئی۔ اے درویش اگر ذوق معرفت الٰہی کا کچھ ہے۔ تو
چھوڑ دے اس غار کو اور آجا دائرہ شریف میں۔ یہاں بیٹھے بیٹھے تیری ہمت ٹھکانے نہیں لگے گی
تو یہاں بے فائدہ تکلیف اٹھا رہا ہے۔ کوئی صورت سوائے اس کے کارگر نہیں ہوگی۔ چھوڑ دے اسے
اور دائرہ شریف کی راہ لے۔ اس طرح تو کامیابی کا منہ نہ دیکھے گا۔ تیرا نصیب تو یہاں لکھا گیا ہے۔
تو کہیں ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے۔ اس اثناء میں میرا پیر بھی رسم ہودہ کے لئے اسی مقام پر تشریف
لے آئے۔ جہاں میں مقید تھا۔ میرا احوال پوچھنے لگے۔ میں نے تمام واقعات اور آوازیں جو مجھے آتی تھیں
تمام و کمال بیان کردیں۔ کہ تین روز سے متواتر یہی حالت ہے۔ آوازیں تو برابر سنائی دیتی ہیں۔ مگر آواز
کنندہ کی صورت دکھائی نہیں پڑتی کہ آواز دینے والے کون صاحب ہیں؟ اور دائرہ شریفہ کہاں اور
کس مقام پر واقع ہے۔ تمام حالات سنکر میرے پیر نے فرمایا کہ خیر کچھ آج تو تم یہیں رہو۔ اور خیال
رکھو اگر پھر آواز سنائی دے تو عرض کرنا کہ اسم مبارک حضرت کا کیا ہے۔ اور حضرت مجھ سے کیا چاہتے ہیں
اور دائرہ شریف کس جگہ ہے۔ وہ جگہ کدھر ہے۔ کس راستے سے آؤں۔ کیونکر آؤں۔ اسی رات کو وہ آواز
بدستور آئی۔ اور انہی الفاظ سے جیسا کہ پہلے بدستور مجھے بلایا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ یا حضرت حضور کا اسم مبارک کیا ہے
اور دائرہ شریف کہاں ہے۔ اس کا راستہ کدھر ہے۔ فرمایا۔ اس فقیر کا نام سید بھیکھ ہے اور دائرہ شریف
قصبہ شاہ آباد و قصبہ تھانیسر کے قریب اسی فقیر کے نام سے عام جگہ مشہور ہے۔ جب دوسرا دن ہوا
اس فقیر نے اپنے پیر سے پھر ان واقعات کو دہرایا۔ اور سب کچھ بیان کیا۔ میرے پیر نے جب اس
مبارک نام کو سنا فوراً فرمایا کہ جیسے سید بھیکھ طلب فرمائیں۔ کسی کا زہرہ کیا ہے کہ دم مارے۔ اسی وقت
میرے پیر نے ایک خط حضرت پیر دستگیر جناب میراں صاحب کی خدمت بابرکت میں لکھا اور مضمون یہ
درج کیا کہ کمترین دعاگو فقیر عبداللہ کا آپ کے دست بابرکت میں ہے۔ اس فقیر ہیچمدان سے پاس اس کیلئے
کچھ نہیں۔ یا اس کی تقدیر میں مجھ سے فیض اٹھانا نہیں لکھا۔ حضرت کے حکم عالی کے مطابق اس شخص کو

حضرت کی خدمت باسعادت میں حاضری کی ہدایت کرتا ہوں۔ مجھے آپ کی توجہات سے توقع ہے کہ ذکر و اذکار و اشغال جو کچھ بھی اس فقیر کے مناسب حال خیال فرمائیں۔ اسے تعلیم و تلقین فرمائیں وہ خط میرے پیر نے میرے حوالے کیا۔ اور حکم دیا کہ جاؤ بھائی۔ تمہاری قسمت پلٹ گئی۔ تمہارے اچھے دن آ گئے ہیں۔ جس درگاہ میں تم جاتے ہو۔ مالا مال ہو جاؤ گے۔ میں نے وہ عرضداشت اپنا نوشتہ تقدیر سمجھ کے ہاتھ میں لے لیا۔ اور رخصت ہو کر اپنے پیر کو سلام کر کے وہاں سے ٹھنڈے ٹھنڈے چل دیا مگر طبیعت میں جوش ایسا تھا کہ پر ہوں تو اڑ جاؤں۔ چنانچہ بے تحاشا وہاں سے بھاگ اور تھوڑے ہی وقت میں قطع منازل کرتا ہوا شرف قدمبوسی آں والا جناب سے بہت جلد معزز و ممتاز ہو گیا۔ ایک مدت حضور فائض النور کی خدمت باسعادت میں حاضر رہا کچھ تو کشت اور مشقت تھوڑی بہت استعداد مجھ میں پہلے سے موجود تھی۔ حضرت کی معمولی سی توجہ نے دنوں میں نور علیٰ نور بنا دیا۔ تعلیم و تلقین نہایت شفقت سے فرمائی۔ جب یہ جان لیا کہ کچھ ہو گیا ہے مجھے رخصت فرمایا۔ حضرت کی توجہ مبارک سے یہ بزرگ درجات اعلیٰ پا چکے ہیں۔ اور فیوضات باطنی سے مالا مال دکھائی دیتے ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

اژدھا سے محفوظ رکھا

یہ ضعیف و نحیف یعنی کاتب الحروف (حضرت شاہ لطف اللہ صاحب مرحوم و مغفور) رقمطراز ہیں کہ ایام طفولیت میں کھیڑی سادات جو راجپورہ کے قریب واقعہ ہے۔ اپنے اس گاؤں میں سکونت پذیر تھا۔ ایک روز قصبہ انبالہ بارادہ زیارت والدہ شریفہ جا رہا تھا۔ راستہ میں ایک قدیمی گل کوزہ کا جو بہت بڑا تناور درخت واقعہ تھا۔ اس درخت سے ایک اژدہا جو بقدر تیرہ چودہ گز طول میں ہو گا نکلا۔ اور میرے گرد محیط ہو کر کھڑا ہو گیا۔ مجھے کہیں آنے جانے نہیں دیتا تھا۔ میں اسکی دہشت سے سراسیمہ و بدحواس ہو گیا۔ رنگ و روغن میرے چہرے کا کافور ہو گیا۔ بلکہ جس قدر خون میرے بدن میں موجود تھا۔ سب خشک ہو گیا۔ اس عالت کرب و بلا میں ناگاہ نام مبارک حضرت پیر میری زبان پر اور سینہ جوش میں حضرت کا نام لے کر ایک حیدری نعرہ مارا بیخودی و بے اختیاری میں نام مبارک کا میرے منہ سے نکلنا تھا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ حضرت اسی تہبند کرتہ و ٹوپی سے جس سے دایرہ شریف میں بے تکلف رہا کرتے تھے۔ میرے سامنے موجود ہو گئے۔ وہی شکل اور وہی لباس پہنے تھے۔ حضرت کی صورت مبارک اور انفاس متبرکہ کی برکت سے اژدہا غائب ہو گیا۔ میں عالم بیہوشی میں تھوڑی دیر وہیں پڑا رہا۔ اس عرصے میں آمد و رفت والے آدمی وہاں جمع ہو گئے۔ انہوں نے

گھاس پات وغیرہ جنگل سے جمع کرکے جلایا تھا سے مجھے کچھ ہوش آنے پر انبالہ کو لے گئے۔ اور میری والدہ
معظمہ کے پاس پہنچا دیا اسی دن سے خوف جو مجھ پر غالب آگیا تھا۔ میرے وجود پر حرارت مستولی
ہوگئی اور بخار رہنے لگا۔ بخار اس شدت کا ہوتا کہ میرے ہوش وحواس کو کھو دیتا۔ ایک عرصہ
گذر گیا۔ اور بخار نے میرا پیچھا نہ چھوڑا۔ تین مہینے لگاتار میں بیمار رہا۔ مگر میں جب زیادہ بخار کیوجہ
سے بے ہوش ہوتا۔ تو میں خوب طرح دیکھتا حضرت پیر دستگیر میرے سرہانے تشریف فرما ہیں۔
جب میں ہوش میں آجاتا۔ مردان خانہ یا ان لوگوں کے سوا کسے جو بیمار پرسی کو آجاتے تھے
اور کسی کو اپنے گھر یا سرہانے نہ پاتا۔ اس ہوش وتندرستی سے میں اس بیماری وشدت بخار میں
بیہوشی کو اچھا سمجھتا۔ کیونکہ اس وقت مجھے حضرت کی زیارت تو نصیب ہوتی تھی۔ بیں اس حالت تکلیف
کو زیادہ پسند کرتا۔ اور تکلیف میں خوش رہتا تھا۔ اور خدا سے دعا کرتا تھا کہ خدایا ضعف اور غشی کی
حالت مجھ پر طاری رکھ۔ کم از کم اتنا تو ہو کہ یہ عارضہ قائم رہنے دے۔ میرے پیر کی زیارت تو گھر بیٹھے
ہوتی رہتی ہے۔ اور اس حالت کو میں نے کسی دوسرے شخص پر ظاہر نہیں ہونے دیا۔ کہ مجھ پر یہ حالت
ہوتی ہے اور یوں مجھے اپنے پیارے پیر کی زیارت کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ ظاہر کردینے میں مجھے
یہ خوف مانع تھا۔ کہ مبادا اسی پر اظہار کردینے سے میں اپنے پیر کی ہر وقت زیارت کرنے سے محروم
ہو جاؤں۔ میری طبیعت جب درست ہوتی۔ تو میری والدہ صاحبہ نے کہ وہ بھی حضرت پیر دستگیر کی
مرید تھیں۔ میرے لئے نئے نئے کپڑے جامہ وقبا وغیرہ تیار کرائیں۔ اور مجھے پہنا دیتیں کہ جلد جاؤ
اور اپنے پیر کی خدمت میں حاضر ہوجاؤ۔ ایک روز میں تیار ہوکر گھر سے چل ہی دیا۔ اور والدہ سے رخصت
ہوکر روانہ ہوا۔ اس وقت حضرت پیر دستگیر مجلس حضرت قطب العالم شاہ جلال الدین محمود قدس
سرہ العزیز میں قصبہ تھانیسر میں تشریف فرما تھے۔ فقیر براہ راست وہیں پہنچا۔ بوساطت عارف کامل
شیخ حاجی ہیبت اللہ قدس سرہ حضرت کی خدمت میں شرف باریابی اس فقیر کو حاصل ہوا میں سامنے
ہوتے ہی اپنا سر حضرت کے قدم مبارک پر رکھ دیا۔ اور حاجی موصوف نے عرض کیا کہ لطف اللہ حاضر
ہے۔ حضرت نے اس غریب کا نام سنتے ہی فرمایا کہ رحمت اللہ کے سرہانے تو میں تین ماہ لگاتار بیٹھا رہا
ہوں۔ بندہ نے تسلیمات عرض کی اور حضرت کی خادم نوازی کا شکریہ بجا لایا۔ اس وقت عابد وزاہد
میاں محمد شاہد اور زبدۃ الواصلین مولوی غلام حسین کہ بہت بڑے فاضل اور کامل بزرگ تھے
اور اپنے زمانے میں ساٹھ آدمی ساتھ لے کر گئے تھے جو سب کے سب یکتائے زمانہ اور فاضل بزرگ تھے
اور حضرت میراں صاحب کی خدمت میں پہنچ کر عرصہ بیس دن تک علم ومذہب کی بحث کا ولولہ قائم رکھ سکے تھے

آخر الامر حضرت پیر دستگیر علم باطن کے زور سے مذکورہ بالا صاحبان کے علم ظاہری پر بالکل غالب آ گئے تھے اور پھر نرمی سے تمام صاحبان معترضین کی کامل تسلی و اطمینان کر دیا۔ آخر مولوی غلام حسین صاحب کو جب کوئی حجت باقی نہ رہی۔ تو فرمانے لگے۔ یا حضرت میرا یہ پختہ ارادہ تھا کہ جو صاحب زنگ و غبار و شک و شبہ کا میرے دل سے اٹھا دے گا۔ اور میرا اطمینان خاطر کر دے گا۔ میں اسی بزرگ کے دست بیعت دیدوں گا۔ حضرت نے میرا قلب بالکل شیشہ کی مثال صاف و شفاف کر دیا ہے۔ اب جناب میری مراد پوری کریں۔ اور میرے پیشوا بنیں۔ مجھے اپنا غلام بنائیں۔ اور زمرہ خادمان میں مجھے بھی شامل فرمائیں۔
حضرت نے ان کی استدعا کے مطابق مولوی غلام حسین کو اپنا مرید و طالب بنا لیا۔ غلام (شاہ لطف اللہ صاحب) بھی حاضر خدمت اقدس رہتا تھا۔ بلکہ اس دفعہ گھر سے یہ ٹھان کر چلا تھا کہ اگر حضرت اجازت بخشیں گے لباس درویشی پہن لوں گا۔ موقعہ پا کر میں نے بھی عرض کیا کہ فقیر کا مصمم ارادہ تو یہ ہے کہ رنگین لباس پہن لیوے۔ لیکن غلام نے تمہید عین القصصات میں دیکھا اور پڑھا ہے کہ بلا اجازت شیخ روا نہیں کہ لباس درویشی پہنے۔ غلام اجازت کا خواستگار ہے۔ ارشاد ہوا کہ فی زمانہ کون سی کتاب کا شغل کرتے ہو میں نے عرض کیا کہ قطبی کا مطالعہ کرتا ہوں۔ اور وقتاً فوقتاً یاد الٰہی کیا کرتا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ دونوں شغلوں میں مشغول رہو۔ دونوں شغلوں کی حالت میں جو شغل زیادہ غالب آ جائے اسے اختیار کر لینا۔ اگر جنوں غالب نہ ہو تو درویشی کا لباس اختیار کرنا۔ اور اگر اس کے خلاف ہو تو لباس دوسرا پہن لینا
مدت ابھی تھوڑی ہی مدت اس واقعہ کو گذری ہو گی کہ میری طبع پر جنوں کا غلبہ ہو گیا میں جو کچھ یاد کرتا اور پڑھتا۔ مجھے کچھ یاد نہ رہتا۔ بلکہ طبیعت قبول ہی نہیں کرتی تھی۔ چنانچہ مرقومہ ذیل حضرت کا دوہرہ اس حالت پر دلالت کرتا تھا۔ دوہرہ

مالی مارا یان پھر بھول گئی سب جیب ؞ اب بھول تنا کھول تسبیح کھول کتیب

تب اس کے بعد حکم والا کے مطابق میں نے لباس اختیار کر لیا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

رحلت حضرت پیر دستگیر قدس سرہ

حضرت شاہ لطف اللہ صاحب قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ ہماری واردات سے ہے کہ جب حضرت پیر دستگیر قدس سرہ العزیز امر الٰہی کے مطابق اس جہان فانی سے رحلت فرما گئے اور سرائے جاودانی میں تشریف لے گئے۔ فقیر کی حالت بالکل خراب ہو گئی۔ حضرت کے قرب و زیارت سے

جو اطمینان قلب حاصل تھا وہ جاتا رہا۔ اور ایسی حالت کا ظہور ہوا کہ رات و دن میں ایک لحظہ بھی ایسا نہ گذرتا تھا کہ گریہ و زاری نہ ہو۔ اور جزع فزع بغیر ایک پل کٹنا محال تھا۔ دس بارہ روز کی کیفیت تو ناگفتہ بہ ہے۔ کیونکہ ان ایام میں پنجوقتی نماز اور ماہ صیام کے روزے مجھے مطلق یاد نہ رہے۔ اور نہ ادا کئے گئے۔ ایک روز جبکہ اندوہ و غم نے میری حالت بالکل دیوانوں کی سی کر رکھی تھی۔ میں نے دیکھا کہ آنحضرت حاضر ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ لطف اللہ ہمیں تو مردہ سمجھتا ہے۔ میں تو زندہ ہوں۔ بلکہ میرے حساب تو مردہ ہے۔ کیونکہ تو نے خام خیالات کو اپنے دل پر نقش کر رکھا ہے اب اٹھ کھڑا ہو۔ اور اپنی کمر حکم الٰہی وجد و جہد پر باندھ اور ذکر و شغل و یاد الٰہی میں مشغول ہو۔ عورتوں کی طرح صف ماتم پر بیٹھ کر کیا ملے گا۔ ہمیں ہر وقت اور ہر لحظہ اپنے ساتھ شامل حال خیال کر فقیر نے حضرت اقدس کا یہ حکم اپنی گرہ میں باندھا۔ اور سر ہند پہنچا۔ اور اپنے ماں اور باپ کی محبت کا رشتہ تک توڑ دیا۔ اور یاد الٰہی کا سلسلہ پکڑ لیا۔ سبحان اللہ اسی روز سے سبحانہ تعالیٰ نے اپنی محبت کا انعام بخشا ہے۔ اور یوم القیام تک ترقی درجات و عنایات کا امید وار ہوں۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

مخمور تجھے مسرور بنا دیا

زبانی قدوۃ الواصلین۔ میاں شیخ محمدؐ صاحب متوطن انبالہ مشہور ہے۔ جو صاحب ریاضیات کمال۔ اور مرید رشید خلیفہ حضرت پیر دستگیر ہیں سے ایک صاحب شہرت بزرگ ہوئے ہیں۔ صاحب مذکور اپنے حالات و واقعات بیان کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ اوائل حال اور عنفوان شباب و عالم جوانی میں میں مرتکب عصیاں رہا کرتا تھا۔ اور شب و روز سوائے اس کے کہ شراب پیئں مست رہوں۔ اور کوئی شغل مجھے نہیں بھاتا تھا۔ اور اکثر برے افعال زنا اور دوسرے گناہ مجھ سے سرزد ہوتے رہتے تھے ناشائستہ اعمال کرتے ہوئے کوئی خوف نہیں ہوتا تھا۔ سچ کیوں نہ کہوں۔ میں نے ایسے ایسے اعمال کئے ہیں کہ نہ بیان کرنا ہی اچھا اور مناسب ہے۔ اس قدر گناہ و بد افعالیاں کیں کہ ان کا حساب و شمار مشکل ہے۔ ایک رات شراب پیئے ہوئے اور اس کے خمار میں مست ہو کر اپنے گھر میں پڑا ہوا تھا۔ ناگاہ ایک برقعہ پوش میرے سامنے آ کھڑے ہوئے۔ اور بلند آواز سے فرمایا۔ اے شیخ محمد اب تو یاد الٰہی کر۔ کب تک اس شراب خانہ خراب میں سرمست و مخمور رہے گا۔ مجھے کچھ گھڑنے کی خبر بھی تھی۔ اور بے خود تھا مجھے ان باتوں سے کیا سروکار۔ میں نے پرواہ بھی نہ کی کہ کیا کہہ رہا اور کون کہہ رہا ہے۔

میری عورت نے یہ واقعہ دیکھا۔ اور اس سے برقعہ پوش کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا۔ اس نے مجھے بیدار کیا

اور کہا تو نہیں سنتا۔ ایک شخص پیچھے تیرے سرہانے کھڑا ہو کر یوں کہتا ہے۔ میں نے اپنی عورت کے کہنے پر التفات نہ کی۔ بلکہ ترش روئی سے جواب دیا۔ کہ خیالی باتوں پر کاربند ہونا اور مقید ہونا عقلمندی نہیں ہے۔ خیر بات آئی گئی ہو گئی۔ دوسری رات پھر میں اپنی روزانہ حالت میں مست پڑا تھا کہ پھر وہی برقعہ پوش میرے سر بالیں موجود تھے۔ اور اسی طرح آواز کرتے تھے۔ کہ اے شیخ محمد اٹھ۔ یاد الٰہی کر۔ اور عبودیت الٰہی کو اپنا شعار بنالے۔ چھوڑ دے فسق و فجور۔ اس رات بھی شراب کی مستی میں کچھ سوجھائی نہیں دیا۔ پھر میری زوجہ نے یہ واقعات اپنی آنکھوں دیکھے اور مجھے خبردار کیا۔ کہ تو کچھ سنتا ہے یا نہیں۔ غیب سے یہ صدا آتی ہے۔ اور تو خواب خرگوش سے بیدار نہیں ہوتا۔ مگر میری سہل انگاری میں کوئی فرق نہیں آیا۔ میں نے ایک معمولی خواب و خیال تصور کیا۔ اور چپ ہو رہا۔ تیسری رات ہوئی میں نے اسی طرح بدستور خاک معصیت آنکھوں میں ڈالے ہوئے شراب کے خمار میں مست و مدہوش پڑا خراٹے لے رہا تھا۔ کہ برقعہ پوش نے بدستور آواز دی کہ اٹھ یاد الٰہی میں مصروف ہو جا۔ اور شراب خواری سے توبہ کر دے۔ اور دائرہ شریف میں حاضر ہو جا۔ اب وقت آ گیا ہے میری عورت نے مجھے پھر جگایا۔ اور جھنجوڑ جھنجوڑ کر ہوشیار کیا۔ تیسری رات تھی اس کلام فرخندہ انجام سے اپنے افعال سے تائب اور ہوشیار ہوا۔ میں نے اٹھتے ہی غسل کیا۔ پاک ہوا اور سیدھا اپنے گھر کے چوبارہ پر پہنچا۔ اور ذکر بالجہر بڑی اونچی آواز سے شروع کر دیا۔ ہمسایہ کے لوگوں نے جب میرے ذکر جہر کے نعرے سنے تو ہنستے تھے اور کہتے تھے کہ شیخ محمد شراب کی بدمستی میں آج کلمہ طیبہ کا ذکر کر رہا ہے یہ عجیب حالت ہے۔ لوگ تو ہنستے تھے مگر میری حالت نہایت خراب ہوتی جاتی تھی۔ جو حقیقت میں سدھر رہی تھی۔ یعنی وہ عیش و آرام تو قطعی چھوٹتا جاتا تھا۔ شراب سے نفرت پیدا ہو رہی تھی۔ خواب راحت اور مزے کے کھانے سب حرام ہوتے جاتے تھے۔ اور ذکر کے شور سے لوگوں کے عیش و آرام خلل انداز ہوتا تھا۔ تو لوگ مجھے سخت کلامی سے یاد کرتے اور دشنام دہی سے پیش آتے تھے۔ ان باتوں سے طبع کچھ گھبرائی۔ اور میں نے اپنے واقفوں سے دائرہ شریف کی راہ پوچھی کہ دائرہ شریف کون سی سمت میں ہے۔ لوگوں نے مجھے بتایا کہ فلاں سمت یہاں سے پندرہ کوس کے فاصلہ پر ہے۔ میں نے ڈھال تلوار لگائی۔ خوب ہتھیاروں سے سجا اور پکا بنا ہوا دائرہ شریف کو چلتا بنا۔ اور منزل مقصود پر پہنچا۔ حضرت پیر دستگیر نے دور سے دیکھتے ہی پہچان لیا۔ اور فرمایا۔ واہ رے شیخ محمد تو بڑی محنت اور مشقت کر کے آیا۔ بڑی ناہنجاری سے راہ راست پر آیا۔ تین متواتر گذرتے ہیں کہ برابر تجھے لانے کے لئے مجھے راتوں تیرے گھر اندبالے جانا پڑا ہے۔ خیر تو آ گیا۔ اچھا کیا۔ آ تو گیا۔ نماز ظہر سے فراغت پا کر

حضرت نے اس فقیر کو یاد فرمایا۔ اور ایک گوشہ میں مجھے لے کر بیٹھے۔ سب سے پہلے مرید بنایا۔ اور ذکر جہر کے لئے ارشاد و اجازت فرمائی۔ اور ارشاد ہوا کہ ڈھال و تلوار کو نہیں اپنے ساتھ رکھنا۔ میں حضور لامع النور سے رخصت لیکر اپنے گھر آیا۔ اور ڈھال تلوار کو ارشاد والا کے مطابق اپنے سے جدا نہ کرتا تھا۔ ساتھ تعلیم کے مطابق ذکر الہی میں بھی لگا رہتا تھا۔ ایک دن بیٹھے بیٹھے خیال آ گیا۔ اللہ و رسول کی یاد میں دن رات لگے رہنا۔ اور اس سپر و شمشیر کو ساتھ لگائے رکھنا کچھ غیر موزوں سی بات ہے۔ لاؤ ہتھیاروں کو الگ کر دوں۔ ڈھال کے تو بہت کئی ٹکڑے کئے۔ اور پھینک دیا۔ اور یوں ہی تلوار توڑ دی۔ اور حضرت کی حضور میں پہنچا۔ آپ حضرت کاشف اسرار اور منبع الانوار نے بہت دور سے دیکھتے ہی مجھے ارشاد ہوا۔ کہ وہ ڈھال و تلوار توڑ ڈالی۔ ایسے وہ سامان ساتھ نہیں لایا۔ اب اسی طرح دوئی بھی دل سے نکال دے یکتائی اختیار کر لے۔ میں نے اسی دن کپڑے رنگ لئے اور اپنے گھر کو چلا آیا۔ اس سے پہلے اس فقیر کی زوجہ ہمیشہ جس حالت میں دیکھتی تھی۔ وہ یہ ہوتی تھی کہ جامہ و لباس از مکلّف پہنے ہوتا تھا۔ ہر کپڑا گلنار و گلنار زیب تن ہوتا۔ مشجر و گلدار۔ پارچوں سے مجھے قدیم سے شوق تھا۔ پاجامہ شروع پہنتا۔ اور اب جبکہ میں دائرہ شریف سے واپس آیا۔ فقیرانہ گیروے لباس میں مجھے دیکھا۔ دیکھتے ہی کلمہ الحمد للہ زبان سے نکلا۔ اور بہت ہی خوش اور خوشحال ہوئی۔ جب میں ادائے نماز کی غرض سے مسجد کو گیا۔ میری عورت کو بھی موقعہ ہاتھ آیا۔ میری بی بی نے تمام مکلف و زردار کپڑے اپنے وجود سے الگ کر دیئے اور دوسرے سفید نکالے اور گل سرخ سے رنگے۔ ایک پیراہن۔ ایک چادر اور ایک کپڑا گیروا رنگ کر پہن اور اوڑھ لی۔ اور خاموشی کے ساتھ ایک طرف بیٹھ رہی۔ جب یہ فقیر نماز سے فراغت پا کر اپنے گھر پہنچا تو دیکھا یہاں عالم ہی دگرگوں ہے۔ بات ہی اور ہے۔ تب میں نے اپنی عورت سے دریافت کیا کہ یہ کیا بات ہوئی۔ میری بی بی بولی کہ تم ہی میرے رفیق شفیق اور تمام ضروریات زیست و مرگ کے کفیل ہو سکتے ہو۔ تم نے جب مکلف لباس چھوڑ دیا اور رنگین پہن لیا۔ اور وہ طریقہ جو ذات عالی کو پسند ہے اختیار کر لیا۔ تو مجھ پر بھی لازم آیا کہ آپکی پیروی کروں۔ کیونکہ میں تو آپ ہی کی لونڈی ہوں۔ اور آپ کی خوشی اور پیروی میرا فرض ہے۔ سب سے مقدم یہی امر ہے۔ اگر میں اسی حالت میں رہتی۔ آپ کو ہرگز پسند نہ ہوتا۔ دوسری حالت میرے اور آپ کے دونوں کیلئے تکلیف کا باعث ہے اب تو سبحانہ تعالیٰ نے گناہگاری کی حالت سے آپ کو نکال لیا ہے۔ اور توبہ و استغفار پر آپ کو متوجہ کر دیا ہے۔ اپنی محبت کی کشش آپ کے دل میں ڈال دی ہے۔ اب ہم پر فرض ہے کہ پوشاک اور خوراک کے فکروں سے آزاد ہو جائیں۔ اور نوشتہ ملام سے بھی تھا کہ یاد کی فکر ہو۔ دوسرا کہاں بات نہ ہو۔ جہاں آپ ہوں۔ وہیں میں بھی

آپ کی ہمدم و دمساز ہوکر حاضر خدمت رہوں گی۔ اور آپ کی نیک صحبت سے فائدہ اٹھاؤں گی۔ بہتر تو یہ ہے کہ مجھے اپنے ہمراہ لے جاکر حضرت پیر دستگیر کی خدمت عالی منزلت میں پہنچا دیں۔ اور کنیزان آنحضرت کی ذیل میں شامل کر دیں۔ اپنی بیوی کی یہ تمام باتیں مجھے بہت خوشگوار معلوم ہوئیں۔ میں اسی وقت اسے اپنے ساتھ لے کر گھر سے چل دیا۔ اور حضرت پیر دستگیر کی خدمت باسعادت میں حاضر کیا۔ اور مرید بھی کر دیا۔ ہمارے وہ پرانے خیالات نیست و نابود ہو گئے۔ میاں بی بی دونوں ہی اپنے اپنے خیال میں ایسے یاد الٰہی میں لگے کہ اور کسی قسم کا خیال دل میں نہ گذرا۔ ہمارے ورد کی یہ حالت تھی کہ بلا ناغہ ہر روز شد و مد اور زور شور سے بارہ ہزار دفعہ اللہ کا نام یعنی ذکر جہر برابر کر لیتے تھے۔ اس میں کبھی کمی نہ ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ اور کچھ تو ہو جاتا تھا کم نہ ہوتا تھا۔ نام پاک کی برکات اور حضرت مرشد کامل کی توجہات سے اپنے ہمعصروں اور اکابرین وقت میں شمار ہوتے تھے۔ آخر واصل حق ہوئے اور دنیا میں نام کر گئے۔ الحمد للہ علی ذالک

مستوجب توجہ حضرت پیر ابرار

مشہور خاص و عام ہے کہ ایک روز قصبہ بٹوڑ کے اندر حضرت مرشد آفاق نے مخلص یکرنگ میاں شاہ اورنگ کے حق میں توجہات مبذول فرمانے کیلئے حضرت پیر دستگیر سے ارشاد فرمایا۔ حضرت ممدوح نے انگشت قبولیت سر و چشم پر رکھتے ہوئے فرمایا۔ کہ غلام حضرت والا کی ستودہ صفات کی کسی حکم کی تعمیل میں ایک لحظہ کیلئے درنگ و تامل نہیں کر سکتا۔ جو امر عالی ہو عین سعادت ہے چنانچہ حضرت مرشد آفاق کے حکم سے انبیٹہ شریف سے روانہ ہوئے۔ اور قصبہ اندری میں نزول اجلال فرمایا۔ دوسرے دن علی الصباح آپ کے روانہ ہونے سے پہلے کہ قصبہ سے باہر قدم رکھا۔ اور میاں شاہ اورنگ کے حال پر توجہ فرمائی۔ جس سے ہوتے ہی حضوری مجلس حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نصیب ہوئی قصبہ اندری سے قصبہ تھانیسر تک دس کوس کا فاصلہ ہے۔ میاں اورنگ وہاں سے بھاگے۔ اور مجلس میں داخل ہوئے۔ کوئی خبر شریعت کی نہ تھی۔ صم بکم دنیا و عقبیٰ سے لاعلم مطلق چلے آتے تھے یہاں تک کہ شہر کے تنگ و تاریک گلی کوچوں میں راستہ قطع کرتے چلے جاتے تھے۔ سر و پا کی کچھ خبر نہ تھی۔ جب کوچوں و دیواروں سے سر ٹکرایا۔ اور اینٹ پتھروں سے ٹکرا کر پیشانی خون سے تر ہو گئی۔ تب جاکر کہیں ہوش آیا۔ مگر وہ بھی کچھ نہیں۔ کچھ ہوا سا۔ جیسے حضرت پیر دستگیر کی نگاہ انبیر سے سر و سامانی کی حالت [illegible] تو حضرت [illegible] پہنچا۔ میاں اورنگ کس حال میں ہو گئے تھا فوراً اپنا سر حضرت کے قدم مبارک پر رکھ دیا۔ اور عرض کیا کہ حضرت کی ذرا سی توجہ کی برکت سے اونگھتے اور ...

ہو گیا۔ معرفت کے تمام دروازے اس کے یعنی جبہ پر کھل گئے ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

جیسے دے مولیٰ

مشہور خاص و عام ہے کہ میاں موسیٰ خاں رئیس موضع دینا مزرعہ جو تکیہ شریف کے پاس ہی واقع ہے۔ کسی دنیاوی کام کے لئے جاتے ہوئے اس راستہ سے گذرے جو دائرہ شریف کے پاس ہو کر جاتا ہے۔ راستہ راستہ جاتے ہوئے۔ جب اس دیوار کے نیچے سے گذرے جو سر راہ واقع ہے۔ موسیٰ خاں کے دل میں آیا کہ پاس سے ہو کر بلا حصول دولت نیاز حضرت میراں صاحب اور بغیر حصول سعادت قدمبوسی و آستانہ بوسی حضرت میراں جیو اور سلام و آداب کے سوا ہی چلے جانا لائق نہیں ہے۔ چنانچہ وہیں سے واپس آئے۔ اور سلام عرض کیا۔ حضرت نے دریافت فرمایا کون صاحب ہیں عرض کیا گیا۔ بندۂ درگاہ موسیٰ خاں۔ حضرت کی زبانِ درفشاں سے نکلا جیسے دے مولیٰ کیا کرے شاہ دولا ان کلمات کا حضرت کی زبان سے نکلنا تھا۔ اور موسیٰ خاں کے کان میں پڑنا تھا کہ اس کے پاؤں اکھڑ گئے اور زمین پر گر گیا۔ حالت دگرگوں ہو گئی۔ اور معرفت کے دروازے موسیٰ خاں پر کھل گئے۔ انوار الٰہی کے چمکاروں سے موسیٰ خاں چوندھیا گئے۔ اس وقت سے موسیٰ خاں کچھ اور سے اور ہو گئے۔ حضرت والا کی زبان سے لوگوں نے بارہا سنا کہ موسیٰ خاں ہماری رموز کو نہایت اچھی طرح سے سمجھتا ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

سکندر سے شاہ سکندر

پانی پت کے اندر شاہ سکندر نامی تیلی رہتا تھا۔ اس کا پوتا محمدی نام حضرت کا مرید ہو گیا تھا۔ ایک روز کسی بات پر بگڑ جانے پر سکندر نے اپنے بیٹے کو ملامت کی کہ میں کہیں اور مرید تھا۔ یہ نالائق کسی دوسرے کا مرید بن بیٹھا۔ اس ملامت اور سیاحت سے پہلے محمدی اکثر حضرت پیر دستگیر کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ اور سعادت دارین حاصل کیا کرتا تھا۔ اور جب سے اس کے باپ نے قدغن اور مخالفت شروع کی تھی۔ تب سے اس نے قدغن اور مخالفت شروع کی تھی۔ تب سے۔ اس نے اپنا معمول بدل دیا تھا ہفتہ عشرہ میں ایک آدھ دفعہ آ جایا کرتا تھا۔ وہ بھی دل برداشتہ سا۔ ایک روز حضرت میراں صاحب نے دریافت فرمایا محمدی کہو کہیں دور سے آتے ہو کہ دیر دیر بعد آنے لگے ہو۔ محمدی نے عرض کیا۔ حضرت سلامت دور سے آتا ہوں اور نہ کہیں اور جاتا ہوں۔ میرا باپ یہاں آنے پر مجھے سرزنش کرتا ہے جس کی وجہ سے میں دیر کے بعد حاضر ہونے لگا ہوں۔ ارشاد ہوا ابھی تم اپنے باپ کو ایک دفعہ یہاں نہیں لاتے۔ میں بھی تمہارے

باپ سے ملاقات تو کر لوں۔ اتفاقیہ ایک دن کسی کام کو جاتے ہوئے۔ باپ بیٹا دائرہ شریف کی اس دیوار کے نیچے سے گذر رہے تھے۔ جو سر راہ واقعہ ہے۔ محمدی سے نہ رہا گیا۔ بولا اے باپ اگر تم یہاں تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ تو میں بھاگ کر آستانہ پیر دستگیر کی زیارت کر آؤں۔ بہت جلد آجاؤں گا۔ اس نے قبول کیا محمدی دوڑا اور حضور انور کی حضور میں حاضر ہوا۔ سلام عرض کیا۔ حضرت دریافت فرماتے ہیں۔ کہو بھئی تمہارا باپ کہاں ہے۔ عرض کیا دیوار کے پیچھے موجود کھڑا ہے۔ ارشاد ہوا بھئی اسے بھی بلالو۔ محمدی دوڑ گیا اور کہا کہ حضرت یاد فرماتے ہیں۔ محمدی کے باپ سکندر نے جب پیغام سنا۔ انکار نہ کر سکا۔ ایک صاحب کمال درویش کی قدم بوسی کی ہوس نے دل پکڑ لیا۔ اور کشاں کشاں وہاں چل دیا۔ دائرہ شریف کے اندر آگیا اور حضرت کے سامنے آتے ہی آداب کورنشات مودبانہ و عاجزانہ بجالایا۔ حضرت نے سکندر کو اپنے پاس بلا لیا۔ اور اس کا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لے لیا۔ اور ادنیٰ سی توجہ فرمائی۔ سکندر کے آئے ہوش فرو ہو گئے۔ اور بے ہوش ہو گیا۔ حکم ہوا کہ سکندر کو ایک چارپائی پر لٹا لو۔ اور اس کے گھر پہنچا دو۔ ایسا ہی کیا گیا تین دن متواتر میاں سکندر ہوش میں نہیں آئے۔ کچھ دنیا و مافیہا کی خبر نہ تھی۔ کھانا نہ پینا مطلق بے ہوش اسی چارپائی پر دراز رہے۔ چوتھے روز حضرت کی حضور میں عرض کیا گیا کہ چار روز ہوئے میاں سکندر اسی حالت میں ہے آنکھ نہیں کھولتا۔ اس کی تو جان کے لالے پڑ گئے۔ اس قدر بے ہوشی۔ کہیں ایسا نہ ہو بے ہوشی میں ہی چل بسے۔ حکم ہوا اگر ایسا ہے تو اسے ہمارے سامنے لانا چاہیے۔ تعمیل حکم فوراً ہوئی۔ اور میاں سکندر کو اسی چارپائی پر سوار حضرت کے حضور میں پیش کیا گیا۔ نظر رحمت ڈالی۔ نظر کیمیا اثر کا پڑنا تھا کہ سکندر اٹھ بیٹھے۔ حضرت نے تبسم فرمایا اور ارشاد ہوا۔ کہو میاں سکندر پیر ایسا چاہیے جو دریائے قلزم میں پھینک دے اور جب چاہے اپنی ولایت کی قوت سے نکال باہر کرے۔ باتوں ہی باتوں میں حضرت نے سکندر کو سلطان سکندر کے لقب سے ملقب فرمایا۔ پھر کیا تھا۔ سلطان سکندر ہی ہو گیا۔ سکندر نے پھر اوقات حمیدہ و افعال پسندیدہ سے کسی وقت کو بھی خالی نہیں گذارا۔ اور بلند قدم احاطۂ بشریت سے کبھی باہر نہ رکھا۔ اور اسلامی حق پرست شمار ہوا۔ اور مشہور خدا شناسوں میں گنا گیا۔

الحمد للہ علیٰ ذالک

بازیگرنی کے عشق میں متوالا

محمد قائم نام درویش اول اول موضع سندر میں سکونت رکھتے تھے۔ اتفاق کی بات اس گاؤں میں ایک بازیگروں کا ٹانڈہ جا اترا۔ ان بازیگروں میں ایک عورت بھی شامل تھی۔ جو اپنے فن بازیگری [illegible] حسن و جمال میں بھی ممتاز تھی۔ محمد قائم کی نگاہ اس بازیگرنی پر پڑ گئی دل

ہاتھ سے نکل گیا۔ اور اس عورت کے عاشق و شیدائی بن گئے۔ اور اپنا دل بازیگرنی کے حوالے کر بیٹھے۔ بازیگر
ایک جگہ ہی رہتے سے رہے۔ پھر اپنا ڈیرا ڈنڈا اٹھایا۔ اور دوسری جگہ کو چلے گئے۔ محمد قاسم عاشق تھے
جب یہ معلوم ہوا کہ یہ یہاں سے جاتے ہیں۔ اضطراب و خود رفتگی دلپر غالب آئی۔ لگے ہاتھ پاؤں مارنے
مگر سوائے اس کے چارہ کار کچھ نہ دیکھا کہ انہیں کے پیچھے چلدیں۔ تاکہ دیدار معشوقہ سے دل کی لگی تو
بجھتی رہے۔ عاشق بغیر دیدار کے کیسے زندہ رہے۔ چنانچہ آپ نے ان کا پیچھا کیا۔ جہاں کہیں وہ
اپنی سرکیاں لگا دیتے یہ بھی کہیں انہیں کے مقابل بیٹھ رہتے۔ ہاتھ دھو کے پیچھے ہوئے تھے۔
عشق تھا مصداق تھوڑا ہی تھا۔ لگے یونہیں آگے پیچھے پھرنے۔ وہ تو اپنے کام میں مصروف پھرتے
کماتے کھاتے۔ یہاں محمد قایم کے ساتھ کون تھا۔ جانِ واحد۔ سب لگے بھوکے پیاسے مرنے خشند لگ
حرام ہوگئی۔ بس دیدار جاناں سے مطلب تھا۔ اسے دیکھ لیا اور سامنے بیٹھ رہے۔ اس جھگڑے کی خبر
بلبیافتگان حضرت پیر دستگیر نے حضرت میراں صاحب سے بھی کردی۔ کہ محمد قاسم درویش اس حال میں
ہیں۔ واقعات سے خبردار ہو کر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ دو آدمی چلے جائیں۔ اور محمد قایم کو ایک
چارپائی پر بٹھا لیں اور اس ٹانڈہ وقافلہ کے ساتھ ساتھ رکھیں۔ ایسا ہرگز نہ کریں۔ کہ اسے اس
ٹانڈہ سے جدا کریں۔ بہرکیف یہ نہایت ضروری امر ہے کہ اسے اسکی معشوقہ کے سامنے رکھیں۔ ایسا
نہ ہو کہ وہ بازیگروں کا ٹانڈہ وہاں سے کوچ کر جائے۔ اور کسی ایسی طرف چلا جائے۔ جس کی محمد قایم
کو خبر نہ ہو۔ اور وہ مظلوم مدہوشی و فرقت کے غم میں وہیں پڑا جلتا و تڑپتا رہ جائے
دو آدمی تعمیل ارشاد کیلئے اسیوقت روانہ ہوگئے۔ اور حسب الارشاد عمل کرتے رہے۔ چند روز کے بعد
خبر پہنچائی کہ اب محمد قایم بالکل مخبوط الحواس اور فاتر العقل ہوگیا ہے۔ اسکی آنکھیں خانہ ہائے چشم
سے باہر نکلی پڑتی ہیں۔ اور فقط ایک حالت میں برابر کھلی رہتی ہیں۔ کسی سوال کا جواب اب نہیں دیتا
بول چال بھی قطعی بند۔ ارشاد ہوا کہ ایسی حالت ہے تو بہتر ہے اسے ہمارے سامنے لاؤ۔ جو لوگ ہمراہ تھے
انہوں نے چارپائی پر ڈالا اور حضرت کی حضوری میں لے آئے۔ حضرت نے دریافت فرمایا۔ محمد قایم، تو مجھے
پہچانتا ہے۔ محمد قایم بولے تو ہستی ہے پہچانتا کیوں نہیں رہتی ان کی معشوقہ بازیگرنی کا نام تھا
اس عاشقانہ جواب کو سنکر حضرت میرانجیو نے تبسم فرمایا۔ اور فرمایا کہ سرشد ہونا چاہئے جو ایسے وقت
میں ساتھ دے۔ اور کام آوے۔ حکم ہوا ابھی اسے لے جاؤ۔ تیسرے دن میرے سامنے پھر لاؤ۔ چنانچہ
اسی حکم پر عمل کیا گیا۔ اور تیسرے روز محمد قایم پھر حضوری میں پیش کئے گئے۔ جب سامنے ہوئے
حضرت نے پھر وہی سوال فرمایا کہ تو مجھے پہچانتا ہے۔ سمجھا میں کون ہوں۔ یہ الفاظ محمد قایم کے کانوں میں

پہنچتے ہی وہ ہوش میں آگیا۔ پہچانا۔ اور فوراً چارپائی سے اٹھ کر حضرت کے قدموں پر ہمیشہ لزوم پر اپنا سر رکھ دیا۔ فرماتے تھے مرشد برحق ہو تو ایسا ہو۔ جو ایسے آڑے وقت میں آڑے آئے۔ اور آفات سے چھڑائے۔ حالت بھی کیسی سخت بد تر کہ لاعلاج کہ درویش کی جان ایک تہلکہ کی حالت میں ہو۔ ایسی حالت سے نکال لادے اور منزل مقصود تک پہنچا دے۔ محمد قایم اپنے ہوش میں ایسا آیا کہ پھر اس کے ہواس پر کوئی صدمہ کبھی نہیں پڑا۔ واصلان حق میں سے ہو گیا۔ ان کے حالات و کمالات جو اس وقت سے بعد محمد قایم کو حاصل ہوئے۔ حیطۂ تحریر و تقریر میں نہیں آسکتے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

میاں موسیٰ خاں کی تعلّی

نہایت معتبر ذریعہ سے یہ بات ثابت ہو کر مشہور ہے کہ ایک رات حضرت پیر دستگیر بالائے بام ایک تخت پر لیٹے ہوئے رب العباد کی یاد میں مصروف تھے۔ اسی حالت کے اندر یعنی یاد الٰہی میں حضرت پر نیند غالب آگئی۔ اور استراحت میں ہو گئے۔ یعنی سو گئے۔ تھوڑی دیر بعد قدوہ کاملان سید شرف جہاں جو سادات عظام سامانہ سے تھے اور یگانۂ دوران میاں موسیٰ خاں آئے اور انہوں نے حضرت کے پائے مبارک کی تلی کو مالش کی۔ یہ دونوں صاحبان اقبال مند مریدان حضرت پیر دستگیر سے ہوئے ہیں۔ دونوں نے عرض کیا کہ ہم نے مناقب حضرت شاہ مردان شیر یزداں۔ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے لکھے ہوئے دیکھے ہیں۔ جو فرماتے ہیں کہ بحر و بر خشک و تر نار و قرآن غرض ہر چیز میں ہوں یہ کس طرح ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اس پر جلال بیان کی شرح اور سالک دانائے رموز حقیقت کی تشریح بیان کے حوصلہ سے باہر ہے۔ حالانکہ غلامان غلام آنحضرت سے ایسے حالات پائے جاتے ہیں بالفعل چند کس درویشان اس فقیر میں سے بھی ہیں۔ جو اسی حالت موصوفہ میں روئیداد رکھتے یعنی رسا کار ہیں۔ موجود ہیں۔ بات یہاں تک پہنچی تھی کہ اتنے میں میاں موسیٰ خاں نے ایک نعرہ مارا اور بیقرار سے ہو گئے۔ حکم دیا کہ انہیں کوٹھے پر سے نیچے زمین پر جا لٹائیں۔ یہاں ان کا رہنا اچھا نہیں۔ حکم کے مطابق موسیٰ خاں کو نیچے لے آئے۔ جب یہ نیچے آگئے تو وہی مناقب جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں ہیں بے اختیار و بر ملا۔ جو بیان کئے گئے تھے۔ ان کی زبان پر جاری تھے۔ جھاگ ان کے منہ سے نکل رہے تھے اور ان کی حالت عجیب و غریب ہو گئی تھی۔ بہت دیر تک ان کا یہی حال رہا۔ حضرت میرانصاحب نے تھوڑا سا پانی پڑھ کر مرحمت فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ موسیٰ خاں کے منہ پر اس پانی کے چھینٹے دیں۔ اور کچھ پانی انہیں پلا دیں۔ جب چھینٹے دیئے اور پانی پلایا گیا۔ بہت جلد ہوش ٹھکانے آگئے۔ مگر

چہرے پر سرخی اور نور کے آثار ابھی تک باقی تھے۔ جب مولسیخان اپنی اصلی حالت میں آئے۔ تو حضرت نے فرمایا۔ کہ یہ فقیران لوگوں کے سر پر اللہ کی عنایت سے موجود ہے۔ ورنہ یہ لوگ تو ایسے ہیں کہ اگر ان کی روک تھام نہ کیجائے تو خیلان مست کی طرح مست الست پھریں۔ اور زنجیریں توڑ کر بھاگتے پھریں وہ تو خیر ہی میں آئینس لئے ان کے سر پر موجود ہوں۔ ان کے سر پر اس وقت ایسی حالت سوار ہو گئی تھی کہ جسکا تحمل اور برداشت نہایت دشوار تھا۔ الحمد للہ علی ذالک،

پیر کی حفاظت

مشہور ہے اور زبانی اشرف عباد کشف زماد سید محمد جواد کی ہے۔ جو بہت سے اوصاف حمیدہ رکھنے والے اور برگزیدہ اوقات اور ہمیشہ اذکار و اشغال میں رہنے والے اپنے دل کی پوری پاسبانی کرنے والے اور دل کو مقید و مطیع رکھنے والے بزرگ تھے۔ اور ایسی ایسی شاقہ محنتیں برداشت کرنیوالے بھاری ریاضتیں کرنیوالے اور نفس سرکش کو گوشمالی دینے میں مشہور تھے۔ ان کا بیان ہے کہ ایک دفعہ اہل خانہ کسی تقریب شادی پر کہیں گئے تھے۔ اور رات بھر وہیں رہے۔ ایک باندی تن تنہا کھانا پکانے کیلئے گھر میں رہ گئی تھی میں نے دیکھا کہ گھر میں سوائے اس کے اور تو کوئی بھی نہیں میدان خالی پایا۔ کوئی دغدغہ تو تھا ہی نہیں۔ شیطانی کام نے میرے دل پر قبضہ کیا۔ اور مجھے اب سوائے کچھ کر گذرنے کے کچھ سوجھائی نہ دیتا تھا۔ شہوت پرستی کا ایک نشہ مجھ پر سوار تھا۔ جو مجھے اور کسی طرف خیال نہ کرنے دیتا تھا۔ باندی کو میں نے اپنے پاس بلالیا۔ اور شہوت رانی کے لئے تیار ہو کر اسے برہنہ کر لیا۔ جب کارروائی کے لئے تیار تھا۔ میں سوتا نہیں جاگتا تھا۔ بالکل بیداری و ہوشیاری میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت پیر دستگیر بہ نفس نفیس عین میری اس حالت فجور کی مجلس میں موجود ہیں اور فرماتے ہیں کہ سید جواد ایسے برے اور ناشائستہ کاموں میں اپنے آپکو ملوث کرتا ہے۔ ڈرتا نہیں۔ میں اسی وقت خوف سے اپنی اصلی حالت ہوشیاری میں آگیا۔ اب جب عقل ٹھکانے آگئی۔ تو دل میں سوچتا ہوں کہ یہ حرکت اور یہ امر اعتراض کا باعث ہوگا۔ بہتر یہ ہے کہ میں ابھی اپنے اس گھر کو چھوڑ دوں۔ دائرہ شریف کا رستہ لوں اور اس دروازہ پاک کی خاک پاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناؤں اور زمانے کے لوگوں کی زبان کا نشانہ نہ بنوں۔ جس وقت نہایت نادم و شرمندہ اور مغموم و محجوب میں جناب عالی کی حضور میں پہنچا۔ تو حضرت پیر دستگیر قضائے حاجت کیلئے باہر تشریف لیجانے والے تھے۔ حکم دیا کہ ڈھیلے دو (ڈھیلے) اور لوٹا سید جواد کو اٹھوائیے۔ میں نے اف نہ کی اور سر جھکائے ہوئے پانی سے بھرا ہوا لوٹا اور ڈھیلے استنجے کیلئے ہاتھوں میں لئے

چپ چاپ جناب کے ہمرکاب روانہ ہوا۔ جب لوگوں سے دور تشریف لے گئے۔ جہاں کی بات کوئی دوسرا سن نہ سکے۔ اس فقیر سراپا تقصیر کی طرف متوجہ ہوئے فرمایا۔ سید محمد جواد باوصف اس قسم کی صلاحیت اور تقویٰ کے ایسی کثافت اور ناپاکی میں پڑنا نہایت بد اور مذموم ترین فعل ہے۔ اگر ایسی حالت میں میں تیری خبر گیری نہ کرتا تمام ریاضت اور اطاعت تمہاری گندگی میں جا پڑتی۔ جب حضرت کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے فقرے میرے کانوں میں پڑے۔ میری حالت کچھ نہ پوچھئے۔ انفعال و ندامت کے بحر میں گویا غرق ہوا جاتا تھا۔ اور اس وقت کی حالت کا ایک شمہ بیان ہونا قطعی ناممکن ہے۔ مگر میں متنبہ ہو گیا حضرت پیر دستگیر کی برکت سے دوسری دفعہ پھر ایسے فسق و فجور کا مرتکب نہیں ہوا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

حضرت میر انجیو کی نگرانی

اشرف عباد میاں محمد جواد کی زبانی منقول ہے کہ جس وقت بہادر شاہ بادشاہ شاہزادگی کی حالت میں صوبہ داری کابل کیلئے کابل تشریف لے گئے۔ یہ فقیر سلسلہ ملازمان شہزادہ میں منسلک تھا۔ اور چار سو سوار اپنے رسالے میں اپنے ماتحت رکھتا تھا۔ اکثر دولت کے خیرخواہوں اور اہلکاروں نے مجھے صلاح دی کہ اور اہلکار اور رسالدار جس قدر بھی ہیں انہوں نے کیا طریقہ اختیار کر رکھا ہے کہ سوار تھوڑے رکھتے ہیں اور ظاہر زیادہ کرتے ہیں۔ اور بادشاہ سے تنخواہ اسیقدر سواروں کی وصول کرتے ہیں جسقدر تعداد کہ ظاہر بتلاتے ہیں۔ تو بھی ایسا ہی کر تاکہ تجھے بھی آسودگی ہو۔ سرکار میں قلت خرچ کی ہے۔ اگر تمام رسالہ سے فی نام دو روپے بھی لے لیوے تو آٹھ سو روپے ماہوار کی آمدنی ہوتی ہے۔ اور فرقہ سپاہیوں پر بھی کچھ گراں نہ گذرے گی کیونکہ یہ رسم تو سارے شاہی رسالوں میں جاری ہے۔ جو روپیہ اس آمدنی سے وصول ہو اس سے گھوڑے خرید و اور سرکار میں نوکر رکھا دو۔ ان سپاہیوں کی جمعیت سے سرکار میں اعتبار دنیا داروں میں دو پنے کی طمع بہت ہی ہوتی ہے۔ ان باتوں سے میرے منہ میں پانی بھر آیا۔ مجھ سے بھی رہا نہ گیا۔ پس اس مصلحت نے میرے دل میں جگہ کر لی۔ اور میں بھی اسی کام پر بند ہو گیا۔ اور تنخواہ سپاہیان سے فی نام دو روپے برسم رسالداری زیادہ وصول کرنے لگا۔ چند مہینوں میں روپیہ جمع کر لیا۔ سات گھوڑے جیتے اس روپے کی بدولت خریدے۔ قدرت الہٰی آئی رات کو دو سالوں گھوڑے سوتے کے سوتے رہ گئے۔ سالاں مردہ ایک نہ بچا۔ جب میں نے ان گھوڑوں کو مردہ پایا۔ اس ناگہانی آفت سے میرے دل پر عجیب حیرانی پریشانی اور دہشت طاری ہوئی۔ کہ بیان سے باہر ہے۔ مجھے اس قدر غنودگی اور بیہوشی سی ہو گئی کہ جسکی حد نہیں مگر میں اس قدر سمجھتا تھا کہ یہ سب کچھ گھوڑوں کے ٹم دینے کا نتیجہ ہے۔ ایک وقت میں اسی تردد میں اپنے سر کو

اپنے زانو پر رکھے ہوئے دریائے فکر میں غوطے کھا رہا تھا۔ کچھ غفلت مجھ پر طاری ہو گئی۔ ایسی حالت میں کیا دیکھ رہا ہوں کہ حضرت پیر دستگیر تشریف لے آئے۔ میری کمر کے پیچھے تشریف فرما آواز بلند ارشاد فرما رہے ہیں۔ سید جواد حیف ہے تجھ پر تو نے بھی لقمۂ حرام کی طرف رغبت کی۔ اور حرام کھانے پر کمر باندھ لی یہ باتیں تیری شان کے لائق نہیں ہیں۔ ہوشیار ہو۔ اب بھی جاگ جا۔ میں گھبرا کر چونکا۔ اور اپنے دائیں بائیں دیکھنے لگا۔ کوئی بزرگ وہاں نہ پایا۔ مگر غنودگی میں جو کچھ دیکھا تھا۔ لوح دل پر نقش ہو گیا اسی وقت سے میں نے اپنے دل میں عہد کر لیا کہ آیندہ کبھی ایسی حرکت ناشائستہ مجھ سے سرزد نہ ہو گی۔ ہوا جو کچھ ہوا آیندہ توبہ ہے۔ اس دن سے بعد حالانکہ کئی اہلکار جو اپنے فن میں مشاق خوب کھاتے اڑاتے اور حرام خوری کرتے تھے۔ مجھے بارہا یہ صلاح دیتے رہے۔ مگر میں نے پھر کبھی ایسا فعل نہ کیا۔ اور جو لوگ مجھے ایسی صلاح دیتے۔ میں ان کو ملامت کرتا کہ تم جو جی میں آئے کرو۔ مگر مجھے میرے حال پر چھوڑ کر مجھ پر عنایت کرو میں جس حال میں ہوں۔ اسی میں خوش ہوں۔ غرض میں نے اپنے صلاح کاروں کو خوب خوب ڈانٹ بتلائیں کہ وہ مجھ سے دور رہنے لگے۔ جو لوگ ایسا روپیہ لینے کے عادی تھے۔ اور جو ایسے روپے کی طمع میں گرفتار تھے۔ تین چیزیں تو ظاہرا ان کے لاحق حال تھیں۔ اول وہ لوگ ہمیشہ شرمندہ و سرنگوں رہا کرتے۔ دوسرے ہر مجلس اور ہر محفل میں انہیں کا ذکر خیر ہونے لگتا۔ اور حاضرین مجلس جسقدر بھی ہوتے تمام کے تمام ان کے نام سے نفرت اور نام لے لے کر انہیں خوب کوستے اور سخت سے سخت دشنام دہی کر کے خوش ہوتے۔

تیسرے یہ کہ جب کبھی وقت ہو گا۔ اپنے پروردگار کے آگے انہیں مواخذہ ہو گا۔ اور اس جبر و تشدد کی انہیں جوابدہی کرنی ہو گی۔ اگر وہ ایک بات جو زیادہ ستانی اور ناحق گیری کی جو ان سے سرزد ہو سکتی ہے نہ کریں تو ان تین باتوں کے اندیشہ سے سبکدوش رہیں۔ بہتر یہی تھا کہ وہ ہرگز ایسا فعل نہ کرتے۔ لیکن طمع اور لالچ انہیں نہیں چھوڑتا تھا۔ جس وقت کہ عالمگیر اورنگ زیب بہادر نے رحلت فرمائی۔ اس دار فانی پر لات ماری ہے۔ اور بہادر شاہ کے شاہی جھنڈے اعظم شاہ کے مقابلے کیلئے ہندوستان کی زمین پر لہرائے یہ فقیر (سید جواد) زیارت سراپا برکت حضرت پیر دستگیر کیلئے سعادت اندوز در دولت والا ہوا۔ میری تمام سرگذشت اور میرے پیش آمدہ واقعات کی تمام و کمال کیفیت حضرت نے دریافت کی۔ جو جو دریافت فرماتے گئے۔ میں بے کم و کاست عرض کرتا گیا کہ حضرت کے سر مبارک کے صدقہ سے اور پیر و مرشد کی خیر و برکت سے تمام خیریت گذری۔ اور اس قدر عرصہ نہایت اچھی طرح بسر ہو گیا۔ ابتدا میں جو مجھ سے غلطی اور حرام خوری کا ارتکاب ہوا تھا۔ جب میں نے وہ عرض کیا تو فرمایا۔ اچھا ہوا کہ وہ سالوں گھوڑے تیرے مر گئے۔ اور تو جھٹ بچ گیا۔ نہیں تو کام تیرا خراب ہو جاتا۔ اور تو ذلت و خواری کو پہنچتا۔ میں اس ذکر کے وقت اپنی حرکات ناشائستہ پر نادم و منفعل ہوا

مگر ہاں آں بندہ کو کان پکڑا۔ کہ جب تک جیتا ہوں ایسی حرکت مجھ سے پھر کبھی نہ ہوگی۔ چنانچہ حضرت پیر دستگیر کی توجہ اور غریب نوازی سے مجھ پر ایسا بد اثر کبھی نہیں ہوا۔ بفکر اپنی روزی کماتے کھاتے ہیں۔ کبھی طمع کی طرف طبع راغب نہیں ہوئی۔ اور غیر کا حق مارا نہیں۔ الحمد للہ علی ذالک

لا اِلٰہ اِلا اللہ محمد رسول اللہ

ایک شخص نہایت فقیر شناس تھا۔ اور سرزمین دکن میں سکونت رکھتا تھا۔ بچپن سے علم سلوک کی طلب اس کے دل میں تھی۔ اور دکن میں ہی اپنے گسائیں سے کچھ پڑھتا سیکھتا بھی رہا تھا۔ مگر اب کسی قدر منزل کمال تک پہنچ گیا تھا۔ جب گورو انگد دیوجی قضائے الٰہی سے اس دنیا سے سدھار سے۔ اور انہوں نے اپنی پیاری جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ تو اس طالب کو جو گورو جی نے ارشاد کیا تھا اس سے اس شخص کی کشود کاری اور مطلب براری نہ ہوئی۔ اسلئے وہ شخص اپنے گورو جی کے فیض سے محروم اور حیران تھا۔ جب زیادہ لاچار ہوا اور کوئی سبیل نہ دکھائی دی۔ تو وہ شخص اپنے وطن سے تلاش گوہر مقصود کیلئے نکل پڑا۔ اور دنیا کے بحر قلزم میں شناوری اور غوطے خوری کرنے لگا۔ جا بجا سیاحت و تلاش میں سرگرداں پھر رہا تھا۔ جہاں کہیں سالک پاتا۔ اس کے آگے دست سوال پھیلاتا۔ اور اپنی آرزو ہر جگہ بیان کرتا پھرتا تھا۔ سینکڑوں ہزاروں ہندو و مسلمان سب طرح کے لوگ اس شخص نے دیکھے بھالے۔ مگر کسی سے اطمینان خاطر نصیب نہ ہوا۔ وجہ یہ تھی کہ جس مسلمان درویش سے اس شخص کی ملاقات اور ذکر اذکار ہوتا۔ وہ منزل مقصود تک پہنچا دینے کا اقرار تو کر لیتا۔ مگر شرط درمیان میں لاتا کہ بلا اقرار کلمہ طیب اور رسالت حضرت محمد الرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس کام کا سر انجام ہو جانا مطلقاً ناممکن ہے۔ طالب شخص مستعد تو ہو جاتا۔ مگر اس بات سے وہ بھی گھبراتا اور جواب دیتا کہ بفرض اگر میری عقدہ کشائی نہ ہوئی اور حسب مطلب کیلئے میں اس قدر حیران خاک چھانتا پھرا ہوں حاصل نہ ہوا۔ اور نتیجہ خاطر خواہ برآمد نہ ہوا تو سوائے حیرانی و سرگردانی کے میں اپنے قدیم عقیدے مذہبی بھی کھو بیٹھوں گا۔ اس بات کی ضمانت کیا ہے کہ میرا مقصود مل ہی جائیگا۔ میں کلمہ طیب بدل پڑھ لیتا ہوں میں اقرار رسالت کئے دیتا ہوں۔ مگر میرا اطمینان بھی ہو جانا چاہیئے۔ کیونکہ اوائل سے جس دین و آئین پر چلا آیا ہوں۔ اس سے پھرنا اور بے مطلب رہ جانا دنیا کی روسیاہی اور عاقبت کی خجالت ہے۔ اس راہ سے راندہ جانا اور اس راہ سے رہ جانا کہیں یہ معاملہ نہ ہو۔ یہ طالب شخص دہلی سے ناکام و نامراد نکل کر بخدمت شریف سرحلقہ اذکیائے جہاں محمد شریف قدس سرہ گنگوہ شریف کے خاندان چشتیہ میں بقید حیات زندہ و سلامت موجود تھے پہنچا۔ اور اپنے مطالب ظاہر کئے۔ آپ نے بھی وہی فرمایا۔ جو اوپر با تفصیل بیان کر دیا گیا ہے۔ یہاں تک کہا

اور نہیں زبان حال سے ہی کلمہ طیبہ پڑھ لے۔ پھر دیکھا جائے گا۔ تیرا مطلب بر آیا تو ہی باقی اقرار رہا
اس عزیز نے نہ مانا اور کسی بات کی حامی بھری۔ بلکہ صاف یوں کہا کہ حضرت آپ اس عقدہ کے حل کرنے
کی مجھے طاقت دکھائی نہیں دیتی۔ کیونکہ یہ غلام آپ کے دین کو قبول کرنے کا اقرار کر لے۔ اگر اصل میں تو
اس شخص کے روبرو کلمہ طیب پڑھوں گا جو ہادی طریقت کے وادی کا مجھے دکھائی دیگا۔ اور مجھے بتلائیگا
یہ طریق ہے منزل مقصود کا۔ انہوں نے فرمایا کہ اگر ایسا ہی کامل مطلوب ہے۔ تو جا برہان مرتبت تجرید
سلطان معرفت و توحید میر محمد سعید عرف پیر دستگیر حضرت میراں شاہ بھیکہ قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت
پر ایا برکت میں حاضر ہو جا۔ میں امید کرتا ہوں کہ آں حضرت کی ایک ادنی سی توجہ سے اور ایک معمولی سی
عنایت سے تو منزل مقصود تک فوراً پہنچ جائے گا۔ سنیاسی مذکور یعنی وہ طالب مسطور یہ کلام سنتے ہی وہاں سے
راہی ہوا۔ ذرا توقف و تامل نہ کیا۔ اور پوچھتا پاچھتا دائرہ شریف میں آوارد ہوا۔ اور قدمبوسی حضرت
پیر دستگیر سے مشرف ہوا۔ جب یہ شخص حضرت کی حضور میں پہنچا ہے۔ حضرت بغیر اظہار احوال و
بدوں تنقیح و تفتیش کے زبان فیض ترجمان سے فرماتے ہیں کہ کہو جی گوسائیں جی دکن سے دہلی تک
تمام جگہ تلاش کر چکے ہو۔ مگر گوہر مقصود آپکو کہیں نہ ملا پر نہ ملا۔ اس نے عرض کیا کہ جب حضور کی ضمیر منیر
پر سب حال روشن ہے۔ پھر غلام کے عرض کرنے کی کونسی حاجت ہے۔ تاہم اس قدر عرض کئے دیتا ہوں
کہ کسی بزرگ نے میری تسلی نہیں کی۔ شاہ محمد فاضل کو حکم ہوا کہ جنس خام انہیں رسوئی وغیرہ کیلئے دیدو
کہ روٹی پانی سے اپنا پیٹ پہلے بھر لے۔ اور پھر دو گھڑی آرام کرے منزل کر کے آیا تھکا ماندہ اور بھوکا
پیاسا ہے پیٹ میں کچھ پہنچے گا۔ اور تھکن سفر کی دور ہوگی۔ تب اس سے بات چیت کرنا زیبا ہے۔ جب اسکی
تھکن دور ہو جائے۔ اور مزاج ٹھکانے آ جائے۔ تب انہیں میرے پاس لے آنا۔ تعمیل ارشاد ہوئی جبکہ
یہ شخص دائرہ شریفہ میں پہنچا تھا۔ نماز ظہر سے فراغت پائی تھی کہ اس سنیاسی طالب کو حضرت کی حضور میں
حاضر کیا گیا۔ حضرت نے کسب سلوک سے جو اس نے اپنے پہلے استاد اور گسائیں سے حاصل کیا تھا۔ فوراً ہی
توجہ سے معلوم کر لیا۔ اور جو کچھ اس کے لائق مناسب حال سمجھا بتلا دیا گیا۔ اور ارشاد ہوا کہ کسی جنگل تا دک
میں بیٹھ کر گیان اور دھیان میں لگ جانا صحرائے ناوکس وہ مکان ہے جو پر وحشت اور ایسا خلیا تک کہ جہاں
نہ حیوان نہ انسان مارے خوف و تنہائی کے کوئی آ جا نہیں سکتا۔ وہاں درندوں کے خوف سے ہر کسی کا
گذر محال ہے۔ بہتر ہے تم وہاں جاؤ اور رات دن گوشہ تنہائی پالو۔ اور گیان و دھیان میں عین الکائنات سمجھ کر
مشغول رہنا بلکہ مستغرق ہو جاؤ۔ وہ شخص ہدایت پاتے ہی رخصت ہوا۔ اور اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ بیان کیا
گیا ہے کہ تھوڑی سی ہی مدت حضرت کی ہدایت پر اس نے دھیان دیا تھا کہ اس کی حالت اس درجہ پر پہنچی کہ اس

ولایت کے جمادات و نباتات اور تمام خس و خاشاک۔ اس جنگل کے شجر و حجر آس پاس کے سب ذکر کلمہ طیبہ میں مشغول تھے۔ اور ان سب کی آواز نے اس کے دل پر اس قدر قبضہ کیا کہ اس کے دل سے بیساختہ۔ لا الہ الا اللہ۔ محمد الرسول اللہ ہر وقت خود بخود جاری تھا۔ اور ہر وقت ذکر جہر شروع رہتا تھا۔ پھر کیا تھا۔ جو عقدہ اس کے دل میں بیٹھا تھا۔ اور نہایت مضبوطی سے بندھا ہوا تھا۔ آپ سے آپ کھل گیا اس نے خود بخود یہ دوہرہ رٹنا شروع کیا " بھلی حضرت شاہ بھیکا۔ توڑ جنو بنا دین تیکا

دوڑتا ہوا حضرت پیر دستگیر کے حضور میں حاضر ہوا۔ اور تمام واقعات جو پیش آئے تھے سر بسر بیان کئے اور ایمان لایا۔ حضرت نے اس کا نام الکھ گورو رکھ دیا۔ وہ اسی نام سے مشہور ہوا۔ اور ایک نامور بزرگ تھا۔ مریدان خاص میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

میوات خاں کا دوہرہ

میوات خاں نامی ایک بزرگ سکندرہ کے رہنے والے شعر گوئی میں خاص ملکہ اور طبع رسا رکھتے تھے میوات خاں نے عرضداشت کے طریق پر ایک دوہرہ لکھا اور حضرت پیر دستگیر کی خدمت با سعادت میں بطور عرضی پیش کیا۔ دوہرہ

بھیکھ جو مانگوں بھیکھ سی بھیکھ بن رہ نہ جائے — وہ بھیکھ انمول ہے جو مولیٰ لینہ بلائے

یہ دوہرہ جب حضرت کی حضور میں پیش ہوا۔ ارشاد ہوا بھئی دوہرہ کے جواب میں یہ دوہرہ لکھ دو اور بھیج دو۔ دوہرہ

میوات کا میوات خاں مالی کے دربار — جو توں آویں صدق سے بھیکھ دیہہ کرتار

جیسا یہ حضرت کا دوہرا میوات خاں کے پاس پہنچا اور اس نے پڑھا۔ پڑھتے ہی بے اختیار ہو گیا۔ اور سر دیا پر ہنہ بھاگا ہوا آیا۔ اور نہایت عجز و خاکساری سے حضرت کے پائے مبارک میں لوٹنے لگا۔ اور بلا پوچھے گچھے اس خاندان عظمیٰ کا مرید ہو گیا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

بےموسم گلاب

ایک روز جبکہ حضرت پیر دستگیر رونق بخش دائرہ شریف تھے۔ ایک شخص اپنے دل میں یہ خیال کر کے حضرت کی حضور میں آیا کہ اب موسم گلاب کے پھولوں کی نہیں۔ ایسے وقت میں گل گلاب بہم پہنچانا ناممکن ہے سو اگر اس وقت جاتے ہی حضرت مجھے گلاب کا پھول مجھے دیدیں۔ تو میں فوراً مرید ہو جاؤں چنانچہ جب یہ شخص حضرت کی خدمت با برکت میں حاضری سے مشرف ہوا حضرت نے اپنے ایک درویش سے ارشاد فرمایا

کہ فلاں طاق میں ایک گلاب کا پھول رکھا ہے۔ اٹھا لاؤ۔ اور اس شخص کو دیدو۔ درویش گیا۔ اور مطابق امر جلیل القدر گلاب کا پھول اٹھا لایا۔ اور ارشاد کے مطابق اسی شخص کے حوالے کر دیا گیا جب پھول مل گیا تو وہ شخص نہایت ہی خجل و نادم سا ہو گیا۔ مگر فوراً ہی اٹھا اور اپنا سر حضرت کے پائے مبارک پر رکھ کر رونے لگا۔ اور معافیاں مانگنے لگا۔ اسیوقت مرید آنجناب کا ہو گیا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

پیر کا ہر ایک سفر میں محافظ

مشہور و معروف اور سلسلہ درویشاں حضرت سے مصدقہ واقعہ ہے۔ اور زیادہ تر بزرگان اس سلسلہ کا چشم دید حال ہے کہ قدوۃ الکاملان اور زبدۃ الواصلان میاں کرم علی قدس سرہ حضرت پیر دستگیر سے اجازت لے کر زیارت پاک پٹن شریف کے لیے روانہ ہوئے۔ جاتے جاتے اثنائے سفر میں ایک روز ایسا ہوا کہ کہیں دور تک آبادی کا نشان تک میاں کرم علی کو دکھائی نہ دیا۔ تن تنہا تھے۔ حیران پریشان چاروں طرف دیکھ کر خاموش ہو رہے۔ دل میں سوچنے لگے کہ اس خوفناک ہو کے مقام اور صحرا و بیابان کے اندر رات کیونکر بسر ہو گی یہ اسی خیال میں تھے کہ پاس سے ایک درویش نکل کر ان کے سامنے موجود ہو گئے۔ اور بولے کچھ خوف مت کرو۔ ہم دو ہو گئے۔ ایک ہی جگہ رہ کر رات گذار دیں گے۔ چونکہ آبادی یہاں سے بہت دور ہے۔ وہاں تک پہنچنا دشوار ہے۔ دونوں مل کر خاطر جمعی سے وقت گذاریں گے۔ تک و دو بے فایدہ ہے۔ غرض دونوں اکٹھے باتیں چیتیں کرتے سو گئے۔ صبح ہو گئی۔ میاں کرم علی تو اٹھتے ہی رہے۔ اور درویش موصوف ان سے پہلے ہوشیار ہو وہاں سے روانہ ہو گئے۔ اور یہ دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔ حوائج و ضروریات سے فراغت پاکر انہوں نے بھی منزل مقصود کا راستہ لیا۔ چونکہ روانگی میں میاں کرم علی نے بھی بہت جلدی کی تھی۔ اس لئے دور تک درویش موصوف چلتے ہوئے انھیں دکھائی دیتے تھے۔ انہیں کے نقش قدم پر چل دیے۔ چلتے چلتے جب آبادی کے قریب پہنچے۔ تو نگاہ سے اوجھل ہو گئے۔ آبادی کے قریب سے غائب ہوتے پر ان کو کچھ حیرت تو ہوئی۔ مگر وہ نکل گئے تھے۔ آبادی میں پانا منظور نہ تھا۔ چپ چاپ آگے چل دیے۔

ایک روز میاں کرم علی کو سفر میں تین دن سے فاقہ تھا۔ تین دن سے برابر بغیر قوت و خوراک بالکل بھوکے تھے۔ بھوک کی وجہ سے طاقت و توانائی میں بہت کمی واقع ہو گئی تھی۔ اتفاق سے ایک آبادی دکھائی دی۔ آبادی سے کچھ فاصلے پر سر راہ ایک مکان زیارت گاہ موجود تھا۔ جب زیارت گاہ پر نظر پڑی۔ تو سوچے آؤ قبر پر فاتحہ ہی پڑھتے چلیں۔ یہ ارادہ کر کے راستہ چھوڑ زیارت گاہ کا راستہ لیا۔ زیارت کے دروازے پر ایک درویش کو دیکھا کہ دروازے پر بطور دربان بیٹھا ہے۔ اس سے علیک سلیک کر

یہ تو فاتحہ خوانی کے لئے اندر چلے گئے۔ پیچھے ایک بزرگ آئے۔ اور دربان کو ایک طبق حلوائے گرما گرم سے
ملبب دے کر تاکید کر گئے کہ جو شخص اندر گئے ہیں۔ جب فراغت پا کر باہر آئیں۔ تو انہیں دیدینا
میاں کرم علی جب زیارت کر کے زیارت گاہ سے باہر آئے تو درویش نے حلوے کا طبق پیش کیا۔ اور
کہا یہ اپنا حلوا سنبھالو۔ یہ پوچھتے ہیں۔ کہاں سے آیا ہے۔ اور میرا حلوا کیونکر ہے۔ درویش دربان بولا کہ
ایک بزرگ طویل القامت چمکیلے رو خوش سیما۔ کرچشم گل۔ یہ طبق گرما گرم حلوے کا لائے تھے اور یہ
کہہ کر چلے گئے کہ زیارت و فاتحہ سے فارغ ہو کر آئیں تو انہیں دیدینا۔ جب یہ واقعہ پیش آیا۔ میاں
کرم علی پر ایک خاص حالت کا ظہور ہوا۔ انہوں نے زور سے نعرہ مارا۔ اور روئے۔ جب طبیعت اپنی اصلی
حالت پر آئی۔ حلوا نوش کیا۔ اور منزل مقصود کی راہ لی

عرصہ ضروری کے بعد جب زیارت پاکپتن سے واپس آ کر میاں کرم علی بجناب فیض مآب حضرت میر انعام صاحب
قدمبوس ہوئے۔ اور ذکر اذکار شروع ہوئے۔ تو حضرت کا ارشاد ہوا کہ اے کرم علی اپنے سفر کے حالات
تو بیان کرو کیونکر گذری کیونکہ تم تنہا غریب اور غریب الوطن تھے۔ اسلئے ممکن ہے زیادہ تر مصیبتوں کا
سامنا ہوا ہو۔ میاں کرم علی نے اپنے سفر کی تمامی سرگذشت بیان کی لیکن وہ دونوں بڑے پر اسرار واقعات
سفر بیابان کے اندر تنہائی میں ایک درویش کا مونس و غمگسار بن کر شب گذاری کرنا۔ اور
زیارت گاہ پر بذریعہ درویش زیارت گاہ بحالت سخت گرسنگی و فاقہ طبق حلوائے گرم سے شکم سیری
مطلق بیان نہ کئے۔ بات یہ تھی کہ یہ فعل ان کا دانستہ نہ تھا۔ قدرت ربی سے اس وقت انہیں قطعی یاد
ہی نہ تھے۔ بالکل بھول گئے تھے۔ حضرت پیر دستگیر فرماتے ہیں کہ تمامی سرگذشت سفر ان کو یاد نہیں رہی
دل سے محو ہو گئی ہے۔ بھلا یہ تو بتاؤ وہ رات یاد ہے جب تم تنہائی سے بیابان کے اندر عاجز حیران ہو کر
حیران پریشان ادھر ادھر دیکھ رہے تھے۔ اور پاس سے ہی ایک درویش پیدا ہو کر باطمینان تمہاری
شب گذاری کا سامان بن گئے تھے۔ جب صحرا کی تنہائی تجھ پر گراں تھی۔ کوئی آبادی تیری نظر میں
نہ آتی تھی۔ وہاں میں تیرے پاس پہنچا۔ تمام شب تیری حفاظت اور نگاہبانی میں گذار دی۔ صبح کو
آگے آگے ہو کر تجھے گاؤں کے رستہ پر ڈالا۔ دوسری دفعہ جب تو تین روز کے فاقے سے فلاں خانقاہ پر
زیارت کیلئے گیا تھا۔ وہ میں تھا جس نے گرم گرم حلوے کا طبق فقیر کے ہاتھوں تجھے تک پہنچایا تھا۔ کہ
فاقہ سے طاقت طاق ہو گئی ہے۔ منزل کٹھن ہے۔ یہ تمام باتیں اور ایسے بڑے واقعات سب بھول گئے
جب یہ باتیں میاں کرم علی سن چکے تو بیتاب ہو کر ایک حیدری نعرہ مارا۔ اور پائے مبارک حضرت پیر دستگیر
میں پڑ کر لوٹنے لگے۔ کہتے تھے ذات بابرکات پیر و مرشد کے سوائے کون ہے۔ جو تنگی ترشی سختی و نرمی میں

ن کا خبر گیراں ہو۔ سامعین و حاضرین کی حالت اس واقعہ سے جو ہوئی، ناظرین اندازہ فرما سکتے
الحمد للہ علی ذالک

ڈوبتی کشتی کے کھیون ہار میراں جیو

بارہا التصدیق شدہ اور نہایت صادق القول لوگوں کی زبانی یہ نقل ہے۔ اور کاتب الحروف اللطف اللہ
ہے کہ ایک مرتبہ حضرت پیر دستگیر موضع ملک پور میں تشریف فرما تھے۔ اسی زمانہ میں ایک شخص
از مریدان حضرت اقدس سفر دریا کو گیا ہوا تھا۔ ناگاہ اسکی کشتی فنا ہونے لگی۔ تلاطم امواج سے کشتی
ڈانواں ڈول تھی۔ کسی کو توقع نہ تھی کہ یہ پار ہو۔ مگر مرید نے نہایت عجز و نیاز سے اس آڑے وقت میں
جناب حضرت پیر دستگیر کو آڑے آنے کے لیے یاد کیا۔ اور دل میں کہا ہوا کہ یا میراں جی میری کشتی ڈوبتی ہے
اس سے پار لگانا آپ ہی کا کام ہے۔ سوا روپیہ حضرت کی نیاز دوں گا۔ اگر ایسے وقت میں امداد کیجیئے گا
حضرت پیر دستگیر از راہ کشف اس ارادہ و طلب امداد سے واقف ہوئے اور زور دریا طلن سے تلاطم امواج سے
کشتی ڈانواڈول کشتی کو سلامتی سے باہر لائے اور کنارے پہنچا دیا۔ خیریت رفت گذشت ہوئی۔
افشائے واقعہ کا سبب یہ ہوا کہ صبح کے وقت حسب معمول جب خادمان حضور کی خدمت انجام دینے کیلئے
حاضر ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں۔ رات کی باندھنے والی لنگی سوکھنے ڈالی ہوئی ہے۔ اور وضو کا لوٹا آب دریا سے پُر
اپنی جگہ پڑا ہے۔ تمام خادم اور درویش دیکھتے اور حیران ہوتے تھے۔ اور تعجب و حیرت سے ایک دوسرے سے
وجہ پوچھتا تھا۔ کوئی کچھ نہیں بتلا سکتا تھا۔ آپس میں چہ میگوئیاں کر کے رہ جاتے تھے۔ مگر یہ خیال
سب کے دل میں پختگی و مضبوطی سے جم گیا کہ یہ معاملہ خالی از علت نہیں۔ اس میں کچھ ستر ضرور ہے
آخر سب مشورہ کر کے حضرت پیر دستگیر کی خدمت میں تمام عجز و نیاز سے معاملہ مذکور کے انکشاف و دریافت
حالات کیلئے ملتجی و متمنی ہوئے۔ کہ حضرت کی خاصہ لنگی کیوں بھیگی۔ اور وضو کا لوٹا دریا کے پانی سے
کیونکر بھرا۔ ہم خدمت گار نہایت متشدد و حیران ہیں۔ بتلا دیا جائے کہ اصل حادثہ سے مطلع فرمایا جائے۔
حضرت کا ارشاد ہوا کہ میاں کیوں حیران ہو رہے ہو۔ بات یہ ہے کہ فلاں دریا کے اندر ایک کشتی جا رہی تھی
اس میں ہمارا ایک مرید بھی سوار تھا۔ اتفاق سے کشتی تباہی میں پڑ گئی۔ قریب تھا کہ ڈوب جائے۔
مرید نے اللہ کا نام لیکر اس فقیر سے امداد مانگی۔ اور نہایت یاس و نومیدی کی حالت میں عجز سے دست دعا
اٹھائے۔ اسکی امداد لازم تھی۔ ببرکت پیران عظام سے اسکی کشتی سلامتی امن و امان سے کنارہ جا پہنچ گئی
سب لوگ جو اس میں سوار تھے ہلاکت و تباہی سے محفوظ رہے۔
ان واقعات کو ایک عرصہ گذر گیا تھا۔ حضرت پیر دستگیر بخیر و عافیت قصبہ پانی پت میں تشریف

رکھتے تھے۔ کہ ایک شخص خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ اور قدم مبارک پکڑ کر چومنے لگا۔ اور ایک روپیہ چار آنے بطور نذرانہ اس نے نذر گذارے۔ اور دریا میں کشتی کی تباہی و سلامتی سے کنارہ پر پہنچنے کی تمام سرگذشت من وعن بیان کی۔ حضرت پیر دستگیر نے اپنے درویشان کو حکم دیا کہ یہ سوا روپیہ لیلو اس نقد سے جنس خرید و۔ اور نہایت عمدہ پاکیزہ مالیدہ تیار کرو۔ اور بطور نیاز پیران عظام فاتحہ وغیرہ کے بعد تقسیم کر دیں۔ تاکید ہے۔ چنانچہ تعمیل ارشاد میں کسے تامل تھا۔ فوراً عمل ہوا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ واہ وا مرشدِ کامل۔ بحر ہو یا بر۔ خشک ہو یا تر۔ خوف ہو یا خطر۔ خواہ کوئی مخدوش حالت ہو۔ مریدان کی حفاظت مرکوز خاطر برابر ہر وقت رکھتے ہیں۔ اور جب کوئی یاد کرے۔ آڑے وقت میں فریاد کرے۔ اسپر پہنچنا۔ اسکی امداد کرنا۔ اور مطلب کو پہنچا دینا حضرت نے اپنا فرض اولیٰ سمجھ رکھا ہے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو ایسے بزرگ سے ارادت رکھتے ہیں۔ جو ایسے بابرکت و اوصاف صاحب کمال بزرگ کے سایہ عاطفت میں ہے کا فخر رکھتے ہیں۔

قدم مبارک آنحضرت صلعم کی توقیر

نقل ہے کہ صاحبزادہ والاقدر میاں غلام احمد اولاد حضرت عبدالحق قدس اللہ سرہ العزیز شاہجہان آباد متصل قدم شریف حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سکونت رکھتے تھے۔ ایک دن اتفاق سے انکی مجلس میں ذکر قدم مبارک حضرت رسول صلعم کا ہوتا تھا۔ میاں غلام احمد نے کہا کہ کیا ہے۔ پتھر ہے۔ زیادہ بیش قیمت نہیں ہے۔ اسی رات کو جس دن انہوں نے قدم شریف کی نسبت خیال ظاہر کیا تھا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ اسی قدم مبارک کو حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت نہایت تعظیم و تکریم سے اپنے سر مبارک پر رکھے ان کے آگے کھڑے ہیں۔ غلام احمد نے پوچھا کہ آپ کے سر مبارک پر کیا چیز ہے۔ مخدوم صاحب نے فرمایا کہ یہ وہی پتھر ہے جسکی تم تحقیر کر رہے تھے۔ اور اسکو میں بحکم سرور کائنات صلے اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم اس ملک میں لایا تھا۔ غلام محمد یہ حالت اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اسی وقت خواب سے چونکے اور بیدار ہوتے ہی نہایت تعجب پریشان اور مساوی الاحوال تھے۔ سرگردانی اور پریشانی کی کچھ انتہا نہ تھی۔ حالت پریشانی میں آپ سلطان العارفین محبوب رب العالمین حضرت نظام الدین قدس سرہ العزیز کی درگاہ میں پہنچے۔ اور اپنی اس بے ادبی کیلئے معذرت کی نماز اور روزے کی کچھ خبر نہ رہی۔ جب صبح ہوئی۔ خادمان درگاہ موصوف نے ان کو درشتی اور نہایت سختی سے درگاہ سے باہر نکال دیا۔ منت سماجت عذر و معذرت ایک سماعت نہ ہوئی۔ وہاں سے نکلے تو اصحاب نصرت

وندامت درگاہ سلطان دستگیرمدین سیمرغ قاف یقین خواجہ قطب الدین قدس سرہ العزیز میں گئے۔
وہاں بعجز و نیاز تضرع وزاری کرتے تھے۔ جب التجا وزاری کرتے بہت وقت گذرا اور رونے کی کچھ حد نہ رہی
تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ صاحب پردے کے پیچھے تشریف رکھتے ہیں۔ اور حکم دیتے ہیں۔ اے
بے ادب یہ مکان بے ادب گستاخوں کیلئے نہیں ہے۔ یہاں سے باہر جاؤ۔ یہاں ایسے لوگوں کا ٹھکانا نہیں
جب نوبت یہ پہنچی تو اور زیادہ ملول اور نہایت پریشان خاطر دل شکستہ روتے چلاتے یہاں سے نکلے۔ پھر
لوٹے بہت پریشان حال ہوئے۔ بہت گریہ وزاری کی بہت خوشامد کی۔ کہا کہ میں اپنے کئے سے بہت پشیمان ہوں
غلطی تھی جو مجھ سے نادانستگی میں سرزد ہوئی۔ جناب کی حضور میں اسلئے حاضر ہوا ہوں کہ میری نادانستہ
خطا معاف فرمائی جائے۔ اس جناب سے بھی محروم رہ گیا تو دنیا میں میرا ٹھکانا کہاں ہے۔ میں بیچارہ
ہوں۔ ایسے وقت میں للہ میری امداد فرمائیے۔ بھول گیا ہوں۔ دیکھیئے ارشاد ہوا۔ اب کچھ نہیں ہو سکتا
چلے جاؤ۔ یہاں سے نکل جاؤ۔ جب یہ بہت ناچار ہوئے۔ فرمایا اگر ایسا ہی ہے تو جاؤ۔ سید شاہ بھیکہ کی
خدمت بابرکت میں اپنے آپ کو پہنچاؤ۔ اور اپنی تقصیرات کی عفو کی التجا کرو۔ وہ ممکن ہے تم پر رحم فرمائیں گے
سوائے ان کے اور کسی سے تمہاری تمنا پوری نہ ہوگی۔ بس جاؤ۔ یہ حکم سنتے ہی یہ ایسے وہاں سے چلے جیسے
تیر کمان سے نکل کر ہوا ہوتا ہے۔ اور سیدھے اڑتے ہوئے پانی پت میں پہنچے جہاں حضرت سید بھیکہ میراں صاحب
ورود فرما تھے۔ پہنچتے ہی آداب بجا لائے۔ مگر حالت ایسی کہ ناگفتہ بہ پیکر تصویر و نقش بدیوار کی مثال
خاموش بےحس وحرکت کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔ حضرت کی نگاہ جب انپر پڑی مجرد دیکھنے کے فرمایا کہ
ایسی جناب میں اس قسم کی سخت بے ادبی و گستاخی۔ اور پھر یہاں آنا کیا لازم ہے۔ میاں غلام احمد نے
نہایت عجز سے عرض کیا کہ یا حضرت، بموجب حکم اقدس آفتاب کرم درخشاں۔ دریائے ورع و عرفاں حضرت
خواجہ صاحب حضرت کی خدمت میں حاضر ہو گیا ہوں۔ حضرت نے فرمایا۔ خیر جیسے بھی حکم ہوا ہے۔ چنانچہ حضرت
میراں صاحب میاں غلام محمد کو ایک گوشہ تنہائی میں جہاں کوئی تیسرا شخص نہیں تھا۔ لے گئے۔ وہاں پہ جا کر
استفسار فرمایا۔ کہ کہئے آپ کے ساتھ کیا گذری۔ سب حال بیان کیا کہ اتفاقیہ میرے روبرو بیٹھے ہوئے
چند لوگوں نے قدم مبارک کا تذکرہ کیا۔ شدت میرے منہ سے وہ الفاظ نکل گئے۔ جنہیں دوبارہ اپنی
زبان پر لا کر اپنی دنیا و عاقبت خراب کرنا نہیں چاہتا۔ جب وہ اپنے حالات سنا چکے۔ تو حضرت میراں صاحب
بحیثیت شبیہ مبارک حضرت سرور کائنات بعینہ بلاشک و شبہ قد و قامت و جسم مبارک میں سر مو فرق نہ تھا
دکھائی دئیے غلام محمد میراں جیو کو اس عالم اور شبیہ حضرت رسول مقبول صلعم میں دیکھتے ہی بیہوش
اور خود فراموش زمین پر گر گئے۔ جب وہ اس حالت میں حضرت چھوڑ وہاں سے اٹھے۔ اور دوسرے مکان میں۔

تشریف لے آئے۔ جب خوب دیر گذر لی۔ اور میاں غلام محمد کی بیہوشی دور ہوئی۔ طبیعت سنبھلی تو وہاں سے خود بخود اٹھے۔ اور نہایت ابتر حالت میں روتے جھینپتے پیر دستگیر حضرت میراں جیو تک پہنچے۔ اور ہزاروں صدق و اعتقادوں سے آنحضرت سے مرید ہو کے ظاہر کیا تھا۔ مقبولانِ درگاہِ الٰہی سے ملو گئے سو تمام کلفت دور ہوئی۔ خطائے گستاخی معاف ہو چکی تھی۔ اب کیا تھا۔ بیڑا پار ہو گیا۔

خداوندا! زبان تمام مسلمان دینداروں کی ایسے اقوال ناشدنی و بے ادبی سے پاک اور قائم اپنے حفظ و امان میں رکھیو۔ اور ہر طرح کی گستاخیوں سے بچا کر اپنی نگاہبانی میں رکھیو۔ بحرمت النبی و آلہ الامجاد۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

ایک عجیب واقعہ

ایک نہایت عجیب و غریب واقعہ میاں محمد باقر کی زبانی جو اہل دیانت اور ارباب زہد و امانت میں سے مشہور و معروف بزرگ ہوئے ہیں۔ نقل ہے۔ جو فرمایا کرتے تھے۔ کہ میاں محمد اعظم والد ماجد درویش کے حضرت پیر دستگیر کے اعتماد و معتمد مریدوں میں سے تھے۔ فرماتے تھے کہ حضرت پیر دستگیر کی عین حیات میں میں زیارت حرمین شریفین کیلئے گیا تھا۔ حج سے فارغ ہو کر اور زیارت روضہ مبارک کے بعد ہندوستان کیطرف مراجعت کی۔ اور جب میں سورت بندر پہنچا۔ تو سنیاسیوں کا ایک قلعہ نظر پڑا میں اسی طرف کو ہو لیا۔ جب اسکی دیوار کے نیچے سے گذر رہا تھا۔ میرے کانوں میں ایک جانفزا اور دلربا سرود کی آواز پڑی اسی وقت ذوق و شوق سماع کا جذبہ غالب آگیا۔ اور اس قدر بے اختیاری طاری ہوئی کہ فوراً وجد میں آگیا۔ اور حالت وجد میں بے اختیار سیڑھیوں کو قلعہ کی بلند دیوار پر چڑھ گیا تھا اور قلعہ کے اندر داخل ہوا۔ اور جہاں مجلس ہو رہی تھی۔ خود بخود وہاں شامل ہو گیا۔

اس طائفہ کے سرگروہ نے جسے گوسائیں اور گورو کے نام سے ناموزد کرتے۔ میری یہ تمام وکمال حالت انہوں نے دیکھی۔ میری دلداری۔ تواضع اور خوب مدارات کیے۔ عزت اور و الاکلام سے پیش آیا۔ اس صحبت میں مجھے موافقت کلی حاصل ہوئی جو ایک روز گورو جی بیٹھے اور رخصت تھا اس سے مجھ سے بات چیت کرتے ہوئے حالات حقہ اور راز و نیاز کی باتیں کرتے ہوئے اپنے اصل حالات بیان کرنے لگے۔ کہ میرے مرید یعنی چیلے نہایت ناقابل ہیں۔ ایک شخص ان میں سے اہلی لیاقت اور قابلیت والا نہیں ہے خدگین کی بھرتی یا کھانے کی حق ہیں۔ ان کی طرف سے میرا دل نہایت کبیدہ اور رنجور رہتا ہے۔ میں آپ (یعنی محمد اعظم) میں صفت کمالات اور تو ہی لیاقت پاتا ہوں۔ جو آپ کے اخلاق نے میرے دل کو تسکین دی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ آپ گمراہی کے علاوہ ایک تحفہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جو آپ کے نام آ جائے گا۔

اور آپ ہمیشہ یاد رکھیں گے۔ یہ کہہ کر اس نے ایک پتھر کا ٹکڑا نکالا۔ جو شش پہلو تھا۔ میرے حوالے کیا۔
اور اس سنگپارہ کے خواص بیان کرنے لگا۔ پہلے اس نے اس پتھر کے ایک پہلو پر کچھ سیاہی ملی۔ جو مثل
انگشتری کے نگینہ کے ہو گیا تھا۔ اسے مہر کی طرح ایک کاغذ پر لگایا۔ اور کہا کہ اس پتھر کا یہ نشان۔ جو کاغذ
پر لگ گیا ہے۔ بیماری چشم کا نہایت مفید علاج ہے۔ اور دوسرے پہلو پر انگلی رکھ کر کہا اسی طرح اس کا
نشان کاغذ پر لگا کر فتیلہ جو اس کا بخاری علاج ہوگا۔ علیٰ ہذا اس پتھر کے چھ پہلو چھ بیماریوں کا ایسا
قابل علاج ہیں کہ روئے زمین پر ایسا اچھا علاج نہیں ہے۔ چھوٹی پہلوؤں سے تو یہ چھ علاج ہو گئے۔ اگر
اس سالم ٹکڑے کو بطیب جیب کے اندر رکھ لیں۔ تو دو اشرفی روزانہ اس کیسہ میں سے نکلیں گی۔ جس میں یہ
ٹکڑا رکھا جائے گا۔ اور اگر اس ارادہ سے جیب میں ڈال لیں۔ اور پوری حفاظت کیساتھ خیال کریں۔ اور
ضرورت ہو تو دس بارہ طلائی اشرفیاں روزانہ اس کیسہ میں سے برآمد ہو سکیں گی جس میں یہ پتھر موجود
ہوگا۔ غرض چودہ اشرفی روزانہ تک بھی اس پتھر کے ذریعہ سے دستیاب ہو سکتی ہیں۔ مگر یہ ضروری ہوگا کہ
جس قدر ضرورت ہو [illegible] اگر دو کی ضرورت ہے۔ تو دو ہی کیسہ سے نکلیں گی۔ ان دونوں کو
خرچ میں لے آئے۔ اور اگر دس بارہ یا چودہ جس قدر مطلوب ہیں۔ جب برآمد کیں تب ہی خرچ میں لے آئے
جمع کرنے کی خواہش کرنا درست نہیں۔ جمع نہیں ہو سکتیں۔ میں نے خوشی خوشی اور شکریہ سے گرو جی سے
وہ تحفہ لے لیا اور جس قدر حفاظت مجھ سے ہو سکتی تھی کی۔ اور اپنی پگڑی کے سرے پر باندھ کر سر میں لٹکا لیا
اور بہت خوش ہو کر وہاں سے رخصت ہو لیا۔ جب میں دریائے نربدا پر پہنچا ہوں۔ ایک کشتی میں میں بھی
سوار ہوا۔ اور بھی مسافر سوار تھے۔ انہی میں ایک شخص ایسا بھی سوار تھا۔ جو نہایت باجاہ و عظمت اور بڑا
معزز اور امیر معلوم ہوتا تھا۔ اس شخص کے ساتھ گانے والے بھی تھے۔ کشتی روانہ ہوئی۔ تو اس نے گانے بجانے
کا حکم دیدیا۔ راگنی کی آواز میرے کان میں پہنچی تو مجھ پر [illegible] اور وجد ہو گیا۔ حالت وجد میں میں نے
جو ایک جنبش کی تو فوراً دریا میں جا گرا۔ جیسے ہی دریا کے اندر ڈبکیاں کھاتے دیکھا۔ تو اسی سردار نے
جس کے ہمراہ گانے والے تھے۔ فوراً ملاحوں کو حکم دیا کہ جس قدر جلد ممکن ہو اس درویش کو صحیح و سلامت
باہر لائیں میں خوب انعام دوں گا۔ حکم کا سننا ہی تھا سب سے پہلے ملاح کود پڑے۔ اور جیسے دست
بستہ [illegible] باہر لائے۔ اور کشتی پر مجھے بٹھا دیا۔ اس حالت وجد و بیہوشی و
بے اختیاری میں پگڑی میرے سر سے جدا ہو گئی تھی [illegible] گر گئی۔ اور غرقاب ہو گئی۔ جب مجھے وہ
سنگپارہ یاد آیا۔ تو پھر میری حالت کا کیا ٹھکانا تھا۔ میں سخت پریشان ہوا۔ اور آپے سے باہر تھا۔ راگ وغیرہ کی
[illegible] کسی بات میں مزا نہ تھا۔ میں سخت دل برداشتہ حیران و پریشان تھا

رنگ وغیرہ کی مجھے کچھ لذت نہ تھی۔ کسی بات میں میرا دل ہی نہ لگتا تھا۔ میں سخت دل برداشتہ اور حیران و پریشان تھا۔ مجھے رہ رہ کر یہ خیال آتا کہ یکبارگی آن واحد میں اس قدر طرح طرح کی نعمتوں اور خزانوں سے محروم ہو گیا۔ اور آئی دولت ہاتھ آ کر یوں چشم زدن میں غارت ہو گئی۔ صد افسوس! خیر جوں توں چلا آیا جب قطع منازل کر کے حضرت پیر دستگیر کی خدمت مبارک میں حاضر ہوا تو حضرت نے صفائی باطن سے میرے تمام واقعات معلوم کر لئے۔ اور جیسا کہ میں ایک عرصہ کے بعد اس قدر دور دراز سفر سے واپس آ کر حاضر ہوا تھا مجھ سے بے التفاتی سے پیش آئے۔ اور مطلق میری طرف توجہ نہ فرمائی۔ بعد چندے کچھ کرم فرمایا اور استفسار فرمایا کہ اشغال و اذکار میں کوتاہی کیوں ہے۔ پھر کیا تھا۔ موقع پا کر میں نے اپنی تمام سرگذشت آنحضرت کی خدمت مبارک میں عرض کر دی۔ حضرت نے سب کچھ سن لیا۔ اور خاموش ہو رہے۔ ظہر کی نماز کے وقت میری طرف نگاہ کی اور ارشاد فرمایا۔ لوٹا اٹھا لو اور میرے ساتھ چلو۔ میں جنگل قضائے حاجت کو جاؤں گا۔ میں نے لوٹا ہاتھ میں اٹھایا اور ساتھ ساتھ ہو لیا۔ جب حضرت آپ جیسے لبوتری جو ایک مشہور و معروف جگہ ہے۔ پہنچے ہی حضرت نے یوں ارشاد فرمایا کہ جاؤ۔ اس دریا کا پانی کا لوٹا بھر لاؤ۔ اور جب پانی بھر چکو تو اس جھوٹے سے کہنا کہ دریائے نربدہ کے اندر میرا وہ سنگپارہ جو گم ہو گیا تھا۔ وہی سنگپارہ (پتھر کا ٹکڑہ) حضرت میراں صاحب کے حکم سے پھیر دے میں فوراً گیا۔ اور جب میں نے لوٹا بھر لیا تو پھر حضرت کا فرمان اس آب رواں سے سنایا کہ وہ پتھر کا ٹکڑہ جو دریائے نربدہ میں گم ہوا حضرت کے حکم سے پھیر دو۔ نیز میں نے کہا کہ اے مستری حضرت صاحب نے دعا فرمائی ہے۔ اور کہا ہے کہ دریائے نربدہ میں جو سنگپارہ پگڑی کے گوشے میں اسم اعظم کی بندھا ہوا کھویا گیا ہے۔ مجھ سے واپس مانگا ہے۔ ان الفاظ کو منہ سے نکال چکنے کے بعد مجھ پر بیہوشی غالب آ گئی۔ میں بیہوش ہو گیا۔ ایک گھڑی بعد مجھے ہوش آیا۔ میں کیا دیکھتا ہوں۔ اسی قسم کے سنگپارے جو میری پگڑی میں بندھا ہوا سنیاسی گودڑ کا دیا ہوا دریائے نربدہ میں کھو گیا تھا۔ بہت سے۔ آب رواں کے اندر بہتے چلے جاتے ہیں۔ جب دل بہت سے بہتے ہوئے دیکھے۔ میں نے اپنی چادر اتاری اور بچھا کر اس میں جتنے دل چاہا بھر لئے اور گٹھڑی باندھ کر لے آیا۔ اور حضرت میراں صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر پیش کئے۔ حضرت کا ارشاد ہوا اسم اعظم لے لو (اپنے والا سنگپارہ بھی پایا یا نہیں) کہ اس قسم کے اور بہت سے اٹھا لایا۔ اب تو بیشمار دولت تیرے ہاتھ آ گئی ہے۔ اٹھا لے جس قدر تجھے درکار ہیں۔ لے جا۔ اور جا۔ جہاں تیرے سینگ سمائیں چلا جا۔ ہمارے سامنے پھر مت آنا۔ میرا جسم اس حکم سے لرز گیا۔ میں نے نہایت شرمساری و عاجزی سے عرض کیا۔ یا حضرت۔ میں یہ تو نہیں چاہتا کہ ان قدوم میمنت لزوم سے جدا ہو جاؤں۔ پتھروں کو میں کیا کروں گا۔ حکم ہوا تو طالب دنیا ہو گیا ہے۔ مقصود تجھے مل گئی۔ اب تجھے کسی اور چیز کی

ضرورت کیا ہے۔ تو ہمارا طالب ہوتا تو ان ناپاک چیزوں سے تجھے ہرگز دلچسپی نہ ہوتی۔ میں نے خود عرض کیا یا حضرت میں ان چیزوں سے بیزار ہو گیا ہوں۔ ارشاد ہوا اچھا۔ اگر ایسے خیالات نے تمہارے دل میں راہ پائی ہے۔ تو جاؤ یہ سنگریزے جہاں سے اٹھائے تھے اور لائے تھے۔ وہیں لیجاؤ۔ اور ڈال کر واپس آجاؤ۔ میں نے اپنے آپ کو اسی پانی کے کنارے پہنچایا۔ وہ پتھر کے ٹکڑے جو چادر میں باندھکر لایا تھا اسی طرح پانی میں ڈال دئیے۔ ان کا پانی میں ڈالنا تھا کہ وہی ذوق وشوق اور یاد الہی کا ولولہ جو دل کے اندر سنگریزہ حاصل ہونے سے پہلے تھا۔ بدستور بلکہ اس سے زیادہ موجود ہو گیا۔

سبحان اللہ والحمد للہ ایسے مرشد کامل ہونے چاہئیں۔ جو اس طرح سے دنیا کی محبت کو دل سے کھو دیں۔ اور یاد الہی کا خزانہ دل میں بھر دیں۔ اور شوق الہی کے خزانے سے پیاسے دل کو معمور کردیں الحمد للہ علی ذالک

شیطان بشکلِ انسان

یہ واقعہ جو ذیل میں درج ہوتا ہے میاں محمدؐ باقر کی زبانی بیان ہوا ہے۔ اور انہوں نے اپنے والد ماجد میاں محمدؐ اعظم سے بارہا سنا تھا۔

کہ میں ایک دن آنحضرت میراں صاحب کی خدمت با سعادت میں حاضر و موجود تھا۔ ایک شخص اہل ہنود میں سے آکر حاضر ہوا۔ اس شخص کو ارشاد ہوا تھا کہ حضرت کے جمال باکمال کے تصور سے یاد الہی یا گیان دھیان میں لگا کرے۔ اس وقت اس شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ جس وقت حضرت کا تصور باندھ کر بیٹھتا ہوں۔ کوئی شخص بابا نانک جی کی صورت میں سامنے آجاتا ہے اور خلل اندازی کرتا ہے۔ اور میری طبع کا تعلق ادھر چلا جاتا ہے۔ اور ادھر سے غفلت ہو جاتی ہے۔ حضرت پیر دستگیر نے یہ تمام باتیں توجہ سے سنیں۔ مگر جواب میں کوئی تدبیر نہیں بتائی۔ خاموش ہو گئے :۔ جب تھوڑا وقت اس بات کو گذر گیا حضرت نے اسی ہندو سے فرمایا کہ فلاں حجرہ میں سے میری جوتیاں اٹھا لاؤ۔ ہندو مذکور جوتیاں اٹھانے کے لئے بتلائے ہوئے حجرے میں چلا گیا۔ وہاں جاکر کیا دیکھتا ہے کہ وہی شخص جو اس کی حالت عبادت میں حاضر ہو کر خلل اندازی کیا کرتا تھا۔ ظاہری صورت میں حضرت کی جوتیاں اٹھائے کھڑا ہے۔ اس نے وہاں پہنچتے ہی کہا کہ لاؤ جوتیاں مجھے دو۔ لیجاؤں حضرت پیر دستگیر طلب فرماتے ہیں۔ اس نے جواب دیا واہ تجھے کیسے دیدوں۔ جوتی برداری کا عہدہ میرے لئے مخصوص ہے۔ ان دونوں میں باہمی۔ تو تو میں میں ہونے لگی۔ جب بات زیادہ بڑھی حضرت پیر دستگیر نے دریافت فرمایا کہ یہ کیا قیل وقال ہے۔ اس نے عرض کیا کہ یہی شخص میرے ذکر وشغل میں متبرک صورت بن کر خلل انداز ہوا کرتا ہے۔ اور یہاں بھی آموجود ہوا جوتیاں نہیں دیتا کہ یہ خدمت مجھی سے متعلق ہے

مجھ سے تکرار کرتا ہے۔ حضرت پیر دستگیر نے باواز بلند فرمایا۔ اے عزیز دیدہ۔ جب یہ آواز اس کے کانوں میں پہنچی۔ فوراً جوتیاں اس کے حوالے کر دیں۔ اب شخص ہندو نے اپنے دل میں خیال کیا کہ یہی تھا جو میری عبادت میں مانع ہوا کرتا تھا۔ اب اس کی قدر و منزلت معلوم ہوگئی۔ اب اس کی ممانعت اور خلل اندازی کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ اور اس حالت کا کوئی اعتبار نہیں کرنا چاہیئے ؛ اس وقت سے بعد اس شخص کا وسوسہ بند ہوگیا اس کے بعد خوب جمع خاطر سے اپنے کام میں سرگرم اور شاغل رہا۔ کبھی کوئی بات ظہور میں نہیں آئی۔ الحمد للہ علی ذالک

بے تعصبی کی ایک مثال

افضل خاں کی زبانی نقل ہے۔ کہ ایک روز جوگیوں کی جماعت موضع انبہ آمو جود ہوئی۔ اور داخل مجلس حضرت پیر دستگیر ہوئی۔ ہر موقعہ پر ہر ایک سے ملیں اور ہر ایک سے جواب سوال کر کے۔ آ تا گئی۔ وہاں وجدانک میں جو شے مطلوب تھی دے کر ان سب کو رخصت کیا گیا ؛ اسی موقعہ پر آدھی رات گذر گئی تھی۔ محمد افضل نے عرض کیا کہ آج جوگیوں سے صحبت خوب گرم رہی۔ مسلمانوں کو نام خدا اور کلمۂ طیبہ کی تلقین ہوتی ہے۔ اور ہندوؤں کو آپ کیا فرماتے ہیں؟ ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں کو کلمہ اور ہندوؤں کو شبد۔ قوت و برکت اپنے پیر و مرشد سے اپنے اپنے مذہب میں متقید رہیں۔ مگر یہ ضروری ہے۔ خدا تعالیٰ پاک دینے نیلہ سے ضرور نسبت پیدا کرے۔ الحمد للہ علی ذالک

میرا نچھو کا الٹائے وعدہ

یہ واقعہ میر کہ نظر علی کی زبانی ہے۔ جو آنحضرت کے مریدوں میں سے خاص مرید اور موضع جو معل کے باشندے تھے۔ موضع دائرہ شریف سے بہت قریب واقع ہوا ہے کہ جنہیں بسبب تنگی معاش کے وطن سے چلے جانے اور بنگالہ کی طرف بتلاش معاش جانے کا مصمم ارادہ کر لیا اور اجازت و رخصت کی غرض سے حضرت پیر دستگیر کی حضور میں حاضر ہوا۔ جب میں نے اپنی تنگی اور ہجرت کے تمام حالات عرض کئے۔ تو ارشاد مبارک ہوا اے نظر علی! رازق مطلق پروردگار حقیقی ہے۔ تمام مکان اور ہر زمان میں اپنے بندوں کا روزی رساں ہے۔ سفر میں بھی برکتیں رکھی گئی ہیں۔ اچھا تم جاتے ہو تو جاؤ۔ خدا حافظ و ناصر ہو فقیر بھی ہر حال میں تمہارے ساتھ ہے۔ اس کو بھی اپنے آپ سے جدا، غافل اور بے خبر نہ سمجھنا۔ بیان کرتے ہیں کہ میں آنحضرت کی سرکار سے رخصت ہوا۔ اور روانہ سفر ہوگیا۔ اور بنگالہ میں پہنچ گیا وہاں چند دن بسر کئے۔ مگر روزگار میسر نہ آیا۔ تنگی انتہا درجہ کی ہوگئی۔ جو ہوتی ہی تھا۔ پہلے گھر سے تنگ نکلے۔ مصارف سفر سے اور تنگی بڑھی روزگار نہ ملا۔ لاچار ہو گئے۔ جب بہت تنگ حال ہوا اپنے دل میں خیال کیا کہ حضرت پیر دستگیر کا ارشاد بوقت رخصت

یہ ہوا تھا کہ فقیر تمہاری حالت سفر و حضر میں شریک موجود ہوگا۔ عجیب حالت ہے۔ تنگی معاش کی یہاں تک پہنچ گئی۔ معلوم ہوتا ہے۔ حضرت خبر گیری میں تغافل فرما رہے ہیں۔ ورنہ کچھ حالت بہتر ہو جاتی۔ اتفاق ایسا ہوا کہ ایسے خیالات دل میں لاتے ہی تنگی دور ہوگئی۔ اور کشائش نے منہ دکھایا۔ تھوڑے ہی دنوں میں ایسی جمعیت ہوگئی۔ اور مالا مال ہو گیا۔ تب میں نے واپس وطن کی نیت کی۔ بلکہ ارادہ کر لیا کہ اب گھر چلیں بہت اسباب اور بہت سی چیزیں ساتھ تھیں۔ میں نے ایک بیل خرید لیا۔ اور ایک قافلہ کے ساتھ روانہ وطن ہو گیا، جب قریب گھر کے پہنچ گیا۔ ناگہاں گاڑی کا دھرا ٹوٹ گیا۔ اور عرابہ یعنی بیل بیکار و معطل ہو گیا۔ جنگل و بیابان کا موقعہ تھا میں سخت پریشان و فکر میں سرگرداں و متفکر بیٹھ گیا۔ اور زانوئے فکر پر سر رکھے ہوئے تھا کہ مجھے کچھ غنودگی سی ہوئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت پیر دستگیر وہاں موجود ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ تیرے عرابے کے ٹوٹنے میں بھی کوئی بات ہے۔ یہ بات حکمت الٰہی سے خالی نہ سمجھ اور حیران نہ ہو۔ یہ واقعہ تیرے حق میں اچھا ہے۔ تیرے عرابے کے درمیان ایک [illegible] نہایت اچھا موجود ہے اس کو نکال لینا اور عرابہ کو تیار کر لینا اور روانہ ہو جانا۔ فقیر علی نے حضرت کی زبان مبارک سے یہ کلمہ سنتے ہی زانوئے فکر سے سر اٹھایا۔ اور اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ عرابے میں سے ایک دھرا نکالو اور عرابہ درست کر لو۔ تاکہ آگے کو روانہ ہوں۔ وہ بولے کہ تمہاری طرح ہم بھی دیوانے ہیں کہ تمہارے کہنے سے سب اسباب کو تہ و بالا کر ڈالیں۔ دھرا بھی رکھی ہو تو ڈھونڈ لیں اور نکال لیں۔ دھرا یہاں کہاں سے آئی ہے۔ فقیر علی نے چشم نمائی کی۔ اور کہا کیوں بیہودہ تکرار کرتے ہو۔ وقت کھوتے ہو۔ پہلے ڈھونڈو تو سہی۔ اگر نہ نکلے گی تو [illegible] ناخوش ہوتا۔ اور جو جی میں آئے کرنا۔ اس اثناء میں ساتھ کا قافلہ آگے کو روانہ ہو گیا۔ خیر جب [illegible] سے تفحص اور جستجو کی تو ایک نہایت عمدہ درست اور نیا دھرا ان لوگوں نے اپنے ہی عرابے میں سے نکال لیا۔ اور بیل تیار کر لیا۔ اور منزل مقصود کی راہ لی۔ اتنے میں پہلے روانہ شدہ قافلہ دو تین کوس منزل طے کرنے پایا تھا کہ قطاع الطریق یعنی ڈاکوؤں کا ایک گروہ ڈاکہ زنی کی نیت سے قافلہ پر ٹوٹ پڑا۔ ڈاکوؤں نے سب کو مار ڈالا۔ اور جس قدر مال و اسباب تھا سب لوٹ لیا۔ فقیر علی جو عرابے کے دھرا کی درستی کی وجہ سے پیچھے سے روانہ ہوا تھا۔ جب قافلہ تک پہنچا تو کیا دیکھتا ہے۔ کہ یہاں پر تو ایک محشر بپا ہو گیا ہے۔ اور جا بجا کشتوں کے پشتوں سے بھرا پڑا ہے۔ تمام لوگ اہل قافلہ کے مقتول و مجروح پڑے ہیں۔ اسباب لٹ چکا ہے۔ اور جس قدر لوگ تھے ان میں سے ایک تن بھی تو زندہ نہیں چھوڑا۔ [illegible] کیا۔ اپنی سلامتی سے نہایت خوش ہوا۔ اور بارگاہ الٰہی میں شکرانہ ادا کیا۔ [illegible] تمام اسباب وطن مالوفہ میں پہنچ گیا۔ اور سب سے پہلے بلا تامل حضرت کی حضور میں حاضر آیا۔ حضرت پیر دستگیر کی نگاہ جب فقیر علی پر پڑی

فرمایا۔ اے نظر علی خیر و خوبی سے اپنے گھر پہنچ جانے کی وجہ بھی تو نے معلوم کی۔ یہ بتا سفر و حضر میں جو ساتھ رہنے کا وعدہ میں نے کیا تھا اس کا ایفا ہوا یا نہیں۔ اور ہر حالت میں میں تیرے ساتھ تھا یا نہیں۔ وقت بیوقت جب سے تیری خبر گیری ہوئی یا نہیں۔ بیابان کے اندر جب تیرے عرابے یا بہل کی دھُر ٹوٹی تھی۔ تو تیرے نئی دھر بہم پہنچائی یا نہیں۔ اور تمامی قافلہ جس کے ساتھ تو آرہا تھا۔ اس سے جدا کر کے ڈاکوؤں سے تیری جان و مال کو بچایا یا نہیں۔ اور بالکل سلامت اور خوشی خوشی تجھے گھر پہنچا پایا نہیں۔ نظر علی نے قدم مبارک پر اپنا سر رکھ دیا۔ اپنی پیشانی زمین پر رگڑتا تھا۔ حضرت کو دعائیں دیتا تھا۔ اور اپنی فرو گذاشتوں کیلئے معافیاں مانگتا تھا۔ حضرت نے فرمایا۔ خیر شکر ہے جو وعدہ کیا تھا۔ وہ پورا ہوا۔ واہ سبحان اللہ تیری ذات پاک کے قربان۔ اپنے پاک بندوں کو جو طاقت چاہے۔ بخشے۔ پیر ہو تو ایسا ہو۔ جو ایسا صاحب طاقت صاحب حفاظت، کسی حالت میں اپنے غلاموں کی حفاظت سے نہ چوکے۔ عرابے کی دھر ٹوٹنا، اور پھر بیابان کے اندر نیا دھر بہم پہنچانا یہ اور کون سے کرامت سے خالی ہیں۔ واہ میراں صاحب۔ واقعی پیر دستگیر کے الفاظ آپ کی شان والاشان کے لئے عین مطابق و موزوں ہیں۔ الحمدللہ علیٰ ذالک

میاں محمد حیات کا کمال

مصدقہ و مشہور و معروف بات ہے کہ حقائق و معارف آگاہ میاں محمد حیات قصبہ شاہ آباد میں شیخ پیر محمد کے گھران کے بالاخانے میں مدت دو سال سے سکونت پذیر تھے۔ ایک ماہ عالم سکر (نشہ) و مستی میں سوتے تھے۔ اور خواہش طعام اور پانی وغیرہ کی مطلق انہیں نہ ہوتی تھی۔ حتیٰ کہ نماز و روزہ کی بھی انہیں پرواہ نہ ہوتی تھی۔ ایک ماہ متواتر اس حالت میں رہ کر جب افاقہ ہوتا تب دوسری حالت ہوتی کہ نماز عشا سے فراغت پاکر جو یاد حق میں مصروف ہوتے تو تمام شب نوافل ہوتے جب تک مؤذن کی زبان سے اذان کی آواز حیّ علی الصلوٰۃ نہ سنتے تھے۔ تب تک اپنی جگہ سے جنبش نہیں کیا کرتے تھے۔ اور فجر کی نماز سے دوپہر تک اسی طرح برابر اپنی جگہ پر جمے ہوئے درود وظائف میں مشغول رہتے۔ دوپہر کی نماز سے بیٹھے ہوئے عشا تک سر نہ اٹھاتے تھے۔ البتہ زوال کے وقت چند ساعت آرام میں گذارتے۔ اس وقت سے نماز معکوس ہمیشہ شکار معکوس (۔۔۔۔۔۔ {نماز معکوس اس نماز کا نام ہے۔ جو الٹے لٹک کر یعنی سر نیچے اور پاؤں اوپر کسی درخت وغیرہ سے لٹک جانے اور نماز ادا کرتے ہیں} (مترجم) پڑھتے ہوئے عصر تک شاغل رہتے۔ ایک دن آپ پر عالم مستی

وارد تھا۔ کہ فقیر شیخ محمد پیر آ گئے۔ اور ان کے حجرے کا دروازہ کھلوایا۔ اور پوچھا کیا باعث ہے کہ کئی دن سے روٹی و پانی موقوف ہے۔ آپ نے کہا کچھ نہ پوچھو۔ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ اور یہ سوال و جواب موقوف رکھو۔ مجھ سے کچھ مت پوچھو۔ میں گفتگو پسند نہیں کرتا۔ کیونکہ حضرت پیر دستگیر کا یہی حکم تھا کہ کوئی درویش محمد حیات کو جب یہ اپنی اصلی حالت سے تجاوز کر گئے ہوں یا مستی میں ہوں کسی قسم کا سوال و جواب نہ کیا کریں۔ کوئی گفتگو نہ کرے۔ اور نہ انکو کوئی تکلیف دیا کرے۔ اور سوال کیا کہ حضرت صاحب نے کونسی وجہ سے سوال و جواب سے ممانعت فرمائی۔ اور کب سے سوال و جواب موقوف کیا ہے :: کہا کہ دائرہ شریف کے اندر ایک مسجد تھی۔ کچی عمارت سے تعمیر شدہ۔ محراب میں جہاں امام کھڑا ہوتا ہے میں سو گیا۔ کہ اس اثناء میں نماز کا وقت ہو گیا۔ تمام درویش جو دائرہ شریف میں موجود تھے۔ نیز حضرت پیر دستگیر بذات خاص ادائے نماز کے لئے وہاں تشریف لے آئے۔ لوگوں نے حضرت سے عرض کیا کہ محمد حیات محراب کے اندر پڑا سو رہا ہے۔ آں قطب زماں حضرت پیر دستگیر نے ارشاد فرمایا۔ کہ "محمد حیات اپنی اصلی حالت میں نہیں۔ مستی کی حالت وارد ہے۔ آرام میں پڑا ہے۔ مت چھیڑو۔ اور نہ کوئی بلاؤ۔ بلکہ بہتر ہے نماز یہاں مت پڑھو۔ کسی اور جگہ نماز پڑھ لیتے ہیں۔ ذکر کا حلقہ بھی کہیں اور ہی کر لیتے ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جہاں محمد حیات محراب کے اندر بیہوش پڑے سوتے تھے۔ اسی جگہ ایک درویشوں کی جماعت ذکر و شغل جہر میں مصروف ہو گئی۔ اور زور و شور سے ذکر ہونے لگا۔ محمد حیات کے کانوں میں آواز پڑی تو واویلا مچانے لگے اور بہت جزع و فزع کی۔ اور بولے کہ کیوں تم نے ایسا کیا اور کیوں مجھے سوتے سے جگایا۔ کیوں میرے آرام میں خلل انداز ہوئے۔ تم کہیں اور جا کر شور مچاتے۔ درویشوں نے یہ واقعات حضرت پیر دستگیر کے مبارک کانوں تک پہنچائے۔ حضرت نے فرمایا کہ ذکر کا حلقہ اس جگہ سے موقوف کر دو۔ وہاں مت کیا کرو۔ کوئی اور جگہ تجویز کر لو۔ محمد حیات کو وہاں خوب سونے دو۔ سوتے ہوئے اسے دق کرنا واجب نہیں ہے۔ ان واقعات کو سترہ دن گذر گئے تھے کہ آنحضرت نے حقائق آگاہ شاہ سمی دل کو حکم دیا کہ محمد حیات کو بیدار کریں۔ اور اب سوتے ہوئے کو جگا دیں۔ اور وہاں ایک پیالہ دودھ چاول کا خوب بھر کر ساتھ لیتے جائیں۔ حضرت کے حکم مبارک کے مطابق ویسا ہی کیا گیا اور محمد حیات کو خواب سے بیدار کیا گیا۔ اور پوچھا گیا کہ آپ کچھ کھائیں گے۔ محمد حیات نے کہا کہ مجھے دودھ چاول کی خواہش ضرور ہے۔ البتہ اگر اس وقت موجود ہو تو دو چار چمچ ضرور چکھوں گا۔ پیالہ دودھ چاول کا موجود تھا ہی۔ فوراً پیش کر دیا گیا۔ آپ نے بہت تھوڑے تناول فرمائے۔ جب کھا چکے پھر دراز ہو گئے۔ اور وہیں پھر سو گئے۔ دودھ چاول کا پیالہ جو باقی بچا ہوا تھا۔ حضرت پیر دستگیر میراں جیو کی خدمت میں

حاضر لائے۔ آنحضرت نے بقدر ایک چمچہ پہلے خود نوش جان فرمایا۔ اور باقی تمام حاضرین موجود الوقت کو بطور تبرک تقسیم کر دیا گیا۔ سب نے نوش کر لیا۔ اس واقعہ سے دوسرے روز حضرت گنج شکر قدس اللہ سرہ کی مجلس تھی۔ محمد حیات آپ سے آپ بلا کسی کے جگائے اٹھ بیٹھے۔ وضو کیا۔ اور دوگانہ نماز شکرانہ پڑھی۔ نماز ادا کرنے کے بعد آپ آئے اور مجلس میں شریک ہو گئے۔ راگ سنا اور وجد ہوا۔ وجد اس قدر ہوا کہ تمام دن گذر گیا۔ اور آپ کا وجد ختم ہی نہ ہوا۔ دن کے اخیر ہوتے ہی آپ ہوش میں آئے۔ جب مجلس بند ہوئی حضرت میراں جیو نے محمد حیات کا ہاتھ پکڑا اور اپنے حجرہ خاص میں بیٹھے۔ دریافت فرمانے لگے کہ تم سترہ روز متواتر خواب میں رہے یہ بتاؤ۔ ان دنوں میں کیا کیفیت دکھلائی دی۔ محمد حیات فرماتے ہیں کہ حضرت اس حالت کو کون بیان کر سکتا ہے اور کون سن سکتا ہے۔ حضرت میراں صاحب نے فرمایا کہ آخر میں تمہارا مرشد ہوں یا نہیں مجھے تو بتاؤ۔ کیا حالت رہتی ہے۔ شاہ محمد حیات فرماتے ہیں کہ آپ کا تو سارا ظہور ہے ایک بات عرض کرتا ہوں۔ فرمایا نہیں کوئی مضائقہ نہیں صرف ایک ہی بیان کرو۔ دانہ دانہ دکھلانے جدا جدا کیفیت و نام اظہار کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ خروار میں سے ایک مشت ہی کافی ہوا کرتی ہے شاہ محمد حیات نے صرف ایک حرف اپنی زبان سے نکالے تھے۔ کہ آنحضرت خوشی اور بشاشت سے بھرپور حجرہ سے باہر تشریف لے آئے۔ اور اس وقت تھوڑا سا جوش و خروش ظاہر فرمایا فرمایا سبحان اللہ! واہ واہ محمد حیات کس قدر فراخ حوصلے کا مالک ہے۔ اپنے آپکو ایسا چھپایا ہے کہ جیسا چاہیے۔ منصور تو انا الحق پکار اٹھے۔ مگر وان رسے حوصلے والے۔ انہوں نے خوب ضبط کیا ہے۔ ایک حرف زبان تک نہیں آنے دیا۔ محمد حیات منصور سے بھی زیادہ صاف حالت رکھتا ہے۔ عین القضاۃ نے یہی بات بیان کی ہے۔ مگر محمد حیات ہے کہ آدھی بات زبان پر نہیں آنے دیا۔ اس سے بڑھکر اور کیا ہو گا۔ معلوم ہو گیا۔ محمد حیات ہے کہ سب سے بڑھ گیا۔ اور گوئے سبقت سب سے لے گیا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

[illegible]

نہایت معتبر روایت ہے کہ ہمیشہ کر گدر طام شریف نامی حضرت کے روبرو آئے۔ حضرت کے مزاج میں زبان دخیل او تھا ہے۔ ملت ہو رسوخ تھے۔ اور اس قدر بے آئے کہ مجھ کو دار اکثر اجمیر شریف جانے کا ہے۔ حضرت سے بھی اجازت لے لیں۔ اور مشورہ دریافت کر لیں۔ چنانچہ عرض کیا کہ میں اجمیر جانیوالا ہوں۔ وہاں ایک شخص محمد قندھاری نامی معروف ہے۔ اور ان دنوں فاسق فقیروں پر مقرر ہے۔ میں اسکے پاس جاؤں گا۔ اور دنیاوی کاموں میں خوب فائدہ اٹھاؤں گا۔ حضرت نے زبان تیز بیان سے فرمایا

کہ اے مصر شنکر جی۔ جب خلاق روزی رساں ہے اور ہر جگہ اور ہر مکان میں فقط وہی ایک مالک ہے۔ پھر تو کیوں اس قدر دور دراز سفر کا بوجھ اور کلفت اپنے اوپر گوارا کرتا ہے۔

مصر مذکور نے حضرت کے ارشاد کو قبول نہ کیا۔ تھوڑی دیر اس گفتگو کو گذرنے پر عرض کیا کہ حضور اجازت فرمائیں اور رخصت دیں قصد کر چکا ہوں۔ ارشاد ہوا۔ اچھا بھئی تم مختار ہو۔ رخصت!

یہاں سے چار آدمیوں کو ساتھ لے کر روانہ ہو گئے۔ کہ چار آدمی کی حفاظت کافی ہے اور جانب اجمیر شریف منزل بمنزل چلے جاتے تھے۔ منزلیں طے کرتے ہوئے جب یہ لوگ کوٹ پوتلی میں پہنچے۔ ایک دوکان میں جو بازار میں واقع تھی اتر پڑے۔ ارادہ یہ تھا کہ یہاں رات بسر کر لیں گے۔ دوکان کے اندر ابھی ڈیرہ بھی نہ جمانے پائے تھے کہ اس ضمن میں وہاں کی کوتوالی کے پیادے نے ناگہانی مصر شنکر اور اس کے ہمراہیوں کو یہ تہمت دیکر کہ یہ وہ ٹھگ ہیں جنہیں پھانسی دیجانی تھی اور مفرور ہیں۔ باندھ لیا اور مشکیں کس کر لے گئے۔ اور وہاں کے عامل کے روبرو حاضر کر دیا۔ عامل نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ فوراً سے پہلے نادری حکم صادر فرمایا کہ لیجاؤ۔ انہیں پھانسی پر لٹکا دو۔ حکم کا ہونا تھا کہ تمام آبادی میں شور قیامت برپا ہو گیا اور ایک شور و غوغا مچ گیا۔ اور تمام باشندے ڈھول کی آواز سنکر چیونٹی سے مکوڑوں کی طرح نکل پڑے۔ مصر شنکر آہ ناکردہ گناہ مصر شنکر لوگوں کا تماشہ اور پھانسی پانے والا خونی مجرم بن کر حیران و ششدر، شرمندہ و نادم، متفکر و مضطرب لوگوں کے منہ تک رہا تھا۔ اب نہایت پشیمانی سے وہ الفاظ جو حضرت میرانجی کی زبان فیض ترجمان سے نکلے تھے۔ اس کے دل میں نشتر کا کام دے رہے تھے کہ حضرت کا فرمودہ نقش بر سنگ خالی از علت نہ تھا سالانکہ تو اسے یاد آ ہی گئے تھے۔ جا لکھیمت اس کے دل میں کھٹک رہی تھی۔ مضطرب سا ہو کر اپنی رہائی و چارہ گری کا وسیلہ حضرت کی ذات والا صفات کو بنا کر حضرت کا تصور دل کے اندر کر کے التجا کرنے لگا۔ کہ ایسے وقت میں میری امداد فرمائیے۔ ایسی بلا و آفت سے مخلصی دلوائیے۔ اس فکر میں تھوڑی دیر متفکر رہا تھا۔ فکر سے سر اٹھا کر مصر جی نے جب اوپر نگاہ کی تو دیکھا۔ ذات والا صفات مصدر عنایات و احسانات موجود کھڑے ہیں۔ اور ایک عصا دست مبارک میں ہے اور ارشاد فرما رہے ہیں۔ مصر شنکر اس فقیر کے کہنے پر تو نے عمل نہ کیا۔ خیر اب بھی مت گھبرا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات قادر ہے۔ وہ فضل کرنے والا ہے۔ رحم فرمائیگا۔ صرف اس قدر فرمایا اور حضرت اس کی نظروں سے غائب! ادھر یہ گفتگو ختم ہوئی۔ دوسری طرف اس ہجوم اور بھیڑ کو چیرتے ہوئے ایک پٹھان جمعدار نوکر سرکار۔ اور جگہ کے حاکم کا نائب پہنچا۔ اس نے مصر شنکر کو کسی وقت حضرت پیر دستگیر کی خدمت میں حاضر دیکھا تھا۔ اس نے دیکھتے ہی پہچان لیا اور جھپٹا۔ انہیں اکر لائے تھے

ان سے گویا ہوا کہ یہ شخص تو فقط بے گناہ و بے قصور ہیں۔ میں جانتا ہوں۔ اور حاکم و عامل کو ان کی بیگناہی و ناحق گرفتاری و سزا یابی کا قصہ سناتا ہوں۔ خیر جب تک میں واپس نہ آجاؤں زنہار ان کو سزا دینے کی جرأت نہ کرنا۔ ورنہ یاد رہے۔ سب کیا کرایا آگے آئے گا۔ جس قدر جلدی اس سے ممکن تھی کر کے جمعدار نہایت تیزی سے حاکم کے سامنے حاضر ہوا۔ اور تمام قصہ ناحق گرفتاری اور بیگناہی۔ ان کو بے سبب پھانسی پر لٹکائے جانے کے واقعات بیان کئے کہ اے ناخدا ترس یہ کیسے افعال قبیح اور ناشدنی بات ہے کرے کوئی۔ بھرے کوئی۔ سراسر اندھیر۔ ناحق ان بزرگان خدا کو ٹھگوں کی تہمت میں گرفتار کیا جاتا۔ اور پھانسی دیا جاتا ہے۔ ناحق وہ غریب اسیر ہوئے ہیں۔ اور آپ نے بغیر پوچھے گچھے بلا ثبوت و تحقیقات انہیں دار پر کھینچے جانے کا حکم بھی دیدیا۔ نہایت ناانصافی بلکہ ظلم ہے۔ میں جانتا ہوں۔ وہ خود تو پنڈت برہمن ہے۔ میں نے اس شخص کو حضرت میراں صاحب کی خدمت میں حاضر اور آنحضرت قطب دوران کی سرکار میں خدمت خدامت کرتے دیکھا ہے۔ ان ایسے بیگناہ لوگوں کی خونریزی جو ایسے بڑے بزرگ کی مصاحبت و ملازمت کا فخر رکھتے ہیں۔ ضرور رنگ لائیگی۔ آپ خود قیاس کر سکتے ہیں کہ ایسے لوگ کبھی ٹھگی اور ڈکیتی کر سکتے ہیں آپ خود جان سکتے ہیں۔ کہ یہ بیگناہ ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ ان لوگوں کو چھوڑ دیجیے۔ اور ان سے اپنی غلطی اور ناحق ایذا رسانی و تکلیف دہی کیلئے عفو تقصیرات کی استدعا کریں۔ اگر نہیں تو آپ کو اختیار ہے۔ آپ مالک و مختار ہیں۔ حاکم جب یہ واقعات سن چکا۔ کانپ اٹھا۔ اور نہایت پشیمان و حیران ہوا۔ اس نے فوراً ایک تیز گام اور برق رو قاصد کو متعین کیا۔ اور کہلا بھیجا کہ یہ لوگ بالکل بے قصور ہیں۔ انہیں فوراً چھوڑ دو اور میرے پاس عزت و حرمت کیساتھ لاؤ۔ جب مصرجی حاکم کے سامنے آئے تو حاکم نے اپنی نادانستگی کا عذر کیا اور اپنا سر ان کے پاؤں پر رکھا۔ بہت منت سماجت کی۔ کہا کہ مجھے سپاہیوں نے دھوکا دیا۔ مجھے ہرگز علم نہ تھا کہ آپ ایسے لوگ ہیں۔ خیر خطا ہوئی۔ معاف فرمائیں۔ جس طرح ممکن تھا۔ حاکم نے مصرجی اور ان کے ہمراہیوں کو خوشنود کیا۔ معافیاں چاہیں۔ نذر و خلعت انکی خدمت میں حاضر کر کے پیش کیا۔ اور نہایت توقیر سے اپنے سامنے سے رخصت کیا۔ مصرجی کی جان بچی لاکھوں پائے۔ دل میں سوچے۔ بیانتاس آئے تھے۔ اس نوبت کو پہنچے پھر بھی بچ گئے سستے چھوٹے۔ اور پھر آنحضرت کا حکم ہے۔ اب آپ ہی محافظ ہوئے اب اجمیر کا قصد چھوڑو۔ یہیں ہی کو منہ موڑو سوئے گھر چلو۔ حضرت کے درشن کرو۔ وہیں سب کچھ ہے مانے وطن مالوفہ کو وہیں سے لوٹے۔ اور بخیر و عافیت اپنے گھر پہنچے۔ سب سے پہلے حضرت پیر دستگیر کی حضور میں حاضری کی سوجھی۔ حضرت نے سو برو جب مصرجی آئے۔ حضرت نے دریافت فرمایا۔ کہو مصرجی خیریت سے آئے۔ عرض کیا یا حضرت غلام اپنی سرگذشت کیا عرض کرے۔ حضرت خود جانی جان ہیں۔ اور

اور حضرت کی ضمیر مہر منیر سے کیا چھپا ہے۔ بلکہ سچ پوچھو تو حضرت کی ذات والا صفات نے تو جان بچا کر یہاں پہنچا دیا۔ ورنہ کب کے ایسی سر لٹا گئے ہوتے۔ اب تا بہ پیر ند گذشت تک توبہ کر چکا۔ کر گئے ہوتے حضرت کے اوصاف کا بیان کوئی سہل بات نہیں ہے۔ البتہ مجھ سے یہ خطا ہوئی تھی کہ حضرت کے ارشاد کی تعمیل نہ کر سکا۔ طمع میں آ کر حضرت کے قدوم سے دور جا پڑا تھا۔ سو اپنے کئے کی سزا کو پہنچ گیا۔ آئندہ کے لئے دعا کرتا ہوں کہ وہ پرمیشور ایک لحظہ کیلئے بھی آپ کے قدوم فیض لزوم سے ایک دم کے لئے بھی جدا نہ کرے۔ ورنہ ہم غریبوں کا کہیں ٹھکانا نہیں ہے۔ بقیہ تمام عمر حضرت کے چرنوں میں گذر جائے۔ اور یہیں خاتمہ ہو جائے۔ آئندہ ایسی غلطی ہرگز سرزد نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اللہ یہ خطا معاف فرمائیے۔ نہ آئندہ کو ایسی خود غرضی، خود مطلبی کا کوئی کام بنتے ہوگا۔ اس مرتبہ محض حضرت کی توجہات بے غایات و عالیات سے جاں بخشی ہوگئی ہے۔

الحمد للہ علیٰ ذالک

فصل سوم

در بیان آنکہ بعض فضلائے نظر بر سلم ظاہری خود نمودہ ابحث علمی ورمیان آوردند
چوں حضرت پیر دستگیر را علم لدنی بود۔ بجواب ہر یکیا بوجہ حسن دبآئین شایستہ آنہا را قائل
ولاجواب ساختند

چار علما امتحان لیتے ہیں

مشہور واقعہ ہے کہ چار بزرگ فضلائے دہر اور عالمان زمانہ سے باعظمت وشان بدر یاہائے حقائق ومعانی حضرت پیر دستگیر کی شہرت تمام سنکر کشف وکرامات اور شریعت وعالمیت کے امتحان کے لئے ایک جماعت بن کر متحد ومتفق ہو کر حضرت میراں صاحب کی خدمت میں پہنچے۔ اور ہر ایک نے علیحدہ علیحدہ اپنے اپنے دل میں حسب خواہش اپنی طبیعت کے اپنے دل میں یہ ٹھان لیا کہ اگر ہماری خواہشوں و ضرورتوں کے مطابق بلا اظہار ہمارے ہر شئے مطلوبہ حضرت میراں صاحب عنایت فرمادیں۔ اور جدا جدا چاروں کی مطلوبہ اشیاء مرحمت فرمائیں۔ تو بیشک ہم آپ کی ولایت اور کرامت کے قائل ہو جائیں گے۔ اور اقرار کریں گے کہ جو کچھ حضرت کی نسبت مشہور ہے۔ سب سچ ہے۔ اور اگر ایسا نہیں ہوا۔ تو ضرور ہے کہ فریبیوں اور دغابازوں میں شمار کریں۔

چنانچہ ان میں سے ایک عالم نے کہا کہ میرا دل مائل شیر وبرنج ہے۔ دوسرے فاضل بولے مجھے نیشکر زگنا)

درکار ہے۔ تیسرے علامہ عصر نے اظہار کیا کہ ہمیں تربوز مرکوز خاطر ہے۔ چوتھے فاضل بے بدل نے فرمایا سیب پر طبیعت مائل ہے۔ جیسے تو بس یہی درکار ہے۔

جب چاروں اصحاب بالاتفاق اکٹھے ہو کر مختلف حضور کرامت گنجور پیر صاحب میں وارد ہوئے۔ اور اپنے اپنے مقام پر بیٹھ گئے۔ فوراً ایک شخص آیا۔ اور ایک قاب شیر و برنج کا اس نے لاکر پیش کیا۔ جب وہ قاب حضرت کی حضور میں پیش ہوا۔ اشارہ ہوا فلاں صاحب کو دیدو۔ آپ کو اس کی زیادہ ضرورت ہے۔ مگر انہیں کہدیا جائے کہ زیادہ سیر ہو کر نہ کھائیں۔ ان کی طبیعت شیر برنج پر بہت زیادہ مائل ہے۔ ایسا نہ ہو گرانی کرے۔ پھر ارشاد ہوا کہ جاؤ فلاں جگہ خبر تو لو۔ اگر گنے ہوں تو لاؤ۔ کیونکہ ان عزیز کو گنے کی خواہش بہت ہی ہے۔ اور حجرہ میں دیکھیں وہاں ایک تربوز رکھا تھا۔ ان لائے۔ اور اشارہ فرمایا کہ ان تیسرے صاحب کو دیدیں۔ کیونکہ احتراق قلب ان پر غالب آرہا ہے۔ اس کے کھانے سے آپ کو تسکین قلب حاصل ہوگی۔ اور پھر تلاش کریں کہ کہیں سے کوئی سیب ملے۔ ضرور کہیں رکھا ہوگا۔ ان چوتھے صاحب کے حوالے کر دیں کہ آپکی طبع پر سفر اس وقت تولی ہے۔ اور اس کا بہترین علاج آپ کیلئے سیب کا کھانا ہے۔ یہ سب چاروں صاحبان نے کرامت و عظمت حضرت پیر دستگیر کو اس درجہ پر دیکھا۔ اپنے اپنے سروں کو گریبان خیالات ندامت میں چھپاتے ہی تھے۔ اور عرق انفعال و شرم میں ڈوبتے ہوئے جگہ ڈھونڈنے لگے۔ جب ان سے کوئی بات بن نہ پڑی۔ چپ چاپ رہے۔ تو حضرت نے اپنے ارشاد سے مہر خموشی کو توڑا اور ارشاد مبارک ہوا عزیزو۔ فقیروں کے حال سے تعرض اور درویشوں کے کشف و کرامات کے امتحان لیتے پھرنا آپ کے علم و کمال کے شایان شان نہیں۔ آپکی لیاقت و قابلیت سے بعید ہے۔ یہ فقیر اپنے پیران عظام کی توجہ باطنی سے آپ کے باطنی و دلی ارادوں سے واقف ہو گیا تھا۔ اس لئے واجب یہی تھا کہ آپکی تسکین اور آپ کا امتحان کیا جاتا۔ اگر ایسا نہ کیا جاتا تو تصرفات و کمال درویشان سے آپ لوگ بدیقین ہو جاتے۔ اور آپ کے دین و ایمان کے اندر ایک قسم کا خلل واقع ہوتا۔ اور یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جب ایمان میں خلل آیا۔ عاقبت خراب ہو جاتی ہے۔ آپ ایسے بزرگوں علماء دین و ایمان کے لئے واجب ہے کہ ایسے امور سے پرہیز رکھیں چاروں اصحاب ان اشارات سے اس قدر متاثر اور محجوب ہوئے کہ چاروں اسی وقت معذرت تام سر زمین پر رکھ کر اور اپنے کئے پر نادم ہو کر اپنی تقصیرات کی معافی کے خواستگار ہوئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

ایک فاضل بے بدل کے سوالات

نقل کرتے ہیں کہ ایک بزرگ علمائے زمانہ میں سے جو اپنے علم و فضل میں اپنا ثانی نہ رکھتا تھا۔ اسکی دل میں

گویا کہ حضرت پیر دستگیر میرانجیو علم ظاہری سے بالکل بے علم۔ اور انہیں کچھ بھی خبر نہیں ہے۔ اگر علم میں ان سے
سوال کیا جائے تو مسائل علمی میں وہ کبھی کسی صورت میں عہدہ برا نہ ہو سکیں گے۔ یہ خیال دل میں آیا
اور وہ حضرت کی خدمت میں پہنچے اور مشاغل علمی کے متعلق سوال کر ہی ڈالے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اس
فقیر سے سوال علمی کرنا کیا فائدہ۔ فقیر تو اُمی محض ہے۔ اور علم ظاہری سے خبردار نہیں ہے۔ مگر ہاں میرا ایک درویش
محمد حیات نامی خراسیہ جو اس خاندان کے درویشوں میں سے ہے۔ شاید ہی کہ آپ کے سوالوں کا جواب شافی دیسکے
حضرت پیر دستگیر نے اپنے ایک درویش کو اشارہ فرمایا اور محمد حیات خراسئے کے پاس فاضل صاحب کو بھیج دیا۔
جب فاضل موصوف معہ درویش محمد حیات خراسئے کے مکان پر وارد ہوئے۔ اور وہ ارشاد جو ان کے مرشد حضرت
میرانجیو کی طرف سے ہوا تھا۔ انہیں سنایا۔ تو فاضل صاحب موصوف نے محمد حیات سے وہ سوال کیا جو انہوں نے حضرت
سے کیا تھا۔ اور کہا کہ میرانجیو نے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ کہ اس مسئلہ کا جواب شافی آپ دیں گے۔ چنانچہ اب آپ
اس کا جواب دیں۔ محمد حیات فرماتے ہیں کہ میں بیچارہ غریب ایسے بڑے مسائل علمی کو کیا جانوں۔ اور جاہل مطلق
ہوں بھلا مجھ سے اور ایسے اہم مسائل سے کوئی نسبت بھی تو ہونی چاہئے میں اپنی تمام عمر میں الف بے تک تا تو
پڑھا نہیں۔ لطافت اور یہ کہ مسائل ایسے فاضل دہر، عالم لاثانی۔ عجیب معاملہ ہے۔ میں غریب خراسیہ بھائی ایسے
اہم مسائل کا جواب تو ہمارے مرشد برحق حضرت میرانجیو ہی دیں نہ دیں۔ مجھ غریب سے کیسے ہو سکتا ہے۔
وہی آپ کی تسلی کریں نہ کریں۔ فاضل صاحب نے فرمایا۔ میاں اگر حضرت میراں صاحب میں یہ طاقت ہوتی
اور میرے سوالوں کا جواب دے سکتے تو تم سے کیوں رجوع کرتے۔ تمہارے پاس تو اسی لئے بھیجا ہے کہ
وہ جواب نہیں دے سکے۔ جب یہ کلمات فاضل کی زبان سے میاں محمد حیات نے سنے ایک جوش نے اسے لرزا دیا
ان کی حالت بدلی۔ فرمایا۔ جناب آپ میرے حجرے سے باہر تشریف لیجائیں۔ دروازے کے کواڑ بند کر دیں۔
اور مضبوطی کے ساتھ دروازے کی زنجیر پکڑ لیں۔ اور جو سوال آپ کے دل میں ہوں۔ شوق سے کریں۔
ایسا ہی ہوا۔ فاضل نے زنجیر در کو ہاتھ میں لیکر دقیق سوالات تفسیر و کلام اللہ سے کئے۔ محمد حیات نے تفسیر و
قرآن پاک کے سوالات کو شائستہ و برجستہ ایسا سلسلے پیمانہ پر بیان کیا کہ باید و شاید۔ اور فرمایا اگر
معانی و تفاسیر سے آپ کا اطمینان اور تسکین ہو گئی۔ تو خیر ورنہ فرمائیگا۔ ایک حرف کو سات سات طرح پر مختلف
معنے تعریفیں اور تفسیر میں بیان کر سکتا ہوں۔ اپنے پیران عظام کی برکت سے میں تنا تو کر سکتا ہوں کہ ہر طرح
آپ کو اطمینان دلا دوں۔ آپ جو چاہیں اعتراض کریں جس جس کا جواب پائیں مذاق نہیں پیران عظام کا
ہاتھ سر پر ہے۔ جس قدر چاہو سوال کرو۔ اور جواب لو۔ میاں محمد حیات عالم متبحر بنے ہوئے تقریر کر رہے تھے
تو فاضل صاحب پیکر تصویر بنے ہوئے ان کی تقریر سن رہے تھے۔ آخر الامر جب جواب شافی پا چکے تو اپنا سر

آستانۂ علیا پر رکھ دیا۔ اور نہ پایا کہ ہمارے دل کا وسوسہ غلط بنیاد پر قایم ہوا تھا۔ اور اب تو تمام وسوسے جاتے رہے طبیعت آئینہ دل صاف ہو چکی ہے۔ حقیقت کھل گئی۔ یہاں سے فیل بان کے غلاموں تک کو یہ دستگاہ اور قدرت حاصل ہے تو حضرت پیر دستگیر میر اللہ صاحب کے کمالات کا تخمینہ فہم و گمان کے اندازہ سے بہت زیادہ ہے۔ فاضل موصوف نے ایک قلادہ اسی وقت خود حیات کے مکان سے اپنے گلے میں ڈالا اور روتے ہوئے حیرت و ندامت کے آنسو بہاتے واپس حضرت کی حضور میں حاضر ہوئے اور رو کر معافیاں مانگتے اور اپنی خود تقصیرات کی التجائیں کرنے لگے۔ اسی وقت ارادت و مریدی کا حلقہ اپنے کانوں میں ڈالا۔ حلقہ بگوش و مرید خاص ہوگئے۔ الحمد اللہ علی ذالک

سیر شہرۂ اپنا عالم شہود

یہ واقعہ قریب دو صد سال اور شہرہ ہے اور منقول کیا جاتا ہے کہ جب حضرت کا دبدبہ کوس ولایت زمین ہی تک نہ رہا بلکہ تک پہنچا آسمان سے کانوں کو گونجا دئے گئے۔ اور بہت سے ہوگئے۔ ان کی شہرت کی ضو و ضیا سے تمام عالم نور علی نور ہوگیا۔ اور جب طنطنہ جاہ آں بدر فلک طریقت کا مشرق سے مغرب تک پہنچ گیا۔ آپ کی عرفان کا آوازہ اور آں قطب زماں کی شہرت کا شور قاف سے قاف تک جا چکا۔ تین سو ستر اولیاء تبلیغ و شریعت نہایت معزز و سر خاندانی ولایت بخارا اور قرب و جوار سے حضرت پیر دستگیر کے فضائل و کمالات آں غوث دوران کے رحم و عنایات کی خبریں سنتے سنتے متاثر مطیع و معتقد ہو کر اٹھ دوڑے۔ ان کے دلوں میں ایک اشتیاق پیدا ہوگیا تھا۔ جنہیں نے تلاطم بپا رکھا تھا۔ ان کے قلوب بیتاب اور آنکھیں طالب زیارت حضرت میراں صاحب کے لئے بے چین تھے۔ اور بیعت کی نیت سے اپنے وطن مالوفہ کو چھوڑ کر عازم ہندوستان ہوئے تھے۔ حضرت کی یاد و شوق تھے جس کے باعث انہوں نے اس قدر منزل طے کی تھی۔ اور طول طویل سفر جو اس وقت سفر آخرت سے زیادہ دشوار و کٹھن تھا۔ آج کل کے سفر کو اس سے ملنے کے سفر سے کوئی مناسبت نہیں ہو سکتی۔ آج کل کا سفر اس زمانے کے گھروں سے بیٹھے رہنا بہتر ہے۔ قطع منازل کرتے سفر کرتے ہوئے جب وہ لوگ ممالک اعظم آباد کے قریب پہنچے ممالک اعظم آباد ولایت نیپال اور کرنال سے بائیں جانب واقع ہے۔ اتفاقاً حضرت پیر دستگیر بھی قصبہ پانی پت سے واپس تشریف لے جا رہے تھے ہو سکے ابھی تالاب پر بیٹھا ہے ان باشندگان بخارا و حضرت دونوں ایک جگہ جمع ہوگئے۔ باشندگان بخارا نے سواری مبارک کو دیکھا تو حضرت میراں صاحب کے ان ... اور ... ہوتے ہیں ... استقبال کیا۔ جب نام مبارک آنجناب کا ان ... کو معلوم ہوا۔ تمام لوگ دوڑ پڑے اور حضرت کے قدم بوس ہو کر آداب و تسلیمات بجا لائے اور عرض کیا یا حضرت یہ غلام دور دراز ولایت سے بہ نیت بیعت و ارادہ حصول سعادت قدم بوسی سے واسطے حاضر ہوئے ہیں

ہمارے حال پر نظر کرم و توجہ فرمائی جاوے۔ اس قدر عرصہ سے بادیہ پیمائی کرتے کرتے آج دولت دیدار سے مالا مال ہوئے ہیں۔ ہم لوگوں کی تمنا بر لائی جائے۔ یعنی مریدی و خادمی کے شرف سے معزز و ممتاز فرمایا جائے۔ ہم خداوند عالم کے نہایت شکر گزار ہیں کہ الحمد للہ آج یہ دولت عظمیٰ ... اتنے زمانہ میں میسر آگئی ہے۔ ہماری محنت و سرگردانی کا کیا ٹھکانا ہے۔ اب مشکل یہ تھی کہ حضرت آگے جانے کیلئے تیار تھے۔ یہ گروہ وہاں کہیں نہ آمادہ تھا ایک گروہ کا گروہ واپس لیجانا بھی محال تھا۔ اور وہاں ٹھہر جانا بھی کچھ منظور نہ تھا۔ حضرت پیر دستگیر نے حکم دیا کہ جس قدر آدمی بارادہ مریدی آئے ہیں۔ اور جس قدر سوار و پیدل ہیں۔ تمام اسی تالاب سے وضو کرلیں۔ اور حاضر ہوں۔ ارشاد والا کے مطابق تمام نے وضو کر لیا۔ اور جہاں حضرت کی سواری تھی۔ تمام لوگ وہاں حاضر ہو گئے تمام تین سو آدمی تھے۔ جن کو حضرت نے اپنے روبرو صف بستہ کھڑے کر لیا۔ اور فرمایا کہ تم سب نے مجھے اپنا پیر تسلیم اور قبول کیا۔ سب نے ہمزبان عرض کیا کہ ہم سب نے حضرت کی ذات والا صفات کو اس وقت سے اپنا پیر و مرشد جانا ہے۔ اور قبول کیا ہے۔ پھر حکم ہوا کہ تم سب نے میرے پیران عظام کو بھی اپنا پیر و مرشد مان لیا۔ سب نے اسی طرح عرض کیا کہ قبول کیا۔ پھر فرمایا کہ تمام سلسلہ پیران عظام کو بھی قبول کیا۔ عرض کیا وہ بھی قبول! ارشاد ہوا اب تم سب مرید ہو چکے۔ اب آپکو رخصت ہے۔ جہاں چاہے جاویں۔ اور اپنی کاروبار میں مصروف ہوں۔ یہاں سے دائرہ شریف یا کسی قیام گاہ میں جا سکنے لئے وقت نہ تھا۔ یہ قاعدہ طویل تھا اور کاروبار میں خلل واقع ہوتا۔ اس لئے بہتر جو دیکھا وہ بمرضی مولیٰ ہو گیا۔

یہ نادرا ہنگ قلزم شریعت شیر بیشۂ طریقت برگزیدہ رب المعبود میر سید محمود کہ سادات عظام میں سے اور صحیح النسب سید اور بڑے صاحب ... کہ ہم کو بزرگ تھے ان کے کانوں تک پہنچا۔ سید صاحب موصوف قصبہ سہرند ... میں مقیم و مدرس حدیث و فقہ تھے۔ اور ... عالم متبحر تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ طریقہ بیعت ... کے خلاف ہے اس طرح مرید کرنے کا کوئی قاعدہ نہیں ہے۔ پیر کو لازم ہے کہ علیحدہ علیحدہ ہر ایک شخص کو جدا جدا طریقہ مرید کرے۔ اور ہر ایک کے ہاتھ ہاتھ میں لے کر تمام مراتب پورے کرے۔ سبکو تعلیم و تلقین کرے۔ تاکہ بیعت درست ہو۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو بیعت درست نہیں ہے۔ اور یہ روا نہیں۔ کسی شخص نے یہ تمام اقوال سید صاحب کے حضرت پیر دستگیر میراں صاحب کی سمع مبارک میں پہنچا دئیے۔ حضرت نے یہ باتیں اپنے دل میں رکھیں۔ ایک روز اتفاقیہ سواری مبارک قصبہ سہرند میں وارد ہوئی۔ ارشاد ہوا کہ اول فاضل کامل میر سید محمود کے مکان پر چلیں گے۔ سواری وہیں جانی چاہئے۔ چنانچہ سواری مبارک سید محمود کے دروازے پر پہنچی۔ انہیں اطلاع دی گئی۔ جو دروازے پر استقبال کیلئے آئے۔ اور حضرت پیر دستگیر کو نہایت عزت و احترام کے ساتھ ... لے گئے۔ اس زمانے میں ایک سواری استعمال کرتے تھے جو بشکل ... ہوتی تھی۔ ... میں کام میں لایا جاتا تھا

نیچے اتارا اور حضرت تمام اپنے گھر میں لے گئے اور بٹھلا دیا۔ حضرت پیر دستگیر نے تھوڑی دیر آرام و تامل کر کے چند سوالات واجبات و فرائض نماز سے اور چند مسائل دیگر متعلقہ فقہ میر سید محمود قدس سرہ العزیز سے دریافت فرمائے۔ میر موصوف ساکت رہ گئے۔ تمام سوالوں کا ایک جواب بشہور و معروف معمولی سوالوں کا جواب بالکل نہ دیا گیا۔ خاموش چپ چاپ منہ تکتے تھے۔ جب انکی یہ حالت ہوئی۔ حضرت پیر دستگیر نے دوبارہ وہی سوالات پھر پوچھے اور تکرار سے دریافت فرمایا کہ آپ جواب دیں۔ تب بھی میر سید محمود چپ چاپ اور ساکت تھے۔ کچھ جواب نہیں دیا۔ ہوں ہاں تک نہ کی۔ سہ بارہ تکرار بلیغ سے حضرت نے درخواست کی اور جواب ان سوالات کا جو حضرت نے پوچھے تھے۔ مانگا۔ میر صاحب موصوف حیرت زدوں کی طرح منہ تکتے رہے۔ ان کی زبان بند تھی ایک حرف زبان سے نہ نکلتا تھا۔ تب حضرت میراں صاحب نے فرمایا۔ میر صاحب اگر ایسا شخص تین سو آدمیوں کو ایک ہی مجلس میں مرید کرلے۔ روا ہوگا۔ یا ناروا۔ اب میر صاحب کی زبان کھلی۔ اور فرمایا۔ ایسے بزرگ اگر تین سو کیا سے تین لاکھ انسان کو ایک ہی دفعہ مرید کر ڈالیں تو سزاوار ہے کچھ بیجا دناروا اور نادرست نہیں ہوگا۔ اور کسی کو تکرار و حجت کی مجال نہیں ہو سکتی۔ جب مولوی صاحب نے جواب دیا پھر حضرت میراں صاحب نے وہی سوالات فقہ و نماز جو پہلے کئے تھے۔ پھر پوچھے۔ اب مولوی صاحب نے ان کے جوابات بآئین شائستہ و مناسب مطابق شرع شریعت دیئے۔ پھر تھوڑی بات چیت کر کے جناب میراں صاحب باجازت میر صاحب رخصت ہوئے۔ جو لوگ حاضر الوقت تھے۔ میراں صاحب کے تشریف لیجانے پر میر سید محمود صاحب سے دریافت کرنے لگے کہ اول میراں صاحب نے تین دفعہ بہت سے تکرار کے ساتھ استدعاء جوابات مسئلہ مستفسرہ فرماتے رہے۔ تو آپنے اس قدر توقف کیوں کیا۔ اور اتنے تساہل و خموشی کی کیا وجہ تھی۔

میر صاحب فرماتے ہیں کہ جب حضرت میراں صاحب نے مجھ سے سوالات کئے تھے میرا تمام علم میری یاد سے محو ہوگیا تھا۔ اور مجھے کچھ معلوم نہیں تھا کہ میں ہر چند خیال کرتا تھا۔ مگر جوں جوں خیال کرتا علم سے محض ناآشنا اپنے آپ کو پاتا تھا۔ بلکہ یقین جانئے کہ حروف تہجی تک کی خبر نہ تھی۔ فقہ و مسائل شریعت کی بابت تو مجھ سے کیا جواب دیا جاتا۔ جبکہ حضرت نے میری تمام علمیت چھین لی تھی۔ اور میں ایک بے علم محض رہ گیا تھا۔ جوں جوں وہ تکرار فرماتے تھے۔ توں توں تمام معلومات میراں صاحب خود بخود سلب کرتے چلے جاتے تھے۔ جب یہ واقعہ مولوی محمد ارشد صاحب نے سنا جو مریدان حضرت پیر دستگیر میں سے تھے۔ تو آپنے یہ رباعی حضرت کی شان میں موزوں فرمائی۔ رباعی

اے عقل نہ کردہ فہم درجات ترا — کس وصف چساں کند کمالات ترا

حقائق تکمیل خلائق بہ نشانہ — بینکہ از درِ حق کریم دیدہ ذات ترا

الحمد للہ علی ذالک۔

دستِ شفقت کی برکت سے مطربِ عالم بن گیا

مذکورہ ذیل واقعہ نقل ہے زبانی نورِ حدیقہ شریعت شیخ محفل طریقت کشف زہاد و شرف عباد سید محمد جواد قدس سرہٗ۔ سید موصوف مرید راسخ الاعتقاد حضرت پیر دستگیر میراں صاحب کے تھے۔ اور حضرت والا کا یہ ارشاد کہ میرے دوسرے درویشوں نے راہ حق میں اگر اپنا لباس رنگین کیا ہے۔ تو سید محمد جواد نے اپنا دل رنگین کیا ہے۔ [illegible] ہو چکا تھا۔ یہ فرمان واجب الاذعان جس بزرگ کے لئے حضرت میراں صاحب کا ہو۔ ناظرین کتاب ہذا اندازہ لگا سکیں گے کہ وہ شخص کس رتبہ نشان اور کس پایہ کے ہو سکتے ہیں۔

۱: سید محمد جواد فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت میراں صاحب کھیڑی سادات میں تشریف ارزانی فرما تھے کھیڑی کے تمام سادات عظام اور دوسرے باشندے غرض چھوٹے بڑے جتنے بھی تھے سب کے سب آنجناب فیض مآب کے مرید اور کمال الاعتقاد مند مطیع و فرمانبردار ہو چکے تھے۔ اور جسقدر بھی تھے تمام آدمی باحشمت و اجلال و با مرتبہ و باکمال تھے۔ اور شغل و اذکار ایزد متعال میں مشغول و بدل مصروف رہا کرتے تھے۔ اس گاؤں والوں کا یہ معمول ہو چکا تھا کہ جب آنحضرت میراں صاحب کے قدم مبارک اس گاؤں کی زیب و زینت ہوتے یعنی جب کبھی کھیڑی سادات میں حضرت قدم رنجہ فرماتے۔ جتنے باشندے ہوتے سب نوبت بہ نوبت حضرت کی دعوت کرتے۔ اس روز جس دن کی بات ہے حضرت ایک بزرگ سید حسین عرف گجا نامی جو گاؤں کا رئیس بہت بڑے بزرگ منش فاضل و عاقل مرتاض قائم اللیل شریف و نجیب آدمی تھے۔ کے گھر مدعو تھے۔ اور انہی کے گھر تشریف بھی رکھتے تھے۔ تقریباً چار سو درویش حضرت کے ہمرکاب خدمتِ والا میں موجود تھے۔ اس کے علاوہ سادات عظام۔ دوسرے رؤسا و عمائد تمام و ذوی الاحترام اور چھوٹے بڑے دو سو کے قریب اور بزرگوں کا جمع حضرت کی خدمت بابرکت میں حاضر و موجود تھا۔ اسی اثنا میں سید محمد یوسف ساماݨے والے جو مستجمع جمیع صفات و فضائل تھے۔ اور مریدان حضرت پیر دستگیر میں سے معزز و ممتاز ہوئے ہیں۔ کیونکہ یاد الٰہی میں انہیں مداومت کامل تھی۔ وہ بھی تشریف لے آئے۔ معمولی علیک سلیک کے بعد حضرت میراں صاحب نے سید محمد یوسف سے دریافت فرمایا کہ سید صاحب وہ اذکار جو یاد پروردگار میں ہم نے بتلائے ہیں ہمیشہ بتلائے ہوئے طریقہ سے آپ ان کو کرتے اور ذکر و شغل ربی میں مشغول رہا کرتے ہیں۔ سید صاحب نے عرض کیا یا حضرت ایک مدت سے کبھی کبھی ناغہ بھی ہو جاتا ہے ارشاد ہوا کہ ہر چند چنے کا دانا بھنتے ہوئے بھاڑ میں اچھلتا کودتا جد و جہد کرتا ہے۔ مگر وہ بھاڑ کو توڑ سکتا ہے یہ بات چنے کے امکان سے باہر ہے کہ توڑ یا بھاڑ میں سوراخ کر سکے۔ فضیلت کا معراج زیادہ تر [illegible]

منحصر نہیں ہے کہ کسی بادشاہ کی سرکار یا کسی رئیس دولت مند کے دربار سے دو چار روپے روزانہ یا
دس پانچ روپے بطور وظیفہ مدد معاش میں پا دے اور کسی مدرسہ یا مکتب میں بیٹھا ہوا تمام دن
رات دماغ گفتگو کے مسائل میں پراگندہ کرے اور مغز کھپا دے۔ اگر آپ ان اشتغال کو ضابطہ و قاعدہ
کے اندر اپنے اوپر لازم کر لیتے۔ دونوں جہان کی بادشاہت آپ کو مل جاتی۔ یہ پر مغز تقریر یہ بھاری
بھاری پر معنی و مطلب الفاظ سن کر سید محمد یوسف ساکت ہو گئے اور چپ چاپ سر نیچا کئے ہوئے
بیٹھ گئے۔ بات آئی گئی ہوئی۔ دوسرے روز حضرت پیر دستگیر معظم و محترم موضع کوکی جو راجپورہ و
پٹیالہ کے درمیان واقع ہے۔ تشریف لے گئے۔ سردار وغیرہ جو ساتھ تھے وہ بھی۔ اور سید محمد یوسف
فاضل بھی ہمرکاب سعادت انتساب روانہ موضع کوکی ہوئے۔ سواری باد بہاری مع تمام ہمراہیان روانہ تھی
ایک شخص محمد مراد نام مطرب زادہ جرامی محض۔ ایک حرف سے بھی نا آشنا جس کے باپ دادا نے بھی
کچھ لکھا پڑھا نہ تھا۔ چونکہ خوش گلو اور گانے والا اچھا تھا عموماً حضرت کی خدمت میں حاضر رہتا۔ ساتھ
ساتھ جا رہا تھا۔ باوجودیکہ کوشش کی گئی تھی کہ نماز پنجوقتہ تو ادا کر سکے اس لئے سورۂ فاتحہ۔ سورہ اخلاص
بھی نہایت عرق ریزی و بدقت تمام محمد مراد کو سکھلائی گئی تھی۔ مگر باقاعدہ درست طور پر اب بھی ادا نہیں
کر سکتا تھا۔ مطلب یہ کہ یہ شخص کوئی عالم نہ تھا بلکہ لاعلم محض تھا۔ ہاں حضرت میراں صاحب کی
خدمت بابرکت میں ہر وقت کسی نہ کسی خدمت پر حاضر و مامور رہا کرتا تھا۔ حضرت نے چلتے چلتے محمد مراد
مطرب زادہ کو پاس بلا کر دست مبارک اس کے سر پر پھیر کر ارشاد کیا۔ اے محمد مراد ہم نے تجھے علم طریقت
علم شریعت اور علم حقیقت سب کچھ عطا کیا۔ جاؤ فاضل زمانہ سید محمد یوسف سے علمی تذکرہ اور مباحثہ
کرو۔ جب یہ ارشاد فیض بنیاد محمد مراد مطرب زادہ کو ہوا۔ وہ فوراً فاضل کامل سید محمد یوسف کے پاس گیا تو
مباحثہ کا دلہ کہیے جھگڑا پڑا۔ اور گفتگو کرنے ہی لگا۔ اب کیا تھا۔ ادھر محمد مراد دوسری طرف سید محمد یوسف
دونوں بلبل ہزار داستان کی طرح چہک رہے تھے۔ دونوں کا مباحثہ ادق۔ ہر ایک کے اقوال فاضلانہ دونوں کی
تقریریں نہایت زبردست بامعنی و با مطلب تھیں۔ نہایت باریک و پر مغز جرح قدح ہوتی تھی۔
دونوں طرف سے عالمانہ مباحثہ تھا۔ محمد یوسف اپنے زور علم سے معقول و تلویح گفتگو کر رہے تھے۔ محمد مراد
ان سے بھی بڑھ بڑھ کر جواب دیتا تھا۔ اور ہر حالت ہی اوپر ہی رہتا تھا۔ چار کوس زمین اسی مباحثہ تقریر
جرح قدح علمی تماشا ملہ میں طے ہو گئی۔ محمد مراد کسی طرح فاضل محمد یوسف کی پیش نہ چلنے دیتا تھا۔
محمد یوسف جواب بطور دینا چاہتے تھے۔ اتنے میں کوکی قریب آ گئی۔ سید محمد یوسف بالکل لاجواب
بتلائے ہو چکے تھے کہ موضع کوکی کے سر کردہ اور بہت لوگ استقبال کے لئے موجود تھے۔ وہ بھی ہاتھ پاؤں

چوٹ لگی۔ اس وقت آنحضرت پیرِ دستگیر میراں صاحب نے ارشاد فرمایا - ارے او مطرب بچے۔ ایسی بے ادبی۔ اس قدر گستاخی عالمانہ بحث کرتے ہو میں وقت کے زمانہ کے سامنے بزرگوں کے روبرو یہ لازم نہیں۔ اپنی حد پہچان بپا ز قدر خود نشناس - محمد مراد خاموش۔ بالکل چپ چاپ ہو گیا

محمد مراد کا قول ہے کہ جب حضرت نے مذکورہ بالا ارشاد فرمایا کہ محمد مراد گستاخی نہ کر خاموش ہو جا اس وقت میری زبان مطلقاً بند اور وہ طاقت علمیت قطعاً غائب ہو گئی تھی - اور جب حضرت نے یہ علم دیا تھا کہ سید محمد یوسف سے مباحثہ کرو تمام فرشتے شرق سے غرب تک تمام علوم فقہ و حدیث منطق و حکمت و شعر سے اور ترجم وغیرہ غرضیکہ دنیا کے علوم و خزاین لئے ہوئے میری آنکھوں کے آگے موجود تھے ان کی امداد سے میں ہر مسئلہ کا جواب نہایت سہولت سے دے رہا تھا - اور بے تامل گفتگو کر رہا تھا - میرے آگے علم کوئی بات نہ تھی - کوئی مطالبہ و مطالعہ میرے آگے مشکل نہ تھا - وہ چار کریں راستہ جادہ پر کھلا گیا ہے [illegible] مباحثہ اور علمی مذاکرہ میں ختم ہو گیا۔ پتہ کچھ معلوم نہیں جو نہیں کہ ارشاد ہوا "اے مطرب بچے اپنی حد پہچان" تو میں ساکت اور گم ہو گیا اور وہ فرشتے کا دہ آنکھوں سے گم ہو گیا - میں جیسا کہ مطرب زادہ تھا ویسا ہی رہ گیا - پہلے کی طرح ویسا ہی [illegible]

اس وقت مجھ میں کچھ قابلیت نہیں - [illegible] محمد مراد [illegible]

[illegible] سلسلہ کے کارنامے - اولیائے سابق کی داستانیں - یہی میں جاہل سی عالم بے بدل بنا دیتا - اور [illegible] کا دنیا جاہل معلوم ہوتا ہے سید محمد یوسف صاحب کو اپنے علم و فضل پر غرور و تکبر تھا - اور یاد الٰہی میں تساہل فرماتے تھے - حضرت میراں صاحب نے ان کا غرور کھو دینے اور انہیں یاد الٰہی میں مصروف ہونے کیلئے یوں سبق دیا ہے - دوہرہ

ایک کہوں تو باکھولا تسبیح کہوں کتیب
[illegible]

محمد یوسف اس واقعہ سے بہت ہی شرمندہ و متنبہ ہوئے - اور حضرت میراں جیو کے قدم مبارک پر گر گئے - غرور و تکبر سے اپنی تقصیرات سے توبہ کیا - حضرت کی ذات بابرکات نہایت رحیم و کریم واقع ہوئی تھی - فوراً معاف فرمایا - دوبارہ انہیں ذکر و اذکار و اشتغال تلقین فرمائے - اور کئی اذکار تعلیم فرمائے [illegible] استاد سید محمد یوسف ہوا کہ مراد زادہ سے شکست کھائے ایسے کمالات حق میں سے [illegible] والحمد للہ علی ذالک

[illegible]

بزرگوں کے اقوال کلام الملوک ملوک الکلام کہلانے کے مستحق ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میں دہلی میں وارد تھا۔ ایک روز حقائق و معارف آگاہ فضیلت و کمالات دستگاہ شاہ معز الدین کی ملاقات کی غرض سے گیا۔ صاحب موصوف بہت بڑے باکمال درویش تھے۔ اور آپ صوبیٔ حکیم مومن میں تشریف رکھتے تھے۔ جب میں آپکی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ مہر و محبت سے پیش آئے اور تعظیم و تکریم فرمائی مصافحہ و مزاج پرسی معمولی رسوم کے بعد آپ نے اس حقیر کے تبدیل لباس و رنگ کی نسبت استفسار فرمایا۔ فقیر نے نام نامی و اسم گرامی اپنے مرشد کامل حضرت میراں صاحب کا لیا۔ نام زبان پر آتے ہی آپ نے دوبارہ سرو قد تعظیم دی۔ کھڑے ہوگئے اور معانقہ فرمایا اور دوبارہ مصافحہ تازہ کیا۔ ان کی اس مروت و تعظیم سے میرا دل حزیں خوشی و خورمی سے ہمکنار ہوا۔ اس وقت متصدیان۔ منصبداران و اہلیان سرکاری آپکی خدمت میں حاضر تھے۔ ان حاضران وقت میں سے ایک شخص سوال کر بیٹھے کہ حضرت پیر دستگیر جناب میراں شاہ کی قدر و منزلت کس درجے کی ہوگی۔

شاہ معز الدین فرماتے ہیں کہ جس قدر تعریف کیا جائے کم ہے اور جو جو امورات و کرامات حضرت کی ذات والا صفات سے منسوب و مشہور ہیں قیاسی یا سماعی نہیں۔ واقعی ہیں۔ ایک واقعہ جو مجھ سے متعلق رکھتا ہے وہ یوں ہے کہ یہ میرا ہی چشم دید ہے۔ سنئے میں بیان کرتا ہوں۔ کہ اوائل عمر میں جبکہ بحالت طالب علمی سہارنپور میں پڑھکر اور سکونت رکھتا تھا۔ حضرت پیر دستگیر بھی وہیں تشریف لائے اکثر لوگ رسوخ و عقیدت رکھتے تھے۔ حضرت کی زیارت کیلئے حضرت کیخدمت میں حاضر ہوئے اور دولت زیارت و نیازمندی سے مالا مال ہوئے۔ مولوی حسام الدین سہارنپوری محرک ہوئے اور مجھے ساتھ لیجانے اور زیارت کرانے پر مصر ہوئے کہ حضور چلنا چاہئے۔ میں اس وقت بادہ جوانی میں سرمست و سرشار تھا اور کسیقدر غفلت و کبر غالب تھی۔ میں نے کہا میراں صاحب کو علم ظاہری سے کوئی مناسبت نہیں ہے۔ پھر وہاں جانے سے مجھے کیا حاصل ہونا کہ ایک دو گھڑی کی لطف علم نہ ملے اور علمی بات چیت نہ ہو۔ علمیت سے فائدہ نہ اٹھایا جائے۔ علم سے بڑھ کر کوئی مقصد و مشغلہ میرے خیال میں تھا ہی نہیں غرض پہلے میں وہاں گیا بھی تو میراں صاحب کیخدمت میں کیا کہونگا کس بات میں گفتگو کرسکونگا۔ وہ موقعہ تو یونہی ٹال دیا۔ دوسری دفعہ پھر میرے دوستوں ہمنشینوں اور میل ملاقات والوں نے مجھے مجبور کیا۔ تو میں نے پھر وہی جواب دیا۔ تیسری دفعہ لوگوں نے بہت ترغیب حضرت کی کی۔ اور بہت سے واقعات حضرت کی تعریف و توصیف کے بتلائے۔ میں نے پھر وہی جواب دیا۔ کہ میں طالب علم ہوں۔ جہاں کوئی علمی شغل نہ ہو وہاں میرا جانا کچھ مفید نہیں۔ آخر سب دوستوں نے اصرار کیا کہ خواہ نخواہ بھی ہمراہ لیکر جا پہنچے۔ ایسے اولیاء اللہ

بات ضرور کرنی چاہیئے جب اصرار و تکرار ہوا تو چار ناچار میں آمادہ ہو گیا۔ مگر میں نے اپنے دل میں
تین ارادہ خاص سے ٹھان لیں۔ اول یہ کہ جونہی میں حضرت کی محفل میں داخل ہوں۔ تمام حاضرین
کو بر طرف کر دیں۔ اور تخلیہ کر کے مجھ سے متوجہ ہو جاویں۔ دوسرے یہ کہ اس وقت موسم خربوزہ
کا ہے تھوڑا اور بہت عمدہ اور بڑا سا چھپا خربوزہ کھلاویں۔ تیسرے یہ جو کتاب آج کل میں پڑھتا ہوں (مطول) اس میں
مباحثہ اور تکرار کریں۔ یہ باتیں دل کے اندر رکھ کر میں گھر سے چل دیا۔ اور سیدھا راست حضرت
صاحب کے قیام گاہ پر پہنچا۔ میرا سامنے حاضر ہونا تھا کہ حضرت نے از خود سبقت فرمائی۔ اور فرمایا
السلام علیکم۔ میاں شاہ معز الدین میں نے جواب تو دیا۔ مگر اس بات کی بات اور بغیر بتلائے پہلی ملاقات
لیتے سلام کسی قدر متعجب ہوا۔ اور دل میں کہا کہ جو ارادہ خاص میرے دل میں پیدا ہوا تھا۔
ایسے صاحب کمال بزرگ کے امتحان کا خیال دل میں حکم کر بیٹھا تھا۔ میری حاضری کے وقت ایک بھاری
جماعت حاضر تھی۔ اور مجلس لوگوں سے بھرپور تھی۔ کہ حضرت نے سب کو فرمایا کہ اب رخصت پھر ان شاء اللہ ملاقات
ہو گی۔ اس وقت جیسے کہ کچھ اور ضروریات درپیش ہیں۔ چنانچہ سب اٹھ گئے۔ اور یہ فقیر (شاہ معز الدین) حضرت
پیر دستگیر کی خدمت میں تن تنہا حاضر تھا۔ حضرت نے فوراً ہی میاں اکرم علی درویش کو اشارہ کیا کہ دیکھنا
ایک شخص خربوزہ ہمارے لئے نیاز کے طور پر لایا تھا۔ اور فلاں حجرہ کے اندر فلاں طاق میں وہ خربوزہ رکھ
دیا گیا تھا۔ اٹھا لاؤ۔ اور میاں معز الدین کو دیدو۔ یہ اپنے دل میں یہ ارادہ کر کے آئے تھے کہ خربوزہ کھلائیں
میسر ایک ہی ہیں ورنہ کوئی اور محبوب جانتے ہیں کہ یہ موسم خربوزے کا نہیں ہے۔ خربوزہ ایسے وقت میں
کہاں سے آئے۔ لیکن پروردگار عالم کو سب توفیق ہے۔ میاں اکرم علی درویش بہ تعمیل ارشاد دوڑے گئے
خربوزہ اٹھا لائے اور میرے ہاتھ میں دیدیا۔ کہ لو صاحب اپنا خربوزہ سنبھالو میں نے وہ خربوزہ حضرت کے حکم
سے وہیں کھا لیا۔ اس کے بعد حضرت پیر دستگیر نے فرمایا۔ اچھا صاحب اب بتلائیے آپ پڑھتے کیا ہیں
کون سی کتاب کا مطالعہ ہو رہا ہے۔ میں نے عرض کیا مطول پڑھتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ کونسے مقام تک
پہنچ گئے ہو۔ میں نے اس مقام کا نشان بتا دیا۔ حضرت نے نہایت دقیق و باریک نکات پر تکرار کی۔ حالانکہ مجھے
کمال محاورہ تھا۔ میں نے ساتھ طرح پر جواب پیش کیا۔ آنحضرت نے میری ساتھوں وجوہات رد فرمائیں۔
اور مجھے لاجواب و خاموش ہونا پڑا۔ جب میں لاجواب ہو گیا۔ حضرت نے ارشاد کیا۔ صاحبزادے! درویشوں
کے ساتھ ایسا داعیہ باندھنا تم ایسے مرد کمال والے شخص کیلئے مناسب نہیں ہے۔ یہ فقیر (حضرت میر انجیو)
اپنے پیران عظام کی توجہ اور برکت سے تم سے کامیاب ہو گیا۔ اور کوئی دوسرا ہوتا تو رہ جاتا۔ یہ اس لئے بھی ضروری
ہوا کہ ایسا نہ ہو کوئی ناسمجھ تمہارے دل میں بیٹھ جاتا۔ اور ہمارے سلسلہ عالیہ پر خدانخواستہ دھبہ رہ جاتا

مجھے تمہارا اطمینان کرنا پڑا۔ تاکہ آئندہ تم درویشوں کے حق میں اچھے خیالات اپنے دل میں رکھو۔ اور درویشوں کو نظر حقارت سے نہ دیکھو۔ اگر ایسا کروگے تو کبھی نہ کبھی ندامت و شرمندگی اٹھانی پڑے گی۔ اسوقت میاں عبدالرشید فاضل جالندھری بھی اسی جگہ یعنی سہارنپور میں موجود تھے۔ ان حضرت نے بھی یہ تمام ماجرا سنا مجھ سے خوش نہ ہوئے۔ آخر الامر مجھے عذر تقصیرات اور معافی مانگتے ہی بنی۔ آنحضرت کریم ذوی الاحسان تھے۔ مجھ پر نوازش فرمائی۔ اور عنایت و کرم گستری سے پیش آئے۔ القصہ تھوڑی سی مدت کے بعد ان ایام میں کہ ہنگامہ سکھوں کا ظہور میں آیا۔ اور وزیر خاں حاکم دار السلطنت (سرہند) شہید ہوئے تھے اس زمانے میں حضرت پیر دستگیر دہلی میں تشریف لائے مگر بشومئی قسمت سے اس فقیر (میاں معز الدین فرماتے ہیں) کو حضرت کی رونق افروزی دہلی کی کیفیت معلوم نہیں ہوئی۔

ایک روز حسن اتفاق سے میں راستہ راستہ اپنے مکان کو چلا جاتا تھا۔ حضرت کی سواری تجمل اور شکوہ شاہانہ کے ساتھ وارد ہوئی۔ نواب نظام الملک آصف جاہ پیادہ پا ایسا پایہ اس جہان کا جس پر حضرت پیر دستگیر میرانجیو سوار جاتے تھے۔ اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ہمرکاب سعادت تاب بھاگے ہوئے جاتے تھے میں نے اس وقت مناسب نہ سمجھا۔ یہ بہتر خیال کیا کہ جب تک پہلے ملاقات نہ ہولے سر راہ بدون سلام کی دولت اٹھانا کچھ موزوں نہیں ہے۔ اور یہ حال اپنے آپ کو حضرت کے سامنے کرنا اچھا نہیں۔ دولتسرائے پر جہاں حضرت قیام فرما ہوں گے کسی دوسرے وقت وہاں حاضر ہو کر قدمبوسی کی دولت حاصل کروں گا۔ میں ایک کوچہ میں اکیلا رہ گیا۔ اور سواری کی بھیڑ میں ایک دیوار سے چمٹ کر کھڑا رہا۔ مگر چونکہ سواری مبارک کے ساتھ ازدحام و انبوہ اس قدر تھا کہ راستہ چلنا دشوار تھا۔ مجھے بہت دیر وہاں کھڑا رہنا پڑا۔ بھیڑ ختم نہ ہوتی اور سواری مبارک کا نشان ابھی دور تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ حضرت پیر دستگیر کی چشم مبارک ظاہری بینائی سے جہان کی مکدرات دیکھنے سے تارک تھیں۔ گویا ظاہری بینائی میں کچھ فرق تھا۔ ورنہ اس کتاب متبرک کے پڑھنے والے خوب جانتے ہوں گے کہ ایسے بزرگوں کی نگاہ میں کیا فرق ہو سکتا ہے۔ جن کی نگاہوں کے آگے دونوں جہاں کی موجودات موجود ہوں۔

جب حضرت میرانجیو کی سواری کا جنبان وہاں پہنچا۔ جہاں میں دیوار سے لپٹا یا لگا ہوا کھڑا تھا۔ اور نیز دل میں ٹھان چکا تھا کہ یہاں کیا ملاقات کروں گا۔ در دولت پر حاضر ہو کر خوب اطمینان سے قدمبوس ہوں گا۔ آپ نے نور باطن سے میرے تمام خیالات اور میری وہاں موجودگی دریافت کرلی۔ میرے قریب پہنچتے ہی ہاتھی پر سے بآواز بلند فرمایا۔ میاں شاہ معز الدین! حضرت السلام علیکم۔ ہم تو کیا دوستی کی تو یہ شرط ہی نہیں یہ بات اخلاص سے تو بالکل ہی بعید ہے۔ کیا ہو گیا۔ اگر تم ہاتھی کے پاس سے ہمارے سامنے نہ آئے ہو۔ آپکی ملاقات میں تو

واصل نہیں ہوسکے۔ آنحضرت نے مصافحہ کیلئے ہاتھ سواری مبارک سے باہر نکالا۔ میں نے عذر کیا کہ حضرت کی تشریف آوری سے مجھے اصلا اطلاع نہیں۔ مجھے مطلق علم نہیں تھا کہ حضرت دہلی کب ورود فرما ہوئے تھا۔ حضرت کی سواری مبارک کے ہمراہ اسقدر خلائق اس قدر رہے کہ ایسے موقعہ پر آئے حواس بھی غائب ہوجاتے ہیں۔ اس لئے میں نے یہ خیال کرلیا تھا کہ جہاں حضرت قیام فرمائیں گے۔ وہیں حاضر ہونگا۔ حضرت نے میرے عذرات سماعت فرمائے۔ حسن خلق اور نہایت مروت سے پیش آئے۔ مجھے انتہا رنج تھا۔ اور رخصت فرمایا۔ جب میں رخصت ہو کر اپنے مکان پر آیا۔ تو انہیں ایام میں بہادر شاہ بادشاہ نے بارہ ہزار روپیہ حضرت کی خدمت اقدس میں بھیجا تھا آنحضرت نے وہ تمام روپیہ درویشوں مسکینوں اور مستحقوں کو ایثار فرمادیا تھا۔ انہیں روپیوں میں سے مبلغ پچیس روپیہ اس فقیر (شاہ معز الدین صاحب) کو بھی مرحمت فرمائے۔ اور درویش کو حکم دیا کہ شاہ معز الدین کو پہنچادو۔ درویش نے عرض کیا کہ ہم میں سے کوئی شخص بھی ان کے مکان کا محرم نہیں ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ میں بتلاتا ہوں۔ حویلی حکیم مومن میں جاؤ۔ اس حویلی کے اندر جولاہے رہتے ہیں۔ انہیں کے درمیان ایک علیحدہ حجرہ ہے۔ جس میں بیٹھے ہوئے وہ تفسیر قرآن مجید لکھ رہے ہیں۔ اس حجرہ کا جس میں وہ بیٹھے ہیں۔ ایک دروازہ کھلا ہے۔ اور ایک بند ہے۔ وہاں جاکر تم خود بخود ملنا۔ آواز سے کہنا۔ اے وہ صاحب جو حجرے کے اندر بیٹھے ہوئے تفسیر قرآن مجید لکھ رہے ہو۔ اور اپنے حجرے کا ایک دروازہ بند اور ایک کھلا رکھے ہوئے ہو سید بیکلیہ نے مبلغ پچیس روپے آپ کیلئے بھیجے ہیں لے لو سو درویش مذکور حویلی کا پتہ لیتے لیتے وہاں پہنچا۔ اور میں میرے حجرے کے دروازے کے آگے آکر اس نے آواز کی میں حیران و متحیر رہ گیا۔ اور درویش کو آگے بلایا۔ اگرچہ اسوقت میں بالکل عالم تجرید میں محض تنہا تھا۔ میں نے سوچا۔ چاندی کی کچھ احتیاج نہ تھی۔ لیکن بپاس خاطر آں قدوۃ الاصفیا میں نے وہ عطیہ نہایت خوشی اور فخر کیساتھ لیا۔ اور اپنے خرچ میں لایا۔

پس عظمت اور برکت آنجناب والا کی احاطہ تقریر اور تحریر میں سما جائے۔ غیر ممکن امر ہے۔ زبان اور بیان دونوں آنحضرت کی تشریح اوصاف سے قاصر ہیں۔ کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ پایہ منزلت آں والا جناب کا کس حد تک پہنچا ہوا تھا جس روز سے وہ زبدۃ الکلین اس جہان فانی سے رخت اقامت اٹھا چکے ہیں۔ ہمارا تو رات اور دن حسرت و تاسف میں ہی گذر جاتا ہے۔ اور ہم نے تو محض اپنی کم سعادتی اور سیاہ بختی کا باعث سمجھ رکھا ہے اولیا اللہ لا یموتون ہوا تو ہوچکا ہے۔ آنحضرت کی ذات مبارک حیات ابدی رکھتی ہے الحمد للہ علی ذالک

سید حضرت سید عالم سید مظہر

افضل خان بانت مدہ اللہ سے منقول ہے۔ کہ ایک شخص بہت پڑھے قابل ملہ کا لاہور سے حضرت پیر دستگیر

میراں صاحب کی خدمت شریف میں قصبہ ہنوڑ میں پہنچ گئے۔ بعد حصول سعادت ملازمت آں فاضل صاحب نے حضرت سے رخصت چاہی۔ ان عالم صاحب کے دل میں علم کے باب میں ایک علمی سوال کا داعیہ تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ کل کو اس فقیر کا سہرند و سرہند جانے کا ارادہ ہے۔ وہاں پہنچکر آپ کو بھی رخصت کر دیا جائے گا۔ چنانچہ دوسرے دن ہنوڑ سے روانہ ہوئے۔ آنحضرت اپنے میانہ پر تشریف لئے جا رہے تھے۔ اور مولوی صاحب اپنے گھوڑے پر سوار ساتھ ساتھ تھے۔ چلتے چلتے علمی گفتگو شروع ہو گئی۔ ایک شخص ملائم نام مطرب بغل میں طنبورہ لئے سوار بھی ساتھ ساتھ جا رہا تھا۔ حضرت نے درویشان ہمراہی سے ارشاد فرمایا کہ ملائم کے ہاتھ سے طنبورہ لیلو اور وہ فاضل صاحب جو گھوڑے پر سوار حضرت سے علمی سوال کر رہے تھے ان سے فرمایا کہ مقدور ہے لاحل آیات و احادیث اور دیگر کلمات و سوالات جو آپ کے دل میں ہوں۔ اس مطرب سے بلا تامل دریافت فرمالیں۔ اور حل کرا کر اپنا اطمینان قلب اچھی طرح کر لیں۔ حضرت کا ارشاد دیتے ہی مطرب کو علم لدنی حاصل ہو گیا تھا۔ مطرب فاضل موصوف کیا تھا اس تعلقہ اور دبدبہ سے بولنے لگا کہ جیسا چاہئے تھا۔ مطرب پر کچھ ایسی حالت طاری تھی گویا وہ کوئی اور بن گیا۔ فاضل اور ملائم میں تو مباحثہ و مناقشہ ٹھن گیا۔ یہ دونوں تو سرگرم مباحثہ میں مصروف ہو گئے۔ اور حضرت میراں صاحب اپنے میانہ کے اندر استراحت فرمانے لگے۔ فاضل جو کچھ سوال کرتے ملائم مطرب نہایت ملائمت اور سہولت و قابلیت سے جواب میں ایسی برجستہ فاضلانہ تقریر کرتا۔ اور جواب میں ایسی شائستگی سے بحث کرتا کہ سب حیران رہ جاتے تھے۔ فاضل صاحب کی بھی پوری اطمینان اور تسلی ہو جاتی۔ یہی سوال و جواب بحث و مباحثہ کرتے ہوئے تمام منزل پوری ہونے کو آئی۔ جب سواری مبارک اس باغ کے قریب پہنچی جو سرہند سے ڈیڑھ کوس کے فاصلہ پر ہے وہاں پہنچکر حضرت پیر دستگیر خدا ایسا استراحت سے بیدار ہوئے اور دریافت فرمایا کہ ہم کہاں پہنچ گئے ہیں۔ تو عرض کیا کہ کالہ باغ کے قریب آ گئے ہیں۔ ملائم کو کیا خبر ہوئی وہ اپنے زعم اور اپنے شغل میں عالم و فاضل بنا ہوا بڑا برکت تھا اور نہایت اعلی التقریر کر رہا تھا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا۔ ارے او مطرب ایسی کیا گر تشاد کیا ہوتا تھا کہ مطرب ہوش میں آ گیا۔ اور پوچھتا ہے میرا طنبورہ کہاں ہے۔ اس نے دوڑ کر درویشوں کے ہاتھ سے اپنا طنبورہ لے لیا فاضل نے جب یہ حالت دیکھی نہایت حیران ہوئے اور سیدھے حضرت کے میانہ کے قریب گھوڑے سے اتر کر حضرت کے قدم لئے۔ اور خواستگار معافی ہوا کہ حضرت کی ان برکات اور جناب کے ان تصرفات سے بندہ قطعی لاعلم و بے خبر تھا للہ مجھے اپنا مرید بنا لیجئے۔ چنانچہ منزل مقصود پہنچکر مرید کر لیا گیا۔ عالم علم ظاہری تو پہلے تھے ہی۔ ایسے اور حلقہ خاصان خدا سے ہو گئے۔ اور حضرت سے رخصت ہو کر اپنے گھر گئے۔ الحمد للہ علی ذالک

تحقیق افضل سماع و کمالات شیخ بر اہل سماع

زبانی اقبال خان ساکن انبہ یہ واقعہ نقل ہے کہ مولوی غلام حسین نامی ایک ملا مہر صر جو لوہے کی کسی جگہ تھا

باشندے تھے۔ تیس کس طالب علموں کو ساتھ لئے۔ رتھ۔ گھوڑے۔ شوکت و تجمل کے اسباب جلو میں ہمراہ لئے ہوئے قصبہ پانی پت میں وارد و فروکش ہوئے۔ ان علامہ کو یہ خبریں برابر پہنچتی رہیں کہ حضرت پیر دستگیر ایک مشہور و معروف درویش ہیں اور دائرہ شریف میں شب و روز مجالس سماع نہایت زور شور سے ہوتی رہتی ہیں اور جناب میراں صاحب ہر وقت اسی میں مستغرق اور مشغول رہتے ہیں۔ مولوی جی ان واقعات سے متاثر ہو کر اپنے تمام سامان جلو کو ساتھ ہی کر اپنے ہمراہیوں کو اپنی اردل میں لے۔ اور دل کے اندر حرمت و حلت سماع کے خلاف اسباب سوچ کر بقصد دائرہ شریف پانی پت سے روانہ ہو گئے۔ بعض صاحبان نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ مولوی صاحب اپنے خاص مقام پورب سے ہی اس ارادے سے روانہ ہوئے تھے۔ انہیں وہیں یہ معلوم ہوا تھا کہ ایک بزرگ سماع کے اسقدر شوقین ہیں اور یہ ہے اور وہ ہے۔ لہذا وہیں سے بارادہ بحث مباحثہ و تکذیب راگ و سماع کی غرض سے چلے تھے۔ خصوصیت کیساتھ اسی ارادے سے کمر بستہ ہو کر آئے تھے۔ اور یہی نیت انہیں گھر سے یہاں تک لائی تھی خیر جو کچھ بھی ہو۔ آپ دائرہ شریف پہنچے جب روبروئے آنحضرت پہنچے۔ سلام علیکم کیا۔ اور شرف حضوری و ملازمت سے خوب مشرف ہوئے۔ اتفاق سے جب یہ مولوی صاحب حضرت سے ملاقی ہوئے ہیں۔ حضور اس وقت بھی مطرب حضرت کے روبرو بیٹھے ہوئے سرود میں مشغول تھے۔ اور مولوی صاحب فقط اسی غرض سے اتنے دور دراز مقام سے صعوبات سفر برداشت کر کے آئے تھے۔ کہ سماع کی حرمت و ممانعت ثابت کریں۔ اور اس معاملہ میں گفتگو کریں۔ اس لئے جب ایسا موقعہ دیکھا۔ اور وقت پایا۔ وہ کب چوکنے والے تھے۔ فوراً بول اٹھے کہ آنحضرت وارث الانبیاء اور ایسے اولیا متقی و پرہیزگار مشہور عالم ہیں۔ سماع تو چاروں مذہبوں کے اندر حرام ہے۔ ایسے امر نامشروع کا اختیار کرنا تابعیت شریعت سے قطعی بعید و خلاف خدا و رسول ہے۔ آپ یہ فعل کریں تو ترک تمام ہے

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی۔ آپ کے لئے تو یہ عمل ناواجب کسی حالت میں واجب و زیبا نہیں ہے۔

حضرت نے جب یہ تقریر مولوی صاحب کی زبانی سنی مقربان موجودہ کو جو امیر کے بجاتے۔ نغمہ و سرود دلپذیر کے گانے سے بند کر دیا۔ اور متوجہ ہو کر مولوی جی سے حالات سفر جو بالکل صورت سے ظاہر تھا۔ درماندگی اور کسل و کلال طبیعت۔ راستہ کی کثافت۔ دلجوئی خاطر وغیرہ میں بکمال دلجوئی مصروف ہو گئے۔ اور مولوی صاحب کی خورسندی خاطر کے لئے خوب گھل مل کر حسب قاعدہ بات چیت فرمائی۔ جب ان امور سے مولوی جی کی طبیعت راست دیکھی۔ اور خوش پائی۔ قوالان کو پھر ارشاد فرمایا کہ نغمہ ہائے دلپذیر سے جو تمہیں یاد ہو۔ خوب دلجمعی سے دل لگا کر گادیں۔ قوالوں نے گانا بجانا شروع کیا۔ جب طبلہ پر تھاپ پڑی۔ اور قوالوں نے حقانی غزل الاپی مولوی جی پر بھی جذبہ غالب آگیا۔ اور شوق حضرت کے دل میں گدگدایا۔ بے اختیار اپنے آپے سے باہر ہو گئے۔ دستار فضیلت۔ جبہ۔ قبہ اور پیراہن شریفہ کی مطلق سدھ بدھ نہ تھی۔ جو آگے آیا پھینکے

پرخچے اڑا دئیے۔ تمام کپڑوں میں دھجیاں اڑا دیں۔ اور سب کچھ پارہ پارہ کردیا۔ بیتابی کا یہ عالم کہ جس کا حد حساب نہ رہا۔ نہایت بے اختیار و از خود رفتہ ایسی حرکات کیں کہ جو آپ کی شان کے خلاف تھیں۔ بالآخر دیر تک ڈھلے آپ کو افاقہ نصیب ہوا۔ خدا خدا کر کے طبیعت سہولت پر آئی۔

حضرت پیر دستگیر نے دریافت فرمایا کہ حضرت یہ کیا بات ہے۔ آپ کیوں ایسی بدعات شرعی ناموزوں و نامناسب کے مرتکب ہوئے۔ اور تمام طالب علموں اور فاضلوں حاضرین کے روبرو موجب ہتک عزت کے ہوئے۔ مولوی جی سے کچھ بن نہ پڑی۔ اپنا سر حضرت میراں صاحب کے قدموں پر رکھ دیا۔ اور گریہ و زاری کرنے لگے۔ اور عرض کیا کہ میں خود اپنے کفر نفس میں گرفتار ہوں۔ خدا کیلئے مجھے مسلمان بنائیے۔ اور اسی طریقے سے کہ آئین دینداری ہے مجھے بھی چلائیے۔ حضرت پیر دستگیر میراں جیو نے مولوی جی کو اپنے سلک مریدان میں منسلک کیا۔ اور بہت تھوڑی و معمولی توجہ کے ساتھ مولوی جی کو کشف و کرامت کا منہ نظر آیا۔ اب کیا تھا۔ کاملیت پائی ۶ کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے۔ نہ آئے منکرش سماع کرنے۔ خود ہی صاحب سماع ہو گئے۔ چند روز حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر رہ کر فیض اٹھایا۔ پھر گھر یاد آیا۔ رخصت چاہی حضرت نے بخوشی خاطر اجازت دیدی۔ رخصت ہو کر اپنے وطن مالوفہ کو سدھارے اور مسلمان حق میں شمار ہونے لگے۔ الحمد للہ علی ذالک

رویت باریتعالیٰ پر مباحثہ

یہ واقعہ جو نیچے بیان کیا جاتا ہے۔ زبدۃ المحققین سید بخت علی ساکن ہنوڑ۔ نیز میاں شہریار جو حضرت پیر دستگیر میراں جی کے مشہور دست گرفتہ مریدان میں مشہور ہیں۔ کی زبانی منقول ہے۔ کہ ایک دن جبکہ حضرت پیر دستگیر ہنوڑ میں سلام شاہ کے گھر میں نزول اجلال فرما تھے۔ اسی جگہ متبحر جمیع فضائل قاضی محمد خان ہنوڑی بھی تشریف فرما تھے۔ قاضی جیو موصوف اپنے علم و فضل۔ تقریر میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ وہی قاضی جیو بیٹھے اپنے دل میں خیالی گھوڑے دوڑانے لگے۔ کہ حضرت پیر آنجیو معلوم ہوتا ہے علم ظاہری سے کچھ خبردار نہیں ہیں۔ تقریر مسئلہ رویت کی کسی وقت چھیڑنی چاہئے ضرور ہے کہ اس کے جواب سے حضرت قاصر ہوں گے۔ اور عاجز آجائیں گے۔ چنانچہ ایک وقت موقع دیکھ کر مہر حقہ توڑ ڈالی۔ اور التماس کیا کہ حضرت یہ فرمائیے رویت بھی اس جہان کے اندر کسی بشر کو حاصل ہے۔ فرمایا کہ حشر کے دن ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور رویت ہو گی اور اسی روز اسی وقت، باقی تمام مومنان امت آنحضرت کو بھی رویت ہو جاوے گی۔ اس طریقہ سے سب کے سب رویت رب العزت کے شرف سے مشرف ہو جائیں گے قاضی محمد خان جیو جواب میں فرماتے ہیں کہ اس باب میں ذیل میں دو قدوۃ السالکین۔ زبدۃ المحققین قاضی حمید الدین

ناگوری قدس سرہ اپنی کتاب میں لکھ چکے ہیں۔ وہ بھی آپ کو منظور و قبول ہے۔ یا نہیں حضرت پیر دستگیر نے فرمایا کہ انہوں نے اپنی کتاب کے اندر کیا لکھا ہے۔ عین صورت مسئلہ بجواب منفردگا اس کا اظہار کیا جائے۔ عرض کیا گیا کہ صاحب آفتاب کرم درخشاں دریائے دریع عرفاں سلطان دنیا و دین حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کاکی قدس سرہ اپنی کتاب میں زیب تحریر فرما گئے ہیں۔ ہر کہ یافت یافت و ہر کہ نہ یافت نہ یافت۔ اس کے علاوہ اس معاملہ پر ایک خاص نص موجود اور وارد ہے۔

من کان فی ہذہ اعمیٰ فہو فی الآخرۃ اعمیٰ

ایک شخص نے اسی مضمون پر دوہرہ بندی کرکے معاملہ صاف کرنیکی کوشش کی ہے۔ دوہرہ

جس کو درشن اتہ ہیں اسکو درشن اُدت — جسکو درشن اتہ نہیں اسکو ات نہ اُدت

پس جان لینا چاہئے۔ جس کسی کو اسجگہ رویت میسر ہے اسکی آخرت میں بھی اسکو رویت میسر ہوویگی اور جو شخص کہ اس جہاں میں رویت سے محروم رہ گیا۔ وہ حشر میں بھی ضرور محروم رہے گا۔ حضرت پیر دستگیر نے فرمایا کہ وہ ہمارے پیران پیر ہیں۔ ہماری کیا مجال ہے کہ ان کے فرمان واجب الاذعان سے سرمو انحراف کر سکیں۔ تحریر ہو خواہ تقریر قاضی حمید الدین ناگوری قدس سرہ بھی عین درست۔ اور واجب العمل۔ اور نص موجود ہے۔ وہ بھی درست اور واجب ہے۔ اور نہایت صحیح لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کلام کے اصلی معنے ہماری سمجھ میں نہیں آئے کیونکہ مشاہدہ ہوتا ہے۔ رویت نہیں ہوتی۔ قاضی جی نے فرمایا۔ رویت کے کیا معنے ہوئے۔ حضرت میراں صاحب فرماتے ہیں۔ رویت کے معنے ہیں بار بار دیکھنا۔ قاضی جی پوچھتے ہیں مشاہدہ کسے کہتے ہیں حضرت نے فرمایا۔ مشاہدہ بھی دیکھنے کے معنے رکھتا ہے۔ پس ہر دو لفظ ایک ہی معنے رکھتے ہیں۔ پوچھا پھر فرق کیا ہے۔ جواب دیا گیا کہ اس فقیر (حضرت میرانجیو) کو تذکیہ بزرگوں سے ارشاد ہوا ہے۔ وہ یہ ہے جو بیان کیا جاتا ہے۔ آپ بگوش ہوش اسکو سنیں کہ صفائے قلب سے اس کا مشاہدہ ہو سکتا ہے۔ اور اس کی مثال اس طرح پر ہے کہ جیسے عینک آنکھوں کے اوپر رکھ کر قرآن مجید و فرقان حمید کا مطالعہ کرتے ہیں تو قرآن پاک کی عبارت اور حروف بغیر کسی تبدیلی صورت کے اپنی اصل صورت میں دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن عینک کے آئینہ درمیان حروف عبارت اور بصارت کے درمیان ایک پردہ یا حجاب کے طور پر حائل ہو جاتے ہیں۔ اور وہ رویت ہی ہے جو بلا عینک کے دیکھی جاتی ہے۔ اور جبکہ کوئی پردہ یا حجاب درمیان میں نہیں ہوتا ہے۔ یہ گفتگو درمیان میں تھی کہ نماز عصر کا وقت ہو گیا بلکہ تنگ ہو گیا تھا۔ ارشاد فرمایا کہ اس معاملہ کو فی الحال یہیں چھوڑ دیا جائے۔ کیونکہ نماز کا وقت جاتا ہے انشاءاللہ تعالیٰ صبح کیوقت جو حصہ کہ اس وقت باقی رہ گیا ہے بالکل صاف کر دیا جائے گا۔

دوسرے روز حضرت پیر دستگیر جناب میراں صاحب ایک دعوت کی تقریب سے بستی ابراہیم شاہ جو قصبہ کے بہت ہی نزدیک واقع ہے۔ تشریف فرما ہوئے تھے۔ قاضی محمد بخش کہ تکرار اور مباحثہ سے ایک حد تک منفعل اور شرمندہ ہو کر اپنے دل کے فاسد خیال کو چھوڑ کر راہ راست پر آچکے تھے۔ اور اپنے خیالات سے برگشتہ ہو کر عقیدت و ارادت کے خیال دل میں بھر چکے تھے۔ مجلس دعوت میں شریک ہونے کے لئے حاضر ہوگئے تھے۔ جس وقت کا ہم ذکر کر رہے ہیں اس وقت قاضی جیو کا سنہ مبارک یعنی عمر قریب ساٹھ کے پہنچی ہوئی تھی۔ اور اس عمر میں آپ کے ایک فرزند تولد نہ ہوا تھا۔ فرزند کی تولید نہ ہونے کی وجہ سے آپ نہایت ناخوش تھے۔ اس سے قبل آپ ہمیشہ لڑکے کی خواہش میں اکثر درویشوں کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ اور استدعاء دعا کیواسطے کوشش کر چکے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ آپ کے انفاس متبرکہ کی برکت سے دعائے صبح حق تعالیٰ ضرور قبول فرمائے گا۔ اور مجھے ایک بیٹا جاگتا بیٹا عطا فرمائے گا۔ چنانچہ آج دن حضرت پیر دستگیر میراں جیو کی خدمت با سعادت میں حاضر ہوئے تھے۔ اور آرزوئے تمام دعائے خیر کیلئے عرض کی تھی۔ اور گذارش کیا تھا۔ کہ اس غلام کے حق میں دعا فرمائیں۔ کیونکہ حق سبحانہ تعالیٰ آپکی دعا قبول فرماتا ہے اجابت فرمائے اور ایک بیٹا کرامت فرمائے۔

اس وقت کی مجلس عالی مجلس تھی۔ تمام نجیب و شریف اور اکابر قوم بزرگ رونق مجلس تھے۔ اور معزز اصحاب شامل تھے۔ حضرت پیر دستگیر نے روئے سخن انکی طرف کر کے ارشاد فرمایا کہ یارو۔ اس مسئلہ کو بھی غور و خوض کر کے دریافت اور فیصل کرنا چاہیئے۔ قاضی جیو کہ ایک فاضل یگانہ مرد ہیں۔ کل مسئلہ رویت پر انھوں نے اس فقیر کیساتھ مناظرہ چھیڑ رکھا تھا۔ اپنے پیران عظام کی توجہ و امداد سے میں ان کے سوالوں کے جواب میں عہدہ بر آ ہو گیا تھا۔ آج یہ ایک دوسرا منصوبہ دل میں ٹھان کر آخر عمر کی سالگی میں درخواست لائے ہیں کہ خداوند انہیں ایک بیٹا عطا فرمائے۔ اور فقیر کو دعا کیلئے مجبور کیا ہے۔ اگر اس فقیر پر تقصیر کی دعا سے ان کے گھر بیٹا ہو جائے تو یارو جس قدر بزرگ اس مجلس میں شریک ہیں سب کے سب دعا کیلئے ہاتھ اٹھائیں۔ اور اس فقیر کی عزت و آبرو کو بچائیں اور درگاہ رب العزت و رب قدیر میں دعا فرمائیں ممکن ہے انفاس متبرکہ کی برکت سے اور نیک مردوں کی دعا سے پروردگار عالم ان کے گھر فرزند کرامت فرمائے

نیز آنحضرت نے ہاتھ اٹھائے اور دعا میں مصروف ہوئے

خداوندا یہ عالم و فاضل شخص اس درویش و فقیر کے امتحان کیلئے یہ معاملہ درمیان میں لایا ہے تو رحیم و کریم ہے۔ اس کے گھر میں فرزند نرینہ عطا فرما اور نیک بیٹا اس کے نصیب کر تاکہ اس فقیر کو اس سے سرخروئی حاصل ہو۔

قاضی محمد جیو کا قول ہے کہ جس روز یہ دعا کا واقعہ ہوا تھا۔ اسی روز مجلس سے فراغت پاکر دوپہر کو اپنے گھر پہنچا۔ اور اپنی بی بی سے مجامعت کی۔ بفضل الٰہی سے اسی دم نطفہ رحم بی بی میں قرار پا گیا۔ اور جب مدت ایام حمل یعنی مقررہ وقت ۹ ماہ گذر گئی۔ میرے ہاں ایک صالح بیٹا جو صاحب کمال سا تھا عدم سے وجود میں آموجود ہوا۔ اس گھڑی سے بعد ایسے کامل اولیاء اللہ اور کامل بزرگوں سے ہمسری و برابری کا خیال میرے دل میں گذرا ہو کیا مجال تھی۔ بلکہ خود بخود اطاعت و فرمانبرداری کیطرف طبیعت رغبت کرتی رہتی تھی۔ الحمد للہ علی ذالک

چہار علمائے علوم ضبط

مندرجہ ذیل معاملہ زبدۃ المحققین قدوۃ الواصلین سید محمد جواد جیو کی زبانی ہے جنکی معتبری و ارادت کا ذکر پہلے ہی ہو چکا ہے۔ محمد جواد فرماتے ہیں کہ حضرت پیر دستگیر جناب میرانجیو بمقام دھلی رونق بخش تھے۔ ایک روز خواب استراحت میں ایک چارپائی پر دراز استراحت فرما رہے تھے۔ یہ فقیر (محمد جواد) حضرت کے سرہانے بیٹھا ہوا مگس رانی کرتا اور مکھیاں اڑانے میں مصروف تھا۔ اتنے میں دیکھتا ہوں چہار صاحبان چاروں عالم زمانہ و فاضل یگانہ مباحثہ و مناظرہ کے ارادے سے اور علم ظاہری میں بحث کا خیال دل کے اندر لگائے ہوئے آموجود ہوئے۔ کوئی دوسرا شخص ان کے مافی الضمیر سے خبردار و آگاہ نہیں تھا۔ چاروں نے عرض کیا کہ آئے تشریف رکھئے۔ حضرت میرانجیو اسوقت آرام فرماتے ہیں ایک دو گھڑی بعد بیدار ہوں گے یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ آنحضرت بیدار ہوئے۔ دونوں پاؤں مبارک چارپائی سے نیچے رکھ لئے اور سر مبارک زانو پر رکھ لیا۔ اور فرمانے لگے کہ یہ فقیر عجب تہلکہ میں گرفتار ہے۔ اس زمانہ میں جو شخص اپنے آپکو عالم علم ظاہری سے واقف خیال کرتا ہے۔ وہی معرکہ آرائی کیلئے آمادہ بحث مباحثہ علمی کے لئے کمربستہ آموجود ہوتا ہے اور یہ خواہش دل میں رکھ کے آتا ہے کہ علم کے اندر ان کو قایل کرکے فضیلت و کمالات اپنے کو اولیائے کرام کے کمالات سے بالاتر ثابت کرے۔ اور اپنی فضیلت کا زمانے کے اندر ڈنکا بجا دیوے۔ یہی چاروں حضرات جو اسی غرض سے باہر سے آئے ہوئے باہر موجود تھے۔ حضرت نے ان چاروں کو طلب فرمایا۔ جب یہ صاحبان حضرت کے روبرو آموجود ہوئے۔ حضرت نے ان سے فرمایا بہت اچھا صاحبو جو علمی سوالات آپ میرے اوپر کرنے کیلئے گھر سے لائے ہوئے ہیں فرمائیں۔ آپ کو نیز زمانے کو یہ بات بخوبی معلوم ہے کہ یہ عاجز فقیر علوم ظاہری سے اور محض مطلقاً کچھ خبر نہیں رکھتا مگر توجہات ان پیران عظام کی اور برکات ان اولیاء کرام کی جن کی اطاعت و فرمانبرداری کا فخر میں اپنے ساتھ لئے پھرتا ہوں۔ میری امداد کیلئے ہر وقت میرے شامل حال ہیں۔ میں آپکے سوالوں کے جواب اور آپکے قلوب کی تہ کے اندر چھپے ہوئے مباحثات و سوالات کو بالتفصیل خوب جانتا ہوں

اور آپکی تسلی و تسکین آپکی امید سے زیادہ کر سکتا ہوں۔ کر بھی دوں گا۔ چاروں صاحبان اس گفتگو سے خاموش
و ساکت ایکدوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ حضرت نے ہی پھر سبقت فرما کر ارشاد کیا۔ کیوں چپ کیوں ہو گئے۔
دینی مسائل کی تحقیقات اور دینی امور کی دریافت میں تامل واجب نہیں۔ جب گھر سے اسی ارادے سے تشریف
لائے ہیں تو پوچھئے بلا تامل۔ اسی طرح دو تین دفعہ سے بھی زیادہ حضرت پیر دستگیر نے انہیں سوالات دریافت
کرنے کو یہ تکرار فرمایا۔ مگر ان صاحبان کیطرف سے بجز خاموشی و سکوت کوئی سوال نہ ہوا۔ اور نہ وہ بولے۔
چار ناچار حضرت بھی خاموش ہو گئے۔ جب کچھ دیر یونہیں گذر گئی۔ تو چاروں اصحاب نے سر حضرت کے قدموں پر
رکھدیئے۔ اور عرض کیا کہ ہم نے جسقدر علم باقاعدہ پڑھا تھا۔ اور جتنی فضیلت ہمارے درمیان موجود تھی
اس وقت جب حضرت نے ہم پر سوال کئے یکدم ہمارے دلوں سے زائل ہو گئی ہم کورے کے کورے رہ گئے۔
ایک حرف ہمیں یاد نہیں ہے۔ ہم جاہل مطلق ہو گئے۔ خدا کیلئے ہم چاروں کو اس خاندان کے غلاموں میں
داخل فرمائیے۔ اور ہمارے علم جو ہم سے کھوئے گئے اور سلب ہو گئے ہیں واپس مرحمت فرمائیے۔ ہمارے دل ویسے ہی
علوم سے معمور ہو جائیں۔ بدستور ہم ویسے تو ہو جائیں۔ جیسے اپنے گھروں سے چلے تھے۔ حضرت پیر دستگیر میرانجیو
نے فرمایا کہ دولتوں سے ہر دم و ہر گھڑی جو ایسے کرامت ہونا آپکی عقلمندی اور آپ صاحبوں کے علم و
فضل سے بہت ہی زیادہ بعید ہے۔ غرض چاروں اصحاب متفق ہو کر اس خاندان کے مرید ہو گئے۔ تب ان کا علم
و کمال حضرت میرانجیو کے تصرف سے انہیں واپس ملا۔ پھر بدستور سابق ان کے قلوب جو تھوڑی دیر کو خالی
ہو گئے تھے علم کے خزانہ سے معمور کر دیئے گئے۔ الحمد للہ علی ذالک

میاں غلام رسول کی غلامی

رئیس الفضلاء زبدۃ العلماء جامع فروع والاصول آنجناب میاں غلام رسول گوردیزی سے منقول و مشہور نقل ہے کہ
پندرہ سال کی عمر میں کلام اللہ شریف کو حفظ یاد کر کے اور جمیع علوم معقول و منقول کی تحصیل سے فراغت حاصل
کر کے اوائل عمر میں عالمگیر اورنگ زیب بادشاہ دہلی کی سرکار میں حاضر اور باقی درباریان سرکار سے جذبہ افتخار میں
سب سے بڑھا ہوا رہتا تھا۔ اور مکرم خاں کہ امرائے عظام شاہی میں سے زیادہ سرکردہ و کج کلاہ تھے۔ اور
بادشاہ کے زیادہ مزاج میں دخیل تھے۔ جنہوں نے تحصیل علم کر چکے تھے۔ سید صاحب فرماتے ہیں کہ میں کمر بستہ
ہو گیا کہ جب حضرت پیر دستگیر میرانجیو کی خدمت باسعادت میں حاضر ہوا تھا۔ اور شرف قدمبوسی کی عزت کا امتحان
حاصل کیا تھا۔ قبلہ دارین حضرت پیر دستگیر جناب میرانجیو کا یہ دستور تھا کہ جب کوئی مرد عالم یا فاضل آپ کی
خدمت میں جاتے تو بہت ہی تعظیم و تکریم فرمایا کرتے تھے۔ یا کوئی حافظ قرآن آپ سے ملنے کیلئے آتے تو پوری

توجہ اور دلچسپی کیساتھ انکی مدارات فرماتے تھے۔ بر طبق عادت اور اپنے دستور کے مطابق اس فقیر یعنی راوی کے حق میں بھی خاص عنایات و توجہات مبذول فرماتے تھے۔ گویا مجھ سے خاص رسم و راہ تھی۔ جب میں سعادت قدمبوسی سے فراغت پا چکا۔ تو میں نے عرض کیا کہ یہ فقیر اس خاندان میں بیعت ہونیکے ارادے سے اس دفعہ حاضر ہوا ہے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ یہ فقیر (حضرت میر انچھو) تو بالکل بے علم امی محض ہے۔ اور آپ ایک فاضل شخص ہیں۔ ایسے شخص کی بیعت آپکو کیا فایدہ پہنچائیگی۔ میں نے پھر عرض کیا کہ یہ عاجز چار باتیں اپنے دل میں قایم کر چکا ہے کہ جس شخص میں وہ چار وصف موجود ہوں گے اس سے فی الفور بیعت ہو جاؤنگا۔ پھر پس و پیش یا تامل نہیں کروں گا۔

اول یہ کہ امی کے ہاتھ میں ہاتھ دوں گا کیونکہ شیخ با علم ہے۔ تو تھوڑی سی چاشنی معرفت کی علم کی قوت سے دو چند بلکہ ہزار چند کر سکتا ہے۔ اور دنیا کی نگاہ میں اپنے آپکو اپنی طاقت سے زیادہ اظہار کر سکتا ہے۔ اور اپنے آپ کو نہایت آراستہ و پیراستہ ظاہر کر سکتا ہے۔ امی ہو کر اگر علمائے زمانہ پر غالب آ جائے تو جاذکہ فقط الوہیت الہی کے سبب سے ہے۔ دوم۔ یہ کہ پیر خاندان نبوت سے ہووے کیونکہ یہ فقیر یعنی راوی بھی ایک ذرہ اسی خاندان کا ہے۔ سوم آنکہ۔ مجرد ہووے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر متاہل قبیلدار ہے تو نصف دن وظایف میں خرچ کر سکتا ہے، تو شب و روز کا باقی وقت کاروبار خانگی میں صرف کرکے بھی کاروبار انجام نہیں دے سکتا۔ نماز پڑھ لیتا ہے تو کیا ہے۔ اس وقت بھی عیال و اطفال کے خیالات گھیرے رہتے ہیں۔ مجرد ان تمام قضیوں سے پاک و صاف ہے۔ اسے نہ بیوی کا خیال پکڑیگا۔ نہ کاروبار خانگی ستائیں گے۔ صرف یاد الہی اس کا مشغلہ ہے۔ دل سے ایک کام کرنے کو ہی جیکو ہوتا ہے۔ چوتھا سبب یہ ہے کہ مرشد جو ہو تو اہل کرم اور صاحب جود و سخا ہو۔ تو نور علی نور ہے۔ الحمد للہ کہ یہ چاروں وصف حضرت کی ذات صفات کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرے ہیں۔ اس نیازمند کی خواہش کے عین مطابق ہے ایسے مرشد کامل کو چھوڑ کر میں اور ڈھونڈنے جاؤں تو مجھ سا بیوقوف کون ہوگا۔ اب یہ غلام امیدوار ہے کہ اسے اپنے غلاموں کی فہرست میں درج کر لیا جائے۔ میں نے نہایت عاجزی کیساتھ یہ بھی عرض کیا کہ خاکسار نے درس کا کام چونکہ بہت کیا ہے اس لیئے دماغ بالکل ناکارہ ہو معطل ہو چکا ہے اسلیئے ذکر جہر کرنے سے بالکل عاری ہوں حضرت نے فرمایا۔ معالج و حکیم صادق جو چیز جس انسان کے لائق و قابل خیال فرماتا ہے۔ اسے بخشتا ہے وہ بھی اسیکے بندے ہیں۔ جنہیں شہد حلوائے اور قند و نبات بخشتا ہے۔ وہ بھی اسیکے ساخت ہیں جنہیں حنظل و فلفل۔ جو۔ چنے سے پیٹ پالنے کا حکم دیتا ہے اور باوجودیکہ دونوں قسم کے انسان مختلف چیزیں کھاتے ہیں۔ مگر وہ حکیم دونوں کو ہی شفائے عاجل عطا فرماتا ہے۔ دونوں ہی تندرست ہو جاتے ہیں

مرچیں کھانے والا بھی اور شہد کھانے والا بھی۔ تمام چیزیں اور تاثیریں اسی حکیم کی بنائی اور تجویز کی ہوئی ہیں۔ بعدہٗ جو کچھ مناسب تھا۔ ارشاد فرمایا۔ یہ فقیر اسی وقت سے ذکر لطیف میں مشغول ہے اور ذکر الٰہی میں مصروف ہو گیا تھا۔ اسی ذکر اور حضرت پیر دستگیر کی پاک تعلیم کا اثر ہے۔ کہ ہر عضو اور ہر رگ اور شریانوں حتیٰ کہ میرے ناخنوں جسم کی ہر چیز سے اسم ذات کی آواز سنائی دیتی ہے جب میری یہ حالت ملاحظہ فرمائی تو ارشاد فرمایا کہ تمکو جاننا چاہیئے کہ درویشی یہی ہوگی۔ اور یہ ادنیٰ رتبہ ہے۔ ترقیات۔ حلاوت چاشنیٔ ذوق وشوق کیواسطے ہے۔ جسقدر کہ مواظبت اور مداومت کروگے زیادہ سے زیادہ اور کشود کاری ہوتی جائیگی۔ اور لذت حاصل ہو کر طبیعت زیادہ سے زیادہ رغبت پکڑتی جائیگی۔ میاں عبدالرسول کا قول ہے کہ افسوس ہے اور نہایت ہی حسرت کا مقام ہے کہ میں اٹھ سال کامل گویا تمام عمر یا عمر کا زیادہ حصہ درس کی قیل وقال میں ضائع کر چکا تھا۔ اے کاش مجھے پہلے اس پاک لذت سے واقفیت ہوتی تاکہ وہ مدت العمر جو اس سے پہلے درس تدریس میں کھوئی تھی۔ حضرت پیر دستگیر کی خدمت بابرکت میں حاضر رہ کر صرف کرتا۔ تو کوئی پھل پالیتا۔ تھوڑے عرصے کے بعد حضرت پیر ومرشد نے ارشاد فرمایا کہ تم بہت بڑا عیال رکھتے ہو۔ تمہاری کثرت دار ہو۔ تمہارے لیے معیشت لابدی ہے۔ اور کچھ کرنا ضرور ہے۔ نواب روشن الدولہ جو مرید راسخ الاعتقاد حضرت پیر دستگیر میرا انکے تھے۔ حکم ہوا آپ ان کے پاس چلے جائیں۔ اور درس احادیث کا شغل شروع کر دیں۔ پروردگار رازق حقیقی ہے۔ کچھ سبب بنا دیگا۔ جب میں نواب موصوف کیخدمت میں حاضر ہوا تو موصوف نے چار روپے نقد روزمرہ المصرف مایحتاج میرے عیال واطفال کیلئے الگ اور میری خوراک و پوشاک کیلئے علیحدہ مقرر کر دیا۔ وہ بھی روزانہ مل جاتا تھا۔ جو خاص میری ذات کیلئے معین کیا تھا۔ یہ جو کچھ نواب صاحب مجھے عنایت فرماتے تھے۔ اسکا احسان انہوں نے مجھ پر کبھی نہیں کیا۔ بلکہ جو کچھ بخشتے تھے وہ بجا آوری حکم اپنے مرشد کی خیال فرماتے تھے۔ باخدمت صلحاء وفضلا کی مد میں شمار کر لیتے تھے۔ گویا اس قدر روپیہ بلا کسی شکر گذاری وزیر بار احسان نہ ہو کر مجھے ملتا رہا۔ الحمد للہ علی ذالک

ڈلی شیرینی کے طور پیشکش

ایک دن حضرت پیر دستگیر قصبہ پانی پت کے اندر تشریف رکھتے تھے کہ ایک پیرزادہ جو کسی بڑے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ نیز اپنے حوصلہ اور شیخت میں بھی خاص منزلت اور منبر رکھتے تھے حضرت کیخدمت میں سلام کیغرض سے تشریف لائے۔ یہ تو پہلے ہی عرض کر دیا گیا کہ آپ کے مزاج میں

[شی]رینی جسے دوسرے الفاظ میں حماقت کہہ سکتے ہیں زیادہ تھی۔ آپ آتے ہوئے اپنے ساتھ ایک رومال
[م]یں مٹی کے ڈلے باندھ کر ایک خادم کے ہاتھ میں پکڑا لائے۔ کہ چلو جی حضرت کا امتحان لیں گے
اور ڈلے بطور شیرینی ساتھ لیتے آئے تھے جنکو نذرانے کے طور پر پیش کرنا تھا۔ خادم سے ہدایت کر دی گئی
[ا]ن کو اپنے ہاتھ میں رکھنا جب میں اشارہ کروں گا۔ تب آنحضرت کے آگے بستر پر رکھ دینا۔ آنحضرت
[بین]ائی ظاہری سے معذور ہیں۔ اسے شیرینی ہی خیال فرمائیں گے۔ اور اس پر فاتحہ پڑھ دیں گے۔ جیسا
[گھ]ر سے سوچ سمجھ کر چلے تھے۔ ویسا ہی عمل میں لائے اور وہ ڈلوں کا رومال آنحضرت کے سامنے لا کر
[ر]کھ دیا گیا۔ اور عرض کیا کہ شیرینی حاضر ہے۔ حضرت پیر دستگیر روشن ضمیر اس کے فاسد ارادے سے
پہلے ہی خبردار ہو چکے تھے۔ آپ نے اس کی زبان سے شیرینی کا لفظ سنا۔ سر مبارک نیچا کر لیا۔ اور
[ار]شاد ہوا۔ صاحبزادہ جی میں خوب جانتا ہوں کہ آپ بہت بڑے عالی فطرت ہیں۔ مگر مہربانی کیجئے
[ش]یرینی کا رومال میرے آگے سے اٹھا لیجئے۔ اور اس رومال کو حفاظت تمام اپنے پاس رکھنا جب
[فوت ہو] گئے جاؤ۔ تو اسی رومال کو اپنے سرہانے رکھوا لینا۔ یہ رومال آپکی نجات کا باعث ہوگا۔ ارشاد مذکور
[ہ]ونا تھا کہ صاحبزادہ مدہوش اور بیخود ہو گیا۔ اور رونے لگا۔ اور روتا پیٹتا اور چلاتا تھا۔ اور
[آنح]ضرت کے قدموں مبارک میں لوٹتا تھا۔ ہوش میں آیا۔ ہر چند عذر معذرت۔ واویلا منت خوشامد
[ک]رتا اور معافی کا خواستگار تھا۔ مگر کمان سے تیر نکل گیا تھا۔ اور بے دستور رہے۔ کمان سے نکلا ہوا تیر
[زب]ان سے نکلا ہوا لفظ پھر اسی حالت میں واپس نہیں ہو سکتا۔ پیرزادہ صاحب روتے چھینکتے نامراد و
[نا]کام اپنی شیرینی لئے اپنے گھر گئے۔ پندرہ روز نہ گذرے ہونگے کہ صاحبزادہ صاحب کو ایسی شدید
[مرض] نے گھیرا کہ پھر جانبر نہ ہو سکے۔ گویا پیام اجل آیا تھا۔ اس نے کنج لحد میں ہی سلایا۔ اور کہیں
[ٹھک]انہ چھوڑا۔ نزع کے وقت صاحبزادہ نے اپنے متعلقین سے وصیت کی کہ کاتب قدرت نے جو کچھ
[می]ری سرنوشت میں لکھ دیا تھا۔ وہ پورا ہوا۔ اور شامت اعمال نے مجھے وہیں پہنچایا۔ جہاں جا کر میری
[شا]مت آئی۔ لیکن حضرت پیر دستگیر کی توجہ سے آخرت کے اندر نجات کا باعث وہی چند ڈلے ہوں گے
[جو] رومال میں بندھے ہوئے شیرینی کے طور پر حضرت کی خدمت مبارک میں پیش کئے گئے تھے۔ وہی
[اس]ی کا رومال گور کے اندر میرے سر کے نیچے رکھ دینا۔ یہ وصیت ہے۔ کوئی تاخیر و تامل نہ کرنا۔ اس
[صاحب]زادے کے ورثا دیس ماندے اسکی وصیت پر عمل پیرا ہوئے۔ ڈلے سر کے نیچے رکھ دئیے
الٰہی تمام مسلمانوں، کلمہ گوئیوں اور مومنوں کو ایسے نا شائستہ کردار اور ایسے افعال ذمیمہ سے بچائے رکھ۔
[اور ا]ن مفسدوں سے اپنے حفظ امن میں رکھیو۔ اپنے فضل و کرم سے مسلمانوں کا ایمان کے ساتھ عاقبت بخیر کریو

بحرمت النبی و آلہ الامجاد۔ الحمد للہ علی ذالک

بال بال سے قرأت قرآن پاک

زبدۃ المحققین سید مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ ایک روز ایک درویش صاحب کمال میرے غریب خانے پر وارد ہوئے۔ جب مینے انکے حال پر متوجہ نگاہ کی۔ تو دیکھا ان کے دل سے اسم ذات کی آواز دم بدم آرہی ہے۔ یہ حالت کسی وقت کیلئے مخصوص نہیں تھی۔ بلکہ شب و روز خواہ کسی حالت میں ہوتے۔ آواز بدستور اسم ذات کی جاری رہتی۔ مینے تب سمجھ لیا کہ درویشی و فقر کی حد وانتہا یہی ہے۔ میں صدق دل سے انکی خدمت میں حاضر رہنے لگا۔ اور انکی خدمت کیلئے ہر وقت کمربستہ موجود رہتا۔ انکی صحبت میں حاضرہ کر مجھے نہایت مسرت اور انبساط نصیب ہوتا۔ اور مجھے ایک قسم کا نشہ و سرور حاصل رہنے لگا۔ ایک ہفتہ تک میں نے ان درویش صاحب کو اپنے کلبہ احزان (گھر) میں رکھا۔ اور جسقدر مجھ سے ہوسکتا تھا مینے انکیلئے تکلف کیا جب ایک ہفتہ گذر گیا تو آپنے خود ہی اجازت چاہی اور رخصت کی ٹھانی اور فرمایا۔ یار باقی صحبت باقی۔ اگر کاتب قدرت نے ہماری تمہاری ملاقات دوسری دفعہ لکھ رکھی ہے۔ تو انشاء اللہ تعالیٰ دوبارہ ضرور ملیں گے۔ ممکن نہیں ملاقات ٹل سکے۔ جب درویش نے زیادہ اصرار کیا۔ اور کسی طرح نہ مانے۔ میں لاچار ہو گیا۔ اور رخصت کرتے ہی بنی۔ ان درویش کا جانا تھا۔ مجھپر تو ایک آفت آگئی۔ پراگندگی دل بے جمعیتی نے ایسا دھاوا کیا کہ میں سخت پریشان ہو گیا۔ مجھے جسقدر حیرانی ہوئی میں کسی طور سے بیان نہیں کرسکتا میں نہایت پریشان تھا کہ ناگاہ مشعلع آفتاب سپہر ولایت بدر فلک ہدایت حضرت پیر دستگیر میر انجو صاحب کی اس غریب کے غریب خانے پر جھکی اور حضرت پیر دستگیر میرے غریب خانے پر نزول اجلال فرما ہوئے۔ مینے کمر خدمت مضبوط کس لی اور حضرت کی بندگی و خدمت کیلئے تیار کھڑا ہو گیا۔ اور ہر وقت حاضر رہا۔ جبوقت حضرت ممدوح بستر استراحت پر استراحت کیلئے تشریف لیجاتے اور دراز ہو جاتے یہ خاک پا حضرت کے کف پائے مبارک کو نہایت آہستہ آہستہ مالش کرتا رہتا۔ میں اس خدمت پر مامور ہو کر جو لطف پاتا تھا کسی دنیادار کو یہ نعمت کیونکر میسر ہو سکتی ہے۔ کیونکہ جب خواب راحت میں ہوتے اس وقت تمام اعضاء و جوارح ہر بن مو اور ہر بال اور ان کے مسام غرض جسم مبارک کی ہر شئے سے قرآت قرآن مجید و فرقان حمید مجھے نہایت واضح طور پر سنائی دیا کرتی۔ آپ سوتے کیا تھے سرتاپا بحر شوق و ذوق میں غوطہ زن ہوا کرتے تھے۔ مجھے جو سرور دلطف حاصل ہوتا۔ کوئی ذریعہ نہیں جس سے اسکی کیفیت احاطہ تحریر و تقریر میں آسکے۔ ایک موقعہ پر حضرت ارشاد فرمایا۔ کہ سید مرتضےٰ تم نے ایک درویش جس کے دل سے تم نے ایک آواز اسم ذات کی سنی تھی۔ تمام تکمیل کی

تم اُن کے پیچھے لگ گئے۔ اور اُس کے والہ و شیدا ہو گئے۔ اب کہ ہر مسام سے ہر بال اور ہر عضو جسم سے کلام اللہ نکل رہا ہے۔ تو یہ بہتر ہے زیادہ میرا مطلب اس سے اپنی فضیلت بیان کرنا نہیں ہے۔ بلکہ اس خاندان کی غلامی کا نتیجہ یہ ہو سکتا ہے کہ جو دل سے اسکی غلامی کرے۔ اور طریقہ پیران عظام اس خاندان کی اور اوراد و احکام کی تکمیل کرے وہی اس درجہ پر پہنچتا ہے۔ اور اسکے ہر بن مو سے کلمہ توحید و قرآن پاک کی قرات شروع ہو جاتی ہے۔ غرض درویشی ایک دوسری چیز ہے۔ جب تم درویش ہو جاؤ گے۔ یہ رتبہ تمہارا ہوگا۔ اسی طرح تمہارے جسم سے یہ لہر جاری ہو جائے گی۔ سید مرتضٰی کہتے ہیں کہ میں خاموش سا رہ گیا۔ تب حضرت نے فرمایا بھائی چپ ہی رہنا چاہیئے۔ درویشی بہت دور ہے۔ جو کچھ میں نے کیا یا دکھایا جو وہ ورزشیں دکھلاتا تھا۔ کمال نہ وہ ہے نہ یہ ہے۔ درویشی بات ہی اور ہے۔ سید مرتضٰی کا مقولہ ہے کہ حضرت پیر دستگیر کی توجہ سے میری بھی یہ نوبت ہو چکی تھی کہ تمام اعضا تلاوت کلام اللہ کی آواز مجھے آخری دم تک سنائی دیتی رہی۔ یا اللہ تو تمام مسلمانوں کو یہ درجہ یہ رتبہ۔ یہ محبت یہ الفت یہ اطاعت اور یہ مطابعت نصیب کر۔ جو مسلمان ہو۔ خداوند عالم اسے ویسا ہی ذوق شوق بخشے۔ اور وہ تلاوت کلام پاک میں محو ہو جائے ہر مسلمان کو یہی درجہ بخشیو۔ بحرمت النبی و آلہ الامجاد۔ الحمد للہ علی ذالک

خاتون کے خان مہمان

یہ واقعہ قدوۃ المحققین میاں کرم علی جیو کی زبانی نقل ہے۔ اسکی تصدیق میاں نورنگ جیو کرتے ہیں۔ دونوں اصحاب نہایت معتبر و ایماندار تھے۔ کہ حضرت پیر دستگیر قصبہ پانی پت کی زیب و زینت کا باعث تھے۔ یعنی قدوم میمنت لزوم سے پانی پت کو مشرف فرمایا تھا۔ ایک شخص آئے جو سبز پوشاک زیب تن کئے تھے۔ جب وہ آئے کسی شخص نے انہیں آتے نہیں دیکھا تھا۔ حضرت میرانجیو اپنے پلنگ پر لیٹے تھے۔ یہ سبز پوش براہ راست حضرت کے سرہانے پہنچے۔ اور سلام علیکم کہا۔ چونکہ سلام نہایت بلند آواز سے کہا گیا تھا۔ حضرت فوراً اٹھ بیٹھے۔ حضرت نے سبز پوش کی تعظیم کیلئے نہایت سرعت سے اٹھ سروقد کھڑے ہو کر سلام کا جواب دیا۔ اور خوب آؤ بھگت کی۔ نہایت ادب سے سرہانے ان سبز پوش بزرگ کو بٹھایا۔ نہایت مودب ہو کر پائینتی کیطرف خود بیٹھ گئے۔ حضرت نے فوراً ارشاد فرمایا۔ اور میاں کرم علی کو حکم دیا کہ جسقدر ممکن ہو جلد توشہ طیار کرو۔ اور جہاں تک ہو سکے جلد پکا کر بہت عمدہ بنا کر لاؤ۔ چونکہ سامان توشہ پہلے سے موجود تھا۔ اس لئے زیادہ دیر نہیں لگی توشہ طیار کیا گیا۔ سلیچی اور آفتابہ پیش کیا گیا۔ پھر توشہ کا طبق جو ابھی ابھی تیار ہوا تھا۔ پیش کیا گیا پہلے بزرگ سبز پوش کے ہاتھ دھلائے پھر خود دھوئے

پھر حضرت نے طبق حلوا انہیں سبز پوش بزرگ کے آگے رکھدیا۔ ان بزرگ نے وہ تمام حلوا نوش فرمایا اور رخصت ہوئے۔ رخصت ہوتے ہی جسقدر حاضرین مجلس تھے۔ انکی نگاہ سے غائب ہوئے۔ بعض بزرگوں نے جو اس وقت موجود تھے۔ حضرت سے عرض کرنے لگے۔ کہ ان بزرگ کا احوال تو کچھ معلوم نہ ہوا کہ یہ کون بزرگ اور صاحب کمال تھے۔ کہ جنکی تعظیم وتکریم حضرت پیر دستگیر نے اس درجہ کی۔ تب حضرت پیر دستگیر میر انجیو نے فرمایا کہ یہ صاحب کمال بزرگ ایک ابدال تھے۔ اور دو ہزار کوس کی منزل طے کر چکے تھے ((خاصان خدا کا ایک رتبہ ہے۔ جسے ابدال کہتے ہیں۔ اس درجہ کے بزرگ آگ اور پانی کے اندر ایسے چلتے اور بے تکلف گذر جاتے ہیں۔ جیسے دنیادار لوگ آجکل کی پکی سڑکوں پر سے۔ یہی بزرگ ہیں جنکی شان میں حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ ع کہ ابدال در آب و آتش روند)) مترجم)) دو ہزار کوس انہیں طے کرنے باقی ہیں۔ ہو کے تھے۔ یہاں تشریف لے آئے۔ یہاں تشریف لانے پر انکی تعظیم ہمارے اوپر فرض تھی کی گئی۔ (سچ ہے خانوں کے خان مہمان۔ مترجم) الحمد للہ علی ذالک

مرد غیب

یہ واقعہ زبانی سید محمد جواد کی منقول ہے کہ حضرت پیر دستگیر میر انجیو ایک دفعہ دہلی میں تشریف ارزانی فرماتے تھے۔ سید محمد جواد صاحب فرماتے ہیں۔ کہ یہ فقیر وہاں حضرت کے ہمراہ زمرہ سائیسان میں گھوڑوں کے گھاس دانے کی خدمت پر مامور تھا۔ اور فرماتے ہیں کہ صبح سے شام آں قطب دوران کی یہ خدمت میں کس فخر و مسرت سے انجام دیتا۔ کوئی بادشاہ تخت سلطنت پر بیٹھا ہوا۔ وہ سرور اور تمکنت پیدا نہیں کر سکتا۔ رات کو میں اپنے گاؤں کے گھر میں آجاتا

ان ایام میں ایک شخص بزرگ حضرت پیر دستگیر میر انجیو کی خدمت میں تشریف لایا کرتے ان بزرگ کا رعب وجلال اور ہیبت اس درجہ غالب تھی کہ جسقدر لوگ موجود ہوتے۔ وہ ان بزرگ کے چہرے کی تاب نہ لا سکتے۔ کسی کی جرات نہ ہوتی کہ ان کے چہرے کو دیکھنے کیلئے آنکھ اٹھا دے ان کے سر پر لمبے لمبے بال ہوتے تھے۔ اور ایک لمباسا پیرہن وہ پہنے ہوئے ہوتے۔ لنگی کمر میں ہوتی تھی۔ ان کی صورت نہایت متوحش ہوتی تھی۔ وہ ہر روز متواتر تشریف لاتے۔ مگر جتنی دیر حضرت کے روبرو رہتے۔ برابر کھڑے رہتے۔ بیٹھتے مطلق نہ تھے۔ سید محمد جواد کا بیان ہے کہ ایک روز میں نے جرات کر کے حضرت میر انجیو کی خدمت میں عرض کیا کہ یا حضرت یہ کون بزرگ ہیں۔ جو روزانہ آتے ہیں۔ مگر جس قدر عرصہ یہاں رہیں۔ بیٹھتے نہیں کھڑے ہی رہتے ہیں۔ حضرت نے ارشاد کیا کہ زہاد ہیں۔ عباد ہیں۔ یہ دو سرے

فرقہ کے عباد ہیں۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے ان شخص کو حکم دیا ہے کہ آجکل میرے فرزند سید بھیکہ دہلی کے اندر فروکش ہیں۔ جب تک وہ یہاں مقیم ہوں۔ ہر وقت انکی خدمت میں حاضر رہیں جو ضرورت انہیں پیش آئے۔ ان سے کہہ دیتا ہوں۔ یہ بہم پہنچا دیتے ہیں۔ لیکن یاد رکھنا چاہئے۔ یہ بات کسی سے کہنے کی نہیں جس روز یہ ذکر ہوا تھا۔ اس سے دوسرے روز میں نے ان شخص کو نہیں دیکھا۔ البتہ ایک دوسرا شخص جس کے سر کے بال کٹے ہوئے تھے۔ اور ان کے جسم سے لپٹے ہوئے تھے لباس اور حالت بالکل تغیر تھے۔ اور بالکل بدلے ہوئے تھے سودہ آتے تھے۔ ایک روز حضرت پیر دستگیر نے مجھ سے پوچھا کہ اب تم نے وہ آدمی جو پہلے آتے تھے کبھی دیکھے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت اس روز سے پھر میں نے ان کو نہیں دیکھا۔ بارہا میرا ارادہ ہوا کہ عرض کروں۔ وہ کیوں نہیں آتے۔ حضرت نے فرمایا کہ نہیں وہ روزانہ آتے ہیں۔ مگر بہ تبدیل لباس۔ اس صورت میں نہیں آتے جس میں پہلے آتے تھے ان صورتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت میرانجیو کی ابدالوں سے رسم ملاقات جاری تھی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

فصل چہارم

(در بیان بذل و ایثار حضرت پیر دستگیر جناب میراں جیو قدس سرہ العزیز)

تحائف واپس کرنا اچھا نہیں

ایک روز دانائے رموز حقیقت عالم اسرار طریقت حضرت مرشد آفاق یعنی حضرت ابوالمعالی صاحب قدس سرہ العزیز نے پیر دستگیر میرانجیو کو اپنے پاس بلایا۔ اور فرمایا کہ اس سے پہلے اسمائے عظام اور دوسرے اشتغال و اکتساب صوفیہ کے سکھلائے جا چکے ہیں۔ اب میرا ارادہ ہے کہ تمہیں اسم اعظم سکھلاؤں۔ حضرت میرانجیو نے عرض فرمایا کہ جو حضرت ارشاد فرمائیں گے تکمیل کیلئے موجود ہوں مرشد آفاق نے فرمایا۔ بادشاہ و امراء کافر و مسلم ہندو یہود و دیگر اعلیٰ و ادنیٰ ملکیت و اشراف سے جو کچھ تمہیں ملے۔ رد نہ کریں۔ لے لیں۔ ایک حبہ سے سو ہزار اور لاکھ کروڑ تک لیکر اپنے پاس رکھیں۔ جمع کرتے رہیں۔ اور فقیروں و مسکینوں کو عطا کیا کریں۔ اسم اعظم کی مواظبت کرتے رہیں یہ باتیں ہرگز اپنی یاد سے نہ بھلائیں۔ یاد رکھنے کی بات ہے کہ اس بارے میں حدیث نبوی موجود ہے

السخی حبیب اللہ لو کان ماشاء المتقی عدو اللہ و کان زاہد

حضرت پیر دستگیر میرانجیو نے ارشاد مرشد برحق کو لوحِ خاطرِ عاطر فیض مآثر پر ایسا نقش کر لیا کہ اگر ایک لاکھ روپیہ آپ کو مریدوں اعتقاد مندوں سے بطور نذرانہ و فتوح پیش کیا گیا۔ تو اس میں سے ایک پھوٹی کوڑی اپنے پاس رکھ لینا جائز نہیں سمجھتے تھے۔ درویشوں۔ مسکینوں۔ بیوہ عورتوں غرض مستحقوں کو بخش دیتے تھے۔ اسی دم تقسیم فرما دیا کرتے تھے۔ ایک لحظہ اپنے پاس نہیں رکھتے تھے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

حضرت میرانجیو کی بلند مقامی

ایک زمانہ میں حضرت پیر دستگیر میرانجیو قصبہ کیتھل میں رونق افروز تھے۔ چند روز وہاں قیام فرما کر کسی دوسری جگہ تشریف بری کا ارادہ فرمایا۔ حضرت کا یہ معمول ہو گیا تھا۔ کسی شہر دیہہ یا قصبہ کی آبادی کے اندر داخل ہوتے ہوئے اور اسوقت جبکہ کسی آبادی کے مقام سے باہر جاتے کسی خادم درویش یا یار و آشنا کوئی ہو کسی کو اپنے ساتھ نہیں رہنے دیتے تھے۔ جب ایسا موقع ہوتا فرمادیا کرتے کہ آگے یا پیچھے غرض قریب سے فاصلہ پر ہو جائیں۔ معمول سمجھ کر لوگ خود واقف ہو گئے تھے۔ جب موقع ہوتا خود بخود طرح دیجاتے۔ پیچھے یہ نفس نفیس تن تنہا رہ جایا کرتے تھے۔ بتلائی ہوئی جگہ پر سب ہمراہی ملاقی اور جمع ہو جاتے تھے۔ تو اسروز حضرت نے اپنے ہمراہی درویشوں خادموں اور یاروں کو حکم دیا کہ تمام درویش۔ صوفی احباب و خادم سب کے سب روضۂ بدر ملکات طریقت حضرت شیخ صوفی بدسعنی قدس سرہ ہمشیرہ زادہ حضرت غوث الاعظم پیر دستگیر شیخ عبدالقادر گیلانی قدس سرہ العزیز جو قصبہ کیتھل کے قریب واقع ہے وہاں سب ٹھہر جاویں یہ فقیر (حضرت میرانجیو) بھی وہیں یعنی روضہ پر پیچھے ہی پہنچتے ہیں۔ اتفاق سے اسی دن ایک برات ہنود کی جو قوم سے کالیتھ تھے۔ قصبہ مذکور میں داخل ہوئی تھی۔ برات اور تماشائیوں کا ہجوم اور اژدہام اسقدر تھا کہ راستہ ایسا رکا تھا کہ تل دھرنے کو جگہ باقی نہ تھی۔ اس لئے حضرت پیر دستگیر ایک جگہ بازار کے اندر ایک دیوار سے لگے کھڑے رہے کہ موقعہ ہوگا نکل جائیں گے۔ چونکہ محض یکہ و تنہا تھے کسی دوسرے شخص نے بھی حضرت کو نہیں دیکھا۔ آپ کو محو حیرت و خاموش کھڑے دیکھ کر کسی براتی کے دل میں خیال گیا کہ درویش شاید کسی سوال کی غرض سے کھڑا ہے۔ اس نے متبرک صورت فقیر دیکھ جھٹ ایک ٹکہ حضرت کیطرف بڑھایا۔ حضرت نے ہاتھ پھیلا کر چپ چاپ لے لیا۔ اور جب برات آگے بڑھ چکی۔ اور راستہ خالی ہوا۔ حضرت بھی جہاں کھڑے تھے آگے کو روانہ ہوئے۔ جب آگے تشریف لائے تو دیکھا ایک نہایت ضعیفہ عورت جو چلنے کی طاقت سے معذور ہے کھڑی ہے۔ آپنے وہی ٹکہ

ہو ایک براتی نے آپکو بخشا تھا۔ اس بڑھیا کے حوالے کیا۔ اور آپ نے منزلِ مقصود کی راہ لی۔ اور درگاہ
حضرت صوفی بدھنی قدس سرہ میں تشریف لے آئے۔ اور متوجہ زیارت شریف ہوئے۔ فتوح پر شیخ
ت شریف سے باہر آ گئی۔ اور فرمایا کہ اس فقیر نے ریاضتہائے بے اندازہ۔ عبادتہائے شاقہ اور ذکر
ال بے حساب کئے۔ لیکن یہ مراتب عظیم بہ ارشاد پیر و مرشد اسم اعظم کی مواظبت سے جو آپکو
ل ہوا ہے۔ مجھے ان ریاضتوں سے حاصل میسر نہ ہو سکا۔ گویا بڑے بڑے اولو العزم بزرگانِ
ین و صاحب ریاضت و کمال بزرگ آپ کے کسب کمال کے قائل تھے۔ حضرت میرانجیو کی شان کے قربان
اللہ علی ذالک۔

سائل نوازی

ایک دفعہ ایک شخص پٹھان نے حضرت پیر دستگیر کی خدمت با سعادت میں حاضر ہو کر سوال کیا۔ جناب والا
ارشاد فرمایا کہ بالفعل کوئی چیز موجود نہیں ہے۔ تھوڑا سا توقف کریں۔ تاکہ خدا تعالی تمہاری قسمت
بھیج دیوے۔ جب کچھ آ گیا۔ آپ کو دیدیا جائے گا چنانچہ وہ شخص حاضر خدمت رہے۔ حتی کہ ایکدن
رہ تشریف سے گھر شام شریف کے ارادے سے حضرت روانہ ہوئے۔ راستہ میں کچھ چوروں۔ چکاروں
ؤں کا خوف بھی تھا۔ کہ ناگہاں کچھ سوار آتے دکھائی دئیے لوگوں کا گمان ہوا کہ یہ سوار جو اچانک
ار ہوئے ہیں غالباً چور چکار ہوں گے۔ بعضوں نے گھبرا کر جناب کرامت مآب میرانجیو کی خدمت میں
سے عرض کیا کہ سواران بائستہ کوب کا گروہ ہمارے تعاقب میں ہے۔
حضرت نے حکم دیا کہ سواری کا چھپال نیچے اتار دو۔ اور جس قدر لوگ ساتھ ہیں انہیں کہدو کہ لکڑی اینٹ
جس کے ہاتھ میں آ جائے لے لیویں۔ اور خوب ہوشیار ہو جائیں۔ یہاں یہ طیاریاں ہو رہی تھیں کہ
وں کا گروہ سر پر پہنچ گیا۔ اختیار خان نامے ایک شخص حضرت کے مریدوں میں ہو چکا ہے کیقل
مند تھا۔ انہیں سواروں میں سے ایک سوار تھا۔ قریب پہنچتے ہی سب سے اول جست کر کے وہ اپنے گھوڑے
اترا۔ اور حضرت کی قدمبوسی کرنے لگا۔ اس شخص کا معمول تھا کہ جب کبھی نئے گھوڑے خریدتا۔ جو
سے زیادہ بیش قیمت گھوڑا ہوتا۔ وہ حضرت میرانجیو کے نام مبارک پر حضرت کی نیاز بالکل سب سے
لگ رکھتا۔ اور اسکی زیادہ نگہداشت کیا کرتا۔ اور جب کبھی اپنے لئے نئی پوشاک طیار کراتا۔ تو پہلے
کی پوشاک قطع کرا لیتا۔ اور کپڑا جو نہایت اعلیٰ ہوتا وہ حضرت والا دودمان کی ذات والا صفات
کرتا۔ جب کھانے کا وقت آتا تو اپنے کھانے سے پہلے ایک خوان اچھے کھانے کا حضرت کے نام
تمام پر بھر کر پہلے مسجد میں خدا کے نام پر بھجوا دیتا۔ پیچھے اپنے کھانے پر ہاتھ بڑھاتا۔

عرض کیا ایک گھوڑا تو خریدا اور تین سو روپیہ نقد حضرت پیر و مرشد کی نیاز حضور میں لیکر حاضر ہوا ہوں۔ امیدوار ہوں قبول فرمائیے۔ اگر قبول ہوئی تو زہے قسمت حضرت پیر دستگیر نے ارشاد فرمایا کہ وہ ایک شخص سائل ہمارے ساتھ تھا۔ وہ کہاں ہیں۔ حاضر کیا گیا۔ گھوڑا تو اسے عطا کر دیا گیا اور اختیار خاں کو حکم ہوا کہ جو پوشاک اس دفعہ تیار کرا کر لائے ہو۔ وہ بھی انہیں کے حوالہ کرو۔ اختیار خاں نے تعمیل ارشاد کی۔ پھر ارشاد ہوا کہ اپنے ہتھیار جس قدر ہیں وہ بھی انہیں دیدو۔ اس نے بلا تامل حوالہ کئے پھر حکم دیا کہ وہ تین سو روپیہ جو لائے ہو وہ بھی اسی مرد سائل کو دیدو۔ وہ بھی دیدیا گیا۔ جب سب کچھ مل چکا۔ تو سائل کو مخاطب کرکے فرمایا۔ اب جہاں چاہو۔ خود تو نوکری کرو۔ اور یہ روپیہ اپنے عیال و اطفال کیلئے پہنچا دو۔ دو سوار درویشوں کو حکم ہوا کہ دو کس ان کے ساتھ جائیں۔ اور اس جنگل سے بحفاظت باہر نکال دیں۔ آگے پھر جانیں ان کا کام۔ چونکہ راستہ خوفناک ہے۔ ڈاکے دلکے بہت پڑتے ہیں۔ مبادا کوئی راستہ میں گھیرے اور لوٹ لے۔ کوئی ساتھ ہوگا۔ تو مزاحم نہ ہوگا۔ اور نہایت خوشی کے ساتھ اس شخص کو وداع کیا۔ وہ خوش خوش روانہ ہو گیا۔ الحمد للہ علی ذالک

سائل آئے تو امیر بنکر جائے

ایک شخص جو شریف النسل اور غریب تھے۔ حضرت کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور اپنی مفلسی و قلاشی کی شکایت کی۔ ارشاد ہوا کہ اس وقت تو میرے پاس کچھ موجود نہیں ہے۔ اگر چندے صبر و توقف کریں۔ امید ہے حق تعالیٰ تمہاری قسمت کا جو کچھ ہوگا۔ یہاں بھیجدے گا۔ شخص امیدوار حضرت کی خدمت مبارک میں حاضر رہا۔ کیا سے امیدواری میں چند یوم گذر گئے تھے۔ اس اثناء میں حضرت پیر دستگیر نے دہلی یا پانی پت تشریف لیجانے کا ارادہ کیا اور سائل سے ارشاد ہوا کہ بہتر ہے تم بھی ہمارے ساتھ چلو یہاں تنہا کیا کرو گے۔ چنانچہ روانہ ہوئے۔ جب حضرت کی سواری متصل امین کھیڑہ پہنچی ہے۔ شاہ جہان محمد فرخ سیر بادشاہ دہلی نے ایک راس گھوڑا مع مرصع ساز و سامان دیار جامہ وغیرہ اور خلعت ہفت پارچہ اور چند ہزار روپیہ نقد نذر آنحضرت بھیجے تھے۔ اثناء راہ میں مل گئے۔ میاں کرم علی نے آگے بڑھکر عرض اور وہ سب سامان تفصیل وار بتلایا کہ یہ سب کچھ حضرت بادشاہ سے حضرت کا نذرانہ آیا ہے۔ ایلچی لایا ہے۔ جو قدمبوسی چاہتا ہے۔ حکم ہوا پہلے اس شخص سائل کو بلاؤ۔ جو ایک عرصہ سے اسی امید میں بیٹھا اور جو اس سفر میں ساتھ ہے۔ چنانچہ وہ شخص حاضر ہوا فرمایا پہلے اس خلعت کو زیب تن کرو۔ میں دیکھوں تمہارے وجود پر موزوں ہے یا نہیں۔ جونہی اس نے پہنا ایسا موزوں آیا گویا اسی کے کپڑوں پر قطع

ہوئی تھی۔ گھوڑا اور زرکار و مرصع سامان بنا بنایا اسی کے حوالے کئے جانے کو حکم دیدیا گیا۔ ایک ہزار روپیہ نقد بھی اسی مرد سائل کے حوالے ہو گیا۔ جب یہ سب کچھ ہو چکا تو حکم ہوا کہ لو جی پوشاک نہایت اعلیٰ آپ کے پہننے کو موجود ہے۔ گھوڑا سواری کیلئے اللہ پاک نے بھیجدیا۔ مصارف خانگی عیال و اطفال کیلئے نقد روپیہ خدا نے بہم پہنچا دیا ہے۔ ضروریات سے بالکل فارغ ہو۔ خرچ اخراجات کی کوئی تنگی باقی نہیں رہی۔ اب دلجمعی تمام سے اپنے روزگار نوکری وغیرہ میں سرگرمی سے لگ جاؤ۔ اور خوب اپنی خدمات کو انجام دو۔ آخر یہ آداب بجالایا۔ اور رخصت ہو کر راہی منزل مقصود ہوا۔ اب رہا دو روپیہ۔ ایک ہزار تو ابھی ابھی اس سائل کو دیدیا گیا۔ باقی پانچ ہزار رہا۔ کچھ تو انبیٹھہ شریف و گنگوہ شریف کو بھیجدیا گیا۔ اور جو بچا۔ وہ مستحقین و سائلوں کو اسیوقت وہیں کھڑے کھڑے دیدیا گیا اور انبیٹھہ و گنگوہ کو جو روپیہ لے کر روانہ ہوئے تھے۔ انہیں ہدایت ہوئی کہ مستحق محتاج مسکین و درویشوں ضرورتمندوں کو تقسیم کر دیا جائے۔ کہ کوئی گھڑی اس روپے کی مدد سے بآرام بسر کر لیں الحمد للہ علی ذالک

ایک ضعیفہ سیدہ کی دستگیری اور سرور عالم صلعم کی خوشنودی

یہ قصہ اور واقعہ صادقہ زبانی میاں شرف علی ساکن بھٹسکہ شریف ہے کہ ایک روز حضرت پیر دستگیر ایک درخت کے نیچے ایک تخت پر استراحت فرماتے اور لوٹ لگاتے تھے۔ اکثر یاران و درویشان نیچے تخت سے بیٹھے ہوئے کچھ ذکر اذکار میں مصروف تھے۔ کہ ایک ضعیفہ سیدہ حضرت کی خدمت میں پہنچ گئیں اور عرض کیا کہ ایک عاجزہ جوان بیٹی کی ماں ہوں جو سنہ بلوغ کو پہنچ گئی ہے۔ شادی کے قابل ہے۔ یہ کار خیر سنت ہے اس کار خیر کو سرانجام دینے کیلئے بوجہ بے استطاعتی و بے بضاعتی طاقت نہیں ہے کہ رسم کو ادا کر سکوں محال معلوم ہوتا ہے کہ اس کام کا نام لوں۔ کوئی صورت سرانجامی کی دکھائی نہ دی۔ تو لاچار آپکے دروازے پر آئی ہوں۔ اگر آپ عند اللہ کچھ امداد فرمائیں تو خداوند عالم آپکو اجر عظیم بخشیگا۔ میرا کام ہو جائے گا اور وہ عاجزہ اپنے گھر پہنچ جائے گی۔ جیسے ایک بار گراں سے سبکدوشی حاصل ہو گی۔ میاں کرم علی درویش کو حکم ہوا کہ پچاس روپے بطور قرضہ اینجانب کے نام پر لا کر ان ضعیفہ کو دیدیں۔ بہ تعمیل ارشاد میاں کرم علی مبلغ مذکور لے آئے۔ ارشاد ہوا اس بڑھیا کی گود میں ڈال دو۔ اور حضرت پیر دستگیر نے اسی سے فرمایا کہ پانچ روپے کی تو شکر منگا لینا۔ دس روپے کے چاول خرید لینا۔ اور پانچ ہی روپے کا گھی منگا لو۔ اور پانچ روپے بالائی خرچ کو رکھ لینا دس روپیہ کا معمولی ساز یور بنوالو۔ اور پندرہ روپے خرچ کر اس بچی کی پوشاک بنا دو۔ چلو خدا نے سب کام کر دیئے شادی ہو گئی۔ خدا کارساز ہے تمہارا کام تو ہو گیا

چنانچہ ضعیفہ یہ سمجھ سمجھا کر روپے سنبھال اپنے گھر کو روانہ ہوئی۔ جب وہ رخصت ہو کر چند قدم جا چکی تھی حضرت نے دریافت فرمایا وہ سیدہ گئیں۔ عرض کیا کہ بہت نزدیک ابھی جا رہی ہیں۔ حکم ہوا انہیں بلا لو۔ چنانچہ واپس بلا لیا گیا۔ حضرت پیر دستگیر نے میاں کرم علی سے ارشاد کیا کہ پچاس روپیہ اور بطور قرض ہمارے نام پر لاکر انہیں دیدو۔ ان شاء اللہ جلد ہی ادا کر دیئے جائیں گے۔ میاں کرم علی نے اور پچاس روپے لاکر پیش کئے۔ حضرت نے وہ بھی اسی ضعیفہ کو دیدیئے۔ اب اس ضعیفہ کو ایک سو روپیہ کے مصارف سمجھا دیئے گئے۔ اور رخصت کر دیا گیا۔ جب ضعیفہ جا چکی۔ ابھی دس قدم گئی ہوگی۔ اسے پھر راستہ میں ہی روک کر لوٹا لیا گیا۔ میاں کرم علی کو حکم دیا کہ سو روپیہ اور قرض لاؤ۔ میاں کرم علی نے فوراً تعمیل ارشاد کی۔ اور سو روپیہ قرض اور لے آئے۔ جب یہ سو روپیہ اور حضرت کی نظر اشرف میں پیش کیا گیا۔ اسی ضعیفہ کو حکم دیا گیا یہ بھی تم ہی اٹھا لو۔ اور سمجھا دیا گیا کہ اب اس قدر روپیہ تمہارے پاس ہو گیا۔ یوں اسے خرچ کرنا۔ ہر چیز پر بقدر ضرورت اضافہ کر کے سمجھا دیا۔ اور خوب اس کے ذہن نشین تمام امداد ضروری کر دیئے گئے اور تمام ضروریات عروسی بتلا دی گئیں۔ جب وہ بڑھیا رخصت ہو کر تھوڑی سی دور گئی تھی کہ حضرت نے پھر اسی کو یاد فرمایا۔ بڑھیا حاضر ہوئی۔ میاں کرم علی سے حضرت نے ارشاد فرمایا کہ دوسو انہیں پہلے دیا جا چکا تین سو روپیہ اور بطور قرضہ لاؤ اور انہیں دو۔ کل پانسو روپیہ جو قرضہ ہمارے سر پر ہو گیا ہے۔ ان شاء اللہ جلد ادا کر دیا جائے گا۔ وہ مسبب الاسباب سبب پیدا کرے گا۔ اور فوراً ادا ہو جائے گا۔ روپیہ جب آ گیا تو پانسو ہی انہی بڑھیا کے چادر کے کونے میں باندھ دیا۔ اور اس کے خرچ کا حساب سامان عروسی۔ زیور، طعام وغیرہ کا جدا جدا اپنی ہی زبان مبارک سے تفصیلوار اسے پھر سمجھایا۔ کیونکہ روپیہ تو ہر موقعہ زیادہ کر دیا جاتا تھا۔ ہر موقعہ سمجھانا پڑتا تھا مگر ایسے فرمایا کہ کوئی کسر باقی نہیں رہی۔ اب سامان شادی نہایت فراغت سے سرانجام ہو جائے گا۔ اور شادی بوجہ احسن ہو جائے گی عزت و حرمت سے سب کام طے ہوں گے۔

جب وہ ضعیفہ جا چکی تو بعضے ارباب مزاج دان یاروں نے حضرت سے بار بار واپسی و رقم میں زیادتی کا سبب دریافت کیا۔ تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اس معاملہ میں اس فقیر کی ساخت پرداخت مطلق نہیں تھی پہلی دفعہ پچاس ہی روپے انعام کا حکم تھا۔ پھر سو کا ہوا۔ پھر دو سو کا۔ علیٰ ہذا بڑھتے بڑھتے یہاں تک نوبت پہنچی۔ بندہ صرف تعمیل کرنے والا تھا۔ جو حکم ہوتا رہا اسکی تعمیل ہوتی رہی۔

بات ہو چکی اور موقعہ ٹل گیا۔ حضرت خواب راحت میں آرام فرمانے لگے۔ بہت سی معتبر زبانیں اس امر کی تصدیق کرتی ہیں کہ جب حضرت پیر دستگیر سو گئے۔ حضرت سرور عالم جناب رسول مقبول سید المرسلین و خاتم النبین نے خواب کے اندر آپ کو خطاب کیا۔ اے میرے فرزند ارجمند جس طرح سے تو نے عزت و حرمت اس سیدہ بنت حرمت مند

ضعیفہ کی کی۔ اور رعایت و مروّت سے پیش آئے۔ حق تعالیٰ رب العالمین اس سے زیادہ تیری عزت و حرمت بڑھائے گا۔ الحمد للہ علی ذالک

میں تو اللہ کے حکم کا غلام ہوں

سید قنبر علی کی زبانی نقل ہے کہ جو سادات عظام کھیڑی میں سے تھے۔ کہ ایک دفعہ میں زیارت پر برکت حضرت پیر دستگیر کے لئے گیا تھا۔ سادات عظام کھیڑی کے چالیس دوسرے اصحاب میرے ہمراہ تھے۔ جب میں نے قدمبوسی حاصل کی۔ میاں کرم علی درویش کو حکم ہوا کہ ہر ایک سید کو دس روپے فی کس کے حساب سے دیدیں اور ان سب میں سے ایک کو دو روپے۔ میاں کرم علی نے جیسے حکم ہوا تھا دس دس روپے سب کو اور دو روپے ایک کو جس کو اشارہ ہوا تھا۔ دیدئیے۔ اس واقعہ کو ابھی ایک لحظہ نہ گذرا تھا کہ ارشاد فرمایا۔ اور ایک شخص کیطرف اشارہ بھی کیا کہ اس شخص کے پاس دس روپے کل ہیں۔ آٹھ اس سے واپس لیلو۔ اور دو روپے اسکے پاس رہنے دو۔ اور جیسے پہلے دو ہی روپے دئیے گئے تھے۔ یہ آٹھ روپے اسے اور دیدو۔ حکم ہونے کی دیر تھی تعمیل کردی گئی۔ بعض مزاج رس بزرگ بول اٹھے کہ یہ حرکت کسی حکمت سے خالی ہرگز نہ ہوگی۔ کوئی بات ضرور ہے۔ حضرت پیر دستگیر میرانجیو نے فرمایا کہ چالیس کس کو امرِ الٰہی کے مطابق دس دس روپے دلوادئیے۔ اور ایک شخص کو بھی حسب الحکم جل شانہٗ دو روپے بخشے۔ تھوڑی دیر میں دوسری دفعہ یہ حکم ہوا کہ فلاں شخص اس قابل نہیں ہے کہ اسے دس روپے عنایت کئے جاویں۔ وہ اتنی بڑی رحمت کا مستحق نہیں اس کے پاس صرف دو روپے چھوڑ دئیے جاویں۔ آٹھ روپے اس سے واپس لیئے جاویں۔ جس شخص کو صرف دو روپے دئیے گئے تھے۔ اس کا حق فایق ہے۔ وہ پہلے سے غالب ہے۔ لہٰذا آٹھ روپے اس سے واپس لئے جاکر اسے دئیے جاویں۔ میں امرِ الٰہی بجالایا۔ اور اس کے حکم کی تعمیل کی جو سب سے مقدم اور سب سے افضل و اعلیٰ ہے۔ اس امر میں میں نے اپنی طرف سے کچھ اختراع نہیں کیا۔ میں تابع ہوں اس کے حکم اقدس اور امرِ پاک کا۔ میری طاقت نہیں کہ خلاف امرِ حق کچھ بھی ظہور میں آئے۔ میاں قنبر علی کا قول ہے کہ یہ واقعہ میری آنکھوں دیکھا ہے۔ الحمد للہ علی ذالک

بذل و ایثار

شیخ سراج الدین بہرہ ساکن گجرات جو مریدان پیشوائے عارفان شاہ قیام الدین گجراتی قدس سرہٗ میں سے تھے۔ یہ نقل انکی زبانی ہے کہ بعد وفات اپنے مرشد کے میرے دل کے اندر شوق یادِ الٰہی کا اس قدر غلبہ ہوا کہ میں اپنے آپے سے باہر تھا۔ میں نے چاہا کہ کسی درویش کامل کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں۔ لباس کی

زینت بدل ڈالوں۔ اور فقیری اختیار کرلوں۔ اس بات کی تلاش میں میں نے بہت تگ ودو کر ماری۔ بیشمار
تردد و تلاش میں گجرات سے نکل کھڑا ہوا۔ اور سفر کرتا ہوا منزل بمنزل شاہجہان آباد پہنچ گیا اور وہاں سے
اس خاندان کا پتہ لگ گیا۔ چنانچہ جوئندہ یابندہ قصبہ پانی پت میں بجناب فیض مآب حضرت پیر دستگیر
میرا پہنچو پہنچ گیا۔ اور شرف اندوز بلازمت ہوا۔ جب میں مرید ہونے لگا ہوں سے پہلے اپنے دل میں سوچا
کہ تین لاکھ روپیہ بنیاز حضرت مرشد شاہ قیام الدین قدس سرہٗ پیش کی تھی۔ اور اب جبکہ تارک الدنیا
ہوتا ہوں لباس رنگین کرنے والا ہوں۔ اس وقت تو لازم آتا ہے کہ پہلے سے زاید نذر و نیاز پیش کروں
چنانچہ چار لاکھ کی ہنڈی خوان ہائے شیرینی کے اوپر رکھ کر حضرت پیر دستگیر کی نذر اشرف میں پیش
کردی گئی۔ حضرت کے باریافتگان نے حضرت کی حضور میں یہ خبر عرض کی کہ شیخ سراج الدین بہرہ
چار لاکھ روپیہ خوانہائے شیرینی کے اوپر رکھ کر حضرت کی نیاز لایا ہے۔ اس کا ارادہ ہے کہ حضرت
کی غلامی کا فخر حاصل کرے۔ اور مرید اس خاندان کا ہو جائے۔ اور حضرت کی ذات بابرکات سے کچھ فائدہ
اٹھائے۔ ترک لباس وغیرہ پر بھی آمادہ ہے۔ حضرت پیر دستگیر نے مجھے ارشاد فرمایا کہ اے سراج الدین
زر یعنی روپیہ تو کسی کام میں نہیں آتا۔ ہمارے مذہب کا طریقہ یہ ہے۔ ترک الطمع والمنع والجمع
میں خود تو کوئی طمع نہیں رکھتا۔ اور جو کچھ میرے پاس آجاتا ہے۔ اسے جمع کرکے رکھتا نہیں چاہئے کہ
یہ روپیہ بدروازہ دروازہ خانقاہ شیخ جلال الدین پانی پتی قدس اللہ سرہ پر درویشوں مسکینوں
کے ایثار کے کام میں لگا دیا جاوے۔ اپنے پاس اس میں سے کچھ نہ رکھا جاوے۔ ہاں اس میں سے بارہ ہزار
روپے کے خرچ سے نہایت نفیس کھانا پکوا کر تاقدسہ الارواح طریقت و شریعت و پیشوایان سبیل طریقت حضرت
خواجہ معین الدین حسن چشتی۔ اور شیخ عبدالقادر محی الدین جیلانی قدس اللہ سرہ کرکے درویشوں مسکینوں
اور محتاجوں کو خوب کھانا کھلایا جائے۔ شیخ سراج الدین نے حسب الحکم مبالغ مذکور لے گئے۔ اور تمام روپیہ
بذل و ایثار درویشان حضرت شیخ جلال الدین قدس سرہ میں صرف کردیا۔ اور بارہ ہزار روپیہ حسب الارشاد
کھانے کیلئے جو درگاہ اجمیر شریف کیلئے تجویز فرمایا تھا۔ باقی چھوڑ گئے۔ درگاہ حضرت جلال الدین پر سے
تب واپس آئے جب روپیہ سے ہاتھ جھاڑ کر محض خالی ہوچکے تھے۔ گویا سب کا سب صرف و ایثار کردیا
تھا۔ حضرت پیر دستگیر کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ حضرت کے ارشاد کی تعمیل پوری کردی گئی
حضرت نے فرمایا کہ لوازمہ علائق دنیاوی سے اور اب تیرے پاس کیا کچھ ہے۔ شیخ جیو نے عرض کیا کہ حضرت
چار بیٹے جوان اور بارہ گھوڑے عراقی اور چار منزل رتھ اور میرے پاس باقی ہیں۔ فرمایا کہ ایک ایک رتھ
چاروں بیٹوں کو دیدو۔ باقی رہے گھوڑے تین تین ایک ایک کے حوالے کرکے یہ جھگڑا بھی چکا دو۔

اور خود بالکل دنیا کے تعلقات سے الگ ہوکر خاطر جمع کر دو۔ اور پھر میرے پاس آجاؤ۔ شیخ جی نے سنتے ہی جیسا ارشاد ہوا تھا۔ جب یہ بالکل فراغت پاکر آئے تو اس مجلس میں جس میں
بجنسہ ویسا ہی کیا۔ جیسا ارشاد ہوا تھا۔ جب یہ بالکل فراغت پاکر آئے۔ تو اس مجلس میں جس میں
لطف اللہ خاں۔ دل دلیر خاں و روشن الدولہ ایسے رئیس و امراء شامل تھے۔ تبدیل لباس داخل
ہوجانے کا حکم ہوا۔ اور حکم ہوا کہ فی الحال ایک منزل پیدل اپنے پاس سے دیجا دے۔ کیونکہ طفولیت بچپن
سے سواری پر آنے جانے کے عادی ہو۔ پیدل کبھی چلے نہیں۔ پیادہ پا آنے میں کسل و تکان ہوگا۔ اور
تکلف پریشان کرے گی۔ اور آہستہ آہستہ بتدریج گاہے گاہے پیادہ پا آجایا کریں تاکہ عادت ہو۔ چنانچہ
یک دفعہ سواری پر گئے۔ دوسری دفعہ پیدل چلے گئے۔ اس طریقے سے تکان تم پر غالب نہ آوے گی۔ جب پھر دو
ایام عادی ہوجائے گے۔ تب اس پیدل کو بھی موقوف کر دینا۔ یاد الٰہی۔ اذکار و اشغال میں سے جو کچھ ان کو
مناسب حال دیکھا۔ شیخ جیو کو میرانجیو نے تعلیم کر دیا۔ مدت ایکسال کامل شیخ جیو حضرت پیر دستگیر کی خدمت
مبارک میں برابر حاضر رہے۔ جب ایک سال گذر چکا۔ اپنے وطن مالوفہ گجرات کو رخصت ہوئے۔ تھوڑے دن
گجرات گئے ہوئے گذرے تھے کہ حضرت پیر دستگیر حضرت میرانجیو کی رحلت کی خبر شیخ جی کے کانوں نے سنی
یہ واقعہ ہے کہ جہان شیخ جی کی نظروں میں تاریک ہوگیا۔ شوق زیارت مرقد مبارک حضرت پیر دستگیر
میرانجیو کا نہایت غالب آیا۔ شوق زیارت میں اپنے وطن سے نکل بھاگے۔ وہاں سے شاہجہان آباد پہنچے
شاہجہان آباد سے دایرہ شریف اور پھر گھر دام شریف آئے۔ نہایت سخت بیتابیاں ان سے ظاہر ہوتی تھیں
بالآخر صبر و سکوت اختیار کیا۔ نذر نیاز قبر مبارک پر دے دلاکر پھر دہلی واپس گئے۔
نواب روشن الدولہ و نواب مہر اللہ نے ان کا ذکر و اذکار بادشاہ کی حضور میں کیا۔ بادشاہ ان کے
مشتاق مالالیطاق ہوئے۔ اور اپنی حضور میں طلب فرمایا۔ جب یہ بارگاہ سلطانی میں حاضر ہوئے بارہ ہزار
روپیہ اور ایک گھوڑا عراقی انہیں بخشا۔ شیخ جی بولے۔ یہ روپیہ اور گھوڑا میرے کس کام کا ہے۔ مجھے اس کی
مطلق ضرورت نہیں۔ کسی اور ضرورت مند کو عنایت فرمائیگا۔ غرض گھوڑا اور روپیہ نواب روشن الدولہ
کے پاس چھوڑا۔ اور نواب صاحب نے اپنے توشہ خانے میں روپیہ اور اصطبل میں گھوڑا رہنے دیا۔ شیخ نے
جب گجرات جانے کا ارادہ کیا تو پہلے زیارت آفتاب سپہر ولایت حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ العزیز سے
بہرہ اندوز ہولیں۔ پھر گھر جائیں گے۔ جب یہ احوال نواب روشن الدولہ پر ظاہر کیا تو نواب نے ایک
شامیانہ اور بارہ ہزار روپیہ نقد اپنی طرف سے اور ایک مرصع شامیانہ اور چند ہزار روپیہ نقد بادشاہ کی طرف سے
بطور نیاز حضرت موصوف شیخ جیو کے سپرد کر دیا۔ اور وہ گھوڑا اور روپیہ جو شیخ جیو کو بادشاہ
کی طرف سے عطا ہوا تھا۔ وہ بھی حوالے کیا۔ شیخ درگاہ شریف پر وارد ہوئے۔ حضرت شاہ لطف اللہ صاحب

قول۔ ہے کہ یہ فقیر اسیر نفس شریر کاتب التحریر بھی ان ایام میں شیخ جیو کے ہمراہ تھا۔ جب وہ حضرت خواجہ بزرگ کی زیارت کیلئے تشریف لیگئے تھے۔ اور زیارت آں ہادی روشن ضمیر سے سعادت دارین حاصل کی تھی۔ شیخ نے غلاف شامیانے اور نقد جو کچھ نواب و بادشاہ کیطرف سے نذر نیاز کے لیے ان کیساتھ بھیجا تھا۔ نذر گذار چکے۔ اور بارہ ہزار روپیہ وہ بھی جو بادشاہ کیطرف سے ان کو ملا تھا۔ اور گھوڑا وغیرہ سب کچھ درویشان درگاہ کو دلا دئے۔ چکے تو فرمانے لگے۔ یہ جو کچھ میں نے نیاز میں پیش کیا۔ اس کا ثواب انہیں لوگوں کا حق ہے۔ جنہوں نے بھیجا تھا۔ میں تو ایک قاصد ہوں۔ جس نے یہاں تک پہنچا دیا۔ مجھے کیا ملا کچھ بھی نہیں میں کسی ثواب کا حقدار نہیں ہو سکتا۔ اس فقیر کو اس سفر و آمد و رفت کیا حاصل ہوا کچھ نہیں بارہ ہزار روپیہ پھر اپنی طرف سے درویشان۔ خادمان۔ ساکنان خانقاہ موصوف کو دیا۔ تب اپنے وطن گجرات کو روانہ ہوئے۔ شاہ لطف اللہ صاحب کا مقولہ ہے کہ شیخ صاحب بڑے پایہ کے بزرگ اور خاصان خدا میں شامل و شمار کیے جانے لگے تھے۔ الحمد للہ علی ذالک

حضرت پیر انجیو کی سیر چشمی

ایک روز حضرت پیر دستگیر قصبہ پانی پت میں تشریف رکھتے تھے۔ ایک قاصد عبد اللہ خاں و حسین علی خاں کا معہ وہاں پہنچا۔ اس کے پاس ایک عرضداشت بھی تھی۔ جسمیں لکھا تھا کہ ستائیس ہزار روپیہ حضرت کے نذرانے کے طور پر ارسال خدمت اقدس ہے۔ قبول فرمایا جاوے۔

میاں کرم علی نے عرض کیا کہ غریب نواز ایک قاصد عبد اللہ خاں و حسین علی خاں کا حاضر آیا ہے چنانچہ قاصد حاضر کیا گیا۔ جب قاصد سعادت قدمبوسی سے فارغ ہوا۔ تو اس نے عرض کیا کہ عبد اللہ خاں و حسین علیخاں تمنائے آستانہ بوسی حضرت رکھتے ہیں۔ فی الحال بصد عجز و نیاز عرض کیا ہے اور بذریعہ عرضداشت تحریری بھی التماس کی ہے کہ حضرت والا کی خدمت باسعادت میں مبلغ ستائیس ہزار روپیہ بطور ایک ناچیز نذرانہ پیش کیا جاتا ہے۔ اسے قبول فرما کر ہماری عزت بڑھائی جائے۔ ستبدے بھی شرف ملازمت کی تمنا رکھتے ہیں۔ اجازت حاضری فرمائی جاوے۔ حضرت پیر دستگیر نے پائے مبارک کو دراز فرمایا کہ قاصد کی ہوس پوری ہو۔ ثواب کی دولت سے یہ بھی خالی نہ جائے۔ ورنہ حضرت کا دستور تھا کہ اگر کوئی پا بوسی کی غرض سے ہاتھ بڑھاتا۔ تو فوراً اپنے پھیلے ہوئے پائے مبارک بھی اکھٹے کر لیتے۔ اور ہاتھ آگے بڑھاتے تاکہ مصافحہ کی سنت ادا کر دیجائے۔ ہرگز کسی شخص کو پائے مبارک کے بوسہ کا موقعہ نہیں دیتے تھے مگر جب قاصد نے پائے مبارک کو بوسہ دیا تو کچھ پرواہ نہ کی۔ جب اسنے عرضداشت پیش کی اور حال روپیہ بیان کیا تو ممبر لئے ہوئے پیچھے کھڑے تھے نظر سے گذر لئے تو حکم دیا کہ میری بلا سے بہشت روپیہ کو لے جاؤ

خود بدولت ایک تخت پر علیحدہ تھے۔ چنانچہ پشت کیجانب اس روپیہ کا انبار کیا گیا۔ اور حمال۔ قاصد وغیرہ سب اسی طرف جمع تھے۔ جدھر کا روپیہ کا ڈھیر تھا۔ جسوقت یہ واقعہ ہو رہا تھا۔ اسوقت میاں محمد عاشق فرزندان شاہ جلال عبدالرحمٰن پانی پتی سے وہیں حاضر و موجود تھے۔ پیر دستگیر نے ارشاد فرمایا۔ میاں محمد عاشق جیو اس روپیہ سے جو ابھی آیا ہے۔ دس ہزار روپے میں نے بطور امانت میں نے آپ کی سپرد کیا آپ پر واجب ہوگا کہ ادنیٰ ہو یا اعلیٰ کوئی لڑکی نا کتخدا ہو۔ مگر ہو بے استعداد اور نادار۔ علی قدر حال بفرض اگر اس قابل ہے کہ پچاس روپے کے صرفہ سے اسکی شادی ہو جائیگی۔ تو پنجاہ روپے اسکو سو روپیہ۔ دو سو روپیہ۔ تین سو۔ چار سو۔ اور پانسو روپے جس طرح اور جس حیثیت کا مستحق پاؤ اس کے مصارف شادی کیلئے اسے دیدو۔ یا اس کے گھر پہنچا دو۔ تاکہ جو بیٹیاں اور بچیاں کم استطاعتی بے زری کیوجہ سے بوجہ لاچاری بالغہ ہو کر شادی سے محروم ہیں۔ ان کے وارث اپنے فرائض اور اپنی بیٹیوں کے حقوق ادا کر کے خیر سے سرخروئی حاصل کریں۔ اور اگر شرفا مرد بچہ یا سے کسی کو بے استطاعت دیکھیں۔ ایسے لوگوں کے مائحتاج میں آپ اس روپے میں سے صرف کر سکتے ہیں۔ ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ اس امر میں اور اس امانت کے اندر کسی قسم کی خیانت وقوع میں آئے۔ آپ خوب یاد رکھیں کہ بحالت خلاف ورزی آخرت میں مواخذہ آپ کے ذمہ رہیگا ؀

اس کے بعد مولوی غلام حسین پورلی کیطرف مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا۔ کہ دس ہزار روپیہ بطور امانت میں نے آپکے حوالے کیا ہے۔ مولوی جیو آپ پر فرض ہوگا کہ اس روپے کو مسجدوں۔ بزرگوں کی خانقاہوں میں۔ زاہدوں۔ طالب علموں۔ عابدوں مستحقوں کو دیں۔ مگر ساتھ ہی یہ دیکھنا لازمی ہوگا کہ ان کا استحقاق کس قدر ہے۔ کتنا روپیہ اسے دینا چاہئے خبردار اس میں ہرگز خیانت کو دخل نہ دیویں۔ آخرت کی باز پرس کو مدنظر رکھ لینا ؀ بیس ہزار کا تو یوں فیصلہ ہو چکا۔ رہا سات ہزار اس سات ہزار روپیہ کو انبیٹھ شریف بخدمت صاحبزادۂ والاقدر میاں محمد باقر جیو بھیجدیا گیا۔ اور التماس کیگئی کہ ہر ایک گوشہ نشین۔ بیوہ عورتیں مسکینوں اس قسم کے مستحقوں کو بقدر مناسب و ضرورت تقسیم فرما دیں۔ غرض تمام روپیہ اسی دن اسیوقت تقسیم کر کے اٹھوا دیا گیا۔ جب تک روپیہ آپکی پشت مبارک کے پیچھے پڑا رہا۔ آپ اسی پہلو پر بدستور پڑے رہے۔ کروٹ تک نہیں بدلی۔ برابر روپیہ کیطرف سے منہ پھیرے ہوئے تخت پر لیٹے رہے۔ جب تک کہ جمع و خرچ برابر نہ ہو لیا۔ اور شکر پروردگار ادا نہ کر لیا۔ الحمد للہ علی ذالک

نذرانہ ہو۔ نیاز ہو۔ راہ مولیٰ پر قربان

ایک روز سادات عظام قصبہ سہارنپور پہنچگئے اور حضرت کیخدمت مبارک میں حاضر ہوئے۔

سید زادیوں کی طرف سے پانچ روپے نقد۔ کسی کی طرف سے دو روپیہ نقد۔ اسی طرح متفرق اناميوں سے اور متعدد بیبیوں کی طرف سے قریباً ایکسو پچیس روپے کے نقد بطور نیاز پیش ہوئے۔ ایسے ہی بہت سی مٹھائی تھی۔ جو بہت سے گھروں نے بھیجی گئی تھی۔ اس کے علاوہ بہت سے تھان پارچہ باریک جو سید زادیوں نے باوضو ہو کر کاتا بُنا تھا۔ اور باوضو ہو کر تیار کرایا تھا۔ تب اُسے منگوایا تھا۔ اشتیاق و محبت و مروت و عقیدت کیساتھ اپنے پیر کی خدمت بابرکت میں نذر کے طریقے پر پیش کیا تھا۔ کیا ہمارے پیر و مرشد اس پارچہ کی کوئی پوشاک یا پیراہن تیار کرائیں گے۔ اور خود پہنیں گے۔ یہ تھان بھی وہ لوگ اپنے ہمراہ لائے تھے۔ جو حضرت پیر دستگیر کی خدمت میں پیش ہوئے۔ نیز شکر سفید بقدر ایک من دس سیر بھی ان اشیاء مذکورہ میں شامل تھی۔ اور فرستندہ نے پیغام بھیجا تھا کہ عرض کر دیا جائے کہ جبتک حضرت پیر دستگیر نوش نہ فرمائیں گے۔ اس شکر تری میں سے میں چکھنا نہیں چاہتا۔ نماز شام کا وقت بہت قریب بلکہ تنگ ہونیوالا تھا۔ حضرت پیر دستگیر فرمانے لگے کہ سر دست یہ تمام نقد و جنس باندھ کر ایک جگہ رکھدیا جائے جیسی قسمت کا ہوگا۔ اسے پہنچ رہیگا۔

اور معمول ایسا تھا کہ سفر ہو خواہ مقام ہمیشہ اور ہر جگہ دروازہ ۱۲ بجے شب تک برابر کھلا رہا کرتا تھا۔ خواہ کوئی ہو۔ مگر سائل آجاتا۔ مگر اس وقت مقررہ تک کوئی خالی نہیں جاتا تھا۔ نقد ہو یا جنس۔ روٹی کپڑا جو کچھ میسر یا موجود ہوتا۔ اور کوئی طالب آجاتا اسے دیدیا جاتا۔ حضرت انعام فرمانے میں کسی حالت میں کبھی کسی وقت میں تامل نہیں فرمایا کرتے تھے۔ جس سہارنپور سے نقد و جنس آیا تھا۔ اسیکا ایک شخص سائل وقت مقررہ کے بعد حضرت جب خواب استراحت کیلئے متوجہ ہوئے۔ اسیدم اس سائل نے آکر آواز کیا اے سید پاک میں از بس محتاج ہوں۔ میں اس امید سے اس دروازہ پر آیا ہوں کہ میری ضرورتیں یہاں سے پوری ہوں گی للہ فی اللہ مجھے کچھ مرحمت فرمائیے حضرت میرانجیو نے میاں کرم علی سے دریافت فرمایا کہ کچھ کھانا دانہ ہے؟ میاں کرم علی نے عرض کیا کہ بہت کچھ موجود ہے۔ حضرت کے لنگر میں کیا کمی۔ لیکن یہ قاعدہ تھا کہ یہ الفاظ تب استعمال ہوتے۔ جب کھانا بڑھ جاتا۔ اور لواحق آئے گئے سب کھا چکتے۔ اور کوئی شخص بلا کھائے پیئے نہ رہتا۔ تب حضرت نے پھر سوال کیا۔ کہ کچھ نقد بھی ہے۔ عرض کیا بہت کچھ۔ تب فرمایا کہ تھوڑا بہت غلہ ہی آ تو دیدیا جائے۔ عرض کیا گیا کہ لنگر اس سے بھی معمور ہے حضرت میرانجیو کے قریب ایک پیر محمد نامے درویش بھی موجود تھا۔ جو حمیان برداری کی خدمت پر بھی مامور ہوتا تھا۔ حضرت نے اسیکو حکم دیدیا کہ جاؤ۔ وہ تھیلیاں باندھی رکھی ہیں۔ معہ اس چادر کے جو اس چادر میں بندھی تھان پارچہ وغیرہ کے۔ ایکسو پچیس روپیہ نقد۔ خریطہ شکر تری کا۔ اور تمام اشیاء جو اس چادر میں بندھی رکھی ہیں۔ معہ اس چادر کے ہر ایک شے ایک ایک شمار کر کے روپیہ وغیرہ گن کے اس سائل کو نقد و تھان

مع کل سامان دیدہ و شکر وغیرہ سب دیدیا اور کہتا کہ لو سنبھالو اور لیجاؤ بہتا دکا بال لٹاؤ۔ سائل مذکور نے سب کچھ سنبھالا اور اپنا راستہ لیا۔ اور چلتا پھرتا دکھائی دیا۔ الحمد للہ علی ذالک

ستر ہزار روپیہ آنِ واحد میں راہ للہ

نقل ہے کہ ایک روز نواب روشن الدولہ بمبلغ ستر ہزار روپیہ ساتھ لائے۔ اور حضرت پیر دستگیر میرانجیو سے قدم بوس ہو کر عرض کیا کہ اس روپے کو خانقاہ کی طیاری میں صرف کیا جائے۔ اسلئے ستر ہزار روپیہ اپنے ساتھ لیتا آیا ہوں۔ اگر اور روپے کی ضرورت ہو۔ وہ بھی دیا جا سکتا ہے۔ جب ضرورت ہو منگالیا جائے۔ حضرت نے فرمایا کہ اس روپے کو ایک جگہ جمع کر دو۔ اور آپ آرام کریں۔ صبح پھر کو اس کی تعمیر کیجائے گی معمار وغیرہ بلائے جائیں گے۔ اور پھر عمارت شروع کرنے کا انتظام کیا جائے گا۔ جب نواب صاحب بخوشی تمام رخصت ہو گئے۔ اور اپنے جائے قیام پر جا کر سو گئے۔ حضرت پیر دستگیر نے درویشوں کو بلایا۔ اور وہ روپیہ جو نواب روشن الدولہ طیاری عمارت خانقاہ شریف کیلئے ساتھ لائے تھے۔ گھر گھر۔ بیوہ عورتوں۔ محتاجوں مسکینوں انبالہ کے مستحقوں۔ تھانیسر کے ضرورت مندوں سرہند کے محتاجوں کیلئے سرہند اور مقابر و زیارت گاہان پانی پت کیلئے پانی پت۔ اس کے علاوہ جہاں کہیں پہنچانا مناسب خیال فرمایا۔ نام بنام چلتا کر دیا۔ تمام روپیہ ختم کر دیا ایک حبہ باقی نہ رہنے دیا۔ جب نواب روشن الدولہ بیدار ہوئے۔ اور حضور میرانجیو کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت نے ارشاد فرمایا۔ اے مظفر خاں۔ دیکھا قدرت آفریدگار کو بنائے خانقاہ کی کیسی قبولیت ہوئی۔ کہ اس قدر گوشہ نشینوں۔ درویشوں۔ محتاجوں کے شکستہ دل آپ کے روپے سے مرمت ہو گئے۔ ہم تو فقیر ہیں ہمیں عالیشان عمارتیں کیا زیب دیں گی۔ بڑی بڑی عمارتیں ہمیں کیا کام دیں گی۔ نواب روشن الدولہ نے عرض کیا۔ نہایت مستحسن اور بجا ہوا۔ جو کچھ ہو گیا۔ ابھی تو اور خزانہ حاضر و موجود ہے۔ بہتر ہے وہ بھی ایثار درویشان و محتاجان فرمائیے۔ ارشاد ہوا وہ اپنے وقت پر دیکھا جائے گا۔ ہر چیز اور ہر کام اپنے وقت پر موقوف ہے۔ الحمد للہ علی ذالک

تین لاکھ روپیہ راہ خدا میں بخشش

سید شرف علی کی زبانی نقل ہے کہ حضرت پیر دستگیر دائرہ شریف میں تشریف فرما تھے۔ کہ ایک روز ایک قاصد جو حضرت شاہ دہلی۔ نواب روشن الدولہ و نواب سید عبداللہ خاں کی طرف سے آیا تھا۔ عرضیاں اور تین لاکھ روپے کی ہنڈیاں ساتھ لایا۔ باریابوں نے حضرت پیر دستگیر میرانجیو کی حضور میں جا کر عرض کیا کہ ایک قاصد آیا ہے۔ اور عرضیاں اور اسقدر رقم کی ہنڈیاں لیکر حاضر منتظر اجازت ہے حکم ہو تو حاضر ہو

یا چار فساد ہو۔ تعمیل کی جائے۔ حضرت نے فرمایا کہ مستحقین کے استحقاق و حقوق پر نظر رکھ کر ہر ایک کے حوصلہ و حقوق کے بموجب۔ فقیرات۔ سیدانیات۔ شریف لوگوں۔ نجیب بزرگوں۔ مسکینوں۔ بیواؤں کو تقسیم کر دیا جا۔ کارکنوں نے امر عالی کے بموجب۔ پانی پت۔ رامپور۔ کرنال۔ انبیٹھ۔ گنگوہ۔ زیارات و مساکین کے لئے جدا جدا تقسیم کر کے تمام روپیہ کا فیصلہ کر دیا مگر صبح سے نماز شام تک اس مہم میں مصروف رہے۔ جبھی فارغ ہوئے ایک فہرست درست و مرتب کر نظر اشرف میں گذرانے کیلئے پیش کی گئی۔ حضرت پیر دستگیر نے میاں کریم علی سے دریافت فرمایا کہ کیا کچھ اس روپے میں سے باقی ہے۔ عرض کیا کہ ایک دام یا ایک درم باقی نہیں چھوڑا سب تقسیم کر دیا گیا۔ جگہ جگہ ہنڈیاں جاری کر دی گئیں۔ ارشاد فرمایا کہ اگر اس روپیہ کے سوائے ایک ایک روپیہ موجود ہو تو لاؤ۔ میاں کریم علی نے ایک روپیہ لاکر پیش کیا۔ ارشاد ہوا اس روپے کی شیرینی بازار سے خرید منگاؤ اور ارشاد کی تعمیل کر دی گئی اس شیرینی پر پیران عظام کے نام کی فاتحہ پڑھی گئی۔ اور حکم دیا کہ اسے تقسیم کر دیا جائے۔ اور خود شکریہ خداوند عالم کیلئے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا۔ الٰہی تیرا یہ کس قدر احسان ہے کہ اس فقیر کو دنیاوی مال و جاہ کی مطلق چاہ نہیں۔ اور نہ اس کے متعلق کوئی التجا ہے۔ خداوند اتقاضائے نفس کو اپنی امان میں رکھیو۔ اور ذیل میں درج شدہ دوہرہ بھی اسوقت فرمایا۔ دوہرہ

پھیکا کرنا ہے سو آج کر کسکو ہوتی صباح   آگ لگنتی جو نہیرہ ہو نکسے سو لاہ

شکر بجا لاکر تخت استراحت پر تشریف لیگئے۔ اور استراحت فرمائی۔ الحمد للہ علی ذالک

فصل پنجم

در بیان بے نیازی و بے ریائی آنحضرت رحمۃ اللہ علیہ

ہنگامہ سکھوں سے قبل از وقت اطلاع

زبانی زبدۃ الواصلین، قدوۃ المحققین میاں عبدالرزاق نقل ہے۔ جو مرید تھے حضرت ابوسعید خلیفہ شیخ ابراہیم مرادآبادی قدس سرہٗ کے۔ مگر طلب یاد الٰہی اور اذکار و اشغال کی تعلیم حضرت پیر دستگیر انجیوی سے لیا کرتے تھے۔ عبدالرزاق کا بیان ہے کہ حضرت موصوف شاہ آباد میں تشریف تشریف رکھتے کہ ایک عجیب صورت اور عجیب واقعہ ظہور میں آیا۔ آفتاب سپہر ولایت و بدر فلک ہدایت حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کاکی قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں کہ اے میرے عزیز اور اے میرے فرزند اس ملک پر نظر قریب ہے کہ غلبہ کفار کا ظہور پکڑے اسلئے مناسب ہے کہ آپ میرے پاس آجائیں۔ جب اس واقعہ کا ظہور

یہ گفتگو آپنے مسموع فرمائی۔ فوراً دائرہ شریف میں تشریف لے آئے۔ اپنے صلاح کاروں، یاروں و درویشوں سے حضرت نے فرمایا کہ مجھے ایسا کچھ سنائی دیا ہے۔ اور یوں صورت واقعہ ظہور میں آئی ہے یہاں کفار کا غلبہ ہو جائے گا۔ اور وزیر خاں فوجدار سرہند شہید کر دیا جائے گا۔ اور اپنے درویشوں میں سے بھی ایک درویش شہید ہو جائے گا۔ اور دو شخص درویشوں میں سے زخمی ہوں گے۔ اسلئے بہتر یہ ہے کہ جس کسی کی جہاں جگہ ہے۔ وہاں چلا جائے۔ یا جو مناسب ہو کرے۔ خوب غور کر لو۔ بعد خود بدولت وداع ہو کر عازم دہلی ہوئے اور تکم تقلہ ہوتے ہوئے جہاں آباد رونق افروز ہو گئے۔ حویلی عبدالحق دہلوی قدس سرہٗ میں نزول اجلال فرمایا۔ چھ ماہ برابر دہلی میں ہی قیام فرمایا ہے۔ جب کھول کا ہنگامہ برپا ہوا۔ اور وزیر خاں فوجدار سرہند شہید ہو گئے۔ اور شر و فساد جھگڑے کی خبر اورنگ آباد میں بہادر شاہ بادشاہ دہلی کے پہنچنے لگیں۔ اور خود بادشاہ انکی تادیب و تنبیہ کیلئے عازم جائے فساد ہوئے اور موضع چوپتی میں جو شاہجہان آباد سے قریب یعنی سات کوس کی منزل پر واقع ہے۔ پہنچکر ڈیرہ جما دیا تو حضرت پیر دستگیر کی خدمت میں حافظ محفوظ خاں کو بھیجا جو شیخ الاسلام کے عہدے پر ممتاز تھے۔ چنانچہ موصوف حضرت کی خدمت میں تشریف لائے۔ بارہ ہزار روپیہ نقد اور پچاس تولہ عطر جو نہایت نفیس عجیب و غریب تھا۔ بادشاہ کی طرف سے بطور پیشکش کے ساتھ لائے تھے۔ جو پیش کر دیا۔ زبانی عرض کیا کہ اگر نظر عاطفت و مرحمت اس ضعیف و نحیف پر فرمادیں تو ذرا دربار شاہی تک قدم رنجہ فرمادیں۔ عین الطاف اور موجب نوازش و کرم ہوگا۔ اور اگر ایسا ناممکن ہے تو یہ غریب حضرت کے دولت سرا پہ حاضر ہو کر عرض کرتا ہو کرے گا۔ چنانچہ یہی فیصلہ ہوا کہ جو کچھ ہو جہاں حضرت پیر دستگیر فرد کش ہیں۔ وہیں بات چیت ہو جو عرض معروض یا گذارش ہو وہیں کر لیجائے۔ حضرت نے قاضی جیو کے سامنے یہ عذرات پیش کئے کہ اس فقیر میں دو تین عیب موجود ہیں جسکی وجہ سے فقیر حضرت بادشاہان میں شامل ہونا مناسب نہیں خیال کرتا۔ اول یہ کہ میں اپنے آپکو قابل بادشاہان نہیں سمجھتا کہ ملاقات کر سکوں، ہمیشہ آدمی کو بادشاہوں کی حضور میں جانا کیونکہ زیبا نہیں۔ دوسرے میں دیہاتی آدمی ہوں۔ جنگلوں دائروں اور دیہات میں میری مدام سکونت ہے۔ ہر وقت دیہاتیوں سے میل ملاقات اور بات چیت کرنے کا موقعہ ہوتا ہے۔ مجھے آداب شاہانہ سے مطلق واقفیت نہیں ہے۔ تیسرے یہ کہ ایک قسم کا جنون میرے سر پر سوار ہے۔ اور میرے مزاج پر غالب ہے۔ مجھے شاہ و گدا میں اصلا تمیز نہیں ہے۔ میری نگاہ میں شاہ گدا کا ایک مرتبہ اور ایک رتبہ ہے۔ چہارم درشت گو اور میری زبان کہنے اور نہ کہنے کے موقعہ محل کو نہیں پہچانتی جو شخص ایسے چار عیب ملعنت اپنے آپ میں رکھتا ہو۔ قابل صحبت بادشاہان کیا ذکیونکر ہو سکتا ہے۔ اور وہ بزرگ مشائخ عظام اور درویشان ذوی الاحترام جو بادشاہان عالیمقام

کی خلوت میں رہنے کے عادی ہیں وہ تو مجمع البحرین ہوتے ہیں - اور اگر آپ اصل پوچھیں تو بادشاہوں کو فقیروں - درویشوں سے سوائے اس کے مطلب کیا ہو سکتا ہے کہ ان سے دعا کرائیں - انکی ملاقات سوائے دعا کے اور کسی غرض سے نہیں ہو سکتی - سو دعا تو بلا سنت اور بغیر کسی خوشامد کے کیجا سکتی ہے اور وہ جو آپ فرماتے ہیں کہ بادشاہ سلامت خود بدولت یہاں تشریف لائیں گے - تو اگر ایسا ہوا یہ فقیر یہاں سے اٹھ کہیں اور چلے جانے پر مجبور ہو گا - محفوظ خان نے عرض کیا کہ بادشاہ عالیجاہ کی ذات عالی صفات محدث و عادل واقع ہوئی ہے - متواضع ہیں اور عزم جہاد رکھتے ہیں - ایسے بزرگ سے آپکو واجب ہے کہ ملاقات کریں - یہ باتیں ناپسند خاطر مبارک ہوئیں - تب حضرت نے فرمایا کہ میں فقیر ہوں - مجھے بادشاہوں کی کوئی احتیاج و ضرورت نہیں ہے - کیونکہ میں سید بھی ہوں - درویش بھی ہوں - شیخ الاسلام نے پھر عرض کیا - تب حضرت نے فرمایا کہ میاں تمہارے بادشاہ کی عمر میں کل دو ماہ بیست یوم باقی ہیں - اس قدر تھوڑی مدت اور قلیل فرصت میرا اپنے اوقات کو ضائع کرنا صلاح کا کام نہیں ہے - بہتر ہے وہ اپنی عاقبت کیلئے اس عرصے میں کچھ کر دھرے - آخر الامر محفوظ خان کو ناکام و نامراد رخصت کر دیا گیا حضرت نے نہ خود تشریف لیجانے کو قبول کیا اور نہ اجازت فرمائی کہ بادشاہ در دولت پاک پر قدم رنجہ فرمائیں اس وقت قدوۃ المحققین یگانہ آفاق میاں عبدالرزاق کرمانی بموقعہ ملاقات موجود تھے - جو اس روایت کے راوی ہیں - ان کے سوائے نور حدیقہ تشریف - عابد و زاہد میاں محمد شاہد جو اوائل حال میں منصبدار ذوی الاقتدار تھے، اور بادشاہزادہ رفیع الشان کی رفاقت میں متعین تھے سو ہیں سے ترک علایق ملازمت کر کے اور کیدہ رتبیں دنیاوی چھوڑ کر حضرت پیر دستگیر کی حضور میں بارادہ ارادت حاضر ہوئے تھے اور مدارج اعلٰی حاصل کئے تھے - شاہد حال ہیں -

میاں محمد شاہد جب مرید ہونے آئے تھے - تو شاہزادہ رفیع الشان اور خود بدولت بادشاہ بہادر شاہ نے ایک مکتوب حضرت کی خدمت میں لکھا تھا جسکا مضمون یہ تھا کہ محمد شاہد منصبدار بارادہ ارادت اکتساب کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں، چاہیئے کہ انہیں اپنا مرید و خادم بنا دیں - مگر ترک لباس وغیرہ سے انہیں معذور فرما دیں - اور مرید بنا کر پھر اسی طرف کو روانہ فرما دیں - جب یہ خط حضرت پیر دستگیر کے ملاحظہ اقدس سے گذرا تو آپ نے جواب میں ارقام فرمایا کہ سبحان اللہ بادشاہان سرداران پیشین بزور شمشیر اور تقیدات اور تاکیدوں سے اور کمال کوششوں سے لوگوں کو دلہا اسلام پر لاتے تھے اب ایسا زمانہ اور سرکردگان اسلام میں ایسی کسا د واقع ہوئی ہے - کہ اگر کوئی شخص شریعت محمدی کی طرف رغبت اور یاد الٰہی میں مصروف ہونے کیلئے دنیا سے منہ موڑنا چاہتا ہے - تو اسے اس راستے سے پھیرنے اور منانے

کے لئے سعی بلیغ عمل میں لائی جاتی ہے تا کہ وہ مکدّرات دنیا میں ویسا مکدّر اور آلودہ رہے۔ جب حضرت کا خط بہادر شاہ دہلی کے ملاحظہ سے گذرا تو بادشاہ نے شاہزادہ رفیع الشان پر اعتراض کیا کہ تمہاری وجہ سے ایسا کرنا پڑا تھا۔ مگر محمد شاہ بدعارف کامل ہونے کے ۔

علاوہ بریں محرم اسرارِ خفی و جلی میاں کرم علی۔ عارف کامل میاں شاہ سجاول۔ یار ہمدم میاں نور رنگ ترجمان کشف و رماد سید محمد جواد اور دوسرے تمام یار و احباب جو بجائے خود ہر ایک گل سر سبز گلستان فضل و کمال تھے شہر بوستان عزت و اجلال اس مجلس اور صحبت گفتگو میں شریک حاضر و موجود تھے۔ جسمیں شیخ الاسلام اور حضرت پیر دستگیر جناب میرانجیو کی باہم ملاقات ہوئی۔ بہادر شاہ بادشاہ دہلی کا تذکرہ ہوا اور اصرار و انکار ہوا تھا۔ ان تمام حاضرین نے بکرّات حضرت پیر دستگیر کی خدمت میں عرض کیا کہ اس سے پہلے بادشاہان سلف اولیائے کرام زمانہ کیسا تعصب اور شوخی سے بے ادبیاں اور گستاخیاں کر چکے ہیں۔ اگر حضرت کی وہ باتیں جو شیخ الاسلام کے روبرو بادشاہ کی شان میں کہی گئی ہیں اگرچہ سراسر الہام الٰہی ہیں اور پند و نصایح کے طریقے سے کہی گئی ہیں۔ جب یہ بادشاہ کی حضور میں جائیں ایسا نہ ہو۔ بادشاہ کی طبیعت میں شر و فساد پیدا کریں۔ اور شاہی آئینۂ دل جناب کیطرف سے مکدّر ہو کر ناخوش و مخالف ہو جائے۔ اگر خدانخواستہ ایسا ہو تو موجب خطرۂ عظیم ہوگا۔ مبادا بادشاہ حضرت کی شان میں کچھ بے ادبی یا گستاخی کرے۔ حضرت میرانجیو نے فرمایا کچھ خوف و اندیشہ نہیں ہے۔ یہ باتیں جو میں نے ظاہر میں اور شیخ الاسلام کے روبرو بیان کیں۔ الہام یا خواب یا کشف سے نہیں کیں۔ بلکہ از روئے القائے ربانی زبان پر لایا ہوں۔ (القا اسے کہتے ہیں کہ جو کچھ لوح محفوظ پر لکھا موجود ہوتا ہے اور لطیف و نفیس دلوں میں پایا جاتا ہے۔ زمین و آسمان کو حرکت و لغزش ممکن ہے۔ لیکن القا میں میں کسی قسم کی لغزش آجائے۔ ہرگز ممکن نہیں ہے۔ اور کسی قسم کے کذب کا اس پر گمان قطعی ناممکن ہے) اگر بادشاہ اپنی افواج اور دولت و حشمت کی نسبت کوئی شکوہ یا شکایت کرتا۔ یہ فقیر اس کے دفعیہ کی کوئی تدبیر کر سکتا تھا۔ اگر بہادر شاہ بادشاہ ہے۔ تو میں بھی فقیر ہوں۔ بیان کیا گیا ہے کہ حاضرین وقت نے اسیوقت یہ تمام ماجرا جو اوپر بیان ہوا ہے۔ تمام و کمال صفحۂ قرطاس پر اسیوقت قلمبند کر لیا محفوظ خاں حضرت کی مجلس سے رخصت ہوئے اور اپنے لشکر کیطرف شامل ہو گئے۔ ابھی محفوظ خاں اپنے لشکر میں نہیں پہنچے تھے کہ تمام امور و اذکاران سے پہلے بادشاہ کی سرکار میں پہنچا دئیے گئے۔ جب محفوظ خاں بادشاہ سے گوش گذار کرنے کیلئے حاضر ہوئے۔ تو بادشاہ خود بخود باہر تشریف لائے اور محفوظ خاں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے مرد کہ تجھے میں نے اسلئے درویش کی خدمت میں بھیجا تھا کہ ان سے دعائے خیر کرا دے

نہ اسلیئے کہ اس نے ان کو تمہیں سے ناخوش اور میرے مخالف کر آوے۔ تو ان کو میرے طرف سے بدمزاج اور میرے مخالف کرنے گیا تھا۔ تیرے سے لئے کیا مناسب تھا کہ ایسے اولیائے کامل سے بے معنے بحث مباحثہ درمیان میں لے بیٹھا۔ اور ان کے دل نالی کو رنج پہنچایا۔ وہ ذکر کہ شکایۃً کرنا بہی بہتر ہے۔ یہ سبب تیری بدتدبیری کے باعث ظہور میں آیا۔ اب ہمارے روبرو اپنی قابلیت اور کاردانی کا غرہ کرتا ہے۔ میں بادشاہ وقت ہوں۔ مجھے اس بات کا فخر ہے کہ میرے زمانہ اور میری سلطنت کے اندر ایسے ایسے اکابر قطبیہ زمان اور غوث دوران موجود ہیں جنکی تمام دنیا تعریف کرتی۔ اور جن کے آگے عبودیت کی پیشانی رگڑنے کو عزت و توقیر پاتی ہے۔ ہماری سلطنت کو اگر قیام ہے۔ تو ایسے ہی برتر اور بزرگ تر بزرگوں کے قدوم فیض لزوم کی برکت سے۔ حتیٰ کہ محفوظ خاں دیوان بادشاہی سے باہر نکال دئے گئے تب ان کی جان بچی سخت خبر لیگئی۔ اور تمام مناصب شاہی جو دربار شاہی سے ان کو عطا ہوئے تھے سلب واپس لیلئے گئے۔ جب تک بادشاہ سلامت اس دنیا کے اندر سلامت و موجود رہے۔ محفوظ خاں دربار شاہی پاکبیں اور باریابی سے قطعاً محروم رہے۔ بادشاہ کے سامنے باتک نہیں ہو سکے۔ ایک دو روز کچھ بعد ہی باسم لاہور کیجانب کہیں چلتا کردیا گیا۔ تاکہ اسے خوب تنبیہ و گوشمالی ہو۔ اب رہا حضرت کا وہ ارشاد۔ بادشاہ کی نسبت جسکا ذکر مفصل اوپر آچکا ہے۔ وہ ایام معہودہ کے اندر حرف بحرف بے کم و کاست پورا ہوا۔ اور بادشاہ اس جہان فانی سے عالم جاودانی کو انہیں ایام کے اندر دوڑ گیا۔ اور بہشت بریں میں جا قیام کیا۔ الحمد للہ تعالیٰ ذالک۔

چہار امرائے دربار شاہی کو ہدایت

ایک روز نواب محمد امین خاں۔ ارادت مند خاں۔ شیر افگن خاں اور لطف اللہ خاں جو اس زمانہ کے امیر صاحب جاہ و منزلت تھے حضرت پیر دستگیر جناب میر ابن جیو کی زیارت کیلئے حاضر ہوئے جیسا پہلے میر حضرت کے سلام کو آئے تھے تب حضرت خلوت میں ایک درویش سے گفتگو کی اشتغال میں بے گرمجوشی سے مصروف تھے۔ باریابوں نے عرض کردیا کہ چار امیر در دولت پر حاضر ہیں ارشاد ہوا کہ ان صاحبوں کو بٹھائیں۔ اتفاق وقت سے حضرت دیر تک درویش کیساتھ ہمکلام رہے۔ دوبارہ عرض کرنیکی ضرورت پیش آئی۔ پھر عرض کیا گیا کہ وہ چاروں امیر منتظر و مشتاق لقائے مبارک بیرونی بیٹھے ہیں کچھ حکم ہوا کہ انہیں بٹھائے۔ حتیٰ کہ تیسری دفعہ بھی یہی حکم دیا گیا۔ جب بہت دیر ہوئی تو حضرت باہر تشریف لائے اور ارشاد ہوا کہ محمد امین خاں جیو تم بادشاہ کی حضور میں جلتے ہو۔ عرض کیا گیا

جاتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ تم دست بستہ ہو کر بھی کھڑے ہوتے ہو۔ کہا ضرور کھڑا ہوتا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ بادشاہ کی جلو میں بھی ہمرکاب دوڑتے ہو۔ پیچھے بھاگتے ہو۔ عرض کیا ضرور تمام آداب بجا لاتا ہوں اور تمام خدمات انجام دیتا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ دنیاوی امورات کے حصول کیلئے تمام مشقتیں اور زحمتیں واجب ہوں یا ناواجب کردنی ہوں یا ناکردنی قبول کرتے ہو۔ اور خوشی محسوس کرتے ہو۔ اور خوش ہوتے ہو دل میں بھی نہایت مسرور اور فخر کرتے ہو۔ آج آپ صاحبان کو کہ عند اللہ اور عند الرسول ایک درویش کی ملاقات کیلئے تھوڑی سی تکلیف برداشت کرنی پڑی ہے۔ اس تھوڑی سی تکلیف پر کس قدر ملول خاطر ہوئے ہو۔ تمہاری طبائع پر یہ کس قدر بوجھ ہوا اور ناگوار گذر رہا ہے۔ آپ لوگ تھوڑی دیر میں کس قدر تنگ آ گئے۔ یہ سمجھنا چاہئے کہ یہ دیر آپکو عذاب عاقبت کے برابر محسوس ہوئی ہے۔ ان حضور لوگوں پر ہمیں آپکے اعمال عاقبت پر نہایت سخت تعجب آیا ہے۔ کہ حصول تلاش و جستجو کے اسباب دنیوی میں تو اسقدر سرگرمی اور محنت میں ذرہ بھر نہیں گھبراتے۔ اور محبت الٰہی اور دینی کاموں میں اسقدر سرد مہری و لاپرواہی کہ ذرا سا انتظار آپ کو نہایت شاق گذرا ہے۔ نہیں معلوم ان امور کا انجام کیا ہوگا۔ اور عاقبت میں کیونکر گذرے گی۔ میں دعا کرتا ہوں کہ وہ سبحانہ تعالیٰ آپ کو اپنی محبت بخشے۔ اور ہدایت چاروں امیر بالکل خاموش اور سرنگوں رہ گئے۔ ان سے کچھ جواب نہ بن پڑا۔ الحمد للہ علی ذالک

حضرت شاہ سے سات گاؤں کا عطیہ

یہ ایک مشہور و معتبر واقعہ ہے۔ اس کے دیکھنے سننے والے اسوقت تک بیشمار لوگ موجود ہیں۔ عالمگیر اورنگ زیب بادشاہ دہلی نے ایک خاص شقہ بجناب فیض مآب حضرت پیر دستگیر حضرت میرانجیو بھیجا تھا۔ جس کا مضمون اصل الفاظ میں درج ہے۔

"بعد از سلام سنت الاسلام۔ ایں کمترین کار افتادہ در استمداد نصرت و ہمت برا عداء ظاہر و باطن از حضرت شیخ میخواہد۔ شصت تولہ عطر خوشبودار و فرمان ہفت دہ بکیفیت مدد معاش درویشان فرستادہ قبول فرمایند۔ و آنچہ ہمراہیان را مطلوب باشد بنویسند"

مطلب اس کا یہ کہ ساٹھ تولہ عطر اور سات گاؤں کا فرمان آپکی خدمت میں بھیجتا ہوں۔ قبول فرمائیے اور دعا فرمائیے کہ مجھ میں ہمت زیادہ ہو۔ حوصلہ بڑھے۔ اور دشمنان ظاہری و باطنی پر فتح نصیب ہو۔ آپ دعا فرمائیں۔ اور اپنے ساتھیوں کیلئے اور جو کچھ درکار ہو اطلاع دیں۔ حضرت پیر دستگیر میرانجیو نے جب یہ شقہ ملاحظہ فرمایا۔ تو جواب رقم فرمایا کہ میں نے بادشاہ کا عطیہ عطر قبول کیا۔ اور دیہات کی سند کو واپس بھیجتا ہوں

اسلئے کہ اس فقیر کے جسقدر مرید ہیں۔ تمام اہل کسب ہیں۔ وہ اپنی روزی اپنے زور بازو سے کمانے اور کھانے کے عادی ہیں۔ اور بعض درویش ہیں جو مساجد میں بود و باش رکھتے اور توکل خدا پر اپنی گذران کرتے ہیں رہا یہ فقیر۔ بادشاہ کے ملک میں دریوزہ گری کر کے اپنے روٹی کپڑے کی ضروریات پوری کر لیتا ہے۔ میری اوقات بسری یوں ہو جاتی ہے فقیر سے سوائے دعائے خیر دنیا دار کا اور کیا مطلب ہو سکتا ہے۔ سو وہ بغیر منت و خوشامد بادشاہ کیلئے کیجا سکتی ہے۔ جو بارگاہ الٰہی اور حضرت رسولؐ کی سرکار میں کروں گا۔ اور سبحانہٗ تعالیٰ مقرون باجابت فرمائے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

حضرت میر انجھو کی فروتنی

یہ نقل شاہ لطف اللہ صاحب قدس سرہٗ اپنے قلم سے زیب فرمائے صفحۂ قرطاس ہیں کہ نواب روشن الدولہ از بس مرید راسخ الاعتقاد حضرت میر انجھو کے قدوم پر جان قربان کرنیوالے سچے مطیع و معتقد تھے۔ نواب ممدوح ہر وقت حضرت میر انجھو کے اوصاف حمیدہ کا بیان اور حضرت کی قدر و منزلت کا تذکرہ فرخ سیر بادشاہ کی حضور میں کرتے رہتے۔ ان تذکروں سے بادشاہ کے دل میں حضرت کی محبت و الفت پیدا ہو گئی۔ ایک دفعہ بادشاہ نے اسلام اللہ اور ان کے علاوہ دوسرے مشائخان عظام کو جنسے بادشاہ کی راہ و رسم تھی اور جو بادشاہ سے وظائف پاتے تھے آنجناب حضرت پیر دستگیر کیخدمت بابرکت میں روانہ کرنیکا ارادہ کیا۔ کہ آپ حضرت میر انجھو کیخدمت میں جائیں۔ اور آں والاجاہ کی کیفیت مزاج عالی استفسار کر کے آویں۔ پھر حضور میں عرض کریں۔ جب بزرگان ممدوح حضرت بادشاہ سے رخصت ہو کر روانہ ہونیوالے تھے کہ اس ضمن میں نواب روشن الدولہ نے بھی رخصت لیلی۔ مشائخان عظام موصوف۔ نواب معظم الیہ معہ دیگر امراء ذوی الاحترام سب ایک بھاری جماعت بن کر دہلی سے روانہ دائرہ شریف ہوئے۔ یہ خبر بہت جلد دور و نزدیک چاروں طرف فوراً پھیل گئی بہت چرچا ہوا اور ایک غلغلہ سا پڑ گیا کہ تمام امرائے دربار شاہی و مشائخین دہلی کا ایک گروہ عظیم دائرہ شریف آرہا ہے۔ اور بادشاہ وقت کے حکم سے تمام شرکاء حضرت میر انجھو کیخدمت مبارک میں بھیجے گئے ہیں۔ اس شہرت اور غلغلہ عام کا یہ اثر ہوا کہ دور و نزدیک سے تمام لوگ ایسا واقعہ دیکھنے کیلئے دوڑ پڑے۔ خصوصاً بارہ ہزار درویش اور مرید و طالبان سرکار کا مجمع دائرہ شریف کے گرد جمع ہو گیا۔ بڑے بڑے ذوی الاحترام صاحبان و صاحبزادگان اہلبیت اطہار دوسرے مقامات سے مثلاً میاں محمد باقر جیو۔ میاں عبد القدوس جیو و میاں محمد حیات جیو۔ شیخ بڈا جیو۔ تمام صاحبزادے دائرہ شریف میں تشریف لے آئے۔ اکثر صاحبان حال و قال کا ایک جمع عظیم اور با اثر صاحبان جمع ہو گئے۔ اور دائرہ شریف میں مجمع عظیم اور با اثر صاحبان جمع ہو گئے۔ جب وقت پر آوازۂ ذکر و اذکار و اشتغال درویشوں کے مجمع میں شروع ہوتا تو اس قدر شور بلند ہوتا کہ دائرہ شریف کی سرزمین سے شاہ آباد تھانیسر وغیرہ قصبات قرب و جوار آٹھ آٹھ دس دس کوس کی آبادیوں میں

یوں معلوم ہوتا تھا۔ گویا بجلی کوند رہی ہے۔ اور رشد و ہدایت ربانی میں مصروف ہے۔ مطلب یہ کہ جمیع ہدایات از دستو کا اتنا
اس وقت کا پاک دیر نور سماں کسی طرح دکھایا نہیں جاسکتا۔ شاہ لطف اللہ صاحب کا قول ہے کہ میں خود اس مجمع کثیر
میں موجود تھا۔ یہ تمام واقعات میرے چشم دید ہیں۔ ان مشاغل و اذکار اور تعلیم ربانی کی سے نہایت موثر طلعتہ کے
موقعہ پر گردو سفارت یعنی مشائخان عظام و امرائے شاہی کا جلوس بھی آن وارد ہوا۔ اور حضرت پیر دستگیر میرا نجیو
کے شرف قدم بوسی سے مشرف ہو گیا۔ حضرت والا کی حضور سے حکم ہوا کہ کھانا ہائے رنگا رنگ با تکلفات قسما قسم کے طعام
پلاؤ۔ قورمے۔ قلیے۔ دو پیازے۔ لوازمات۔ طرح طرح کے حلوے وغیرہ ان مشائخ کے ڈیروں پر پہنچا دیئے جاویں
کیونکہ یہ صاحبان لذات نفسانی و جسمانی سے ہی زیادہ خوش ہوا کرتے ہیں۔ اور جس قدر درویش یہاں موجود ہیں
انہیں وہی جو چنے کی روٹی جو ہمیشہ کھاتے اور معمولاً پاتے ہیں۔ انہیں وہی دیں۔ کیونکہ یہ لوگ انہیں غذاؤں
کے عادی و خوگر ہیں۔ اور حضرت اپنی ذات شریف کیلئے بغیر گھی کا آب و دانہ آمیز کیا ہوا۔ یا نان خشک کا وہی روکھا سوکھا
پارچہ۔ یا وہی شاہی سادے چاول جو ہمیشہ کھانے کے عادی تھے۔ جو ہمیشہ ایک دستر خوان پر بیٹھ کر اپنے مشائخ
و درویشوں کیساتھ تناول فرمایا کرتے تھے۔ برابر بدستور اسی معمول کے مطابق تناول فرماتے رہے۔ اور وہی تیار
کرواتے رہے۔ شیخ الاسلام نے عرض کیا کہ حضرت کی غذا فقط دو درم کے برابر ہو گی۔ اس سے زیادہ تو ہرگز نہ ہو گی
اور لطف یہ کہ ہمیشہ اسی غذا کو جو بے روغن و بے مصالحہ ہوتی ہے۔ پسند فرماتے ہیں۔ اور اسی کو دوست رکھتے ہیں
مگر حضرت کی تنومندی و جسامت دیکھ کر حیرت و تعجب ہوتا ہے۔ کہ اس جسامت کیلئے غذا کسی اچھی مقدار پر ہونی
لازمی ہے۔ آنحضرت جو اس قدر جسیم ہیں ان کیلئے اتنی کم غذا پر اپنی جسامت کو قائم رکھنا ایک نہایت حیرت خیز
بات ہے۔ اور یہ مشکل و دشوار بھی معلوم ہوتا ہے۔ حضرت پیر دستگیر نے فرمایا کہ صورت واقعہ ایسی ہی ہے۔ جن ایام میں
میرے والد بزرگوار نے رخت ہستی اس جہان سے باندھا تھا۔ ان ایام میں یہ فقیر نہایت صغیر سن اور چھوٹی عمر کا تھا
والدہ شریفہ تھیں۔ وہ بیوہ اور نہایت کم استطاعت اور غریب بیکس رہ گئی تھیں۔ انہیں کسی قسم کی مدد معاش نہ تھی
کوئی وظیفہ وغیرہ بھی کسی جگہ سے مقرر نہ تھا۔ صرف ایک چرخہ تھا۔ جسے تمام دن صبح سے شام تک کاتا کرتیں۔ جب اتنا سوت
کات چکتیں اور شام ہو جاتی تب اسے بازار میں فروخت کیا جاتا۔ لیکن اس سے بہت پہلے اس فروختہ سوت کی قیمت میں سے
روز آئندہ کیلئے روٹی خریدتے۔ کیا ٹھکانا تھا۔ جب روٹی لے لی جاتی پھر جو کچھ بچتا اس پر یہ اندازہ کیا جاتا کہ اس قدر پیسے
میں کون سی چیز لیجائے جس سے شکم سیر ہو جائے۔ اگر آٹے کیلئے قیمت کافی ہے۔ تو وہ خرید لیتے۔ یا گندم
یا چاول۔ غرض جو کچھ مناسب ہوتا۔ یا یہ کہ جو چیز بیچ میں ارزاں دکھائی دیتی وہ لے لی جاتی۔ پھر اس وقت کھانا تیار
ہوتا۔ تب جب کھانے کو ملتا تھا۔ اور پھر والدہ معظمہ کھانا کھاتیں۔ اس وقت سے ہی اسی غذا کا عادی و خوگر ہو چکا ہوں
اور یہ جو حضرت میرے جسامت اور فربہی اور تنومندی کی بابت فرماتے ہیں۔ اسکی بابت سنئے عرض کئے دیتا ہوں۔

صورت حال یہ ہے کہ بیٹے اپنے آپ کو اس زندگی کے اندر فانی سمجھ رکھا ہے۔ گویا جیسے کہ مرتا ہے۔ تھوڑی سی مہلت میں پھرتا۔ اور سوچ جاتا ہے۔ یہ فقیر مثال مردہ گیتے کے بھولا ہوا اور سوچا ہوا ہے۔

جب حضرت یہ تقریر فرما رہے تھے۔ تمام حضار مجلس پر حیرت بڑھتی جاتی تھی۔ اور جس قدر موجود تھے سب کی زبان آپ سے آپ حضرت کی صفت و ثنا میں معروف ہو رہی تھی۔ تمام لوگ جو حضرت کی زبان در فشاں کے الفاظ سن چکے تھے آپس میں ایک دوسرے سے کہتے کہ دنیا میں جو ہے وہ اعلیٰ ہو خواہ ادنیٰ وہ کوشش کرتا ہے کہ اسکی شان میں ترقی ہو۔ کوئی شخص گوارا نہیں کرتا کہ اسکی شان میں کمی ہو۔ ہیچ ہو خواہ جھوٹ اپنی حقارت و کسر شان کی بات درمیان میں نہیں آنے دیتا۔ کوئی امر جو اپنی شان کے خلاف متصور ہوتا ہو تو منفصل ہے۔ یا اسکی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ مگر سبحان اللہ ذات بابرکات آنحضرت کیسی اعلیٰ صفات سے متصف اور کیسی باعظمت ہے کہ بذات خاص خود اپنی ہی زبان مبارک سے اپنی تحقیر آپ بیان فرمانے میں کبھی تامل نہیں فرمایا۔ اور فی الحقیقت حضرت کو تمام ہوشمندوں و داناؤں پر فضیلت حاصل ہے اور اپنی نسبت چند سے الفاظ استعمال فرماتے ہوئے ہرگز جبین مبارک پر شکن اور کسی طرح کا ملال ظاہر نہیں ہوتا ذیل کا ایک مصرعہ ان واقعات کی صداقت کی گواہی کیلئے موجود ہے۔ جو درج کیا جاتا ہے مگر

کہ باشد نبی را ز فقر افتخار

الغرض شاہ اسلام نے عرض فرمایا کہ بادشاہ نے اس عاجز کو آنجناب کی خدمت اقدس میں بھیجا ہے کہ بادشاہ اپنے دلی ارادے سے بیعت آنجناب کیلئے بالکل تیار ہے۔ اور انہوں نے ایما فرمایا ہے یہ عرض کیا ہے۔ حضرت پیر و مرشد میرانجیو نے ارشاد فرمایا کہ یہ فقیر ایک دہقانی اور صحرائی دیہات اور گاؤں کا رہنے والا ہے بادشاہوں کو ایسے شخص سے مرید ہونا اور اسکی اطاعت کرنا انکی شاہانہ شان کے مطابق نہیں ہے۔ اسلئے کہ انکی شان کی تحقیر ہوتی ہے۔ بادشاہوں کو چاہیئے کہ اپنے جاہ و جلال اور اپنی شان کے موافق مشائخ عظام کہ قدر و منزلت اور امارت میں انکی شان سے ہمدوش ہوں ایسوں کی خدمت میں ارادت و عقیدت کا اظہار کریں۔ اور ان سے بیعت ہوں۔ میں ایک نہایت غریب شخص ہوں

یہاں تک گفتگو ہوئی۔ اور بس۔

چند روز بادشاہی سفارت کو اپنا مہمان رکھا۔ انکی مدارات میں کوئی کمی ہونا ناممکن تھا۔ بعد چند روز رخصت کر دیا گیا۔ یہاں سے رخصت ہو کر جب مشائخان شاہی و امرائے شاہنشاہی دربار شاہی میں باریاب ہوئے متفق اللفظ و المعنی جملہ اصحاب نے تمام واقعات پیش آمدہ و سرگذشت و روداد من و عن حضرت بادشاہ میں عرض کر دی۔ سب نے متفق اللفظ کہا ذات والا صفات حضرت پیر دستگیر میرانجیو ظاہر بصورت مگر خارج از بشریت ہیں اور حضرت میرانجیو کی جاہ و منزلت کا پایہ جہاں تک انسانی قیاس پرواز کر سکتا ہے۔ اس سے نہایت دور بلندی پر پہنچا ہوا ہے۔ غرض آپ کی وجاہت اور آپکی مرتبت انسانی صفات سے بہت بڑھی چڑھی ہیں۔ انسان سے ان کے

بیان ہونا ناممکن ہے۔ جب بادشاہ نے یہ اوصاف و امور اپنے مشایخ و امراء کی زبانی سنے ہزار جان سے آرزومند اور زیادہ سے زیادہ مشتاق زیارت و قدمبوسی ہوا۔ اور آپ جہاں تشریف رکھتے تھے وہاں خود معتقدانہ عرضی لکھ کر مسکینانہ بلکہ کر حضرت کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ کہ آرزو ہے خاطر فقیر و غلام کسا روزیتا ہے کہ دست بیعت کا آپ کے دست مبارک میں دیدوں (صاحبزادہ دینی نواب رکن الدولہ کا کہلاؤں)۔

جب مسئلہ شاہی حضرت کے پاس پہنچا تو حضرت میر انجیو نے اس کے جواب میں رقم فرمایا کہ اس فقیر کی نہ تو کچھ ہیں۔ نہ میرا کوئی نام ایسا مشہور ہے۔ نہ مجھے بادشاہ سے کچھ کام ہے۔ فقیر را نہ پیشہ ایست۔ نہ حکم ایست۔ نہ رہ تم ایست۔ بادشاہ کو لازم ہے کہ جس طرح رعیت بے یقین جیسے یا پائی رہائیں۔ ان سے ہر مہینہ مولانا صاحبزادہ ان کے ہاتھوں میں تو دیا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

فصل ششم

دربیان بعضے احوالات متفرقہ واقعی اور کچھ آپ

ایک دفعہ انبہ کی فصل کا موقعہ تھا کہ حضرت پیر دستگیر میر انجیو اپنے یاروں سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں سنو یارو۔ اوائل حال میں والدہ محترمہ اس ضعیف و نحیف کی اس زمانہ میں سوت کا تا کرتی تھیں۔ اور اس کی اجرت سے اپنی و میری اوقات بسر کیا کرتی تھیں۔ میری پرورش کا خیال ہمیشہ مدنظر زیادہ رکھتی تھیں۔ بازار میں ایک شخص لکڑی آبنوس کی سے پھرتا تھا اس کے پیچھے پیچھے دانہ دار ہوتے تھے۔ بچوں جاہل لڑکوں کے ہاتھ بیچ دیتا تھا۔ یہ دیکھ کر میرے دل میں بھی ان آبنوس کے کھیلنے کا شوق بہت زیادہ مستولی ہو گیا۔ میں نے بھی اپنی والدہ صاحبہ سے اپنے دل کا شوق و جوش ظاہر کیا۔ میری یہ کیفیت دیکھ کر والدہ نے اپنا سوت ایک پیسے میں بیچ دیا اور پیسہ میرے حوالے کیا۔ پیسے دو بیسہ سبزی فروش کے ہاتھوں میں دیدیا۔ کو نجڑے نے آٹھ دانے انبہ کے میرے ہاتھ میں دیئے۔ میں وہ انبہ لیکر اس قدر خوش ہوا کہ پھولا جامے میں نہ سمایا۔ اس قدر خوشحال ہوا کہ گویا تمام جہان کے باغات اور ان کا میوہ اس ایک پیسے میں مجھے مل گیا ہے۔ لطف یہ کہ انبہ فروش بھی بہت خوش ہوا کہ اس کے انبہ جو بکے ہیں اور ناکارہ تھے ان کا کوئی خریدار نہ تھا۔ پیسہ میں فروخت ہو گئے۔ میں ان انبوں کو لیکر ایک گوشہ تنہائی میں جا بیٹھا۔ کیونکہ مجھے خوف تھا کہ ایسا نہ ہو۔ کوئی اور میرا شریک پیدا ہو جائے تو مجھے انبوں کا حصہ دینا پڑے۔ الحمد اب وہ زمانہ تھا کہ چند دانہ انبہ کے کہ اس قدر خوشی للہ یہی تھی کہ یا مرشد آفاق قدس سرہ آپ کے قدموں کی طفیل عنایات الٰہی سے اسقدر انبہ بافراط جمع ہو جاتے ہیں کہ میں کو

ایک طرف۔ درویش اس قدر سیر طبع ہو گئے ہیں کہ اینٹوں کے انبار پر نگاہ کرنا پسند نہیں کرتے

شکر اور احسان ہے کہ دنیا کی نعمتیں بیشمار موجود ہیں بدل بخشش پیر و مرشد کا اس فقیر اسیر نفس شریر کے حق میں اتنا ہے کہ کسی چیز کی پروا نہیں۔ میں اس احسان سے کسی طرح عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

کوئی بد طبع بھی کیا خدا رسیدہ ہو سکتا ہے؟

ایک دن پیر دستگیر جناب میراں جیو پانی پت کے اندر لیٹے ہوئے تھے۔ حقائق و معارف آگاہ عابد و زاہد میاں محمد شاہ حضرت کے سرہانے کی طرف بیٹھے پنکھا جھلاتے تھے۔ شاہ لطف اللہ صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں کہ یہ فقیر بھی حضرت موصوف کی خدمت میں حاضر موجود تھا۔ اسی اثنا میں ایک درویش آ موجود ہوئے۔ عرض کیا گیا کہ ایک درویش حضرت کی زیارت کی غرض سے آئے ہیں۔ حضرت نے فرمایا۔ فقیر صاحب آئیے تشریف لائیے۔ بیٹھئے۔ چنانچہ فقیر صاحب بھی سرہانے (سمت) بیٹھ گئے۔ اس وقت حضرت درویشوں اور جمیع احباب میں کچھ خوشی اور دل لگی کی باتوں میں مشغول تھے۔ درویش صاحب بولے کہ ماشاء اللہ حضرت صاحب نہایت خوش دل اور خوش طبع بزرگ ہیں۔ حضرت انکی طرف متوجہ ہو کر بولے۔ ہاں صاحب۔ آپ کیا فرماتے ہیں۔ درویش نے پھر وہی فقرہ جو پہلے کہا تھا۔ دوہرایا۔ تب حضرت نے ارشاد فرمایا کہ "کوئی بد طبع بھی خدا رسیدہ ہو سکتا ہے؟" درویش صدق دل سے حضرت کے قدموں پر گر گیا۔ آمنا و صدقنا انکی زبان پر جاری تھا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

دوہرہ

ایک دن رات کا وقت تھا اور محمد افضل ساکن انبہ حضرت اقدس جناب میراں جیو کی خدمت میں موجود تھے۔ حضرت نے محمد افضل سے فرمایا کہ اگر تمہارے کوئی دوہرہ یاد ہو تو پڑھ کر سناؤ۔ محمد افضل نے ایک دوہرہ حضرت قلندر صاحب قدس سرہ کا پڑھا۔ دوہرہ

نسوہ کی ہیٹھی بدہ جیوے دیکھت للچو جیو	سر خا دسر جات ہے نہ سر دھر کیتی پیو

حضرت نے جونہیں یہ دوہرہ سنا بجد ارشاد فرمایا۔ دوہرہ

نسوہ کی ہیٹھی بدہ جیو دسماست دلدی کی گانو	جن چاکی ہے جیاں ہی دی چوٹی دی پانو

اس دوہرہ کو تین چار مرتبہ تکرار سے پڑھا۔ واللہ علم اس وقت کس عالم میں تھے۔ بزرگوں کے حدو نیستی کی انتہا ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

کلمہ توحید کا اثر ایک ہندو شیعہ پر

کرشن چند

حضرت مرشد آفاق کے انتقال و وصال کے موقع پر قصبہ انبیٹھہ شریف میں ایک مجلس ہوئی تھی

حضرت پیر دستگیر جناب میر انیچو بھی وہیں رونق افروز تھے۔ مجلس کے موقع پر اژدہام خلائق۔ اس خاندان کے
درویش۔ اور دوسرے خانوادہ ہائے عظام کے فقیر اور درویش جمع ہوتے تھے۔ عموماً منصبداران شاہی
بھی سعادت اندوز ہونے کی غرض سے تشریف لے آتے تھے۔ غرض بہت بڑا انبوہ و اژدہام ہوتا تھا۔
چوتھائی رات رہے معمول کے موافق وحسب عادت تمام درویش خواب سے بیدار ہو جاتے ذکر و شغل و یاد الٰہی
میں مشغول ہو جایا کرتے تھے۔ ذکر کا حلقہ بحد موثر و پر جوش ہوا کرتا تھا۔ ایک موقعہ پر جبکہ نہایت موثر حلقہ
ہو رہا تھا۔ منصبداران بادشاہی میں سے ایک منصبدار کشن چند نامی پر اس وقت گہرا اثر ہوا۔ اور کلمۃ اللہ
کو سنکر اس قدر ذوق و شوق اس کے دل میں گھر کر گیا کہ اس دم سے صبح دم تک زار زار روتا تھا۔
کسی طرح تھمتا ہی نہ تھا۔ جب اشغال اوراد و نماز سے فراغت پا چکے۔ کشن چند دوڑتے ہوئے اور
روتے ہوئے قبلہ حقیقی حضرت میر انیچو کی حضور میں جا بیٹھے۔ اور جس طرح گذری تھی سب بیان کر کے کہا
کہ میری طبیعت پر ذکر سے یوں اثر ہوا۔ یہ تو صورت ہے۔ لیکن حضرت کی ذات والا صفات اگرچہ تمام صفات
الٰہی سے متصف ہے۔ آپ جتنے صفات پر متصور ہیں۔ اور آنحضرت کے خادموں تک کی زبان میں جو تاثیر ہے
کسی دوسرے بشر کو حاصل نہیں۔ لیکن اس حقیر کے اعتقاد میں ایک عیب بھی پایا جاتا ہے۔ حضرت نے
ارشاد فرمایا کہ جو عیب ہے وہ جلد بیان کرو۔ عرض کیا ہر طرح سے آپ بوجہ فضل و کرم کے اوصاف اس قدر ہیں
کہ بیان نہیں ہو سکتے۔ لیکن مزاج شریف کے اندر غضب و غصہ حد بیان سے زاید دکھائی دیتا ہے۔
کشن چند اور میر انیچو کے درمیان جب یہ مکالمہ ہو رہا تھا۔ حضرت ایک چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ یہ بات
سنکر فوراً اٹھ بیٹھے اور فرمایا۔ واہ کشن چند خوب فرمایا۔ بہت اچھا کہا۔ آپ جانتے ہو ان صفات والا شمار کرتے ہیں
جو صفات الٰہی ہیں۔ لیکن تو یہ نہیں جانتا کہ رحیم و کریم ستار و غفار و قہار و جبار یہ صفتیں بھی تو خداوند پاک
کی ہیں۔ رحیم و کریم تو میں ہوا۔ باقی جبار و قہار تمہارا باپ ہوگا۔ یا یہ اوصاف تمہارے دادا کے حصہ میں
آئیں گے۔ ع

مردان خدا خدا نباشند لیکن ز خدا جدا نباشند

از بسکہ یہ تمام صفات مجھ کو زیب دیتی ہیں۔ جباری و قہاری بھی مجھ کو لازم ہے۔ یہ گفتگو سنتے ہی کشن چند
بے تابانہ قدوم مبارک حضرت میر انیچو پر گر گیا۔ اور کہنے لگا۔ واقعی دین محمدی تمام دوسرے ادیان سے افضل و
اولیٰ ہے جس دین میں ایسے بزرگ کامل و اکمل موجود ہیں۔ جو شرائط اسلام ہیں مجھے فرمائی جاویں
تاکہ میں انہیں ادا کروں۔ آنحضرت نے کلمہ طیبہ کشن چند کو تلقین فرمایا۔ کشن چند نے زبان حال و قال سے
کلمہ توحید پڑھا اور مشرف با اسلام ہو گیا۔ اور وہ مسلمان متقیوں میں شمار ہونے لگا۔

الحمد للہ علیٰ ذالک

کوئی بشر اپنی تعریف خود نہیں کیا کرتا

بہ نقل زبانی قدوۃ الکاملین میاں محمد اعظم بیان ہوتی ہے۔ کہ ایک عامل بحضور حضرت پیر دستگیر حکایات ذکر کر رہا تھا۔ کہ حکیم افلاطون حضرت موسیٰ کلیم اللہ صلوات اللہ علیہ علیٰ نبینا کے عہد میں موجود تھا۔ لوگ اسکے پاس گئے۔ اور کہا کہ ایک شخص دعویٰ رسالت کا کرتا ہے۔ اور تمام خلقت کو دعوت اپنے دین کی دیتا ہے اس معاملہ کی اصل کیفیت کیونکر دریافت کیجاوے کہ آیا مدعی رسالت کا دعویٰ سچا ہے یا وہ جھوٹا ہے اور اس کا دعویٰ غلط ہے۔ افلاطون نے جواب دیا کہ میں ایک کاغذ پر کچھ لکھے دیتا ہوں۔ کہ اس شخص سے اس کا جواب مجھے لا کر دیں۔ جب جواب آئے گا۔ تب بر طبق جواب اس کے صدق و کذب پر رائے زنی کی جائے گی۔ لوگوں نے کہا بہتر۔ افلاطون نے لکھ دیا۔ اذا السماء قسی والحادثات سہام واللہ رامی فاین المفر یہ جاؤ حضرت کلیم اللہ کے پاس۔ لوگ حضرت موسیٰ کی خدمت پاک میں لے گئے۔ چونکہ حضرت اقدس کی ذات مبارک ایک نبی کی اور برحق و برتر فرستادہ قادر مطلق تھی۔ اس کاغذ پہ اپنے دست خاص سے ارقام فرمایا فروا الی اللہ - حاملان خط افلاطون نے جب جواب پایا۔ جواب لیکر دوڑتے ہوئے افلاطون کے پاس پہنچے۔ افلاطون نے جب جواب با صواب پڑھا۔ تو لوگوں کو ہدایت کی کہ یہ پیغمبر برحق ہے سب لوگ جائیں۔ اور حضرت موسیٰ سے بیعت کر لیں۔ جس قدر لوگوں نے سنا وہ سب کہنے لگے کہ یہ نبی ان کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ بہت لوگوں کا خیال تھا کہ پیغمبر افلاطون کی تعلیم سے آیا کرتے ہیں۔ ہم خود کامل اور با عقل لوگ ہیں ہمیں تلقین و تعلیم کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہمارے وجود ہر طرح کامل تعلیم و تلقین سے مستغنی ہیں۔ حضرت پیر دستگیر میرا جیو نے جب اس شخص کی یہ تقریر یہ قصہ اور حضرت موسیٰ کے زمانے کے لوگوں کا بیہودہ جواب سنا۔ تو حضرت تخت پر لیٹے ہوئے تھے جوش میں آئے اور فرمایا کہ اگر اس زمانے میں یہ فقیر ہوتا۔ یا اگر اس زمانے میں وہ لوگ ہوتے تو تنبیہ کا پنجنی کیجاتی۔ اور ایسے لوگوں کے سر و نیز جوتیاں مارتا کہ ان کے دماغ درست ہو جاتے۔ اور ان سے پوچھ لیتا کہ یہ الفاظ جو اپنی شان کی تفضیل میں بیان کر رہے ہو۔ اور اپنے آپ کو کامل و اکمل خیال کرتے ہو۔ یہی دلیل ہے کہ تم خود ناقص و لا العقل ہو۔ کسی کامل اور افضل نے اپنی شان میں یا اپنے لئے فضیلت لفظ استعمال نہیں کیا۔ ہر کامل اپنے آپ کو فروتنی و عاجزی سے کمتر ثابت کیا کرتا ہے اہل کمال پر لازم آتا ہے کہ اپنی کاملیت کا خود مدعی نہ ہو۔ اور نہ ایسا اقرار کرے۔ کیونکہ بشریت ہر اور بشریت عناصر سے بنائی گئی ہے تمام اولیاء اکابر و انبیا بشیت نے باوجود علو مرتبت و کاملیت کے اپنے آپ کو کبھی اپنے دل میں بھی مادرزاد نہیں سمجھنے دیا۔ سب فروتنی برتتے رہے اور اپنے کسی نقص کو خود معترف و مقر

رہے ہیں؛ ؎ تاریکی جہل خود ستائیست ؛ لا یعلم عین دوستنا ئیست الحمد للہ علی ذالک

سے بے ادب محروم ماند از لطف رب

قصبہ تھانیسر میں پیشوائے عارفاں حضرت مولانا جلال الدین قدس سرہٗ کی مجلس کے موقعہ پر حضرت پیر دستگیر جناب میرانجیو تھانیسر تشریف لے گئے تھے۔ اس موقع پر اکثر مشائخ عظام و دیگر اہل کمال بزرگوں کا جم غفیر وہاں موجود تھا۔ ایک روز شہر سے باہر ایک جگہ جسے باہری کے نام سے مشہور کر رکھا ہے میاں سجان کے مکان پر جو وہاں کا رئیس اور مشہور شخص تھا۔ حضرت پیر دستگیر اور قدوۃ المحققین میاں محمد شریف قدس سرہٗ جو رئیس گنگوہ تھے۔ گویا دونوں حضرات کو باہری میں دعوت دی گئی تھی۔
دونوں حضرات وہاں تشریف لے گئے تھے۔ اور صاحب خانہ یعنی میزبان نے مجلس کا سامان کر رکھا تھا۔ ایک مکان فرش فروش و دیگر سامان آرائش سے خوب سجا رکھا تھا۔ چنانچہ مجلس آراستہ ہونے لگی تھی۔ اتفاقاً میاں محمد شریف قدس سرہٗ صاحب دعوت کے مکان پر کچھ پہلے پہنچے۔ اور محمد شریف کے ہمراہی و یار غار ناسمجھی سے کچھ اس طرح فرش کو گھیر کر بیٹھے کہ حضرت میرانجیو کیلئے کوئی جائے نشست انہوں نے باقی نہیں چھوڑی تھی بلکہ یہ کہہ دیا گیا کہ جب حضرت میرانجیو تشریف لاویں کوئی شخص جگہ نہ چھوڑے۔ اور نہ اپنی جگہ سے تعظیم کیلئے اٹھے دیکھیں آپ کہاں تشریف رکھتے ہیں
جب حضرت میرانجیو وہاں تشریف لائے تو یا نسو درویش آپکے ہمرکاب موجود تھے۔ درویش اور وہ لوگ جن کا اوپر ذکر آچکا ہے۔ قرارداد کے مطابق بیٹھے رہے۔ کسی نے اپنی جگہ سے جنبش نہ کی۔ اور نہ ہی کسی شخص واحد نے آپکی تعظیم و تکریم کا خیال کیا۔ سب جمے اور ڈٹے ہوئے بیٹھے رہے۔ جب حضرت پیر دستگیر میرانجیو نے یہ معاملہ دیکھا۔ اور حالت معاینہ فرمائی۔ حضرت نے فوراً اپنے دوش مبارک سے اپنی چادر اتار کر اسے بچھا دیا اور بیٹھ گئے۔ حضرت کی پیروی میں جسقدر ہمراہی تھے تمام نے اپنے اپنے کپڑے بچھا دیئے۔ اور جب آرام سے اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ مگر کسی نے پروا نہیں کی جس کے پاس دوشالہ تھا اس نے دوشالہ ڈال دیا۔ اور جس کے پاس کمبل تھا اس نے کمبل چادر والے نے چادر جو جسکے پاس تھا بچھا بچھا بیٹھ گئے۔ جب یہ رنگ برنگ فرش بچھ گئے تو اس پہلے فرش سے ہزار گونہ عمدہ با رونق عجیب دلفریب تھا۔ یہاں محمد شریف جیو کو اس واقعہ سے مطلق خبر نہ تھی وہ اپنے خیال میں مستغرق بیٹھے رہے۔ انہوں نے اس واقعہ پر کچھ خیال بھی نہ کیا۔ جب کھانے سے فراغت پائی۔ تو حضرت پیر دستگیر تو تنہا سب سے پہلے اپنے مکان کو واپس تشریف لے آئے۔ اور اپنے ہمراہیوں اور یاروں کو اشارہ فرماتے آئے کہ جب میاں محمد شریف یہاں سے روانہ ہوں اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر جائیں تو راستے میں گھیرے

سکنے والے تمام صفیں باندھ باندھ کھڑے ہو جائیں۔ اور ان کو جدا جدا ہر شخص بصد نیاز و آداب سلام عرض کریں۔ چنانچہ جب میاں محمد شریف سوار ہوئے۔ پانسو درویش کوچے میں صف بستہ دو رویہ قطار در قطار کھڑے دکھائی دیتے تھے اور خوب جھک جھک سلام کرتے اور آداب بجا لاتے تھے۔ ساتھیوں اور درویشوں نے انکے کان میں کہا کہ حضرت میرانجیو کے یار ساتھی و درویش آپکو سلام کر رہے ہیں۔ میاں محمد شریف جیو جب ان حالات سے متنبہ ہوئے، تو فرماتے ہیں سبحان اللہ میرے درویشوں اور ساتھیوں کے تعلق نے مجھے اور خود ان کو بے ادب گستاخ اور بے ایمان بنا دیا۔ اور حضرت میراں صاحب کی چند یہ نے ان کے یاروں، دوستوں اور درویشوں کو حسن آداب میں رنگ کر خلق و مروت میں یگانہ کیا ہے اور واصل حق بنا دیا ہے۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میری بے ادبی و گستاخی و شرارت و بے ادبی سے آنجناب سے پیش آئے ہیں جس کا یہ نتیجہ ہے۔ نہایت ندامت سے معذرت کیں اور اپنے کئے سے پشیمان ہوئے۔ ؎

از خدا خواہیم توفیق ادب ۔ بے ادب محروم ماند از لطف رب

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد ۔ بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

الحمد للہ علیٰ ذالک

عاقبت خیر ایمان قائم

مندرجہ ذیل واقعہ ربانی حضرت کرم الرحیم میاں محمد نسیم جیو نیوزی کا بیان کیا گیا ہے جن کے کلام سے شیریں شربت توحید کا مزہ آتا تھا۔ جنکی گفتار سے حلاوت مذاق تصوف کا اظہار ہوتا تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت پیر دستگیر میرانجیو ایک دن دائرہ شریفہ میں رونق افروز تھے۔ حضرت کے حجرے کے دروازے پر ایک پردہ لٹکا رہا تھا۔ اور ذات والاصفات حجرے کے اندر ایک تخت پر غلطاں تھے۔ استفراغ فرمانے کا ارادہ تھا کہ فقیر میاں عبدالرحیم بھی حضرت اقدس کے قدم مبارک دم میں حاضری کے قصد سے مقیم تھا کہ سیل آب رواں ہو گئے۔ اور بلند آواز سے حضرت کی شان میں دعا کرنے لگ گیا "عاقبت بخیر ایمان قائم"۔ حضرت ارشاد فرماتے ہیں سیل بار گئی۔ عاقبت خیر ایمان قائم کس کو کیا کہتا ہے جسطرح فقیر یک لکھے کہا کرتے ہیں۔ عاقبت خیر اور ایمان قائم رہنے کا طریقہ ہی اور ہے۔ سیل رائیگاں ہیو اور بیسلہ یا مشافرشہ دہر للہ ارشاد فرمایا جائے۔ آنحضرت پیر دستگیر نے اپنی زبان درفشاں سے چار مصرع بزبان ہندی جو حضرت کے طبعزاد تھے فرمائے سنو۔ دوہرہ

جیو تانت جباد کر جانئے ۔ سرت منڈل رہو نرت دائم ۔ انگلا پنگلا سادھ کر دو۔ کبیرے اور کر چت سہج سنی ماہم

پانچ کو مار کر پچیس کو تیاگ دی۔ تب دیکھا ہوت ہے بسر لائم ۔ دھر دھیان کو دھیان من مان سے میل رائی۔ تب عاقبت خیر ایمان قائم

جیسا کہ کوئی شخص خدا بینی اور خدا کو ڈھونڈنے والا اپنے دینی مراتب میں آراستہ و پیراستہ نہ ہو جائے کچھ نہیں ہوتا

ہاں امید عاقبت بخیر کی قائم رکھنی چاہیئے۔ جس قدر لوگ وہاں موجود تھے۔ سب شیدا سے ہوگئے۔ اور زبانِ حال وقال سے آمنا و صدقنا پکارنے لگے۔ الحمد للہ علی ذالک

زہد و اتقا بڑھے عمر میں ترقی ہو

یہ واقعہ معتبر کہ زبانی مدار اہل طریق۔ صوفی محمد صدیق صاحب کی زبانی منقول ہے۔ وہ نہایت مرتاض اور برگزیدہ صاحب اوقات بزرگ تھے۔ اور جنکی عمر ایک سو گیارہ سال کی تھی۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک روز یہ فقیر حضرت پیر دستگیر جناب میرانجیو کی حضور میں حاضر تھا۔ کہ زبدۃ الاصفیا۔ عاشق باصفا شیخ سوندھا جیو کھوہری جو خلفاء شیخ داؤد حضرت بندگی صاحب قدس سرہ میں سے تھے۔ حضرت پیر دستگیر کی ملاقات کے لئے تشریف لائے تھے۔ حضرت والا کی ذاتِ عالی مرجع خاص وعام واقع ہوئی تھی۔ ہر شخص کو یہی خیال ہوتا تھا کہ جو رسوخ وملت حضرت میرانجیو سے مجھے حاصل ہے۔ کسی دوسرے کو ناممکن ہے۔ تمام دنیا کا رجوع آپ ہی کی طرف تھا گویا ایک سیل جاری تھا۔ اور خلق اللہ حضرت کیطرف کھچی اور بہی ہوئی چلی آتی تھی۔ ہزاروں ملکوں آدمی حضرت کیخدمت میں حاضر ہوتے اور فیض پاتے تھے۔ محمد صدیق صاحب نے کہا کہ حضرت کا تصرف درجہ کمال کو پہنچ چکا ہے۔ اور تمام خلقت کا رجوع حضرت کیطرف ہے۔ لیکن اگر کھوہر میں بھی ایسا ہی ظاہر ہو تو دیکھیں۔ آنحضرت نے اس کے جواب میں فرمایا کہ کبھی ضرور یہ فقیر ضرورتِ آنحضرت کی غرض سے کھوہر میں بھی پہنچیگا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ اس گفتگو کے چند ہی روز بعد حضرت نے ارشاد فرمایا کہ میاں شیخ سو... بھی ایسا ارشاد فرماتے تھے۔ میری طبیعت چاہتی ہے کہ کھوہر جاویں اور انکی ملاقات سے خوشی وخورسندی حاصل کریں۔ چنانچہ قصبہ کھوہر تشریف لے بھی گئے۔ تین دن وہاں کے لوگوں کا یہ عالم رہا کہ چھوٹے بڑے امیر غریب عورت ومرد سب آتے رہتے اور حضرت کی قدمبوسی سے نہایت خوش واشاش ہوتے رہے۔ صبح سے شام تک ٹھٹھ کے ٹھٹھ لوگ آتے جاتے رہتے اور ایک میلہ لگا رہتا۔ اتفاق وقت سے شیخ سوندھا ان ایام میں کھوہر میں موجود نہ تھے۔ کہیں تشریف لیگئے تھے۔ جو تیسرا روز تھا کہ حضرت شیخ سوندھا کھوہری تشریف لے آئے۔ اور سیدھے حضرت پیر دستگیر کے پاس پہنچے۔ اور حضرت پیر دستگیر کو بغل میں لے لیا اور فرمایا بیشک میرانجیو آپ ہم سے آگے نکل گئے ہیں۔ فی الحقیقت آپ برگزیدہ درگاہ ذوالجلال والاکرام ہیں اور مقبولِ پیرانِ عظام۔ اور سبحانہ تعالیٰ ہمیشہ ترقی نصیب فرمائے۔ زہد واتقا بڑھے۔ عمر واقبال میں زیادتی ہو۔ الحمد للہ علی ذالک

والدہ مکرمہ کی خدمت کا فرض ادا کیجیئے

ایک روز حضرت پیر دستگیر قصبہ پانی پت میں زیارت تاج السالکین امام المتقین حضرت شاہ شرف الدین قلندر بو علی

قدس سرہٗ کیلئے تشریف لے گئے تھے۔ ضابطہ یہ تھا کہ جب کبھی ایسا وقت ہوتا۔ تو حضرت خود بدولت تو آستانہ پر بیٹھ جاتے اور یاران درویشان ہمراہی طواف کیلئے زیارت کے گرد طواف میں مصروف ہو جاتے۔ ایسا ہی موقعہ تھا آپ تشریف فرما تھے۔ اور ہمراہیان مصروف طواف تھے۔ حضرت نے از راہ بشاشت و فرخندگی تمام میاں نور رنگ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ جد حضرت قلندر صاحب اس فقیر کو ارشاد فرماتے ہیں کہ آپکی والدہ شریفہ نے اسقدر نیاز اپنی جانب اپنے ذمہ قبول کی تھی۔ کہ جب میرا بیٹا اس عمر کو پہنچے گا۔ میں آپ کی نیاز ادا کرونگی۔ مگر والدہ صاحبہ لبقضائے الٰہی اس جہان سے رحلت فرما چکی ہیں۔ وہ نیاز جو مرحومہ نے مانی تھی بدستور باقی چلی آتی ہے۔ آپ اس عمر کو جو وہ چاہتی تھیں پہنچ چکے ہیں۔ نیاز کے ایفاء کا ابھی وقت نہیں آیا ہے۔ حالانکہ نیاز وقت پر ادا ہونی چاہئے تھی۔ اب اس نیاز کی ادائیگی آپ پر واجب آتی ہے۔ ادا کیجئے۔ مرغ کا گوشت پکائیے اور مالدہ گندم پکوائیے۔ نیاز کرائیں۔ چنانچہ حضرت پیر دستگیر حضرت میرانجیو نے گوشت مرغ نہایت عمدگی سے بالتکلف و با مصالحہ خوب احتیاط سے پکوایا۔ اور ملیدہ گندم سے بہلکے تیار کرائے اور نیاز کی۔ الحمد للہ علی ذالک

حضرت کی توجہ سے گاؤں مل گیا

یہ نقل سید مرتضیٰ گردیزی کی زبانی ہے۔ جن کے والد سید محسن گردیزی یعنی والد راوی بسبب بزرگی صاحب تقویٰ و زہد تھے۔ انہوں نے دست ارادت بجناب قدوۃ الواصلین زبدۃ الکاملین شاہ عبد اللطیف قدس سرہٗ کے دست مبارک میں دیا تھا اور تکیہ فرمائے مسند شہریاری اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ نے بھی شاہ موصوف کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ ایک گاؤں مسمی یہ رتن پانول درو جہ معاش سید محسن گردیزی کو انعام دے رکھا تھا۔ جب تک وہ زندہ رہے کسی نے مزاحمت و مداخلت نہ کی گاؤں بدستور انہیں کے قبضہ و تصرف میں رہا۔ جب ان کے والد قضا کر گئے۔ اور وفات پا چکے تو عاملوں و فوجداروں نے نئی سند کے حیلہ سے ندران سے لے لی۔ اور گاؤں ضبط کر لیا گیا یہ فقیر (سید مرتضیٰ) بنا پروانہ حاصل کرنے کیلئے دکھن کو روانہ ہوئے کہ حضور میں حاضر ہو کر عرض حال کریں۔ اور پروانہ پاویں۔ جب یہ داخل لشکر ہو گئے۔ اور احوال واقعہ والد شریف جب سمع مبارک حضرت ظل سبحانی تک پہنچا۔ حکم والا صادر ہوا کہ اس دیہہ کے عوض جو پہلے سید محسن کو انعام تھا۔ تین سو بیگھہ زمین در وجہ مدد معاش متعلقین سید مرتضیٰ لکھ کر سند دیدی جائے۔ اور وزیر خان فوجدار چکلہ دار سرہند کو تاکید لکھا جائے کہ اس پرگنہ سے زمین پیمائش کر کے زمین مذکور دیدیوے۔ وہاں سے احکام و اسناد اپنے قبضہ میں کر کے قطع مراحل و طے منازل کرتے ہوئے سید موصوف نے گھرام شریف میں جناب پیر دستگیر حضرت میرانجیو کی خدمت میں حاضر ہو کر سعادت دین و دنیا حاصل کی۔ اور وہ اسناد پیش ہی

جو دکن سے جا کر لائے تھے قدم مبارک حضرت میرانجیو پر رکھ دیں۔ اور عرض کیا کہ سید مرتضیٰ پسر سید محسن
گردیزی بہ تلاش مدد معاش اور بہ تردد زمین دکن پہنچا۔ وہاں پہنچ کر تین سو بیگہ زمین کا پروانہ حضور معلیٰ
بادشاہ کی سرکار سے حاصل کیا وہ لیکر حاضر ہوا ہے۔ آنحضرت میرانجیو نے فرمایا کہ مدت تین سال تک زمین
کی پیمائش نہیں ہو سکی۔ جیسے ایک غرض لاحق حال تھی۔ اس بات پر ہم کو یقین نہیں آیا تھا۔ یہ کلمات فرما کر
رخصت کر دیا گیا۔ جب سید موصوف اسناد مذکور وزیر خاں کے پاس لے گئے۔ اور احکام انہیں دکھلائے
تو وزیر خاں اور تمام منشی متصدی و کارکن سرکاری و منصبدار شاہی ہر چند کوشش اور سعی کا بلیغ کر چکے
مگر نہ کہیں زمین کا ٹھکانا لگتا تھا۔ نہ پیمائش ہوتی تھی۔ نہ ان کا مطلب ہی نکلتا تھا۔ غرض کام پا انجام نہ
پہنچا۔ جب عرصہ مدت تین سال کامل گذر لیا۔ تب قصبہ گھڑام میں سوندھے خاں کی زمین سے تین سو بیگھہ
زمین پیمائش کر کے اور چک بندی کر کے سید مسطور کو دیگئی۔ تب سید موصوف کہتے ہیں کہ یہ مژدہ میں نے
جناب میرانجیو کی خدمت میں عرض کیا۔ تب پھر حضرت کا ارشاد ہوا کہ سات سال کامل تک اس زمین کے
محصول سے ایک دانہ بھی تمہارے تحت و تصرف میں نہیں آ سکتا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب فصل کا موقعہ آتا
یا جب زراعت پکنے لگتی کوئی نہ کوئی آفت ارضی یا سماوی آ موجود ہوتی۔ کبھی بارش اس قدر ہوتی کہ
ہماری زمین کی فصل غرق ہو جاتی۔ یا خشک سالی میں خشک ہو جاتی۔ یا آفت ملخ یا موش سے تباہ و
برباد ہو جاتی۔ کوئی لشکر ایسا آ موجود ہوتا۔ جو ہماری فصل کو پامال کر دیتا۔ غرض کوئی نہ کوئی
ظلم ہماری فصل کو کھو دیتا رہا۔ جیسا کہ حضرت نے ارشاد فرمایا تھا۔ وقوع میں آیا پورے سات سال تک
ایک دانہ ہمارے ہاتھ نہ آیا۔ ایک روز میں نے حضرت میرانجیو کی حضور میں اپنی مصائب و صعوبات کے تمام
حالات عرض کئے۔ مستاجرین کی تنگی کہی اور اپنی تنگدستی کا رونا رویا۔ حضرت موصوف نے فرمایا کہ تمہارا بادشاہ
کی حضور میں اب جانا نہایت ضروری ہے۔ پس حضرت موصوف نے سید نور محمد درویش خاص کو جو موضع
خانگاہ پور کے باشندہ تھے۔ موضع مذکور شہر انبالہ سے تین کوس کے فاصلے پر واقع ہے۔ میرے ہمراہ کیا
اور ایک رقعہ خاص حضرت نے مرحمت فرما کر ہمیں روانہ دکن کر دیا۔ یعنی ہم سید مرتضیٰ مع درویش خاص
روانہ ہوئے۔ سید مرتضیٰ کا بیان ہے کہ جب ہم داخل لشکر شاہی ہوئے۔ اسی دن ہم نے اپنا عرض حال بادشاہ
رسول کی خدمت میں عرض کیا۔ اور وعدہ داران شاہی نے اسی دم حضور شاہنشاہ میں یہ بات پہنچا دی کہ
فرستادگان حضرت پیر دستگیر جناب میرانجیو آئے ہیں۔ اور در دولت بادشاہ پر موجود و ایستادہ ہیں
حکم ہوا انہیں بادشاہ کی حضور میں پیش کریں۔ اور بعد سلام و پیام رقعہ خاص حضرت میرانجیو بادشاہ کی
حضور میں پیش کر دیا گیا۔ جونہی رقعہ سامی نظر اقدس شاہنشاہ سے گذرا۔ حکم ہوا کہ ان لوگوں کو بٹھاویں

جہادین - سید مرتضیٰ کہتے ہیں - ہم بیٹھ گئے۔ عجیب بادشاہ زیارت بادشاہ نصیب ہوئی۔ ملاحظہ فرما کے بادشاہ نے استفسار فرمایا کہ سید محسن کون ہیں؟ عرض کیا گیا کہ یہ ہیں۔ بادشاہ نے فرمایا کہ سید محسن گردیزی ہمراہ تھے بھائی ہوتا تھا انکی آخر کی معیشت کی صورت کیا ہے۔ انکی اوقات بسری کیونکر ہوتی ہے۔ ہمیشہ دست بستہ عرض کیا کہ نہایت صعوبات مشکلات اور تنگیوں سے گذر اوقات ہوتی ہے۔ خورد و نوش کا سامان کوئی نہیں۔ حکم دیا کہ ایک سو پانسو روپیہ کی ہنڈی لکھ کر وزیر خاں فوجدار سرہند کے نام بھیج دیا جائے۔ اور حکم ہوا کہ پہنچنے کے ساتھ ہی متعلقات سید محسن کے یہاں پہنچا دیوے اور سید صاحبان مذکور حاصل کرکے فوراً حضور اقدس میں پیش کرے۔ تامل ذرا بھی عمل میں نہ آوے۔ جب یہ امور پیش ہو چکے حضرت ظل سبحانی نے تناول فرمایا۔ کچھ دلیہ تھا بطور ضیافت حاضر تھا۔ اسی طبق موجودہ میں سے اور حلوہ ما حضر میں سے ہمیں بھی مرحمت فرمایا گیا۔ ہم نے اس طبق میں سے نہایت اچھی طرح خوب سیر ہو کر کھایا۔ کیونکہ ایک پہر تک ہمارے نوالہ نہ گیا تھا۔ جب ہم کھانے سے فراغت پا چکے۔ ارشاد ہوا کہ کوئی تصنیف شیخ جلال الدین تھانیسری کی کوئی ہے یا نہیں ہم سے پہنچا سکے کہ انکی تصنیفات کے مطالعہ کا اشتیاق بالا لحاق ہے۔ صرف اس قدر ارشاد فرمایا کہ اب آپ استراحت فرمائیں۔ کیونکہ وقت آرام آگیا ہے۔ چنانچہ ہم دربار شاہی سے رخصت ہو کر اپنے جائے قیام پر پہنچے مگر دربار شاہی سے دور ہو کر دوبارہ رسائی ناممکن اور دشوار ہو گئی۔ ہر چند کوشش اور جستجو جو کچھ کی جا سکا کیا مگر کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ کسی طرح بھی بادشاہ تک رسائی نہ ہوتی تھی۔ ایک روز تمام بازار میں جاکر بازار میں بیٹھکر عرضیاں لکھنے والے سے ایک عرضی لکھوائی۔ اور عرضی کو اپنا واسطے بغل میں دبا لیا۔ اور خود منتظر رہے کہ اگر بادشاہی سواری راستہ میں آجائے تو اپنی عرضی پیش کریں۔ چنانچہ شاہی سواری آئی۔ اردل شاہی کا انبوہ خلائق و تماش بینوں کی کثرت تو تھی ہی۔ ملازمان سرکاری بھی موجود تھے کہ جو عرضی گذرانتے کے لئے ہمت کوشش میں جد و جہد کی۔ لیکن مانع ہوئے روک تھام ہوئی۔ مگر ہم نے ہاتھ اونچا کیا اور عرضی دور سے پیش کر ہی دی۔ بادشاہ نے دور ہی سے دیکھ کر روکنے والوں کی طرف نگاہ کرکے حکم دیا کہ کوئی داد خواہ فریاد کرتا ہے اس عرضی والے کو نزدیک لادیں۔ جب میں قریب ہوا۔ تو سید مرتضیٰ کہتے ہیں، بادشاہ نے مجھے پہچان لیا۔ میں نے اپنی عرضی تو پہلے ہی ہاتھ میں لے رکھی تھی۔ میری بغل میں شیخ جلال الدین تھانیسری کی ایک تصنیف تھی فوراً بغل سے نکالی اور دونوں کو بادشاہ کے ہاتھ میں دیدیا۔ بادشاہ نے پہلے عرضی کو ملاحظہ فرمایا۔ اور پڑھکر عنایت اللہ خان کے ہاتھ میں دیدی۔ عنایت اللہ خاں نے عرض کیا کہ سید مرتضیٰ گاؤں کی لیاقت نہیں رکھتا۔ بادشاہ نے اپنے قلم سے دستخط فرمائے اور فرمایا۔ بیاض حقائق و معارف آگاہ سید کو دیدہ و دانستہ معاملہ کیا گیا ہے۔ وزیر خاں فوجدار کو تاکید سے لکھا جائے کہ اگر ان گاؤں کے اندر کوئی ہو تو کسی بات کا خیال نہ کریں گاؤں سید

مرتضیٰ کے حوالے کر دیں۔ اور تقیمہ ان کا کرا دیں ۔

اسی زمانے میں حبیب اللہ پسرزادہ وزیر خاں جکلہ دار سے کچھ بگڑے ہوئے اور بدمزاجی کرتے تھے انہوں نے بادشاہ کی حضور میں انواع و اقسام کی شکایات اور طرح طرح کی نالشیں کی تھیں۔ اسلئے بادشاہ نے بزبان درفشاں خوش سید مرتضیٰ سے دریافت و استفسار فرمایا کہ وزیر خاں رعایا کیسا تھ کیسا سلوک کرتا ہے۔ سید مرتضیٰ نے عرض کیا کہ وزیر خاں رعایا پرایا کیلئے آیۂ رحمت ہے۔ نہایت عادل متوسل ہے۔ وزیر خاں رعایا پروری میں شب و روز نہایت سرگرمی سے مصروف رہتے ہیں۔ وزیر خاں کے گماشتے و وکلا تمام سوانح و حالات وقوع شدہ من وعن وزیر خاں تک برابر پہنچاتے رہتے ہیں۔ اور وہ اس کا انسداد کرتے رہتے ہیں۔ غرض بادشاہ کا اطمینان کر دیا۔ سید مرتضیٰ کا کام بھی حسب دلخواہ ہو گیا تھا یہ ٹھنڈے ٹھنڈے وہاں سے رخصت ہوئے۔ اور قطع منازل کرتے ہوئے اول بحضور پیر دستگیر جناب میرا نجیو فیضیاب ہوئے۔ آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ اب اس درجہ کی سیری حاصل ہوئی ہے مناسب ہے کہ فقیروں مسکینوں۔ فاضلوں اور ضرورت مندوں کے صرف میں بھی اپنی آمدنی میں سے دینے میں مصروف رہا کریں۔ اور اپنے مصارف میں بقدر ضرورت و احتیاج لایا کریں۔ اپنی و اپنے متعلقین کی گذران آسودگی و فارغ البالی سے کر لیا کریں۔ باقی کو جیسا کہ اوپر بتلایا گیا ہے صرف اخراجات غربا و فضلا میں خرچ کر دیا کریں۔ اگر آپ طمع کریں گے اور صادر و وارد سے منہ پھیر لیا کریں گے تو یاد رہے ہمارے فرمودہ کے برخلاف کرنے میں یہ گاؤں بھی تمہارے قبضہ و تصرف سے نکل جائیگا۔ نہایت تنگی سے سابقہ پڑے گا۔ سید مرتضیٰ نے تمام مراتب و احکام کو بسر و چشم قبول کیا اور رخصت ہو کر وزیر خاں فوجدار کے پاس حاضر ہوئے۔ شاہی سندات و احکام پیش کئے۔ وزیر خاں سید مرتضیٰ کی نیکی اور وہ حسن کلام جو ان کے حق میں بادشاہ کی حضور میں بیان کئے گئے تھے سن چکا تھا۔ اور انکی غائبانہ مروت کا گرویدہ و شرمندۂ احسان و ممنون منت تھا۔ خاطر سے پیش آیا۔ اور جو کچھ یہ کہتے اسے منظور کرنا پڑتا تھا۔ یہ گاؤں جو گاؤں نہیں دیا جاتا تھا ان ایام میں بہت آباد پیداوار زراعت و کھیتی وغیرہ سے نہایت سرسبز اور خوشحال تھا بلا تامل و توقف کے سید مرتضیٰ کو دے دیا۔ دوسرے لوگوں کی فضولیات اور دوسری ضروریات کو مطلق خیال میں نہ لایا۔ سزاولوں اور سرکاری سپاہیوں کو ان کے ہمراہ کر دیا کہ رعایا کو ان کا مطیع و فرمانبردار کر دیں تاکہ کوئی شخص ان کے آگے کسی قسم کی حجت اور چون و چرا نہ کر سکے۔ اب کیا تھا سید مرتضیٰ کو جمعیت کلی حاصل تھی۔ ما یحتاج کیلئے کوئی تردد و فکر نہ کرنا پڑتا تھا۔ غرض آسودگی اور اطمینان کلی و جمعیت خاطر حاصل ہو گئی تھی۔ بافراغت گذران ہوتی تھی۔ فقراء و غربا کی خدمت کیلئے ہر وقت دسترخوان کمربستہ موجود و تیار رہا کرتے۔

حضرت شاہ لطف اللہ قدس سرہ کا قول ہے کہ یہ گاؤں جو سید مرتضیٰ کو حضرت کی توجہ سے عالمگیر

اورنگ زیب شاہ ہندوستان نے انعام فرمایا تھا۔ بدستور اس وقت تک ان کے واماندگان اور متعلقان کے تحت و تصرف میں چلا آتا ہے۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ تھوڑے عرصہ سے لیفٹیننٹ فنانشل سکھاں رونما ہنگامہ مفسدان میں کچھ خلل بھی واقع ہو گیا تھا۔ جو بادشاہی عہد میں پھر بدستور تمام حقوق قائم ہو گئے۔ اور وارث مزے سے اپنی گذران کرتے نظر آتے ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

کُل طویل احمق

نواب عبدالصمد خاں اپنے زمانے کے امراء ذوی الاقتدار اور خاندان عالی تبار سے نہایت باثر اور صاحب عزّ و افتخار گذرے ہیں۔ جب نواب موصوف مہم سکھاں سے فتحیاب ہو کر آئے۔ اور مفسدوں اور خرابی برپا کرنے والوں کو قید کر لیا۔ اور ایک گروہ مفسدوں کا گرفتار کئے ہوئے شاہجہان آباد کو مراجعت فرما ہوئے۔ تو اس وقت بادشاہ فرخ سیر کا عہد معدلت مہد تھا۔ پنجاب سے واپس چلتے ہوئے جب اس نواح میں پہنچے۔ انہوں نے ارادہ کیا کہ اثناء راہ میں حضرت پیر دستگیر جناب میرانجیو کی زیارت کرنے جائیں۔ چنانچہ پہنچے۔ مقربان حضرت پیر دستگیر نے اطلاع کی کہ نواب عبدالصمد خاں حضرت کے سلام کے لئے تشریف لائے ہیں۔ حضرت تعظیم کیلئے اٹھے۔ اور فقر تعلیگیری سے یعنی نواب ممدوح کو مفتخر فرمایا۔ ارشاد فرمایا کہ یہ فقیر دو وجوہ سے آپ کو دیکھ کر نہایت راضی و خوشنود ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ آپ اولیاء کبار حضرت خواجہ احرار قدس سرہ کی اولاد میں سے ہیں۔ دوسرے یہ کہ جن کفار نے سَر اٹھایا تھا انہیں آپ نے غالب آ کر انہیں سَر کیا۔ اور ان لوگوں کو گرفتار کر کے اپنے ساتھ لائے ہیں۔ سنّت اسلام کا اقتداء کرتے ہیں غرض آپ نمازی بھی ہیں۔ کھانا تیار موجود تھا۔ دستر خوان بچھایا گیا تھا۔ حضرت میرانجیو نے فرمایا کہ میں و نواب ایک جگہ اکٹھے بیٹھ کر کھاویں گے۔ اس کی بھی وجہ ہے۔ وہ یہ کہ نمازیوں کیساتھ ہم طبق ہو کر اکٹھا کھانا گویا ثواب عظیم حاصل کرنا ہے۔ جو کچھ حاضر تھا ایک طبق میں حضرت و نواب نے نوش فرمایا۔ ذاتِ مبارک حضرت میرانجیو نے اپنے معتاد و دستور کے موافق تناول فرمایا۔ باقی جو تھا وہ بھی نواب موصوف کے حوالے کر دیا گیا۔ جب کھانے سے فراغت پا چکے چند لحظے بیٹھنے کے بعد اجازت کے خواستگار ہوئے اور نواب صاحب نے حضرت کی چارپائی کے قریب کھڑے ہو کر اجازت مانگی۔ یہ بھی عرض کیا کہ ایک ہزار اور پانسو روپیہ نیاز پنج تن پاک اس خیر اندیش کے مکان پر بطریق امانت موجود ہیں۔ میرا اکرم اپنے کسی درویش کو ارشاد کریں گے وہ میرے ساتھ جائیں تاکہ وہ رقم جو نیاز کے طریق پر رکھی ہے لے آویں۔ حضرت نے نواب صاحب کے الفاظ سنتے ہی فرمایا۔ بہت درست کہا گیا ہے کُل طویل احمق۔ اتفاق سے اس وقت اور کئی

بہت سے امراء حاضر و شریک مجلس تھے۔ تمام نے انگلیاں دانتوں میں دبالیں اور نہایت حیرانی سے دیکھنے لگے۔ مگر ساتھ ہی نواب کیطرف مخاطب ہو کر بولے۔ زنہار غیرت و رنج نہ فرمائیں۔ مبادا حضرت کا جذبہ بڑھے اور آپ پر کوئی آفت ناگہانی پڑے۔ نواب اپنے کہنے سے نادم و شرمندہ رخصت لیکر اپنے خیمے میں تشریف لے گئے۔ مگر دم بخود خاموش۔ جب دوپہر بسر کر چکے اور نماز ظہر سے فراغت حاصل کر چکے تب مبلغ ایک ہزار پانسو روپیہ و وہی تھالیاں جس کا اوپر ذکر آ لیا لیکر خود حاضر حضور ہوئے۔ مگر اس حالت سے کہ جب حضرت کی نشست سے چند قدم دور تھے۔ وہیں سے اپنے پاؤں سے جوتا اتارا برہنہ پا ہو کر اور جس چیز میں وہ ہدیہ تھا وہ اپنے ہاتھ میں لیکر بعجز و انکسار تمام اپنا منہ آستانہ پر رکھ کر عرض کیا کہ یہ نیاز ہے پنجتن پاک کی اور حضرت کی خدمت بابرکت میں پیش کیجاتی ہے۔ تب حضرت نے فرمایا۔ کیوں نہ ہو۔ آخر آپ اولاد ہیں اولیاء کبار اور بزرگان نامدار کی۔ اور درویشان ذیوقار عالیمقدار میں سے ہیں۔ غرضیکہ بہت ہی تحسین و آفرین فرمائی اور فرمایا کہ فقیروں کی جناب میں اعتقاد و انکسار سے جانا عین فخر اور سعادت مندی ہے۔ الحمد للہ علی ذالک

زرین مرغ

میاں محمد واجد درویش کرنال کے رہنے والے مریدان صاحب اعتقاد حضرت پیر دستگیر جناب میرانجیو سے تھے۔ اور اپنے بزرگ صاحب حالات و کمالات بھی تھے۔ ان کا ایک لحظہ یا ایک پل بغیر جلوہ محبوب حقیقی نہیں گذرتا تھا۔ ان کی نظر و نگاہ میں کوئی پردہ ہی نہ تھا۔ ان کا روز مرہ کائینات اور تعینات عین ذات سے مقصود و متصور تھا۔ انہیں جمادات اور نباتات کے اندر وہی وہ دکھلائی دیتا تھا حضرت شاہ لطف اللہ فرماتے ہیں کہ ہمیں بھی ان سے ملاقات کا شرف حاصل تھا۔ ایک روز ایک امیر سلنے کہ صاحب مال و دولت اور ذیشان امیر تھا۔ جناب حضرت پیر دستگیر کی جناب میں ایک چیز جو ایک مرغ زرین نہایت خوشرنگ جواہر نگار تھا۔ اور کچھ روپیہ کچھ اشرفیاں نذر گذرانا۔ چونکہ مرغ زرین اور زیور جھلمل سے آراستہ پیراستہ تھا۔ حضرت میراں صاحب نے استحقاق پر نظر کرتے ہوئے محمد واجد جیو کے حوالے کر دیا۔ حضرت کا عطیہ تھا۔ اور خود بھی ایک عجیب شے تھا۔ اس لئے محمد واجد اس مرغ کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ اور شب و روز اسکی عمدہ اشکال اور طرح طرح کے رنگ اور صنعت صانع حقیقی کی خوبیوں کی صفت و ستائش میں مستغرق رہتے تھے۔ محمد اشرف فقیر ابن کھیڑے کے رہنے والے تھے وہ بھی مریدان سرکار میں سے تھے۔ انہیں اس مرغ زرین کی ہوس پیدا ہوئی۔ اور محمد اشرف نے محمد واجد سے درخواست کی کہ اس مرغ کو مجھے مرحمت کریں۔ محمد واجد نے جواب دیا کہ اول تو یہ مرغ عنایات حضرت پیر دستگیر

میں سے ہے۔ میں یہ جرأت نہیں کرسکتا کہ بلا اجازت حضرت اقدس کسی دوسرے شخص کے حوالے کردوں دوسرے مجھے خود اس سے ایسی وابستگی ہے کہ میں اس کے ذریعہ سے یاد الٰہی میں محو رہتا ہوں۔ مجھے حد درجہ کی محبت وانس اس مرغ سے ہے۔ مجھے یہ خوف سب سے زیادہ دامنگیر ہے کہ مرغ دیدینے سے خدانخواستہ حضرت پیر دستگیر کے آئینۂ دل میں میری طرف سے کچھ کدورت آجائے۔ میں کسی حالت میں مرغ کو اپنے آپ سے جدا نہیں کرسکتا۔ ان وجوہات سے میں کہتا ہوں کہ آپ مجھے اس معاملے میں معذور فرمادیں۔

محمد اشرف اس انکار سے نہایت شکستہ خاطر اور محمد واجد سے رنجیدہ ہوگئے۔ اور انکی ایذادہی و خرابی کے درپے ہوگئے۔ اور آمادہ ہوئے کہ نقصان پہنچایا جائے۔ چنانچہ حسد اور افترا پردازی سے ایک منصوبہ بنایا اور حضرت پیر دستگیر کی خدمت میں گذارش کیا کہ محمد واجد کہتا ہے کہ اگر میراں جیو مجھ پر برہم یا خفا ہوکر فقیری و درویشی مجھ سے لے لیویں۔ میری گذر اور اوقات بسری کیلئے املاک زمین اور باغ وغیرہ بہت کچھ ہے۔ وہ کفایت کریں گے۔ مجھے ایسی فقیری و درویشی کی احتیاج و ضرورت نہیں ہے:

جب حضرت نے یہ گفتگو مسموع فرمائی۔ حضرت جذبہ اور جوش میں آئے۔ اور کسی آنے جانے کی زبانی پیغام بھجوادیا کہ محمد واجد سے کہدیں کہ وہ فقیری جو مجھ سے تم نے حاصل کی ہے۔ واپس دیدیں۔ اور آپ اپنے باغ کے محاصل اور اپنی جائیداد کی آمدنی سے امید ہے اپنی ضروریات زندگی بہم پہنچائیں گے۔ آپکے باغات اور آمدنی میں کوئی خلل نہیں آئے گا۔ کیونکہ آپ کنوؤں اور باغوں والے ہیں آسودگی و آسائش سے اپنی زندگی بسر کریں گے۔ جب حضرت پیر دستگیر جناب میراں صاحب کا یہ پیغام محمد واجد کے پاس پہنچا۔ پہنچتے ہی ذوق و شوق یاد الٰہی بالکل برطرف ہوگیا اور پراگندہ خاطری و پریشانی یہاں تک ہوگئی کہ پنجوقتہ نماز بھی بھول گئی۔ ایک مدت گذر گئی۔ محمد واجد اسی حالت پریشانی میں گزرتا رہا۔ آخرالامر جب شہر بار یافتگان حضور اقدس پر یہ معاملات منکشف اور ظاہر ہوئے۔ کہ محمد اشرف نے [illegible] عداوت [illegible] سے محمد واجد پر افترا اور بہتان باندھا ہے۔ اور ناحق مزاج اقدس، حضرت اقدس کو اس بیچارے کیطرف سے برہم و ناخوش کر رکھا ہے۔ چنانچہ قدوۃ المحققین صاحبزادہ والا قدر میاں محمد باقر قدس سرہ نے خدمت حضرت عرض کیا محمد واجد فقیر بغیر قصور و بلا تقصیر غضب میں گرفتار ہوا ہے۔ یہ امر مخفی نہیں بالکل ظاہر و ثابت ہے کہ [illegible] محمد واجد سے مرغ [illegible] والا مانگتا تھا۔ محمد واجد نے اس کے دینے سے انکار کیا۔ اس وجہ سے کینہ اس کے سینہ میں جگہ پکڑ گیا۔ محض اس عداوت سے محمد اشرف نے کذب اور بہتان باندھکر حضرت کی خدمت میں جو کچھ بھی بحق محمد واجد عرض کیا ہے۔ غلط سراسر جھوٹ اور افترا ہے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اگر محمد اشرف نے اپنی خلاف زبانی سے از خود باتیں تراش کر ایک غلط بیانی کا روادار ہوا ہے اور

اور درپے خرابی ایک درویش صاحب حالات کی ہوا ہے۔ اپنی بدبختی کا موجب ہوا ہے۔ اسکی اپنی عاقبت خراب ہوئی ہے۔ حضرت کا یہ فرمان ہوا۔ اور اسیوقت سے محمد اشرف رجعت اور خواری میں گرفتار ہو گیا۔ اور میاں محمد واحد اگرچہ اسی حالت پر جو سابق تھی قادر نہیں ہوئے۔ ولیکن فی الجملہ توجہ ان کے نصیب ہوئی۔ اور انکی عاقبت ضرور بخیر ہوئی۔ اور انجام بخیر ہوا۔ الحمد للہ علی ذالک

راہ خدا میں چھوڑی ہوئی چیز پر نگاہ کرنا موجب خفت و تنبیہ ہے

جس روز سے حضرت پیر دستگیر جناب میرانجیو صاحب قصبہ سیوانہ سے جو حضرت کا وطن مالوفہ اور مولد ومسکن تھا نیز حضرت کے آبا و اجداد کا مولد و مسکن ہونیکا فخر رکھتا ہے۔ طلب درویشی اور تعلیم و تربیت کی غرض سے نکلے تھے۔ چالیس سال کامل اس قصبہ کیطرف قطعی راغب و متوجہ نہ ہوئے تھے اور اسی قدر عرصہ تک اس قصبہ کا کبھی خیال بھی نہیں کیا تھا۔ جب مشیت ازلی یونہی قرار پا چکی تھی۔ روز بروز پایہ جاہ و مرتبت آں والاجاہ والامرتبت اس قدر بلند اور بلند تر ہوتا گیا کہ طائر قیاس انسانی باوجود سعی و کوشش وہاں تک رسائی نہیں کر سکتا۔ غرض بہت تھوڑی مدت کے اندر درجہ علیا ولایت و کرامت تک حضرت کی رسائی ہو گئی تھی آفتاب کیطرح مشہور و معروف دور دور تک آپ کی روشنی پہنچی اور دور و نزدیک آپکی بلندی و برتری کا شہرہ پہنچا۔ آپ کی ذات مبارک کا غلغلہ شہرت ایک عالم میں گونج گیا۔ بے اختیار کرامات و خوارق عادت کا ظہور جو ذات والاصفات سے ظہور پذیر ہوا۔ اس نے حضرت کی کمالیت کو بہت جلد سرحد کمال تک شہرت دیدی گویا خورشید وار ذرات جہاں کو نور معرفت سے منور کر دیا جس سے تیرہ بختان جہاں کو صبح صادق کی مثال پر انوار و پر اسرار بنا دیا۔ ہر خاص و عام کے لئے حضرت کی ذاتِ والاصفات مرجع و ماوا و ملجائے کا کام دینے لگی۔ جس قدر اکابر و باعزت و باکمال سادات عظام قصبہ سیوانہ تھے۔ سب آزادی تمام سے بخدمت حضرت پیر دستگیر حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ جب ذر سے حضرت شاہ زید قدس سرہ نے رحلت فرمائی ہے۔ اولاد آں عالی تبار سے کوئی بزرگ بھی مثل جد امجد اپنے کے نہیں ہوا۔ نہ کسی نے لوائے کرامت کا انکی طرح بلند کیا ہے البتہ ذات با صفات اور مظاہر فیض مآثر آنحضرت گنجینۂ اسرار حقیقتی ہے۔ اور زبان فیض ترجمان مثل الہام ربانی ہے تمام مشکلات خواہ وہ کسی قسم کی ہوں۔ ان کیلئے مفتاح ہے۔ ہم لوگ اقرار کرتے ہیں اور خواہش رکھتے ہیں کہ جسقدر خلائق بشمار فیض صحبت سے فیضیاب اور مستفید ہو رہی ہے۔ اور جس طرح لوگ مدارج اعلی کو حضرت سے فائدہ اٹھا کر پہنچے ہیں اسیطرح سے سادات عظام سیوانہ کے حال پر بھی توجہ مبذول فرمائی جائے اور چند ایام حضرت اپنے قدوم فیض لزوم سے قصبہ مذکور کی زیب و زینت بڑھائیں اور دولت فیوض و برکات سے مالامال

فرمائیں۔ وہاں بھی چند روز قیام و سکونت فرمائیں تاکہ قصبہ سیوانہ کے باشندے حضرت کی رہنمونی و راہنمائی سے شاہراہ ہدایت پر قدم زن ہو سکیں۔ باعث خوش نصیبی مردمان سیوانہ تو ضرور ہی ہوگا۔ حضرت کی ذات بابرکات بھی ثواب پائیگی۔ آنحضرت کو سادات سیوانہ کیطرف سے بباعث خلاف تہذیبی خاطر مبارک میں تھوڑی سی سوء مزاجی واقع ہوگئی تھی۔ اسلئے حضرت نے فرمایا کہ ہمیں کونسی وجہ اور کونسی صورت سے سیوانہ میں لیجانے کیلئے طیار ہوئے ہیں۔ اور کیوں یہ خواہش ہم سے کیجارہی ہے۔ عرض کیا گیا کہ سیوانہ حضرت کے اجداد و بزرگوں کا وطن ہونیکا فخر رکھتا ہے اور آنحضرت سید محمد یوسف کے خلف و فرزند ارجمند ہیں۔ اور ہم لوگوں کو بھی موجب فخر و مباہات ہے۔ کیونکہ ہماری برادری اور ہماری حد سے ایسے اولیائے کامل ظہور میں آئے ہیں۔ اور دنیا ان سے فایدہ اٹھارہی ہے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ یہ جو کچھ کہا جاتا ہے تمام خلاف واقعات اور جھوٹ ہے۔ کیونکہ جس روز سے اس فقیر نے یہ لباس اختیار کیا ہے۔ محمد یوسف کو اپنے دل سے دور کر چکا ہے اور جناب حضرت شاہ ابوالمعالی سے پیوستہ ہو کر انہیں سے نسبت فرزندی پیدا کر چکا ہے۔ اور تمام دنیا اس پر صاد کر چکی ہے اور زبان چکی ہے کہ شاہ بھیکھ ابوالمعالی سے ہے۔ یہ کوئی نہیں جانتا اور نہ کہتا ہے کہ سید بھیکھ سید محمد یوسف سے ہے۔ کوئی بھی نہیں جانتا کہ بھیکھ سید محمد یوسف کا بیٹا ہے۔ سب یہ جانتے ہیں کہ سید بھیکھ شاہ ابوالمعالی کا فرزند دلبند ہے۔ دوسری اور بات ہے۔ وہ یہ کہ آپ سب بزرگ مذہب و ملت اس فقیر کے مذہب و ملت سے جدا اور خلاف رکھتے ہیں۔ ہماری اور آپکی موافقت کی کوئی وجہ دکھائی نہیں دیتی۔ اور وہ جو کچھ آپ صاحبان اسباب و علامات آبائی واجدائی بیان کرتے ہیں۔ جو چیز کہ خدا کیلئے چھوڑ دی جائے۔ پھر اس کی طرف رجوع لانا اور متوجہ ہونا عالم تجرید سے بعید و بہت نامناسب ہے۔ اصفیاء و اکابر موجودگان اقرار کرتے اور تسلیم کرتے رہے کہ ہم تمام حضرت کا مذہب و ملت قبول کئے لیتے ہیں۔ ہر طریقہ کہ آپ ارشاد فرمائیں گے ہم اسے مان لینے کیلئے بالکل تیار ہیں جب یہ قیل و قال ورد و کد حد کو پہنچ چکی تھی زبدۃ الکاملین سید عبدالمومن جیو نے خلوت میں عرض کیا کہ یہ حقیقت ہے اور در اصل اگرچہ حضرت کا برادری سے کوئی واسطہ و تعلق نہیں رہا ہے۔ اور نہ آپکو اپنی برادری سے کچھ غرض و مطلب ہی ہے۔ اور مرید ہو جانے کے حضرت کی نسبت حضرت شاہ ابوالمعالی سے ہوگئی ہے۔ اور پدری تعلقات کا سلسلہ بھی نہیں حضرت سے منسلک ہو گیا ہے اور محمد یوسف کسی طرح کوئی احتیاج و ضرورت آپکی نہیں رکھتے۔ یہ تمام امور مان لئے گئے۔ اگر آپ سیوانہ میں تشریف شریف لیجائیں تو حضرت والا کی ذات مبارک کے واسطے سے نہرالہ سادات عالی تبار رو بجہالت لاعلمی اور غلط فہمی سے درجہ جہالت میں پڑے ہوئے و گمراہ ہو چکے ہیں۔ ہدایت پا جائیں گے۔ یہ واقعات نہایت ثواب عظیم کا باعث ہوں گے۔ ان وجوہ سے حضرت میرانجیو سیوانہ تشریف لیجانیکے لئے طیار و آمادہ ہو گئے۔ حتی کہ روانہ سیوانہ ہوئے۔ میاں عبدالمومن جیو

فرماتے ہیں کہ جب حضرت کا جلوس متصل حویلی حیدری ویدری حضرت میرانجیو کے پہنچا۔ اور جب حضرت کی سواری مبارک عین ان گلی کوچوں میں ہوتی ہوئی جس کے اندر وہ حویلی واقعہ تھی پہنچی ہے تو آنحضرت نے اپنی چادر مبارک کا ایک پلہ روئے مبارک پر ڈال لیا تھا۔ اور جب وہاں سے نکل گئے تب چادر روئے مبارک سے اٹھادی اور زبان در افشاں پر یہ الفاظ خود بخود جاری تھے۔

"میرانجیو! اس چیز کو جسے طلب یاد الٰہی میں چھوڑ دیا ہو پھر دوسری دفعہ اس پر نظر ڈالنا موجب خفت مشرب توحید و تربیت ہے"

جو شخص اسباب دنیوی پر لات مار کر طالب خدا ہو چکا۔ اس کا فرض ہو گیا کہ اسی جادہ پر مستقیم رہے۔ اور کمر ہمت مستحکم و مضبوط باندھے ہوئے مستعد رہے پھر اسے چاہئے کہ ترک کی ہوئی چیزوں کی طرف دوبارہ بھول کر بھی مائل نہ ہووے۔ سید جمال الدین کی حویلی میں جو وہاں کا سرکردہ رئیس تھا نزول اجلال فرمایا۔ جب نماز ظہر کا وقت آیا۔ یہ بزرگ سادات عظام سے جو مذہب شیعہ قبول کر کے تارک جماعت ہو چکے تھے۔ حاضر ہوئے۔ ان سب نے قدیم طریقہ پر اہل سنت والجماعت کے ساتھ شریک و شامل ہو کر باجماعت نماز ادا کی۔ پھر کیا تھا۔ جماعت در جماعت گروہ در گروہ سادات عظام اور دوسرے اہل سیوانہ آئے اور حضرت پیر دستگیر کے مرید ہوتے گئے۔ گویا مرشدوں کے گروہ در گروہ حضرت میرانجیو کے شفا خانہ ہدایت میں داخل ہوتے تھے۔ اور نسخہ شفا کو لیتے ہی شفایاب ہو جاتے تھے۔ اور نجات ابدی حاصل کرتے تھے۔ اور جو بھی یہ نسخہ ان کے ہاتھوں تک پہنچا پھر لیتے۔ اپنے آپ کو ورطہ ہلاکت سے باہر پاتا۔ اور ہر ایک گوشہ ضلالت و گمراہی سے باہر نکل جاتا۔ چند روز کے قیام سیوانہ سے ہزارہا انسانوں کو وحدانیت و کمالیت کے دروازے پر لا کھڑا کیا بیشمار انسان ہدایت پاگئے۔ آخر حضرت میرانجیو سیوانہ سے وداع ہوئے۔ اور دائرہ شریفہ میں تشریف شریف لے آئے۔ الحمد للہ علی ذالک۔

بارہ روز مسلسل بارش ہوئی

عہد حکومت و سلطنت فرخ سیر بادشاہ میں ایک دفعہ موسم برسات میں امساک باراں تھا بارش مطلق نہیں ہوتی تھی۔ موسم برسات کے اندر جو بارش زور دار ہوتی ہے۔ حضرت پیر دستگیر جناب میرانجیو کا حکم تھا کہ کوئی مرید طالب اپنا گھر چھوڑ کر زیارت و قدم بوسی کی غرض سے سرکار میں حاضر ہونے کی تکلیف ہرگز گوارا نہ کیا کریں۔ جہاں کہیں ہوں وہیں جم کر یاد الٰہی میں شاغل و مشغول ہو جایا کریں۔ سید مرتضیٰ نے اپنے دل میں خیال کیا کہ اب کے تو بارش ہوتی ہی نہیں ہے۔ پس اس سے بہتر کیا ہے۔ چلو حضرت پیر دستگیر کی زیارت کی ہم بھی مشتاق ہیں عادت تو بارش میں ہے۔ اب جبکہ بارش نہیں ہوتی پھر

حضرت کی زیارت سے محروم کیوں رہیں، جب آستانہ بوسی کا فخر نصیب ہوا اور حضرت کی قدمبوسی کی دولت پائی تو جو خوشی انہیں ہوئی اس کا کیا کہنا مگر ابھی آرام سے بیٹھنے نہ پائے تھے کہ حضرت نے سوال فرمایا کہ اس موسم میں کیوں آئے۔ عرض کیا یا حضرت ایسے سال تو خشک سالی ہے۔ بارش ہوتی ہی نہیں۔ ارشاد ہوا یہ کیونکر معلوم ہوا کہ بارش نہیں ہوگی۔ جب حکم ہوگیا تبھی ہونے لگے گی۔ بہتر ہے کہ دائرہ شریف سے باہر چلے جائیے ورنہ پھر جانا نہایت دشوار و ناممکن ہو جائے گا اپنے وطن میں ہرگز نہیں پہنچ سکو گے۔ حکم کی دیر تھی۔ یہ بیچارے جیسے کیسے دائرہ شریف سے باہر ہوگئے اور رخصت ہو کر گھر کو روانہ ہوئے۔ اثنائے راہ کے اندر ایک بڑا تنومند اور بھاری درخت تھا بمشکل وہاں تک پہنچنے پائے تھے کہ نزول باران رحمت شروع ہو گیا۔ بہزار دقت و مشکل وہیں سے لوٹے اور دائرہ شریف میں آکر پناہ لی۔ بارہ روز تک موسلادھار بارش برسی بارہ دن تک آفتاب جہانتاب کی صورت برابر پردہ ابر میں چھپی رہی۔ یہ لوگ ہر وقت اس انتظار میں تھے کہ بارش تھمے اور اپنا راستہ لیں۔ بارہویں دن خدا خدا کرکے ابر ہلکا ہوا۔ تب یہ اپنے گھر کو رخصت ہوکر روانہ ہوئے۔

الحمد للہ علی ذالک

باب ششم

در ذکر سماع و آداب آں

بعضے طلبا کحص از روئے عدم معرفت سماع و وجد کو حرام مطلق کہتے ہیں۔ اور اباحت و کراہت کے اندر امتیاز و فرق نہیں کرتے۔ حالانکہ اکثر بزرگان سلف نے اور پیروان رسول اکرم علیہ الصلواۃ والسلام صحابہ کرام۔ تابعین۔ تبع تابعین۔ اولیائے سلف و خلف۔ پیران عظام مشایخ ذوی الاحترام نے اسپر اعتقاد و پیروی کی ہے۔ یہ ان تمام پر انکار کرتے ہیں۔ اسلئے ضروری ولابدی ہوتا ہے کہ تھوڑی سی متعلقہ سماع و رقص از روئے دلائل و نص و حدیث و اقوال مشایخ و روایات نقل جن کے ذریعے موجب تردید اشتباہ اور رد مسائل انکار کا قرار دیا جاسکتا ہے۔

اگرچہ تصنیف و تالیف اس کتاب اور تذکرہ بالا اختصار روایات صحیحہ حضرت پیر دستگیر جناب میرانجیو سے مطلب صرف برکات و حسنات حضرت موصوف کا بیان کرتا ہے۔ لیکن جبکہ سماع معمول پیران چشت اہل بہشت کا ہو چکا ہے اسلئے مجبوراً و لاچار تصریح حلت و حرمت کے بیان کے سوائے کوئی اور چارہ کار نہیں دیکھا۔ پس بہت تھوڑا اور بقدر کفیل اس سے درج کتاب ہذا کیا جاتا ہے۔ لازم آئے گا کہ اس تحریر سے اہل سماع فایدہ اٹھاویں گے۔ یہ چار فصل پر مشتمل ہوگا۔

فصل اوّل

در آداب سماع

سب سے پہلے سماع اور مجلس کے لئے مکان لازمی طور پر دلکشا اور فرحت افزا ہونا چاہئے۔ گانے والے خوش الحان۔ خوش گلو۔ خوش لہجہ ہونے ضروری ہیں۔ سننے والے صلاح آثار پرہیزگار ایک خاندان ایک سلسلہ سے ہونے لازم ہیں۔ جن میں کوئی داخلی و فروعی اختلافات نہ ہو۔ کسی سے دل کے اندر اختلاف۔ مخالفت یا انکار پیدا نہ ہو۔ فاسق۔ منافق۔ امرد اور عورت درمیان میں نہ ہوں تو اچھا ہے۔ عود عنبر خوشبو عطر وغیرہ سے مجلس معطر ہونی چاہئے۔ جو ہو خوشبو کے لئے ابتدا

ہونا چاہیئے تاکہ خوش و بشاش ہو۔ مجلس کی ابتداء کلام ربانی سے کرنا لازم ہوگا۔ نیز ضروری ہے کہ مجلس سماع کے درمیان تکلم۔ حکایات۔ بازی و ہنسی وغیرہ سے پرہیز کریں امورات بالا میں مشغولیت و مصروفیت بیہودہ نامناسب ہے۔ مجلس سماع میں ادب سے بیٹھنا ضروری ہے جب تک عرصہ مجلس میں شامل ہوں دلکو حق سبحانہ تعالی کیطرف مائل رکھنا عین ضروری ہوگا۔ جان و دل گوش و ہوش سے ادھر مصروف رہنا چاہیئے اور ترتیب ذوق و شوق سے سننا چاہیئے۔ سر کو ہلانا کچھ موزوں نہیں ایسا مؤدب بیٹھنا چاہیئے جیسے نماز میں بیٹھتے ہیں۔ مشروبات و ماکولات سے بچنا لازم ہوگا۔ بفرض اگر زیادہ ہی تشنگی غالب آجائے تو واجب ہے کہ مجلس سے اٹھ جائیں اور باہر آکر پانی پئیں۔ پھر اپنی پہلی جائے نشست پر باادب بیٹھ جائیں۔ اگر کسی صوفی شامل مجلس پر شوق کا غلبہ ہو جائے۔ اور وہ مجلس سماع میں اٹھ کر کھڑا ہو جائے تمام حاضرین مجلس پر فرض ہوگا کہ تعظیم کیلئے برابر اٹھیں۔ اور ساکت و خاموش کھڑے رہیں یہ اصول اور نہایت واجب ہے۔ رقص یا ضرب وغیرہ کرنا درست نہیں۔ حرکات وغیرہ قوالوں کے موافق ہونی چاہئیں تاکہ رونق مردنگی باہم ہو کر بڑھے اور لذت سماع ہاتھ سے نہ جاتی رہے۔

سماع کے بعد یہ دعا پڑھنی چاہیئے:۔ اللّٰھم صل علی محمد و آل محمد اللّٰھم اجعلنا

بحر المعانی

من الذین عملت نیتھم جزاء من الذین یستمعون القول احسنہ اللہ نور قلوبنا یا واقیہ سمعک یا نور یا نور الانوار اللّٰھم انزل علینا من برکات ھذا کلمات الانبیاء و الاولیاء و صل علی سیدنا محمد ... برحمتک یا ارحم الراحمین

بیان کیا گیا ہے کہ خانوادہ چشت دو رکن پر مشتمل یا شامل ہے۔ ایک رکن نماز اور

۳ داب السالکین

دوسرا رکن سماع گویا دونوں ضروری۔ دونوں لازمی۔ نماز ایسی ضروری ہے کہ ہر انسان کو اس کی پابندی کرنی چاہیئے۔ ... کی خواہش ہو تو چاہیئے۔ اسکے برابر دوسری چیز ضروری و لازمی کوئی نہیں ہو سکتی۔ نماز میں ہمہ تن مصروف ہونا چاہیئے اور ... ہوش و ... درستی سے اس نماز کے تمام ارکان پورے ہونے چاہئیں۔ مثلاً قیام قرأت۔ رکوع و سجود تاکہ نماز فاسد نہ ہو جائے۔ لیکن سماع بالکل بیخودی ہے سماع سننے بیٹھے تو ضروری اور لازم ہے کہ خودی کو لپیٹ کر پرے رکھ دے اور سماع ہو تو بیخودی پیدا کر سکتا ہے۔ ... دور کر کے شامل سماع ہو۔ خودی کو بالکل اسکی ہستی میں دخل نہ ہو یاد حق کے سوائے دل میں کوئی خیال آنے نہ ہو۔ تمام خیالات دل سے نکال دینے۔ یہ ایک ادنی درجہ استغراق ماسوائے اللہ کا ہے کوئی جب شامل مجلس سماع ہو جاتا ہے۔ اس کا دل بجز سوائے محبت حق کے اور کوئی شے نہیں ہو سکتی

پس جان لینا چاہیے کہ خودی و بیخودی کے درمیان تفاوت عظیم ہے اور فرق بعید۔ کتب عوارف۔ کیمیائے سعادت - احیا العلوم، کشف المحجوب، تنبیہ الطالبین وغیرہ مستند کتابوں سے اس کی تصدیق تحقیق کر لیگئی ہے۔ اور کتب مقدسہ مذکورہ بڑے زور سے تائید کر رہی ہیں۔ اور ان کا ہم زبان بیان ہے کہ آداب نماز و سماع یکساں ہیں۔ جو چیز کہ نماز میں مباح ہے سماع میں بھی مباح ہے اور جو بات نماز میں منع ہے سماع میں بھی اسکی ممانعت ہے۔ حضرت سرور کائنات فخر موجودات رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث صحیح اندریں بارہ موجود ہے معراج اکملا دوام سماع ۔ معراج القدار صلوٰۃ

کشف المحجوب

جان لینا چاہیے کہ یہ امور بھی داخل آداب سماع ہیں کہ جب تک زیادہ ذوق و شوق نہ ہو ہر وقت خواہش نہیں کرنی چاہیے۔ عادت ہی نہ کر لینی چاہیے۔ دیر دیر کے بعد سماع میں سماع کی تعظیم دل کے اندر زیادہ ہوتی ہے۔ اور شوق بڑھتا ہے۔ سماع اس وقت نہایت مفید پر لطف ہوگا جب پیر موجود ہو۔ اور جگہ عوام سے بالکل خالی ہو۔ اور قوال باحرمت ہو۔ اور دل دوسرے اشغال سے بالکل خالی ہو۔ اور طبیعت لہو و لعب سے نفور یا الگ تھلگ۔ کسی قسم کا تکلف درمیان میں نہ ہو۔ جب تک قوت سماع کی نہ ہو یہ شرط نہیں ہے کہ اسمیں مبالغہ کیا جائے۔ اور جب طبیعت قوت پکڑ جائے پھر شرط نہیں ہے کہ اپنے آپ دفع کیا جائے۔ اور قوت کے تابع ہو جائے۔ وقت کے تقاضے کے تابع ہونا لازم ہے۔ اگر ضرورت پیش آئے اور مناسب ہو تو جنبش کرے۔ اور اگر ساکت و بے حس و حرکت رہنے کی ضرورت ہے تو خاموش رہے جنبش تک نہ ہو۔ اور فرق کرنا چاہیے یعنی تمیز کر سکتا ہے تو کرے درمیان قوت طبع اور حرکت و وجد حال کے کسی سے آنکھیں چار نہ کرے۔ اور اگر کوئی آنکھیں لڑائے تو منع کرے۔ سماع میں کسی قسم کا دخل دینا سوء ادبی ہے ایسے وقت میں بولنا اور دخل دینا مجلس کے رنگ کو بگاڑنا یا شور مچانا ٹھیک نہیں۔ کسی کے روزگار میں تصرف نہ کرے۔ اور کوئی بیت یا شعر قوال کو نہ بتائے کہ اسکی طبع میں پراگندگی یا بے برکتی کا ظہور ہو اگر گروہ کے کسی کو سماع نے پکڑ لیا ہو یا گرفتار حالت ہوا ور تجھے نصیب نہ ہو۔ یعنی کسی کی طبیعت پر اثر نہ ہوا ہو تو لازم نہیں آتا کہ کسی کی نسبت کوئی غیر خیال دل میں لا دے۔ چاہیے کہ اپنے اور اپنے وقت کا خیال کر کے خاموش بیٹھا رہے۔ قوال اگر نہایت عمدہ و پراثر و سحر نگار ہے تو زیبا نہ ہوگا کہ اسکی تعریف و توصیف میں رطب اللسان ہو۔ اور اگر اچھا نہیں گاتا تو مناسب و موزوں نہ ہوگا کہ یہ بات کہے کہ اچھا گا یا اس سے بہتر کوئی چیز سنا۔ حتی کہ دل تک میں یہ خیال نہ ہونے پائے کہ قوال اچھا گاتا یا نہیں گاتے یا ہنر دکھاتے کسی طرح کی خصومت یا عداوت ان سے نہیں ہونی چاہیے۔ مگر ایسا ہے تو خلاف اصول و خلاف ادائے سماع ہے یہ

شمائل اتقیا

..... میں فرماتے ہیں کہ صلحاء۔ فقراء۔ اہل درد۔ صاحب سوز و گداز ۱۰ ... وشیخ تمام

نسبت والے اگر جمع ہوں۔ ان کا جمع ہونا اور سماع میں شرکت کرنا یاد الٰہی اور شوق صمد کیلئے ہوتا ہے۔ ایسے حضرات کا وجود اور ایسے بزرگوں کی رقت تکلف یا ریا سے نہیں ہوتی ایسے بزرگوں کی صحبت البتہ باعث خیر و برکات ہوتی ہے۔ لہٰذا ضرور اختیار کرنی چاہئے ساتھیوں کی صحبت کی برکت اور ہمچنیں بزرگو پیر جب وجد و رقت ہو لیوس و رحمت حاصل کرنی چاہئے گویا ایسے اوقات میں ضرور شمولیت حاصل کرنی چاہئے اور فایدہ اٹھانا چاہئے۔ یہ مسلہ بتاتا ہے کہ صحبت کا اثر ہوتا ہے اور ایسی صحبت بہت بڑی و عظیم برکات کا موجب ہوتی ہے۔ اور ایسی برکات عارضی نہیں ہوا کرتیں۔ ان برکات کو استقامت نصیب ہے جو کبھی جاتی نہیں

یک زمانے صحبتے با اولیا   بہتر از صد سال کردن اتقیا

دیگر

صحبت صالح ترا صالح کند   صحبت طالح ترا طالح کند

کیمیائے سعادت

لیکن کپڑے پھاڑ دینے موزوں نہیں ہیں۔ کیونکہ ایسا کرنے سے سوائے اس کے کہ کپڑے ضایع ہو جائیں اور کچھ فایدہ نہیں ہو سکتا ہاں ذوق و شوق میں مغلوب و بے اختیار ہے تو اسے کیا کہا جا سکتا ہے سوا ہے۔ اگر کوئی پارچہ گر کپڑے کے سو ٹکڑے کر کے سو ہی درویشوں کے حوالے کردے تو مباح ہے۔ زہر بادہ کی طرح جو تنا بھی ہو گا۔ اپنا کام کر جائے گا۔

جاننا چاہئے۔ جہاں سماع ہوتا ہو۔ ایسی جگہ شراب لنڈھاتا۔ لہو و لعب کے اندر مصروف ہو جانا نہایت نادرست ہے۔ جہاں اہل فسق و فجور زیادہ جمع ہوں ایسے لوگوں کا سماع محض ہوا و حرص اور خوشی نفس کیلئے محض حظوظ نفس کیلئے ہوتا ہے۔ اور حظوظ جسمانی کیلئے ہوتا ہے۔ ایسی صحبت اور ایسے جمع سے نفرت و اجتناب لازم ہے۔ خوب جان لینا چاہئے۔ ایسے جمع ایسی جگہ دیوان شیطان سے کم ہرگز نہیں۔ ایسا جمع شیطان کی کچہری ہے۔ ایسی صحبتوں اور ایسے جھمیلوں پر سوائے نفرین اور لعنت جہاں آفریں کے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ ایسے سماع کو سنے تو پڑھے

نعوذ باللّٰہ من وجد اکل و اجتماع و السماع

کیونکہ وہ جمع شیطانی ہے حرام سے کم نہ ہو گا۔

فصل دوم

در فوائد سماع

رسالہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ میں رقم فرمایا ہے کہ بعض مشایخ نے مہتر خضر سے پوچھا کہ آپ

سماع کے بارہ میں کیا فرماتے ہیں۔ جو دوست سنتے ہیں۔ حضرت خضر علیہ الصلواۃ والسلام فرماتے ہیں کہ سماع بعینہ باران رحمت ہے۔ اگر بارش زمین صالح پر برسے۔ اور اچھی زمین پر باران رحمت کے قطرے پڑے۔ عمدہ سبزیاں رنگ برنگ خوش نکہت پھول میوے اور پھلدار چیزیں پیدا ہوں گی۔ وہی باران رحمت اگر کلروالی زمین پر اور شورہ و بنجر غیر ممکن پر پڑیگی۔ خاروخس پیدا ہوگا۔ ورنہ کچھ بھی نہ ہوگا۔ جیسی تخم ویسی دکھائی دیگی۔ سماع بھی وہی بارش ہے۔ اگر پاک دلوں اور شوق و محبت الٰہی میں شرابور قلبوں پر اسکا قطرہ گرا۔ انوار و اسرار لدنّیانی۔ اور رقت قلبی اور وجد ظہور میں آئیں گے۔ بُرے دلو پر وہی اثر ہوا گے۔ اور نتائج ویسے ہی پیدا ہوں گے۔ جیسے کہ شور زمین پر باران رحمت کے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

قال علی رضی اللہ عنہٗ | اِنَّ للمؤمنین معراجین السماع والصلواۃ مراتب سلوک میں لطیفہ مذکورہ بالا کو لطیفہ قلبی تسلیم کیا ہے۔ پس ارواح کا معراج بھی بالا معراج القلب ہوا کرتاہے۔ اور وہ جو حضرت رسول اللہ علیہ الصلواۃ والسلام نے فرمایا ہے معراج روح سماعٌ۔ اس کا سبب اور ہے۔ اور وہ یہ کہ روح انسانی کو نغمہ خوش آئیند اور صدائے جانفزا سے ایکطرح کا خاص تعلق اور پیوند ہے

فوائد الفواد | میں لکھتے ہیں کہ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا ہے کہ تلاوت قرآن مجید کرتے ہوئے اور سماع میں جو سعادت حاصل ہوتی ہے۔ اسکے تین قسم ہیں انوارؔ۔ احوالؔ۔ آثارؔ

اور یہ تینوں تین عالموں میں نازل ہوتی ہیں۔ اگر سوال کرو کہ وہ تین عالم کونسے ہیں تو جواب ہوگا۔ ملک۔ ملکوت جبروت۔ اور یہ تینوں سعادتیں۔ تین جدا جدا موقعوں پر ان کا نزول ہوتا ہے۔ یعنی ارواح پر۔ جوارح پر اور قلوب پر۔ انوار ملکوت ارواح پر ہوتے ہیں۔ اور بعدازاں احوال جبروت کا قلوب پر۔ بعدازاں آثار ملک جوارح پر۔ یعنی پہلی حالت سماع میں انوار الٰہی نازل ہوتے ہیں۔ عالم ملکوت سے ارواح پر۔ بعدازاں جو کچھ دل میں پیدا ہوتا ہے۔ اس کا نام احوال ہے۔ یہ جو کچھ حالت پیدا ہوتی ہے یہ عالم جبروت سے ہے۔ جو قلوب پر وارد اور دلوں کے اندر پیدا ہوتی ہے۔ جب قلوب میں یہ حالت پیدا ہوئی اس حالت میں حرکتیں ہوگا ہیں اور جنبشیں جو جسم سے ظہور میں آئیں گی اسے آثار کہیں گے۔ اور یہ ملک سے ہے جوارح پر الحمد للہ رب العالمین

السماع | للعارفین غذا الروح اور روضۃ الریاحین میں السماع للعارفین قوتھا للاشباح غذاءھا وللقلوب حلوتھا و لا الاسرار دلقاءھا۔

کیمیائے سعادت | ایسا ہوتا ہے کہ صوفیائے کرام اور شیوخ کے دل سماع سے ایسے پاک وصاف و منور نور تجلی ہو ہوتے ہیں۔ جیسے کہ نقرہ آگ پر پڑنے سے خالص اور صاف ہوجاتا ہے۔ ایسا ہی سمجھ لینا چاہئے کہ سماع سے ایک قسم کی آگ

پیدا ہوتی ہے۔ جو صوفی کے دلکو یوں پاک وصاف کرتی ہے۔ جیسے آگ کچی چاندی کو۔ پس آتش سماع صوفی کے
دل کی تمام کدورتیں اور صفائی طلب آلائشیں تمام و کمال کر پھونک کر خاک سیاہ کردیتی ہے۔ چاہیئے کہ سماع کے اندر
خوب ریاضت کریں۔ یعنی کثرت لازم آتی ہے تاکہ سماع سے اصل مطلب حاصل ہووے :

شمائل الاتقیا کے اندر فرماتے ہیں۔ سیدی احدی قدس سرہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ جسوقت صوفیا سماع کیلئے
مجلس سماع میں تشریف لیجاتے ہیں پروردگار عالم گناہوں کے بوجھ انکے سر سے اٹھا دینے کا حکم صادر فرماتا ہے۔
اور مجلس سماع ختم ہوتی ہے۔ صوفیا مجلس سے واپس جاتے ہیں۔ تو ملائکہ وہی گناہوں کے بوجھ پھر انہیں کی
گردنوں پر رکھ دینے کا قصد کرتے ہیں۔ مگر فرمان باریتعالی صادر ہوتا ہے کہ یہ عاشق ہیں اسلئے دوست ہیں۔ یہ زیبا
نہیں کہ دوستوں کے سر پر سے اتارا ہوا بوجھ پھر رکھدیا جائے۔ پس یہ بارگناہ سے سبکدوش ہو چکے۔ یہ بار پھر
نہیں رکھا جاسکتا۔

قواید دینوری فرمائے قیامت کو ایک شخص کو فرمان الہی پہنچیگا کہ تمنے دنیا کے اندر سماع بھی سنا تھا۔ جواب میں عرض
کریگا۔ ہاں باریتعالی سنا تھا۔ ارشاد ربی ہوگا کہ جو بیت کہ تو سنتا تھا۔ ہمارے اوصاف سے تحمیل کیا کرتا تھا۔ بندہ
جواب میں عرض کریگا۔ ہاں خداوند تعالیٰ خدا یتعالی ہوگا۔ تیرا تحمیل کرنا حادث۔ اور ہمارا اوصاف قدیم۔ تحمیل حادث
اوصاف قدیم پر کیسے روا ہوسکتی ہے۔ وہ بندہ عرض کریگا خداوندا! نہایت شوق اور نہایت محبت سے تحمیل کیا کرتا تھا
ارشاد ہوگا۔ اے میرے بندے جب تو شوق اور محبت سے تحمیل کیا کرتا تھا۔ ہمنے بھی تجھ پر رحمت کی

شیخ حامد بن طہور اپنے رسالہ سماعیہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ سماع شراب محبت ہے۔ اور سماع خطاب مودت ہے۔
سماع مردوں کیلئے مقدس ہے۔ اور سماع اتباع احسان ہے کہ قولہ تعالیٰ الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہٗ۔ اور سماع
گذرگاہ ہے مبتدیوں کیلئے کہ اسکی مدد سے اپنے آپکو خودی کی زندگانی سے گلستان بیخودی میں پہنچا سکیں اور سماع
ہی منتہی لوگوں کیلئے ایک ایسی منزل ہے کہ اپنے آپکو انوار دیدار سے منور کریں۔ اور ایک جذبہ جذبات رحمانی سے یکمر
حجاب کفارہ میں داخل کریں۔

سمنون محبت میں فرماتے ہیں۔ خدا انپر رحمت فرمائے السماع نداء الحق الله رواح والوجد من اجابت الارواح
لذالک النداء والتنشی عبارت عن الوصول الی الحق والیکار۔ اور یہ بکا جو سمنون نے بیان کیا ہے۔ انواع بکا میں
سے ایک طریح کا بکا ہے۔ جسے بکائے فرح کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ ایسے بکا یعنی گریہ وزاری کی اصل وجہ اور صورت ایک قسم
کی خوشی و مسرت ہوتا ہی۔ کسی رنج وغیرہ کیوجہ سے اسوقت کا رونا نہیں ہوتا۔ وجدان اور شوق کیوجہ سے صوفی رویا
کرتے ہیں کیونکہ یہ صرف کورد سے نہیں ہوا کرتے۔

رسالہ قدسی میں سماع دو رنگ رکھتا ہوا بیان کیا گیا ہے۔ ایک قسم کی رنگت سبز بیان کیگئی ہے اور دوسری کی رنگت سرخ

اگر صوفی پر بوقت سماع یعنی راگ سنتے ہوئے۔ بُعد۔ فراق۔ اور دوری۔ طاری ہووے۔ تو صوفی کا منہ اس وقت زرد ہو جاوے۔ اور اگر صوفی پر راگ سنتے ہوئے قرب و وصال اور لطف در جا کی حالت ہوتی ہے۔ تو اس کا منہ سرخ ہو جاوے گا۔ حضرت محمد غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے آدمی کے دل کے اندر ایک بھید رکھ چھوڑا ہے۔ جیسے پتھر کے دل میں بھی آگ ہے۔ ویسے ہی انسان کے دل میں۔ جیسے لوہا آگ سے خالی نہیں ہے ویسے ہی حکمت الٰہی سے انسانی دل بھی بھیدوں سے بھرپور ہے۔ سنگ چقماق کے زخم پر جب ضرب لگائی جاتی ہے تو اس سے آگ پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح جب سماع کے ذریعے صوفی کے قلب پر چوٹ لگائی ہے۔ تو صوفی کے دل میں انوارِ محبت پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور محبت الٰہی کی آگ اور تجلیات کی بجلی انکے دلوں میں کوندنے لگتی ہے یہ تمام اور دہ اب تب پیدا ہو سکتے ہیں جبکہ بہت سی ریاضت اور خوب عبادت کی جائے۔ یہ رتبہ اور یہ مرتبہ ان بزرگوں کو حاصل ہوتا ہے جو غرق دریائے عبادت ہیں۔ اور محبت ربانی میں ہر وقت مست و سرشار رہنے والے ہیں۔

حضرت خواجہ محمد معصوم سید اعظم کاشانی نقشبندی اپنے رسالہ سماعیہ کے اندر تحریر فرماتے ہیں کہ سالکان کو انتہائے سیر و سلوک میں بسبب ظاہر ہونے صفات الذات و تعینات اور حجابات بہت پڑتے ہیں۔ جب یہ حالت ہوتی ہے ترقی مدارج قرب کی انپر بند ہو جاتے ہیں اور جس وقت آوازِ طیبہ اور الحان مناسبہ یا ایسے اشعار جو کہ بر ان کے حالات سے مطابقت کھاتے اور دل پر چوٹ لگتے سنتے ہیں تو وہی تعینات اور حجابات جو درمیان میں مطابق حالات سے پڑتے ہیں۔ انکے سامنے سے تمام اٹھ جاتے ہیں۔ اور شمع روئے انکی آنکھوں کے روبرو برافگندہ نقاب آ جاتا ہے اور وہ لذت خطاب اور عہد اول یاد آنے لگتا ہے۔ اس وقت ایک لحظہ میں اس قدر دور دراز راستہ قطع کرتا ہے کہ سماع کے بغیر اگر سالہا سال کی مدت دراز جد و جہد کی جاتی اور شب و روز دوڑ دھوپ کی ہوتی تب بھی اس قدر جلد یہ نہایت دور منزل کبھی طے نہ ہوتی۔ سماع سننے سے مراد آواز خوش کا سننا ہے۔ اور سماع مبارک و برتر ہے۔ خصوصاً دوستان حق کے واسطے کہ آواز خوش میں اللہ پاک کیطرف سے خطاب کیا گیا ہے اپنے بندوں کو یعنی تکلم ہوا ہے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ اور بندگان خدا کیطرف سے نہایت عجز و الحاح سے عرض کر دیا گیا ہے قَالُوْا بَلٰی اس مبارک و بزرگ واقعہ کی یاد اور اس آواز کی لذت و خوشی ارواح کے کانوں میں ابتک ویسی کی ویسی ہی موجود چلی آتی ہے جیسی کہ اس وقت تھی جبکہ کان میں پڑی تھی۔ اصل وجہ یہی ہے کہ آواز خوش کے سننے سے ایک خاص حالت کا ظہور صوفی صافی کی ارواح و قلوب پر پڑتا ہے۔ یعنی الاصوات الطیبۃ ھی المخاطبات الحق الی العباد کی یاد جو تاثیر رکھتا اور زیادہ سے زیادہ عرصہ گذر جانے کی وجہ سے دیرینہ ملاقات دکھ دیدہ ہو گئی ہے۔ آواز نہیں بلکہ روح انسانی کی وہ لذت و حالت اور ذوق شوق کی نوبت ذہن پر آمد ہو جاتی ہے۔ جو روز ازل میں تھی۔

غایت اسکی یہ بھی ہے کہ اکثر اوقات غفلت کی روحی دنیاوی عمل و اسباب کے گولے انسان کے کانوں کے اندر ٹھونس

دیئے گئے ہیں۔ جو راہِ حق کی بات کو کان کے اندر داخل ہونے سے روکتے۔ اور راستہ نہیں چھوڑتے۔ جب آواز خوش نے سماع نے اپنی برقی طاقت پیدا کی۔ وہی وقت یاد دلایا۔ غفلت و بدحواسی کی روئی کو کان کے اندر سے کان پکڑ کر نکال باہر کیا۔ تب انہیں ہوش آیا۔ اور بھولا بھالا سماں پھر آنکھوں کے آگے دکھائی دینے لگا۔ وہ آواز ایسی انکے کانوں میں پہنچی کہ روح کو بھی وہی اصلیت دکھائی دینے لگی۔ وہ قالب میں تنگ آگئی۔ اور چاہنے لگی کہ قالب کو توڑ پھاڑ کر پرواز کر جائے۔ مگر مسبب الاسباب نے چونکہ تن کے اندر اسے ویسے ہی نہیں چھوڑ رکھا۔ بلکہ رگ و ریشہ گوشت و پوست سے نہایت مضبوطی کیساتھ جکڑ رکھا ہے۔ لہٰذا کیونکر اڑ جائے۔ پھڑپھڑائی۔ گھبرائی۔ بھاگ جانیکے لئے بہتیرے ہاتھ پاؤں مارے مگر جا کہاں سکتی تھی۔ آخر یہی۔ اسی کشمکش۔ اسی دھیڑ بن۔ اور اس حالت کا نام وجد ہے۔ اصل حال یہ ہے کہ رہائی نہیں پا سکتی۔

سبع سنابل میں فوائد سماع میں سے ایک یہ بھی ہے کہ طالبان حق کیلئے کبھی کبھی ایک کلام اور ایک قسم کی حلاوت طلب حق کی راہ میں طبعی تقاضے سے پیدا ہوتی ہے۔ قبض اور فراخی و رحمت کی وسعت جو انتظار اعمال اور قصور احوال کے باعث سے ہوتا ہے۔ حضرات صوفیائے کرام نے اس ایک روحانی عارضہ کے دفعیہ کیلئے سماع کو بھی ایک علاج مقرر کر لیا ہے۔ جو آوازہائے طیبہ اور الحان شائستہ۔ بموقع اشعار۔ اور آتش شوق کو بڑھانے اور تڑپا دینے والی غزلیات جو غیر شرعی طریقے سے نہیں سنی جاتیں۔ ذریعہ قرار دے رکھا ہے۔ اور طالبان حق کو ضرورت و حاجت کے وقت کیلئے ایسے احوال و اعمال کی اجازت دے رکھی ہے تاکہ کلالت اور ملالت جو تقاضائے بشریت سے پیدا ہوگئی تھی۔ اس طریقہ سے رفع دفع ہو جائے۔ اور سلسلہ مرتفع ہو جائے۔ اور اس میں کبھی شک و شبہ نہیں کیا جا سکتا ہے۔ کہ آواز خوش بھی نعمت ہائے الٰہی میں سے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔

گنج الاسرار میں رقم فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے تمامات طیبہ اصوات حسنہ کو ایک خاص درجہ عطا فرمایا ہے یعنی در ہر صوتے موتے و در ہر نوائے دوائے و در ہر تارے کارے پایہ و در ہر دردے سردے۔ لیکن ان خطرات کے نتیجے کس سے کہے جائیں۔ اور ایسے درد کی دوائی کس سے مانگیں؟

تذکرۃ الاولیاء میں فرماتے ہیں کہ مشائخین میں سے ابن عطا رحمۃ اللہ علیہ جو محققین کے بادشاہ اور اہل توحید کیلئے ایک دلیل تھے۔ علوم سے نہایت باخبر۔ اصول و فروع کے اندر نکتے مانے جاتے تھے۔ اور مریدان کبار حضرت جنید میں سے ایک خاص پایہ کے بزرگ تھے۔ ان سے پوچھا گیا کہ بندہ کی اس وقت کیا حالت ہوتی ہے جب سماع سنتا ہے۔ جس میں اضطراب اور بے کلی سا پیدا ہو جاتا ہے آپ نے جواب دیا کہ حق تعالیٰ نے ابن آدم کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ۔ اس خطاب ربانی میں وہ سرور اور وہ لذت تھی کہ اس کے بیان کا کوئی ذریعہ نہیں تمام عالم ارواح تہ خطاب لذات ربانی میں مستغرق و مدہوش ہو گئیں۔ اب جبکہ سماع سنتے ہیں عالم وجد کا اندر

وہی حالت اور ارشاد الہی کی بھولی ہوئی وہ عجیب غریب لذت روح کو پھر یاد آتی ہے۔ جو اصلیت اور جنسیت ہے
ایسی حالت میں اضطراب و بیکلی پیدا ہو جانا کوئی عجیب بات نہیں ہے۔

رسالہ سماعیہ | سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو اکثر دیکھا گیا ہے کہ آپکے زمانے میں یہ خبر خاص و عام میں زبان زد خلائق تھی۔ اور مرید و طالب نو خریب جانتے تھے کہ آپکی خدمت میں ساز وغیرہ لا کر پہنچائے جاتے تھے۔ اور آپ مباح سمجھتے تھے۔ آپ آوازہائے خوش آئیند الحان طیبہ اور اپنی مجلس شریف کے اندر ان امور کی اجازت دیتے تھے۔ اور ایسی صحبت میں اظہار خوشنودی فرمایا کرتے تھے ملبت سے صاحبان یعنی آپکے طالبان ایسی حالتوں میں آپکی صحبت میں حاضر و مشرف ہوئے ہیں۔

کشف المحجوب | اخبار میں آیا ہے کہ اہل بہشت کو سماع میسر ہوگا۔ کیونکہ ہر درخت سے آواز اور لحن خوش کی مختلف صدائیں سنائی دیں گی۔ اور ان آوازوں سے جو درختہائے بہشت سے آویں گی لذت عظیم پیدا ہوگی۔ اس حساب سے سماع عام ہونا چاہئے۔ تمام مخلوق میں خواہ آدمی ہو یا بغیر اس کے جسقدر زندہ ہیں۔ اس حکم سے کہ روح لطیف ہے۔ اور آوازوں میں لطافت ہے و الجنس مع الجنس یمیل

کشف المحجوب | جاننا چاہئے کہ ہر شخص کو سماع کے اندر ایک مرتبہ اور رتبہ حاصل ہے۔ مشرب اور اس کا ذوق و شوق اسکے مرتبہ کے مطابق ہوتا ہے۔ چنانچہ تائب بدلہ کو جو کچھ کہ وہ سنتا ہے۔ اس سے اسے حسرت و ندامت آتی ہے اور مشتاق کا مایہ ذوق و شوق سماع سے بڑھتا ہے۔ مومن کے یقین کی تائید و تاکید ہوتی ہے۔ مرید کی تحقیق اس سے زیادہ ہوتی ہے محبت دنیا کو انقطاع علائق۔ اور فقیر کو آسائشوں سے نومیدی۔

سماع کی اصل مثال آفتاب سے دیجا سکتی ہے جسکی روشنی ہر چیز پر اسکی اپنی ہستی و حیثیت کے مطابق پڑتی ہے۔ یہی طرح سماع کی حالت ہے کہ ہر شخص پر اسکے مرتبہ و مقدار کے مطابق اس کا اثر ہوتا ہے۔ اور سماع کا رنگ اس کے مشرب اور ذوق کے برابر اسپر جمتا ہے۔ ایک شخص کو تو سماع جلا دیتا ہے۔ اور دوسرے کو روشن کرتا اور چمکا دیتا ہے۔ ایک کو پگھلا دیتا ہے۔ اور دوسرے کو قایم فی النار کر دیتا ہے۔ یہ تمام اصول و مدارج جو پہلے اوپر عرض کر دئیے ہیں۔ ان تمام کی تفصیل تین طرح پر ہو سکتی ہے اور شائقین سماع کے تین درجے مقرر کئے جا سکتے ہیں۔

اول :- مبتدی	دوم :- متوسط	تیسرے :- کامل

مختلف طبایع ہونے کے حکم سے اس کے متعلق احکام بھی مختلف ہوتے لابد ہیں۔ جان لینا چاہئے کہ دل کے ارادے بھی طرح طرح کی اور مختلف ہوتی ہیں۔ یہ ستم اور غضب کی بات ہوگی اگر سب کو اور سب کو ایک ہی حالت میں متصور کر لیوے۔ طبع کے اندر اگر سماع کا اثر حلال سے ہووے تو سماع حلال ہوگا۔ اگر مباح کا اثر ہے تو مباح ہوگا۔ اور اگر سامع سماع پر اثر حرام کا ہے تو اس کا سماع بھی حرام ہوگا۔ نہیں دیکھا کہ سرور کون و مکان حضرت

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے اللھم ارنا الاشیاء کما ھی سماع
درست وہ ہے کہ سماع کو سنے ویسے ہی جیسے کہ سماع ہے۔ اور وہ لوگ جو مزامیر کے اندر مفتون ہوجاتے ہیں
لہو ولعب اور شہوت سے مقرون ہو جاتے ہیں۔ اس سے بہتر ہوتا کہ اس کے خلاف ہوتے اور نہ سنتے۔ اگر
موافقت احکام کیساتھ سماع سنتے تو سماع ایسی بابرکت چیز ہے کہ درست طور پر اور باقاعدہ سماع سننے والیکو
تمام آفات سے نجات دلوا دیتا اہل ضلالت کو اس سے کیا فایدہ کیونکہ گمراہ و بداندیش اگرچہ کلام ربانی سنتے ہیں
مگر انکی گمراہی ان سے دور نہیں ہوجاتی۔ کیونکہ انکے اپنے خیالات کی تاثیر انکی ضلالت و گمراہی کی بیشی و زیادتی
کا باعث ہوتی ہے۔ ضلالت پہلے سے بھی زیادہ ہوتی چلی جاتی ہے۔ چنانچہ نضر بن الحارث نے کہا ہے۔ ھذا
اساطیر الاولین۔ ایک گروہ لا تدرکہ الابصار۔ دلیل نفی رویت کی پیش کرتا ہے اور ایک
گروہ ہے جو السماء علی العرش کو اثبات مکان اور سبب مانتا ہے۔ اور پھر موحد شعر شاعر کے اندر اپنی
نظر کو دوڑاتا ہے آفرینندہ طبع اسے دیکھتا ہے۔ اور یوں دلوں کو اعتبار ہوجاتا ہے۔ ایسے فاعل کا فعل
فاعل حقیقی پر دلیل کرتا ہے۔ تاکہ ایک گروہ کلام حق کے اندر گمراہ ہوجاتا ہے۔ اور ایک گروہ ہے کہ اس طرح
سے کلام شاعر سے ہی راہ حق پر آجاتا ہے۔

سماع کے بارہ میں مشایخ اور محقق کے درمیان بھی بھاری اختلاف ہے۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ سماع الست غیب ہے
اور وہ یہ دلیل دیتے ہیں مشاہدہ کے اندر سماع جمال ہوتا ہے۔ کیونکہ دوست اندر محل وصال دوست کے اور
اندر وصال کے نظر اس سے مستغنی ولا پرواہ ہوتی ہے۔ ایسا سماع خبر ہوتی ہے اندر ظاہر محل کے۔ مشاہدہ حجاب
سے دور کرنیوالی شے ہے۔ پس وہ سماع الست مبتدیان کا ہوتا ہے۔ تاکہ غفلت کی پراگندگیاں اس سے مجتمع نہ
ہوجائیں۔ ایک گروہ کا اتفاق ہے کہ سماع الست حضور ہے۔ جاننا چاہئے کہ محبت کلیتہ چاہتی ہے تاکہ کل
محب سے مستغرق ہوجائے۔ اور ناقص محبت نہ رہے۔

فتح الاخبار | میں سبع سنابل کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ ایک مرد تھا سلطان المشایخ سے منکر اور آپ کی درویشی
کا قایل نہیں تھا۔ بلکہ آپ کے رستے اور روشے سے نفرت رکھتا تھا۔ ایک دوسرے درویش سے اعتقاد رکھتا تھا
اس شخص منکر نے ایک روز اسی دوسرے درویش سے جس سے اسے اعتقاد تھا یہ چاہا کہ مجھے خضر علیہ السلام
ملاقات کی آرزو شدید ہے۔ اگر آپکی عنایت سے حضرت خضر کی ملاقات میسر آسکے تو آپکی نہایت عنایت اور
مروت ہوگی اور سرا پکی بندہ نوازی کا بہت ہی مشکور ہونگا۔ اس درویش نے کہا کہ جمعرات خانقاہ حضرت
سلطان المشایخ میں مجلس سماع منعقد ہووے گی پس روز حضرت خضر علیہ السلام وہاں ضرور حاضر ہونگے
یہ گفتگو سنکر وہ مرد نہایت پریشان اور اپنے سابقہ خیالات پر پشیمان ہوا۔ اور دل لوں پر وز عمل

سلطان المش
سے فایدہ ا
س
صبح الاخ
پیر ہیں حضر
در رسول من
اشارات فی
فی العوارف
سماع
والنعم وسمع
مصدر و
ملفوظ | حضر
یا حرام حضر
اور خاکستر ہو
رسالہ سیر ال
جو شخص سما
اور وہ جو گوشہ
سبع سنابل
ممکن اس
مباح ہے
حاصل کر تا
سماع مطلقا
فتح الاخبار
ابتد
سماع سننے کا

سلطان المشایخ کی خانقاہ پر حاضر ہوا۔ حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات سے مشرف ہوا۔ اور انکی ملاقات سے فایدہ اٹھایا۔ حضرت سلطان المشایخ اکثر و بیشتر یہ شعر فرمایا کرتے تھے۔ ؎

از کاسۂ رباب مرا نشئہ رسید   شد آفتاب ہر کہ از و ذرہ چشید

صبح الاخبار میں آیا ہے کتاب تکملہ روضۃ الریاحین جو تالیفات امام عبداللہ یافعی علیہ الرحمۃ سے جو پیر ہیں حضرت خواجہ عبدالخالق ہمدانی کے۔ میں مذکور ہے قال ابو یوسف ہمدانی السماع سفر الی الحق و وصول من الحق وھو لطائف الحق و زوائد فوائد الغیب وھو ارد و ھدانی الکشف و اشارات فھو للہ رواح قوتھا و غذائیہا للقلوب حیوانہا و للاسرار بقائیہا ۵

فی العوارف السماع لقوم کا للعذار و لقوم کالروح وقال الکشانی رحمۃ اللہ علیہ

سماع القوام علی مطالعۃ الطبع و السماع المریدین رغبتہ و رتبۃ و سماع الاولیاء رویۃ الالاء والنعم و سماع العارفین علی المشاھدہ و سماع اھل حقیقۃ علی الکشف والعیان و لکل واحد من ھولاء مصدر و مقام ۵

ملفوظ حضرت سلطان المشایخ میں مرقوم ہے کہ ایک شخص نے حضرت موصوف سے سوال کیا کہ سرود حلال ہے یا حرام۔ حضرت نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ سبحان اللہ یہ خوب سوال ہے۔ ایک شخص اس کے اثرات سے جل گیا اور خاکستر ہو گیا۔ اور دوسرا سوال کرتا ہے کہ یہ حلال ہے یا حرام۔

رسالہ سیر اللہ میں سماع کو تین قسموں پر تقسیم کیا ہے۔ عام کو۔ خاص کو اور اخص کو۔ جو شخص سماع کو طینت اور طبیعت سے سنتے وہ متصل ہے۔ اور وہ جو خصوصیت دل سے سنتے طالب کہلاتا ہے اور وہ جو گوش جان سے سنے محب ہے

سبع سنابل میں ہے کہ صوفیوں کے اخلاق کی سماع ایک جزو ہے۔ اگرچہ علماء نے اس میں اختلاف کیا ہے لیکن اس طریقہ پر بیت پر اتفاق ہے۔ مباح لا ہلیہ بتلا للمنتہیین فضیلۃ۔ یعنی سماع بالکل مباح ہے۔ خصوصاً قابلوں اور لایقوں کے واسطے سماع کے فایدے زیادہ ہیں اور عوام تک پہنچنا مباح ہی تا حد کہ تابعین و منتہیین کے لئے تاکہ ان کی برکات سے مستفید اور مستفیض ہوں۔ پس ایسے صاحبان کا سماع مطلقاً سرائے کان المستمع اہلا و مستہیا کے حق اور واجب ہو گیا۔

صبح الاخیار میں تحریر فرماتے ہیں کہ اگر نااہل و ناقابل شخص کلی علی وجہ خلوص یعنی خلوص نیت سے استحضار ضیاء اللہ و اتباع الاحیاء اللہ۔ مجلس اہل اللہ کا نیت میں مرتکب شمولیت مجلس اور سماع سننے کا ہو تو اسے کچھ خوف اور اندیشہ نہ ہوگا۔ اور نہ اسے کچھ نقصان پہنچے گا۔ کیونکہ طبعیت و مشابہت

اہل اللہ و کاملین کی اس پر اثر کریگی - اور ان کے اعتقاد و خصلت جو انکے مزاج کا ایک جزو اعظم ہے - اور یہاں تک پہنچانا ان کا مقصد و مطلب ہے - ان بزرگوں کے تمام طریقے اور خصلتیں اپنا اثر کئے بغیر ہرگز نہ رہینگی ہاں یہ ضروری ہے کہ شامل ہونیوالا خلوص نیت سے صفائے طبیعت سے شامل مجلس اہل اللہ و کاملین ہو و لازمی طور پر ایسے شخص پر اس مجلس کا اثر ہوگا - اور اسے ضرور فایدہ پہنچاویگا -

منقول ہے

کہ حضرت غوث صمدانی محبوب سبحانی شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منکرین و مخالفین کا ایک مجمع جمع ہوا - اور ان لوگوں نے منصوبہ کیا کہ ایک شخص کو بجنسہ ممدوح الشان کیطرح بنا کر بٹھلا دیں اور انکی نقل کریں - چنانچہ انہوں نے ویسی ہی مجلس آراستہ کی جیسی حضرت ترتیب فرمایا کرتے تھے - جب خوب مجلس جم گئی اور لوگ مودب اپنی اپنی جگہ پر جم گئے حضرت محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین و اعتقاد مندوں میں سے ایک شخص اس مجمع نقالان میں پہنچگیا - جب اس نے یہ ماجرا دیکھا - اسے تحمل اور برداشت کہاں ہوتا - فوراً الٹے پاؤں وہاں سے بھاگا - اور جس قدر جلد ممکن ہو سکا - حضرت قطب آسمانی کی حضور میں حاضر ہوا - اور جو حالات نقل مجلس کے اسے معلوم ہوئے تھے - تمام و کمال حضرت کی خدمت بابرکت میں عرض کئے - جناب فیضمآب نے جب یہ حالات سے بذات خاص متوجہ مجلس مذکور ہوئے - اور بہ نفس نفیس تشریف لیگئے - وہاں وارد ہوئے تو جو کچھ سنا تھا من و عن درست پایا - مگر حضرت کی طبیعت نور علیٰ نور تھی - وہاں خصومت کا نام و نشان کہاں تھا - وہاں تو رحمت و برکت بھری پڑی تھی - رحمت و عنایت ہی سے اس شخص کیطرف ایک نگاہ فرمائی جو حضرت کی شبیہ بنا بیٹھا تھا - نظر کیمیا اثر کا پڑنا تھا کہ وہ نقال قطب وقت اور یگانہ روزگار بنگیا - جب وہ بزرگ اس رتبے کو پہنچ چکے - تو حضرت اقدس و اعلیٰ نے اسے ارشاد فرمایا کہ اپنے ساتھیوں اور ہم مشربوں کیطرف بھی نگاہ کرے تو ایسی ہی جس سے وہ لوگ کسی مرتبہ کو پہنچیں اور جماعت کی جماعت ہی نجات پا جاوے

چنانچہ اس بزرگ نے حضرت والا کی تعمیل ارشاد میں اپنی تمام شریک حال جماعت کیطرف نیک نگاہ کی جسکے اثر و برکت سے ساری کی ساری جماعت ولی اللہ ہو گئی - یہ بھی منقول ہے کہ فرعون علیہ اللعنۃ نے اپنے ہم عصروں، مشیروں، امیروں سے مشورہ کیا کہ آؤ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نقل کریں - اسکی نیت اس سے یہ تھی کہ پیغمبر خدا کی اس سے توہین اور ذلت کریں - چنانچہ بر سر دیوان یہ نقل کیجائی تجویز ہوئی - جب ایک مسخرہ شبیہ اور نقل کرکے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شکل بنا کر فرعون غوی کے سامنے حاضر ہوا حق تعالیٰ کی بارگاہ سے اسوقت حکم ہوا کہ اگرچہ ایسے منافق کو سزا دینا اور فی النار کرنا ہمارے برگزیدہ پیغمبر کی

شان میں کسی خرابی و بدنامی کا موجب نہیں بن سکتا۔ لیکن ہم اُسکی خطا و بدکاری کی پاداش میں اُسے شرافت بخشتے ہیں۔ کیونکہ آدابِ محبت سے یہ بالکل بعید ہوگا کہ اپنے پیارے نبی اور اپنے محبوب کو تو برتر اور بالا سمجھیں۔ اور اس کے ناقل کو ہمشکل کو ذلیل و خوار کریں۔ ہمیں اس معاملہ میں شرم آتی ہے کہ یہ شخص باوجودیکہ ہمارے محبوب سے مشابہت رکھتا ہے مگر دوزخ میں جائے اور فی النار ہو۔ بس پھر کیا تھا بحرِ رحمت پروردگار جوش میں آیا۔ اس شخص کو اپنے کنارِ رحمت میں لے لیا گیا۔ چنانچہ وہ شخص اچھا بُرے ہوا۔ اور بخش دیا گیا۔ سبحان اللہ والحمد للہ رحمت ربانی کا کیا ٹھکانہ ہے یہ کیا عام بات ہے۔ دنیاوی بادشاہوں میں چلی آتی ہے

گاہے بسلامے برنجند وگاہے بدشنامے خلعت دہند

وہ تو سرکار ہی اور ہے۔ شاہنشاہ اور احکم الحاکمین جو چاہے سو کر ڈالے۔ دم مارنے کی جگہ نہیں۔

فصل سوئم

دربیان حلت و حرمت سماع و رقص از روئے دلائل نص و اخبار و افعال و اقوال مشائخ کبار

دلیل اول درامامت از تفسیر حسینی | فاما الذین آمنوا۔ پس وہ لوگ جو گرویدہ ہوئے ہیں وعملوا الصٰلحٰت۔ اور وہ لوگ جنہوں نے نیک اور پسندیدہ عمل کئے ہیں فہم فی روضۃ

پس ایسے صاحبان ایک مرغزار کے اندر جو مشتمل برنہر و اشجار کے ہو۔ جمع ہوں۔ اور خوش و خورم شادمان و شادکام ہوں۔ چنانچہ انکی خوشی اور شادمانی ایسی ہو کہ ان کے صحائف اور حیات پر ظاہر ہو جائے گویا سبکو معلوم ہو سکے۔ کرم کرنے والے اور دولت رکھنے والے ہوں۔ تاکہ ان کو تخل اور خلل سے کچھ واسطہ نہ ہو۔

احقاق میں وارد ہوا ہے کہ سمدتح بجاویں وہ لوگ (سمتوج غالباً کسی ساز کا نام ہوگا) اور

عین المعانی میں لکھا ہے کہ آوازیں خوش ایسے لوگوں کو سنوائیں۔ ایسی خوش آواز کہ اسکی لذت اور اس کے لطف پر دنیا کی کوئی اور چیز سبقت نہ لیجائے۔ اور

جمہر میں ہے کہ ایکبار بہشت ایسی خوش آوازی سے گائیں گے کہ خلائق عالم نے اس قسم کی خوش آواز کبھی دنیا کے اندر نہ سنی ہوگی۔ اور وہ خوش آواز نعمت ہائے بہشت سے بہت ہی افضل ہوگی۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ متقی لوگ کس چیز کیساتھ گاتا گاتے ہیں۔ فرمایا بالتسبیح۔ اور یحییٰ معاذ رضی اللہ عنہ سے کسی نے سوال کیا تھا کہ خوش آوازوں میں سے کونسی آواز کو آپ پسند فرماتے ہیں چنانچہ

صفیر انس نی مقامیر قدس بالحان تحمید فی ریاض تمجید

صاحب کشف الاسرار | فرماتے ہیں کہ کل کو خداوند تعالیٰ کے جو دوست ہوں گے وہ روضات بہشت اور ریاحین جنت کے اندر نہایت سرور و لطف کیسا تھ راگ و سماع سنیں گے۔ فی مقعد صدق عند ملائک مقتدر سے حضرت داؤد علیہ السلام کو فرمان پہنچیگا کہ نغمۂ دلپذیر اور صوت شور انگیز جو پروردگار عالم کی بارگاہ سے آپکو بخشا گیا ہے۔ اس لحن سے زبور پڑھو۔ اور اے موسیٰ توریت کی تلاوت کرو اے عیسیٰ قرائت انجیل میں مشغول ہو جاؤ۔ اے درختو! دل آرا آواز نکالو۔ اے اسرافیل تو قرآن شروع کر۔

امام ثعلبی اور رازی نقل کرتے ہیں کہ کوئی الحان حضرت اسرافیل علیہ السلام سے زیادہ خوش آواز نہیں ہے جب وہ خوش آواز سے گائیں گے۔ فرشتے تک انکی آواز سن کر تسبیح و تہلیل اور ذکر و اذکار سے باز رہینگے

حاصل کلام اور مطلب یہ ہے کہ دیدار اور مشاہدہ اور انوار و تجلیات کے بعد بہشت میں شریف ترین لذت دینے والی اور عمدہ شے سماع ہوگا۔ اس کے علاوہ اور کوئی چیز نہ ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ مثنوی معنوی میں شرح و بسط سے لکھا ہے کہ سماع بیابان دنیا کے اندر جہاں سیاہی بڑھتی ہی جاتی ہے ایک ایسی منادی ہے جس سے واماندگان دنیا کو عشرت آباد بہشت کی خبر ملتی ہے۔ اور وہ لوگ اس امید میں مسرور و مشعوف ہوتے ہیں۔ اور دنیاوی لذتوں اور خرابیوں سے الگ تھلگ رہتے ہیں۔

مومناں گویند کا ثار بہشت ۔ نغز گردانید ہر آواز زشت

ما ہمہ اجزائے آدم بودہ ایم ۔ در بہشت آں لحن ہا بشنودہ ایم

گرچہ بر ما ریخت آب و گل شکے ۔ یاد ما آمد از آنہا اندکے

پس نے چنگ و رباب و سازہا ۔ چیزکی ماند بداں آوازہا

عاشقاں کیں نغمہ ہا را بشنوند ۔ جزو بگذارند سوئے کل روند

رسالہ عماویہ | کے اندر بیان کرتے ہیں۔ کہ مخالفان سماع نے انتہائی مخالفت کی ہے۔ اور آیات قرآنی کو دلیل مخالف میں پیش کیا ہے۔ مگر قولہ تعالیٰ فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ۔ یعنی بشارت دے اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم میرے بندوں کو جو سنتے ہیں کہا گیا۔ اور تابع ہوتے ہیں بہتر اس سے۔ الف لام قول ہے واسطے عموم اور شمول کے اور قول سے مضاف الیہ ہی

چنانچہ تفسیر زاہدی میں ہے۔ اور اسپر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تعریف کرتا ہے۔ تمام اقوال خدا تعالیٰ اور بندوں سے مدح بہتر ہے۔ وقولہ تعالیٰ واحل لکم الطیبات۔ یعنی تمہارے لئے حلال ہوگئی ہیں تمام پاک چیزیں۔ اور وہ وہ چیزیں ہیں جن سے سرور و خوشی حاصل ہووے اور

دل خوشی سے بھرپور ہو۔ اس کے سوائے جو کچھ ہے۔ اسکی حرمت بیان گئی ہے۔ پس سرود یعنی گانا حلال ہے
صرف ان دلائل سے کہ اس سے دل کی خوشی اور سرور قلبی حاصل ہووے۔ اور روح کو راحت اور اطمینان
نصیب ہووے۔ قولہ تعالیٰ وجعل لکم السمع والابصار والافئدة قلیل ما تشکرون۔ یعنی
خداوند پاک نے تمہارے لئے گوشت اور علیحدہ جگہ گھیر رکھی ہیں وغیرہ وغیرہ تاکہ تم شکر کرو۔ اس سے ثابت ہوتا ہے
کہ باریتعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں اور کانوں اور خود بندوں پر احسان رکھا ہے۔ اور ان تمام چیزوں میں جو
اس نے اپنے بندوں کے مشکور و احسان مند کرنیکے لئے خلق کیں۔ سماع بھی انہیں میں شامل ہے۔ غرض جو چیز
بنائی سوائے گناہ والی چیزوں کے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی خاطر بنائی ہیں۔ قولہ تعالیٰ خلق لکم ما فی الارض
جمیعا ہ یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ نے پیدا کی ہے تمہارے لئے ہر شئے جو زمین پر موجود ہے۔ تمام وہ چیزیں
جو کہ موجود ہیں۔ یہ آیۃ نص قرآنی ہے۔ گویا تمام چیزیں جو موجود ہوئیں۔ سب نے اپنی حرمت میں نص کا حکم
حاصل کیا ہے۔ مگر ایسی نص قاطع کوئی نہیں پائی جاتی۔ جو یہ ثابت کرے کہ سماع۔ سرود اور رقص حرام ہیں
یا کوئی بات ایسی نہیں جو حرمت سماع پر اطلاق بھی کرے۔ جیسے مجلس شراب کی بابت۔ پس باقی اپنے حال پر ہے
اباحت سے کہ ثابت ہوئی ہے منصوص سے۔ خداوند جل علیٰ کا قول پاک ہے ولقد مکنا کم فی الارض
وجعلنا لکم فیہا معایش۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے کہ ہم نے تمہارے نفع کیلئے زمین پر اسباب عیش و
زندگانی مہیا کئے ہیں۔ زراعت۔ تجارت اور حرفت وغیرہ۔ چنانچہ سماع بھی انہیں میں سے ایک شے ہے
جو اسباب عیش زندگانی کی خالق عالم نے خلق فرمائی ہیں۔ کیونکہ سماع عشاق کیلئے ایک قسم کی غذا ہے۔ یا کہ
دوا ہے۔ اور لفظ جعل حرف لام کے ساتھ ہے جو زیادہ تر نفع پر دلالت کرتا ہے۔ نہ کہ حرف علے سے۔ جو زیادہ
تر ضرر اور نقصان پر دلالت کرتا۔ ان آیات سے ثابت ہو گیا کہ تمام اشیا جو خالق عالم نے خلق فرمائی ہیں
دراصل مباح ہیں۔ پس ثابت ہو گیا کہ سماع بھی مباح ہے۔ اور
ہدایت میں آیا ہے کہ والاباحۃ اصل۔ اور تلویح میں ارشاد ہوتا ہے ان الاصل فی الاشیاء
الاباحۃ ہ اور توضیح میں کہتے ہیں کہ اباحت اصل ہے۔ قولہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا لا تحرموا
طیبات ما احل اللہ لکم ولا تعتدوا ہ یعنی۔ اے گروہ مومنوں کے مت حرام کرو پاکیزہ اور لذت والی
چیزوں کو۔ جن چیزوں کو حق تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال کر دیا ہے۔ اور جو حدود کہ پاک پروردگار نے قائم فرما دیں
ان سے تجاوز نہ کرو۔ اور ان حدود معینہ سے ایک تل بھر آگے مت بڑھو۔ مطلب یہ کہ جو شے تمہارے اوپر حلال
کر دی ہے اسے ہرگز حرام مت بناؤ۔ یاد رہے سماع بھی لذت والی اور پاک چیزوں میں سے ایک ہے کیونکہ
الاصوات الطیبۃ ہی مخاطبات الحق الی العبد۔ صاف حکم موجود ہے۔ پس کیونکر سماع کو

حرام قرار دیا جاسکتا ہے۔ مجاہد امام قیشری نے آیت فہم ہیں روضۃ یحبرون میں رقم فرماتے ہیں۔
یحبرون۔ اے سماع کرد۔ حوریں بہشت کے اندر حسن صورت سے اور یہ کلمات کہہ کر سرود کرتی ہیں
نحن الخالدون فلا نموت ابداً ہ اور جب حوران بہشتی یہ کہہ کر مشغول سماع ہوتی ہیں حور ختان بہشتی
تمام کے تمام پھول اگلنے لگتے ہیں۔ اور دوسرا قول بھی ہے جو یہ ہے کہ یحبرون یعنی تمام بہشتی سرود کرتی ہیں
امام قیشری کا قول ہے وہم فی شغل فاکہون۔ یہاں صاف مراد سماع یہ ہے۔ انکی تفسیر عرائس میں ہے۔
قال الاوزاعی فی تفسیر قولہ تعالیٰ فہم فی روضۃ یحبرون

اذا اخذ فی السماع لم یبق فی الجنۃ شجرۃ الا تی وردت وقال لیس احد من خلق اللہ عزوجل
احسن صوتاً من اسرافیل علیہ السلام فاذا اخذ السماع قطع علیٰ سبع سمٰوات صلواتہم وتسبیحہم
قال اللہ تعالیٰ اجل جلالہ وعم نوالہ واذا سمعوا...... الی الرسول تری اعینہم تفیض من الدمع مما عرفوا
من الحق وقال واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون وقال فبشر عبادی الذین
یستمعون القول فیتبعون احسنہ اولئک الذین ھداہم اللہ واولئک ھم اولوا الالباب

اب جاننا چاہئے کہ اس سلسلہ کلام میں کلام ربانی و معاملہ سماع کے اندر قرأت قرآنی اور آیات نورانی سے
ثابت اور متحقق ہو چکا ہے لا شبہۃ فیہا ولا اختلاف علیہا۔ یعنی اسمیں کچھ شبہ نہیں ہے اور اس
معاملہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

دوسری دلائل حدیث شریف سے

روی زید ابن اسلم۔ قال قرأ ابی کعب عند الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اغتنموا الدعا عند الرقۃ فانہا
رحمۃ من اللہ تعالیٰ وردت ام کلثوم قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا قشعر
الجلد لعبد من خشیۃ اللہ تحاتت عنہ الذنوب کما اتحاتت عن الشجرۃ الیابسۃ ورقہا ورد ایضا
اذا اقشعر الجلد من خشیۃ اللہ حرم اللہ تعالیٰ عن النار وجملتہ لا تنکروا لاختلاف فیہما انما
الاختلاف فی سماع والاستماع بالالحان وقد کثرت الاقوال فی ذالک وتباینت الاحوال فمن
منکر ملحقہ بالفسق ومن مولع بہ لشہید بانہ واضح الحق دینی زبان فی طرفی الافراط والتفریط
وقیل للشیخ الکبیر العارف باللہ تعالیٰ ابی الحسن بن سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بل تنکر السماع شیئا
فقال فکیف انکرہ وقد سمعہ من ھو خیر منی ہ وقد کان عبد اللہ بن جعفر الطیار ومعروف الکرخی
السری السقطی وذو النون المصری وابو الحسن النوری وابو القاسم جنید البغدادی والشبلی یسمعونہ و
مرد لونہ رضی اللہ عنہم وانما المنکر اللہو واللعب فی السماع وھذا قول صحیح انتہیٰ کلامہ قدس سرہ

عن عائشہ رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان جالس فی بیتہ یوم العید وفی وعندہ جاریتان تغنیان بالدف فجاء ابوبکر فقال لہما اتغنیان فی بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال دعہما فان ہذا الیوم یوم عید ۔ ٥ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ قال بینہما الحبشہ یلعبون عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم بحرابہم قد دخل عمر فہوی الحصی یحصبہم بہا فقال علیہ السلام دعہم یا عمر ٥ وعن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت لأت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لیسترنی بردائہ وانا انظر الی الحبشہ یلعبون ویزفنون فی المسجد حتی اکون اسادم الذی قالت عائشہ رضی اللہ عنہا رایت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یسترنی بردائہ انا انظر الی الحبشہ وہم یلعبون فی المسجد قد جہم عمر رضی اللہ عنہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آمنا یا بنی ارفدہ یعنی من الامن عن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت کانت عندی جاریۃ تسمعنی فدخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہی علی حالہا ثم دخل عمر رضی اللہ عنہ ففرت فضحک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال عمر ما اضحک یا رسول اللہ فحدثہ حدیث الجاریۃ فقال عمر لا ابرح حتی اسمع ما سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعمر رضی اللہ عنہ یستمعان ۔ رواہ النسائی ۔ عائشہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ میرے نزدیک ایک کنیزک بیٹھی تھی جو گا رہی تھی ۔ یعنی میرے پاس بیٹھی ہوئی گانے میں مصروف تھی کہ اسی اثناء میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے ۔ اور وہ کنیزک بدستور اپنی جگہ بیٹھی رہی اور گاتی رہی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تشریف لے آئے ۔ حضرت عمر کو دیکھتے ہی وہ کنیزک اپنی جگہ سے اٹھی اور بھاگ گئی ۔ یہ حالت ملاحظہ فرما کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خوب ہنسے ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم آپکو کس چیز نے ہنسایا ۔ تب حضرت والا حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ۔ اور حضرت عمر کے روبرو ذکر کیا اور اس کنیزک کا احوال جو حضرت والا کی حرم محترم حضرت عائشہؓ کے سامنے بیٹھی ہوئی گا رہی تھی کہ وہ کنیزک بیٹھی ہوئی گاتی تھی اور میں اور عائشہ بیٹھے ہوئے اسکا گانا سن رہے تھے کہ اتنے میں تم آ گئے اور وہ کنیزک جو گا رہی تھی تمہیں دیکھتے ہی اپنی جگہ سے اٹھکر چلدی

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں تب تک یہاں سے نہ جاؤں گا ۔ جب تک وہ گانا جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سماعت فرما رہے تھے نہ سن لوں ۔ جب یہ بات ہوئی تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لونڈی کو دوبارہ طلب فرمایا اور اپنے روبرو اسے حاضر کیا ۔ چنانچہ لونڈی حاضر ہو گئی ۔ اور دوبارہ اس نے گانا شروع کیا ۔ رسول خدا صلعم اور حضرت عمرؓ دونوں نے اس گانے کو سنا ۔ اس روایت کو اور اس حدیث کو نسائی نے بیان کیا ہے

نیز اس حدیث کو کشف المحجوب اور عوارف نے بھی لکھا ہے اور رسالہ حمایت الدین نے بھی لکھا ہے

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ، قال انکحت عائشہ رضی اللہ عنہا ذات قرابتہ لہا من الانصار فجاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال اہدیتم الفتاۃ قالوا نعم قال ارسلتم معہا من تغنی قالت لا۔ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الانصار قوم فیہم غزل فلو بعثتم معہا من یقول اتیناکم اتیناکم فحیانا وحیاکم رواہ ابن ماجہ ۔ یعنی

انصار ایک ایسی قوم ہے کہ اس قوم کو محبت غزل خوانی اور شعر گوئی کی بہت ہے۔ اور سرود سے بہت الفت رکھنے والی قوم ہے۔ ای بو لیتبعہم معہ لکان احسن والست

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا بہت متقی و معتبر ہوتی ہیں۔ ان کی ہر روایت زیادہ قابل اعتبار اور نہایت معتبر مانی گئی ہے۔ کیونکہ حضرت رسول صلعم نے ان کے حق میں فرمایا ہے

خذو نصف دینکم عن الحمیرا واصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم عن عامر بن سعد فادخلت علی قرظۃ بن کعب وابی مسعود الانصاری فاذا جواری تغنین فقلت ای صاحبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واہل بدر یفعل ہذا عندکم فقال ان شئت فاسمع معنا فان شئت فاذہب فانہ قد رخص لنا فی اللہو عند العرس رواہ النسائی ۔ یعنی

روایت کی ہے۔ نسائی نے عامر بن سعد سے کہا کہ میں آیا ابن کعب کے مکان پر اور ابی مسعود انصاری کی شادی میں۔ اچانک یہ صاحبان سرود کرنے لگے میں نے کہا اے حضرت کے دوستو اور بدر کے رہنے والو آپکے سامنے سرود ہو رہا ہے۔ ان سب نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ اگر تم ہمارے ساتھ سننے کے مشتاق ہو۔ اور اگر نہیں چاہتے سننا تو چلے تشریف لیجائے رخصت۔ آپکو اجازت دیجاتی ہے اور رخصت کیا جاتا ہے اور ہم لوگوں کو سرود کرنے کیلئے اجازت اور سلائے عام ہے۔ شادی میں سرود وغیرہ کرنے کا حکم ہے۔

فتح الاخبار میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث اور حدیث ابن عباس سے دو مقدمے معلوم ہوتے ہیں ایک سماع کی اجازت غیر اور نامحرم کی زبان سے بواسطہ رخصت رسول صلعم کی اور اصحاب کو ارتکاب غنا کی عرس میں دوسرے اباحت سماع کی خاص اس شخص کیلئے جسے عرس سے کوئی غرض اور مطلب نہ ہووے

حدیث عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ قال قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فی بعض مغازیہ فلما انصرف جاءت جاریۃ سوداء فقالت یا رسول اللہ انی کنت نذرت ان ردک اللہ تعالی سالما ان اضرب بین یدیک بالدف واتغنی فقال لہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کنت نذرت فاضربی والا فلا فجعلت تضرب فدخل ابو بکر وہی تضرب ثم دخل علی وہی تضرب ثم دخل عثمان وہی تضرب

ثم دخل عمر فالقت الدف تحت استہا ثم قعدت علیہا۔ فقال رسول اللہ ان الشیطان لیخاف منک یا عمر۔ ترمذی نے روایت کی ہے
اور انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ سرور کائنات حضور رسول صلعم بعض غزوں کیلئے بذات پاک خاص گھر سے نکلے اور جب کہ ان غزوں سے
واپس تشریف لائے حضرت صلعم کے روبرو جاریہ یا تن سیاہ رنگ آئی اور اس نے عرض کیا کہ اے رسول خدا صلعم جب حضور والا جنگ پر تشریف لے گئے تھے میں
نے منت مانی تھی کہ جب حضور پرنور بعافیت صحیح سالم واپس تشریف لاوینگے حضور کے سامنے دف بجاؤنگی اور سرود گاؤنگی حضور صلعم نے
فرمایا کہ اگر تو نے نذر مانی ہے تو پوری کر۔ چنانچہ اس عورت مذکورہ نے دف بجانا اور سرود شروع کر دیا۔ کہ ناگاہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
آگئے۔ انکے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ تشریف لے آئے۔ اسکے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ورود فرمایا۔ مگر وہ عورت بدستور
اپنے سرود میں مشغول رہی۔ اتنے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی وارد ہوئے۔ انہیں دیکھتے ہی عورت مذکورہ نے اپنی دف کو اپنی
اوڑھنی میں لپیٹ لیا۔ اور اپنی سرین کے تلے دبا کر بیٹھ گئی جب یہ حالت ہوئی تو حضور سرور پیغمبر خدا صلعم نے ارشاد فرمایا۔
اے عمر واقعی تجھ سے شیطان ڈرتا اور خوف کھاتا ہے۔ شاید یہ حدیث پہلی حدیث کے وقوع سے پہلے واقع ہوئی کیونکہ اس میں تشدید کو ترجیح
ہوئی ہے۔ **حدیث** فقال عمر الی ایہ حتی اسمع ما سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاریۃ فاخذت تغنی و
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعمر رضی اللہ عنہ یسمعان۔ اور فتح الاخبار میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے عاشق گانے کو کار شیطان فرمایا ہے
جو سماع مجلس شراب خوروں اور اشغال فسق کے اندر کیا جائے۔ نہ ایسے سماع کو کہ جو مجلس پاک پیغمبر خدا اور آنحضرت کے اصحاب پاک کی مجلس
مبارک میں سماع کیا جاوے۔ اور یہ معمولی بات ہے کہ جو فاسقوں اور شرابیوں کے اندر سماع ہوگا وہ کیونکر درست قرار دیا جا سکتا ہے۔
اور دوسری قسم کی پاک مجلس میں کہ کوئی برا خیال یا دل میں الفاظ نازیبا استعمال ہونا تو درکنار ایسا گناہ کی حد کو پہنچتا ہو پس
لامحالہ لازم آتا ہے کہ رسول خدا اور انکے اصحاب شیطانی مجلس میں کبھی شریک اور شریک ہو سکتے ہیں ہرگز نہیں ہرگز نہیں العیاذ باللہ
بخاری و مسلم میں تحریر فرماتے ہیں۔ قالت امراۃ الانصاری لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کنت نذرت فاضربی و ضربت و غنت بین
یدیہ۔ وفی المصابیح جاءت امرأۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نذرت ان اضرب بالدف
خود کہ اسکو اوفی نذرک۔ اور سمجھ جاتے ہیں کہ نذر معصیت میں منعقد نہیں ہوا کرتی۔ کما قال علیہ السلام لا نذر فی المعصیۃ اللہ
وفیہ دلیل علی ان نذر لیشمل بالخمر ونحوہ فنذرہ باطل فینعقد ولا یلزمہ کفارہ۔
رسالہ حمایت الدین کے مندرجات ہیں۔ حدیث لتنذر انہما یدل علی الحضور عن غناء المرات بالصوت وانتجب جمعی الدف
قال المعتزلۃ الاعتقاد ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم فعل الحرام وامر بالحرام وتذکفر بالاتفاق۔
فی التفسیر الحسینی عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یذکر الناس فذکر الجنۃ وما فیہا
من الازواج والنعیم فقال اعرابی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہل فی الجنۃ سماع قال علیہ السلام نعم
وانک ۔۔

المصابیح جاءت امرأۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقالت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انی نذرت ان اضرب بالدف فوق راسک فقال اوفی بنذرک تمام جانتے ہیں کہ نذر در حقیقت ہو تو کسی منظور ہوتی ہے کما قال علیہ السلام لا نذر فی المعصیۃ اللہ وفیہ دلیل علی ان نذر الشراب الخمر ونحوہ فنذرہ باطل لا ینعقد ولا یلزمہ کفارہ ۔

رسالہ حسینیۃ الجلیل میں رقم ہے کہ حدیث الندر القیا بدل علی المخدوعی فی غناء المرأۃ بالصوت والشعر وضرب الدف فی السکر لو اعتقد ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وسلم فعل حرام وامر بالحرام فقد کفر بالاتفاق ۔ فی تفسیر الشیخ البیان عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ یذکر الناس فذکر الجنۃ وما فیہا من الازواج والنعیم ۔ فقال اعرابی یا رسول اللہ ہل فی الجنۃ سماع قال علیہ السلام نعم ۔ وانہا افضل من نعیم الجنۃ وفیہ الضا عن ابا ہریرہ رضی اللہ عنہ وقال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما الجنۃ مابینہ درخت مابین کل درختین بینہا کما بین السماء والارض فقال رجل یا رسول اللہ الی رجل حیث الی صوت الحسن قیل فی الجنۃ صوت حسن فقال ای والذی نفسی بیدہ اللہ یوحی الی شجرۃ فی الجنۃ اسمعی عبادی الذین اشتغلو العبادۃ وذکری عن عزف اشرابہ والمزامیر فیرفع صوتا لم تسمع الخلائق مثلہ قط

فی روضۃ الریاحین قال ابو القاسم الجنید رضی اللہ عنہ رایت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی المنام فقلت فی القول فی السماعات التی تحضرہا فی اللیالی ورجال سر وامنا الحرکات فیہا ۔ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما من اللیلۃ الا احضر ولکن ابدو بالقرآن واختمو بالقرآن ۵

یعنی سید الطائفہ کا فرمان ہے حضرت شاہ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ سے کہ میں نے دیکھا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب کے اندر اور میں نے سوال کیا کہ حضور کیا فرماتے ہیں درباب سرود کے کہ ہم حاضر ہوتے ہیں مجالس سرود میں راتوں کو بعض حاضر ہی نہیں ہوتے بلکہ مجالس سماع وسرود کے اندر ہم حرکات کرتے ہیں سب ہی ۔ اور وجد میں رقص ہم لوگوں سے ظہور ہو آتا ہے بلکہ خوب ناچتے ہیں یعنی رقص کرتے ہیں ان مجالس میں ۔ پس فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی رات ایسی نہیں گذرتی کہ ما بدولت ان مجالس سماع کے اندر تشریف فرما نہیں ہوتے یعنی حضور شریک مجالس سماع ہوتے ہیں ۔ البتہ یاد رہے کہ آئندہ آپ شروع کریں اپنی مجالس کو قرآن سے اور ختم کریں انکو قرآن سے ۔

فصل سیوم

بموجب روایات فی خزانت روایات

والسماع فی اوقات سرور تاکید السرور وتہیجالہ وسباح کان السرور مباحًا کالغنا وفی ایام العید فی العرس وفی الوقت قدوم الغائب وفی وقت الولیمۃ والعقیقۃ وعند الولادت الولد وعند ختانہ وحفظ القرآن

درھدایہ حنفیہ کہا ہے السماع جایز لازہرق القلب اور

ذخیرہ میں ہے التغنی لدفع الوحشتہ وبخودہ یہ احد شمس الائمہ

فی المفرات لاباس بضرب الدف فی العرس وان کان فیہ نوع سوالان فیہ اظہار النکاح تشہیر واملانا سنت

لقولہ علیہ السلام علوا النکاح ولو بالدف

ودر سیر الحقایق شرح کنز الدقایق گفت ومن الناس من رباح السماع مطلقاً وارمن الناس مجتہدان

مراد است نہ عوام خلق کہ مباح گردانید۔ مطلب یہ کہ اگر عام سماع مباح سمجھیں تو مباح نہیں ہو سکتا ہاں اگر مجتہد

اسے مباح مان جائیں تو بات دوسری ہے۔ عوام سے کوئی چیز مباح نہیں کیا سکتی۔ نہ عوام سے کوئی شے حرام ہو سکتی ہے

ہاں مجتہدوں، بزرگان دین میں یہ قدرت ہے کہ وہ حوالہ جات قرآن وحدیث سے حرام وحلال کی تمیز قایم کر سکتے ہیں

صاحب التذکرہ الحمد سنتہ انہ سئل ابوحنیفہ اور سفیان الثوری عن الغنار۔ فقال لیس من الکبایرہ والصغائرہ

صاحب تذکرہ حمدانہ نے حکایت کی ہے کہ امام ابوحنیفہ وسفیان ثوری نے سرود کے بارہ میں دریافت کیا ہے۔ پس

ان کو کہا گیا کہ نہ کبایرسے ہے نہ صغایرسے

حضرت جمال الدین المحدث الحنفی رسالہ حمایت الدین میں اور دوسرے عزیزوں علمائے وفضلائے زمانہ نے

عربی عبارت میں اس حکایت کو بشرح کمال بیان کیا ہے۔ اور

اخبار میں قدوم القیاس والنص علی اباحتہ السماع یعنی تحقیق دلالت کرتا ہے قیاس اور نص بیچ

اباحت سماع کے۔ گویا جایز ہے سماع۔ بلکہ بعض بزرگوں کے اقوال ہیں کہ السماع حرام۔ یعنی اس حرمت سے حرام

مطلب نہیں بلکہ حرمت سے مراد پاکی وعظمت ہے جیسے کعبہ کو بیت الحرام کہتے ہیں تو اس سے نعوذ باللہ منہا

کوئی کعبہ کے خلاف شان مراد لے سکتا ہے۔ کہا جائیگا بیت الحرام۔ یعنی پاک ہے کعبہ

صراط المستقیم میں ہے کہ دم الاسماع کے بارہ میں حدیث صحیح وارد نہیں ہے۔ بالجملہ جو کچھ واضح ہوا یہ ہے

کہ حرمت سماع بر علی الاطلاق ذیل ضروریات دین سے ثابت نہیں ہوئی

کیمیائے سعادت کا مقولہ ہے کہ عوام الناس کہ سماع کی عادت کر لیتے ہیں بشرت اور لہو ولعب کے طریق پر

یہ مباح نہیں ہو سکتا۔ بشرط آنکہ زیادہ کرے ہمیشہ مواظبت نہ کرے چنانچہ یعنے گناہ صغیرہ کرتے ہیں جب بہت

سنتے ہیں گناہ کبیرہ تک پہنچ جاتا ہے۔ البتہ اگر کبھی ہو تو تب کیہ مباح کی صورت ہو سکتی ہے۔ تھوڑے سے کچھ

خرابی نہیں ہوتی۔ جب بہت ہوا اور حد سے گذر گیا حرام ہے۔ چنانچہ زنگیان مسجد میں بازی کرتے تھے رسول اللہ صلعم

نے منع نہ فرمایا۔ اگر مسجد کو ناچ خانہ یا کھیل گھر کر لیتے اور ہمیشہ اس میں یہ کام ہوتا۔ تو ضرور منع فرماتے۔ مذاق اور

مزاح کا ہے گا ہے مباح ہے۔ لیکن اگر ہر وقت مذاق ومزاح سے ہی کام لیا جائے تو کیسے اس کے جواز میں کوئی

زائد دیکھیگا۔ یہ مذاق کہاں ہو سکتا ہے یہ تو سراسر مسخراپن ہو گیا۔ کتاب :-

ہدایۃ | میں ہے کہ اباحت سماع کی قیاس سے ثابت ہو چکی ہے۔ قیاس بھی دلائل فقہ سے ایک رکن فقہ مانا گیا ہے اصول فقہ کے ارباب کے علم میں آدمی کے اندر چھ قوتیں ہیں پانچ حس ظاہر اور ایک عقل۔ اور ہر ایک لذت سے مخصوص ہوتی ہے لذت باصرہ سبزہ اور آب رواں سے مخصوص ہے کہ ان چیزوں کو دیکھ کر خوش ہوتی ہے۔ قوت شامہ مشمومات سے جیسے مشک عنبر سے اور خزاں سے۔ لذت ذائقہ ماکولات سے۔ جیسے شکر و حلوا وغیرہ لذات لامسہ مثلاً جامہ حریر وابریشم وغیرہ۔ لذت سامعہ مسموعات مستحسنہ سے۔ چنانچہ کلام بامعانی اور اصوات موزونہ ہزار داستان۔ آواز قمری فاختہ۔ کبوتر چھٹی لذت عقل یہ علم و حکمت و معرفت معقولات برہانی ثابت و صادق سے لہٰذا یہ حرام نہیں ہو سکتیں۔ پس ثابت ہوا کہ لذت سامعہ کیسے حرام ہوئی اور مشترک کہتے ہیں مراد حسن صوت۔ یعنی خوش آواز مراد قرآن خوانی سے ہے۔ پس جواب چاہیئے تھا کہ آواز عندلیب و قمری اور دوسری دف و چنگ اور سنے یعنی بنسری طبلے اور ڈھولک کی بھی حرام ہوتیں۔ بلکہ ایسا نہیں ہے۔ ایسی کوئی بھی لذت حرام قرار نہیں دیگئی کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل جمیل من جمال اللہ وکل لذۃ من لذت اللہ

اور یہ اصوات کو قیاس کیا گیا ہے اوپر آواز دل عندلیب و قمری و فاختہ و کبوتر و طیر ہم کے اور وہ جو شرع مزامیر و اوتار کی بابت ممانعت ہے کو بوجہ لذت اور موزونی کے نہیں ہے۔ بلکہ اسکی علت ہی دوسری ہے اور وہ یہ کہ خمر یعنی شراب شرع میں حرام ہوئی۔ مجلس خمر میں جو کچھ کیا جائیگا وہ بمنزلہ حرام کے ہوگا۔ ہر آئینہ اگر مزامیر و اوتار بھی ایسی مجلس میں ہوگا مجلس حرام میں وہ بھی حرام سمجھا شمار کیا جائیگا۔ بلکہ حرام مطلق۔ جس وقت مجلس شراب یا مجلس مسکرات میں نہاں ہوائے ان ممنوعات کے اور کچھ بھی نہ ہو وہ کیونکر حرام نہ ہو۔

روایت جامی | لان الحکم ثابت بالعلۃ واذا عدم العلۃ عدم الحکم اور وہ جو کہ لذت اور موزونی سے سنتے ہیں۔ ان کے قلوب محرک اور اسرار و سرور سے ہم بغل ہو جاتے ہیں۔ ایسی حالتوں میں یہ لذات کیونکر حرام یا ممنوع قرار دیجا سکتی ہیں۔ حق تعالیٰ و نغمات طیبہ و موزون اصوات اوتار میں سر ہیں اور نسبت بلکہ عجائب و غرائب چاشنیاں ان میں مکنون رکھی گئی ہیں۔ جنکو فقط اہل دل و صاحبان معرفت ہی جانتے اور وہی ان کی تفصیل و تشریح کو جان سکتے ہیں۔ جن اصحاب کو کوئی نسبت یا تعلق ان علوم پوشیدہ سے نہیں۔ وہ کیا جانتے اور کیا بتا سکتے ہیں۔ جس قوم یا گروہ کو اس سے کوئی میل ہی نہ ہو۔ وہ اس کے حسن و قبح سے لاعلم ہے۔ رسالہ

عروۃ الوثقیٰ | میں بحوالہ کیمیائے سعادت رقم ہے کہ علمائے زمانہ کو اختلاف ہے سماع میں کہ یہ حلال ہے یا حرام ہے جس نے اس کے حرام ہونے پر استدلال کیا ہے۔ وہ اہل ظاہر بین ہیں بھی گنے جانیکے قابل نہیں ہیں۔ اسی خود ہی علم نہیں ہے کہ سماع کیا چیز ہے اور حق تعالیٰ کی دوستی کی کوئی لگن انکے دل سے چھو نہیں گئی [illegible] لوگ۔ یہ کہتے ہیں نہ انسان انسانت

یعنی اپنے ہمجنس سے دوستانہ تعلق قایم کرسکتا اور رکھ سکتا ہے۔ اور جس جنس سے نہ کوئی نسبت باہمی اور نہ واسطہ ہی ہو اور ایسے جانتا پہچانتا ہی نہ ہو اس سے دوستی یا دشمنی ہی کیسی۔ ایسے انسانوں کے دل میں ایسی حس ہی نہیں۔ وہ محض ظاہر بین ہیں۔ انسان سے ہی انکی دوستی ہوگی اور اسی کو جان پہچان سکتے ہیں۔ مخلوق سے ان کا عشق ہوگا۔ اسی سے محبت اگر عشق بھی ہوگا۔ تو وہ کوئی نتیجہ پیدا نہیں کرسکتا۔ یہ تمام نسبتیں باطل و لایعنی ہوں گی اس سبب سے کہا جاتا ہے کہ آیا بازی ہو۔ یا عشق مخلوق سے ہو یہ دونوں ہی مذموم ہوں گی۔ جیسا اس سے پوچھیے کہ حق تعالیٰ کی دوستی جو خلقت پر واجب ہے کیا چیز ہے۔ کہے کہ اطاعت و فرمانبرداری۔ یہ ایک بھاری خطا ہے کہ اس قوم پر پڑی ہے اور اہم رکن ہے اس کے نتیجات سے اسکو پیدا کرتے ہیں۔ سماع کا حکم دل سے لینا چاہیئے۔ اگر آدمی کے دل میں وہ چیز ہے کہ وہ شرع میں محبوب ہے۔ اسکو سماع پر ثواب ہوتا ہے۔ اگر دل کے اندر بطالت ہے۔ وہ شرع میں مذموم ہے اسکو سماع پر عتاب ہوگا۔ اگر کسی کا دل دونوں امور سے خالی ہے۔ لیکن بر سبیل بازی سنتا ہو۔ اس حکم سے کہ طبع ضرور اس سے لذت اٹھائے گی۔ یہ سماع بھی اسکو مباح ہوگا

جاننا چاہیئے کہ سماع بھی تین قسمیں رکھتا ہے۔ قسم اول: غفلت میں سماع سنا اور بطریق کھیل کود سنا۔ یہ کام دینداروں کا نہیں ہوتا۔ غافلوں کا ہوتا ہے۔ دنیا کیا ہے؟ ایک کھیل ہے۔ یہ سماع بھی ان میں سے ایک کھیل ہوگیا۔ یہ روا نہیں ہے کہ سماع حرام ہے۔ اس سبب سے کہ خوش ہے اور خوشیاں حرام نہیں۔ اور جو کچھ کہ خوشی ہے حرام ہے اس سبب سے حرام ہے کہ اس میں ضرر و فساد ہے۔ جب آواز مرغان خوش الحان سبزہ اور چلتا ہوا پانی۔ شگوفہ، جگہ بوٹیوں کا نظارہ۔ ریحان اور قسم قسم کے پھولوں کی خوشبو۔ عطر و عنبر کی بھینی بھینی مہک جو خوش آیند ہے کسی مذہب و ملت میں اسے حرام و ناجایز نہیں مانا جاتا۔ علیٰ ہذا خوش آواز انسانی کانوں کیساتھ وہی عمل کرتی ہے۔ جو سبزہ آب رواں کی لہریں سبزہ کی سبزی رنگا رنگ پھولوں کا نظارہ۔ ریحان کی خوشبو عطر و عنبر کی مہک آنکھوں ناک اور دل و دماغ کیساتھ کرتی ہیں۔ لذیذ و خوش ذائقہ طعام ذوق طبیعت کو لذت دیتا اور بڑھاتا ہے۔ علم حکمتیں اور باریک نکات علم جو کچھ عقل کیساتھ عمل کرتے ہیں وہی آواز کانوں سے کرتی ہے۔ ان تمام اشیا میں جو اوپر مذکور ہوئی ہیں کوئی نہ کوئی لذت ہے۔ صاحب علم و عقل ثابت کردیں کہ ان تمام اشیا میں جو اوپر مذکور ہوئی ہیں کون سی حرام ہے یا ناجایز قرار دی گئی ہے۔ نہیں تمام حلال ہیں

قسم دوم:— وہ ہے کہ دل میں مطلب ناواجب ہو۔ چنانچہ ایک شخص کا کسی عورت سے ناجایز تعلق ہے۔ یا کسی لڑکے سے ناواجب الفت۔ ان کے شوق و ذوق میں مجلس سماع منعقد کرے۔ حرام ہے۔ پہلے ایسا ہوتا تھا کہ بیشتر جوان لوگ اس قسم کے گانے سنتے تھے۔ گانے بھی بعض اس قسم کے ہیں کہ ان سے باطل عشق کی آگ زیادہ بھڑک گئی ہے ایسا نہ گانا ہی اچھا ہے اور نہ سننا ہی جایز ہو سکتا ہے۔ ایسی آگ تو بجھا دینا مفید ہوگا۔ بقول کانا ہمرا المقتول وہ لوگ

تیسری قسم :- یہ ہے کہ انسان کے دل کے اندر ایک محمود صفت ہے۔ اور سماع اسے قوت و طاقت بخشتا ہے اور بڑھاتا ہے اور دل کے اندر اسے حرکت دیتا ہے ÷ اگر غازیوں کے آگے سرود ہوتا ہے اس غرض سے کہ انکے دلوں میں آتش جنگ مشتعل ہو جائے۔ بلا اس کے غازیوں سے نہ جنگ ہو سکے اور نہ وہ سر ٹیکنا ہوں۔ سرود و سماع میں یہ طاقت ہے کہ بہ زیادہ جنگ آزما و دلیر بنا دیتا ہے۔ نیز ایسی لڑائی محض عند اللہ ہوتی ہے۔ اور وہ جانبازی فقط دینی خدا میں شمار ہوتی ہے۔ تو کون ہے جو ایسے سماع و سرود کو حرام کہہ لیگا۔ جو قربان ہونے اور راہ خدا میں جان، تاب و بیبتے کا آرزو مند کرتا اور راہ خدا میں ثابت قدم کر دیتا ہے۔

سرود اور نوحہ کہ رقت پیدا کرے اور رلائے اور غم و اندوہ کو دل میں بیش از بیش کرے۔ وہ تو بہتر ہے۔ اور جو نوحہ یا نا رقص یا سرود باعث تعطیل عمل اور درجات کو مارد ہینے والا ہو۔ بیشک ناجائز ہے اور جو باعث خوشنودی حق تعالیٰ ہو وہ بالضرور بہتر ہے اور مباح

احیاء العلوم | ان السماع قد یکون مندوبا وقد یکون ید له مباحًا وقد یکون مکروهًا و قد یکون حرامًا اما المندوب فهو لمن غلب حب الله تعالیٰ ولم یحرک السماع منه الا الصفات المحمودة والمباح من لا حظ له منه الذ بالصوت الحسن واما المکروه فهو لمن لا ینزله علی صورة المخلوقین ولکن یجد عادته فی اکثر المخلوقات علی السبیل اللهو واما الحرام فهو لا اکثر الناس من الشبان ومن غلبة الشهوت الدنیا لا یحرک السماع علیهم الا ما سوا الغالب علی قلوبهم من الصفات المذمومة وقال الشیخ ابو طالب المکی رضی الله تعالیٰ عنه فی السماع حلال وشبه وحرام فمن سمعه بنفس مشاهده شهوت والهوی فهو حرام ومن سمعه بذکر الله تعالیٰ وشوق لقاء الجنة ورغبته کان حلال له

دررسالہ امام سرتی سمعت الاستاد ابا علی الافاق والسماع حرام علی العوام القادر لقولهم ومباح لزهاد ولحصول مجاهد ومستحب لاصحابنا لحیواۃ قلوبهم

ثمرات | یستحب لاهل الحقایق ومباح لاهل العلم ویکره لاهل الفسق والفجور

رسالہ شیخ جمال الدین ہوسی قدس سرہ ہے سماع اہل معرفت کا واجب ہے اور ان کے مریدوں کا مستحب ہے اور محبوں اور مشتاقوں کیلئے بھی مباح ہے۔ قال علیه السلام من احب قوما فهو منهم روایته حشر معهم اگر عام مرید شیخ کی مجلس میں حاضر ہوں ان سب کو سماع مباح ہے۔ کوئی خرابی اسمیں نہیں ہے۔ هو لا یشقی جلیسهم

کیمیائے سعادت | اگر کوئی جوش کیحالت کا اظہار نہیں کرتا۔ بلکہ جوش و خروش میں رقص کرتا ہے۔ اپنی حالت کو دبا نہیں سکتا۔ بے قابو ہے۔ تو اس کا رقص مباح کیا جائے گا۔

زنگی لوگ مسجد کے اندر مصروف رقص تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ اگر رقص کا نظارہ مشاہدہ فرماتے رہتے۔ بلکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ انت منی وانا منک یعنی تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ عالم تھا کہ ذوق و شوق محبت و شادمانی سے پاؤں زمین پر مارتے تھے۔ چند بار پاؤں زمین پر مارے یہاں اہل عرب کا یہ قاعدہ ہے کہ فرط خوشی میں اپنے پاؤں زمین پر مار کے رقص کرتے ہیں۔ یہ ان کی جبلی یا ملکی عادت ہے ان تمام زنگیوں کے رقص سے جب خاتم النبیین نے منع نہیں فرمایا۔ بلکہ ذوق و شوق سے ملاحظہ فرمایا ہے۔ تو جو کوئی رقص و سماع کو حرام کہتا ہے۔ خطا کرتا ہے۔ غایت اسکی یہ ہے کہ یہ ایک قسم کی بازی کہی جا سکتی ہے۔ تو بازی بتلائیے کہاں حرام ہے۔ اور اگر کوئی اس سبب سے حرام کہے کہ اس کے دل میں وہی حالت ظاہر نہیں ہوتی۔ آہستہ آہستہ تمام حالتیں خود بخود ظہور میں آ جاتی ہیں۔ اور یہ سب محمود ہوتی ہیں

کیمیائے سعادت | سرود لڑکے سے اور عورت سے اگر محل و مقام فتنہ و فساد نہ ہووے تو ضرور مباح ہے۔ عورت عورتوں اور زنوں سے نہیں۔ بلکہ اسکا نشہ مثل لڑکوں کے خیال کیا جاوے۔ لیکن کسی دوسرے خیال سے عورتوں یا لڑکوں کے منہ کو گھورنا اور شہوت خیز نگاہوں سے تاڑنا۔ مقام بھی ایسا ہو جہاں فتنہ و فساد کا خدشہ ہو بالضرور حرام ہے۔ عورت ان عورت مردوں سے ہو۔ جو ماہ رمضان میں باوجود روزہ داری کے بوسہ بازی کرتے ہیں۔ کوئی حرام نہیں ہوتا۔ بلکہ حلال ہوتا ہے ایک شخص اپنی طبع اپنی شہوانیت پر اسقدر قادر ہے کہ کسی حالت میں بھی اسے بے قابو نہیں ہونے دیتی ہر حالت میں سنبھلا رہتا ہے۔ ایسے بہت لوگ ہیں کہ بات بات میں شہوت انہیں مباشرت میں ڈال دیتی ہے۔ اور وہ مرتکب حرکات ناشائستہ ہو جاتے ہیں۔ بہت ایسے ہیں جنہیں امرد مباشرت سے کچھ واسطہ ہی نہیں رہتا۔ انکے خیال میں عورت ہو گو کیا۔ لڑکا حسین ہو تب لیا۔ حرام وہ ہے کہ بدلائل قطعی اس کا ترک واجب ثابت ہو گیا ہے۔ جیسا کہ نامحرم عورت کا دیکھنا اور اس کے اعضائے سفلی و اعضائے مخصوصہ۔ علیٰ ہذا آدمی کے اعضاء اور گندگی۔ بدبو و کریہہ۔ و قبیح بو ہا۔ شراب کو چکھنا یا پینا گوشت خنزیر کا استعمال و غیرہ ربا۔ اجنبیہ عورات سے مساس فحش و لغو و ہزل و صورت ناخوش آیند کا سننا۔ ایسی اشیاء کا استعمال سننا دیکھنا جو حرام قطعی ہیں۔ فی الحقیقت حرام ہو چکا ہے۔ مگر سماع بدلائل قویہ اور براہین قاطع سے ثابت تو ہو چکا ہے۔ یہ ثابت کیجئے کہ اس کیلئے کون سے دلائل ہیں جن سے جنس سے یہ قطعی ترک یا نا واجب کہا گیا ہو۔ واللہ اعلم بالصواب

اکثر کتب متقدمین و معتبرین میں یہ لکھا تو دیکھا گیا ہے کہ سماع چار قسم پر منقسم ہے اول۔ حلال۔ دوم حرام۔ سوم مباح۔ چہارم مکروہ۔

حلال وہ ہوتا ہے کہ اہلِ سماع کا میل طبع اور خیال خدا کیطرف ہو ماسوا اللہ کوئی خیال دل میں نہ ہو۔ ریاکاری یا بناوٹ کو دل میں دخل تک نہ ہو۔ حرام وہ ہوتا ہے کہ سماع کرنے والا الٹے پلٹے خیالات دل میں لئے ہوئے ہو مجازی چیزوں پر دھیان رکھے۔ فہم معانی پر ناز اور اسکا کرشمہ کرے اور کسی عورت کے عشق یا لونڈوں پر مرتا ہو۔ اور انہیں کے شوق میں سماع سنتا ہو۔ سوئم مباح۔ وہ ہوگا کہ سامع کی طبیعت زیادہ تر اوصاف الٰہی پر متوجہ ہو۔ اشیائے مجازی کیطرف دھیان بہت کم ہو۔ حقیقت کا سرور اس کے دل کے اندر ہو مکروہ وہ کہ سننے والا سچے مطالب اور معنوں کو اشیائے مجازی کیطرف کھینچ لیجائے حقیقت سے اسے مس بھی نہ ہو۔

فوایدالفواد میں لکھا ہے کہ سماع صوفی کا ہے۔ اس کے خوش مضمون کو حرام مطلق کہنا نہیں چاہئے۔ اور کلام موزوں ہے۔ اسے مکروہ کہنا قطعی نازیبا ہے۔ اس کا مدار حرکت قلب صوفی پر ہوتا ہے۔ صوفی اکثر یادِ حق میں مستغرق ہو جاتا ہے۔ ہاں اگر وہ تحریک مجازی کیطرف کرے۔ تب اسکا سماع حرام ہوگا

کیمیائے سعادت میں درج ہے کہ۔ سماع کے اندر وہ اشعار کہ اوصاف خط وخال اور زلفِ چلیپا اور شمعِ رخسار جمال ووصال کے اشارے کنائے سے مملو۔ فراق وہجر کے پر درد کھیڑوں سے لبریز۔ گویا کہ جو کچھ عشاق کی عادت ہوتی ہے۔ اس قسم کے اشعار سننا اور کہنا حرام ہوتا ہے۔ اسلئے حرام ہوتا ہے کہ یہ تمام خیالات عشاق اپنی معشوقہ مجازی عورتوں یا لونڈوں کیطرف کھینچ لیجاتے ہیں۔ ہاں اسمیں بھی ایک اور بات ہے۔ ان مطالب اور اشعار کو خاص اپنی عورت یا کنیزک سے منسوب کرے اور انپر سماع کرے حرام نہیں ہو سکتا۔ لیکن صوفی صاحبان یا وہ صاحبان جو دردِ حقیقی جو دوستی حق میں مستغرق ہوتے ہیں۔ وہ تمام رموز ومطالب کو اپنے معشوق حقیقی کیطرف لیجاتے ہیں ان کا سماع بھی فدائے اشتیاق میں ہوتا ہے۔ انکی یہ نسبت اور ان کا سماع باعث درجات عالی ہوتا ہے اسکی وجہ یہی ہے کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں۔ جو سنتے ہیں یہ ہر حرکت کی نسبت خداوند عالم سے ہوتی ہے۔ انکی اس نسبت کو بھی درجہ اعلیٰ ملتا ہے کیونکہ ہر ایک معنی کو خدا سے جا ملاتے ہیں انکی خیالی زلف کا سلسلہ انکمال حضرت الوہیت سے سمجھا ہوا ہوتا ہے۔ انکے ہجر ووصال کا تعلق رب العزت سے ہے۔

مستقل | جنہاشعار حضرت امیرالمومنین علی ابن طالب۔ حضرت عائشہ صدیقہ۔ وصحابہ کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم ... رہے ہوئے منسوب کئے جاتے ہیں۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی شعر فرمائے ہیں

فضل اللہ یرزقنی صلاحا

... منہم ... میں کہتے۔ انہیں کے اشتیاق ومحبت میں سماع کرتے یا سنتے ہیں۔ جو ... ہیں۔ عجیب بات ہے اور یہ جو قرآن پاک کے اندر وارد ہے۔ ... کود ...

الشعراء یتبعہم الغاوون۔ یہ شعراء کفار سے مراد ہے۔ وہ شاعر ایسے تھے کہ صحابہ۔ رسول خدا کی شان میں فحش کلامیاں کیا کرتے تھے۔ اور گستاخی سے پیش آتے تھے۔ پس وہ لوگ جو علی الاعلان اس قسم کے فحش شعر تصنیف کریں۔ ایسی قسم کے اشعار مجلس میں گائیں جو خلاف شان صحابہ کرام ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان والاشان کے حق میں نہ ہوں۔ جن اشعار سے اولیاء عظام کی ہتک ہو۔ صحابہ کرام کا مضحکہ ہوتا ہو مذہب وملت پر بہتان ہی ہوں۔ وہ کسی مذہب وملت میں جائز نہیں ان کا تصنیف کرنا بھی ایک بڑا بھاری گناہ ہے۔ ان کا گانا اور سماع قطعی گناہ اور نہایت سخت گناہ ہے۔ جو ایسے اشعار کا سماع کرتا ہے۔ عیب ہے ۔

سماع ایسے اشعار کا جن میں خدا تعالیٰ کی برتری اسکی صنعت وحکمت کی تعریف۔ رسول حبشی کی توصیف صحابہ کی دینداری وفاشعاری ایسی باتیں ہوں ایسا سماع مباح ہے بلکہ مستحب کہہ سکتے ہیں۔ اصل مقصود ایسے سماع سے یادِ الہی ہوتا ہے جل شانہٗ۔ ہندی کے دوہرے کہ ان میں بھی معنی ومطالب یہی ہوں۔ انکی نسبت بھی وہی حکم ہے جو اوپر مذکور ہوا۔ جمیع آلات المزامیر وسائر آلات تارکا الربابۃ وغیرہ مباح عند اصحاب الظاہر واصحاب داؤد الطائی وفیہ الصا الظاہریۃ اطلقوا القول باباحتہ جمیع الآلات ولا اصل فی الاشیاء عند العلماء الا اباحتہ

شرح بخاری | قضاء الناس الیوم فی اقطار الارض علی خمسۃ مذاہب حنفیہ والشافعیۃ والمالکیۃ وحنفیہ داود منہ وہم المخرقون المعروفون بالظاہر

شرح اسباب | میں ہے اگر کوئی شخص۔ نے۔ دف۔ رباب بربط وچنگ وغیرہ یا انکی مانند ساز توڑے اور قاضی کی حضور بمراد فیصل تصفیہ پیش کیا جائے تو تضمین اس پر واجب آئیگی

بخارا کے اندر ایک شخص صراحی جس میں شراب بھرتے تھے بغیر شراب کے بازار میں لئے جاتا تھا۔ محتسب بھی ادھر آنکلا چنانچہ محتسب نے صراحی اس شخص کے ہاتھ سے چھین لی۔ اور توڑ ڈالی۔ مالک صراحی نے محتسب کے دامن کو پکڑا اور نہ چھوڑا تاوقتیکہ اسنے دعویٰ نہ کیا۔ اور مقدمہ شرعی عدالت میں قاضی کے روبرو نہ کھینچ لیا۔ قاضی نے جب محتسب سے جوابدعویٰ مانگا تو محتسب نے کہا جو کچھ تھا آلت شراب تھی۔ یعنے اسکی اندر شراب بھری جاتی تھی اسلئے میں نے اس شخص سے لیکر توڑ دی مالک صراحی نے کہا۔ میرے پاس آلت زنا ہے یعنی عضو تناسل اور آلت قتل ہے۔ یعنے تلوار تاوقتیکہ میں کسی سے زنا نہ کروں اور کسی شخص کو قتل نہ کروں تب تک کیونکر جرم عاید ہو سکتا ہے۔ قاضی نے حکم دیا کہ محتسب صراحی کی قیمت ادا کرے

انوار میں لکھا ہے کہ ولو سمع شادنام وضرب وجلیہ طرباً الی اللہ تعالیٰ فلا باس بہ ولا یحرم ضرب الکیف بالکف ؛ اور

فتح الاخبار میں بیان ہوا ہے کہ رسالہ سید احمد میں لکھا ہے بعض علماء مباح خیال کرتے ہیں۔ تمام آلات کو جو گانے بجانے کے کام میں لائے جاتے ہیں مثلاً رباب و چنگ و چغانہ طنبور و غیر ذالک۔ محمد طاہر وغیرہ نے تصریح کی ہے۔ تمام آلات کی اور موافق آیات قرآنی کے۔ چنانچہ قولہ تعالیٰ وان من شی الا یسبح بحمدہ ولٰکن لا تفقہون تسبیحہم۔ ابیات

بذکرش ہر چہ بینی در خروش است ولے داند دریں معنی کہ گوش است
نہ بلبل بر گلش تسبیح خوانست کہ ہر خارے بہ تسبیحش زبان است

مولینا جامی قدس سرہ فرماتے ہیں

چیست میدانی صدائے چنگ و عود انت حسبی انت کافی یا ودود
نیست در افسردگاں ذوقِ سماع ورنہ عالم را گرفت است ایں سرود
آہ زیں مطرب کہ از یک نغمہ اش آمدہ در رقص ذرات وجود

وقال فی رموز الواہہین ایکدفعہ ایک بارگاہ میں چنگ بجاتے تھے۔ ایک بزرگ اپنے مریدوں سمیت وہاں پہنچ گئے کھڑے ہوئے چنگ کی آواز پر کان لگائے رہے۔ کچھ توقف کے بعد بولے۔ اے چنگ تو جو کچھ کہہ رہا ہے۔ اگر اسے جانتا بھی ہوتا۔ تو تیری ایک ایک تار ٹوٹ جاتی۔ اور فنی اللہ ہو جاتی۔ بزرگ کی زبان سے ان کلمات کا نکلنا تھا کہ ساتھ چنگ کے تمام تار ٹوٹ کر الگ جا پڑے۔ مرید جو ان بزرگ کے ہمرکاب تھے دریافت کرنے لگے کہ یا حضرت یہ چنگ کیا کہتا ہے۔ شیخ نے فرمایا۔ ایک تار کہتا ہے یا رحمٰن دوسرا کہتا ہے یا رحیم وان من شی الا یسبح بحمدہ ولٰکن لا تفقہون ۞ چہارم آنکہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ صحابہ کرام و تابعین اور تبع تابعین سب نے سماع کیا ہے

شمائل اتقیا میں لکھا ہے کہ زہیر نے قصیدہ مدح حضرت پیغمبر کی شان میں کہا بانت سعاد فقلبی الیوم مقبول آنحضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قصیدہ کے سننے سے ایک خاص قسم کی لذت پیدا ہوئی۔ چنانچہ آنحضرت نے اس لذت کے اثر میں چادر مبارک اتار کر پھینکدی۔ اور موجودہ یاروں نے اس چادر مبارک کو ٹکڑے کر کے تقسیم کر لیا لہذا حضرت رسول اکرم علیہ التحیۃ والسلام نے فرمایا انا ضامن شعاریہا معہا وحافظہا یدخول الجنۃ جسوقت حضرت رسالت پناہی نے وہ ابیات سماعت فرمائے تھے گویا ان کے اثر سے حالت وجد آپ پر طاری ہوئی حالت وجد میں آپنے ارشاد فرمایا کہ ان اشعار کے پڑھنے والے سننے والے اور یاد کرنیوالے امیدوار بہشت کے رہیں

پس وہ بزرگ جو سماع کے جائز ہونیسے انکار کرے عجیب ہے

فی الامتناع روی سماع الغناء والدف من جماعۃ من الصحابۃ منہم ابوبکر والعمر عثمان علی ابن ابی طالب

وابو عبیدہ ابن الجراح - وسعد بن ابی وقاص وابن مسعود وعتبہ بن عوف ثمر الاخیار - بلال وعبد اللہ بن ارقم واسامہ بن زید وعبدالرحمٰن بن عوف ومحمد بن عبد الملک - وعبد اللہ بن جعفر وعبد اللہ بن زبیر وعمرو بن العاص وقرظہ بن کعب ومعاویہ ابن ابو سفیان وخوات بن عمر و رباح ابن المعترف وعثمان بن قیس وحسان بن ثابت ومغیرہ بن شعبہ وعائشہ وربیعہ بن مسعود رضی اللہ عنہم

ورویٰ الغناء من جماعۃ التابعین منہم سعید بن ثبت وسالم بن عبد اللہ وعمر بن عبد الرحمٰن بن حسان وخارجہ ابن زید وقاضی شریح وسعید بن جبیر وعامر شعبی وعبد اللہ بن ابی عتیق وعطا بن رباح ومحمد بن شہاب زہری - و عمر بن عبد العزیز وداؤد ابن ابراہیم زہری

ومن اتباع التابعین - عبد الملک ابن جریج - واحمد ابن علی وابراہیم زہری وعبد اللہ بن حسن - عمری وقاضی مغیرہ وتلمیذ ابی حنیفہ وذلک السامع واحمد وسفیان بن عتبہ وعبد العزیز بن مطالب وقاضی ابو بکر اخلاقی وابی بکر احمد واشباہ الغنا من المجتہدین رضی

| احیاء العلوم | نقل ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ اباحۃ السماع عن جماعۃ وقال من سمع من الصحابۃ عبد اللہ بن جعفر وابن الزبیر والمغیرہ بن شعبۃ وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین ہ وقال ابو طالب مکی من انکر السماع مجملاً فقد انکر سبعین صدیقا من الصحابۃ معاویہ وعبد اللہ بن جعفر وغیرہما لو احتیشون نحو السماع

پنجم در ذکر سماع خلفاء ومجتہدین واہل طریقہ

| سبع سنابل | میں لکھا ہے کہ ابن قتیبہ وغیرہ سے کہ امام اعظم ابو حنیفہ کا ایک ہمسایہ تھا جسکا نام عمر تھا - عمر روز روز سرود کیا کرتا بیت اور شعر گایا کرتا تھا - اور امام اس کے اشعار وابیات جو وہ روزانہ گاتا تھا - سنا کرتے تھے - عمر سے ایک ایسی حرکت سرزد ہوئی کہ جسکی وجہ سے وہ قید ہو گیا - امام کو چونکہ اسکا گانا سننے کا شوق تھا - لہذا اسکو کوشش کیساتھ قید سے آزاد کرایا - اب عمر کو یہ خواہش پیدا ہوئی کہ امام کی یہ عادت ترک کرانی چاہئے - ورنہ روز تنگ کیا کرینگے - اگر امام نے یہ منظور نہ کیا بلکہ عمر سے کہا کہ تو جو کچھ روزانہ کیا کرتا تھا اسی طرح برابر کرتا رہ - اور اپنا گانا جاری رکھ - مجھے تیرے گا نیسے آرام ملتا ہے لہذا ہمسایہ پر واجب ہے کہ ہمسایہ کو دکھ نہ دیوے - تو مجھے آرام دے - حضرت جمال الدین محدث اپنی رسالہ حمایت الدین میں جو اُن کی اپنی تصنیف ہے رقمطراز ہیں - اور دوسرے عزیز اپنی کتب ایک حکایت میں لائے ہیں کہ جو عربی عبارت میں ہے - اور فتح اخبار میں لکھے ہیں - جو اس بات پر لوری کی دلیل ہے کہ سماع مباح ہے - اگر مباح نہ ہوتا تو لازم آتا ہے کہ امام جو مقتدائے امام ہوتا ہے - ایک ناواجب فعل ملکہ ایسا کام جو حرام ہو اس کا مرتکب ہو قطعی ناممکن امر ہے - امام اور زمانہ کا عالم گمراہ ہو جائے - اور وہ کام کرے جو حرام ہو العیاذ باللہ بعض روایات جو کراہت اور حرمت سماع پر جو امام سے منقول ہیں لائق یہ ہے کہ ان کو بیکر بیان کھلا دیا جائے

سماعے از قرین تہمتے باشد۔ تا درمیان قول و فعل امام موافقت پوری ہوجائے۔ مگر قول مخالف فعل کا ہوتا ہے کیونکہ فعل دال ہے اوپر اباحت کے۔ اور قول دلالت کرتا ہے اوپر حرام کے۔ اور دلالت اوپر اباحت کے قوی تر ہے۔ دلالت قول سے اوپر حرمت کے کیونکہ فعل محتاج تاویل کا نہیں ہوتا۔ اقوال کیلئے تاویلات ہیں۔

رسالہ معدلہ میں درج ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ مجلس دعوت کھانے میں گانا بجتا سنکر آئے تھے مجلس میں برابر بیٹھے رہے۔ مگر نے بوقت اٹھتے نہ تھے۔ دوسرے ابراہیم نے سرود سے منع نہیں فرمایا ہے اور ان کے اقوال ہیں مرہ اومرثیت فضیحت برائے شنیدہ عوام ہے اور منع فساق ہے۔ چنانچہ بعض احادیث میں وہم وعید واسطے انہیں معنوں کے ہے۔ اگر امام سماع کو مطلق حرام جانتے۔ جیسے شرابخوری اور زناکاری تو یہ کب ممکن تھا کہ ایسی حرام مجلس جس میں سماع ہوتا تھا خود شامل ہوکر بیٹھے رہتے۔ اور ان کے روبرو سماع جاری رہتا

رسالہ سماعیہ میں منقول ہے امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ جاریہ کو سنا یہ گاتے ہوئے بیت

خلیلی یا ابا الخطایا کا نہا تراھا علی الاعقاب نکس

یہ وجد میں ہوگئے۔ اور فرماتے تھے تمکو کچھ خوشی اس قول سے دل میں پیدا ہوئی ہے۔ دوسرے نے کہا نہ۔ امام نے فرمایا کہ تیرے دل کی سماعت باطل ہوچکی ہے

اور ابوطالب مکی کا فرمانا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ کہ اسمعیل بن علی سے منقول ہے جو یہ کہتے تھے کہ ایک روز میں امام شافعی کیساتھ تھا۔ آدھا دن آ گیا ہوگا۔ گویا دوپہر کو ہم باہم چلے جاتے تھے۔ ہمارا گذر ایک ایسی جگہ پر ہوا کہ وہاں ایک شخص نہایت عمدہ آواز سے گاتا اور سرود کرتا تھا۔ آواز سنکر امام ادھر متوجہ ہوئے اور مجھے بھی اپنے ہمراہ لے گئے ہم دونوں وہاں دیر تک کھڑے رہے اور امام شافعی برابر سنتے رہے۔ اور مجھ سے امام نے سوال کیا کہ تجھے اس کا گانا خوش تو نہیں آتا میں نے جواب دیا کہ مجھے ناگوار بھی معلوم نہیں ہوتا چونکہ میں خاموش سنتا رہا تھا اسلئے مجھے امام نے فرمایا تھا معلوم ہوتا ہے کہ تیرے حواس درست نہیں ہیں

فتاوی تاتارخانی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا۔ دف رغنا جو بلا موقعہ شادی کے کام میں لائے جائیں تو مکروہ ہیں یا کیا۔ جواب میں امام نے فرمایا کہ تاوقتیکہ انمیں کوئی اور فحش عمل نہ ہو۔ حرام نہیں کہا جاسکتا۔ اور سلسلہ قادریہ نقشبندیہ چشتیہ اور سہروردیہ جو کہ یہ چاروں سلاسل اہل اللہ ہیں۔ چاروں ہی جہان میں مشہور و معروف ہیں اور دوسرے سلسلے اور طریقے بھی ان چاروں سے باہر نہیں ہیں۔ ان طریقوں کے جسقدر مقتدا گذرے ہیں سبھی سماع کے مداح گذرے ہیں اور تمام مریک و شایق سماع رہے ہیں چنانچہ سماع حضرت محبوب سبحانی شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب تحفۃ القادریہ وخلاصۃ المفاخر وبہجۃ الاسرار میں واضح ہوتا ہے۔ نیز اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں خود انہوں نے سماع کے آداب لکھا ہے اور سماع بزرگان نقشبندیہ۔ چنانچہ سماع خواجہ ابو یوسف ہمدانی اور سماع امام محمد غزالی

کا کتاب احیاء العلوم - اور سماع حضرت خواجہ عبدالخالق ہمدانی اور سماع حضرت خواجہ نقشبند از رشحات ثابت ہوتا ہے اور سماع چشتیہ بہشتیہ کا اظہر من الشمس ہے - اس کیلئے کچھ ضرورت ہی نہیں کہ ثبوت میں کچھ پیش کیا جائے رہا بزرگان سہروردیہ کا سماع چنانچہ سماع شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی عوارف سے - اور سماع حضرت بہاؤ الدین زکریا - خواجہ ابوالفتح رکن الدین ملتانی و حضرت حمید الدین ناگوری سیر المتقدمین و سبع سنابل سے معلوم بلکہ مشہور ہے - اور رسالہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ راحت الارواح میں لکھا ہے ترقصون فی قوالہم بعد قولہ الست بربکم الی یوم القیامۃ ثابت ہے

تحفۃ القادریہ | جو مستند کتاب ہے - اسمیں منقول اور مسطور ہے - شیخ عمر احرار اور ایک جماعت مشائخ و اکملین زمانہ کا قول ہے کہ ایک وقت شیخ لقا و شیخ علی ابن ہیتی و شیخ ابو سعید بیلولی - شیخ عبدالقادر جیلانی کی خدمت میں زیارت کے قصد یا ارادہ سے جمع ہوکر بیٹھ گئے - آنحضرت نے اپنا منہ شیخ لقا کیطرف کیا اور فرمایا - اے لقا کوئی بات چیت تو کرو شیخ لقا نے تعمیل ارشاد میں عرض کیا

حد من نیست کہ تا پیش تو گویم سخنے - ہم تو بایا سخنے گو کہ ما گوش کنیم

ان کے بعد حضرت نے کچھ دینی سا دوبارہ شیخ ابو سعید کیطرف اشارہ کیا - اور انہوں نے بہت تھوڑا تکلم کیا - اور بہت جلد خاموش ہوگئے - اور عرض کیا انکلمت لا منالک وسکت لا جلالک۔ اس کے بعد آں بحر زخار دریائے فیض نہار خود در موضع گفتار حقائق آثار آمد یعنی مصروف گفتگو ہوئے - جسقدر حاضرین تھے تمام گفتگو سے خوش اور خوشوقت ہوئے - گفتگو کے بعد آپنے ارشاد فرمایا کہ موقعہ نہایت عمدہ ہے - اور احباب اور بڑے بڑے بزرگ موجود ہیں - ایسے اچھے وقت کو اچھی طرح سے بسر کرنا چاہیے - قوال کو بلایا گیا اور اجازت دیگئی کہ کچھ شروع کرے - قوال نے ایک شعر گایا تھا کہ آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور دور و چکر دینا شروع کیا - چکر دیتے دیتے آپ ایسے مست الست ہوئے کہ تمام حیران تھے - پھر آپ ہوا میں اڑنے لگے - حتی کہ نظروں سے غائب ہوگئے اور کسی کو دکھائی نہ دیتے تھے - تمام حاضرین کی جماعت حیران تھی اور بنی بنائی جماعت وہاں سے اٹھی دیکھا کہ مدرسہ میں رونق افروز و جلوہ فرما ہیں - بیت

ہیچ مہر زمہ بچرخ آن دلبر رعنا خوش است - گر بر قتار سماعش رفت دل از جا خوش است

رسالہ فتح الاخبار | میں لکھا ہے کہ شیخ ابوالحسن قادری جو شیخ ابوالحسن خرقانی کے عزیز ہیں خلاصۃ المفاخر میں لکھتے ہیں کہ شیخ ابوالحسن جوشقی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ایک وقت میں حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا - سماع ہوا - اور ایک بھاری جماعت موجود تھی - جس میں صلحا و فقرا و فقہا سب قسم کے اعلی بزرگ حاضر تھے - جب تمام صاحبان مشائخ سماع کا لطف اٹھا چکے جس قدر فقہا حاضر الوقت تھے

سب کے دل میں سماع کیواسطے شک اور قدرے نفرت پیدا ہوئی۔ جب حضرت غوث صمدانی کو اس بات کی اطلاع ہوئی۔ ایک باران سب بزرگوں کے آگے سے نکل گئے۔ جس جس پر نگاہ کی تھی جو کچھ علم و فضل قرآن و دیگر علوم انکے سینہ میں تھے سب کافور ہو گئے۔ اور تمام بزرگ کورے رہ گئے۔ سب صاحب وہاں سے رخصت ہو کر اپنے اپنے مقامات کو تشریف لے گئے۔ مگر سب لاعلم محض تھے۔ ایک ماہ تک سب نے جوں توں بسر کیا۔ ازاں بعد تمام بزرگ حضرت شیخ محبوب سبحانی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور سب نے مل کر حضرت کے قدم پکڑ لیے۔ اپنے کئے سے توبہ و استغفار کرتے تھے۔ حضرت نے اس وقت تو ٹال دیا۔ مگر حضرت اپنا طعام تناول فرمانے لگے۔ تو خود کھاتے جاتے تھے ایک ایک لقمہ اپنے کھانے سے انکو بھی عطا فرماتے جاتے تھے۔ لقمہ کھاتے جاتے تھے اور اپنے سینوں کو بدستور سابق اپنے گمشدہ علوم سے منور دیکھتے تھے۔ اور نہایت خوش ہوتے جاتے۔ اسطرح نوبت بہ نوبت سب کو ان کا کھویا ہوا علم واپس مل گیا جب سب کامیاب ہو گئے تو سب نے سجدہ شکر ادا کیا۔ رسالہ مذکور میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت محبوب سبحانی نے سید عبدالرزاق اپنے فرزند ارجمند کو ہدایتاً فرمایا تھا۔ یابنی لا تتکلم السماع فان لہ اریاباً

اپنے ایک قصیدہ میں بھی اپنے ایک مرید کو ہدایت سماع کی فرمائی و اجازت دی

مریدی ھم تطیب واسطح وغنی فافعل ما تشاء فالاسم عالی

فتح الاخبار میں کہا ہے کہ رشحات میں درج ہے کہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی نے خاص اپنے فرزند کو نصیحت فرمائی اور ارشاد کیا ہے یابنی لا تتکلم السماع ولا تنکرہ

رسالہ سماعیہ میں منقول ہے کہ حضرت بہاء الحق والدین حضرت نقشبندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر درویشان موجود الوقت کی خدمت میں تشریف لیجایا کرتے تھے۔ ایکدوسرے کی ملاقات سے خوش ہوتے اور فایدہ اٹھاتے تھے کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ انکی صحبت میں اتفاق سرود اور سماع کا بھی ہو جاتا تھا۔ آپ برابر سماع سنا کرتے تھے بلکہ جبتک مجلس سماع گرم رہتی بیٹھے رہتے۔ اپنی نشست سے اٹھ نہ جاتے تھے۔ ہاں اپنی خواہش سے خود کبھی کوئی مجلس منعقد نہیں فرمائی اور آپ کا یہ قول کہ انکار میکنم و نہ اقرار میکنم۔ نہ میں اقرار کرتا ہوں اور نہ انکار صاف اسبات کا اظہار کرتا ہے کہ آپ سماع سے مخالف نہ تھے۔

بحوالہ رشحات فتح الاخبار میں لکھا ہے کہ خواجہ احمد مسافر خوارزمی جو مخلصان اور ملازمان حضرت بہاء الدین والحق خواجہ نقشبندی میں سے خاص بزرگ تھے۔ ان کا قول ہے کہ میں حضرت کی خدمت میں بہت زیادہ رہا کرتا تھا کبھی آپکی خدمت سے غیر حاضر نہیں ہوتا تھا۔ مگر مجھے سماع سے بہت زیادہ شوق و اشتیاق تھا۔ ایک روز میں نے آپکے دوسرے احباب اصحاب و ہم نشینوں سے اتفاق کر لیا اور انہیں اپنا ہم مشورہ بنایا کہ آؤ آج قوال۔ دف و نے سب کچھ مہیا کریں اور ایک کامل مجلس قایم کریں۔ دیکھیں آپ کیا فرماتے ہیں۔ چنانچہ ہم سب نے مل ملا کر

ویسا ہی کیا۔ گانے والے بجانیوالے بلائے گئے اور سماع شروع کر دیا۔ حضرت موصوف اس مجلس میں برابر تشریف فرما رہے۔ برابر بیٹھے کسی قسم کی ممانعت و کشیدگی کا اظہار آپ کی ذات سے ظاہر نہ ہوا۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے سن لینے سے بعد اباحت سماع کی تحقیق ہو گئی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔ اگر مباح نہ ہوتا، ناجائز ہوتا تو خواجہ مسافر نواز خوارزمی کی میل سماع سے دل کے اندر نہ ہوتا بالکل ظاہر بات ہے کہ اولیاء اللہ اور ان کے متابعان خلاف شرع خواہشات سے قطعی الگ تھلگ رہا کرتے ہیں۔ کبھی شمولیت انکی کہیں ثابت نہیں ہوئی یہ کب ممکن ہے کہ حضرت خواجہ مسافر نواز۔ اس شان کے بزرگ ہو کر ایک حرام شئے سے محبت کرتے۔ اس سے انکار و الگ رہنے کی بجائے خود شامل ہوتے یہ کسی حالت میں قرین قیاس نہیں ہو سکتا۔ کہ خواجہ نقشبند کی شان کے بزرگ مرتکب فعل حرام ہوں

رسالہ سماعیہ میں منقول ہے کہ خواجہ عبید اللہ احرار رحمت اللہ علیہ سے کہ ایک شب کہ سلطان احمد نائی ان کے گھر میں آ گیا۔ اور نے یعنی بنسری بجانے لگا۔ بنسی کی آواز نے آپکو اپنی طرف ایسا کھینچا کہ آپ تا دیر اسی حالت میں کھڑے رہے۔ اور حالت ذوق و شوق میں کھڑے تھے کچھ مدت کھڑے رہ کر گھر میں گئے اور ایک لپڑا ہاتھ میں لئے واپس آئے اور بنسری بجانے والے کو عطا کر دیا۔ ایک حافظ لڑکا جو آپ کے حافظوں میں سے ایک تھا وہ اکثر کہا کرتا اور فخر کیا کرتا کہ مجھے محبت و الفت سے بلایا کرتے ہیں۔ خوش آوازی سے شعر سنا کرتے ہیں اور اکثر اشعار پر گریہ و بکا حد سے زاید کیا کرتے ہیں۔ اگر سماع حرام ہوتا تو ایسے بزرگ اس قسم کے مبالغے کرتے اور نامشروع حرکات کے مرتکب ہوتے قطعی ناممکن ہے

رشحات حضرت مولانا سیف الدین احمد شیخ الاسلام مع سائر اصحاب تدریس صحبت شریف حضرت مولینا رحم قدس سرہٗ میں وارد ہوئے تھے۔ مولینا نے خاطر و مدارات کی اور ضیافت کے بعد گانے بجانے والے جمع کئے۔ اور انہیں فرمایا کہ مجلس گرم ہو۔ غزلیں پڑھی جائیں۔ مولینا نے بھی سماع سنا۔ آہ سرد آپ سے سرزد ہوئیں۔ خود کنگی ساز بجایا۔ غزل بھی پڑھی۔ اس صحبت و مجلس کے دو تین روز بعد حضرت مولینا زیارت گاہ کی جانب حسب قدیم گئے تھے کہ شیخ شاہ کے ساتھ جو متواز عین زمانہ سے گذرے ہیں ملاقات ہوئی۔ کیفیت صحبت شیخ الاسلام غزل خوانی اور بجنے بجانے کی پہلے سے شیخ شاہ پر واضح تھی۔ اثنا صحبت میں شیخ نے حضرت مولینا سے کہا کہ مقتدائے عالم اور پیشوائے زمانہ اگر سماع سنیں اور گائیں۔ مجلس منعقد ہو۔ اسباب طرب و ساز و آواز بجائیں یہ کیونکر ہے۔ شیخ نے جب یہ اعتراض کیا تھا۔ حضرت مولینا نے اپنا سر آگے کو شیخ کی طرف جھکا دیا تھا۔ اور جو باتیں کیں۔ کان میں کیں۔ جو پردہ اخفا میں رہیں۔ موجودگان مجلس شیخ و مولانا ان میں سے ایک بات سے واقف نہ ہوئے۔ مگر ان باتوں میں سے شیخ کی زبان سے فریاد کا نعرہ سنائی دیا۔ پھر بیہوش ہو گئے۔

گرگئے ۔ کچھ عرصہ کے بعد جب حالت بحال ہوئی۔ تو مولیٰنا کے رو برو حضرت سے زیادہ نیاز مندی و عجز و انکسار کی باتیں کرتے تھے ۔ دوبارہ اس معاملہ میں انکی زبان سے کوئی حرف نہیں سنا گیا ۔

سیر العارفین میں لکھا ہے کہ قوال شیریں مقال خوش کلام عبداللہ نامی روم کی جانب سے ملتان میں وارد ہوا اور حضرت مخدوم المشایخ بہاؤ الحق والدین قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہونے لگا۔ ایک روز عبداللہ نے عرض کیا کہ میں حضرت شیخ الشیوخ شہاب الملت والدین قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہونیکا فخر رکھتا ہوں اور ان حضرات نے اچھی طرح سے میرا سماع سنا ہے۔ حضرت شیخ الاسلام بہاؤ الحق والدین نے فرمایا کہ اگر ان حضرت نے تمہارا سماع سنا ہے ۔ تو دوسرے کیوں نہ سنیں ۔ چنانچہ اشارہ فرمایا کہ خادم عبداللہ کو مع اس کے رفقاء کے فلاں حجرے میں بٹھائیں ۔ خادموں نے ویسا ہی کیا ۔ جب کچھ رات گزر گئی حضرت خود بھی اسی حجرہ میں تشریف لے گئے اور شوق سے بیٹھ گئے ۔ تقریباً دو سیپارہ قرآن شریف سے پہلے سنے ۔ مگر نہایت لطیف آواز سے عبداللہ نے سنائے پھر آپنے اشارت سماع کی کی ۔ اور فرمائش گانے کی کی ۔ عبداللہ نے جب سماع کیلئے زبان کھولی ہے اور مندرجہ ذیل بیت کو تکرار کیا ہے

مستاں کہ شراب ناب خوردند ۔ از پہلوئے خود کباب خوردند ؎

حضرت شیخ کے اول سر کو جنبش ہوئی پھر اٹھ کر کھڑے ہو گئے ۔ اور حجرہ سماع میں جو چراغ روشن تھا اسے بھی خاموش کیا ۔ یعنی بجھا دیا ۔ عبداللہ کی زبانی ہے کہ جب حضرت شیخ پھرتے ہوئے ہمارے نزدیک آجاتے تھے شیخ کا دامن دکھائی دیتا تھا لیکن یہ نہیں معلوم کر سکتا تھا کہ شیخ کے وجد و تواجد کا کیا رنگ ہے کچھ معلوم نہ ہوتا تھا ۔ اسی حالت میں عرصہ گذر گیا ۔ سماع بند ہوا اور سب حجرہ سے باہر نکل آئے ۔ مگر ہم دو چار یار دوست حجرہ کے اندر تھے ۔ حتیٰ کہ صبح صادق ہو گئی ۔ دن نکلا حضرت شیخ کا ایک خادم میرے واسطے ایک متکلف خلعت لایا اور بیس ٹکے نقد چاندی کے خلعت کیسا تھ تھے ۔ خادم نے کہا کہ حضرت شیخ نے تمکو عطا فرمایا ہے اس واقعہ و حکایت سے طریقہ شریفہ سہروردیہ کے نزدیک اباحت یا حرمت جو سماع کی ہے ۔ روشن ہو جاتی ہے ۔ ایسے روشن واقعات کی موجودگی میں بحث مباحثہ کی گنجائش باقی نہیں رہجاتی ۔ عیاں را چہ بیاں

عوارف ظاہر کرتا ہے ۔ باب فی کلا بینکر السماع ۔ حضرت شیخ شہاب الدین نے اپنے فرزند کو نصیحت فرمائی ہے "اے فرزند سماع سے انکار نہ کرنا" زیادہ سننے کی عادت نہ کرنا پیر کے بعد سننا واجب ہے ۔ تاکہ تعظیم سماع کی دل سے جاتی نہ رہے۔

سیر العارفین میں حضرت سید جواد مبارک کرمانی سے منقول ہے کہ سلطان المشایخ شیخ فریدالدین ناہر سہروردی اور دوسرے اولیائے کرام عرس پر تشریف لائے تھے حضرت سلطان المشایخ نے روٹی اور حلوا جو کچھ موجود تھا

تقسیم کیا۔ کھانے پینے سے فارغ ہوکر قوالان کو ارشاد ہوا۔ چنانچہ قوالوں نے سماع شروع کر دیا۔ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین قدس سرہ نے دورا اور وجد شروع کیا۔ چاہا کہ اٹھیں مگر حضرت شیخ زین الدین نے دست مبارک اپنا ان کے دامن میں مارا اور پھر چھوڑ دیا۔ مطلب اس سے یہ تھا کہ اٹھیں اور وجد و رقص کریں۔ کچھ توقف کے بعد دوسری مرتبہ حضرت شیخ المشائخ بقصد تواجد اور رقص کے کھڑے ہو گئے۔ جمیع اصحاب بہ تعظیم باادب دست لیتہ کھڑے رہے۔ جب تفریح سماع سے فراغت پائی۔ تو مولینا علم الدین سہروردی نے شیخ رکن الدین صاحب سے دریافت فرمایا کہ پہلے آپ نے اپنا ہاتھ دامن شیخ میں مارا۔ اور چھوڑ دیا تاکہ حضرت موصوف بھی وجد و رقص میں آئیں۔ دوسری دفعہ آپ نے پھر اسیطرح ہاتھ بڑھایا۔ کھڑے ہو گئے۔ ان حرکات کا سبب کیا تھا۔ فرمایا پہلی دفعہ جب میں نے ہاتھ بڑھایا تھا۔ تو میں نے انکو عالم ملکوت میں دیکھا تھا۔ اور میرا ہاتھ ان کے دامن تک پہنچگیا تھا۔ دوسری مرتبہ جب میں نے ہاتھ مارا تو میرا ہاتھ ان کے دامن تک پہنچ سکا۔ تب میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا ناظرین کتاب اور سب عزیز دل کو اس حکایت سے سماع مشائخ سہروردیہ کا بھی ثابت و تحقیق ہے

مناقب العارفین | ایسے ہی دیگر کتب معتبرہ میں احوال سماع حضرت مولینا روم ان کے کشف و کرامات و خرق عادات نہایت شرح و بسط سے درج ہیں۔ یہ مختصر کتاب ہے اگر اسمیں وہ واقعات یا ان کا ایک شمہ بھی درج کیا جائے، تو بہت بڑی طوالت ہو جائیگی۔ اور بہت بڑی بھاری کتاب ہو جائیگی اسوجہ سے زیادہ تر اختصار سے کام لیا گیا ہے اور مشتے نمونہ از خروارے پر عمل کیا گیا ہے۔ اگر مولینا روم کے متعلق دیکھنا ہو تو دیگر کتب مطولہ سے ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ حضرت مولینا روم اپنی تصنیفات میں فرماتے ہیں۔ نظم

هست اباحت گر ہوا آید ضلال — هست اباحت گر خدا آید کمال
جانہائے بستہ اندر آب و گل — چوں رہند از آب و گلہا شاد دل
در ہوائے عشق حق رقصاں شوند — ہمچو قرص بدر بے نقصاں شوند
چشم شاں در رقص و جانہا خود مپرس — وانکہ گرد جاں ازانہا خود مپرس
مومناں گویند کآثار بہشت — نغز گرداند ہر آواز زشت
ما ہمہ اجزائے آدم بودہ ایم — در بہشت آن لحن ہا بشنودہ ایم
گرچہ برما ریخت آب و گل شکے — یاد ما آمد ازانہا اندکے
لیک چوں آمیخت با ما خاک کرب — کے دہد ایں زیر و بم ایں آں طرب
نالہ سرنا و تہدید دہل — چیزکے ماند بداں ناقور کل
پس غذائے عاشقاں آمد سماع — کہ درو باشد خیال اجتماع

قوتے گیرد خیالات ضمیر — ملک صورت گردد از بانگ نفیر
آتشِ عشق از نواہا گشت تیز — آنچنانکہ آتشِ جوزد مویز
آتش عشق است کاندر نے فتاد — آتش عشق است کاندر مے فتاد
نے حریفِ ہرکہ از یاری برید — پردہ ہایش پردہ ہائے ما درید
بشنو از نے چوں حکایت میکند — از جدائیہا شکایت میکند
کز نیستاں تا مرا ببریدہ اند — از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند
سینہ خواہم شرحہ شرحہ از فراق — تا بگویم شرحِ دردِ اشتیاق
من بہر جمعیتے نالاں شدم — جفتِ خوش حالاں و بدحالاں شدم
ہمچو نے دمساز و مشتاقے کہ دید — ہمچو نے زہرے و تریاقے کہ دید
آتش است ایں بانگ نائے نیست باد — ہرکہ ایں آتش ندارد نیست باد

خواجہ حافظ

اسرارِ دل است در رہِ عشق — آواز سماع و نالۂ نے بر مطرب
مطرب کجاست تا ہمہ محصول زہد و علم — در بانگ چنگ و بربط و آواز نے کنم
از قیل و قال مدرسہ حالے دلم گرفت — یکچند نیز خدمتِ معشوق و مے کنم
من حالِ دل اے زاہد با خلق نخواہم گفت — کیں قصہ اگر گویم با چنگ و رباب اولیٰ

شیخ سعدی

سماع اے برادر بگویم کہ چیست — اگر مستمع را بدانم کہ کیست
کہ از برج معنی پرد تیر او — فرشتہ فرو ماندہ از سیر او
اگر مرد لہو است بازی و لاغ — قوی تر بود دیوش اندر دماغ
جہاں پر سماع است مستی و شور — ولیکن چہ بیند در آئینہ کور
نہ بینی شتر بر نوائے عرب — کہ چونش برقص اندر آرد طرب
شتر را چو شور و طرب در سر است — اگر آدمی را نباشد خر است
شکر لب جوانے نے آموختے — کہ دلہا بر آتش چو نے سوختے
پدر بارہا بانگ بروے زدی — بہ تندی و آتش دراں نے زدی
شبے بر نوائے سر گوش کرد — سماعش پریشان و مدہوش کرد

همی گفت بر چهره افگنده سے ــ که آتش من در زد ایں بانگ نے
ندانی که شوریده حالان مست ــ چرا بر فشانند در رقص دست
گشاید درے بر دل از واردات ــ فشانند سر دست بر کائنات
حلالش بود رقص بر یاد دوست ــ نہ آستین جان معنی در دوست

مولینا جامی

بغیر نے که شد از خود تهی نه بینیم ــ درین زمانه رفیقے که خالی از خلل است
یادِ آں مطرب که ما را هر چه بود از یاد برد ــ بادے اندر نے دمید اندیشها را باد برد
مغنی باوازِ چنگ و چغانه ــ چه خوش گفت وقت صبح ایں ترانه
که اے خواجه بر خیز کانفاس عمرت ــ بود مایهٔ دولتِ جاودانه
درین بزم که چند غافل نشینی ــ ز صوت اغانی و جامِ مغانه

کتابِ نان و حلوا

با دف و نے دوش آں مردِ عرب ــ وہ چه خوش گفت است از روئے طرب
یا ایها القوم الذی فی مدرسه ــ کلما حصلتموه وسوسه
فکرکم ان کان فی غیر الحبیب ــ ما لکم فی نشأة الاخری نصیب
یا مغنی قم فان العمر ضائع ــ لا یطیب العیش الا بالسماع
قم ولا تمهل فان الصبح لاح ــ والثریا اعرضت والدیک صاح
ثم زمزم لی باشعار العجم ــ کی تریح الروح من هم العجم
واطوعنی ذکر ایام الفراق ــ ان ذکر البعد مما لا یطاق

تحفة النصائح

منکرِ خدادانی سماع محروم زاں نعمت بسے ــ مرداں بدانند قدر سے نامرد کے داند قدر
واں نعمتِ حکمت حسن هم بخششِ حضرت خدا ــ کوز ینوا لحنا لکم میخواں حدیثِ مشتهر
آوازِ خوش چوں بشنود تو تش رسد عاشق شود ــ خواہد نخستیں جائے خود قصدے کند سوئے زبر
دوزے کند تا بد بیروں سقالب بگیرد دامنش ــ ایں نوع را تو رقص خواں تا که ترا باشد خبر
چوں بشنوی صوتِ حسن تحسین کن بر حال خود ــ مجذوب بوں گردی ازاں پیدا شود حالے دگر
تا مر ترا قدرت بود رقصے کنی اے جانِ من ــ منکر مشو ایں حال را داں قبل حالے بیشتر

نفحات میں ہے۔ حضرت نجم الدین کبرا قدس سرہٗ جب ملک خراساں میں وارد ہوئے اور مقام دیز پور میں پہنچے تو تمام آبادی گھوم چکے کسی شخص نے ان کو نہ بلایا چلایا۔ اور نہ ٹھہرنے اور بستانے کو جگہ دی۔ مسافر شخص سفر کی تکان بھوکے پیاسے مگر کوئی نہ پوچھے ماں وجوہات سے یہ سخت پریشان ہوگئے۔ اور لگے ادھر ادھر دیکھنے کہ کوئی خدا کا بندہ نظر آجائے۔ جو آرام ورہائش کی تو افیع کرے۔ آخر حیران وسشدر ہو کر ایک شخص جو وہیں کا باشندہ تھا۔ اس سے دریافت کیا کہ کیوں صاحب اس تمام آبادی کے اندر کوئی مسلمان بھی ہے۔ اور ایسا کہ جو اپنے یہاں ٹھہرنے کے لئے مجھے جگہ دیدے تاکہ میں وہاں جاؤں اور ذرا بیٹھ کر آرام کروں۔ مسافر ہوں اور زیادہ درماندہ۔ اس شخص نے جواب دیا۔ صاحب یہاں ایک خانقاہ ہے اس میں ایک ایسا شخص رہتا ہے۔ اگر تم وہاں پہنچ جاؤ گے۔ تو وہ ضرور تم سے ہمدردی کیساتھ پیش آئے گا۔ اور ممکن ہے کہ وہاں تمہیں آرام و آسائش میسر آئے۔ اور جتنا عرصہ چاہو۔ وہاں ٹھہر بھی سکو گے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ اس شخص کا نام کیا ہے۔ جو خانقاہ میں مقیم ہے۔ اس نے بتایا شیخ اسمعیل قیصری۔ شیخ نجم الدین کبری پوچھتے پاچھتے دروازہ خانقاہ تک جا پہنچے متعلقین خانقاہ نے خوش آمدید کہا۔ اور شیخ نجم الدین کو وہاں ٹھہرادیا۔ اور درویشوں کے مکانات کے مقابل نہیں جائے قیام دیدی گئی۔ درویشان خانقاہ اکثر صبح وشام سماع کرتے۔ چندروز تو یہ خاموش رہے۔ ایک روز بولے اور تکلیف تو سکت لیتا ہوں مگر اہالیان خانقاہ کے سماع کی آواز جو مجھ تک پہنچتی ہے وہ مجھے زیادہ ستاتی ہے۔ کیونکہ میں سماع کا منکر تھا اور مجھے نہ بھاتا تھا مشکل یہ تھی کہ نقل مکان کی مجھ میں ہمت و توفیق نہ تھی۔

ایک شب خانقاہ والے سب مشغول سماع تھے۔ شیخ اسمعیل قیصری گرمی سماع میں میرے سرہانے آکھڑے ہوئے اور مجھ سے کہا کہ تو اٹھ سکتا ہے۔ مینے جواب دیا ہاں۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور سماع میں لگ گئے ایک دیوار سے تکیہ لگا کر مجھے بٹھلا دیا۔ میرا ایک عرصہ سے بیمار تھا۔ مینے کہا کہ میں تو یہاں بیٹھنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ گر جاؤں گا مگر یوں تو بیٹھا رہا۔ زیادہ دیر نہ بیٹھا تھا کہ اثر سماع سے مجھ پر ایک حالت آئی میں بیہوش ہو کر گر گیا۔ جب اپنی اصلی حالت پر آیا تو کوئی اثر بیماری خماری کا میرے وجود میں موجود نہ تھا۔ میں تندرست و توانا تھا۔ اس وقت سے سماع سے مجھے ارادت ہوگئی۔ پھر کیا تھا۔ میں دوسرے دن پھر انکی خدمت میں گیا اور ارادت کا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دیدیا۔ باہم سلوک میں مشغول ہوگئے۔ ایک عرصہ تک وہاں رہے۔ یہاں تک کہ مجھے احوال باطن سے بھی کچھ خبر ہوگئی۔

گلزار ابرار میں ہے کہ خواجہ حضرت ابوبکر ملی برادر گنجور عزت وکرم کان اذواق و اشفاق تھے۔ جس وقت ان کے ہاں سماع ہوتا۔ خانقاہ کی در ودیوار رنگ جنبش میں آجاتے۔ تماشائیان مجلس اور گرد وپیش کھڑے ہونے

دالو کی فغان و فریاد آسمان تک پہنچتی تھی۔ تمام عمر انہوں نے دائرہ توکل و استغنار سے پاؤں باہر نہیں نکالا

ابوالمعالی | یہ آتش سماع جو ہندوستان میں لگائی اور پھیلائی گئی ہے یہ تمام اجازت حضرت سرور کائنات سے مچائی گئی ہے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جب حضرت قطب الدین قدس سرہٗ اجمیر شریف سے دہلی میں رونق افروز ہوئے سید مبارک غزنوی سے آپ نے فرمایا۔ بھائی تمہارے شہر میں اگر سماع ہو۔ تب لطف ہے۔ کیونکہ مجھے اشتیاق ہے اور میں سننا چاہتا ہوں۔ مزید لطف تب ہے کہ آپ خود بھی شامل سماع ہوں۔ سید مبارک نے کہا ضرور سب کچھ ہے مگر میں ہرگز شامل مجلس سماع نہیں ہو سکتا۔ تاوقتیکہ اجازت حضرت رسول علیہ السلام کی نہ ہو جائے۔ آخر الامر یہ ہوا کہ سید مذکور نے خواب کے اندر حضرت خواجہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ارشاد فرماتے ہیں۔ اے فرزند۔ مبارک میرے قطب عالم سماع کی خواہش کرتے ہیں۔ تامل نہ چاہئے۔ بلکہ ضرورت ہے کہ تم خود بھی شامل مجلس سماع ہو۔ انجام کار یہ ہوا کہ سید مبارک حاضر ہوئے مجلس سماع میں۔ پس واجب ہے کہ جو کچھ باجازت حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم قائم ہو وہ تا روز قیامت روز افزوں ہو۔ کم نہ ہوگا۔

سیرالعارفین | میں مذکور ہے۔ ایک روز حضرت شیخ المشائخ فرید الملۃ والدین قدس سرہٗ اپنے حجرہ کے اندر تشریف رکھتے تھے اور یہ رباعی اپنی زبان مبارک سے مکرر سہ کرر پڑھتے جاتے تھے۔ اور وجد فرما رہے تھے۔

خواہم کہ ہمیشہ در ہوائے تو زیم — خاکے بشویم و بزیر پائے تو زیم
مقصود من خستہ ز کونین توئی — از بہر تو میرم و برائے تو زیم

مولینا بدرالدین اسحق حجرہ کے دروازہ پر بیرون موجود تھے۔ وہ کسی حاجت کیلئے اٹھے اور شیخ نظام الدین کو فرمایا کہ جب تک میں واپس آؤں آپ برابر یہاں موجود رہیں۔ مگر اسباب کا خیال رہے اگر کوئی اور آوے تو اسے یہیں ٹھہرا دیں حجرہ کے اندر نہ جانے دیں۔ القصہ جب مولینا بدرالدین چلے گئے اور یہ تنہا در حجرہ پر رہ گئے تو انہوں نے دروازۂ حجرہ سے دیکھا شیخ فرید الملۃ والدین قدس سرہٗ کی ایسی حالت ہے کہ اپنی ریش مبارک کو اپنے ہاتھ میں لئے ہیں۔ اور وجد میں ہیں ہر طرف گھوم رہے ہیں۔ اور مذکورہ بالا رباعی دہرائے جاتے ہیں۔ کبھی سجدہ میں ہو جاتے ہیں۔ شیخ نظام الدین کو آرزو پیدا ہوئی کہ کسی طرح حجرہ کے اندر داخل ہو جائیں۔ اگر ایسے وقت میں توکل کر کے روبرو پہنچ جائیں۔ تو ضرور کوئی نعمت مل جائے۔ شیخ نظام الدین کا قول ہے کہ میں نے فی الحال بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھا۔ اور ایکدم حجرہ کے اندر داخل ہو ہی گیا حضرت فرید کے روبرو ہوتے ہی میں نے اپنا سر زمین پر رکھدیا۔ اور حضرت موصوف نے مجھے بایں حالت دیکھا فرمایا۔ نظام الحق! اچھا آ گیا ہے۔ مانگ کیا مانگتا ہے۔ میں نے عرض کیا مخدوم ہونا چاہتا ہوں۔ فرمایا تو نے

جو مانگا۔ میں نے تجھے دیا۔ اسی ساعت جو کچھ میں نے چاہا اپنے اندر موجود دیکھ لیا۔ اس واقعہ کے بعد بار ہا حضرت نظام الدین قدس سرہ ہاتھ ملتے اور افسوس کرتے رہے کہ افسوس میں نے کیوں نہ اس وقت یہ مانگا کہ میری موت عین حالت سماع میں واقع ہو۔ اور حالت نزع وجد و رقص ہو۔

صاحبان بصیرت اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ سماع کیونکر حرام ہو سکتا ہے جبکہ ایسے ایسے برگزیدہ اصحاب کی یہ خواہش ہو۔

فتح الاخبار لکھا ہے عزیزوں بزرگوں اور اچھے اچھے خدا رسیدہ متقدمین کی یہ خواہش رہی ہے کہ موت و نزع جو کچھ آخری وقت میں ہونیوالا ہے سماع میں ہو تو سماع کیونکر حرام ہو سکتا ہے۔ ملذ حضرت نظام الدین قدس سرہٗ

تراسماع نباشد کہ شور عشق نبود گماں مبر کہ براندز قام بر گردد
سوار عقل کہ باشد کہ پشت بنماید دراں مقام کہ سلطان عشق روئے نمود

حضرت مولائے روم

لحن داؤدی چناں محبوب بود لیک بر محروم نامطلوب بود

من تذکرۃ العطار و نفحات الجامی و سیر الاقطاب و سیر العارفین و تذکرۃ الہند وغیرہ کتب مستند سب کا سماع پر اتفاق ہے۔ نیز من کتب التواریخ علم آں الشیخ المعروف الکرخی الشیخ الجنید والشبلی و الذوالنون المصری۔ ابوسعید الخراز۔ ذولنوری و دراج۔ و شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہم علی ہذا در دو زبیاں مقلی و شیخ علی الہجویری و شیخ اسمعیل تبریزی۔ نجم الدین کبری و شیخ مجد الدین و شیخ جلال الدین رومی و عین القضاۃ ہمدانی و سید احمد رفاعی و شیخ معین الدین چشتی و خلفا یہ و شیخ واحد الدین کرمانی و شیخ فخر الدین عراقی و شیخ ابوسعید ابوالخیر وغیرہم سب کے سب متعلق ہیں مما لا تعد و لا تحصی یسمعون الغنا بتواجدون و یرقصون فلو اعتقد لحکمی ہوالاء الاولیاء و بالتحریم فکانہ عاداھم فقد بارزبا لمحاربۃ باللہ

شمشیر آبدار اکثر اولیاء اللہ عین حالت سماع میں اپنے محبوب حقیقی تک پہنچے ہیں۔ اور اسی حالت میں انہیں وصال یار نصیب ہوا ہے۔ جس رنگ میں رنگے رنگ گئے انہوں نے اپنی عزیز جانیں جان آفریں کے حوالے کی ہیں۔ ایسی حالت اور اس عمل کو ہم یا کوئی اور کیونکر حرام کہنے کی بیجا جرات کر سکتے ہیں

سبع سنابل کے اندر مسطور ہے کہ ایک روز خانقاہ قاضی حمید الدین ناگوری میں سماع تھا مشائخ کبار اور اکثر بڑے بڑے علماء زمانہ اور مجلس موصوف میں شامل و شاغل تھے۔ قوالوں نے جب یہ بیت شروع کر دی

کشتگان خنجر تسلیم را ہر زماں از غیب جانے دیگر است

اس بیت نے خواجہ قطب الدین قدس سرہ کو پکڑ لیا اور مست بیخود ہو گئے۔ وہ چاہتے تھے کہ نعرہ کریں مگر قاضی حمید الدین ناگوری قدس سرہٗ نے اپنا منہ بند کر رکھا تھا۔ اور حضرت خواجہ بول نہ سکتے تھے بلکہ قاضی صاحب فرماتے جاتے تھے۔ نعرہ مار کر چاہتے ہو کہ جہان کو پھونک دو۔ چنانچہ آپ کا منہ بند رہنے سے حضرت کا تمام وجود مبارک جلا اور عرق آلود اٹھا۔ یہ واقعہ تحریری ہے۔ زبانی نہیں

چہاردہم گویا ۱۴۔ ربیع الاول روز دوشنبہ چاشت کے وقت اور ایک روایت کی رو سے وقت نماز پیشین سنہ خمس وثلثین وستمائیہ جاں بحق ہوئے اور پھر

سبع سنابل | میں مذکور ہے کہ جب جنازہ حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیا کا اٹھایا گیا۔ قوالوں کی ایک جماعت جنازہ کیساتھ ساتھ گاتے بجاتے چلے جا رہے تھے۔ ایک غزل شروع تھی۔ مندرجہ ذیل شعر پڑھتے جاتے تھے

سرو سیمینا بہ صحرا میروی　　نیک بد عہدی کہ بے ما میروی

اے تماشاگاہ عالم روئے تو　　تو کجا بہر تماشا میروی

دیدۂ سعدی و دل ہمراہ تست　　تا نہ پنداری کہ تنہا میروی

جب یہاں تک پہنچے تو حضرت سلطان المشائخ کا ہاتھ جنازہ سے باہر دکھائی دیا۔ اور جنبش بلند نظر آیا۔ حضرت امیر حسن نے جو جنازہ کے ساتھ تھے۔ فوراً قوالوں کو گانے سے منع کر دیا۔ اور فرمایا ساکت ہو جائیں۔ ورنہ یہ مخدوم جنازہ سے باہر آ جائیں گے۔ اور ابھی مصروف رقص دکھائی دیں گے۔ اگر یہ بات ہوگئی تو ایک فتنہ قائم ہو جائے گا

نفحات | میں علاوہ اور بہت سے واقعات کے یہ واقعہ بھی درج ہے کہ شیخ الاسلام کی زبانی ہے کہ ایک بار مکہ شریف کے اندر ایک درویش کے گھر میں مجلس سماع میں موجود تھا کہ ایک گانیوالے نے کچھ گایا۔ وہ اٹھا اور پھر بیہوش ہو گیا۔ چند منٹ میں اس جہان فانی سے عالم بقا کو سدھار گیا۔ اس قسم کی حکایات بیشمار ہیں کہ عین حالت سماع میں دنیا سے رحلت کر گئے۔ اگر ایسے واقعات کو گننے لگیں۔ تو یہی ختم نہیں ہو سکے۔

کتاب گلزار ابرار | میں لکھا ہوا موجود ہے کہ سید احمد پیشوائے روندگان مسلک تجرید و تفرید۔ رہنمائے رہروان منہج تحقیق و توحید ہوئے ہیں۔ انہوں نے ایک قوال سے فرمایا کہ وہ غزل گائیں کہ قطب الانبیا خواجہ قطب الدین اوسی کاکی قدس سرہ نے جس غزل کے سماع سے اس خاکی عنصر کو چھوڑا تھا۔ اور بہشت بریں پر تشریف لیگئے تھے۔ چنانچہ وہی غزل شروع ہوئی۔ ابیات غزل پڑھتے پڑھتے جب اس شعر کی نوبت آئی۔

کشتگان خنجر تسلیم را　　ہر زماں از غیب جانے دیگر است

سید عالی درجات کے التہاب و اشتیاق کا اس وقت کچھ ٹھکانا نہ رہا۔ حتیٰ کہ ایک بیہود کا آتش طلب دشمن تھا کا

آپ کے وجود سے نکلا۔ جب یہ حالت نظر آرہی تھی ایک موذن نے عین اسی حالت میں بانگ اقامت کہی اور تمام حضوری سے متوجہ نماز ہو گئے۔ اور سجدہ میں گئے۔ آخر اسی حالت میں جان جاں آفریں کے حوالے کی۔ اور وصال سرمدی سے ممتاز و سرفراز ہوئے۔

حضرت سید حامد حسینی حسنی نے اسی طرح سے حالت سماع میں اپنا نقد جان خدا کے سپرد کیا اور واصل حق ہوئے۔

حضرت مولینا شمس الدین یحیٰی سماع میں جبکہ نالہ و فغاں میں بے قابو ہو گئے تھے۔ اسی حالت بے بسی میں انکی روح نے وجود سے مفارقت اختیار کی چنانچہ رحمت حق سے پیوست ہو گئے۔

کشف المحجوب — جب حق تعالےٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو اپنا خلیفہ مقرر فرمایا تھا۔ تو انہیں آواز خوش کا جوہر عطا فرمایا تھا۔ جو سرفرازی و برتری کا نشان تسلیم ہوا۔ آپکا حلق موجودات عالم میں ممتاز تھا۔ پہاڑوں تک کو ان کا مطیع و منقاد کیا حتیٰ کہ وحوش۔ طیور۔ دشت و جبل ان کے گلے کی بے مثال آواز کو سننے کیلئے حاضر ہوتے تھے۔ اڑتے ہوئے پرند ہوا سے نیچے آپڑتے۔ ایک کتاب میں ہے کہ جس صحرا میں حضرت داؤد علیہ السلام کا قیام تھا وہاں آپکے گلے کی آواز سننے والے ایک ماہ کامل تمام خلائق اسی صحرا میں پڑے رہے۔ ایک دانہ ان کے گلے سے نیچے نہیں اترا۔ معصوم بچے جنہیں دنیا و مافیہا سے کچھ خبر نہ تھی۔ رونا بھول گئے تھے۔ ایک عالم تھا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے گلے کی لذت ان کے لطف کلام سے مسرور و مطیع ہوئے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ سات سو کنیزک بارہ ہزار مرد آپکی غلامی میں آگئے تھے۔ اس وقت خداوند تعالیٰ نے چاہا کہ حق و باطل کی تمیز ہو جائے اہل حق و مستمع بن کر ابلیس آیا۔ طنبور بنا کر لایا۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام کی مجلس میں ایک اور مجلس پھیلائی۔ جب سننے حضرت کی آواز کو سنا دو گروہ قایم ہو گئے۔ ایک گروہ جو حقیقت پر تھا اہل سعادت ہوا اور جو گمراہ و پیروئی ابلیس تھا۔ اہل شقاوت نے ہوا۔ اہل سعادت ناصرت علیہ السلام کے ماتحت ہوئے۔ اور گروہ اہل شقاوت مزامیر شیطان کیطرف مائل ہو گیا۔ جو لوگ اہل معنی و اہل سعادت ہوئے ہیں۔ ان کے سامنے داؤد علیہ السلام کی آواز کے سوا اور ہر شئے ہیچ تھی۔ بس ان کے دلوں میں وہ آواز بسی ہوئی تھی۔ جو کچھ کرتے دھر کے اور جو آواز سنتے وہی حضرت داؤد علیہ السلام سے منسوب کرتے۔ اور اگر چند آدمیوں میں فتنہ و فساد ہو جاتا۔ تو اچھی آواز سے بغیر راہ ہدایت پر آ جاتے۔ پیروان ابلیس وابلیس کی گمراہی کو پہچان لیتے۔ اور جو شیطانی افعال کے پیرو ہو گئے تھے وہ اسی طرف مائل رہے۔ ان اوصاف نیک سے متصف جو شخص سماع سنتا ہے سب حلال ہے

منتخب: آنکہ در حیوانات ہم تاثیر سماع اثر میکند: حیوانات میں بھی سماع اثر کئے بغیر نہیں رہتا۔

شمائل التقیا میں لکھا ہے کہ حیوانات بھی سماع کے اہل ہیں۔ ان میں بھی سماع کا اثر ہوتا ہے۔ یہ تو مسلمہ بات ہے۔ کہ حیوانات میں روح موجود ہے جس کی طاقت سے وہ زندہ رہتے ہیں۔ یہ جو روح کہ حیوانات کو زندہ رکھ سکتی ہے۔ وہ خود طاقت سماع سے روح طاقت حاصل کر کے زندہ رہتی ہے۔ سماع میں محض ایک لذت ہی نہیں ہے۔ بلکہ اس میں قدرت کی بخشش سے صد ہزار لذت موجود ہے۔ ان میں سے فقط ایک لذت میں وہ طاقت ہے۔ کہ سو ہزار برس کی راہ معرفت کو محض آن واحد میں درویش کو دکھلا دے۔ جو بڑے بڑے زاہدوں اور عابدوں کو ہزاروں سال کی عبادت سے میسر نہیں ہو سکتا۔ ہندوستان کے اندر مشہور بات ہے کہ گردن جنگل میں چلے جاتے ہیں اپنی گلے سدھارتے رہتے ہیں۔ اور گاتے ہیں عموماً انکے گانے کی اثر سے آہو مست و مدہوش ہو کے ان کے پاس آجاتے ہیں۔ ذرا خوف نہیں کرتے۔ آدمی انکو پکڑ لیتے ہیں یہی حکم بچوں؛ در شیر خوار دل معصوم میں وارد و صادر ہے۔ جب کبھی وہ روتے ہیں۔ یا گہواروں میں چھوڑتے ہیں۔ عورتیں انہیں رونے سے ہٹانے اور سلانے کیلئے گاتی ہیں فوراً خاموش ہو جاتے ہیں۔ دم نہیں مارتے۔ یہ عمل گانے کا ہے۔ اسی کی تاثیر ہے کہ بچوں تک کی روح و قلب پر سماع اثر کرتا ہے۔ پس تمام کے اثر کرنے کی روایات بیشمار ہیں۔ انکار کی ایک دلیل نہیں۔ بفرض تسلیم اگر کوئی یہ بات کہتا بھی ہے کہ مجھے اچھے گانوں اور پرتاثیر آوازوں سے کوئی نسبت نہیں۔ میری طبیعت پران کا ایک شمہ اثر نہیں کرتا مجھے ان سے کوئی سرور کسی قسم کی لذت یا خوشی حاصل نہیں ہوتی۔ تو جان لینا چاہیئے کہ وہ قطعی جھوٹا ہے۔ اور غلط کہتا ہے۔ یا اس کے اندر کوئی حس نہ ہوگی۔ اسے تمام دنیا کے حیوانوں عورتوں مردوں سے الگ اور باہر جاننا لازم ہے

عرب کے اندر ایک مرغ ہے۔ اس کا نام گردان ہے۔ جب لوگ چاہتے ہیں کہ اسے شکار کریں اسے سننے کیلئے خوش آواز گانا لیتے ہیں اور لحن دلکش سے گاتے ہیں۔ بلکہ بعض ایک مقررہ الفاظ گاتے ہیں رقتہ المراق کی اطواق کی النعما منہ فی الغرطاق با آواز بلند گاتے ہیں۔ جب وہ مرغ یہ گانے کی آواز سنتا ہے۔ تو بے اختیار ہو جاتا ہے اور اپنی گردن سامنے رکھ دیتا ہے۔ تب شکاری و صیاد ان کو پکڑ لیتے ہیں

باوجود ان روشن دلائل اور ایسے موجود و ظاہر واقعات کے۔ اور باوجودیکہ سماع سریع الاثر ہے اور ہر وجد کو لذت بخشتا ہے۔ اور ہر طرح پر اس کا کم و بیش اثر ضرور ہوتا ہے۔ اگر کوئی اس کی تاثیر کا منکر ہے تو سماع کا قصور نہیں۔ بلکہ اس کی طبع سنگین کی خطا ہے۔ اسکی طاقت بشریت اور اس کی حسیات کا قصور ہے اگر چند نکمے یا بے حس انسانوں پر اس کا اثر نہیں ہوتا تو یہ بھی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی کہ سماع حرام ہے۔ یا ممنوع ہے اس قدر نہایت زبردست دلائل جو ہم نے اوپر لکھے ہیں یہ بھی اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے لکھے ہیں۔ اگر طوالت کا خوف دامنگیر نہ ہوتا تو ہم اس قدر دلائل اور واقعات اسکی تائید میں بیان کر سکتے کہ ختم ہونا محال ہے۔ تمام بات ہی کہ

رنگین اور سریلی۔ بین کی آواز جب سانپ کے تیز تر کانوں میں پڑ جاتی ہے۔ تو وہ فوراً اپنے بھٹ کو چھوڑ کر نکل بھاگتا ہے۔ اگر اسے کوئی مار بھی ڈالے تو وہ بھاگتا نہیں۔ انسان جس اذیت اور تکلیف کو اسپر ڈال دیتا ہے وہ اسکی پرواہ نہیں کرتا۔ یہ سب کچھ آواز بین کا اثر اس سے کراتا ہے۔ وہ اپنی حالت میں نہیں ہوتا۔ بلکہ مست و مدہوش ہوتا ہے

گلستان ایک وقت حجاز کے سفر میں ایک جوانان صاحبدل کے گروہ کے ساتھ ہمدم اور ہم سفر تھے۔ وہ گروہ کا گروہ اکثر اوقات گاتے اور زمزمہ سنجی کرتے تھے۔ محققانہ بیت یا شعر پڑھا کرتے۔ ایک عابد انہیں سے ان کا ہم سفر تو تھا۔ مگر ان کے گانے کا مخالف۔ درویشوں کے حال کا منکر تھا۔ اسے درویشی سے کوئی مس یا خبر نہ تھی سفر کرتے کرتے جب ہم نخلہ بنی ہلال کے قریب پہنچ گئے۔ اتفاقاً ایک لڑکا سیاہ رنگ نواحی عرب سے آتا ہوا ہمیں ملا۔ اس لڑکے نے گانا شروع کیا۔ اس کے گانے کے اثر سے اسی عابد کی سواری کا اونٹ ناچنے لگا۔ عابد کو نیچے گرا دیا۔ اور جنگل کو بھاگ گیا۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ جب یہ نوبت گذری۔ تب میں نے عابد سے پوچھا کہ سماع نے اونٹ کو جو حیوان مطلق ہے۔ اسپر یہ اثر کیا۔ مگر افسوس باوجود کہ آپ انسان ہیں اور پھر زاہد۔ آپ کی حالت میں کوئی فرق نہ آیا۔ ایسے بھی ہیں جنہیں سماع سے کوئی مس نہیں۔ تو اس سے سماع پر کوئی قصور عاید نہیں ہوتا۔

دانی چہ گفت مرا دوش بلبل سحری ۔۔۔ تو خود چہ آدمی کہ از عشق بیخبری
اشتر بشعر عرب در حالت است و طرب ۔۔۔ چوں ذوق عشق نیست ترا کژ طبع جانوری

کیمیائے سعادت وہ لوگ جو تازی نہیں جانتے ہیں تا تازی پر سماع کرتے ہیں۔ اور بیوقوف اسپر ہنستے ہیں کہ خود تازی نہیں جانتے سماع کیوں کرتے ہیں۔ اور بیوقوف اتنا بھی نہیں جانتا کہ شتر بھی تازی نہیں جانتا بسبب نوائے احدی قوت نشاط سماع سے باوجود ماندگی کے بارگراں لئے منزل چلتا جاتا ہے جب منزل پہنچا۔ سماع بند کردیتے ہیں کہ خستہ حال میں پڑتا ہے اور ہلاک ہوتا ہے۔ اس بیوقوف کو چاہیے کہ شتر سے بھی جنگ و مناظرہ کرے کہ تو تازی نہیں جانتا۔ مگر وہ کیا نشاط ہے جو سماع سے تجھ میں پیدا ہو جاتا ہے

رسالہ سماعیہ

آٹھویں وجہ میں لکھا ہے کہ غافلوں کو کمال غفلت ہے اور مخالفت جو آنجناب سے ہے۔ تو ان کا دل سیاہ ہو گیا ہے۔ اور پتھر سے زیادہ سخت ہو گیا ہے کہ ماجرم الحان طیبہ انپر کچھ اثر نہیں کرتا۔ یہ حیوانوں سے بھی کمتر ہیں کہ اولٰئک کالانعام بل ہم اضل۔ کیونکہ حیوان خوش آواز کو سن کر متاثر ہو جاتا ہے۔ بلکہ اس سے حرکتیں ظہور میں آتی ہیں۔ بیت

اشتر را چہ شور و طرب در سر ست ۔۔۔ اگر آدمی را نباشد خر ست

مولانا جامی منع سماع دینمہ و نے میکند فقیہہ ۔۔۔ بیچارہ بے نبردہ بسر نعمت و تیہ

مے دہ بہ بانگ نے کہ ندارم بغیر عشق — پروائے ریش محتسب و نسبت فقیہ
واعظ بہ طعن بادہ پرستاں زباں کشاد — یارب کوئی پناہ من از شران سفیہ
جام حریم کوئے مغاں گنجیۂ صفا ست — ملدلی مبا کنیہ نہیری لزار بیہ

انسان کا یہ فرض ہے کہ منصف رہے۔ انصاف کو ہاتھ سے نہ دے حق کہے اور حق کہے۔ بدگمانی مومنوں کے حق میں نہ کرے ظنوا بالمومنین خیرا پر عمل کرتا رہے۔ تھوڑا ہو خواہ زیادہ علم جاہ مرتبت۔ مگر مغرور نہ ہوجائے۔ حشر و نشر عرصات روز جزا اور حساب کو یہ نہ جانے کہ دور ہے۔ خطائے بزرگاں گرفتن خطا است بزرگوں کی خطاؤں پر نگاہ کرنا خطائے عظیم ہے۔ لہٰذا اہل علم و ہنر و اہل صلاح اور فقرا پر اعتراض انکی عیب چینی وعیب جوئی نہ کرنی چاہیئے۔ اچھی نہیں۔ ان کا کام انہیں پر چھوڑ دینا مناسب ہے۔ کیونکہ یہ لوگ نہایت نیک نیت ہیں کہ الاعمال بالنیات پر کاربند ہیں۔ بغیر روایت کے کام نہیں کرتے۔ البتہ روایت اور قول پر کام کرتے اور اسی پر مجبور رہتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے آپ میں مجتہد ہی ہوتے ہیں۔ یہ انکار اور بدگمانی جو صوفیوں اور فقیروں کے حق میں کرتے ہیں یہ بدگمانوں کے حق میں موجب ضلال و وبال ہوگی۔ ایسے عزیز بھی بہت ہیں کہ ہر کلام ملک السلام و رسول علیہ السلام اور صحابہ کرام پر قطعی عمل نہیں کرتے۔ مگر کوئی ہے کہ انہیں ممانعت کرے یا سمجھائے۔ بلکہ ایسے کھاتے پیتے لوگوں کی مصاحبت و تقرب پر ناز کرتے ہیں اور انکے دوستانے پر مباہات و فخر کرتے ہیں۔ دنیا جاہلوں۔ بدعملوں سے بھری پڑی ہے۔ جو ان کے جی میں آتا ہے کئے جاتے ہیں۔ ان کا کوئی پرسان حال نہیں مگر صوفیوں کو جو تارک الدنیا ہیں کسی شخص کو دکھاتے ہیں نہ ستاتے۔ ہاں سماع سنتے ہیں۔ انپر آوازے کستے اور شور مچاتے ہیں۔ ان کو منع کرتے ہیں۔ دوسرے بدعملوں کو جو کفر و ضلالت میں ڈوبے پڑے ہیں۔ اور نامشروع باتیں کرتے ہیں۔ بعضے عزیز ان کے پاس آتے جاتے ہیں اور وہ آئیں تو خوش آمدید کہتے ہیں۔ انہیں کوئی مانع نہیں ہوتا۔ سب جانتے ہیں کہ اسراف حرام قطعی ہے ان اللہ لا یحب المسرفین صریح حکم وارد ہے۔ ان سے کوئی مخاطبہ یا مطالبہ نہیں کرتا۔ ویکرہ البیع والشراء بعد اذان الجمعۃ بہت ہیں جو اس حکم کے خلاف مشغول کار ہیں۔ کوئی بھی انہیں نہیں پوچھتا۔ ظالم کی دعوت۔ ریا کا کھانا منع ہے۔ جاتے ہیں اور کھاتے ہیں۔ کوئی ہے کہ ان سے باز پرس کرے

غلاموں۔ خادموں کو اپنے ہاتھوں سے دکھتے ہیں بیتے دیتے ہیں۔ غارت کرتے ہیں۔ کسی کے دل میں خیال بھی نہیں آتا۔ پڑھے ہوئے لوگوں پر فرض ہے کہ غلاموں کو تعلیم مایجوز الصلوٰۃ فرائض نماز کی تعلیم دیں۔ تعدیل ارکان نماز۔ چاروں اماموں کے نزدیک فرض و واجب ہے۔ کوئی انپر عمل نہیں کرتا۔ گاؤں قصبوں اور شہروں کے اندر بھنگ و بوزہ اور زمانہ بھر کی ممنوعات علانیہ و ظاہر فروخت و استعمال ہوتی ہیں۔ اہل طرب

دوکانیں کھولے اکڑے تنے ہوئے بیٹھے رہتے ہیں۔ اور مذکورہ بالا چاروں مذہب میں حرام ہیں۔ فیصدی دو آدمی بھی نہ نکلیں گے۔ جو نماز گذار ہوں۔ باقی سب کے سب بے نماز۔ روزہ جیسی عبادت تو کیسے غرض پڑی ہے اٹھائیگا۔ ان سے نہ کوئی پوچھے نہ ان سے اجتناب یا پرہیز کرے۔ خاص مسجدوں مقبروں اور قبروں پر قطعی حرام و ناشروع حرکات ہر وقت ہوتی ہیں۔ بے ادبیاں کرتے ہیں۔ لہو ولعب اور ناواجب اشتغال وہاں دن دہاڑے ہوتے ہیں۔ کوئی معترض نہیں ہوتا۔ مگر یہ صالح لوگ تارکان دنیا۔ دنیا سے الگ تھلگ رہنے والے صوفیوں کے پیچھے سب ہاتھ دھو کر پڑے ہیں۔ کہ یہ لوگ سماع سنتے ہیں۔ ان سے عداوت ہے۔ سب کو انہیں غریبوں سے کاوش ہے۔ انہیں پر پھبتیاں اڑاتے ہیں۔ دوسرے لوگوں کا بھول کر انکی زبان پر نام بھی نہیں آتا۔ عجیب انصاف ہے۔

فصل چہارم

ذکر سماع حضرت پیر دستگیر اور دوسرے چند امور

بطریق نمونہ از خروارے

کتاب گلزار ابرار میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ عبد القدوس حنفی گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ اصول و فروعی تمام علوم میں یکتا و زبدۂ روزگار ہوئے ہیں اور تیز ادراک سے حضرت امام ابو حنیفہ کوفی رحمتہ اللہ علیہ کے ہم کفو تھے۔ محبت کمال کہتے تھے وہ فرماتے ہیں۔ میرا مذہب یہ ہے یا دعنود تکیہ کہن سال تھے۔ مگر سماع کیلئے بے صبر تھے۔ مولینائی اعظم کابلی نے اپنے تذکرہ میں لکھا ہے کہ میں آپکی ملازمت میں ایک روز تھا۔ موسم گرما تھا کہ سماع ہوا آپ کو خوب وجد ہوا جب تواجد فرد ہوا میں نے سماع کے روا و ناروا ہونے کی بابت آپ سے سوال کیا۔ تو جواب میں آپ نے یہ بیت پڑھی

من گم شدہ ام مرا مجوئید ـ از گم شدگاں سخن مگوئید

اس شعر کے سنتے ہی سننے والوں کے اندر تغیر عظیم واقع ہوا۔ اور خاص و عام میں ایک ہلچل سا مچگیا۔ بالآخر آپ نے سب کا اطمینان کلی کر دیا اور مجالس سماع کا زور از سر نو ہوا۔

نقل ہے کہ ولایت بخارا سے عالم علمائے زماں قدوہ فضلائے دوراں شیخ اوحد نامی ایک بزرگ (قدس سرہ) نے سر نکالا تھا علم و فضل میں، دوسرا کوئی ان کا ہمتا نہ تھا۔ بہت شہرت و عظمت حاصل کی تھی دل میں مصمم ارادہ کر لیا کہ اس زمانے میں اکثر مشائخ اور بزرگ مجلس سماع پر بہت زور [illegible] لوگ بہت گرفتار ہے ہیں۔ زمانے میں خرابی و ضلالت پھیل رہی ہے۔ اس کا سد باب کرنا چاہیے

اور بزرگ کہلاتے ہوئے جو افعال نامشروع کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ انہیں ان کے افعال سے ہٹانا چاہتے۔ یہ ٹھان کر وہ اپنے وطن مالوف سے نکلے۔ اپنے ہم مشرب ہم صلاح ڈیڑھ سو آدمی اور ساتھ لے لئے۔ ہمراہی بھی لیئے تھے جو خزانہ تھے۔ بجائے خود وہ بھی فاضل اور متبحر عالم تھے۔ ان علماء و فضلا کے علاوہ بیشمار کتب دینیات جنسے ستر اونٹ لدے ہوئے تھے ساتھ لئے اس ترک و شان اور اس لشکر کو ہمرکاب لیکر شیخ اوجھر صاحب صوفیائے کرام کے زور سماع کو شکست دینے کے لئے پنجاب میں رونق افروز ہوئے۔ اب آپ کا یہ معمول تھا کہ جس خانقاہ میں سنتے کہ چند صوفی منش سماع کرتے ہیں۔ وہیں جا وارد ہوتے اور احتساب سے جیسے محتسب سختی سے کسی بدمعاش کو اسکی بدعملی سے روکتا ہے۔ سماع کی تخریب کرتے اور دلائل شرعیہ اور گفتگوئے علمیہ سے بھی روکتے ٹوکتے بلکہ منع کرتے۔ ان کا رعب ایسا چھا گیا کہ اکثر لوگ تاب مقابلہ نہ لا سکے۔ اور شیخ صاحب سے بحث مباحثہ میں لاچار ہو جاتے۔ تمام پنجاب کے اندر ان واقعات کا شہرہ ہو گیا۔ اور یہ گروہ نہایت کامیابی کیساتھ حوالئی لاہور میں پہنچا۔ طنطنہ کامیابی تو تھا ہی۔ یہاں بھی خوب زور رہا۔ جو لوگ سماع سے منکر تھے انہوں نے شیخ صاحب کو بتلایا کہ یہاں تو آپنے خوب کام مارا۔ لیکن سماع کا زیادہ زور ہندوستان میں ہے۔ اور مقام گنگوہ میں تو کچھ ٹھکانا ہی نہیں۔ وہاں شیخ عبدالقدوس صاحب گنگوہی ایک مشہور بزرگ ہیں۔ بیشمار خلق اللہ انکی مطیع و منقاد ہے۔ حقیقت میں وہ بانی مبانی رقص و سرود کے ہیں۔ بڑی شان کے بزرگ ہیں ہزارہا درویش انکی حضور میں ہر وقت موجود رہتے ہیں۔ وہ بزرگ شب و روز غرق سماع رہتے ہیں۔ ان کو اور ان کے معتقدوں کو دوسرا کوئی کام نہیں ہے۔ اگر آپ صاحبان وہاں جائیں۔ اور وہاں سے اس رسم کو بند کردیں تو خود بخود سارے ملک سے یہ رسم اٹھ جائیگی۔ شیخ اوجھر کو جب یہ بات معلوم ہوئی۔ تو وہاں سے کوچ کر دیا۔ جابجا مقام کرتے ہوئے وارد گنگوہ ہوئے۔ اور حضرت قطب عالم سے ملاقات کی۔ نوبت بحث مباحثہ کی درمیان میں آ گئی۔ فریقین سے جرح قدح ہوئی۔ آخر شیخ اوجھر صاحب اٹھ کھڑے ہوئے اور دُرّہ ہلاکر بولے کہ بہتر یہ ہے کہ آپ اس نامشروع عمل سے باز آجائیں۔ آیندہ پھر یہ نہ سنیں کہ آپ سماع سنتے اور رقص کرتے ہیں۔ اتنے میں حضرت قطب دوراں کے فرزند حضرت شیخ احمد و حضرت شیخ علی۔ حضرت شیخ رکن الدین و حضرت شیخ حمید جنہیں کہ ہر ایک ان میں سے فاضل و کامل و قطب زمانہ تھے۔ سبتے اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں، باادب عرض کیا کہ ایسا کام کیوں کرنا چاہئے کہ جس کے تحت میں کوئی حرف اپنے ذمہ آئے اور جوابدہ ہونا پڑے۔ بالوقت پراس کا کوئی جواب نہ بن پڑے۔ مگر نہیں معلوم کیا بات کہ حضرت نے اس کا کوئی جواب نہ دیا خاموش اور ساکت ہو گئے القصہ اسوقت تو خاموشی رہی کوئی فیصلہ نہ ہوا سب کھانے کے بعد سو رہے۔ جب آدھی رات ہوگئی اتفاقاً حضرت شیخ عبدالقدوس کے پڑوس میں ایک پسنہاری رہتی تھی۔ اس کا معمول تھا کہ آدھی رات سے اٹھتی اپنا پینا پیستی

چنانچہ حسب معمول جب اس نے پینا شروع کیا۔ عورتوں کا قاعدہ ہے کہ جب پیتی ہیں دل لگی کیلئے کچھ گانے لگتی ہیں۔ اس عورت نے بھی گانا شروع کیا۔ یہ دوہرا تھا

ری دیکھو ری جیتر کے گھات   پات ڈوبیں پتھرا ترین

گئی ہوئی رات تھی نہایت عمدہ سماں تھا۔ عورت نے اس سوز و گداز سے گایا کہ ہوا بندھ گئی۔ حضرت قطب العالم پر اس گانے نے جادو کا اثر کیا۔ ان کلمات نے سماع کا کام دیا۔ آپکو وجد ہو گیا۔ آپ رقص کرنے لگے۔ زبان مبارک پر تھا آج خیر نہیں کیلا سوکھا سب جل جائیگا۔ کوئی ذرا شیخ اوجھر سے کو کہہ دو کہ اب وقت ہے آ جائے احتساب کرے۔ کہنے والوں نے جا کہا۔ اور شیخ صاحب اٹھ چلے۔ درہ ہاتھ میں لیا اور روانہ۔ دولتکدہ قطب العالم پر پہنچے تو دیکھا کہ مجلس سماع گرم ہے۔ ایکہزار سے زیادہ درویش اہل اللہ کا مجمع مگر سبھی پروانہ وار گرد شمع جمال حضرت قطب العالم نثار ہونے کیلئے کمر بستہ اور طیار۔ حضرت کا تواجد جمع درویشاں کا سوز و گداز نالہ و آہ سے شور قیامت قائم۔ شیخصاحب نے جو حالت کا معاینہ کیا تو لگے بغلیں جھانکنے۔ مگر جس کام کو آئے تھے۔ اس سے باز رہنے والی اسامی یہ بھی نہ تھے۔ انہوں نے اپنا درہ داہنے ہاتھ میں سنبھالا اور تنبیہ درویشاں کیلئے تول کر جب بلند کیا اونچا تو ہو گیا۔ مگر نیچے آنے کا حکم نہیں ہوا ہتھیاں کا تہاں ساکت و بیحس ہو گیا۔ اور ناکارہ ہو کر وہیں رہ گیا۔ شیخ جی نے جب ایک ہاتھ کو ناکارہ پایا تو اپنے دوسرے یعنی بائیں ہاتھ سے کام لینا چاہا۔ درہ داہنے ہاتھ سے بائیں میں لے لیا اور مارنے کی غرض سے یہ جب یہ ہاتھ اٹھایا تو داہنے کیطرح بایاں بھی اوپر جا کر بیحس ہو گیا۔ پھر کیا تھا ہیبت اور جلال سے آپکے اپنے بھی آپے حواس غائب ہو گئے۔ اور دھم سے زمین پر آ رہے بیہوش!! شیخصاحب کی بیہوشی کچھ کوئی عارضی نہ تھی تمام رات تو یہ گذری۔ اگلے دن بھی وہی حال تھا۔ بلکہ اس سے اگلی رات بھی بیہوشی نے پیچھا نہ چھوڑا۔ تیسرے روز خدا خدا کر کے ہوش سنبھالا۔ مگر ہوش آتے ہی جو پہلا کام شیخ اوجھر صاحب نے کیا وہ یہ تھا کہ جبین نیاز حضرت قطب العالم کے قدموں پر رکھدیا۔ اور عرض کیا کہ اس گنہگار نے احتساب کی خدمت محض اس غرض سے اپنے ذمہ لی تھی کہ اس ذریعہ سے فرقہ علیہ صوفیائے کرام سے کوئی صاحب برکت اور باکمال بزرگ کوئی ہاتھ آ جائیگا حضرت جیسا صاحب تصرف اور کوئی صاحب نظر نہیں آیا۔ میں ارادت سے جناب کیخدمت میں حاضر ہوں اپنی غلامی میں نیاز مند کو قبول فرمائیں اور اپنے غلاموں کے سلسلہ میں منسلک فرمائیں۔

حضرت قطب العالم نے فرمایا منظور ہے۔ مگر ایک شرط درمیان میں ہے اور وہ یہ کہ جس قسم سے کہ احتساب کرتے ہوئے جہاں سے شروع ہوئے تھے یہاں تک پہنچے۔ جن جن مشائخ عظام اور صوفیائے کرام کو سماعت سے جبکہ تم نے ستایا یا آزار رکھا ہے۔ اسی طرح سے ہر ہر خانقاہ تکیہ یا جائے سماع میں جائیں ان سے معذرت کریں

اور خواستگار معافی ہیں۔ بندہ اپنی زبان سے جواز و اباحت سماع کا فتویٰ ہر بشر کو جسے مانع ہوئے تھے دیں۔ تاکہ بدستور قدیم و معمولاً سماع کا اجراء اپنے اصلی رنگ پر آجائے۔ جب ان امور پر کافی طور پر اطمینان ہوگا۔ تب آپکو مرید کیا جائے گا۔ چنانچہ شیخ ادھر واپس گئے۔ ہر خانقاہ میں حاضر ہوئے صوفیوں اور مشائخوں کے آگے سر نیاز جھکاتے۔ معذرت کرتے اپنے روبرو مجلس سماع کراتے اور ہر ایک کا راضی نامہ حاصل کرتے۔ جب تمام جگہ پھر چکے اور سب کو خوش کر لیا۔ تب واپس بجناب فیض مآب حاضر ہوئے سبکے راضینامے آپکے روبرو رکھدیئے۔ منت و سماجت سے عرض کیا کہ مرید و خادم درگاہ ہوجانے کے علاوہ میری تمنائے دلی یہ بھی ہے کہ میری عمر کا پیمانہ لبریز ہوچکا ہے کوئی دن میں خاتمہ ہوا چاہتا ہے مرنے کے بعد میری قبر کو جگہ آستانہ روضہ منورہ پر دیجائے۔ تاکہ زائرین خانقاہ کے پاؤں اس خاکسار کی خاک پر آتے رہیں۔ شیخ صاحب نے جسطرح عرض کیا ویسے ہی قبول فرمایا۔ چنانچہ الی یومنا آستانہ مقبرہ مبارکہ کے آگے مدفون ہیں۔ خلایق شیخ صاحب کی قبر کے اوپر سے گذر کر زیارت روضہ منورہ سے مستفید و مستفیض ہوتی ہے۔ حق تعالیٰ جمیع مسلمین کو ایسا رتبہ عطا فرمائے۔ عاقبت بخیر کرے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

نقل } ایک اور واقعہ نقل ہے کہ مخدوم الملک شیخ عبداللہ سلطانپوری جو خاص جالندھر کے اندر مدفون ہیں اوائل میں سماع سے قطعی منکر تھے۔ بلکہ مخالفت کامل رکھتے تھے سماع کو ناروا ثابت کرنے پر بہت زور دیتے۔ دوسرے علما اور باثر عصروں کو اپنا رفیق و معاون بنا کر براعیہ احتساب کرتے پھرتے تھے۔ ٹکوتے گھاتے وارد تھانیسر ہوئے۔ ایسے موقعہ پر پہنچے کہ حضرت شیخ جلال الدین قدس سرہ عین سماع میں تھے۔ قوال اس وقت یہ بیت غنا کرتے تھے۔ بیت

آں جاناں کہ ایں رہ میروند ہر یکے صاحبقرانے دیگر است

صاحبان بصیرت حقیقت کی آنکھوں کے سامنے اولیاء و انبیاء کی روحیں اس مجمع میں حاضر و موجود ہیں حاضرین میں سے جو لوگ اولیاء کرام پر اعتقاد رکھنے والے تھے۔ انہوں نے فوراً اپنی گذشتہ انکار سماع و مخالفت سے توبہ تلا کی۔ اور سماع کے مقربین بیٹھے۔ سبکی زبانوں پر تھا۔ تبیت عن سوء الاعتقاد فی الحق الاولیاء ایک رسالہ عربی عبارت میں تصنیف کیا۔ جسمیں منقول دلائل۔ روایات۔ احادیث و فقہ کی رموز کامل شرح سے لکھی ہیں ایسی زبردست عبارت و بیانات قاطع کا تمام و کمال ہی درج کردینا یہاں مناسب و موزوں تھا۔ لیکن خوف طوالت کتاب اجازت نہیں دیتا اسلئے سخت مجبور ہیں ہمنے اسکو زیادہ سے زیادہ مختصر رکھنے کا مصمم ارادہ کیا ہے لہذا حوالہ پر اکتفا کیا ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

نقل } معتبر واقعہ ہے کہ فرزند حضرت شیخ جلال الدین محمود تھانیسری قدس سرہٗ نے وفات پائی۔ عین ماتم میں

تیسرے روز مجلس سماع قایم ہو گئی۔ جس وقت تمام مشایخ عظام تشریف لا چکے۔ حضرت شیخ ختم آیات مجلس میں خاموش و ساکت بیٹھے رہے۔ جیسے ہی قوالوں نے چاہا کہ سرود شروع کریں۔ آپ اس مجلس سے اٹھے۔ اور باہر تشریف لے گئے۔ یاروں نے اور آپکی طبع میں دخیل حضرات نے دریافت کیا کہ اس میں کیا حکمت تھی۔ آپ مجلس سے تشریف لے آئے اور سماع نہ سنا۔ فرمایا آپ جانتے ہیں کہ اپنے فرزند کے تازہ زخم سے دل زخمی ہے۔ اپنے آپے میں کہاں ہے۔ اگر دل کامل طور پر راغب سماع نہ ہوا۔ میلان نہ کیا اور ہجرت جگر گوشہ میں بیکتا رہا تو مجھے خوف ہے سماع مجھ پر حرام ہو جائے گا۔ شریک سماع ہو کر توجہ پوری نہ کرنا داخل گناہ ہے۔ ادب سماع پورا نہیں ہوتا۔ اسلئے میں سماع سے باز رہا۔ اور مجلس سے باہر آ گیا۔ بزرگان سابق و صوفیائے صادق یوں سماع سنتے تھے۔ پھر عجیب ہے ایسے لوگ بیجا کہتے تھے۔ ذرا غور کریں ان کی نیت میں کیا تھا؟ ماسوا اللہ اور کچھ نہ تھا۔ الحمد للہ علی ذالک

نقل} حافظ مراد جو نہایت نیک صاحب ورد تھے۔ اوصاف حمیدہ ان کے وجود میں کوٹ کوٹ کر بھرے تھے۔ عمر دراز اور بہت پرانے بزرگ تھے۔ ان کا بیان ہے کہ زبدۃ المحققین میاں عبدالملک سرہندی صاحب اورنگ بادشاہ اورنگ زیب کی سرکار میں بہت ہی بڑے صاحب رسوخ تھے۔ وجہ ثبوت میں پیش کرتے ہیں کہ نہایت وسیع و دلکشا مسجد انکے لیے سرہند کے اندر بادشاہ موصوف نے تعمیر کرائی تھی۔ کل مصارف خزانہ شاہی سے ادا کئے تھے۔ جب بڑی مسجد کی تعمیر ختم ہوئی۔ اور کل سامان مسجد انجام تک پہنچا۔ تب مسجد کی تہنیت کی تقریب میں عبدالملک نے ایک دعوت عظیم دی۔ مشایخان عصر۔ علماء و اکابر۔ شرفا و نجبا دور و نزدیک کو دعوت میں مدعو کیا۔ پانچوں قبیلے ملت کے تمام بغرض تشریح ہم نیچے بتلائیں گے شریک دعوت ہوئے تھے۔ کابلی نقشبندی۔ اور وہ خاندان جو اولاد حضرت صدیق اکبر سے ہے۔ سادات بخاری و ترمذی و گردیزی۔ ان میں کا ہر خاندان بجائے خود رئیس سردار صاحب وقت و صاحب جاہ و حشمت تھا۔ غرض کل با وجاہت و ذی حیثیت بزرگ تھے۔ جو شامل دعوت تھے۔

اتفاق کی بات ہے کہ عین دعوت کے دن اور جلسہ کے وقت حضرت مرشد آفاق بھی سرہند میں وارد ہوئے خواجہ خزادیان میں قیام فرما ہوئے۔ آنجناب کے ورود و قیام کی خبر شہر میں پہنچی۔ اور ہوتے ہوتے عبدالملک کے کانوں تک پہنچ گئی۔ انھوں نے اس وقعہ کو غنیمت سمجھا اور خاص اپنے خلف الصدق میاں حبیب اللہ کو حضرت مرشد آفاق کی خدمت میں بھیجا۔ اور کہلا بھیجا کہ یہ فقیر بعینہ تردد نواز مہ ضیافت در دولت ان رئیسان کی وجہ سے حاضری خدمت سے معذور رہا ہم بتقاضا زادہ حیا والا کہند لت میں بغرض دعوت حاضر ہوتا ہے توجہات کریمانہ و مربیانہ سے امید ہے کہ دعوت نہ فرمایئں گے۔ ملتمس ہوں کہ تشریف ارزانی فرما کر مجلس کی

زیب و زینت پر حائیں گے حضرت مرشد آفاق نے حبیب اللہ سے ملاقات ہوتے ہی دعوت قبول فرمائی۔ اور وقت مقررہ پر میاں ستار ہی کے باغ میں جہاں دعوت کا سامان کیا گیا تھا۔ تشریف لے گئے موسم موافق تھا۔ باغ نمونہ فردوس بریں تھا۔ گل و گلزار سے باغ پر بہار تھا۔ سوسن و نافرمان نے رنگ جمایا تھا۔ گلہائے بوقلموں کے تختے کے تختے کھلے تھے۔ باغ میں قدم رکھتے ہی مرشد آفاق کی نگاہ جو پھولوں پر پڑی۔ طبیعت باغ باغ ہوگئی اور ایک خاص حالت پیدا ہوئی۔ آپ نے اللہ اکبر کا ایک نعرہ مارا اور وجد میں آکر رقص شروع کر دیا حالت بے اختیاری پیدا ہوگئی آپ کے ہمرکاب جو قوال تھے انہوں نے جو رنگ جمایا یا فوراً تھیلوں سے ساز نکال لیے اور سرود و غنا شروع کر دیا۔ غزل پر غزل رباعیاں فرد گانے لگے۔ تمام محو تھے۔ کسی کو اپنے وجود کی خبر نہ دنیا و مافیہا کی۔ پھر یہ غزل حافظ شیرازی کی جو یاد آگئی تھی گانے لگے۔ ؎

کس ندانست کہ منزل گہ معشوق کجاست ؛ ایں قدر ہست کہ بانگ جرسے می آید

مرشد آفاق اسی حالت ذوق و شوق میں رقص کرتے ہوئے بارہ دری کے اندر جہاں مجلس گرم تھی پہنچے۔ وہاں تمام حضار مجلس موجود تھے۔ اور ایسے ایسے چیدہ و برگزیدہ کہ باید و شاید۔ ہر ایک بڑے بڑے سلسلے کے سرکردہ خصوصاً سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مثل میاں سیف الدین و دیگر بزرگان جب ان حضرات نے حضرت مرشد آفاق کو بایں رنگ آتے دیکھا پہلے تو کچھ حیران سے ہوئے۔ مگر دفعتاً سنبھل کر تعظیم و تکریم کی غرض سے دست بستہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ ناظرین حال کا بیان ہے کہ اس وقت ایسا نادر و نایاب سماں تھا اور ایسی پرتاثیر تاثیر پیدا ہوئی۔ کہ مقربین کا تو حال ہو تا کم تھا۔ منکرین کی حالت غیر تھی سبکی آنکھوں سے آنسوؤں کا تار بندھا تھا۔ سب بیخود تھے۔ انکی رقت اور بے بسی کی حالت دیکھی نہ جاتی تھی۔ اور کوئی تمیز نہیں کر سکتا تھا کہ منکر سماع کون ہے۔ اور مقر سماع کون کون۔ سب ہم رنگ ہو گئے تھے۔ ڈھول تک آنکھوں کے پانی میں ڈوبے پڑے تھے کوئی ایک گھڑی کے قریب عجیب ہنگامہ رہا۔ آہ و بکا سے کان پڑی آواز نہ سنائی دیتی تھی۔ جب افاقہ کی حالت آئی تب سینے با ہم کر مصافحہ و معانقہ کیا اور ایک دوسرے سے خیر و عافیت پوچھنے کا روادار ہوا۔ جب نماز کا وقت ہوا حوض پر وضو کرتے تمام حضرات جا بیٹھے مشائخ حضرات نقشبند۔ اور دوسرے بڑے بڑے خاندانوں کے سرکردہ صاحبان باہم کہتے ہوئے سنے گئے کہ اگر سماع اس قسم سے ہوتا ہے تو کسے خیال ہے کہ اسکی مخالفت میں دم مارے اور وہ کون ہے کہ ایسے رقص و سرود و غنا کو نگاہ حقارت سے دیکھے۔ یا ایسے عجیب فعل کی نسبت یہ کہے کہ حرام ہے یا اسکے اجتناب پر کمر باندھے۔ واقعہ مذکورہ کے بعد دو تین روز متواتر حضرت مرشد آفاق و شیخ عبید الملک کے اقدس سرہ، دو تکیانے پر مقیم رہے۔ لطف و لذت سے وہ دن گذرے۔ الحمد للہ علی ذالک

نقل ﴿ میر عصمت اللہ صاحب کی زبانی ہے کہ سکھوں نے جب ظہور کیا۔ اور اس زمانے میں تکیہ ذرہ خان

شہید ہو گیا تھا۔ یا مردِ دانائے رموزِ حقیقت عالمِ اسرارِ طریقت بادشاہ دنیا و دین حضرت خواجہ قطب الدین قدس سرہٗ کی زیارت کے لیے حضرت پیر دستگیر دہلی تشریف لے گئے تھے۔ حویلی نعمان جواہر معانی و دقائق حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی میں قیام فرمایا تھا۔ ایک روز چند قوال حضرت کی مجلس میں حاضر تھے تصنیفات محبوب سبحانی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ میں سے کچھ گاتے تھے یہ شعر بھی انہوں نے سنائے ؎

دلِ من بہ تو کباب است تو ہم میدانی　　دلِ دیرانہ خراب است تو ہم میدانی
دوستی نیست کہ در باغ نشینم بر دوست　　باغ بر دوست عذاب است تو ہم میدانی

مجلس کا جو رنگ جما اور گرم ہوئی۔ ایک شورش پیدا ہو گئی۔ نالہ و بکا سے زمین و آسمان پر لرزہ تھا۔ ایسے وقت میں اکثر درویش جو صاحبِ حال تھے۔ انکی حالت عجیب تھی اور وجد میں تھے۔ صاحبانِ وجد میں سے ایک صاحب پر استغراق ذوق و شوق غالب آیا کہ عشق کی آگ کے شعلے بھڑک اٹھے۔ اور آسمان کی خبر لانے لگے پارچات پوشیدنی میں آگ بھڑک اٹھی۔ مشعل کی مثال روشن اور شعلے اٹھتے تھے۔ یہ واقعہ جناب کی خدمت میں عرض کیا گیا تو ارشاد ہوا سماع فوراً بند کریں۔ اور درویش جو کپڑے پہنے ہوئے ہے اسے دم وجود سے علیحدہ کر دیں۔ حکم کی دیر تھی ایسا ہی کیا گیا چند لمحوں میں بھڑکتی ہوئی آگ سرد ہو گئی۔ میاں عصمت اللہ صاحب مرحوم کہتے ہیں۔ اور وہی اس کے راوی بھی ہیں۔ جن کا بیان ہے کہ واقعہ مذکور میری آنکھوں دیکھتے ظہور میں آیا تھا۔ الحمد للہ علی ذالک

نقل ہے کہ مجلس مقبول مرشد برحق سید مرتضیٰ گردیزی میں بحضور پیر دستگیر پیر سید جواد۔ امین خان۔ محمد غوث متوطن کھارون کہ علماء وقت میں سے برگزیدہ و چیدہ بزرگ تھے۔ دوسرے یار عزیز کہ سبھی ایک سے ایک زینت روزگار و واصلانِ حق تھے۔ اور بہت سے محبان یکتائے زمانہ کا خاصا مجمع تھا۔ قوالوں مطربوں نے من کلام لسان الغیب حضرت حافظ شیراز رحمۃ اللہ علیہ گاتے تھے۔

مژدہ اے دل کہ مسیحا نفسے می آید　　کہ ز انفاس خوشش بوئے کسے می آید
یار دارد سر صید دلِ حافظ نادان　　شاہبازے بہ شکار مگسے می آید

غزل گاتے رہے مگر منبع فیض کی بیت پر پہنچے ہیں۔ مجلس میں ذوق و شوق۔ بے اختیاری ہو حق کی نوبت اس درجہ ہوئی کہ اس حالت کے بیان کا تو کوئی ذریعہ موجود نہیں۔ نہ تحریر اس کا کوئی شمہ ظاہر کر سکتی ہے اور نہ تقریر میں قدرت ہے کہ ان حالات کو بیان کر سکے۔ شورش عجیب اور غوغائے عظیم تھا۔ ماہی بے آب کی مثال شاملانِ مجلس تڑپتے تھے۔ ایک کو دوسرے کے حال کی مطلق خبر نہ تھی۔ جب یہ ہنگامہ قائم تھا حضرت پیر دستگیر کی زبان پر یہ کلمات تھے الحمد للہ علیٰ ذالک والمنۃ۔ اور اس دولت کا شکریہ گاہے ہے کہ اس فقیر کے جس قدر یار و احباب ہیں سب جبروتی و ملکوتی سب نکتہ رس ہے۔ اپنے حالات موجودہ میں اور کوئی تمیز ہر گھڑی سے بڑھا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ کوئی اس کے برابر ہے

کوئی اپنے زمانے کا وحید الدین کرمانی ہے، تو دوسرا فخر الدین عراقی کا ہم پلہ۔ ہر فرد اپنے حال میں نہایت کیسا پہنچا ہوا ہے
غرض اسی قسم سے اپنے مریدوں عزیزوں دوستوں کے نام لے لے کر جس سے مترشح تھا کہ آج جس قدر حضرت کے خدام ہیں سبکے سب
خدا رسیدہ اور برگزیدہ ہیں اور حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے فضل لا متناہی سے درجۂ کمال پر پہنچا رکھا ہے۔ اور دریائے آتش عشق
دلی میں سبھی مستغرق ہیں۔ سبکے وجد سے دھواں اٹھتا ہے اور اس دھویں سے عنبر کی طرح بوئے محبت و الفت یزدانی نکل
رہی ہے۔ بہرحال خدا کا شکر ہے کہ اس وقت میں ایسے ایسے صاحبان درد اور عاشقان الٰہی سے زمانہ بھرا پڑا ہے
اور یہ جو کچھ بھی تھا سب وجود باجود حضرت دو پیران عظام کی برکات سے تھا۔ الحمد للہ علی ذالک

نقل ۱ سید محمد جواد جو ایک معتبر بزرگ اور حضرت پیر دستگیر کے ہم جلیس و یار غار تھے اس روایت کے راوی ہیں۔
فاصل دائرہ شریف کے اندر محفل عالی مرتبت تھی اثنائے مجلس میں میاں شاہ محمد درویش پر حالت طاری ہو گئی
وجد میں آ گئے۔ ایسے چکر میں آئے کہ سر اور پیر کچھ معلوم نہ ہوتا تھا بے اختیاری ایسی قسم کی تھی کہ کچھ کہا نہیں جاتا تھا۔ حضرت
پیر دستگیر پر شوق و ذوق غالب آ گیا۔ اس حالت میں حضرت پیر دستگیر کی زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے کہ آج شاہ محمد کی
جان پر ضرب ہے۔ دیکھیں جانبر بھی ہوتا ہے کہ نہیں۔ دو گھڑی تک میاں شاہ محمد اسی زور و شور کیساتھ شوق الٰہی میں غرق
رہے۔ بارے خدا خدا کرکے افاقہ ہوا۔ اور اپنی اصلی حالت میں آ گئے۔ جب یہ اپنی حالت میں آ گئے ہیں حضرت پیر دستگیر کو دیکھا آپ شکرانے
پر شکرانہ ادا کرتے تھے اور فرماتے تھے۔ خدا کا شکر ہے کہ شاہ محمد آج جان سلامت لے گیا۔ الحمد للہ علی ذالک

نقل ۲ ہے کہ ایک بادفروش یعنی بھاٹ معزز و مقرب جناب پیر دستگیر تھا۔ نہایت شائستہ۔ اہل وضع۔ گو انکا لقب نہیں تھا
علم و فضل میں بھی کسی دوسرے کو اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ اسکے حالات عجائب و غرائب تھے۔ صاحب وجد و حال
بھی تھا۔ مگر اکثر اوقات حضرت پیر دستگیر کی حضور میں جب کبھی مجلس سماع میں ہوتا تو کچھ بے ادبی کر حضرت کے گریبان میں اپنا
مضبوط ہاتھ ڈال دیتا اور چھوڑنے میں نہ آتا۔ اور زبان سے یہ کہتا اب بتلائیے اب آپ دامن چھڑا کر کہاں جائیں گے۔ اکثر ایسا
ہوا کہ اسکی ان حرکات سے حضرت میراں صاحب کا گریبان چاک ہو جاتا یا دامن پھٹ جاتا۔ مگر حضرت پیر دستگیر بھاٹ کی ان
حرکات کو جائز رکھتے کسی قسم کی ناخوشی و ناراضگی مزاج مبارک میں نہیں آتی تھی۔ خاموش رہ جاتے۔ خاموشی سے بھاٹ کی
حوصلہ افزائی ہو گئی۔ وہ اور زیادہ بڑھ چڑھ کر ہاتھ چلانے لگا۔ نوبت بایں جا رسید کہ ایک روز جو اس نے خلاف معمول اور
زیادہ بڑھ کر ہاتھ چلایا۔ تو حضرت کی مرضی کے خلاف گذرا اور غریب بھاٹ آنحضرت کے جذبے میں گرفتار ہو کر مجذوب
ہو گیا۔ و دنیا و مافیہا سے بے خبر تھا۔ نے غم دزد نے غم کالا ہ سچ ہے جیسے شیخ علیہ الرحمۃ کا قول ہے
قرب سلطان آتش سوزاں بود — ظاہری بادشاہوں کا قرب جلتی ہوئی آگ ہے۔ وہاں شاہنشاہان باطن
کا قرب بھی اس سے کم نہیں۔ زیادہ قرب سے آدمی کے لئے بے تکلفی ہو جاتی ہے۔ بے تکلفی کے بقدر بے گستاخی ہو جاتی ہے
ایسے بزرگوں کی گستاخی سے ہی ادب کام بگڑا ادب با ادب جیسا شعر ہے — با ادب باش ہر چہ خواہی باش۔ الحمد للہ علی ذالک

باب ہفتم (۷)

اصل و فرع و شجرہ پیران چشت

و پیران قادریہ

نیز تواریخ وفات اکثر پیران چشت

و وفات حضرت پیر دستگیر

فصل اول

در بیان اوتاد و ابدال

جاننا چاہیئے کہ قطب عالم ہر زمانے کے اندر ایک ہوتا ہے - قطب ارشاد و قطب مدار بھی ان کو کہتے ہیں یعنی مدار اور ارشاد کونین انپر ہے - اور جمیع موجودات عالم - علوی ہو خواہ سفلی ان کے وجود سے قایم رہا کرتا ہے - قطب کا نام عبداللہ کہتے ہیں اگرچہ ظاہری نام کچھ اور بھی تا ہو - ہر قطب کے دو وزیر ہونے لازمی ہیں - ایک دائیں ہاتھ کی طرف قایم رہا کرتا ہے - اس کا نام عبدالملک ہوا کرتا ہے - قطب مدار کی روح سے فایدہ غیر اٹھاتا ہے - عالم علوی کو فایدہ پہنچاتا ہے - ایک دائیں ہاتھ کو وزیر رہتا ہے - اس کا نام عبدالرب ہوتا ہے - فایدہ قطب مدار کے دل سے اٹھاتا ہے اور عالم علوی کو پہنچا دیتا ہے - جب قطب مدار دنیا سے رحلت کرتا ہے - اور عقبیٰ کو روانہ ہوتا ہے - عبدالملک اسکی جگہ فوراً آجاتا ہے اور عبدالرب اور عبدالملک کی جگہ عروج فرماتا ہے - دو میدانی ازہ لاکہ قلب اسرافیل پر ہے اسکی تفصیل درج کیجائے گی مجمل عبدالرب آتا ہے اسی طرح روز قیامت تک یہ سرشتہ قایم ہے - دنیا میں تمام قطب مادہ میں انہیں سے سات قطب اقلیم ہیں - ہر ولایت میں ایک قطب اور کہ قطب ولایت ہوتے ہیں - باقی ان کی اس تفصیل سے ہے - اول قطب بر قلب حضرت نوح علیہ السلام ورد اسکا سورہ یٰسین ہوتا ہے - دوسرا قطب بر قلب ابراہیم علیہ السلام ورد اس کا سورہ اخلاص - تیسرا قطب بر قلب موسیٰ علیہ السلام ورد اس کا سورہ اذا جاء - چوتھا قطب بر قلب عیسیٰ علیہ السلام ورد اس کا سورہ فتح - پانچواں قطب بر قلب داؤد علیہ السلام ورد اسکا سورہ اذا زلزلت الارض چھٹا قطب بر قلب سلیمان علیہ السلام ورد سورہ واقعہ - ساتواں قطب بر قلب ایوب علیہ السلام ورد سورہ بقرہ ہے

آٹھواں قطب برقلب الیاس علیہ السلام ورد سورۃ کہف۔ نواں قطب برقلب لوط علیہ السلام ورد سورۃ نحل۔ دسواں قطب برقلب ہود علیہ السلام ورد سورۃ انعام۔ گیارہواں قطب برقلب صالح علیہ السلام ورد سورۃ طٰہٰ۔

قطب مدار کا مرتبہ یہ ہے کہ اگر قطب کو قطب کے مقام سے تغیر کرے۔ قبول پڑے۔ احکام وارکان لوح محفوظ پر اور تغیر و تبدل اسکے ہاتھ میں ہے۔ اور بعض قطب مدار قطبوں ولایتوں پر وارد ہے اور بعض قطب ولایات اور پر قطبوں ولایت کے نازل اور بعض قطب اقالیم اولیاؤں پر صادر۔ جب لی ترقی کر جاتا ہے تو قطب ولایت ہو جاتا ہے۔ اور قطب ولایت جب ترقی پاتا ہے قطب ولایات ہو جاتا ہے۔

اور یہ قطب اقلیم ابدال کا درجہ پاتا ہے۔ برقلب اسرافیل بعد تین مرتبوں کے قطب مدار ہو جاتا ہے۔ اور جب قطب مدار ترقی کرے مقام فردانیت پر پہنچے برقلب حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ برقلب حضرت رسول علیہ السلام۔ طائفہ افراد کی تعداد معین نہیں ہے یہ کبھی کم اور کبھی زیادہ ہو جاتے ہیں۔ لیکن لگاؤ خلائق سے یہ بہت بعید رہتے ہیں۔ جب یہ ترقی کرتے ہیں قطب حقیقی ہو جاتے ہیں۔ اور مقام قطب حقیقی سے مقام معشوق کا ہے۔ اور ابدال بموجب حدیث شریف سات ہیں۔ ساتوں ولایتوں میں رہتے ہیں۔ ہر ولایت میں بدال امداد و اعانت خلق اللہ کیا کرتا ہے۔ جب ان میں سے کوئی دنیا سے تشریف لے جاتا ہے۔ غوث کو بجائے اس کے ابدال کی جگہ منصب کر دیتے ہیں۔ یہ علیحدہ علیحدہ سات تن ابدال ہیں۔ معین نام رکھتے ہیں۔ ابدال اول جو اول ولایت میں ہے برقلب ابراہیم علیہ السلام ہے۔ نام اس کا عبدالحی ہے۔ دوسرے عبدالعلیم برقلب موسیٰ علیہ السلام۔ سوئم عبدالحمید برقلب ہارون علیہ السلام۔ چہارم عبدالقادر برقلب ادریس علیہ السلام۔ پنجم عبدالقاہر برقلب یوسف علیہ السلام۔ ششم عبدالسمیع برقلب عیسیٰ علیہ السلام۔ ہفتم عبدالبصیر برقلب آدم علیہ السلام۔ لیکن ساتویں ابدال حضرت خضر علیہ السلام بھی ہیں۔ ہر ایک ابدال بجائے خود عارف کامل ہوتا ہے۔ آن واحد کے اندر سب مسکنوں کی سیر کر لیتا ہے۔ ساتوں ولایت کی معمور تکبس کی انہیں معلومات رہتی ہیں کیونکہ حق تعالیٰ نے نشان مقرر کر رکھے ہیں۔ آبادی اور خرابی آفاق ان کے وجود پر موقوف ہے۔ اگر یہ چاہیں ولایت کی ولایت معمور رہے۔ اس مدنی عبداللہ اور عبدالرحمن کہ اثر تاثیر زحل اور مریخ کی ہے۔ انہیں کے واسطے سے ولایت پر خرابی وارد ہوتی ہے۔ گویا انہیں تاثیر سے ایسا ہوتا ہے۔ ان کے نام ستاروں کی رعایت سے رکھے جاتے ہیں۔ تعین نام بھی پہلے نہ ہوا۔ اور دوسرے پانچوں ہر عالم کی آبادی پر اور ان ساتوں کے سوائے سات سو ستاون ابدال اور ہیں جن کا مسکن اور جائے نشست کوہسار ہے۔ ان کی خوراک درختوں کے پتے اور نباتات ہیں۔ کوئی بیابان ان سے خالی نہیں ہوتا۔ نہ خشکی نہ تری۔ تین سو کس برقلب آدم علیہ السلام ہیں جن کا تعلق اللہ سے ہوتا ہے۔ چالیس تن قلب موسیٰ علیہ السلام پر۔ ان کا نام ...ہے۔

باب فقرا

ن کو کہتے ہیں یعنی
، قائم رہا کرتا ہے۔
ں ہیں۔ ایک دائیں
ہے۔ عالم علوی کو
کے دل سے اٹھاتا ہے
ہے۔ عبدالملک اسکی
لب اسرافیل پر ہے
ہے۔ دنیا میں تمام قطب
ہیں باقی ان کی امن
دوسرا قطب ابراہیم علیہ السلام
بتھا قطب برقلب
ذا زلزلت الارض
لم ورد سورۃ بقرہ ہے

سات کس برقلب میکائیل علیہ السلام ہیں۔ ان کا نام جمال الدین ہوتا ہے چہار قلب بر میکائیل علیہ السلام ہیں یہ تمام عبدالرب کہے جاتے
محمد نام رکھتے ہیں۔ ایک کس برقلب اسرافیل علیہ السلام اس کا نام بدرالدین ہے جب یہ شخص قطب مدار کی ترقی پر پہنچتا ہے تب عبدالرب نام رکھا جاتا ہے یعنی آخرہ سال کے سوائے چالیس ابدال اور بموجب حدیث نبوی بخرہ اتی اربعون۔ ہیں بارہ کس ملک شام میں ہیں۔ اور سکونت انکی عراق میں ہوتی ہے۔ نام ان کا احمد ہے بعضے مشائخ ان چالیس ابدالوں کو چہل ابرار کے نام سے نامزد کرتے ہیں۔ ان میں سے چہار یاد و رکن عالم بسمت مغرب سکونت پذیر رہتے ہیں۔ نام ان کا عبدالودود۔ مشرق کی سمت میں بھی رہتے ہیں نام ان کا عبدالرحمٰن جنوب میں بھی نام عبدالرحیم ہے۔ علیٰ ہذا شمال میں نام عبدالقدوس ہوتا ہے۔ تمام عالم کا قیام ان کے وجود سے وابستہ ہوتا ہے۔ جب ان تمام میں سے ایک بھی رحلت فرمائے ملک جاودانی ہو جاتا ہے۔ ایک صوفی کامل کو لیجاتے ہیں اور بجائے مرحوم قایم کر دیتے ہیں۔ تین سو ستر نجبا اور سات اخیار اور چہار عمد دنیا کے انتظام میں مصروف کار ہیں۔ ایک غوث اقامت میں ہیں۔ ان کا نام عبداللہ ہے۔ قیام مکہ میں۔ ایک لمحہ کے اندر تمام دنیا کی سیر کرتے ہیں۔ جب غوث دنیا سے اٹھ جاتا ہے ایک عمد کو اسکی جگہ پر پہنچا کر بجائے اس کے مقرر کر دیتے ہیں عمد کی جگہ اخیار اور اخیار کی جگہ نجبا سے علی الترتیب قایم ہو جاتے ہیں۔ اور نجبا کی جگہ بھی خالی نہیں رہتی اسکی جگہ دانیال کو ملتی ہے اسکی جگہ لقبا کو اور لقبا کی جگہ صالحان موجودہ میں سے کسی کو۔ مسکن لقبا مغرب۔ نجبا مصر میں رہتے ہیں۔ اخیار ہمیشہ مصروف سیاحت رہتے ہیں ایک جگہ ان کا قیام نہیں ہوتا۔ سکون قرار کا انہیں حکم ہی نہیں ہے۔ عمد جو ہیں در زاویہ ہائے ازحق لکار خود مصروف ہیں۔ بارہ اقطاب و قصبات اقالیم میں بود و باش رکھتے ہیں۔ قطب مدار کسی عظیم آبادی یعنی بڑے سے بڑے شہر کے اندر مقیم رہتے ہیں نیز قطب مدار قایم اقالیم علم کے اقطاب پر متصرف۔ و چہار سو دیگر مکتومات ہیں کہ کسی نزدیکشہر کا سوجود گان عالم میں سے ان کے حال سے خبر نہیں ہوتی۔

فایدہ ۔ مطلب الطالبین میں لکھا ہے کہ مراتب سلوک میں نزدیک پیران چشت قدس سرہ پندرہ مرتبے مقرر کئے ہیں۔ ان میں سے مقدم مرتبہ کشف کا ہے۔ بعضے کہتے ہیں کہ زیادہ مرتبے ہیں مگر کشف زیادہ والے بھی مانتے ہیں کہ مرتبہ کشف ضرور ہوتا ہے۔ پس جو بزرگ مرتبہ پنجم میں اظہار کرامت کرتا ہے دوسرے مراتب سے محروم رہتا ہے۔ چاہئے کہ اس مرتبہ میں اپنے آپکو چند طلیں رکھے اور تحمل رکھے تاکہ دوسرے مرتب نیز بتدریج و سلسلہ وار اسے عطا ہوں۔ بعدہ کرامت اسکی عادت ہو جاتی ہے۔ اولیاؤں کو بھی کرامت نیز ترقی ہوتا ہے۔ کرامت میں یہ فرق ہے کہ انور حقیقی سے واقفیت نہیں ہوتی اور سونے کو پتھر پتھر کو سونا کر سکتا ہے۔

فصل دوم

درمیان آثاتی چہار پیر و تفصیل چہار خانوادہ اصل وچہار خانوادہ فرع

اکثر مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ خرقہ خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے چہار بزرگوں کو عطا ہوا ہے۔ انہیں چاروں کو چہار پیر کے نام سے منسوب کرتے ہیں

اول امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوم امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سوم خواجہ حسن البصری رحمۃ اللہ علیہ چہارم۔ خواجہ کمیل بن زید رحمۃ اللہ علیہ

اور تفصیل چودہ خانوادوں کی یہ ہے

اول خانوادہ زیدیوں کا ہے کہ منسوب ہے خواجہ عبدالواحد بن زید سے جو مرید اور خلیفہ تھے خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے۔ دوسرا عیاضیاں کا ہے۔ وہ خواجہ فضیل بن عیاض سے پیوند ہوتا ہے یہ مرید و خلیفہ تھے۔ خواجہ عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ کے۔ تیسرا خانوادہ ادھمیوں کا ہے۔ جو ملحق ہے خواجہ ابراہیم بن ادھم سے یہ مرید اور خلیفہ خواجہ فضیل بن عیاض کے ہو چکے ہیں۔ چہارم خانوادہ ہبیریاں ہے جو منسوب ہے خواجہ ہبیرۃ البصری سے یہ مرید اور خلیفہ ہوئے ہیں خواجہ حذیفہ المرعشی کے اور وہ خلیفہ خواجہ ابراہیم بن ادھم سے۔ پنجم خانوادہ چشتیوں کا ہے۔ خواجہ ابواسحٰق شامی سے منسوب جو پہنچے ہیں حضرت خواجہ ممشاد علی دینوری تک جو مرید اور خلیفہ تھے ہبیرۃ البصری اور وہ مرید اور خلیفہ خواجہ حذیفہ المرعشی اور وہ آگے مرید و خلیفہ ابراہیم ادھم کے تھے۔ چھٹا خانوادہ عجمیوں کا ہے ابتدا اس خانوادہ کی حبیب عجمی سے ہوئی ہے خواجہ موصوف خلیفہ حضرت خواجہ حسن بصری اور نیز عبدالواحد بن زید کے۔ یہ خانوادہ ان سے چلتا ہے۔ چشتیاں طیفوریاں۔ کرخیاں۔ سقطیاں۔ جنیدیاں۔ گازرونیاں۔ طوسیاں۔ سہروردیاں۔ فردوسیاں۔ ہفتم طیفوریاں۔ انکی ابتدا خواجہ بایزید بسطامی سے ہے چونکہ ان کا نام طیفور تھا۔ اس نام کی نسبت سے یہ نام مشہور ہوا۔ وہ مرید و خلیفہ خواجہ حبیب عجمی کے تھے اور حضرت امام جعفر صادق حضرت سے خرقہ خلافت ملا تھا۔ آٹھواں خانوادہ کرخیاں کا ہے۔ اس خاندان کی ابتدا یا پیدائش خواجہ معروف کرخی سے ہوئی جو مرید و خلیفہ داؤد طائی کے تھے۔ داؤد طائی خلیفہ و مرید خواجہ حبیب عجمی کے تھے۔ خواجہ معروف کرخی حضرت امام علی رضا سے نیز خرقہ خلافت بھی پایا تھا۔ اور خانوادہ سقطیاں ہے۔ اس خاندان کی پیدائش خواجہ سری سقطی سے ہے اور سقطی منسوب سقط فروش کو کہتے ہیں خواجہ موصوف مرید اور خلیفہ معروف کرخی کے تھے۔ ایک اور خانوادہ مشہور جنیدیاں کا بھی ہے۔ اس خاندان کی ابتدا خواجہ

جنید بغدادی سے ہوئی تھی۔ خواجہ جنید مرید وخلیفہ سری سقطی کے تھے رحمۃ اللہ علیہم
گیارہواں خانوادہ گازرونیاں۔ اس خاندان کا ظہور خواجہ ابو اسحٰق گازرونی سے ہے۔ جو مرید وخلیفہ خواجہ
جنید بغدادی کے تھے رحمۃ اللہ علیہ۔ بارہواں خانوادہ طوسیاں ہے۔ اس خاندان کا ظہور شیخ علاء الدین
طوسی سے ہے مرید اور خلیفہ شیخ وجیہ الدین ابوحفص کے تھے وہ مرید وخلیفہ شیخ محمد بن عبداللہ کے اور وہ
مرید وخلیفہ شیخ احمد اسود وہ مرید وخلیفہ ممشاد دینوری وہ مرید وخلیفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہم۔
تیرھواں خانوادہ سہروردیاں اس کا آغاز شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی سے ہوا۔ وہ مرید اور
اور خلیفہ شیخ وجیہ الدین ابوحفص سے۔ رحمۃ اللہ علیہ چودھواں خانوادہ فردوسیاں۔ ظہور اس کا شیخ
نجم الدین کبریٰ سے ہوا ہے وہ مرید اور خلیفہ ابوالنجیب فردوسی سے اور وہ مرید اور خلیفہ شیخ وجیہ الدین
ابوحفص کے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ ۞ دوسرے چودہ خانوادے فرع ہوئے ان اصل خانوادوں سے نکلے ہیں۔
انکی اگر تفصیل پوچھی جائے تو یوں ہے۔
اوّل۔ خانوادہ قادریہ غوثیہ۔ اس خاندان کی ابتدا حضرت غوث صمدانی شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی
سے ہوئی ہے۔ قدس سرہٗ۔ اور وہ حضرت مرید وخلیفہ حضرت خواجہ ابوسعید مخزومی سے ہیں اور خواجہ ابوسعید
چند واسطوں سے پہنچتے ہیں جنید بغدادی تک۔ اور خرقہ خلافت حضرت امام مثنیٰ ابن حضرت امام حسن رضی اللہ
تعالےٰ عنہ۔ آباؤ اجداد سے ملا ہے۔ انکی ولادت سنہ احد سبعین اربعمائۃ (۴۷۱ھ) اور وفات آنحضرت کی
سنہ احد ستین خمسمائۃ (۵۶۱ھ) مدت عمر نوے سال سات مہینے اور نو دن ہوئی۔ عرس کا روز ہندوستان
میں گیارھویں ربیع الثانی۔ بعض لوگ تیرھویں بعض چودھویں اور بعض لوگ سترھویں مذکور کرتے ہیں
دوئم خانوادہ یسویہ اس سے منشا یہ مراد خاندان خواجہ احمد یسوی سے ہے اور یسو ایک قصبہ ہے توابع
ترکستان میں۔ ترکستان میں آنحضرت کو بابا یسوی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ بابا ترکی میں کہتے ہیں آپ مرید اور
خلیفہ خواجہ ابویوسف ہمدانی کے تھے۔ اور یہ سلسلہ کئی مراتب سے پہنچتا ہے خواجہ جنید بغدادی تک اور
سلسلہ نسب خواجہ احمد کا انتہا کو پہنچتا ہے محمد حنفیہ ابن حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین تک۔
سوئم خانوادہ نقشبندیہ۔ اس خاندان کی ابتدا حضرت بہاء الدین نقشبند سے ہوئی ہے۔ وہ مرید اور خلیفہ
حضرت سید علی کلال سے اور وہ چند مراتب سے حضرت خواجہ جنید بغدادی سے جا ملتے ہیں اور ایک شجرہ کی
رو سے اس خاندان کی انتہا پہنچتی ہے حضرت ابابکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ چہارم خانوادہ نوریہ
اس خاندان کا اظہار حضرت شیخ ابوالحسن نوری سے ہوتی ہے۔ وہ مرید وخلیفہ خواجہ سری سقطی کے رحمۃ اللہ
پانچواں خانوادہ خضرویہ۔ اشتہار اس خاندان کا حضرت خواجہ خضرویہ سے ہوا ہے۔ وہ مرید وخلیفہ

خواجہ حاتم اصم اور وے بحیند واسطہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ تک پہنچ جاتے ہیں چھٹا خانوادہ سطاریہ عشقیہ
اس خاندان کی ابتداء ہندوستان میں شیخ عبداللہ سطار سے ہوئی ہے اور شیخ موصوف خلیفہ اور مرید
حضرت شیخ محمد عارف کے تھے شیخ محمد عارف چند واسطوں سے خواجہ بایزید بسطامی سے جا ملتے ہیں اور
اور بایزید بسطامی پیوند ہو جاتے ہیں امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ ساتواں خانوادہ
حسینیہ بخاریہ کہ یہ ایک واسطہ سے منتہی ہوتا ہے سادات حسینی سے۔ حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ تک سطح
ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلیفہ حضرت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خرقہ خلافت مع دیگر لوازم امام حسین رضی
مرحمت فرمایا تھا اور آپ نے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو اور امام موصوف نے امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو
اور انہوں نے امام محمد جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور حضرت جعفر صادق نے امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
اور امام موسیٰ کاظم نے حضرت امام علی موسیٰ رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو انہوں نے امام محمد تقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور
انہوں نے امام علی نقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو انہوں نے سید جعفر مرتضیٰ کو انہوں نے سید علی اصغر کو انہوں نے سید
عبداللہ کو انہوں نے سید احمد کو انہوں نے سید محمود کو انہوں نے سید جعفر بخاری کو انہوں نے سید علی الموید بخاری
انہوں نے سید اعظم بخاری کو۔ انہوں نے سید احمد کبیر کو انہوں نے سید جلال مخدوم جہانیاں بخاری کو انہوں نے
ان کو اکیس چالیس مشائخ عظام سے خرقہ خلافت پہنچا ہے ان سے تین خلافتیں ہوئیں۔
اول خلافت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی - دوم خلافت سہروردیہ کہ از دست شیخ رکن الدین
سہروردی پائی تھی - تیسری خلافت حسینیہ بخاریہ جس کی تفصیل ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ ان کو اپنے
آباؤ اجداد سے وراثتاً ملی تھی - رحمۃ اللہ علیہم اجمعین - آٹھواں خانوادہ زاہدیہ - اس خاندان کا
آغاز خواجہ بدر الدین زاہد سے ہوا تھا - خواجہ صاحب موصوف مرید و خلیفہ شیخ فخر الدین زاہد کے تھے چند
ہی واسطوں سے خواجہ جنید بغدادی تک پہنچتے ہیں قدس سرہٗ نواں خانوادہ انصاریہ ہے اس خاندان کا
شیخ عبداللہ انصاری پیر ہدایت ہے۔ عبداللہ انصاری مرید و خلیفہ خواجہ ابوالحسن خرقانی ہیں۔ نیز بطور باطن
حضرت خواجہ بایزید بسطامی سے فیض خلافت پائی تھی - خواجہ ابوالحسن بہ ارادت و خلافت شیخ ابوالعباس سے
چند واسطہ پہنچتے ہیں ۔حضرت جنید بغدادی قدس سرہ سے دسواں خانوادہ صفویہ ہے
بانی اس خاندان کی شیخ صفی الدین اسحٰق ہے ۔ وہ مرید و خلیفہ اور داماد شیخ زاہد ابراہیم گیلانی کے تھے
ان کا حضرت جنید بغدادی سے واسطہ ثابت ہے، وائمہ اہل بیت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین
گیارھواں خانوادہ عیدروسیہ ہے ۔ مبداء خاندان سید عبداللہ عیدروس کی ذات ہیں وہ مرید و خلیفہ شیخ
ابوبکر بن شیخ محمد چند واسطہ سے خواجہ جنید بغدادی تک پہنچتے ہیں نیز سید عبداللہ عیدروس کی سلسلہ

خاندان وخانوادے
و خلیفہ خواجہ
ہور شیخ علاء الدین
بر البعد کے آگئے ہے
اللہ علیہم -
وا - وہ مرید اور
ظہور اس کا شیخ
شیخ وحید الدین
سے نکلے ہیں -
شیخ عبد القادر جیلانی
بر خرقہ ابوسعید
حضرت امام حسن رضی اللہ
مات آنحضرت کی
عرس کا روز ہندوستان
ان کو نذر کرتے ہیں
ہے قتیبہ ہے توابع
ہیں آپ مرید اور
جنید بغدادی تک اور
جنید بغدادی تک -
ہے وہ مرید اور خلیفہ
اور ایک شجرہ کی
بارھواں خانوادہ نوریہ
ہوری علی سے جنید
تا پہنچ - وہ مرید و خلیفہ

سہروردیہ سے خلافتی ہے۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین **بارھواں خانوادہ** قلندریہ ہے۔ ابتداء اس خاندان کی شاہ حیدر قلندر مشرب سے ہوئی ہے۔ چنانچہ شمس الدین تبریزی۔ مولوی رومی۔ شیخ فخرالدین عراقی۔ خواجہ حافظ شیرازی۔ مسعود بیگ وغیرہ اکثر خاندان قلندر مشرب سے تھے۔

کتاب اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ مشرب قلندریہ ہند کے ملک میں ہے۔ شاہ خضر رومی۔ جو ملک روم سے قلندرانہ لباس میں آئے تھے۔ مرید و خلیفہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار رومی کاکی نے اپنے قدیم لباس کو تبدیل نہیں فرمایا تھا اسی اپنے قدیم نام سے مشتہر رہے۔ اس خاندان کو قلندریہ چشتیہ کے نام سے بھی منسوب کرتے ہیں رحمۃ اللہ علیہم اجمعین **تیرھواں خانوادہ** اولیسیہ۔ اس خاندان کی ابتداء خواجہ اویس قرنی اور خواجہ نظام الدین گنجوی و دیگر مشائخ کبار سے ہونا ثابت ہے۔ اور ہر ایک ارواح مطہرہ حضرت رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یا مشائخ کرام سے مرتب ہوا ہے۔ جو خفیۃ ہوتا ہے۔ اویسی کہلاتا ہے۔ چنانچہ حضرت اویس قرنی کو رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکہ معظمہ سے غیبت میں تربیت فرمائی اور اس غایت مرتبت کو پہنچایا

چودھواں خانوادہ۔ مداریہ۔ پیدائش اس خاندان کی بدیع الدین مدار سے ہوئی ہے اور خواجہ بدیع الدین کو مدار اس وجہ سے کہتے ہیں کہ قطب مدار اپنے وقت کے تھے۔ قطب مدار تمام دنیا میں ایک ہوتا ہے دونوں عالموں کا انتظام قطب مدار کے ہاتھ میں ہوا کرتا ہے۔ قطب عالم و قطب ارشاد و قطب اکبر بھی نام رکھتے ہیں کیونکہ اسے تکمیل و ارشاد روح امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے حاصل ہوا ہے۔ بدیع الدین مدار مشائخ کبار اویسی سے تھے۔ اور یہ خانوادہ مداریہ ان سے ظہور میں آیا ہے۔ اسے مداریہ اویسیہ بھی کہتے ہیں رحمۃ اللہ علیہم اجمعین آپکی وفات ستر جمادی الاول ۸۴۴ھ میں واقع ہوئی ہے۔

پوشیدہ نہ رہے کہ بعض اہل چودہ خانوادوں کے اصل و فروع منقسم ہیں۔ بیشمار اور نسبتیں ہیں خانوادے بزرگان ہر زمانہ سے جاری اور پیدا ہوئے کہ ان کا بیان اس مختصر کتاب میں طوالت عظیم کا سبب ہے۔ لہذا اسیقدر بیان پر اکتفا کیا گیا ہے۔

فصل سوم

در بیان شجرۂ پیران چشت

ذالکتہ تاریخ وفات ایشاں شجرہ ہائے قادریہ و دیگر خاندان

شجرہ کشتہ اصل ثابت آمدہ	فروع او بر آسمان سر بر زدہ
اصل او دال ذات پاک مصطفیٰ	در تبار اش چار یار با صفا

شجرہا گر فرع چارم سر کشید — شجرۂ چشتیہ آں کہ شد پدید
ہر یکے زیں خواجگانِ با صفا — نادرش اعظم بود قطب و مقتدا
از طفیلِ ذاتِ پاکِ احمدی — بود ہر یک شمعِ نورِ سرمدی
نسبتِ ایشاں ہمیں سازم بیاں — کے توانم شرح دادن وصف آں

خاتم الانبیاء محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم بن عبد اللہ بن ہاشم بن عبد مناف ۔ مادرِ مقدسہ آنحضرت بی بی آمنہ بنت وہب بنت عبد مناف تھیں۔ اسم مبارک آنحضرت کتاب توریت میں احمد۔ انجیل میں حامد اور لوح محفوظ میں حامد و محمود ہے۔ آنحضرت کی کنیت ابو القاسم اور سلسلہ اجداد آنحضرت منتہی ہوتا ہے حضرت خلیل اللہ سے۔ اور کتب تواریخ میں منقول ہے کہ ولادت آنحضرت بروز دوشنبہ دسویں ماہ ربیع الاول طلوع صبح صادق سے بعد آفتاب نکلنے سے پہلے سال فیل کی ابتدا جبکہ نوشیرواں کی حکومت تھی۔ اور کسریٰ تخت حکومت پر جلوس فرما تھا۔ حضرت کا سنہ شریف دو ماہ کا پورا ہوا تھا کہ آپکے والد ماجد عبد اللہ آپکے سر سے گذر گئے۔ اور ابھی چھ سال کے تھے کہ والدہ ماجدہ حضرت بی بی آمنہ برحمت حق پیوست ہوئیں والد اور والدہ دونوں مربیوں کی سرپرستی پرورش سے جب محروم ہوئے۔ تو عبد المطلب آنحضرت کی پرورش میں مشغول ہوئے۔ آٹھویں سال میں بعض ملائک اور مردانِ غیب آنحضرت پر وارد ہوئے۔ جب آپ کا سنہ شریف پچیس سال کو پہنچا تو آپ حضرت بی بی خدیجہ کو اپنے نکاح میں لائے اور جب حضرت تیس سال کے تھے خانہ کعبہ کی بنیاد آپنے از سر نو رکھی۔ اسکا ذکر ہے کہ تمام قریش ایسے متفق تھے۔ آپ نے ہی رضامندی اہل قریش حجر اسود کو اپنے دست مبارک سے نصب و استوار فرمایا اور جس کی اصلی جگہ پر لگایا جس جگہ کہ پہلے قدیم سے لگا ہوا تھا۔ جب حضرت چالیس سال کے تھے۔ حضرت نے آثار وحی ظاہر فرمایا۔ اکتالیس سال کے جب حضرت ہوئے تو نبوت سے مشرف و ممتاز ہوئے۔ اور حضرت جبرئیل علیہ السلام سورۂ اقرأ باسم ربک الذی خلق ۔ غار حرا میں کہ آنحضرت مصروف نماز و مشغول سجدہ و سجود تھے۔ وارد ہوا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ترکیب ترتیب وضو بتایا۔ اور پورے ارکان نماز تعلیم فرمائے۔ پھر حضرت جبرئیل آگے آئے اور دو گانہ نماز کا ادا شروع کیا۔ حضرت رسول کریم نے اقتدا فرمایا۔ جب سلام فرمایا تب حضرت جبرئیل نے فرمایا یہی نماز۔ اور یہ طریق ہے۔ آنحضرت کی ترتیب سے سنت نازل ہوئی ہے تب سے واجب ہے۔ اور زمرۂ مشائخ میں اس وقت تک جاری ہے کہ وقت ترتیب وضو فرماتے ہیں۔ اور دو رکعت نماز تحیۃ الوضو ادا فرماتے ہیں ہمارا اس کے پیچھے تلقین مذکور ہے۔ دسویں سال نبوت میں بی بی خدیجہ اور ابو طالب نے اس جہان فانی سے رحلت فرمائی۔ اسی سال میں حضرت بی بی عائشہ بنت ابا بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ نکاح میں لائے۔ تیرہویں سال نبوت کے مکہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی گیارہویں سال ہجرت سے ماہ ربیع الاول میں رحلت فرمائی تاریخ رحلت میں اختلافات واقع ہوگئے ہیں بی بی عائشہ کے حجرہ کے اندر آپ مدفون ہیں۔ عمر شریف تریسٹھ سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

ترسیٹھ سال بیان کیجاتی ہے جبکہ آپ اس دار فانی سے رحلت فرمائے ملک جاودانی ہوئے ہیں۔

آپ سے امام دنیا و دین پیشوائے سنت مقتدائے مذہب و ملت سلطان شریعت و طریقت مصطفوی واقف اسرار خفی و جلی مظہر العجائب والغرائب شمس المشارق والمغارب مصداق القوی لقی النبی امیر المومنین علی کرم اللہ وجہ ابن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف۔ نام مبارک والدہ معظمہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف ہے۔ ولادت باسعادت آنحضرت روز جمعہ بتاریخ تیرہویں ماہ رجب سال تیسویں عام الفیل واقعہ حال اندرون خانہ کعبہ رونما ہوا۔ لقب مبارک مرتضیٰ و مظہر العجائب حیدر کرار و اسد اللہ۔ شیر ولی اللہ۔ کنیت جناب کی ابو الحسن و ابو تراب ہے جب عمر شریف آنحضرتؓ کی گیارہویں سال کو پہنچی تمام لوگوں سے پہلے بخلوص و محبت مشرف باسلام ہوئے ارادت و خلافت کا خرقہ مبارک از دست مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم لباس فرمایا۔ ہجرت سے دوسرے سال میں عمر شریف پچیس سال کی تھی اور حضرت فاطمۃ الزہرا کی عمر ہژدہ سالہ تھی۔ اپنے نکاح میں لائے اور بتاریخ نوزدھم رمضان المبارک عین نماز کے اندر جبکہ نماز صبح میں آپ مشغول تھے عبد الرحمٰن بن ملجم نے اشارت و انگیخت معاویہ سے زہر آلودہ تلوار کیسا تھ ایک سخت زخم سر مبارک پر پہنچایا اور بست ویکم تاریخ کو آپ عالم بقا کو اسی زخم سے سدھار گئے۔ اور نجف اشرف میں مدفون ہوئے۔ مدت حکومت و خلافت چار سال اور نو ماہ ہے عمر شریف آپکی وہی تریسٹھ سال کی ثابت ہوئی ہے ہژدہ پسر اور پانزدہ لڑکیاں عدم سے وجود میں آئے تمام میں سے پانچ بیٹے اولاد میں سے ہیں۔ امام حسن۔ امام حسین دونوں حضرات از شکم مبارک حضرت بی بی فاطمۃ الزہرا سے ہیں۔ محمد حنیفہ از شکم شریف بی بی اسماء عمرو سا از شکم بی بی خولہ اور عباس از بطن ام البنین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

رباعی

چوں بہ ترتیب خلافت شد علیؓ ۔۔۔ جانشین مسند پاک نبی

چشمۂ فیض ولایت برکشاد ۔۔۔ تشنگان معرفت را آب داد

از ہمہ رو سال چہ بہ بیست ویکم ۔۔۔ قطرہ اندر بحر وحدت گشت گم

آپ سے

تاج دین و دیانت۔ شمع زہد و ہدایت۔ حجۃ الفقر فخری حضرت خواجہ حسن بصری قدس سرہ۔ آپ کی کنیت ابو سعید نیز ابو محمد ہے۔ آپ ابتدائے حال میں اسونا گری معتدلا کی کیا کرتے اس لئیت ستاب کو اکثر لوگ لولوئی کہا کرتے تھے۔ آپ مرید و خلیفہ خاص حضرت علی کرم اللہ وجہ کے ہیں اور امام حسن ابن علی و خواجہ کمیل بن زیاد سے اکثر ہم صحبت رہا کرتے تھے۔ رجب کے مہینہ میں سنہ ایکسو دس ہجری جبکہ عہد سلطنت ہشام بن عبد الملک بن مروان کا تھا۔ آپ نے اس عالم سے رحلت فرمائی مدت عمر آپکی ہشتاد نہ سال بتلائی گئی مقام بصرہ

سے قریباً ایک کوس کے فاصلے پر آپ نے مدفن پایا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ - رباعی

از عالم گشت ولی شیخ حسن ۔۔۔ بود بصری لیک در جنت وطن
از شہر ام بعد چارم شد نگار ۔۔۔ کان حسین بگزید وصل کردگار

ان سے } عابد و زاہد حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید قدس سرہٗ مرید و خلیفہ حضرت حسن بصری کے ہیں اور
خاص حضرت خواجہ کمیل بن زیاد کے دست مبارک سے خرقہ ارادت و خلافت زیب تن فرمایا تھا
ستائیسویں تاریخ ماہ صفر سنہ یکصد و ہفتاد و ہشتم شہر بصرہ میں آپکی وفات کا واقعہ وقوع میں آیا۔ اور
اسی شہر کے قبرستان میں آپ آرام کی نیند پڑے سوتے ہیں رحمۃ اللہ علیہ رباعی

گزشتہ از دست حسن خرقہ پذیر ۔۔۔ شیخ عبدالواحد از صدق ضمیر
شد ہژدہ بگذشت از ماہ صفر ۔۔۔ کو از ین دار الفنا کردہ سفر

ان } سیاح صحرائے طریقت۔ غواص دریائے حقیقت۔ حضرت خواجہ فضیل بن عیاض قدس سرہٗ مرید و
خلیفہ حضرت عبدالواحد بن زید ہیں۔ اور تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہوا موجود ہے کہ خواجہ فضیل بن عیاض
قدس سرہٗ مرید و خلیفہ حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید ہیں۔ ابتدائے حال میں آپ ہمیشہ گروہ راہزنوں کے تھے آپ راہزنی کرتے
اور گرد سے راہزنی کراتے اس ذریعہ سے جو کچھ میسر آتا اور جو کچھ اس سے بچ جاتا اس سے مسجد کی عمارت بنوا دیتے گویا سب کچھ اسی
راہ میں خرچ کرتے تھے۔ آپ ایک لڑکی پر جو کسی کی بیٹی تھی فریفتہ ہو گئے تھے۔ چلتے چلاتے ایک قافلہ سے آپکی مڈبھیڑ
جا ہوئی۔ کاروانیاں میں سے ایک شخص اپنی دھن میں اس آیت کا ورد کرتا اور گاتا جاتا تھا۔ الم یان للذین
آمنوا ان تخشع قلوبہم لذکر اللہ۔ یعنی ابھی وقت نہیں آیا ہے جب آپ کا دل بیدار ہوتا۔ اسکا پڑھنا تھا کہ اس
آیت نے خواجہ کا دل پکڑ لیا آپ دل ہی دل میں کئی گھنٹے بیٹھ گئے۔ اور سیدھے وہاں سے واپس چلے۔ راہزنی اور ڈکیتی
سے توبہ کرتے آتے تھے۔ اسباب اور مال جو کچھ آپ لے چکے تھے اسکے حوالے کرتے آتے اور ایسے کئے سے توبہ استغفار
کرتے ہوئے لوٹے۔ اس سے لیکر آپ کوفہ پہنچ گئے۔ امام ابو حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ صحبت رکھتے تھے۔
انکی صحبت میں بہت سے اولیاء اللہ سے ملاقات ہوتی رہی۔ بعد ازاں کوفہ سے مکہ شریف چلے گئے عزلت گزینی اختیار
کرلی۔ ایک روز انکے سامنے ایک مصری مقتدی نے مصری لہجہ میں سورۃ القارعہ کی قرات کی۔ انکی حالت دگرگوں
ہوئی ایک نعرہ مارا اور بقدر جان جاں آفرین کے سپرد کر دی آپکی وفات کا یہ واقعہ ماہ محرم سنہ یکصد و ہشتاد و ہفت
میں ظہور پذیر ہوا۔ آپ مزارات عالیہ میں مدفون ہیں۔ رباعی

ما دعوا ابوالواحد از فیض کمال ۔۔۔ مرد فضیل پاک نور ذوالجلال
بود تاریخ سوئم اول ربیع ۔۔۔ زیر سرا در رفت سیر عرش رفیع

ان سے - رکن محترم قبلۂ محتشم شاہ اقلیم اعظم حضرت خواجہ **ابراہیم بن ادھم کنیت ابواسحٰق** اور لقب ادھم پدر خواجہ ابراہیم بن سلیمان بن منصور بلخی کہ ملوک بلخ سے تھے - خواجہ ابراہیم نے خرقہ ارادت وخلافت حضرت خواجہ فضیل عیاض رحمۃ اللہ علیہ سے پہنا تھا نیز خدمت و ارادت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی خرقۂ خلافت پایا تھا - شیخ فریدالدین عطار کا قول ہے کہ جب آپکی وفات کا وقت قریب آیا - تو ایکدم غائب یا ناپید ہو گئے - اسلئے آپکی خاک پاک کی نسبت کوئی علم نہیں ہے کہ کہاں ہے - بعض اصحاب کا بیان ہے کہ پہلوئے امام حنبل اسود میں ہوتے ہیں - بعض معتبرین نے فرمایا ہے کہ شام کے اندر مزار حضرت لوط علیہ السلام کے عین متصل آپ کا بھی مزار ہے - اس قنکلت البیانی میں بھی آپ کی تاریخ غرہ شوال یکصد وشصت میں وقوع ہونا ثابت کیا گیا ہے رحمۃ اللہ علیہ

رباعی

از فضیلِ پاک تاج اولیاء — گشت ابراہیم تارک اقتدا

بست و دوم از جمادی لا آخریں — کرد جائے خویش در خلدِ بریں

ان سے آگے قبلۂ اہل یقین حضرت خواجہ **حذیفہ بن مرعشی** قدس اللہ سرہٗ مرید وخلیفہ حضرت خواجہ ابراہیم بن ادھم ہیں اور مرعش ایک شہر ہے توابع شام میں - آپکی وفات کا واقعہ بتاریخ چہارم ماہ شوال کو وقوع میں آیا ہے سال وفات کی ٹھیک طور پر تصدیق نہیں ہوئی رحمۃ اللہ علیہ - رباعی

داد ابراہیم از لطف کریم — پیر حذیفہ مرعشی گنج نعیم

رخت از شوال روز چار دہ — کو بفردوس بریں زد بارگہ

ان سے مقتدائے طریقہ **ہبیرۃ البصری** قدس سرہٗ مرید وخلیفہ حضرت حذیفۃ المرعشی ہوئے ہیں - خاندان ہبیری آپ ہی کی ذات سے عدم سے وجود میں آیا تھا - آپکی وفات ساتویں تاریخ شوال کے مہینے میں واقعہ ہوئی - اور بقول بعض اصحاب ہشردہم یعنی اٹھارہویں ماہ مذکور میں واقعہ ہونا بیان کیا گیا ہے رحمۃ اللہ علیہ -

ان سے شرف عباد کنقد زہاد حضرت **ممشاد علو دینوری** مرید وخلیفہ حضرت خواجہ ہبیرۃ البصری آپ مادرزاد ولی اور صائم الدہر تھے - یہاں تک کہ دن میں کبھی آپنے اپنی والدہ مکرمہ کا دودھ زمانہ شیرخواری میں نہ پیا تھا - آپ کی وفات کا واقعہ بتاریخ چہاردہم محرم الحرام کو وقوع میں آیا - آپکے خیالات بے تحاشا عجیب و غریب تھے - رباعی

چوں ہبیرہ فیض خود را بر کشاد — گشتہ از انفاس او ممشاد شاد

رفت در ماہ محرم چار دہ — کو بسوئے دار بقا پیمود رہ

آپ سے قطب آفاق خواجہ ابو اسحٰق شامی قدس سرہٗ مرید و خلیفہ حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری تھے
آنحضرت اپنے رہبر و پیر کے حکم سے قصبہ چشت میں کہ ایک قصبہ توابع ہرات میں ہے پہنچ گئے۔ اور وہاں آپ نے
جہاد سے فرقہ چشتیہ کی بنیاد قائم کی۔ چودھویں تاریخ ماہ ربیع الثانی کو اس جہان فانی سے روضہ جاودانی کو
سدھار گئے۔ اور قصبہ عکہ میں کہ ملک شام کے توابع میں ہے آپ کا مرقد ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ رباعی

بافت از ممشاد بو اسحٰق کام خرقہ در بر کرد کارش تہ تمام
دہ و چہار از ربیع الثانی در گذشت شد روان و با خدا خلوت نشست

ان سے مشاہد صد و جہد مجاہد اہل التوحید حضرت خواجہ ابو احمد چشتی ہیں۔ قدس سرہٗ آپ بتاریخ
غرہ رجب چہار صد چہار دہ میں عالم بقا کو تشریف لے گئے۔ اور قصبہ چشت کے اندر مدفن پایا۔ رباعی

خواجہ احمد شد دریں خانداں ٭ نور بخش احمدؐ امت بمیاں ٭ پانزدہ بگذشتہ از ماہ رجب ٭ واصل حق گشت آں والا نسب

ان سے خواجہ ابو محمد چشتی :-

ان سے امام الواصلین سید العارفین حضرت خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی۔ آپ خواہر زادہ
نیز مرید و خلیفہ حضرت خواجہ ابو محمد چشتی کے ہیں۔ آپکی وفات و وصال کا وقت جب قریب پہنچا تو آپ نے اپنے
پسر بزرگوار خواجہ قطب الدین مودود چشتی کو اپنا قائم مقام گردانا۔ اور قصبہ چشت میں جو خاص ہرات سے
تیس کوس کے فاصلہ پر ہے بٹھا دیا۔ اور خود بتاریخ چودھویں ماہ ربیع الاول سنہ چہار صد و پنجاہ و نہ عالم بقا کو
سدھارے اور اسی قصبہ چشت میں مدفون ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ رباعی

بد محمد چشتی عالیمقام کرد کار خواجہ یوسف تمام
در دو و سہ از رجب کردہ وصال چشتی عالی گہر با ذوالجلال

ان سے قطب العالمین برہان العارفین حضرت قطب الدین مودود چشتی مرید خلیفہ و جانشین
اپنے والد بزرگوار خواجہ ابو یوسف ناصر چشتی کے تھے۔ کتاب سیر الاولیاء میں مرقوم ہے کہ جب آپ پر موت کی حالت
وارد ہونیوالی ہوئی تو ایک روز دفعتاً ایک شخص غیب سے ہیبت و حیرت لیئے آپ کے روبرو آ گیا۔ اور حریر پارہ
نہایت باریک خط میں آپکے دست مبارک میں دیا اور کہا کہ یہ آپکے بینہ دوست اور حبیب حقیقی کیطرف سے ہے۔
آپ نے اسے بخوبی مطالعہ فرمایا اور کہا جی ہاں دوست۔ جب مطالعہ فرما چکے تو اس پارہ حریر کو اپنی آنکھوں پر رکھ لیا۔ اور اس شخص کے
سامنے ہی جو حامل تحریر تھا اپنی جان عزیز کو حضرت کے حوالہ کر دیا۔ جب حسب معمول آپکے جنازے کو ترتیب دیا گیا اور جو
دیگر شامل جنازہ تھے ساتھ نہ کہ نزدیک مسجد تیار رہے تو جنازہ باوجود کوشش بسیار اٹھایا نہ اٹھا۔ اب لوگ
ششدر و پریشان تھے کہ یہ کیا بھید ہے کہ دفعتاً ہاتف نے آواز دی کہ آپ بہت سے احباب اکیلے رہتے اور دو ہزار جائیں

چنانچہ وہ سب علیحدہ ہو گئے - ایک جماعت مردانِ غیب کی آئی ان سب نے ایک جگہ ہو کر اول نماز جنازہ ادا کی سدہ پھر غائب ہو گئے - تب یہ لوگ پھر آئے جنازہ کو اٹھانا چاہا تو پھولوں سے بھی ہلکا تھا تب سے آپ اٹھ گیا اٹھا کر قبرستان میں پہنچے اور دفن کیا - آپکی وفات غرۂ رجب المرجب بالفضل بیست و ہفتم میں واقع ہوئی - قصبہ چشت میں مدفون ہیں رحمۃ اللہ علیہ - رباعی :- خواجہ یوسف بنور ابتدا

گرد شمع خانداں مودود را

آں چراغ چشتیاں نور الاکرام گشتہ غرۂ از رجب رضواں قرام

ان سے - پیشوائے زاہدین مقتدائے ارشدین حضرت حاجی شریف زندنی قدس سرہٗ مرید و خلیفہ حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی ہیں - تیسری تاریخ اور بقول بعضے دیگر اصحاب آٹھویں ماہ رجب کو دنیا سے رحلت فرمائے ملک بقا ہوئے - آپکا مزار مبارک شام میں زیارت گاہ خلایق ہے - رباعی

خواجہ مودود آنکہ بد مدحِ لطیف ہمدرد شریف از یں جائے شریف

در دہم ماہ رجب آں شہسوار رفت زیں عالم بسوئے دار القرار

ان سے - آفتاب کرم و احسان دریائے جود و عرفان - نور چراغ روحانی خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ آپ مرید و خلیفہ قاضی شریف زندنی ہیں آپ کا مولد ایک مقام ہارون ہے اور ہارون توابع خراسان میں واقع ہے بعض تذکرہ نگاروں کا بیان ہے کہ مقام ہارون دیار فرغانہ میں واقع ہے - فرغانہ بھی ایک شہر ہے توابع ماوراء النہر میں بتاریخ ششم اور ایک قول کی رو سے شانزدہم ماہ شوال سنہ ششصد و بست کو عالم بقا کو سدھار گئے سلو چہار مکہ معظمہ میں مدفون ہیں - رحمۃ اللہ علیہ - رباعی

یافت از حاجی شریف زندنی :- خواجہ عثمان تمام منتہی :- بود از شوال رفتہ روز شش :- کان شہ دین شد بر ضوان جنت کش

ان سے - سلطانِ طریقت امام حقیقت قطب العالمین حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس اللہ سرہٗ مرید و خلیفہ ارشد حضرت خواجہ عثمان ہارونی ہیں - اور سلسلہ نسب اجداد آں حضرت کا انتہا کو پہنچکر ملتا ہے - امیر المومنین حضرت حسن ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے - آپکی ولادت باسعادت دیار سیستان میں قصبہ سنجر میں وقوع میں آئی تھی - آپ نے نشو و نما خراسان میں پایا تھا - وہاں سے خود بدولت روانہ ہوئے - بعد دور دراز سفر طے کر کے بغداد میں تشریف فرما ہوئے - آپنے بغداد میں پہنچکر خواجہ عثمان ہارونی کا پتہ نکالا - جو مسجد حضرت جنید بغدادی میں مسکن گزیں تھے - آپ پھر وہاں تشریف لیگئے اور حضرت موصوف کے دامن علاقت میں رہنے لگے حتیٰ کہ مرید بھی ہو گئے اور حضرت موصوف کی خدمتگذاری میں کمر بستہ و مستعد تھے - بیس سال کامل ہر حالت میں سفر ہو یا حضر ساتھی ہی ہوتے رہے - ایکدم کو ساتھ نہیں چھوڑا - جب بیس سال کی مدت معینہ منقضی ہو چکی تو یہ ایمائے اور بہ حکم سرور دو عالم حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم احکام دین اور اسلام کی تبلیغ کیلئے سوئے ہندوستان آپکے پیر و مرشد کی آپکو ہدایت ہوئی

اس خاص زمانے میں ہندوستان کا تاج شہر دہلی رائے پتھورا چوہان کی قوم کا اختر درخشندہ تھا۔ اس کا تخت گاہ تھا رائے پتھورا اس کے موالی اور ہم خیال سب پکے دھرم کے پکے تھے۔ مسلمان کا منہ دیکھ لینا ان کیلئے آفت جان تھا اگر کوئی مسلمان ان کے ہاتھ لگ جاتا تو طرح طرح کی عقوبتوں سے اسے جان سے مار کر دم لیتے۔ ایسے زمانے ایسے بادشاہ کے عہدِ حکومت میں آپ خاص انہیں لوگوں میں پہنچ گئے۔ جب آپ وارد ہوئے ہمرکاب چالیس بزرگ اور تھے یعنی دہلی میں آپ وارد و صادر ہو گئے۔ جہاں کہ شیخ رشید مکی کا مقبرہ ہے۔ وہاں ڈیرے ڈال دیئے اور چند ماہ تک برابر وہیں ڈٹے رہے۔ ایسے مقام اور ایسے کفر خانے کے اندر جہاں کا فرد کا ایسا بڑا زبردست حامی اور اسلام کا دشمن والی ہو۔ آپ نے وہاں پانچوقتہ اذان و صلوٰۃ کی آواز لگائی شروع کی تھی اور بےخوف و خطر برابر اپنا کام کرتے رہے۔ کفار دہلی ان باتوں سے سخت برافروختہ ہوئے۔ بگڑنے اور جلنے لگے۔ حتیٰ کہ نفاق و بغض سے ان کے سینے لبالب بھر گئے۔ طالب صادق حامیان اسلام کا حال ٹھیک برعکس و برخلاف تھا۔ وہ جوں جوں حضرت اور آپ کے ہمراہیوں کے یہ حالات دیکھتے تھے۔ توں توں آپ کی محبت و الفت آپ کے دلوں کے اندر جگہ کرتی جاتی تھی۔ اور وہ زیادہ سے زیادہ خلوص مند ہوتے جاتے اور اسلام کے گرویدہ اور فدائی ہوتے جاتے تھے۔ دنیائے دہلی جب حضرت کی شیفتہ و شیدا ہو گئی۔ اور جب انبوہ خلائق انبوہ در انبوہ اور گروہ در گروہ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے خاص و عام سبکو آپ سے پوری وابستگی ہو گئی۔ تب آپ نے وہاں سے تشریف لیجانے کی ٹھانی اور اجمیر شریف کے ارادے سے دہلی سے کوچ کر دیا۔ وہاں پہنچکر دہلی سے بھی بدرجہا کامیابی ہوئی۔ ایک عالم آپ کا دیوانہ اور شمع کے اوپر مثل پروانہ قربان و نثار ہوتا تھا۔ وہاں سے پھر آپ نے جنبش نہیں کی۔ بقیہ عمر وہیں بسر کر دی۔ وہاں ایک جوگی تھا۔ جسے راجپال کہتے تھے۔ علاوہ اور مخلوق کے رائے پتھورا کو جوگی جی سے بہت بڑی عقیدت تھی تمام زمانہ انہیں پیر کیطرح مانتا تھا۔ اس راجپال نے بہت سے خوارق عادت حضرت خواجہ کے دیکھے اور اکثر واقعات کا معاینہ کیا۔ راجپال کو بیحد عقیدت حضرت سے ہو گئی۔ یہانتک کہ ایک روز اسنے دست عقیدت آگے بڑھایا اور خلوص و صفائی دل سے آنحضرت کا مرید ہو گیا۔ اور خادمان دین اسلام میں شامل ہو گیا۔

رائے پتھورا اسی دوران میں مسلمان بادشاہ سلطان معز الدین ہشام جو شہاب الدین غوری کے لقب سے مشہور عوام تھا۔ اور کوچ در کوچ غزنی سے ہندوستان کو یلغار کرتا ہوا چلا آ رہا تھا۔ سلطان موصوف نے رائے پتھورا کو زندہ گرفتار کر لیا اور قتل کیا۔ اس زمانے میں آپکے پیچھے زندگی میں اور بعد انتقال و وصال جو جو خرق عادت کرامتیں اور جو جو واقعات آپ سے ظہور میں آئے دنیا کی زبان پر ہیں۔ ہندوستان کا پیر و جوان ہندو ہو یا مسلمان ہر بشر حضرت سے زیادہ واقف ہے۔ ان امور کو معرض تحریر میں لانا آفتاب کو شمع دکھلانا ہے اسلئے ان سے زائد لکھنا بیسود ہے۔ یہیں اسی پر اکتفا کیا گیا۔ جن صاحب کو شوق ہو دیگر کتب یا تواریخ سے ملاحظہ و معاینہ کر سکتے ہیں

حضرت خواجہ کی وفات ۶ رجب سے چھٹی ماہ مذکورتک ونوع میں آنی بیان کیجاتی ہے۔ چونکہ انہیں تاریخوں میں عرس ہوتا ہے۔ لہذا یہی تاریخیں ہیں۔ جتنے اندر واقع وصال واقعہ ہوا ہے۔ کوئی تاریخ معینہ نہیں ہے۔ کہ خصوصیت سے کہا جائے۔ کہ فلاں تاریخ بہشت بریں کو سدھارے۔ سنہ ششصد وسی و دو یعنی ۶۳۲ھ چھ سو بتیس میں وصال ہونا ثابت ہے۔ رباعی

اذ لیس عثمان کہ شیخ بد ہلی — شد معین الدین بہ ہندوستاں ولی

اذ رجب بودہ ششم اے جان جاں — شد معین الدین سوئے دار الجناں

ان سے آفتاب مشرق حقیقت۔ بدراق طریقت۔ قطب المظفرین خواجہ قطب الدین اوشی کاکی (اوش ایک قصبہ ہے ماور النہر میں) والقاب آپ کا۔ بختیار وکاکی بختیار تھا۔ مرات الاسرار میں لکھا ہے کہ آپکو بختیار یا نجار کے نام سے پورا نامزد کیا جاتا ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ جو زیادہ توجہات فرماتے تو اکثر نجار کہہ کر یاد فرماتے۔ اور کاکی کے لقب سے یوں ملقب ہیں کہ خواجہ قطب الاسلام کے گھر میں ہفتہ عشرہ کے بعد دو دو یا تین تین فاقے ہو جاتے۔ جب زیادہ تکلیف ہو جاتی تو آپ کی حرم محترم شرف الدین نامی ایک بقال کی عورت سے مقدار ضروری کے مطابق بااحتیاج لے لیتیں اپنے اور اپنے متعلقین کی خورد نوش کا سامان کر لیتیں اور قیمت بعد میں جب کبھی پاس ہوتا چکا دیتیں۔ ایکدفعہ شرف الدین کی عورت نے از راہ تفاخر میں آکر حرم حضرت سے کہا کہ بھلے کو میں تمہاری ہمسائی ہوں کہ وقت بیوقت نقد و سامان ضروری سے تمہاری خبرگیری کر لیتی ہوں۔ اگر میں نہوں تو بتاؤ بی بی تمہاری تمہارے بال بچوں اور تمہارے مالک کی جان کیونکر بچے۔ جب کئی دن فاقوں سے کام ہے۔ یہ باتیں حضرت خواجہ کے سمع مبارک میں پہنچیں تو آپنے اپنے حرم محترم کو منع فرمایا کہ آئندہ اس بی ہمسائی سے کچھ نہ لیا کریں۔ خواہ کچھ ہی حالت کیوں نہ گذر جائے۔ مگر ساتھ ہی ایک طاق کیطرف اشارہ فرمایا کہ جب کبھی کوئی ضرورت پیش آئے اس طاق میں سے لیا کرو۔ اپنے اور متعلقین کی ضرورت کے مطابق کھانے کیلئے مانگ لیا کرو۔ اور سبکو اسیوقت بانٹ دیا کرو چنانچہ یہی قاعدہ ہو گیا۔ جب کبھی زیادہ ضرورت ستاتی۔ تو طاق پر اس طرح ہاتھ مارتے جیسے دستک دیتے ہیں سو کھانا طاق سے تازہ بتازہ نکل آتا۔ کھا لیا جاتا۔ ایک اور واقعہ بھی آپکی نسبت مشہور ہے کہ آپ ایکدن شمسی حوض پر بیٹھے تھے۔ آپ کے دوست آشنا بھی وہیں موجود تھے۔ چند صاحب نے عرض کیا کہ اگر اس حوض میں سے گرما گرم کاک پیدا ہوں تب جانیں۔ حضرت خواجہ بزرگ کی توجہ سے اسیوقت پانی میں سے گرما گرم کاک نکل آئے علاوہ ازیں مشہور ہے کہ آپکے مصلے کے نیچے سے کاک نکلا کرتے تھے آپکے دوست ہمیشہ کھایا کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ آپکو کاکی کہا کرتے تھے آپ مرید و خلیفہ اکبر حضرت خواجہ بزرگ کے ہیں۔ آپ کا نسب منتہی ہوتا ہے امیر المومنین حضرت حسین بن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے آپکی ولادت قصبہ اوش میں واقع ہوئی تھی۔ جب آپ کا سن شریف دو سالگی کو پہنچا

آپکے والد بزرگوار خواجہ کمال الدین احمد سر سے گذر گئے۔ پانچ برس کی عمر تک بوساطت حضرت علیہ السلام مولینا ابا حفص کی خدمت میں کہ قطب وقت اور متبحر عالم تھے تحصیل علوم کثیر فن سے موجود رہے۔ سال پانسو بارہ ہجری المقدس ماہ رجب میں بغداد کے اندر واقعہ مسجد ابواللیث بحضور شیخ شہاب الدین سہروردی و شیخ اوحد الدین کرمانی و شیخ برہان الدین حسینی و شیخ محمود اصفہانی شرف ارادت و بیعت خواجہ بزرگ سے مشرف و ممتاز ہوئے۔ اور خواجہ ہمدانی کے امر سے آپنے بکثرت ریاضت سے محنت شاقہ اٹھائی۔ اور جب خواجہ شہر اجمیر میں رونق بخش ہوئے اور اجمیر کو اپنا مسکن و جائے رہائش قرار دیا تو حضرت قطب الاسلام نے بغداد میں اس خبر کو سنا اور وہاں سے دوڑے اور آپکی ملازمت و خدمت کیلئے ہندوستان آئے اور دہلی میں پہنچکر ایک عریضہ متضمن بہ حقائق اور اپنے دہلی پہنچ جانے کے کل حالات اور آپکی قدمبوسی کا اشتیاق قلمبند کرکے اجمیر میں خواجہ کی حضور میں گذارش کیا گیا حضرت خواجہ بزرگ نے جب اس مراسلہ کو جو آپکے گذارش خدمت کیا تھا مطالعہ فرمایا تو آپنے فرمایا۔ بابا بختیار کو دہلی میں ہی سکونت اختیار کرنی چاہیئے۔ اور وہیں سونا اور آرام کرنا چاہیئے۔ آپکے اشارہ اور حکم سے آپنے وہیں لنگر ڈالدیا۔ اور دہلی میں ہی ڈیرہ ڈنڈا جمادیا۔ مگر خواجہ بزرگ کی زیارت و شرف ملاقات کی حصول عزت و دولت کیلئے دو تین مرتبے دہلی سے اجمیر پہنچے چنانچہ جس واقعہ ملاقات کو ملاپ آخری کہا جا سکتا ہے۔ اس روز پنجشنبہ کا دن تھا جامع مسجد اجمیر میں زیارت خواجہ بزرگ کی دولت آپنے جی بھر کے لوٹی۔ اس مجمع پر کہتے ہیں کہ بڑے بڑے صاحب باطن بزرگ اور درویشان کامل کا ایک اچھا خاصا مجمع تھا۔ کہ باتیں ملک الموت کے بابت میں چھڑی مجلس کے اندر چل پڑیں۔ آپکو نہایت سخت رقت ہوتی تھی اور آپ بے تحاشا گریہ وزاری کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے چند روز ہیں کہ ہم دنیا سے چلنے اور سفر آخرت کی تیاری کرنیوالے ہیں۔ گویا جلدی ہی ملک الموت سے سابقہ پڑنیوالا ہے آپ نے یعنی حضرت خواجہ نے خواجہ علی سنجری کو امر فرمایا کہ مثال خلافت لکھو۔ اور اس میں درج کردو کہ بیٹے خواجہ بختیار کاکی کو اپنا خلیفہ تسلیم کرلیا ہے اور سجادہ پیران چشت کا آپ کے حوالے اور سپرد کردیا ہے۔ جبکہ تحریر لکھی جا چکی تو اسوقت رخصت کردیا۔ آنحضرت اجمیر سے خواجہ بزرگ کی خدمت سے رخصت ہوئے اور دہلی پہنچ گئے۔ جب چالیس روز اس واقعہ کو گذرے تھے کہ کسی اجمیر سے آنیوالے نے خبر دی کہ آپکو رخصت کرکے بیس روز تک خواجہ بزرگ بقید حیات زندہ و سلامت موجود تھے بعدہٗ آپ رحلت فرمائے ملک عدم ہوئے۔ اس واقعہ بزرگ کو گذرے ہوئے آٹھ مہینے کا عرصہ گذر چکا تھا کہ خانقاہ علی سنجری میں مجلس سماع گرم ہوئی۔ خواجہ قطب الدین بھی اسی جلسہ سماع میں تشریف لیگئے۔ گانیوالے قصیدہ شیخ احمد جام کو نہایت دلکش و دلپذیر لہجہ میں گاتے تھے جب اس بیت تک پہنچے۔ بیت

کشتگان خنجر تسلیم را ہر زماں از غیب جان دیگر است

حضرت خواجہ کو اس بیت نے پکڑ لیا۔ اور حالت دگرگوں ہوئی۔ از خود رفتگی کا عالم ہو گیا جب کبھی کچھ فرماتے تو

یہی حکم فرماتے۔ کہ اس بیت کو بہ تکرار کہے جاؤ۔ اسی حال کے اندر دوشنبہ کی رات کو چودھویں تاریخ مہینہ ربیع الاول سنہ ششصد و سی و سہ گویا چھ سو تینتیس جبکہ سلطان شمس الدین التمش اورنگ نشین سلطنت ہندوستان تھے۔ اس جہان سے رحلت فرمائی رباعی

از معین الدین غوث نامدار — گشت قطب الدین کاکی بختیار

در دہ و چار از ربیع الاولیں — خواجہ در دہلی شدہ جنت گزیں

ان سے قطب افلاک طریقت آفتاب سپہر معرفت سلطان دنیا و دین حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر قدس سرہ مرید و خلیفہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی اوشی کے ہیں آنحضرت کا نسب فرخ شاہ سے جو شاہان کابل میں سے ایک نامور و عادل بادشاہ گزرا ہے پہنچتا ہے۔ اور وہاں سے آگے جو چلتا ہے تو منتہی ہوتا ہے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ اور گنج شکر آپ کو اسلئے کہتے ہیں کہ ایک روز آپ اپنے پیر کی خدمت میں جاتے تھے ضعف ریاضت سے آپکے پاؤں کو لغزش ہوئی۔ آپ نے تھوڑی سی مٹی اٹھائی اور اسے منہ میں رکھ لیا۔ جسقدر خاک آپکے منہ میں گئی عمدہ شکر بن گئی۔ تبھی سے آپ کو گنج شکر کہنے لگے۔ ایک اور قول ہے جو گنج شکر ہونے اور کہلانے کا موجب ہے اور وہ یہ کہ چند سوداگر ایک بار بیل شکر سے لدے لدائے بیچنے کیلئے چلے جاتے تھے۔ انہیں ان سوداگروں سے حضرت گنج شکر ملے۔ آپ نے ان سے تھوڑی سی شکر کی خواہش کی۔ سوداگروں نے کہا اے فقیر یہ شکر نہیں ہے۔ نمک ہے۔ آپ نے فرمایا نمک ہی ہوگا الغرض جب سوداگر منزل مقصود پر پہنچے اور شکر فروخت کرنے لگے تو دیکھا شکر کی جگہ تمام نمک تھا۔ سوداگر پریشان اور اپنے کئے سے سخت پشیمان ہوئے اور بھاگے ہوئے حضرت گنج شکر کی خدمت بابرکت میں آئے۔ اپنے کئے سے پشیمانی کا اظہار کیا اور نہایت عجز و انکسار سے التجائے معافی کرنے لگے اور عرض کیا کہ دعا کر دیں وہ نمک پھر شکر ہو جائے آپ نے نہایت سادگی سے فرمایا شکر ہو جائیگی۔ قدرت پروردگار سے وہ نمک پھر شکر کا انبار ہو گیا اور وہ سوداگر نقصان مال سے محفوظ رہے۔ اسدن سے دنیا آپکو گنج شکر کے نام سے پکارنے لگی آجتک دنیا میں یہی نام مشہور ہے۔ دوسرے خارق عادات۔ آپکے عجیب و غریب حالات۔ عبادت و عبودیت کے واقعات سے دنیا لبریز ہے۔ ہندوستان کا ہر بچہ آپکے نام نامی سے آشنا ہے۔ آپکی شہرت کا چار دانگ عالم میں ڈنکا ہے۔ ہاں وہ لوگ جو کبھی آپکے روضہ کی زیارت کو زمانہ عرس میں گئے ہوں دیکھ چکے ہیں۔ گروہ در گروہ خلائق کے انبوہ سبکی زبان پر بابا فرید۔ بابا فرید ہوتا ہے۔ اس وقت کے نعروں سے گنبد آسمان بھرا ہوا ہوتا ہے ایسے روشن ترین واقعات پر قلم فرسائی کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔ علاوہ ازیں اس سلسلہ کتاب میں محض اسمائے شمار ہی سے مطلب ہے یا تاریخ ولادت و وفات سے۔ غرض تا کہ شجرہ پورا ہو جائے انشاء اللہ اسی لئے اس اختصار سے

گنجائش بھی کہاں ہے کہ یکے از ہزار بزرگان سلف کے کارناموں سے یہاں درج ہوسکے آپکی وفات پنجم ماہ محرم الحرام سنہ ۶۶۴ھ میں واقع ہونا ثابت ہے۔ آپکا وصال قصبہ اجودھن کے اندر جسے پٹن بھی کہا کرتے ہیں اور جو نواح ملتان میں واقع ہے آپ کا مسکن بھی اسی قصبہ میں واقع ہوا تھا۔ آپ اسی جگہ دفن کئے گئے۔ خاص اپنے ہی حجرے میں آپ کا مزار مقدس ہے رحمۃ اللہ علیہ رباعی

شد ز قطب الدین شہ والا گہر شیخ ملک بحر و بر گنج شکر

از محرم پنجمیں تاریخ او قطب عالم کرد بر رضوان سفر

ان سے سلطان دنیا و دیں۔ سیمرغ قاف یقین حضرت علاء الدین علی احمد صابر۔ مرید و خلیفہ حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر ہیں۔ ابتدائے حال میں آپکو خلافت دہلی حضرت گنج شکر سے تفویض ہوئی تھی حضرت گنج شکر نے مثال خلافت لکھہ کر آپکے حوالے فرمائی۔ اور جب حضرت گنج شکر نے آپکو رخصت کیا تو فرمایا۔ بابا علاء الدین تجھے ہم خدا کے سپرد کرتے ہیں۔ (بھوکا خواہی کرد (اصل میں یہ فقرہ چونکہ قلمی ہے سمجھ میں نہیں آیا مترجم) اس زمانہ میں معمول یہ تھا کہ جب کسی بزرگ کو سند خلافت عطا ہوتی تو خلفاء واسطے تصحیح مثال یا سند خلافت۔ قطب جمال ہانسوی کے روبرو لیجاتے۔ جب تک وہ اپنی مہر اسپر نہ کر دیتے تب تک وہ مثال قابل تسلیم نہیں سمجھی جاتی تھی بعد تصدیق و ثبت مہر اس مقام کو جاتے جو آں بزرگ کیلئے معین ہو جاتا تھا۔ قطب جمال ہانسوی آپ کے یعنی فریدالدین گنج شکر کے اعلیٰ یاروں میں سے ایک یار شمار ہوتے تھے۔

نقل کرتے ہیں کہ حضرت بہاء الدین ذکریا نے حضرت گنج شکر کی خدمت میں لکھا تھا کہ مال کی جسقدر آپکو ضرورت ہو لے لیویں۔ مگر جمال عنایت فرمادیں۔ آپنے جواب میں رقم فرمایا تھا کہ مال کے عوض جمال نہیں ملا کرتا۔ غرضکہ آپ بڑے عالی مرتبت اور اپنے وقت کے قطب تھے۔ حضرت علاء الدین علی احمد صابر مثال یعنی سند خلافت کو حضرت گنج شکر سے لئے ہوئے روانہ ہوئے۔ نماز عصر کا وقت گذر چکا تھا کہ ہانسی پہنچگئے۔ آپنے پہنچتے ہی مثال خلافت حضرت جمال ہانسوی کے ہاتھ میں دیدی اور فرمایا کہ مہر اسکا غذ پر فوراً لگا دیجئے۔ انہوں نے فرمایا تھوڑا توقف کیجئے۔ چراغ روشن ہو جانے دیجئے۔ مثال کو ذرا ملاحظہ کر لوں پھر مہر لگائے دیتا ہوں۔ حضرت علاء الدین نے تردد کر کے چراغ جلایا۔ اور ان کے پاس لیگئے۔ اور خواہش کی کہ اسپر حسب قاعدہ مہر لگادیں۔ حضرت جمال نے اف کیا اور چراغ گل کر دیا۔ کہا جاؤ۔ اتنی جلدی کے آدمی دیکے پیر نہیں ہی۔ ابھی آئے ہو۔ ذرا تامل کرو۔ سوچ سمجھ کر مہر لگادیں گے حضرت صابر صاحب کے مزاج میں شورش و مستی بہت بڑی حد کو پہنچی ہوئی تھی۔ اس حرکت کو دیکھتے ہی مزاج میں ایک ترنگ آئی اور فوراً اپنے اپنی انگشت شہادت پر دم کیا۔ پیدبینا کیطرح وہ انگلی چمکی اور شمع سے بدرجہا زیادہ روشنی اس میں موجود تھی۔ فرمایا لیجئے اسکی روشنی میں مہر لگا دیجئے۔ آپ سے تو پھونک مار کر

دیکھا دیا تھا۔ ذرا سے تو کیا کہیے۔ ان واقعات کو دیکھتے ہوئے حضرت قطب جمال نے اپنے دل میں سوچا کہ
صابر صاحب کیا ہیں حضرت خدا کا ایک کرشمہ ہیں۔ بالیکہ آپ کے مزاج میں اسقدر تیزی و تندی ہے۔ مگر خلافت
آپکو کہاں کی ملی ہے۔ دہلی کی۔ وہ دہلی جو ایک عظیم الشان اور غدار شہر ہے۔ وہاں کا خلیفہ وہ ہونا چاہیے جو
خلق خدا کی پرورش کرے ان کا درد سہائے۔ ان سے میل ملاپ رکھے اور مروت سے پیش آئے۔ آپکے جذبے کا
کیا کہنا ہے یہ تو ذرا سی بات پر دہلی کو خاک بنا دیں گے۔ ایسے تیز مزاج اور جذبے والے بزرگ کو دہلی جیسی
جگہ نہیں ملنی چاہیے۔ یہ سوچ سمجھکر آپنے شال کو ہاتھ میں لیلیا اور چاک کر دیا۔ اور حضرت علی احمد صابر قدس
سرہ تھے حضرت جمال کی یہ حرکت اور ایسی بات کب برداشت کر سکتے تھے۔ برداشت نہ کیا جذبے میں آگئے
اور جلال مزاج پر مستولی ہوگیا۔ آپنے تیوری چڑھا کر فرمایا کہ اچھا جب آپنے ہماری شال کو چاک کیا ہے اچھا کیا مگر
ہم نے بھی قطبیت کو چاک کر دیا ہے۔ آپکی ذات سے قیامت تک کوئی قطب نہیں پیدا ہو سکتا۔

حضرت علی احمد صاحب کا فرمان تھا کہ تاثیر ہوئی۔ قطب زماں کا سلسلہ وہیں ختم گیا۔ ان کے بعد کوئی قطب
ظہور میں نہیں آیا۔ اور جب پارہ شدہ شال کو اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے آپ اپنے پیر دستگیر کی خدمت میں حاضر ہوئے
اور تمام حالات اور واقعات کو از سر نو دہرایا۔ اور سب کچھ سنایا۔ نہایت شکوہ شکایت کیا کہ وہ دہلی کے
حاکم ہم سے پیش آئے ہیں۔ جب یہ تمام قصہ بیان کر چکے تو حضرت فرید الدین گنج شکر نے فرمایا کہ سب کچھ
درست ہے مگر جو آپ بزرگ نے آپکی شال کو پھاڑ دیا ہے۔ شال پھٹی ہوئی تو پھر بھی درست کر سکتے ہیں۔ مگر
یہ فرمائیے۔ وہ جو کچھ آپ پھاڑ کر ڈال آئے ہیں۔ وہ کیونکر پھر درست ہو جائیگا۔ اچھا شد آنچہ شد

مگر حضرت گنج شکر صاحب کو صابر صاحب کی خاطر نہایت عزیز تھی آپکی دل برداشتگی آپ برداشت نہ
کر سکتے تھے۔ لہذا اسیوقت کلیر پیران کلیر کی خلافت جو دہلی کے توابع میں دہلی کا ہی ایک حصہ ہے شہر
نہایت عظیم الشان ہے آپکو دیدی گئی۔ آپ وہاں کی خلافت لیکر پیران کلیر کو تشریف لے گئے۔ وہاں جب پہنچے تو
دیکھا یہاں بھی اور رنگ ہے۔ اس وقت کا کلیر بھی کچھ اور ہی تھا۔ کلیر کے اکثر علماء فضلاء بڑے بڑے صاحب
جاہ و حشمت تھے۔ بڑے بڑے رؤساء و امراء کی بستی تھی تقریباً پانسو پالکی نشین ایک وقت میں اس شہر سے
نکلا کرتے۔ ایسے ایسے مال و دولت والے لوگ جب اپنی شان و شوکت پر نگاہ کرتے اور دوسری طرف ایک فقیر بنا
خستہ حال کو دیکھتے۔ تو آپکی اطاعت کرنا انہیں ناگوار معلوم ہوتا۔ بات یہ تھی کہ آپ پیران کلیر کو چھوڑ کر بھی
نہیں جا سکتے تھے۔ کیونکہ پہلی حرکت سے کسقدر نادم منفعل تھے۔ اسلئے جواب تو یہیں رہنے پر بینا منظور تھا
اور نہ ہی اس شہر کے بارے میں کوئی شکوہ و شکایت اپنے پیر کی خدمت میں لکھنا چاہتے تھے۔ بہت حیران ہوئے
بالآخر اپنے دل میں یہی فیصلہ کر لیا کہ بلا اطلاع اپنے ہادی کے کوئی حرکت کرنا نازیبا ہے۔ اپنے ہمراہ اپنے پیر کی طرف

رجوع کیا اور لکھا کہ یہاں کے لوگ نہایت بے ادب اور خود سر ہیں۔ یہ لوگ پیر کی بارگاہ کی برابر میری پروا بھی
نہیں کرتے کوئی شخص گردن جھکانا گوارا نہیں کرتا۔ میں ان لوگوں کی بے پروائی اور فرعونی سے لاچار
ہو گیا ہوں۔ اس بارہ میں جو امر ارشاد ہو اسکی تعمیل اپنا فرض سمجھوں گا۔ حضرت بابا فرید شکر گنج نے جو
ارقام فرمایا کہ آپ کے حوالے ایک بہت بڑی شیر دلدار گائے کی گئی ہے۔ اب آپ کو پورا اختیار ہے۔ خواہ اس گائے
کو دوہ کر اس کا دودھ پئیں۔ اور فائدہ اٹھائیں۔ خواہ گائے کو مار کر الفقط کریں۔ اختیار بدست شما
اس سے زیادہ میں آپ کو کچھ لکھنا پسند نہیں کرتا۔ عقلمند انسان کو اشارہ کافی ہوا کرتا ہے۔ العاقل تکفیہ
الاشارہ۔ حضرت علی احمد صابر پیران کلیر شریف وارد ہوئے۔ جب یوم جمعہ آیا۔ ضروری تھا کہ نماز جمعہ پڑھی جائے
چنانچہ آپ بکمال وقار جامع مسجد پیران کلیر میں تشریف لیگئے۔ اور ایک محراب کے تلے سب سے آگے جگہ
بیٹھ گئے۔ جس وقت کہ علماء و فضلا اور رؤسائے مقامی کا گروہ پہنچا تو اکثروں نے اپنی جاہ و مرتبت کا لحاظ
کرتے ہوئے آپکو گھورنا شروع کیا اور کہا اے درویش اپنی حد و حیثیت کو دیکھو اور اپنی قدر پہچانو یہ جگہ جہاں
بیٹھ گئے ہو تمہاری حیثیت سے بالاتر ہے۔ یہ ہم لوگوں کے قابل ہے اور علماء و فضلا ہم کے بیٹھنے کے لئے موزوں
لہذا یہاں سے اٹھ جاؤ۔ اور کہیں نیچے پیچھے بیٹھو۔ آپ نے فرمایا لوگو میں بھی ایرا غیرا نتھو خیرا نہیں
خلیفۂ عصر ہوں۔ خلیفۂ وقت کیلئے یہی جگہ مناسب ہے۔ ان لوگوں نے کہا اسکی کیا دلیل ہے کہ آپ
خلیفۂ وقت ہیں۔ تا وقتیکہ کوئی کرامت نہ دیکھ لیں۔ ہم آپکو خلیفہ نہیں تسلیم کر سکتے۔

یہ گفتگو حضرت صابر صاحب کی طبع مبارک پر نہایت شاق گذری آپ فوراً مسجد سے باہر تشریف لے گئے
مسجد کے اندر اس وقت ہزارہا علماء و فضلا غریب و امیر فقیر و درویش سبھی قسم کے لوگ گنبد کے نیچے نماز کیلئے جمع
آپ نے مسجد کو حکم دیا اور فرمایا اے مسجد تو بھی کیا دیکھتی ہے۔ گر پڑ اور ان سب کو اپنے نیچے دبا لے اور خبردار مت چھوڑ
ان تمام موجودگان میں سے ایک شخص کو بھی اپنی جان سلامت نہ لیجا سکے سب کے سب ہیں دب مریں
حکم کی دیر تھی مسجد منہدم ہو کر بیٹھ گئی تمام لوگ جو مسجد میں موجود تھے سب نے اپنی جانیں جان آفرین کے حوالے کیں
اب رہا قصبہ سو اسکی طرف بھی آپ نے نگاہ قہر و غضب سے دیکھا اور شدید جذبہ میں فرمایا۔ خداوندا اس شہر کو بھی غارت
آپ کے منہ سے ان کلمات کا نکلنا تھا کہ معاً آبادی کے اندر آتش غضب کا ایک دریا لہریں لیتا ہوا دکھائی دیا۔
جس نے ساری بستی کو راکھ کا ڈھیر بنا دیا۔ سب جل بھن کر خاک ہو گیا۔ باشندگان شہر آتشین طوفان کی شدت
اور آگ کے سمندر بے پایاں کو اپنے گرد پا کر زیر سایہ القوت دوراں اور اپنی جلتی بھنتی جانیں بچانے کیلئے
بے تحاشا بھاگے ہوئے آئے۔ جو لوگ مرید مطیع و معتقد ہو چکے تھے انہوں نے بہزار منت و زاری عرض کرنا
شروع کیا کہ ہم مرید اور خادم اس خاندان کے ہیں ہمیں تو کم از کم پناہ دیجئے آنحضرت نے فوراً اپنی چادر

دوش مبارک سے اتاری اور اسے ڈال کر حکم دیا کہ جو شخص اس چادر کے نیچے پناہ لے گا۔ وہ ضرور اس آتش
غضب سے محفوظ و مامون ہوگا۔ اور جو اس سے باہر ہے وہ بلا کباب ہوئے نہیں رہے گا۔ اس سے باہر ایک نفس بھی
زندہ و سلامت رہ جائے ناممکن ہے۔ ناممکن ہے۔ غرض طرفۃ العین میں وہ آباد شہر اسکی سر بفلک عمارتیں
ایسے منزلہ مکانات اور ہزارہا بسے بسائے آباد گھر نیست و نابود ہو گئے۔ جابجا خاک کے تودے لگے تھے
فصیلوں کا بنا بنایا شہر آنکھوں دیکھتے فنا و تباہ ہو گیا۔ لاکھوں آدمیوں کی خاک ہو گئی۔ آباد شہر ہو کا مقام
بن گیا۔ کسی کی کوئی پیش نہ گئی۔ جو زندہ موجود تھے آہ و فغاں سے اپنے سینے ملکے کرتے آنسوؤں کے تار سے اپنے
جلتے ہوئے دلوں کی آگ بجھا رہے تھے۔ اور دم بخود تھے۔ پوری آبادی جل مری بجز چند مریدوں کے کہ وہ بھی
آپکی چادر کے تلے آکر اپنی جانیں سلامت لئے بیٹھے تھے۔ کوئی آشنا بھی نہ تھا جو ان سوختگان آتش غضب کی
راکھ کے ڈھیروں پر چار آنسو بہاتا اور سوختہ پنجروں سے نکلی ہوئی روحوں کو ٹھنڈک پہنچاتا۔ العظمۃ للہ
آپ جہاں کھڑے تھے وہیں ایک تنہا مقام دیکھ کر گوشہ تنہائی میں بیٹھ گئے۔ آپکی طبع پر جوش غضب
تھا وہ سرد نہ ہوتا تھا۔ خدام و مریدان میں سے خواہ وہ کتنا ہی مقرب کیوں نہ ہو۔ کوئی تاب حضوری نہیں
لا سکتا تھا۔ البتہ آپ خود اگر کسی حبیب کو یاد فرماتے تو وہ حاضر ہو سکتا۔ اور جس خدمت کے لئے ارشاد ہوتا وہ
بجا لاتا۔ مگر وہ بھی تیزی مزاج و حدت طبع کو زیادہ دیر برداشت نہ کر سکتا۔ بلکہ جس قدر ممکن ہوتا حضوری
سے دوری کو ترجیح دیکر جھٹ پٹ وہاں سے چلا جاتا تھا۔

چونکہ آنحضرت کا مزاج اقدس بحث و گفتگوئے علماء و فضلا سے برانگیختہ ہو چکا تھا۔ اور رنجیدہ تھا اسلئے
وہاں کے باشندوں میں سے کسی ایک کو بھی حکم نہیں تھا کہ سوائے ان دس سورتوں قرآن پاک سے جو آخری
ہیں اور لابد جزو نماز ہیں ایک سورہ یا ایک حرف زیادہ پڑھ لے۔ بفرض اگر کوئی شخص حیا تاً جدت کر کے
ایسا کر بھی لیتا تو اسے فوراً ہی سکا نتیجہ یا سزا مل جاتی۔ وہ جوانا مرگ جل مرتا۔ اور اگر جیتا رہتا تو مرض جذام
یا برص کا شکار ہو کر جیتا۔ تباہ ہے خدا کی۔ نعوذ باللہ منہا۔ آپنے سترہویں تاریخ ماہ ربیع الاول کو رحلت فرمائی
اسی جگہ آپ مدفون ہیں۔ ابتداً ایسے حال میں جبکہ قبر شریف تازہ ہی تھی۔ انسان کی مجال کہاں تھی کر قبر کا طواف
کر سکے۔ بلکہ اگر کوئی جانور اڑتا ہوا اتفاق سے سمت مبارک سے گذر جاتا تو فوراً اس کے پر و بال جل بھن کر خاک
سیاہ ہو جاتے تھے۔ گویا ہوا میں پرواز کرتا ہوا جانور بھی محفوظ نہیں رہ سکتا تھا۔ آپکے مفصل حالات میں جہاں
اس قسم کی تعلی و تیزی کا بیان ہے لکھا ہوا موجود ہے کہ ایکدفعہ کوئی شخص قبر مبارک کی زیارت کیلئے آیا۔
ناواقفیت و جہالت سے پاؤں کی جانب قدمبوسی کی غرض سے سرنگوں ہو کر جھکا ہوا کھڑا تھا کہ اس کا سر ہی
تا بہ گردن زمین میں غرق ہو گیا۔ اسمیں پھر آتے جاتے کی طاقت کہاں تھی تڑپ تڑپ کر وہیں ختم ہو گیا۔

کئی دن پیچھے درود شریف نماز نفل تسبیح ہی پڑھتی رہی رات کو خادمان درگاہ کو اشارت ہوئی۔ انہوں نے دیکھا اور سنا کہ آپ فرماتے ہیں کہ ایک کتا ہمارے پاؤں کی طرف مرا پڑا ہے۔ اسکی لاش سڑ کر بدبو مارنے لگی ہے جس سے ہمکو سخت تکلیف ہے سامنے سے ہٹا ڈالو اور کہیں دور پھینک دو کہ بدبو سے جو تکلیف ہو رہی ہے وہ دور ہو جائے۔ صبح خادمان روضہ آئے سو جو کچھ سنا تھا من وعن دیکھا نعش کو وہاں سے اٹھا پھینکا بلا اجازت واشارت کسی شخص کو یہ جرأت نہیں ہو سکتی تھی کہ مقام مبارک تک چلا جائے۔ ظاہر ہے کہ پرندوں کے پرواز میں پر جلتے تھے پھر انسان کی مجال کہاں تھی کہ پاس سے گذر جائے۔ حضرت عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ اس زمانے میں موجود تھے۔ مریدان راسخ الاعتقاد بہت سے اتفاق کرکے ایک مجمع بنکر حضرت موصوف کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا حضرت ہر ایک جگہ اور ہر مقام میں خلق اللہ تمام مزارات اور بزرگان دین کے مقابر پر ذوق شوق سے جاتے زیارتیں کرتے فائدہ اٹھاتے اور دینی و دنیوی طریقہ سے مستفید ہوتے ہیں اور برابر پیران عظام کی زیارتوں سے سعادت دارین پاتے ہیں۔ یہ کیا غضب ہے کہ اس درگاہ کی آستانہ بوسی سے دنیا محروم رہی جاتی ہے کوئی پاس سے بھی گذرنے کی تاب نہیں رکھتا۔ ہم لوگ امیدوار ہیں کہ اگر حضرت توجہ فرمائیں اور کوئی صورت نکالیں تو حضرت مخدوم صاحب کی قبر کی زیارت کی اجازت ہو جائے لوگوں کے اصرار سے حضرت قطب العالم بہ نفس نفیس اس کار خیر کے انصرام کیلئے کمربستہ ہوئے اور اس مہم کی سرانجامی کیلئے خود بدولت حضرت صابر صاحب کی قبر مبارک پر تشریف لے گئے۔ مگر قبر شریف سے دور کچھ فاصلے پر ہی کھڑے کھڑے مراقبہ کیا۔ اور صابر صاحب کی خدمت گرامی میں عرض کیا کہ خواہشمندان زیارت قبر اور شائقین طواف مضجع مبارک کی یہ دلی تمنا ہے کہ یہ غیرت حضور کم کردیجائے۔ عوام کو اجازت ہو کہ وہ زیارت و طواف کی سعادت حاصل کریں۔ اس فقیر کی بھی یہ دلی آرزو ہے کہ از راہ کرم بزرگانہ یہ آرزو پوری کیجائے اور دنیا کو اجازت بخشی جائے۔ اور فیض عام انعام فرمایا جائے۔ چنانچہ امر ہوا کہ بپاس خاطر آں بزرگ یہ خواہش قبول کیجاتی ہے۔ لیکن محض عرس کے دن کیلئے۔ ہر وقت کی آمد و رفت کی اجازت نہیں البتہ اسی دن زیارت کریں اور فاتحہ پڑھیں اور ختم کی رسومات بدستور پیران چشت کے قاعدے کے مطابق عمل میں لائیں۔ دوسرے دن فاتحہ وغیرہ سے فراغت پاکر رخصت ہو جائیں۔ چنانچہ اسوقت سے آج تک یہی دستور ہے کہ امر عالی کے مطابق اطراف و جوانب سے جو لوگ آئے ہوئے ہوتے ہیں وقت معینہ پر سب رخصت ہو جاتے ہیں ایک انسان بھی اس جگہ پر نہیں ٹھیرتا۔ اور عرس کے دن جو انبوہ کثیر ہوتا ہے۔ اسکا اندازہ محال ہے خلائق تعداد و شمار میں نہیں آسکتی۔ تیسرے رتبہ سے خصوصیت سلسلہ صابریہ آپکی ذات سے نکلا ہے آپکے حالات و کمالات کا کیا ٹھکانا ہے۔ رباعی۔

برعلاء الدین قطب کامگار — از فرید الدین شد نعمت نثار
زاں کریم فیض بخش انس و جاں — صابریہ سلسلہ گشتہ عیاں
سیزدہ شد از ربیع الاولیں — شد علاء الدین بفردوس بریں

آپ سے آفتاب کرم واحساں۔ دریائے درج عرفاں۔ سلطان دنیا و دین حضرت شمس الدین ترک پانی پتی۔ مرید و خلیفہ حضرت شیخ علاء الدین علی احمد صابر صاحب ہیں۔ ترک آپکو خاص و عام اسوجہ سے کہتے تھے کہ جب آپ ارادت لاچکے اور ارشاد و تلقین پاچکے۔ کامل تو ہو چکے تھے۔ مگر اپنی فقر کی کمالیت کو چھپانا اور اسے ایک راز کیصورت میں کسی پر ظاہر نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اخفائے حقیقت کیلئے آپنے بزمرہ ملازمان۔ فوج کے سپاہیوں میں ملازمت اختیار کر رکھی تھی۔ بادشاہی فوج میں ملازم تھے۔ مگر بشان و شکوہ و تجمل امیرانہ بشوکت شاہانہ ایام بسر ہی کرتے تھے۔ اسی دوران میں کہ آپ سپاہیوں میں نوکر تھے۔ بادشاہ وقت کو ایک بڑی بھاری مہم پیش آگئی۔ اور مہم مذکور ایسی کڑی تھی اور اسقدر اڑی کہ باوجود ہزاروں کوششوں کے سرہی ہوتی نہیں آتی تھی۔ جب بادشاہ فتح کی کوششوں میں ناکام رہا۔ کوئی صورت بہتری دکھائی نہ دی تو استفسار حقیقت کیلئے منجموں اور گردش افلاک کے راز دانوں اور ایسے لوگوں کو جو سیارہ کی چالوں کی واقفیت کے دعویدار تھے ان سبکو اپنے دربار میں فراہم کیا۔ انکو حکم دیا کہ اپنے علم و کمال سے بغور و خوض کامل یہ دریافت کرو کہ یہ مہم سر بھی ہوگی یا نہیں۔ اور ہوگی تو کیونکر اور کون سے بہادر کے ہاتھ سے۔ ان لوگوں نے اپنے علم کی رو سے جو کچھ دریافت ہوا اور پتہ لگا۔ سب نے بالاتفاق عرض کیا کہ جہاں پناہ ایک شخص فرقہ سپاہ کے اندر بادشاہ کے نوکروں اور سپاہیوں کے زمرہ میں اسی جگہ اور اسی مقام پر اور اسی سپاہ کے درمیان موجود ہے۔ اس مہم کی فتح کی چابی اس بزرگ کی زبان پر دکھلائی دے رہی ہے۔ یعنی فتح یا شکست کا مدار اس بزرگ کی دعا پر قادر کل نے منحصر کر رکھا ہے۔
منجم جب یہ راز کی بات کھلے طور پر بیان کر چکے۔ تو دوراندیش بادشاہ نے پوچھا کہ اس قدر بات تو ظاہر ہوگئی مگر دریائے فوج بے پایاں ہے۔ سپاہی شمار و قطار سے باہر ہیں اس بیشمار تعداد میں کیونکر پتہ لگایا جائے کہ وہ بزرگ کونسے ہیں۔ تاکہ ان سے مطلب و مدعا کیلئے عرض معروض کیجائے۔ بلا درخواست کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ فتح کیلئے خدا کی بارگاہ میں التجا کریں۔ اور ہمیں فتح نصیب ہو۔ منجموں نے کہا بادشاہ اسقدر متردد نہ ہوں ان بزرگ کی شناخت کا نہایت آسان طریقہ ہم عرض کریں گے۔ اور بتائیں گے کہ کیونکر وہ بزرگ آپکو ملیں اور کیونکر اس خاص بابہ میں آپ انسے ملتجی ہوں۔ عنقریب ایک دن آنیوالا ہے کہ اس روز کی رات کو طوفان باد و باران اور استداد باد تند بدرجہ اتم آئیگا۔ عقبت کا اندھیرا چھا جائیگا۔ شدت طوفان و تیزی و تندی ہوا سے فوج کے تمام خیمے خرگاہ و بیخ و بنیاد سے اکھڑ جائیں گے اور نہایت ابتر و پریشان ہو جائیں گے۔ لشکری ششدر و حیران پھریں گے۔ اندھیر و تاریکی کا

یہ عالم ہوگیا کہ ہاتھ کو ہاتھ سوجھائی نہ دیتا۔ لشکر کا لشکر ابتر ایکدوسرے کے پہلو بہ پہلو ہوتے ہوئے ایکدوسرے سے بے خبر و حیران ہوگیا۔ تمام مشعلیں۔ چراغ اور شمعیں شدتِ طوفان کے سبب خاموش ہوجاتیں گی۔ لیکن اس بزرگ کا خیمہ جیسا کہ تھا اسوقت موجود ہے بدستور کھڑا رہیگا۔ بادِ تند اس بزرگ کے خیمہ و خرگاہ کو جنبش نہ دیسکے گی اور ان بزرگ کے چراغ کا کچھ نہ بگاڑ سکے گی۔ اگر عالم ہمہ برباد گردد۔ چراغ مقبلاں ہرگز نمیرد

یہ ہیں علامات اور شناخت اس جوانمرد راہ طریقت و حقیقت کی۔ اس سے زیادہ مفصل و مشرح پتہ عرض کرنا ہمارے امکان و علم سے باہر ہے۔ امید ہے حضور بادشاہ خود ان بزرگوں کو ڈھونڈ نکالیں گے۔ اور گوہرِ مقصود گویا بادشاہ معظم کے دستِ مبارک میں موجود ہی ہے۔ دن کو تو یہ باتیں ہوئیں۔ اتفاق کی یہ بات ہے کہ رات ہوتے ہی بادِ تند کا ایک طوفان اٹھا۔ اور وہی حالت قائم ہوگئی جو دن کو واقفانِ رموزِ علمِ نجوم نے بتلائی تھی۔ لشکر بھر کے خیمے اور ڈیرے اور خیمہ و خرگاہ سب کا سب ہوا اڑا لیگئی۔ مشعل و چراغ غرض ہر شے جو روشنی کا کام دیسکتی تھی ناپید ہوگئی لیکن چراغ اور خیمہ و ڈیرہ اس آفتابِ مملکتِ شریعت و آں بدرِ تابندۂ طریقت کا بدستور ہی آن وہاں سے قائم و موجود پایا گیا۔ بادشاہ جو دل سے جویا اور متلاشی اسی معنی تھا۔ اسنے بنظرِ تحقیق و تدقیق تمام علامات و نشانات کا پہلے معاینہ کیا۔ پھر یہ سوچا کہ اب ان بزرگ کے قدم لیں تو کیونکر لیں اور عرض مدعا کریں تو کیونکر کریں۔ کچھ سوچ سمجھ ایک کالی بھاری کملی سر سے پاؤں تک لپیٹ لی۔ اور جوں توں جھٹ خیمے کے اندر داخل ہوگئے۔ آ دیکھا نہ تاؤ جاتے ہی اپنا اصل مطلب عرض کر دیا۔ اب ہو کیا سکتا تھا۔ یہ نفسِ نفیس بادشاہِ وقت دست بستہ بلیج موجود۔ آنحضرت نے فوراً فاتحہ پڑھی اور اس کے بعد دعا کی اور جھٹ پٹ بادشاہ کو رخصت فرمایا۔ کہتے ہیں کہ دوسرے ہی دن مہم خاطر خواہ سر ہوگئی بادشاہ فتحیاب ہوگیا۔ دشمن مغلوب ہوگیا۔ دم دبا کر بھاگ گیا۔ جب مہم کا کام انجام فتح ہوچکا۔ ذاتِ مبارک آنحضرت کو وقوعِ اس واقعہ سے اپنی شہرت کا خطرہ دامنگیر ہوگیا۔ آپ نے خیال فرمایا کہ اب ممکن نہیں اہلِ غرض و حاجات آرام چین سے بیٹھنے دیں۔ لوگوں میں یہ بات ہوئی تو جم غفیر آئیں گے۔ ستائیں گے۔ یادِ الٰہی میں قطعی خلل آئے گا۔ ان خیالات کا دل میں گذر ہونا تھا کہ خیمہ و خرگاہ اور اپنا اسباب اور بوریہ بدھنا وہیں چھوڑا اور چپ چاپ بیک بینی و دو گوش وہاں سے چلے آئے۔ اور براہ راست اپنے پیر کی خدمت میں حاضر ہوکر نہایت ہی عجز و انکسار و خاموشی طریقت سے اپنے ایام زندگی بسر کرنے لگے۔ اور وہاں اپنی مستقل سکونت اختیار کرنیکی دل میں ٹھان لی۔ چالیس سال کامل وہیں بسر فرمائے۔ لیکن یہ نہیں کہ آرام سے چین سے کھایا اور سو رہے یا شغل و عیش سے گذارے بلکہ ان چالیس سالوں میں آپ نے ایسے ایسے سخت مجاہدات کئے کہ تماقتہ نے شاقہ محنت برداشت کی اور بڑی بڑی بھاری ریاضتیں آپ سے ظہور میں آئیں۔ آپ نے یاد اللہ کی اور نہایت درجہ کی نفس کشی اور حد درجہ کی محنت کی۔ جب چالیس سال پورے ہوچکے تو آپکے مرشدِ برحق سے حکم ملا کہ ولایت پانی پت آپکو عطا کیگئی ہے جائیے اور سنبھالئے

آپنے عرض کیا کہ وہاں تو بوعلی قلندر صاحب کا تعلق ہے۔ وہ بھی وہیں سکونت پذیر ہیں۔ مگر حکم ہوا کوئی حرج نہیں
وہ اپنے گھر آپ اپنے گھر امر عالی اور راہبر حقیقی کے حکم سے انحراف ہو جائے یہ ممکن ہی نہیں۔ آپ پانی پت پہنچ گئے اور
جاتے ہی اپنا خادم شاہ شرف بوعلی قلندر صاحب کی خدمت میں بھیجا اور اسے سمجھا دیا کہ جا کر ہماری طرف سے سلام مسنون
عرض کرے اور عرض کرے کہ اگر آپ یہاں تک قدم رنجہ فرمائیں اور تشریف لائیں تو باہم ایک دوسرے سے روشناسی
اور ملاقات ہو جائے اور باہمی گفتگو سے تبادلہ خیالات ہو جائے۔ جو دونوں کو فائدہ پہنچائے تو اچھا ہے کوئی حرج
کی بات نہیں۔ آپکا خادم جب قلندر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ شیر کے لباس میں ہیں یہ حالت دیکھ کر
خادم میں جرأت کہاں تھی کہ سوال و جواب کرتا۔ اسنے کوئی قیل و قال کرنا مناسب نہ جانا چپ چاپ جسطرح گیا تھا اسیطرح
واپس آگیا۔ جو کچھ دیکھا تھا۔ وہ ان حضرت کی خدمت میں عرض کیا۔ آپنے تمام حالات کو سنا اور خادم سے فرمایا کہ بھائی
دوسری دفعہ جانا مناسب ہے۔ جاؤ اگر وہ انسانی لباس میں دکھائی دیں تو ہمارا وہی پہلا سلام و پیام بجنسہ پہنچا دینا
اور اگر وہی شیر کا لباس ہو تو خاموش ہی واپس چلے آؤ۔ بلکہ یوں کہو کہ آپ تو شیر ہیں۔ شیروں کو شہروں میں
رہنے کی کیا ضرورت ہے جائیے آپ جنگل میں جائیے۔ چنانچہ آپ کا خادم مکرر آپکی خدمت میں حاضر ہوا
اور اس نے پھر دیکھا کہ آپ وہی شیروں کے لباس میں ہیں۔ خادم نے جرأت کی اور عرض کیا۔ یا حضرت حضرت شیخ
نے آپکو سلام کے بعد یہ پیام دیا ہے کہ شیروں کی جگہ تو جنگل میں ہے۔ آبادیوں اور شہروں کے اندر شیروں کا کیا کام ہے
جونہیں کہ آپنے یہ پیغام سنا۔ پوستین جو پہنے ہوئے تھے فوراً اتار دی اور پوستین کو اپنے کندھے پر ڈال لیا۔ روانہ
جنگل ہوئے اور ایک عرصہ جنگل میں ہی رہتے سہتے رہے۔ ان واقعات کی شہرت ہوئی۔ حضرت شیخ جلال الدین
پانی پتی کو حضرت بوعلی قلندر صاحب سے خوب رسوخ حاصل تھا۔ اور دونوں بزرگوں میں باہمی رسم و راہ بھی باہمی
اخلاص و محبت درجہ کمال کو پہنچا ہوا تھا۔ چنانچہ حضرت جلال الدین پانی پتی نے حضرت شیخ کی خدمت میں عرض کیا کہ بندہ کو
حضرت بوعلی قلندر صاحب سے خصوصیت حاصل ہے۔ باہمی محبت ہے ایک عرصہ ہو گیا کہ میری قلندر صاحب سے ملاقات
نہیں ہوئی۔ شوق ملاقات پیدا ہو گیا ہے۔ مگر آپکی اجازت کے بغیر کوئی حرکت نہیں کر سکتے۔ اگر آپ فرمائیں تو
قلندر صاحب کو لے آئیں۔ آپنے فرمایا کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ جائیے لے آئیے۔ بلکہ میری جانب سے بھی
قلندر صاحب کا اطمینان کر دیں اور فرمائیں کہ آپ تشریف لے آویں۔ شوق سے آبادی کے اندر رہیں ہمیں
خاطر جمع سے سکونت اختیار کریں۔ آبادی ہماری اور ناموری آپکی۔ حضرت جلال الدین قدس سرہ جنگل سے
قلندر صاحب کو جستجو و تلاش کے بعد لائے اور قصبہ کے اندر آپکو لا بٹھلایا۔ اسوقت کا کلام پیشین گوئی بن کر
آجتک پاتی ہے۔ اور یہ رسم بدستور جاری ہے کہ حضرت قلندر صاحب کے نام کا غلغلہ اور شہرت حضرت شیخ صاحب سے
زیادہ اور اسقدر ہے کہ یہ بے سواد مکتب دانش اس شہرت کا ایک شمہ بیان کرنا چاہے۔ تو بیان نہیں کر سکتا۔

مرشدِ برحق شہر میں قیامت تک کی نیند میں آرام پڑے سوتے ہیں بیشمار دنیادار آپکے آستانہ علیہ پر ذوق و شوق سے آتے سرِ نیاز خم سے جھکاتے اور گھساتے ہیں۔ اور فیض بے اندازہ اٹھاتے ہیں۔ آپکی وفات دسویں ماہ جمادی الثانی کو واقع ہوئی تھی۔ رباعی

ولد نعمت ترک شمس الدین معین	بر ولایت شہر پانی پت معین
رفت دہ روز از جمادی الآخریں	شمسِ ملت شد بحق وصلت گزیں

ان سے سرِ حلقۂ اولیائے زماں۔ سر دفتر کبارِ جہاں شیخ جلال الدین عبد الرحمٰن پانی پتی۔ مرید و خلیفہ حضرت شمس الدین ترک پانی پتی ہیں۔ شہرۂ خاص و عام ہیں۔ آپ کی وفات بتاریخ تیرھویں ربیع الاول سنہ کو وقوع میں آئی تھی۔ مدفن آپ کا بھی پانی پت میں واقع ہے۔ رباعی

وادنعمت ترک شمس الدین ولی	بر جلال الدین شہ پانی پتی
در دہ و سہ از ربیع الاولیں	شد جلال الدین بفضل حق گزیں

ان سے محقق و کامل، مدقق حضرت شیخ مخدوم عبد الحق ہیں۔ آپ مرید و خلیفہ حضرت شیخ جلال الدین عبد الرحمٰن پانی پتی ہیں۔ حضرت عبد القدوس گنگوہی قدس سرہ لکھتے ہیں کہ آپ کی والدہ ماجدہ مخدرہ کی عفت گزیں عصمت امان و ریاضت مآب قائم اللیل مرتاض اور عبادت گذار تھیں۔ آپکی والدہ محترمہ کا یہ مدام دستور رہا کہ شام کی وضو سے صبح کی نماز پڑھا کرتیں گویا تمام شب ایک لمحہ نہ سوتیں ذرا آنکھ جھپک جائے تو وضو کہاں رہتا ہے۔ مخدوم عبد الحق ابھی خورد سال تھے کہ تمام رات آپ یاد الٰہی میں رہا کرتیں اور صاحبزادہ صاحب کو انکی چارپائی پر تھپک کے سلادیا کرتیں۔ اور رات بھر میں دو تین دفعہ انکی خبر گیری کر لیا کرتی تھیں حسب دستور انکی والدہ معظمہ تمام شب مصروف الٰہی تھیں کہ ایک رات انکی آنکھ آدھی رات کو کھل گئی۔ ادھر ادھر کروٹیں لیتے رہے مگر والدہ کو سوتے ہوئے اپنے ساتھ نہ پایا۔ ہر چند دائیں بائیں دیکھا نہ ملیں۔ زیادہ غور و تلاش سے آپنے ڈھونڈ نکالا۔ اور دیکھا کہ ایک کونے میں بوریئے پر تشریف رکھتی ہیں اور مصروفِ یادِ الٰہی ہیں بلکہ اسقدر مستغرق ہیں کہ مخدوم صاحب کی متجسسانہ حرکات اور تلاش سے آپکو کوئی خبر نہیں ہوئی۔ جب مخدوم صاحب نے امر واقعہ پر غور کیا۔ تو انکو خود از روشن ہو گیا کہ والدہ صاحبہ مصروف یاد الٰہی ہیں۔ آپنے بھی قبعت وضو کیا ایک گوشے میں بوریا ڈال لیا۔ تسبیح سنبھال اللہ اللہ کرنے لگے۔ مگر والدہ سے الگ تھلگ دوسرے گوشۂ تنہائی میں لگے رہے اپنی والدہ کی تقلید میں یہ اوپر لکھا جا چکا ہے کہ مخدوم صاحب کی والدہ کا قاعدہ تھا کہ رات بھر میں کئی دفعہ اپنے لخت جگر کی خبر گیری کر لیا کرتیں۔ چنانچہ قاعدہ کے مطابق جب خبر گیری کا وقت آیا۔ اور چارپائی پر پہنچیں تو دیکھا بر خوردار نہیں ہیں۔ ٹٹولا۔ مگر ہاتھ نہ آئے۔ پھر چار سو متلاشی ہوئیں تو دیکھا۔ اپنی

مادر بزرگوار کی تقلید میں خاموش و مودب ایک گوشہ میں مصروف یاد الٰہی ہیں۔ تب آپ سخت حیران ہوئیں
اور قریب آکر چمکارا اور فرمایا۔ بیٹا ابھی تمہاری عمر بہت چھوٹی ہے۔ ابھی سے تم ریاضت نہیں کر سکتے
اگر کرو بھی تو تمہاری صغر سنی اس محنت کی برداشت نہیں کریگی۔ ابھی سے جاگنا تمہارے نشو و نما میں مخل ہوگا
صحت خراب ہو جائیگی۔ شب و روز کی بیداری جب موزوں ہوتی ہے جب جوانی ہو۔ اٹھو۔ آرام کرو۔ حضرت
مخدوم نے ان باتوں کو مادرانہ محبت پر محمول نہیں کیا۔ ٹھنڈے دل سے ان الفاظ کو نہیں سنا۔ بلکہ گھبرائے اور
رنجیدہ ہو کر اپنی والدہ سے فرمایا میری والدہ راہزن ہیں۔ خود تو رات بھر یاد الٰہی میں مشغول و مصروف رہتی
ہیں اور مجھے اس نعمت سے محروم رکھنے کیلئے تحریک کے سلسلہ کرتی ہیں یہ انصاف نہیں۔ محبت نہیں۔ دشمنی
ہے۔ عداوت ہے۔ اسی دم بلا اطلاع بقدر اصلاح گھر سے نکل بھاگے۔ اور سیدھے دہلی کا راستہ لیا۔ دہلی کا
قصد یوں کیا کہ وہاں آپکے برادر کلاں ملازمت کی تقریب سے سکونت پذیر تھے۔ آپکے بڑے بھائی کا نام
دہلی میں مولانا تقی الدین مشہور تھا۔ آپ درس فرماتے تھے۔ خاص شاہی دربار میں بھی آپکو اچھا خاصا تقرب
حاصل تھا۔ آپکے تمام اقربا یا اعزا کی یہ دلی خواہش تھی کہ حضور بادشاہ میں انکی توقیر زیادہ ہو جسقدر
دوست آشنا اور احباب تھے وہ بدل انکی عزت و احترام کی ازدیادی کے خواہاں و جویاں تھے۔ اور سب
کوشش میں لگے ہوئے تھے۔ حضرت مخدوم بایں نوردسالگی و تنہائی جب اپنے برادر اکبر سے جا ملے تو وہ اپنے
عزیز برادر اصغر کو دیکھ کر بہت خوشوقت ہوئے۔ اور ہوتے ہی شفقت برادرانہ سینہ دل فرمائی۔ آپکو بغل
میں دبا لیا۔ الغرض دیار سے تن تنہا تشریف لانیکی وجہ پوچھی کہ یوں یکہ و تنہا یک بینی و دو گوش
گھر سے چلے آئے۔ خدانخواستہ آپکو کسی نے زیادہ پریشان کیا یا کیا بات ہوئی۔ آپنے فرمایا بھائی جان
ہماری والدہ کا حال عجیب و غریب ہے اور ہمیشہ اور تمام رات یاد الٰہی میں لگی رہتی ہیں۔ اور عجیب ہے
ہمیں آرام و راحت کی ترغیب دیتی ہیں۔ انکی حرکات سے مجھے یقین ہو گیا کہ وہ میرے حق میں مادر مشفقہ
نہیں ڈاکو ہیں۔ تب میں بلا اجازت و بلا رخصت والدہ مکرمہ و مشفقہ گھر کو خیرباد کہہ کر چپ چاپ چلا آیا ہوں
بھائی نے کہا خیر اب جو آگئے ہو تو یہ بھی تمہارا ہی گھر ہے رہو۔ دوسرے دن ایک استاد کامل کے روبرو
انہیں بیٹھا گئے۔ حضرت استاد نے (کتاب) صرف دانی جو کہ علم صرف کا قاعدہ ہے جو مبتدیوں کو پڑھایا جاتا ہے آپکے سامنے رکھا گیا اور شیرینی
تقسیم کیگئی۔ پھر فاتحہ و دعائے خیر کے بعد آپ کو ایک معقول معلم کے حوالے کر دیا گیا کہ دونوں وقت جایا کریں
اور پڑھا کریں۔ چنانچہ آپ جاتے رہے۔ معلم نے تعلیم شروع کی جب الفاظ " ضرب یضرب "
جو صرف صغیر میں گردانیں ہیں۔ آپکو پڑھائی جانے لگیں تو آپ گھبرائے اور استاد سے سوال کیا کہ مہربانی
سے مجھے ضرب یضرب کے معانی و مطالب سے مطلع فرمائیے استاد نے جیسے تھے بتلا دئے کہ ضرب کے معنے مارنا ہیں

آپنے یہ معنی سنتے ہی السیدم کتاب کو بند کر دیا۔ اور کہا کہ ماسوا خدا کے نزدیک گنہگار ہوتا ہے۔ میں ایسے علم سے دور ہی اچھا ہوں۔ مجھے ایسے علم کی خواہش نہیں ہے۔ جو ماسوا سکھلائے۔ میرا ایسا علم پڑھنا اور سیکھنے کا خواہشمند ہوں۔ جو پروردگار عالم کی خوشنودی سکھائے۔ اور عین اوسی ذات تعالیٰ کی رضامندی پر قائم دائم رکھے

علماء و فضلاء نے مولوی جی سے عرض کیا کہ یہ طفل معمولی نہیں۔ اسکے عادات و حرکات و خیالات غیر معمولی ہیں اس بچے کا اشتیاق ہی بڑا لگاتا ہے۔ ذوق توحید اس کے کلام سے عیاں ہے۔ اسکی مذاق کی صداقت اسکی گفتگو سے نمایاں ہے۔ بات بات سے تصوف ٹپکتا ہے۔ پس علوم ظاہری کی تعلیم و تلقین بیفایدہ مشقت ہے اور یوں زمانہ رائیگاں کھونا ہے۔ انکی تعلیم کا راستہ دوسرا ہے بلکہ مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرت کو خود مختار اپنی ہی مرضی و رائے پر چھوڑ دیا جائے کہ طلب خدا کریں بسہولت جو ان کے مزاج میں آئے وہ سیکھیں جب زیادہ راتیں دھوپ آئی گئیں، اور خود نگار جہان اسطرف دیکھا۔ مربی و سرپرست چاروناچار بے خیال و خاموش ہو گئے۔

مگر حضرت مخدوم اس حالت میں قریباً ایک سال کا زمانہ وہیں مقیم رہے اس عرصے تک اپنے مفید مطلب و مسائل کے متلاشی رہے۔ جب کشود کار اور مقصد رسی کا کوئی ذریعہ وہاں نہ ملتا دیکھا۔ سفر کی ٹھان لی سمت لاہور اپنے دل کے اندر منزل گاہ یا منزل مقصود قرار دیکر منزل بہ منزل روانہ ہو گئے۔ جب پانی پت میں پہنچے شیخ جلال الدین عبدالرحمن پانی پتی جو اس وقت اتفاقیہ تماشائے راہ گذران کیلئے مسجد میں تشریف فرما تھے کہ حضرت مخدوم جبکہ سات آٹھ سال کے ہونگے اپنی منزل مقصود کو جاتے ہوئے اس راہ سے گذرے جو اس وقت آپکی نگاہ کے نیچے تھا۔ آنحضرت نے نور باطن سے دیکھ لیا کہ بزرگی و برتری کے آثار و علامات آپکی پیشانی پر نورفشاں ہیں۔ اور نشانات ولایت آپکی پیشانی کے غرہ پر چمک رہے ہیں تو آپنے مخدوم صاحب کو بلا لیا آپکے مولد و مسکن کی بابت آپسے استفسار فرمایا۔ مخدوم صاحب نے ابتدا سے انتہا تک اپنا تمام قصہ والدہ معظمہ کی عنایت دہلی جانا تعلیم و تعلم۔ وہاں سے ناکامی بہ ارادہ تعلیم راہ خدا کی غرض سے جانب لاہور کی روانگی من وعن سب کہہ سنائی۔ اور بتلایا کہ آباؤ اجداد کا وطن قصبہ ردولی ہے۔ وہاں ہی نکلنے کا حال آپ کو بتلا چکا ہوں۔ اب جو ارادہ ہے وہ بھی عرض کر چکا۔ اب زیادہ سے زیادہ خواہش ہے کہ طریقہ یاد الٰہی جس کی مجھے اتم خواہش ہے کہیں سے سیکھوں۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ طریقہ یاد الٰہی تو اس فقیر کو بھی اچھا آتا ہے۔ اگر چاہو مجھی سے سیکھ لو۔ انہوں نے قبول کر لیا کہ میں تو گھر سے اسی غرض کیلئے نکلا ہوں۔ آپ اگر اچھا جانتے ہیں تو جو بہتر مراد آپ ہی بتلا دیں۔ چنانچہ حضرت شیخ اسیدم ایک گوشہ تنہائی میں لے گئے اور اسم ذات سکھایا۔ لیکن ساتھ ہی ہدایت فرمائی کہ تصور پیر بھی ساتھ ہی رکھا کریں یہ ممد و معاون ہوگا۔ تصور کا ذکر کرتے ہی آپ تیور بگڑ گئے اور صاف انکار کر دیا کہ میں تو مسلمان ہوں مجھ سے بت پرستی نہ ہو سکے گی۔ آپ پھر اٹھ کھڑے ہوئے اور

راہ لاہور پھر پکڑ لیا۔ لیکن جب خانقاہ سے نکلے اور دیکھا زمین سے تا آسمان جہاں تک نگاہ جاسکتی اور دیکھ سکتی ہے اور جدہر جاسکتی تھی ہر شے اور ہر جانب تصور حضرت جلال الدین عبدالرحمنؒ دکھائی دیتا تھا بجز انہی شبیہ کے دوسری شے نگاہ میں نہ آتی تھی۔ جدہر نگاہ اٹھاتے وہی سامنے نظر آتے۔ حتیٰ کہ در و دیوار انسان وحیوان سنگ وخشت شجر وثمر جو چیز بھی دیکھتے آپکی نظر مبارک میں وہی متبرک صورت دکھائی دیتی تھی۔ قطعی وہی صورت محیط ہوگئی تھی۔ آنکھیں کھولتے تب بھی اور آنکھیں بند کرکے دیکھتے تب بھی صورت حضرت موصوف ہی دکھائی دیتی تھی۔ یہانتک کہ آپکو منزل مقصود کا راستہ بھول گیا۔ رات دن حیران وسرگردان گھومتے پھرتے رہے جس شخص کیطرف اس خیال سے دیکھتے کہ اس سے کوئی راستہ پوچھیں تو اسکی شکل وشباہت بھی انہیں حضرت کی نظر آتی۔ جب ناچار ہوکر سو جاتے تو خواب میں کوئی کہتا ہوا دکھائی دیتا کہ اپنے رہبر شیخ جلال الدین کا دروازہ بھولے پھرتے ہو۔ جب ہر سمت وہر سو یہی کچھ دکھائی دیا۔ سوتے جاگتے کسی مقام میں کسی حالت میں حضرت کی شبیہ مبارک نگاہ سے اوجھل ہی نہ ہوئی ناچار پریشان وسرگرداں ہوکر اسی در دولت پر پہنچے اور حضرت شیخ جلال الدین کیخدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ درحقیقت ایمان وہی ہے۔ جو حضرت نے ارشاد فرمایا ہے۔ پس وقت بیعت کی اور غلامی اختیار کی۔ پھر کیا تھا۔ بہت تھوڑی مدت آپنے پیر کیخدمت میں حاضر رہے تھے۔ کہ منازل سلوک خود بخود طے ہوتی چلی گئیں۔ اور آپ جہت اعلیٰ عروج پر دکھلائی دینے لگے۔ جب یہ حالت دیکھی حضرت مرشد نے فوراً خرقہ خلافت عطا فرمایا۔

ان حضرت کی وفات پندرھویں جمادی الثانی کو واقع ہوئی سنہ وفات حساب ابجد سے معلوم ہوگا۔ مزار مبارک آپ کا موضع ردولی میں کہ وہ مضافات لکھنؤ میں واقع ہے۔ اور زیارت گاہ خلائق ہے۔ عام وخاص جو زیارت گاہ پر حاضر ہوتے ہیں طرح طرح کے فیض پاتے ہیں۔ رباعی

از شہ یابی بیا شیخ جلال	شیخ عبدالحق شدہ صاحب کمال
از جمادی الآخر بیا شہر پانزدہ	کو بجنت پرگز آرام گہ

ان سے ہادی برحق۔ قطب مطلق شیخ احمد عبدالحق مرید وخلیفہ ونیز خلف الصدق حضرت و خلف الصدق حضرت مخدوم احمد عبدالحق کے ہیں۔ آپ کی وفات ستر ہویں تاریخ صفر کی مہینے میں بمقام ردولی واقع ہوئی تھی۔ یہ مقام وہی ہے جو پہلے عرض ہوا۔ اور مضافات لکھنؤ میں تا حال آباد ہے۔

رباعی

عارف حق احمد از وصل آست	در رہ دین طریقت کامل است
چہل ثلاثہ بیست آنچہ از عمر بود	ہفدہم ماہ صفر رحلت نمود

ان سے عارف محقق کامل مدقق حضرت محمد عارف عبدالحق مرید وخلیفہ وخلف الصدق شیخ عارف عبدالحق

ان کی وفات اکیسویں ماہ شعبان ہے۔ مقبرہ آپ کا بھی ردولی میں موجود ہے - رباعی

در کمال آں ولی عالیجناب — شد محمد شیخ عارف فیضیاب

از مہ شعبان چو بد بست و یکم — آب بحر زندگیش گشتہ کم

ان سے گنجور گنجور حقیقت خازن خزاین معرفت چراغ آفرینش و ملت حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی از فرزندان حضرت امام اعظم - مرید - خلیفہ و داماد حضرت شیخ محمد عارف عبد الحق ہیں آپ کا مجمل احوال فقط اتنا ہی کیوجہ سے یہ ہے کہ آپ اوائل حال میں خدمات آبکشی انجام فرماتے۔ اسکے علاوہ متعلقہ خانقاہ کے استنجا کیلئے ڈھیلے ڈھیلے فراہم کرکے لاتے اور موجود رکھتے۔ درویشان و خادمان درگاہ کے علاوہ مہمان و زائرین جو بیرونجات سے زیارت کیلئے آتے انکے بار حیات بھی دھویا کرتے تھے بلکہ زنانے کپڑے بھی دھونے کیلئے آپکے حوالے ہوتے۔ آپ اپنے لباس کیلئے ناپاک پھینکے پھینکائے ٹکڑے اور قرار دادہ دھجیاں گلیوں سے چنکر اکھٹی جمع کرتے اور پھر ان دھجیوں کو پیوند در پیوند جوڑ کر اپنا پیراہن یا دوسرا کپڑا اپنے ہاتھوں شب و روز کی مشقت سے طیار کرکے تھے۔ اور اسے خوب دھو دھلا پاک و صاف کر لیا کرتے تھے۔ اللہ اکبر یہ ان بزرگوں کی گذر یا اوقات تھی۔ معمولی سے معمولی انسان کا ترک شدہ و ناکارہ کپڑا اٹھا جانے کن کس کم ذات لوگوں کا ہوتا ہوگا۔ خود اسکی تلاش سفر بھی۔ سلائی۔ دھلائی سبھی کچھ خود ہی کرتے۔ اپنی شان۔ ذات صفات کا کوئی غرور آپکے دل و دماغ میں کبھی نہ آتا انکساری ہی ایک چیز ہے جسکی بدولت انسان ساری حیات کا سرتاج سمجھتا ہے غرور و تکبر اور گردن کش کو تمام جہان کی ذلت نصیب ہوا کرتی ہے۔ آپنے ایک آدھ مہینہ نہیں بلکہ چالیس سال اسی حالت میں بسر کئے جو آج کل کے تیلی تنبولی کو بھی گذارنا پڑے تو انکا سا جواب دیدے۔ اور تو معاذ اللہ منہا خدا کی شان میں گستاخیاں کرنے لگے۔ ان بزرگوں کو قدرت نے کیسے دل گردے عطا فرمائے تھے کہ اس قسم کی نہایت ادنیٰ درجہ کی زندگی بخندہ پیشانی صبر و سکون کیساتھ خوش خوش گذارتے۔ ایک آجکل کے زمانے کے ہم لوگ ہیں کہ باوجود پرتکلف نعمتوں کے حقیقی طور پر خداوند عالم کے شکر گذار نہیں ہوتے۔ بلکہ نہایت ناشکری میں بات بات پر بگڑتے اور خدا سے جنگ ٹھان لیتے ہیں آپ ہر وقت بے تعلقانہ اور بیگانہ طور پر رہے اگرچہ چالیس سال کی مدت دراز سے وہاں سکونت پذیر تھے۔

ایک روز حرم محترم حضرت شیخ محمد عارف عبد الحق قدس سرہ اپنے صحن خانہ میں بیٹھی تھیں کیا دیکھتی ہیں کہ ماہ تاباں شمال مشرق سے آسمان پر سے اترا ہے اور انکے گریبان کی راہ سے انکے کنار میں آگیا ہے۔ یہ اس ماجرے کو دیکھکر سخت ششدر و حیران ہوئیں۔ اور جب موقعہ ملا تو آنحضرت اپنے خاوند کیخدمت میں تمام ماجرا حیرانی سے عرض کیا آپنے فرمایا تم نہیں سمجھیں یہ ماہ جو آپنے دیکھا ہے۔ یہ در اصل عبد القدوس گنگوہی ہیں۔ اسی شخص کو آپ ماہ تاباں تصور کریں

اور خود آپ چاہیں اپنی بیٹی آپکے نکاح میں دیدیں۔ بی بی صاحبہ جیسے ایسے بزرگ خاوند کی حکم سے کب انحراف کر سکتی تھیں۔ انہوں نے خوش رضا و رغبت کا اظہار فرمایا۔ لیکن قبیلہ اور عزیز واقارب کی عورتوں میں جب یہ واقعہ شہرت پذیر ہوا تو انہوں نے نکلی اڑائی۔ اور تمسخر اور مذاق کرنے لگیں۔ اور بہت سی ستورات کو باہمی اس قسم کی گفتگو کرتے سنا گیا کہ خدا جانے کہاں کا رہنے والا جان نہ پہچان۔ ذات نہ صفات۔ پیر ہی جانے دو آمیزش اور خانقاہ کی ادنی خدمات جو شخص کرتا ہے۔ اسے اپنی بیٹی کا ہاتھ پکڑا دینا اچھی بات نہیں ہے۔ حضرت مخدوم جب ان باتوں کو سنتے تھے تو الحاح اور گریہ وزاری کرتے تھے۔ ایک روز جرأت کی اور اپنے شیخ کی خدمت میں عرض کرنے لگے کہ میں تو حضرت کی درگاہ کا کلوخ چین اور سقہ ہوں اور ایک ایسا ناکارہ ڈھیلا ہوں کہ جسے ٹھوکر مار کر جہاں چاہو پھینک دو۔ اور ریزہ ریزہ کر ڈالو۔ گو عام لوگ طعن و تشنیع کرتے تھے۔ مگر آپ کے کمالات سے ایک شخص بھی واقف نہ تھا۔ ہاں آپکو اور آپکے کمالات اگر جانتے تھے۔ تو حضرت شیخ ہی جانتے تھے۔ لہٰذا ان باتوں کو سن کر انہوں نے دن و تاریخ شادی و عروسی مقرر کر دی۔ ایک کنیز حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضر آئی اور یہ مژدہ سنا گئی کہ فلاں دن آپکی شادی کیلئے مقرر ہوچکا ہے۔ چنانچہ بروز شادی حضرت کو متکلف لباس پہنایا گیا۔ اور عروسی کے لئے آراستہ پیراستہ کیا گیا۔ اور ادائے رسومات کیلئے اندرون خانہ لیگئے۔ اور مغنیہ عورت نے ردا جا گانا شروع کیا ان آوازوں کے اثر سے آپکی حالت دگرگوں ہوئی۔ آپنے سر سے سہرہ اتار کر دور پھینکا دستار سر سے اتاری اور دے ماری۔ لباس عروسی کو پارہ پارہ کیا۔ گریبان کو چاک کیا۔ اور لگے رقص کرنے۔ رقص سے بھی حالت اصلی واپس نہ آئی۔ آپ وہاں سے نکلے اور سیدھے جنگل کو چلے گئے۔ شادی کا موقعہ تھا۔ عزیز واقارب یار و آشنا اہل برادری و محلہ تمام قسم کے بیشمار لوگ حاضر و موجود تھے۔ بیوقت ان حرکات سے سب برافروختہ ہوئے اور بہت سے لوگ تو حیران تھے۔ اور بہتوں نے مذاق اڑانا شروع کیا اچھی سسرال ہے۔ اور نوشہ کیسے عجیب الخلقت ہیں۔ وہاں رسومات کو بلایا تھا مگر خود ہی ناچنے اور تماشہ دکھلانے۔ ایسے سڑی سودائیوں کی کوئی شادی کیا کرتا ہے۔ خدا جانے بیچارے کہاں کے مارے مارے ہیں۔ نہ ذات کی خبر نہ سکونت کا پتہ۔ بھلا جی لوگ اپنوں بیگانوں میں بھی تو تمیز نہیں کرتے۔ لو اور لو دیکھو حرکات تو جو کچھ تھیں ہی تھا۔ کپڑے ویڑے بھی میاں نے پھاڑ الٹ کئے۔ بھلا یہ بھی ہے کہ یہ گریبان چاک کرنا اور جنگل کو سڑی سودائیوں کی طرح بھاگ جانا عقلمندوں کا شیوہ ہے۔ اچھے رہے۔ اچھے گھر بیاہنہ دیا ہے۔ دیکھئے اب جائیے نوشہ کو کھیت کھیت تلاش کرتے پھر گئے۔ جتنے لوگ اتنی باتیں۔ لوگوں نے طعنوں سے لڑکی کے والدین کو پریشان کر ڈالا۔ کہ ایسے مجنوں اور مسلوب العقل سے لڑکی کو بیاہ دینا۔ سراسر نادانی ہے

بزرگوں کو جانتا تھا کہ یہ کیا شئے ہیں۔ کس پایہ کے بزرگ ہیں۔ ان بزرگوں نے نہایت ٹھنڈے دل سے لوگوں کے طعن و تشنیع کو سُنا اور برداشت کیا۔ پرواہ نہ کی بلکہ آدمی دوڑائے کہ حضرت مخدوم کو جنگل سے واپس لائیں۔ چنانچہ خادمانِ درگاہ بھاگے۔ اور آپکو تلاش کرکے واپس لائے۔ دوبارہ ادائے لوازمات شادی کیلئے مستورات میں اندر لیگئے۔ اور عقد ہوگیا۔ دلہن کو ڈولی کے اندر بٹھلا دیا۔ جہیز میں ایک قرص نان جو وزن میں ایک سیر تھی بلکہ سوا سیر تھی۔ سوا پاؤ شکر تری اسپر ڈال دی اور اتنا ہی گھی اسپر ڈال دیا گیا۔ یہ ساتھ دیا گیا۔ نہایت عجز سے کہا گیا کہ سوائے اس کے ہمارے پاس اور کچھ نہیں ہے جو جہیز وغیرہ میں دیا جاتا۔ جو موجود ہے آپکے سامنے ہے۔ یہی کھائیے پیئے۔ اور یہی پہنئے۔

چنانچہ آجتک یہی رسم جاری ہے۔ اور ہر نوشہ حضرت مخدوم کے نام سے یہی اور اسیقدر اشیاء کو دیتا ہے قبول کرتا ہے۔ ہر مشکل جو پیش آتی ہے خدا کے فضل اور حضرت مخدوم کی امداد سے تو وہ حل اور آسان ہوتی۔

اولاد حضرت کی بہت سی عدم سے وجود میں آئی۔ جسقدر اولاد نرینہ یعنی صاحبزادے پیدا ہوئے سبھی عالم۔ سبھی عامل۔ اور جید فاضل و صاحبِ برکت ہوئے۔ سلسلہ قدوسیہ آپ سے سرزد ہوا۔ اور حضرت مخدوم کے کمالات صوری و معنوی کا کیا ٹھکانہ تھا۔ آپ جامع کمالات تھے۔ اور بہت بڑے صاحب کرامات۔ چودہ خانوادے ہوئے۔ چودہ کے چودہ ارشاد خلافت رکھتے ہیں۔ طالب کیلئے جس طریقہ یا جس سلسلہ سے کہ اس کا دل راغب ہوکر خواہشمند و جویاں ہو۔ اس سے فیض بے اندازہ اٹھائے اور مراد حاصل کرے پیشتر سلسلہ چشتیہ۔ قادریہ۔ طیفوریہ۔ سہروردیہ۔ نقشبندیہ میں مرید فرمایا کرتے تھے۔ اور ارشاد فرمایا کرتے تھے

چنانچہ پانچوں شجرے ان اوراق میں ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ پورے چودہ خانوادوں کے کل شجرے اگر درج کئے جائیں تو خوف طوالت ہے جسکی اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں ہے۔ امید ہے کہ ناظرین ہمارے اس قصور و کوتاہی کو نظر انداز فرمائیں گے۔ شجرہ چشتیہ کہ اوپر مذکور ہوا۔ نہایت مشہور شجرہ ہے دوسرے جامہ خلافت کہ شیخ الاسلام شیخ درویش قاسم اودھی سے پہنچا ہے۔ اس کا حال بھی مجملاً بیان کیا جاتا ہے۔ یعنی ایک طالب نے اپنی خلوص نیت سے عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ خاندان قادریہ سے ارادت لاؤں۔ چنانچہ آنحضرت نے جیسا معمول و طریقہ پیران قادریہ کا ہوتا ہے ارشاد فرمایا آپنے اس گفتگو کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ یہ فقیر خاندان عالیہ چشتیہ سے مامور و وابستہ ہے اور دوسرے کسی خاندان کی بابت فقیر کو کوئی اجازت نہیں ہے۔ وہ شخص طالب یہ جواب پاکر مایوس ہوکر واپس چلا گیا۔ اسی رات کو حضرت شیخ محی الدین سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ فرماتے ہیں۔ کہ آپ بھی ہمارے فرزند ہیں اور معیت الدیت بھی ہمارے۔ ہمارے ہی فرزند ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہوتا چاہئے کہ

بزرگ کسی شخص سائل کو نامراد کبھی اور فیض عام سے محروم جانے دیں۔ اپنے سر مبارک پر جو عمامہ تھا۔ وہ ان حضرت
کے سر مبارک پر رکھ دیا۔ اور صاف طور پر فرمایا کہ ہم نے اپنی طرف سے اجازت خلافت دیدی ہے۔ اگر ظاہر خواہاں
اور جویاں ہو تو اور ظاہر ارشاد کے طالب ہوں تو شیخ درویش قاسم اودھی کہ وہ ہمارے ہی فرزند اور ہمارے
خلیفہ ہیں ان سے طلب کریں۔ اس خواب سے جب آپ بیدار ہوئے تو فی الفور شیخ درویش محمد قاسم اودھی کیخدمت
میں بھاگے ہوئے گئے آگے شیخ محمد قاسم صاحب کو بھی اسی رات حضرت غوث الاعظم کیطرف سے اشارہ ہو چکا
تھا۔ اور مفصل اشارت ہو چکی تھی کہ شیخ عبد القدوس گنگوہی تمہارے پاس آویں گے۔ تبرکات اس خاندان عالیہ
نوازوں اور خانوادوں کے بلا تکلف ان کے حوالے کردیں۔ اور انکو صاف طور پر اجازت دیدیں کہ ہر سلسلہ
طبقہ اور ہر مشائخ کا ارادت مند طالب و مرید جو راہ خدا میں آپکے پاس آجائے نامراد و ناکام نہ جانے دیں۔
جس سلسلہ اور جس خاندان میں اسکی خواہش ہو مرید کرلیا کریں اور اسے خداشناسی و خدادانی کا راستہ
بتانے میں تامل و دریغ نہ کیا کریں۔ اسی اثناء میں شیخ عبد القدوس گنگوہی آپکی خدمت میں پہنچ گئے۔ اور
شیخ درویش قاسم اودھی سے جاکر ملاقی ہوئے۔ ایکدوسرے کی ملاقات سے مشرف و مفتخر ہوئے۔ معمولی
ملاقات کے بعد شیخ درویش قاسم نے اس خاندان کے تبرکات نکال کر حاضر کردئیے اور فرمایا کہ حسب
ارشاد و فہمائش حضرت غوث الاعظم تمام تبرکات یہ آپکے حوالے کئے۔ اور آپکو اجازت دیجاتی ہے کہ
طالب کو خواہ کسی خاندان سے ہو اور کسی خاندان سے ارادت کیلئے رجوع لائے آپ اسی خاندان میں
سے مرید و طالب کریں۔ اور اسی خاندان کے عقاید و خیالات کے مطابق اسے تعلیم و تلقین دیں۔ جب یہ
گفتگو ہوئی تو شیخ عبد القدوس نے فوراً تبرکات پیش شدہ کو نہایت تعظیم و تکریم کیا تھا اپنے سر آنکھوں
پر رکھا۔ اور باقاعدہ وصول کئے۔ اسی روز سے یہ فیض عام جاری ہے۔ یہی وجوہات ہیں کہ حضرت عبد القدوس
کو جامۂ خلافت جمیع مشائخ تمام طبقات و سلسلہ جات اور ہر خانوادہ سے دیا گیا تھا۔ اور سبھی سلسلے اور
خانوادے اور جمیع مشائخ آپ سے عقیدت رکھتے تھے۔ اور سب آپکو بزرگ تسلیم کرتے تھے۔

شجرہ قادریہ

حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی ۔ اور آپ از شیخ درویش قاسم اودھی۔ و ایشاں از شیخ
بڈھی سرانجی و ایشاں از شیخ سید السادات سید اجمل و ایشاں از سید جلال بخاری و ایشاں از
شیخ محمد سید عبد غنی۔ و ایشاں از شیخ عبد فاضل۔ و ایشاں از شیخ ابو المکارم فاضل و ایشاں از شیخ
قطب الدین ابو النجیب و ایشاں از شیخ شمس الدین الاخلج۔ و ایشاں از شیخ شمس الدین علی الحداد
و ایشاں از محی الدین عبد القادر جیلانی و ایشاں از شیخ ابا سعید مخرمی و ایشاں از ابو الحسن محمد المقدسی و

وائشاں از شیخ ابو یوسف طرطوسی وائشاں از شیخ عبدالواحد بن عبدالعزیز وائشاں از شیخ عبدالعزیز یمنی ۔ وائشاں از شیخ ابوبکر محمد شبلی وائشاں از شیخ ابو القاسم جنید بغدادی وائشاں از شیخ سری سقطی وائشاں از شیخ معروف کرخی وائشاں از شیخ حبیب عجمی وائشاں از خواجہ حسن بصری وائشاں از امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ وائشاں از خاتم النبیین رسول رب العالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

شجرہ طیفوریہ

کی تفصیل یہ ہے جو پڑھی جاتی ہے ۔ شیخ درویش محمد بن قاسم اودھی وائشاں از شیخ بدھن بہرائچی وائشاں از سید السادات سید اجمل وائشاں از حضرت شاہ بدیع الدین المعروف شاہ مدار وائشاں از حضرت طیفور شامی یعنی بایزید بسطامی وائشاں از حضرت وائشاں از حضرت عین الدین شامی وائشاں از امین الدین وائشاں از حضرت عبداللہ علمبردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وائشاں از حضرت علی رضی اللہ عنہ وائشاں از حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ؛

اور دوسرے خانوادوں کے شجرہ اور دوسرے طریقہ سلسلہ جات اور مشائخ عالیہ درجات کے اسمائے گرامی طوالت کی وجہ سے چھوڑ دیئے ہیں بیشک ہم معذور اور صاحب قصور ہیں ۔ لیکن وجہ یہ ہے کہ اس کتاب یا رسالے کو انتخاب کے طور پر نہایت مختصر رکھنے کا ارادہ کر لیا گیا ہے ۔ اگر ان امور پر آ جائیں تو ہمارے ارادے اور خیالات ہی رہ جائیں ۔ بنابریں ناظرین کرام سے بار بار معافی کی استدعا کی گئی ہے ۔ غالباً وہ صاحبان بھی ان حالات پر نظر کر کے ہم کو معاف فرمائیں گے

اور ذات مبارک فی الحقیقت اویسی ہیں جو کہ اپنے اوائل اور ابتدائے حال میں قصبہ ردولی کے اندر مزار شریف حضرت مخدوم عبدالحق قدس سرہ پر پہنچ کر قسما قسم کے فیوض و برکات سے بہرہ ور ہوتے تھے ۔ اور جناب کی درگاہ سے ہر طرح کا ارشاد حاصل کرتے تھے ۔ اسی طرح نوبت یہاں تک پہنچی کہ پہنچتے پہنچتے آپ عین درجہ کمالیت پر پہنچ گئے ۔ ایک روز آپ نے عرض کیا کہ میں بالکل ظاہری طور پر دست بیعت اپنے مرشد حقیقی کا چاہتا ہوں ۔ سو تمہ دست بیعت کا بالکل سیدھا سادھا دیا جائے نا بیرون حضرت مخدوم ظاہری جسم کے ساتھ اور لوہے لباس سے ملبوس یعنی پاجامہ پیراہن و عمامہ زیب تن فرمائے ہوئے قبر مبارک سے تشریف لائے ۔ بالکل درست طور پر بیٹھے رہے اور تلقین ارشاد فرمائی ۔ نیز اشارت اپنے پیر و مرشد حضرت شیخ محمد عارف عبدالحق کی جانب فرمائی کہ جناب ممدوح کی طرف دل سے ارادت رکھنا ضروری ہے کہ بموجب مرشدی تبدگی میں پہنچکر جان و دل سے کوشش بلیغ کر کے خدمت گزاری میں حاضر مصروف ہوں گے اور عنایت

عزایب عروج فرمائے۔ بتاریخ ۲۳ جمادی الآخر [illegible]ھ اس جہان فانی سے رحلت فرمائی۔ قصبہ گنگوہ کے اندر خواب مدامی میں آرام فرما رہے ہیں۔ رباعی

از محمد عارف عالی مکاں | قطب عالم گشت شمع خانداں
یافتہ قدوس زفیضش نظام | سلسلہ علیا القدوسیہ تمام
شب سوئم از جمادی الآخریں | کو بزم وصل شد جنت گزیں

ان سے تاج السالکین امام العارفین حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری قدس سرہ اپنے والد اور والدہ دونوں کیطرف سے فاروقی ہیں۔ آپ نے محض سترہ سالہ عمر یعنی زمانہ طفولیت میں ہی تمام علوم کی تحصیل سے فارغ التحصیل ہوگئے تھے۔ بلکہ خود اوروں کو تعلیم و درس دینے لگ گئے تھے۔ اور جس وقت ارادت کا ہاتھ آپ نے حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے دامن کیطرف بڑھایا تھا تبھی سے ریاضت اور عبادات الہی میں نہایت محنت و جانفشانی سے مشغول و مصروف ہوگئے تھے۔ پچیس سال کی مدت دراز تک آپکا یہ حال رہا کہ انکی پشت زمین سے چھو نہیں گئی۔ گویا لیٹ کر نہیں دیکھا سونا تو درکنار۔ کھانے کا یہ حال تھا کہ سرکار سے دوسرے خادموں اور آنے جانے والوں کیلئے قسما قسم کے لذیذ اور مزیدار کھانے بنتے تقسیم ہوتے۔ اور سب لطف سے کھاتے اڑاتے۔ مگر محض نان خشک اور باسی تیاسی ان حضرت کیواسطے مرحمت ہوتا۔ یہ اسپر ہی شکرانہ و مسرت اکتفا کرتے اور شوق سے اسکو نوش کرکے عبادت الہی میں بدل و جان لگے رہتے۔ ایک روز بی بی صاحبہ کو کہیں انکی حالت پر ترس آیا۔ رحم و مروت مادرانہ سے انکی خشک روٹی پر تھوڑا سا مسکہ چپ کے سے دیکھا چھپا کر کہیں لگا دیا۔ جو لونڈی وہ مسکہ والی روٹی انکے لئے لئے جاتی تھی جب وہ آپکے سامنے سے گذری تو آپنے دریافت فرمایا کہ یہ کس درویش کا کھانا ہے۔ کنیزک نے عرض کیا کہ یہ روٹی جلال الدین درویش کی ہے۔ آپنے اس کنیز کو اپنے پاس بلایا۔ روٹی اس کے ہاتھ سے لی لسے کھولا اور وہ روغن جو بی بی صاحبہ نے از ترحم چوری سے رکھ دیا تھا اسے نکال لیا۔ اور خود نوش فرمالیا خشک روٹی اس کےحوالے کردی کہ جاؤ اب پہنچا دو۔ چنانچہ لونڈی اپنے آقا کے حکم کی تعمیل کر آئی۔ مگر یہ ماجرا اتنی بی بی کے کانوں سے نکال دیا۔ ایک روز بی بی صاحبہ نے مروت کی راہ سے مخدوم العالم قدس سرہ کی خدمت میں نہایت عجز سے عرض فرمایا کہ یہ مرد اشرف ہمارے ہاں کس مسکینی اور کس بیرحمی کی حالت میں آپکے دروازے پر پڑا ہے یہ شخص نہایت عبادت گذار و ریاضت و مشقت اور محنت شاقہ کرتا ہے۔ ہر وقت شاغل ہے۔ غافل کسی وقت نہیں ہوتا۔ باوجود اس قدر محنت و شب بیداری کے مسے روٹی بھی جو عطا ہوتی ہے تو قطعی خشک و بے نمک۔ بہت عرصہ سے یہ غریب اسی حال میں ہے میں اسکو گوشت مرغ

دکھلا کرامات در حد کمالیت تک پہنچا سکتی ہیں۔ لیکن جو میرا خیال ہے وہ یہ ہے جس لیجئے میں چاہتا ہوں
کہ یہ پیمانہ کمال کو پہنچ جائیں کہ مشرق سے مغرب تک خورشید تاباں کی طرح ان کا پرتو دلنواز تاباں و
درخشاں ہو۔

چونکہ ان حضرت کو پچیس سال پورے مشقت و ریاضت میں بسر ہو گئے تھے۔ باوجود اس طویل و مدید
مدت گزر جانے کے کوئی صورت کشود کار کی آج تک دکھلائی نہ دی تھی۔ آپ نے سوچا کہ لاؤ عرض تو کر دیکھیں۔
چنانچہ حضرت قطب العالم کی حضور میں کسی شخص کے ذریعہ سے عرض کیا کہ اس فقیر نے پچیس سال جیسے کیسے
ہو سکی محنت و مشقت اٹھائی۔ مگر اپنی بد قسمتی پر شکایت ہے کہ حضور سے کبھی بھی کوئی خوش کر دینے والا
جواب تک سنا نہیں جس سے کچھ اطمینان خاطر اور زندگی کی ڈھارس کا سبب ہوتا۔ ان وجوہات سے مجھے مایوسی
نے گھیر لیا ہے اور میں نہایت دل شکستہ و لاچار ہو گیا ہوں۔ اب دل میں یہ آتا ہے کہ چھری پیٹ میں
گھونپ لوں۔ یا کسی کوئیں میں کود پڑوں کہ کام تمام ہو جائے۔ یا کوئی زہر کھا کر سو رہوں۔ کسی دریا میں غرق
ہو جاؤں کہ کہیں پتہ تک نہ نکلے۔ یا آپ اجازت بخشیں تو بیت اللہ ہی چلا جاؤں۔ حضرت قطب العالم نے فرمایا
بھائی ان سے یہ کہو۔ کیا باتیں کرتے ہو۔ اگر کوئی شخص زخم تیغ و خنجر سے اپنے ہاتھ سے ہلاک ہو جائے یا زہر سے
اپنی جان عزیز کو برباد کرے یا غلطی سے کنوئیں یا دریا کے اندر غرق ہو جائے تو کیا فائدہ اسے ہو سکتا ہے۔
ناحق ویسے موجب جان کھونا اور حرام کی موت مرنا ہے۔ مگر نہیں کیا۔ اگر بالفرض محال کوئی ایسا کرے گا۔ اس کا
پوچھ اسکی جان پر ہوگا۔ ہم ایسی نا واجب صلاح کیوں دیں گے۔ رہا بیت اللہ کا سوال سو بھائی جان ذرا سوچو جب
کسی شخص کے گھر جانے کا ارادہ ہوتا ہے۔ نہایت ضروری اور لازمی بات ہے کہ اس گھر والے یعنی صاحب خانہ سے
شناسائی اور آشنائی پیدا کی جائے۔ جب تک یہ بات نہ ہو جائے کسی کے گھر جانے کا ارادہ کرنا نادانی اور کم فہمی
ہے۔ بلا تعلق بلا آشنائی کسی کے گھر پر چلے جانا بالکل خلاف مصلحت و عقلمندی ہے۔ چاہئے کہ پہلے گھر کے مالک
سے واقفیت پیدا کی جائے۔ البتہ پھر اس کے گھر جانا مضائقہ نہیں۔ واقفیت کے گھر جاؤ گے۔ عزت پاؤ گے۔ اجنبی و
یا بغیر آشنائی کے اگر کسی کے گھر کوئی جاتا ہے۔ ذلیل ہوتا ہے۔ کہنے والے نے لفظ بلفظ یہ تمام باتیں حضرت قطب عالم
کی ارشاد کی ہوئی ان سے آکر بیان کر دیں۔ حضرت شیخ جلال الدین محمود تھانیسری قدس سرہ نے اس جواب
کو سنا۔ اور تینتیس سال جو کمال ارمان ہو گیا کہ حضرت کا مطلب یہ ہے کہ آپکی یاد میں ہمہ تن آکر دل آگاہ کر دل۔ یہ کہا
اور اپنے حجرے کے اندر چلے گئے۔ حجرے کا دروازہ مضبوط بند کر کے بند کر لیا اور بیٹھ گئے۔ لگے ذکر جہر کرنے۔ کھانا
پینا کسی سے بات چیت سب کچھ ترک کر دیا۔ ذکر جہر تھوڑے تو آہ و بکا میں لگ جاتے۔ زار و قطار روتے سے جو آنسو
زمین پر گرتے۔ اس سے ہم ذات زمین کے اور نقش ہو جاتا۔ اس طرح سے آپکے حجرے کا در و دیوار تمام دکمال

اسم ذات کے نقش سے منقش ہوگیا - ذات باری کا نام جہاں تہاں آپکو دکھائی دینے لگا - نام کی برکت سے آپکو خود بخود اپنے آپ میں نور نظر آیا - اور تکمیل تک پہنچے ہوئے معلوم ہوئے - غرض یوں درجات عالی تک پہنچ گئے کشف و کرامات و خوارق عادات آپ سے از خود ظہور میں آئے - بیشمار کرامتیں آپنے دکھلائیں - جو بیان سے باہر ہیں - اور اس مختصر کتاب میں انکی تفصیل نہیں لکھی جاسکتی - نقل ہے کہ ایک روز قدرے قبض کی شکایت ہوئی - حضرت مرشد برحق کی حضور میں اس شکایت کی بابت عرض فرمایا - حضرت قطب عالم کا ارشاد ہوا کہ اسکا دفعیہ یوں ہوسکتا ہے کہ آج رات کو مرغ کا گوشت خوب مصالحہ دار اور نہایت مرغن اور بامزہ غایت لذیذ تیار کیا جائے گندم کے میدے سے روٹی تیار کیجائے اور خوب مزے سے شکم سیر ہو کر تناول کیجائے - شکم سیری مرغن غذا کا جو اس خواہ مخواہ بھی مفرق لاتا ہے - نماز عشا سے چار رکعت فرض ادا کریں - باقی سنت موقوف رکھیں آپنے ایسا ہی کیا - واقعہ میں کیا دیکھتے ہیں کہ فخر کونین حضرت الرسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انکے سر پر موجود ہیں - ارشاد ہوتا ہے کہ اپنے پیر مدعی کو ہمارا سلام پہنچادو - گویا یہ کلام حضرت السرور علیہ السلام مصباح فیض آپکے لئے تھا - آپ اس خواب کے مشاہدے سے فی الفور بیدار ہوئے - اسوقت آپکو بہت بشاشت و خوشنودی تھی - نہایت خوش خوش بخدمت حضرت قطب العالم پہنچے حضرت قطب العالم کیخدمت میں آپ ابھی پہنچے بھی نہ تھے کہ آپنے دور سے ہی دیکھا اور دیکھتے ہی فرمایا - مبارک ہو جیو آپ خدمت میں پہنچے اور تمام ماجرائے زیارت حضرت سرور کائنات عرض کیا - نیز پیغام فرحت التیام حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی بجنسہ حضرت قطب العالم کو پہنچایا گیا - حضرت قطب العالم کلام مسرت التیام کو سن چکے تو آپکی مسرت و بشاشت کی انتہا نہ رہی - آپ یہ مصرع فرماتے رقص و وجد میں آجاتے تھے کہ جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا آپ کا بھی یہی حال رہا - تین دن اور تین رات کامل آپ اپنے آپے میں نہ تھے ہر وقت وجد اور رقص رہا اور دورہ جس وقت یاد آجاتا تو بھی رنگ بدل جاتا - ماہئی بے آب کی طرح تڑپنے لگتے - اس روز کو ابتدائے حال خیال کرنا چاہیئے اسی ساعت سے حال اور سے اور ہوتا گیا - ترقی پر ترقی ہوتی چلی گئی - درجات روز افزوں ترقی کیساتھ بڑھتے ہی چلے گئے - آپکی ترقی بے پایاں تھی - آپکے مدارج کی حد و انتہا نہ تھی - آپکی وفات پانچویں ماہ ذی الحجہ ۹۸۹ھ کو وقوع میں آئی - عمر شریف ان حضرت کی چھیانوے سال ہوئی - آپ کا صحیح مبارک تھانیسر کے اندر واقع ہے جو زیارت گاہ خاص و عام ہے - رباعی

مظہر قدوس کردہ رہبری   برجلال الدین شہ تھانیسری
بست و پنجم از مہ ذی الحجہ بود   کہ مریم وصل بروے در کشود

ان سے قبلہ اہل الیقین حضرت شیخ نظام الدین عبدالشکور بلخی مرید و خلیفہ نیز برادرزادہ حضرت شیخ جلال الدین محمود تھانیسری ہیں - آپ بہار حکومت بادشاہ جہانگیر میں خطۂ ہندوستان میں ورود فرما ہوئے

آپ کی ذات گیا تھی۔ گویا زخم خوردگان حقیقت کے زخمی دلوں پر مرہم شفقت رکھنے والے تھے۔ دردمندان راہ خدا کے دل کا آرام چین تھے ظلمت و کدورت جو دنیاداروں کے شیشۂ دل سیاہ رکھتی ہے۔ آپکے طفیل سے وہ ظلمت نور سے بدل جاتی۔ گنہگاروں کے مانے ہوتو اسے دل صیقل ہو کر چمکنے لگ جاتے۔ راہ خدا کے متلاشی جو جد و جہد سے ہانپ جاتے آپکی حوصلہ افزائی سے وقتاً دم ہو جاتے لو منزل مقصود تک پہنچتے۔ آپکی رفاقت و صحبت سے برسوں کی منزل دنوں میں طے ہو جاتی۔ آپکے نور باطن سے ہزاروں دل الشان چمک گئے۔ آپکے ذریعہ سے لاکھوں گم کردہ راہ راہ راست پر آگئے۔ آپکے دروازے پر ہزاروں طلبگار اپنی پیشانیاں رگڑتے رگڑتے ٹھکانے لگ جاتے۔ بیشمار خلق اللہ آپکی مریدی طالبی کے فخر سے مفتخر تھی۔ بہت سی دنیا آپکی حلقہ بگوشی و فرمانبرداری کو اپنا دین و ایمان سمجھتی تھی۔ آپکے در فیض سے کوئی خالی نہ گیا۔ جو آیا دامن مراد بھرے گیا۔ چونکہ آپکی نیک شہرت بیحد تھی کسی نے حضور بادشاہ میں آپ کا ذکر خیر کر دیا۔ باقی درباریوں نے آمنا صدقنا کہا۔ اور عرض کیا کہ حضور کے سول و فوجی محکموں کے زیادہ تر حصے اسی بزرگ کے مطیع و فرمانبردار ہیں رعایا کا تو کچھ ٹھکانا ہی نہیں رہا چھوٹے بڑے اعلیٰ و ادنیٰ سب انہیں کا بندۂ فرمان۔ جب یہ حالت ہو کر ہر طبقہ ہر فرقہ کے ملازم غیر ملازم کوئی بشر انکی حلقہ غلامی سے باہر نہ رہا ہو۔ ایسا شخص اگر اپنی حکومت کے زعم میں بادشاہی کا دعویٰ کر بیٹھے تو کوئی عجب نہیں کیونکہ وہ جانتا ہے کہ تمام ملک سے ایک آدمی بھی ایسا نہیں جو انکی حکومت و اطاعت سے سرکش ہو رعیت و سپاہ سبھی انہیں کے زیر فرمان ہے مصلحت حکومت تو یہ کہتی ہے کہ ایسے شخص کا قبل از وقت تدارک کر دینا چاہئے۔ اور اپنے قابو میں رکھنا چاہئے۔ ان باتوں سے بادشاہ کے دل میں بھی وسوسہ پیدا ہو گیا کہ اس قدر زور آور شخص جسکے حکم سے کوئی آدمی بھی باہر نہیں عجب نہیں کسی قسم کا دعوے کرے۔ لوگ جو اعتقاد کے تابع ہر طرح اسے اپنا پیشوا مان چکے ہیں۔ اسکی پیٹھ ٹھونکیں تو کام تو فوراً بگڑ جائے گا۔ یہ سوچ سمجھکر بادشاہ نے حکم جاری کیا اور حضرت شیخ کو غزنی سے دربار میں حاضر ہونیکو کہلا بھیجا۔ سپاہ اول حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بادشاہ کا پیغام طلبی حاضری سنایا۔ بادشاہ کے حکم سے کیا انحراف تھا۔ آپ نے جب بادشاہ وقت کا حکم سنا سننے کے ساتھ ہی بنفس نفیس متوجہ بارگاہ شاہی ہوئے۔ کسی معالی موالی کو بھی ساتھ لے لینا آپنے مناسب خیال نہ فرمایا۔ جب آپ دربار شاہی میں وارد ہوئے ہیں بادشاہ دیوان عام میں رونق بخش تھے۔ بادشاہ نے مشاہدہ کیا کہ حضرت کے دائیں بائیں دونوں جانب ہیبتناک شیر برابر غراتے چلے آتے ہیں۔ شیروں کی حرکات و سکنات سے ایسا مترشح ہو رہا تھا کہ وہ بادشاہ پر دفعتاً جھپٹ پڑیں گے۔ شیروں کی حرکات کے معاینہ سے حضرت شیخ اپنے پیراہن مبارک کی آستینوں سے دائیں آستین سے بائیں شیر کو اور بائیں آستین سے دائیں شیر کو روکے ہوئے مانع ہیں۔ گویا انہیں روک دیتے ہیں۔ اور حملہ سے باز رکھتے ہیں۔ بادشاہ میں تاب کہاں کہ وہ خونخوار شیروں کو اپنے اوپر حملہ آور ہوتے ہوئے چپ چاپ بیٹھا ہوا دیکھے جاتا۔ بادشاہ فوراً

اپنے تخت سے اٹھا۔ اور محلسرائے میں تشریف لیگیا۔ وہیں سے حکم بھیجدیا کہ آپ ہماری سلطنت کی حد سے خروج فرما جائیں اور سزا اول مقرر کردئے کہ حضرت شیخ کو تا بہ سرحد پہنچا کر پیچھے لوٹیں۔ شرف۔ بیوتات۔ اور دیوان ہر کتاب گئے کہ جو کچھ آپ کو نذر و نیاز وغیرہ ملے سب لے آئیں۔ اور خزانہ شاہی میں جمع کریں۔ یہ حکم ہوتے ہی حضرت شیخ مع قبیلہ۔ عیال۔ اطفال۔ حوالی موالی مرید و خادم ولایت کو روانہ ہوگئے۔ جب آپ قصبہ تھانیسر پہنچے تو آپنے ان ملازمان بادشاہی سے جو آپکی حفاظت پر متعین تھے۔ اجازت چاہی کہ اس قصبے میں میرے پیر و مرشد کا مزار ہے۔ ضروری ہے کہ میں مزار شریف کی زیارت کروں۔ جب زیارت سے فارغ ہونگا۔ فوراً واپس آ جاؤں گا پھر آگے کو چلیں گے اور منزل مقصود کی راہ لیں گے۔ ملازمان شاہی نے کہا کوئی مضائقہ نہیں ہے آپ شوق سے جائیے۔ اور اپنے پیر کی قبر کی زیارت کیجئے چنانچہ آپ وہاں سے رخصت ہوئے اور روضۂ منورہ حضرت شیخ جلال الدین محمود تھانیسری قدس سرہ پر پہنچے۔ آپنے اپنے دونوں ہاتھ قبر مبارک کے اوپر رکھدئیے۔ اور عرض کیا۔ بادشاہ نے مجھے اس ملک سے خارج کردیا ہے۔ میں حضرت کی حضوری سے بہت دور جا پڑا ہوں۔ مگر جاتا ہوں بات یہ بھی تھی کہ آپکے مرشد نے جنکی قبر مطہر پر اب آپ بیٹھے ہوئے التجا کررہے ہیں۔ ان بزرگوں نے اپنی حین حیات میں بارہا فرما دیا تھا کہ اگر بادشاہان وقت سے تمہیں کوئی تکلیف پہنچے۔ آپ اپنے اوپر قبول و برداشت فرمائیں۔ گھبرا نہ جائیں ایسا نہ ہو آپ ناراض ہوجائیں جذبہ اور انتقام سے کام لیں۔ یہ وجہ تھی کہ آپنے ٹھنڈے دل سے جہانگیر بادشاہ کے جلاوطنی کے حکم کو سنا اور فوراً اسکی تعمیل کیلئے آمادہ ہوگئے۔ عیال و اطفال سمیت روانگی ولایت کا قصد کرلیا۔ اپنے وطن مالوفہ کی مفارقت کا کوئی رنج نہ کیا۔ درحقیقت یہ حضور کے حکم کی تعمیل ہے۔ ورنہ جہانگیر کی کیا مجال تھی مجھے میرے وطن سے نکالا۔ ہر کرنا خواستۂ خدا ہے اور بزرگوں کا منشاء و حکم۔ جہانگیر جیسے تو خدا کے حکم سے روزانہ کئی بادشاہ بن سکتے اور بگڑ سکتے ہیں۔ یہ فرمایا اور وداع ہوئے۔ اپنے وابستگان و ہمراہیان کو روانگی کا اشارہ فرمایا۔ اور آپنے بھی صبر و استقلال سے اپنے وطن مالوفہ کو خیرباد کہا۔ غرض چلتے ہوئے سزا اول اور بادشاہی نگران ہر وقت ساتھ تھے۔ وہ گھات میں لگے رہتے۔ نذر۔ نیاز۔ فتوح غرض جو کچھ بھی لوگ آپ کو دیتے۔ وہ سب اپنے قبضے و تصرف میں لے لیتے۔ حضرت شیخ کو انکی اس لالچ آمدنی سے کوئی سروکار ہی نہ تھا۔ تھوڑے عرصے بعد حساب کتاب ہوا تو گنتی میں ستر ہزار روپیہ نقد آیا اور دو لاکھ روپے کی مختلف اجناس تھیں۔ جو آپ کی نیاز میں جمع ہوا تھا۔ یہ تمام و کمال خزانہ شاہی میں جمع کرلیا گیا۔ قیاس کا مقام ہے کہ اتنے سے راہ میں اسقدر مال زائران نے نذر و نیاز آپ کو پیش کیا۔ اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کسقدر خلق اللہ آپکی مطیع و معتقد تھی اور اس قسم کا لوگوں کا آپ سے عقیدہ تھا۔ ایسے ذی وجاہت بزرگ اور اس قدر مطیع۔ آخر شہر بلخ میں وارد ہوئے ... بلخ کا رتبہ خوب بلند ہوا۔ بلخ زیارت گاہ خلائق تھا۔ ہزاران ہزار عالم آپکے ذرۂ بہ نعمت لزوم

سے وہیں آکر فیضیاب ہوتے۔ اور اکثر صاحب نصیب اسی بلخ میں پہنچکر آپکے فیض سے درجہ کمالیت پاتے اور آدمی سے فرشتہ بنجاتے ہیں۔ خوارق عادات آں رفیع الدرجات السنہ جمہور میں مشہور و معروف ہیں اسلئے تقریر وتحریر میں لانے کی کوئی احتیاج نظر نہیں آتی آپکی وفات ستارھویں ماہ رجب سنہ ۱۰۳۵ ہجری المقدس کو وقوع میں آئی۔ آپ کا مقبرہ بلخ کے اندر ہے اور زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ رباعی

از جلال الدین شہ قطب نظام ہو طنش تھانیسر و بلخش مقام

ہفتم از ماہ رجب گشتہ مقیم در حریم قدس آں شیخ کریم

ان سے قدوۃ الکاملین قبلۂ اہل یقین حضرت شیخ ابوسعید بن نورالدین قدس سرہ فرزندان قطب العالم عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ سے ہوتے ہیں۔ آپ مرید و خلیفہ حضرت شیخ نظام الدین البلخی قدس سرہ العزیز کے تھے۔ شرح حالات آں بدر سیما و حقائق حوصلہ اور بیان سے باہر ہیں۔ لیکن تھوڑا سا نمونہ ڈھیر میں سے ایک مٹھی۔ پس ابتدائی واقعات اور شروع شروع کے مختصر سے حالات لکھنے ضروری خیال کئے گئے ہیں تاکہ طالبان کے شوق میں زیادتی کی صورت پیدا ہو جائے اور ذوق سلیم میں افزونی واقع ہو۔ بدایت حال اور ابتدا میں آپکو سیر و شکار سے غایت رغبت تھی۔ ان باتوں سے آپ کبھی سیر ہی نہیں ہوتے تھے۔ صوم و صلواۃ یا دوسرا کوئی دینی کام اگر ہوتا تو اس سے آپ بیزار ہو جاتے تھے۔ نشہ شراب میں تو آپ ہر وقت مست و سرشار ہی رہتے۔ رات ہو یا دن کسی وقت اور کسی حالت میں اس سے نفرت نہ ہوتی تھی ہنگامۂ نشاط و طرب میں زیادتی تو ہو جاتی کمی کسی قسم کی ہو جائے یہ ممکن نہیں تھا۔ عیش و عشرت کی مجلس رات دن گرم رہا کرتیں۔ غرض آپ حد درجے کے میکش۔ عیش پرست اور رند منش تھے۔ انہیں باتوں میں آپ کا سنہ شریف ساٹھ برس تک پہنچ گیا

جس زمانے میں یہ کتاب تیار ہوئی اسکو اور جس زمانے میں شیخ ابوسعید تھے اگر بالمقابل کریں تو تفاوت کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ زمانہ موجودہ کے لوگ ساٹھ سالہ کو بزرگ کہیں گے یعنی جس کا سنہ ساٹھ سالہ ہو جائے اسے سن رسیدہ بوڑھا عمر خوردہ اور ضعیف العمر کہنے لگتے ہیں یہ زمانے کا الٹ کا پھیر ہے کہاں وہ زمانہ تھا کہ حضرت ابوسعید کے معاصرین یعنی ان کے زمانے کے بنی نوع انسان ابوسعید باوجود یکہ ساٹھ سالہ تھے۔ ان کو بچہ۔ چھوکرا یا طفل سمجھتے تھے۔ ع بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

بایں لحاظ یعنی زمانے کے خیالات کے مطابق انکی میخواری سرشاری اور ناچ رنگ کی مجالس میں شرکت امور دینی سے نفرت سب کچھ ہی بچپن کی حرکات تھیں۔ بچوں کی باتوں پر کون جاتا ہے۔ لہذا آپ کے افعال قابل مواخذہ نہیں ہو سکتے۔ بہرحال وہ بزرگ تھے۔ بزرگوں کے حالات ہر حالت میں عجیب و غریب ہوتے ہیں

ہم گنہگاروں کی ان باتوں میں چون و چرا فضول ہے۔ یہ چند الفاظ بھی اس خیال سے لکھے گئے کہ ناظرین اصحاب مختلف الخیال ہوتے ہیں تعجب نہیں کہ ان باتوں سے ان کے خیالات میں انتشار پیدا ہو۔

ایک دن اسپ عراقی پر سوار اور نشہ شراب میں چور و سرشار قصبہ لکھنوتی کے اندر بازار میں جھومتے جھامتے تشریف لئے جاتے تھے۔ محض ایک خدمتگار بغل میں شیشہ شراب دبائے ہوئے ہمرکاب تھا۔ جس راستے سے آپکی سواری بادبہاری جارہی تھی۔ عین اسی راستے کے اوپر ایک مسجد واقع تھی۔ مسجد میں کوئی بندہ خدا اسوقت ذکر بالجہر کررہا تھا۔ اس ذکر کی آواز اتفاقیہ ان کے کانوں میں پڑی۔ اور آواز کانوں میں پڑتے ہی آپ چونکے اور ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ دریافت فرمایا کہ اس وقت ذکر بالجہر کرنے والا کون شخص ہے۔ خدمتگار بولا تھا کہ یا حضرت نوربافوں میں سے ایک شخص ہر جز ذکر الہی میں ہمہ تن مصروف ہے۔ ان الفاظ کو آپ نے بگوش ہوش سنا تھا سنتے ہی کیفیت کچھ اور ہی تھی۔ اسیدم دل میں ایک امنگ اٹھی۔ متنبہ سے ہوئے اور فرمایا سبحان اللہ یہ عزیز جو دنیا والوں کی نگاہوں میں اپنے پیشے وغیرہ کے لحاظ سے کم مایہ اور ادنیٰ دکھائی دیتا ہے وہ تو یوں یاد الہی میں مستغرق اور ہمہ تن مصروف ہو۔ اور ذوق و شوق الہی میں اسقدر غرق ہو دوسری طرف میں ہوں کہ قطب عالم کا نبیرہ کہلاتا ہوں۔ اور اپنے آپکو بڑی شئے سمجھتا ہوں۔ اور لوگ بھی مجھے بڑا آدمی خیال کئے ہوئے ہوں۔ اب اور ہر وقت ایسی معصیت میں گرفتار رہوں۔ آراستہ ہو یا بازاران میں مست و سرشار گھومتا پھروں خوب! یہ کس قسم کی باتیں ہیں۔ ایسے خیالات دل و دماغ میں چکرائے۔ پھر کیا تھا۔ آپنے خدمتگار کو حکم دیا کہ وہ شیشۂ شراب کدھر ہے۔ اسے بغل سے نکال اور پھینک دے زمین پر۔ اُسے کیا تامل تھا۔ اسنے دفعتاً نکالا اور دھاشیں سے زمین پر دے مارا۔ گھوڑے پر سے اتر پڑے۔ راسیں سائیس کے ہاتھ میں دیدیں۔ اور فرمایا اسے لیجاؤ۔ سب اسیدم اس تلاش میں لگ گئے کہ کوئی خاندانی بزرگ کامل ہو تو اسکی خدمت میں حاضر ہوں اور ان سے یاد الہی کا طریقہ سیکھوں۔ اس خیال سے لوگوں سے دریافت فرمایا کہ کسی خدارسیدہ کامل بزرگ کا پتہ نشان بتلائیں اکثر واقف بزرگوں نے آپ سے عرض کیا کہ شاہ نظام الدین عبدالشکور بلخی حضرت قطب العالم قدس سرہ العزیز کے مریدوں اور خلیفوں میں سے ہی موجود ہیں مگر خاص بلخ میں آپ قیام فرما ہیں ان کی جناب سے آپکو یاد الہی کا سبق خوب ملیگا۔ انہیں کیخدمت میں تشریف لیجائیے۔ اس صلاح کا سننا تھا کہ آپ دفعتاً ہی روانہ ہو گئے۔ تاخیر و تامل کو پاس نہیں آنے دیا۔ قطع منازل کرتے ہوئے منزل بمنزل منزل مقصود تک بھی جا ہی پہنچے۔ جب آپ منزل مقصود کے قریب پہنچنے والے تھے کہ حضرت شاہ نظام الدین قدس سرہٗ نے نور باطن سے معلوم کرلیا کہ صاحبزادہ والا قدر خطۂ ہندوستان سے دور دراز سفر اور سینکڑوں منزلیں طے کرتے ہوئے آج یہاں وارد و صادر ہوا ہی چاہتے ہیں اپنے مصاحبوں اور عزیزوں کو ارشاد فرمایا کہ اس قسم کے ایک بزرگ فلاں راستے سے آتے ہوئے آپکو ملیں گے

بھگوان کا استقبال کرو۔ اور بڑی عزت و احترام سے یہاں لاؤ۔ حضرت کے احکام کے مطابق تعظیم و تکریم کیساتھ استقبال کیا اور نہایت لطف و مروت سے حضرت کو دولت سرائے میں لے آئے۔ وہاں پہنچتے ہی مکلف پوشاک آپکو پہنائی گئی۔ آپکو علیحدہ نفیس قیام گاہ دیگئی جو بہت ہی مکلف فرش و فروش سے آراستہ پیراستہ تھی۔ اسمیں جملہ ضروریات مہیا کردیگئیں۔ غرض شاہانہ تکلفات موجود کردیئے گئے۔ ایک مکلف کورسی پر آپکو بٹھلادیا گیا۔ بیسیوں خدمتگار کمربستہ و مستعد کردیئے گئے کہ خدمت سے نہ چوکیں۔ اشارہ پائیں اور خدمت بجا لائیں۔ غرض اعلیٰ درجے کی مہمانداری کا سلوک کیا گیا۔ آپکی خاطرداری بہت بڑے پیمانے پر ہوئی۔ جب کھانے کا وقت آیا۔ حسب دستور۔ غریبوں۔ یتیموں اور خانقاہ کے درویشوں خادموں کو کھانا تقسیم کیا گیا پھر ایک خادم کو حکم دیا گیا کہ جاکر صاحبزادہ صاحب کی خدمت گرامی میں عرض کرے کہ آپ جو یہاں تشریف فرما ہوئے ہیں۔ آپنے بہت دور و طویل سفر فرمایا ہے۔ آپکو کلفت سفر سے بہت تکلیف ہوئی ہوگی۔ مگر تا حال یہ معلوم نہ ہوا کہ اسقدر تکلیف اٹھانے کا کیا سبب ہے۔ آیا محض سیر و تفریح کے خیال سے قدم رنجہ فرمایا ہے۔ یا کچھ یاد الہی سیکھنے کا ذوق و شوق آپکو یہاں کھینچ لایا ہے۔ اگر آپ اپنے منشا سے اطلاع دیں گے۔ تو موجب شکر گذاری ہوگا چنانچہ خادم صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اسنے نہایت ادب سے تمام امور جو اوپر تحریر ہو چکے ہیں عرض کئے۔ اور عرض کیا کہ حضرت کا یہ حکم تھا جو لفظ بلفظ جناب کی خدمت بابرکت میں عرض کردیا گیا ہے۔ حضرت نے ہی ان تمام امور کا استفسار فرمایا ہے اور حقیقت حال سے آگاہی ہونیکی سعی فرمائی ہے اب جو جواب جناب عنایت فرمائیں گے۔ وہ بھی لفظ بلفظ حضرت کی خدمت میں عرض کردیا جائیگا۔ آپنے فرمایا کہ میری طرف سے عرض کیا جائے کہ بندہ محض بارادہ طلب یاد الہی آپکے آستانے پر حاضر ہوا ہے۔ سیر تفریح کی کوئی حد نہیں رہی۔ ان باتوں سے خوب پیٹ بھر لیا ہے۔ خادم مذکور بجناب آنحضرت موصوف واپس گیا۔ اور صورت ارادت بیان کی یہ کیفیت جب آپکو معلوم ہوئی تو اسی خادم کو حکم دیا کہ نان جویں اور چند گھونٹ پانی کے لیجاؤ۔ مگر یاد رہے روٹی دینے سے پہلے جاتے ہی صاحبزادہ صاحب کو کورسی سے اٹھا کر نیچے پھینک دینا۔ روٹی وغیرہ جو لیجاتے ہو۔ یہ بعد میں نیچے آگے رکھنا۔ خادم نے وہی کیا جو اسے سمجھایا گیا تھا۔ جاتے ہی کورسی کے پائے پکڑ کے الٹ دیئے اور صاحبزادہ کو دھم سے کورسی کے نیچے دے مارا۔ جو کی روٹی اور ایک پیالہ پانی بھر کے آگے رکھدیا۔ مگر آفرین ہے صاحبزادے کو انہوں نے خادم کی بے اعتنائی اور گستاخانہ حرکات پر مطلق ملال نہیں کیا بلکہ خوش و خورم ماحضر تناول کیا۔ پیشانی ویسی ہی بشاش تھی۔ آپنے چہرے پر کوئی تغیر نہیں آنے دیا۔ جب کھانا کھا چکے تو حکم صادر ہوا کہ کتوں کی حفاظت انہیں پھرانا چرانا۔ ضروریات کیلئے جنگل لے جانا آپکے فرائض منصبی ہیں۔ کتوں کی زنجیریں ہاتھ میں پکڑوا دی گئیں۔ ایک مدت تک آپ اسی خدمت پر مامور رہکر یکایک آپکے

اور محنت و سرگرمی سے انجام دیتے رہتے۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ شیخ بام خانقاہ کے اوپر تفریح کرتے ہوئے مصروف تھے اور صاحبزادہ صاحب اپنی تحویل کے کتوں کو فراغت بول و براز کیلئے باہر لیکے گئے۔ حدت آفتاب سے بڑی تیزی ہو رہی تھی۔ کتے مزے میں آئے ہوئے ناچتے کودتے زنجیریں تڑاتے اور زوروں میں آکر چاروں طرف بھاگ رہے تھے صاحبزادہ صاحب کا وجود غذا کم ملنے سے نہایت نحیف ہو چکا تھا۔ اور محنت مشقت سے بیحد کمزور ہو گیا تھا۔ ایسے وقت میں جا قابو رکھتے ان کے بس میں نہ آتے تھے آپ نے کتوں کی رسیاں کمر سے لپیٹ لیں تھیں۔ کتوں نے جو زور کیا تو یہ زمین پر اوندھے منہ گر گئے۔ رسیاں کمر سے کھل گئیں اب کتے چاروں طرف بھاگتے پھرتے ہیں اور یہ ان کے پیچھے پیچھے۔ پھسلن بہت تھی۔ یہ بارہا گرے اور اٹھے۔ کیچڑ سے تمام کپڑے شرابور ہو گئے۔ پیشانی اور چہرہ مبارک بھی آلودہ ہو گئے۔ کیچڑ پیشانی سے بہ کر ریش مبارک پر پہنچا۔ مگر بدستور کتوں کے پیچھے بھاگے پھرتے تھے۔ باایں ہمہ آپکے مزاج میں کوئی حرارت نہیں آئی۔ نہ خفا نہیں ہوئے۔ طبیعت بدستور نرم اور مزاج اعتدال پر تھا۔ حضرت شیخ یہ تمام دکھاں واقعات بچشم خود ملاحظہ فرما رہے تھے۔ بغور دیکھ بھال کر فرمایا الحمدللہ وہ نخوت و غرور منش و تکبر کی تمام تر علامات آپکے مزاج سے کافور ہیں۔ اب جیسی صورت تھی ویسی عاجزی و فروتنی موجود ہے۔ خادموں کو حضرت شیخ نے بلایا اور فرمایا۔ جلدی کرو۔ صاحبزادہ صاحب کو غسل دو۔ پوشاک آپکے لائق لاؤ۔ اور نہایت تکلف سے آپکو ہمارے سامنے لاؤ۔ کتے ان سے لے لو اور خاکروب کے حوالے کردو۔ خادم حکم کے مطابق احکام بجا لائے۔ صاحبزادہ صاحب جب حضرت کے روبرو آئے تو آپ ایک گوشے میں بیٹھ گئے۔ طریق سلوک سے جو کچھ مناسب حال دیکھا تلقین فرمایا اور تاکید سے فرمایا کہ نفس سرکش کو تمام عمر اسطرح سے گوشمالی کرتے رہیں۔ بے قابو نہ ہونے دیں۔ بعد ازاں حکم دیدیا کہ اگر آپکا ارادہ ہے تو ہماری طرف سے اجازت ہے۔ بسم اللہ کیجئے وطن مالوفہ کو تشریف لیجائیے۔ چنانچہ آپ بلخ سے روانہ ہندوستان ہوئے۔ وہاں سے آئے اور ریاضت و یاد الہی کو اس حد تک پہنچایا کہ بجز یاد اللہ اللہ کے سوائے دوسرا کوئی شغل نہ تھا۔ ایک روز آپ شغل سہ پایہ کر رہے تھے۔ کہ آپکی ایک انتڑی ٹوٹ گئی۔ اسکی تکلیف و درد سے آپ بیہوش و بیتاب ہو جاتے تھے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپکے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ اے محمد سعید تیرا روده تڑخ گیا ہے۔ آپ نے عرض کیا فرمان حضور کا بجا اور درست ہے۔ پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کارد کے ذریعہ سے آپکے پیٹ کو چاک کر کے کھول دیا۔ سوئی اور تاگے سے روده کو جا بجا اپنے دست مبارک سے سیا۔ لعاب دہن مبارک اس تمام زخم پر مل دیا۔ معدہ کو بدستور اپنی جگہ پر رکھ کر پیٹ کو بھی اسی طرح سے سی دیا۔ اس پر بھی لعاب دہن مبارک لگا دیا گیا۔ اس عمل کا ہونا تھا کہ آپکو صحت کلی و شفائے کامل ہو گئی۔ کوئی درد کوئی تکلیف مطلق باقی نہ تھی۔ گویا آپ بیمار ہی نہ ہوئے تھے

چنانچہ کارد جس سے پیٹ چاک کیا گیا تھا بسوزن و رشتہ جس سے سیا گیا تھا - الی یومنا تبرکاً موجود ہیں۔ خلق اللہ انکی زیارت سے بیشمار فیض و برکات پاتی ہے۔ مگر جب سے سکھوں نے یورش اور دھما چوکڑی مچائی تھی - اور انھوں نے بے تمیزی میں ان تبرکات کا کچھ پتہ نہیں رہا - نہیں کہا جا سکتا کہ موجود ہیں یا نہیں۔ مگر اس سے پیشتر قصبہ گنگوہ کے اندر ان تبرکات کا وجود مانا جاتا تھا - آپکی وفات غرہ ربیع الاول کو تاریخ اخیر کو واقعہ ہونا بیان کیا جاتا ہے - آپ قصبہ گنگوہ میں سوتے ہیں - رباعی

زاں ولئی مرشدِ عالی رشید تمت سینہ لشیخ بوسعید

روز اول از ربیع الآخریں برد رخت خود بفردوسِ بریں

ان سے بدر سپہر حقائق - خازن خزائن دقائق حضرت شیخ محمد صادق قدس سرہٗ بن فتح اللہ صاحب مرید و خلیفہ حضرت شیخ ابوسعید گنگوہی ہیں - کشف و کرامات و خوارق عادات آپ کے ضرورت سے زائد مشہور و معروف ہیں - آپ کا مدفن بھی وہیں گنگوہ میں ہی موجود ہے - اور خلق اللہ کی زیارت گاہ ہے - رباعی

شد محمد صادق از دہر کامیاب جلوہ گر اندر جہاں چوں آفتاب

نوزدہ ماہ محرم زیں مقام خود بحق پیوست با صد احترام

ان سے - غنچۂ گلبن وجود برگزیدہ حضرت رب المعبود حضرت شیخ داؤد قدس سرہٗ فرزند رشید و خلیفہ و مرید حضرت شاہ محمد صادق قدس سرہ العزیز کے ہیں چھٹی ماہ رمضان المبارک کو رحمت الٰہی کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اپنے والد بزرگوار کے مزار کے پہلو بہ پہلو مدفون ہوئے - رباعی

شیخ داؤد داشت خلفِ صدقِ او یافتہ از آبِ عرفاں آبرو

بود سادس از مہِ رمضاں کہ زید شیخ والا از لقائے دوست عید

ان سے قطب اسحاق شیخ علی الاطلاق مرشد آفاق برگزیدہ جناب عالی لایزالی حضرت شاہ ابوالمعالی قدس سرہٗ - بیعت و ارادت بجناب فیضمآب حضرت شاہ محمد صادق قدس سرہٗ سے رکھتے تھے - اور خرقہ خلافت کا حضرت داؤد طائی بندگی قدس سرہٗ سے حاصل کیا تھا - آنحضرت کے خوارق عادات اور کمالات کا ذکر و بیان اور جناب والا کے فیوض مراحم اس سے پہلے تبرکاً و تیمناً کوہ سے کاہ کے مثال یا ذرہ بے مقدار سے ایک دانہ کے طور پر تھوڑا بیان ہو چکا ہے - چونکہ یہ نسخہ مختصر ہے اسلئے اس کے اندر کہاں گنجائش ہو سکتی ہے کہ ایسے عالی منزلت بزرگ کے حالات سمیں سما جائیں - اس کے علاوہ ایک کمزور ہاتھ کا قلم اور بے لیاقت انسان کا دل و دماغ وہ قابلیت یا طاقت کہاں سے لائے کہ ایسے یکتائے عالم کے اوصاف کو معرض تحریر

میں لاسکے۔ ایسے بلند پایہ بزرگ کے حالات لکھنے کو لیاقت چاہئے۔ اسلئے مختصر تذکرہ پر اکتفا کر لیا گیا ہے۔ طالب کو اگر خواہش ہو تو پچھلے باب سے ملاحظہ و مطالعہ فرما سکتے ہیں۔ یہاں تو وہی چند سطریں جن کے بغیر سلسلہ کتاب بند ہوتا تھا، تحریر کیا گیا ہے۔ آنحضرت خلف الصدق سید محمد شرف حسینی مکیؒ ہیں جنکی سکونت انبیٹہ شریف میں تھی۔ انبیٹہ سہارنپور کے قریب واقع ہے۔ آپ نبیرہ شاہ حافظ محمدؒ سید سندی ساکن قصبہ تہیڈ، خلیفہ حضرت شاہ نظام الدین بلخی کے تھے۔ و رئیس قصبہ انبیٹہ تھے۔ جب حضرت مرشد آفاق کے والد بزرگوار نے رخت اقامت اس جہان فانی سے اٹھا لیا اور سرائے جاودانی کو سدھارنے کیلئے بوریا بدھنا باندھ لیا۔ آپکی عمر شریف محض ہفت سالہ ہوگی۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے جب اپنی بیکسی و تنہائی اور لاوارثی کو دیکھا تو اپنے والد کے گھر انبیٹہ میں تشریف لے گئیں اور وہیں سکونت اختیار کر لی۔ وہاں رہتے سہتے ہی شاہ محمدؒ حافظ قدس سرہٗ رحلت فرما گئے۔ اب کیا تھا بجز ذات باری کوئی پرسان حال نہ تھا۔ ان کا گذارہ نہایت تنگی و ترشی سے ہونے لگا اور بیچاری نہایت کلفت و عسرت سے دن رات بسر کرنے لگیں۔ مگر جوں توں محنت و مشقت سے اپنے فرزند رشید کی پرورش کرتی تھیں۔ ایک دن مرشد آفاق کی والدہ معظمہ کی میراں گنگوہ سے بات چیت ہوئی۔ آپکی والدہ شریفہ نے فرمایا کہ مجھ ضعیفہ کا باپ بھی اس جہان فانی سے اٹھ گیا۔ اور اس غریب بچے کے والد نے بھی بیوقت اسے یتیم چھوڑا۔ اب ذات پاک کے سوائے کون ہے۔ جو اس غریب یتیم کی پرورش کا کفیل ہو۔ تعلیم و تربیت کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ جب نان و نفقہ کی ہی کوئی صورت بظاہر نہیں ہے۔ میراں جی جو کسی تقریب میں وہاں آئی ہوئی تھیں جب واپس گئیں اور کسی موقعہ پر حضرت شاہ محمدؒ صادق قدس سرہٗ سے ملیں تو یہ تمام ماجرا ان کے روبرو بیان کیا۔ کہ ایک سید زادہ و نبیرہ شاہ محمدؒ حافظ یتیمی کے بھنور میں پڑا ہے۔ بیچارے غریب کی عمر سات سال کی ہوگئی۔ مگر آجتک علم سے کوئی سابقہ نہیں پڑا۔ بسم اللہ تک نہیں ہوئی۔ اور کرائے کون جبکہ کوئی وارث نہ رہا ہو۔ بیوہ والدہ ہیں وہ بیچاری پردہ نشین ہیں ان سے کیا ہو سکتا ہے۔ مشکل سے ان کا پیٹ پالتی ہیں۔ مگر ہاں اس بات سے پریشان بہت ہو رہی ہیں کہ کسی طرح پڑھانے لکھانے کی صورت ہو جائے۔ حضرت شاہ محمدؒ صادق کے دل پر اس تذکرے نے نہایت اثر کیا۔ اور آپ نے حضرت مرشد آفاق کو اپنے پاس بلا لیا اور اپنے پاس رکھ لیا۔ اور اپنے بیٹے حضرت شاہ داؤد بندگی کیساتھ کہ وہ بھی آپ کی عمر میں تھے تعلیم کیلئے انہیں کے ساتھ مکتب میں بھیجنا شروع کر دیا۔ تربیت علم ظاہری شروع ہوگئی۔ مگر حضرت شاہ صادق خاص طور پر آپکی نگہداشت کرتے اور کمال کوشش رکھتے تھے کیونکہ منشیت ربانی آپکی تربیت و تعلیم کی خواستگار تھی منشاء قدرت یہ تھا کہ آپ یگانۂ روزگار ہوں۔ تھوڑی ہی مدت میں آپ نے علوم ظاہری میں وافی حصہ لے لیا۔ جب علم سے آپکی کمالیت دکھائی دی حضرت شاہ صادق قدس سرہٗ نے آپکو اپنا مرید کر لیا اور حضرت مرشد آفاق کے

کے حق میں کمال مرحمت و شفقت مبذول فرماتے تھے بلکہ اکثر اوقات جب موقع دیکھتے۔ مراتب سلوک کی تلقین بھی فرماتے تھے۔ ان عنایات و رعایات سے آپکو خاص فائدے پہنچے۔ جب وقت سعادت حضرت شاہ صادق قدس سرہٗ کا نزدیک پہنچگیا۔ تب آپنے حضرت داؤد بندگی صاحب سے بہ تقید تمام وصیت فرمائی کہ تمہارے دوسرے تمام مرید و خادموں میں سے ان کے حق حقوق تمہارے ذمہ بہت ہیں۔ یعنی غور سے دیکھو گے تو ابوالمعالی کئی رعایتوں کے حقدار ثابت ہوں گے ان کے حقوق تم پر بیشمار ہیں۔ اوّل یہ صاحبزادہ ہیں فاطمہ ہیں دوسرے علوم ظاہری میں چونکہ تمہارے پہلو بہ پہلو بیٹھ کر تعلیم پاتے رہے ہیں اسلئے ہم مکتب ہم جماعت ہوئے۔ تیسرے برادر دینی ہیں۔ چوتھے صدق دل سے طالب ہے۔ اسلئے لازم آتا ہے کہ انکے حق میں خاص رعایتوں و عنایتوں سے برتاؤ کیا جائے۔ مراتب سلوک سے جو کچھ مجھ سے باقی رہگیا ہے وہ اتمام کو پہنچاؤ۔ مشہور ہے

اگر پدر نتواند پسر تمام کند

حضرت داؤد بندگی صاحب نے ان تمام باتوں کو بگوش دل سنا اور فرمایا۔ جو کچھ حکم ہو۔ بندہ تابع فرمان ہے بلکہ اگر یہی ارشاد ہے تو ابھی اسی دم حضور کی حضوری میں اتمام کو پہنچا دیا جائے آپنے فرمایا کہ باتعجیل جلدی نہیں چاہئے۔ البتہ سہولت سے موقعہ بموقعہ انجام دو۔ چونکہ وقت ہر شئے کیلئے مقرر ہے۔ جب آپ رحلت فرما گئے سویم کے روز تعزیت کی تقریب سے اکثر مشائخ عظام فضلا و علماء درویش و مرید و طالب صغیر و کبیر سبھی قسم کے لوگ اعلیٰ و ادنیٰ بہت حاضر ہوئے تھے بھاری مجمع جمع تھا۔ حضرت مرشد آفاق نے اپنا عمامہ مبارک سر سے اتار دیا۔ اور حضرت داؤد بندگی صاحب کے نعلین مبارک کی خاک اپنے سر مبارک پر ڈالی اور چہرہ مبارک پر مل لی اور دست ادب باندھ کر بھرے مجمع کے اندر کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ بزرگوار الحال شاہ صادق تو جہان کے اندر موجود نہیں ہیں۔ وہ تو بہشت بریں پر تشریف لیگئے۔ ہم ادھورے رہ گئے۔ ہمیں حضرت موصوف کی ضرورت ہے مگر ہمارے شاہ صادق داؤد بندگی کیطرف اشارہ کر کے فرمایا یہ دنیا میں موجود ہیں۔ ہم آپ کو مرحوم کا ہی وجود سمجھتے ہیں۔ ہمنے اپنی طرف سے آپ ہی پر ارادت کر لی ہے اور اپنی گردن آپکے قدموں میں رکھدی ہے۔ مجمع نے آفرین و مرحبا سے آپکے خیالات کی داد دی اور حضرت داؤد بندگی قدس سرہٗ سے بھی تاکید کی کہ نظر شفقت سے دیکھیں۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ عرصہ چند مدت میں ہی آپ کا کام پورا کر دیا۔ اور آپکو کامل بنا دیا گیا۔ اور خلافت کا رتبہ آپکو بخشدیا۔

آپکی وفات بارھویں ربیع الاوّل کو واقعہ ہوئی تھی آپ کا مدفن مبارک انبیٹہ شریف میں ہے جو زیارت گاہ خلائق ہو رہا ہے

بوالمعالی زد لفضل باختہ ✤ رخش در میدانِ عرفان تاختہ
حالیشب ثانی عشرہ اوّل ربیع ✤ گشت جنت جائے آن شیخ رفیع

اس ضعیف و نحیف کاتب کتاب ہٰذا کا دلی ارادہ تو یہ تھا کہ احوال بعضے یاران محرم اسرار نیز خلفاء عالی تبار حضرت آپکے ہم جلیس و ہم نشین برگزیدۂ رب المعبود شیخ داؤد قدس سرہٗ و معدودے چند احبا و یاران حضرت مرشد آفاق کا حال بھی تھوڑا تھوڑا از بہر زینت کتاب و موجب خیر و برکت خیال کرکے قلمبند کیا جائے مگر خوف یہ ہے کہ طوالت کتاب کا سبب تو ضرور ہی ہوگا۔ بلکہ اگر بہت ہی تھوڑا تھوڑا لکھا جائے۔ تب بھی کتاب دوگنی ضرور ہو جائیگی۔ اس خوف سے اپنے دل کو روکا گیا اور جو کچھ کہ لکھا گیا اسپر اکتفا کیا گیا۔

ان سے

سلطان سلطنت مصطفوی۔ برہان محبت نبوی۔ غرۂ شجرۂ بوستان اولیا۔ قرۃ العین شاہ انبیا۔ امام دین و سنت مقتدائے مذہب و ملت شمع دانش و بینش چراغ ملت و آفرینش برہان مرتبت تجرید سلطان معرفت توحید حضرت میر محمد سعید یار عرف حضرت شاہ بھیکہ قدس سرہ مرید و خلیفہ حضرت شاہ ابو المعالی کے ہیں۔ کشف کرامات و خوارق عادات آں عالیمرتبت اس سے پہلے بابوں کے اندر تھوڑا تھوڑا تحریر میں آچکا ہے۔ یہاں تو سال و ماہ تاریخ وفات اور ذکر مدفن مقدس جو نہایت ضروری ہے اسکی توضیح و تشریح کیجائیگی۔

جسوقت کہ مدت حیات آں تاج دین و دیانت و آں شمع زہد و ہدایت پوری ہونے کو آئی۔ اور آنجناب کی رحلت کے ایام قریب آئے آپ نظر باطن سے ان شدنی اور اٹل واقعات سے باخبر ہوگئے اور حقیقت حال نے آپ کے منور دل پر چمکار اکیا۔ آپ اس موقعہ پر پانی پت میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے ارادہ فرمایا کہ بلدہ سرہند میں پہلے چلنا چاہئے۔ چنانچہ یہ ارادہ فرماکر روانہ ہوئے۔ اور وہاں سے کرنال قدم رنجہ فرمایا اور میاں محمد شاہد کے گھر کہ وہ کبھی سرکار کے مریدان راسخ الاعتقاد میں سے ایک مرید صادق تھے نزول اجلال فرمایا۔ آپ کی تشریف بری کا جب وہاں چرچا ہوا تو تمام اکابر و اصاغر زیارت جمال مبارک سے مشرف ہونیکے لئے بھاگے آئے آنحضرت نے اپنے تمام مخلصان و مریدان کو اور وہاں کے اسپ شتقا دمندوں کو دلاسا اور تسلی دی اور مطمئن کیا۔ پہلے سے بہت زیادہ نوازش و عنایت سے ممنون احسان فرمایا۔ وہاں سے رخصت ہوئے۔ تھانیسر کو قدوم میمنت لزوم سے اتنی رتبتا۔ تھانیسر سے دائرہ شریف زیادہ قریب سمجھا گیا ہے۔ مگر مرضی مبارک میں کچہ اور تھا۔ آپ کا خیال تھا کہ تھانیسر اکثر معتقد مرید ضعیفہ و بیوہ عورتیں و پردہ نشین بیویاں جو آپکے دائرہ اعتقاد کے اندر ہیں وہ سب کے سب جمال مبارک سے فیضیاب ہوں اور آخری زیارت سے مالامال ہو جائیں۔ کیونکہ ان کو بھی مدت دراز سے اشتیاق دیدار کی تمنا تھی۔ وہ باقی نہ رہے تھانیسر سے کابر عنان توجہ جبکہ سرہند کیطرف پھیری ایک قاصد دائرہ شریف کو روانہ فرمایا۔ اور کہہ بھیجا کہ

درویش زمیندار اور دوسرے صاحبان جو اس فقیر سے ملنے کے خواہشمند ہوں تشریف لے آویں آپکے
جسقدر یار احباب تھے درویش زمیندار حسن حسین نے یہ خبر سنی فوراً دوڑ پڑے اور سعادت قدمبوسی حاصل کی
جگہ دائرہ شریف کے قریب زمیندار اور دوسرے اصحاب سب جمع تھے۔ آنحضرت مصاحبان - بڈھن خان
جو راجپوتوں میں بڑے سرکردہ تھے مخاطب ہوئے - فرمایا آپ صاحبان جب دائرہ شریف جائیں تو
سید فاضل کو تاکید کریں کہ دائرہ شریف میں فرش فروش بدستور عمدہ رکھا کریں نان و طعام مستحقان و
درویشان کو افراط سے پہنچایا کریں بھوکوں پیاسوں کی خبرگیری روٹی پانی سے انکی شکم پری و سیرابی
کو فرض عین جانیں صادر و وارد کی مدارات انکی تعظیم و دلدہی میں کوتاہی نہ ہونے پائے مراد الٰہی میں
مشغول و مستغرق رہیں کہ یہ سب سے بڑی نعمت ہے - یہ تمام امور نہایت کوشش سے سرانجام دیتے رہیں - کہ اسی
میں ان کا بھلا اور دنیا و عاقبت کی سرفرازی ہے۔ مصاحبان شیخ نعمت اللہ اور سید عبدالمومن نے
جب یہ گفتگو سنی تو بے اختیار آنسو انکی آنکھوں سے جاری ہوگئے - ایک جھڑی لگادی - بہت سے
صاحبان بے اختیار و بیدل تھے حضرت نے اس قسم کی گفتگو پہلے کبھی نہیں فرمائی ان باتوں سے تو وصیت
کی خوشبو آتی ہے - جو ہم لوگوں کے سینے ناقابل برداشت صدمہ اور بربادی کی نشانی معلوم ہوتی ہے بیٹھے
مقربین تو چلا چلا کر اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے یعنی بیتاب ہو ہو کر تڑپنے لگے - حضرت پیر دستگیر نے فرمایا
کل نفس ذائقۃ الموت واقعہ ہے کسی پیدا شدہ کو اس ناگزیر امر سے گریز ممکن نہیں - لیکن یہ فقیر تو ابھی
صحیح سلامت ہے عقل سلیم ہے - مزاج اعتدال پر ہے کسی قسم کا وہم آپ لوگ اپنے دل میں نہ لاویں یہ
باتیں پیش احتیاطاً کی ہیں مگر خیال رکھو کہ یہ فقیر ایسا نہیں کہ مرنیکے بعد اپنے عزیزوں درویشوں اور اعتقاد
مندوں مریدوں و خادموں سے غفلت کرے - جب کبھی بھی کوئی مشکلات کے لئے اخلاص و اعتقاد سے یاد
کیا کریگا ان شاء اللہ تعالیٰ اسکی مہم سرانجام کرنیکی کوشش کیا کرونگا - دو دن تو انہیں باتوں میں گذرا
دوسرے دن علی الصباح - زمینداروں - درویشوں اور لشکر و شہر میں رہنے والوں کو نہایت تسلی تشفی و
دلداری سے رخصت فرمایا اور خود بدولت نے شاہ آباد کا عزم جزم فرمایا - وہاں پہنچکر مرزا جعفر کے گھر کہ وہ حضرت
کے مریدوں میں سے ایک تھے - نزول فرمایا - وہاں بھی تمام مرید، خادم اور سب معتقد صغیر و کبیر خدمت شریف
میں حاضر آئے - اکثر بیوہ عورتیں - پردہ نشین بیویاں اور دوسرے ارادتمند حصول سعادت نیاز مستفیض
ہوئے چند روزہ اقامت کے بعد انبالہ تشریف لیگئے - وہاں مزار زبدۃ المحققین شیخ شاہ محمد قدس سرہٗ پر
تشریف لیگئے - محمد یوسف - محمد علی خاں فرزندان موصوف نے نہایت شرافت و عجز سے اپنی کمر ہمت کو نہایت چست
باندھ لیا - اور حضرت کی خدمت میں ہر دم حاضر رہنے لگے - آنحضرت آپکی خدمات سے بہت مسرور ہوئے - دو دہقان

اور ایک پگڑی دونوں صاحبوں کو عطا فرمائی۔ ارشاد فرمایا کہ آپ دونوں کو اپنے فرزندوں کی جگہ
تصور کرتا ہوں۔ چونکہ آپ کے ذیشان باپ سے مجھے رابطۂ اتحاد برادرانہ تھا۔ اور انہیں اس فقیر سے خلوص
بے حد تھا۔ ان باتوں اور راز و نیاز کی گھاتوں سے شیخ کی روح کے سوائے دوسرا کوئی واقفیت نہیں رکھتا
یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ انبوہِ خلائق کا گروہِ کثیر آپکی زیارت کو حملہ کر کے آگیا اسلئے یہ سلسلۂ گفتگو
یہیں ٹوٹ گیا۔ جسقدر لوگ اس وقت آئے تھے سبھی علی قدر مراتب سلام و پیام و گفتگو سے خوشوقت
فرمایا۔ اور پھر سب کو جدا جدا وداع و رخصت فرمایا۔ خود بدولت نے فتح محمد سفید باف
کے گھر نزول فرمایا۔ رات وہاں بسر فرمائی۔ صبح کو روانہ منوڑ ہوگئے۔ قصبہ مذکور کے جسقدر نجیب و شریف تھے
سب نورِ جمالِ حضرت پر پروانہ وار نثار ہوئے۔ اور سبے نقش نعلین مبارک پر جبین نیاز گھسائی۔ سید غلام نبی
کے گھر کہ وہ بھی آپکے راسخ الاعتقاد مرید تھے قیام فرمایا۔ وہاں سے کوچ فرماکر قصبہ جمیت ورود فرمایا۔ وہاں سے
قصبہ گدھ کو شرف بخشا ایک روز کے قیام کے بعد بستی ملک حیدر میں تشریف لیگئے۔ مصطفیٰ خان کے گھر کہ
بڑے اعتقادمند مرید تھے تشریف فرما ہوئے۔ وہاں خاص و عام سکنائے سرہند خبر پاکر استقبال کیلئے پہنچ گئے
اور تقبیل قدمبوسی سے فیضیاب ہوئے۔ سرہند کو تشریف لیجا رہے تھے۔ لوگوں نے خبر پاکر اثنائے راہ میں
استقبال کیا تھا۔ جب آپکی سواری شہر کے قریب پہنچی تو آپنے فرمایا کہ مجھے تاج العارفین میاں شاہ عبدالملک
قدس سرہٗ کی قبر مبارک پر لے چلو کہ مجھے ان سے ابتداء سے بہت میل و محبت رہی ہے۔ قبر مبارک پر حضرتؒ نے فاتحہ
سے فراغت پائی پھر زبدۃ المحققین میاں حبیب اللہ جیو سے ملاقات فرمائی۔ تھوڑی دیر توقف فرمایا پھر اجازت
چاہی۔ وہاں سے سوار ہوگئے۔ قلعہ کے نیچے پہنچے۔ وہاں استفسار فرمایا کہ میر سید جعفر خان کا مزار کس مقام
پر ہے درد لشیان نے عرض کیا کہ جدہر سواری جارہی ہے اسی سمت میں ان کا مزار ہے۔ جب سواری قبر موصوف
کے قریب پہنچ گئی تو میاں ٹھیرا کر آپنے فاتحہ پڑھی۔ اور مراقبہ کیا جب سر مبارک مراقبہ سے اٹھایا تو فرمایا کہ میر
سید جعفر مکی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اے میرے فرزند اس ملک پر حقتعالی کیطرف سے جلال کی نظر ہے۔
اس اثنا میں قدوۃ الکاملین زبدۃ الواصلین یار محمد شاہ تونگر نے عرض کیا کہ جس ملک پر نظر جلال ہو
اس ملک کا چھوڑنا اولیٰ ہے۔ آپنے فرمایا کہ اکثر لوگ یہاں کے بھی مشتاق ملاقات ہیں پس انکی ملاقات سے
بہرہ ور ہونا اچھا ہے پس کچھ تھوڑی دیر توقف فرمایا پھر مناسب سوچ سمجھ کر سید مرتضیٰ گردیزی صاحب
کے گھر کہ وہ بھی بڑے راسخ الاعتقاد مرید تھے۔ نزول فرمایا۔ اور آنحضرت بھی ان کے حق میں خاص عاطفت
و عنایت فرمایا کرتے تھے۔ آپکے نزول اجلال کی خبر دم کی دم میں تمام آبادی کے اندر خوشبو کیطرح پھیل گئی۔
اس خبر سے جمہور خلائق جوق جوق آستانہ آں لگیا نہ ہوئی۔ کوئی بدنصیب ہی ہوگا کہ زیارت سے محروم رہا ہو۔

ورنہ جس نے حسن پایا۔ اسنے اور کوئی کام نہیں کیا۔ زیارت کو ہی دوڑا آیا۔ قیام گاہ کے دروازے پر اژدہام
و انبوہ خلائق تھا۔ بیشمار مخلوق کا تانتا تھا۔ ایک دریائے بے پایاں تھا کہ جسکی تعیناتی بے پایاں تھی۔
وجہ یہ تھی کہ آنحضرت بسن مقام پر پوری مدت پچیس سال کے بعد وہاں تشریف فرما ہوئے تھے۔ وہاں نورعلی
نام ایک بزرگ آنحضرت کے راسخ مریدوں میں سے تھے۔ انہوں نے عرض کیا یا حضرت اس غلام نے
ایک گائے بھینس خریدی ہے۔ باوجودیکہ اس بھینس کو خریدے ہوئے پورے چند ماہ کا عرصہ گذر گیا۔
میں نے اپنے آپسے عہد کر رکھا ہے کہ جبتک حضرت پیر و مرشد میرے تیسر حضرات دسکہ سے نوش جان نفرمائینگے
ہرگز دودھ دہی یا مکھن زبان پر نہ رکھوں گا۔ اسلئے میں عرض کرتا ہوں کہ یہ دودھ کا پیالہ جو پیش کرتا ہوں
لِلّٰہ حضور اسے نوش فرمائیں تاکہ مجھپر بھی اس بھینس کا دودھ دہی روا ہوجائے۔ حضرت پیر دستگیر نے
فرمایا کہ مدت ہوئی کبھی تیلی گوشت وغیرہ میں نے چکھا نہیں۔ لیکن کیا کروں آپکی خاطر بھی عزیز ہے اسلئے
انکار کرنا بھی ممکن نہیں لاؤ۔ دودھ کا پیالہ جو آپ لائے ہیں۔ چنانچہ اسمیں سے بمشکل ایک چمچہ کے قریب
چکھ لیا۔ اس دودھ کا پینا تھا کہ خدا کی قدرت سے اسی دم سے حبس بول عارض ہو گیا۔ یعنی پیشاب
بند ہو گیا۔ حتی کہ دس بارہ روز ہو گئے پیشاب ہی نہ اترا۔ زین الدین احمد خاں کو جب یہ معلوم ہوا۔
سنتے ہی بھاگا آیا۔ اور اچھے اچھے حکمائے حاذق کو بھی ساتھ لیا۔ حضرت پیر دستگیر نے فرمایا کہ جو کچھ
معالجہ تجویز فرمائیں۔ مجھے بھی اس سے مطلع کرلیں۔ کیونکہ ابتدائے ایام شعور سے آجتک ستر عورت کیلئے میں نے
حد سے زیادہ احتیاط کی ہے۔ مکشوف العورت اپنے اوپر روا نہیں رکھتا۔ چند روز تک معالجات
از قسم مدرات وغیرہ کرتے رہے۔ مگر کچھ فایدہ نہ ہوا۔ اس اثناء میں سیوانہ اور گھرام میں آپکی علالت کی
خبریں پہنچیں۔ وہاں کے جسقدر دوست تھے سب وہیں پہنچ گئے۔ خود بدولت نے دائرہ شریف کا
ارادہ کرلیا۔ چنانچہ روانہ ہوئے۔ سرائے الونیس پہنچے۔ وہاں سے سیوا گھر جو انبالہ سے چند کوس ہوگا
اور دائرہ شریف کی راہ میں اسکے راہ میں ہے۔ وہاں منزل کی مرزا جعفر علیخاں شاہ آبادی کہ اس
زمانے میں منصب دار شاہی تھے۔ اور آنحضرت کے شیدائی مرید و طالب تھے۔ اور یہ یوں خطوط انہیں
لکھ چکے تھے کہ خط پہنچتے ہی شتابی اور جلدی اپنے آپکو حاضر کریں۔ اسی اثناء میں زین الدین احمد خاں
فوجدار بادشاہی نے ایک طبیب علاج کیلئے اور دو سو روپیہ بطور نیاز نقد بھیجے۔ بار یابان حضرت نے عرض کیا
کہ زین الدین فوجدار نے دو سو روپیہ نقد بطور نیاز اور ایک شخص حکیم معالجہ کیلئے بھیجے ہیں اسباب میں
جو حکم صادر ہو اسپر عملدرآمد کیا جائے۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ دو سو روپیہ جو زین الدین نے بھیجا ہے
حکیم جی کو دیدو۔ اور ان سے کہدیں کہ اب کام انجام کو پہنچ چکا ہے۔ علاج معالجہ کا موقع ہاتھ سے جا چکا ہے

چنانچہ حکیم کو وہ روپیہ دیکر رخصت کر دیا گیا۔ جب قصبہ سونڈہ میں نزول اجلال فرمایا۔ قدرے بول کا ادرار ہوا۔ مگر جس حصہ زمین پر حضرت نے پیشاب کیا تھا۔ وہیں مثل دہی کی جم گیا۔ وہ زمین بھی برف کی طرح سفید ہوگئی۔ لیکن اس پیشاب کے آجانے سے آپکی طبیعت کسی قدر سدھر گئی۔ اور حبس کھل جانے سے کچھ افاقے کی صورت ہوگئی۔ لوگوں نے مبارکباد کا تانتا باندھ دیا۔ تمام لوگوں نے خوشیاں منانی شروع کیں۔ ایک غلغلہ مسرت کا بج گیا۔ اس زمانے میں بارہ ہزار روپیہ آنحضرت کے ہمرکاب موجود تھا درویشوں۔ مسکینوں۔ محتاجوں اور بیوہ عورتوں مستحقوں کو بطور صدقہ سب کا سب تقسیم کر دیا گیا سب خوش و خرم تھے۔ جب نماز مغرب کا وقت آیا۔ دفعتاً غشی مزاج مبارک پر مستولی ہوگیا۔ اور حالت بالکل دگرگوں دکھلائی دی۔ اسی دم سید شرف جہاں و میاں شاہ نورنگا، کہ دونوں حضرت پیر دستگیر کے مقبول نظر تھے۔ اور حضرت کا سر مبارک ان دونوں کے زانو پر تھا۔ تھوڑے عرصے کے بعد غشی کو کچھ افاقہ معلوم دیا اور حضرت نے کسیقدر جنبش فرمائی۔ سید شرف جہاں نے موقعہ دیکھ کر عرض کیا کہ یا حضرت مریدوں اور درویشوں کے حق میں حضور کیا ارشاد فرماتے ہیں اگر تو اس وقت حضور یہیں ہیں اور بہت سے یہاں سے دور پھر رہے ہیں ان غریبوں کا کون والی وارث ہوگا۔ انہیں کس کا سہارا اور آسرا ہوگا۔ حضرت نے فرمایا اپنے تمام یاروں کو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ آلہ وسلم و حضرت غوث الاعظم قدس اللہ سرہ العزیز و خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ کے سپرد کر دیا ہے۔ اس قدر گفتگو کے بعد دوبارہ ضعف ہوگیا۔ پھر غش آگیا۔ دیر کے بعد پھر ہوش ہوا۔ جب طبیعت درست ہوئی دیکھی سید شرف جہاں نے دوسری مرتبہ پھر وہی عرض کیا کہ آپ اپنے یاروں کو کس کے سپرد فرماتے ہیں۔ پھر جواب دیا کہ حوالہ خدا و پیغمبر خدا اور پیران عظام کے حوالے کیا۔ اتنا فرما چکے تھے کہ بیہوشی پھر غالب ہوگئی۔ تیسری مرتبہ جب ہوشیاری اور افاقے کی صورت ہوئی شرف جہاں نے پھر عرض کیا کہ خادموں۔ طالبوں اور درویشوں مریدوں کیلئے کوئی ایسا ارشاد نہیں ہوا۔ آنحضرت نے فرمایا اے بھائی شرف جہاں میں نے حوالے خدا اور رسول اور پیران عظام کے اپنے سلسلے کو کیا ہے معلوم یہ ہوتا ہے کہ تمہاری نگاہ میں حوالہ کچھ کمتر ہے۔ مگر بھائی مجھے یہ تو بتا دو ان سے زیادہ تمہاری عقل کے اندر کون ہے جسکے حوالے کیا جائے۔ لیکن شرف جہاں کا مطلب و مقصود کچھ اور ہی تھا۔ ان کا ان مقولات سے مطلب و مدعا یہ تھا کہ اگر آپکی نگاہ میں کوئی شخص منصب خلافت کے شایان دکھلائی دیتا ہو تو اسے اپنی حضوری میں اپنے دست مبارک سے خلافت سے سرفراز و ممتاز فرماتے جائیں۔ لیکن جب مریدوں کے حق میں اس قسم سے اشارت پائی اور صاف ارشاد ہو چکا تو دوسری طرف چلے اور عرض کیا کہ حضرت

کے بھائی برادر اور ہم کفو بھی موجود ہیں اور سادات عظام کے بڑے بڑے درخشندہ اختر حضرت کی عیادت و خبرگیری کیلئے حاضر ہیں تو فرمایا میں تو کوئی بھائی نہیں رکھتا نہ میرا کوئی بھائی ہے نہ میں کسی کا بھائی ہوں۔ اگر ایسے آپکو میرا بھائی جتلانے والے حاضر ہیں تو انسے کہو کنوئیں میں اتہیں کہو کود پڑیں۔ اور سنو شرف جہاں تمہیں کچھ خبر بھی ہے کہ یہ کسقدر نازک وقت ہے پھر اس وقت کی نزاکت کو جانتے بوجھتے ہوئے بار بار یہی تکرار ہے۔ اس گفتگو سے شرف جہاں ساکت ہو گئے رجب رات اخیر ہونے لگی پانچ چھ گھڑی رات سے باقی ہو گئی۔ آپ پر بیہوشی اور غشی برابر مستولی تھی کہ عالم بیہوشی سے آپ چونکے اور بعجلت تمام دفعتہً بسرعت کھڑے ہو گئے۔ مردمان موجودہ نے آپکو ہاتھوں ہاتھ تھام کر کھڑا کیا۔ آنحضرت نے باآواز بلند فرمایا۔ السلام علیکم یا رسول اللہ۔ بس اس کے بعد پھر بیہوشی غالب آئی۔ اور کھڑے ہی کھڑے پھر بیہوش ہو گئے۔ لوگوں نے ہاتھوں ہاتھ پلنگ پر لٹا دیا۔ کچھ عرصہ پھر بیہوش رہے پھر چونکے اور حاضرین جو پلنگ کے قریب موجود تھے انسے فرمایا مجھے جلد کھڑا کر دو۔ تو تعظیم کروں کیونکہ تمام پیران عظام تشریف لا رہے ہیں بموجب حکم آپکو کھڑا کر دیا گیا۔ اور آنحضرت تعظیم کیلئے کھڑے رہے جبکہ طلوع صبح صادق کا وقت ہو گیا۔ اسروز پنجم ماہ رمضان المبارک ۱۱۳۱ ہجری المقدس یعنی ایکہزار ایکسو اکتیس ہجری نبویہ علیہ الصلوٰۃ والسلام تھا کہ گوش ہوش دیندار یا ایہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی پر رکھ کے متوجہ سفر آخرت ہوئے چنانچہ شیخ اسمعیل نے سال وفات میں جو قطعہ تصنیف کیا ہے۔ اس سے صاف عیاں ہے

آں سید شاہ ہبیکہ مقبول خدا — بسر گردن عارفاں بحق راہ نما
از بہر تفرج گلستان ارم — بگذشت ازیں جہاں بسوے دار البقا
تاریخ چو جستم ز بہر دانش — فرمود کہ شاہ ہبیکہ مقبول خدا
۱۱۳۱ ہجری المقدس

القصہ آپ تو اس دار فنا سے دار البقا کو سدھار گئے۔ مگر اس واقعہ کے وقوع سے جمیع خاص و عام پر جہاں تاریک و تیرہ ہو گیا۔ گاؤں گاؤں شہر بشہر گھر گھر شیون و ماتم ہونے۔ جن و انسان وحشی و طیور فرشتے تمام باشندگان زمین و آسمان اکے حسرت سے نالہ و زاری کرتے اور مصروف ماتم تھے پس ماندگان نے با دل بریاں و دیدہ گریاں جامئہ و قوع وصال آنحضرت سے کوچ کیا۔ وہاں سے کوچ کرتے ہی سادات سیوانہ جو آنحضرت کے ہم کفو تھے انکی خواہش تھی کہ جنازہ مبارک اپنے ہاں لیجائیں۔ اور اپنے گاؤں میں آپکی قبر بنائیں تاکہ ان کے لئے موجب افتخار و ترغیب و منزلت کا باعث ہو اور مراتب عزت

کی زیادتی کا سبب ہو گیا تھا خر حاضر آگئے۔ وہ لوگ دعوے وراثت کا پیش کرتے تھے۔ کہ میت ہماری ملکیت و وراثت ہے۔ اسلئے ہمیں اختیار ہے، جہاں چاہیں لیجائیں۔ آدمی بھی کثیر التعداد تھے۔ اور ویسے بھی من چلے جیالے و شجاع تھے۔ اسلئے بیچارے درویش جو جنازہ کے ساتھ تھے وہ گفتگو کرتے ہوئے ڈرتے اور جنازہ لیجانے کی جرأت کرتے خوف کھاتے تھے۔ نہ چھوڑ ہی سکتے تھے۔ تاہم نعش مبارک کو اس مکان سے جوں توں اٹھایا۔ اور سیوانہ کیطرف چلے۔ خدا کی قدرت سے راہ بھول گئے۔ اور جسقدر ہمراہ جنازہ تھے۔ ان سب میں سے ایک کو بھی یہ علم نہ تھا کہ کہاں کو جا رہے ہیں۔ حتیٰ کہ بھولے بھالے ہی گھڑام کے قریب آ پہنچے۔ ہمراہی درویشاں نے اس حتیٰ کو منتہات سے سمجھا۔ باشندگان گھڑام اور وہاں کے رئیسوں کو خبر پہنچا دی کہ سادات کا داعیہ یہ ہے کہ نعش مبارک کو سیوانہ پہنچائیں وہیں دفن کر کے قبر بنائیں اور بازی لیجائیں۔ قدرت کا ہی کوئی کھیل ہے کہ سبکے سب بیخود ہو گئے۔ راستہ بھول گئے اور یہاں آ پہنچے ہیں۔ اب بات آپ لوگوں کی ہمت اور شجاعت پر آ گئی ہے۔ اب آپ سب کوئی ایسی تدبیر کریں کہ جنازہ یہاں رہ سکے۔ اسبات کا پہنچنا تھا کہ صغیر و کبیر ادنیٰ و اعلیٰ باشندگان گھڑام کا فوراً اتفاق ہو گیا۔ اور سب نے یہ ٹھان لی کہ جنازہ یہاں سے نہیں جانا پائیگا۔ ایک جماعت کثیر جمع ہو گئی۔ ہجوم عام ہو گیا۔ اور گھڑام کے لوگ درویشوں کے حامی و مددگار ہو گئے۔ مناقشہ تو باہمی تھا۔ باشندگان گھڑام نے ایک تیسرا سوال جا اٹھایا۔ سادات سیوانہ سے سلوک و مدارات سے بات چیت کی اور کہا گھڑام اور دائرہ شریف کے درویش دونوں غلط کہتے ہیں۔ دونوں کے دعاوی ناقابل تسلیم۔ اول رات ہونیوالی ہے ناوقت ہو گیا ہے۔ جب دن ہوگا۔ تب قضیہ طے ہو جائیگا۔ اس وقت کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ رات کو جنازہ کہیں نہیں جا سکتا۔ رات تو یہیں رہیگا۔ سب لوگ اسی جگہ توقف فرمائیں۔ تجہیز و تکفین کا سرانجام یہیں ہو۔ صبح کو سیوانہ لیجانا۔ تمام سادات اسی بات پر رضامند و متفق ہو گئے۔ درویشوں کو موقعہ مل گیا۔ چنانچہ غنیمت سمجھکر لبسرعت تمام قریب نماز عصر نعش مبارک کو گھڑام کے اندر لے گھسے اور خاص حجرہ حضرت میراں جی میں پہنچا کر غسل دینا شروع کر دیا۔ جب غسل سے فراغت ہوئی تھی تو چند پانی کے قطرے سینہ مبارک پر باقی لگے ہوئے تھے۔ اسلئے خود بخود دائیں پہلو کیطرف کروٹ بدل کر وہ قطرے پانی کے سینہ مبارک سے علیحدہ فرمائے۔ اس خاص وقت میں میاں شاہ نورنگ۔ میاں اللہ بندہ۔ حاجی ہیبت اللہ۔ میاں شاہ کرم علی۔ میاں شاہ سجاول۔ میاں شاہ امان اللہ۔ امین خاں اور شیخ موسیٰ اور ایک اچھی خاصی جماعت درویشان کامل کی اس موقعہ پر حاضر و موجود تھی۔ جن میں کا ہر بزرگ اپنے اپنے وقت کے جنید و شبلی تھے۔ چونکہ ایسے ایسے چیدہ بزرگ تھے۔ اسلئے اس واقعہ کو زیادہ شہرت دینا پیراں نے پسند نہ فرمایا۔ کہ پیر اپنا کی پیری کا انکشاف نہ ہو سکی۔ یا یہ مصلحت کار اور منظور رہا کہ سکے اس واقعہ کی شہرت شاید کو مصلحت خاص سمجھا گیا۔ یہ بھی عرض کیا کہ ذات مبارک حضرت پیر دستگیر ہمیشہ قائم اور زندہ رہنے والی ذات ہے

گمان ممات و وفات آں حضرت کی نسبت نہیں کرنا چاہئے۔ مگر پاس شریعت محمدی بھی ضروری ہے۔ تمام دنیا میں اس واقعہ حرکت بعد از موت سے حرکاتِ خلاف شریعت وقوع میں آنے کا شہرہ ہو جائیگا۔ اسکی گھڑی بسیدھا کر کے نعش مبارک کو ویسے ہی لٹا دیا گیا۔ اور اس قطعۂ زمین کے اندر کہ حضرت مرشد آفاق نے اس واقعہ موت سے کئی سال پیشتر حینِ حیات میں جائے دفن آنحضرت سے نشاندہی فرمادی تھی۔ دفن کیا گیا۔ چنانچہ اسبابہ میں مفصل و مشرح اسی کتاب میں اسی موقعہ پر لکھا جاتا ہے۔ نقل ہے کہ ایک شخص جو کہ مرشد آفاق کے مریدوں میں سے ایک خاص شخص تھے۔ اور قصبہ گھڑام میں قدیم سے سکونت پذیر اس مسجد کے نہایت قریب جو حضرت میرانجیو کی عبادت گاہ یا ریاضت گاہ تھی۔ ایک مکان میں رہا کرتے تھے۔ نقل ہے موصوف نے آنحضرت کی وفات سے بہت پہلے ایک موقعہ پر اپنے پیر حضرت مرشد آفاق ایک دعوت کی تقریب میں اپنے اسی رہائشی مکان کو خوب آراستہ کیا۔ اور متکلف فرش و فروش اسمیں بچھائے اور دعوت کیوقت حضرت مرشد آفاق کو بلا بھیجا۔ مرشد آفاق تشریف لائے اور خاص حجرہ میں جس کے اندر دعوت کا سامان کیا گیا تھا۔ جب داخل ہونے لگے۔ تو نعلین مبارک کو حجرہ سے بہت باہر پائے مبارک سے علیحدہ کیا۔ اور تعظیم سے حجرے میں داخل ہوئے۔ حالانکہ فرش فروش اس جگہ سے جہاں آپنے نعلین اتاری تھیں بہت دور تھا۔ مقربان آنحضرت نے اس تعظیم و تکریم پر حجت کی اور عرض کیا کہ نعلین مبارک کو حد فرش سے بہت دور اتار دینے اور اسقدر ادب سے داخل ہونے میں کوئی سر ہوگا۔ حضرت مرشد آفاق نے فرمایا کہ اور اسرار کیا ہوتے۔ یہ مقام مدفن میراں سید نجیبا کا فخر حاصل کرنیوالا ہے اور انگشت مبارک سے اشارہ فرمایا کہ یہ قطعہ زمین شرف پائیگا اور زیارت گاہ خلائق ہوگا۔ حضرت پیر دستگیر بھی اس موقعہ پر حاضر و موجود تھے یہ الفاظ اسیوقت شہرت پاگئے۔ بعد چندے فتحیاب خاں قانونگوئے ساکن گھڑام نے منصب ہزاری پر سرفرازی پائی ایک خاص پایہ کا شخص ہوا۔ اور دولت و عظمت کو پہنچ گیا۔ انہوں نے از روئے اعتقاد بجناب پیر دستگیر عرض کیا کہ عموماً اکثر اوقات آنحضرت قصبہ گھڑام میں تشریف لاتے اور رونق افروز ہوتے ہیں یہ غلام امید وار ہے کہ ایک مکان برائے سکونت آنحضرت تیار کر دیا جائے۔ جب حضرت پیر دستگیر سے اجازت پائی اسیجگہ پر کہ حضرت مرشد آفاق نے نشان دیا تھا حویلی طیار کر دی۔ نقل ہے کہ وہ شخص فروش کو بھی رہنا منظور نہ تھا۔ اسنے بھی نہایت خوشی سے اس امر کو منظور کیا تھا۔ چنانچہ آنحضرت میرانجیو جب کبھی گھڑام تشریف لاتے تو اسی حویلی میں نزول اجلال فرماتے۔ آخر الامر وہی جگہ آنحضرت کا مدفن بنی۔ اور زیارت گاہ خلائق ہوئی۔ القصہ تجہیز و تکفین کے بعد اکابر و اصاغر ہم صلاح و ہم مشورہ ہوئے اور بلوائیوں کا حال بیان کیا اور جنگ و حرب کی تیاری کر ڈالی اور پورا سامان جنگ کر کے آمادہ لڑائی ہوئے اور سلطنت سے امداد لانیکی سوچی۔ نیت پختہ ہو چکی تھی۔ لیکن جب سادات نے وقت موافق نہ دیکھا اور جان لیا کہ ان لوگوں کے مقابلے کی طاقت ہم میں نہیں ہے اور ہم ان سے عہدہ برآ نہ ہو سکینگے۔ تو کسی قدر پہلو تہی کرنے لگے

ترجمہ ثمرۃ الفواد

ہماری ملکیت
بھی من چلے
ے اور جنازہ
ن سے جو تیں
۔ ان سب میں
پہنچے ہمراہی
ادی کہ سادات
ضرت کا ہی کوئی
ہمت اور شجاعت
ر و کبیر ادنی و اعلی
ا ایک جماعت کثیر
نہ تو باہم تھا۔
ت کی اور کہا
ل رات ہونیوالی ہر
ے کہ جنازہ کہیں
ہیں ہو سکو
چنانچہ غنیمت سمجھکر
میں پہنچے ہی
گئے تھے۔ اسلئے
ص تھے میں میاں
امان اللہ امین خان
میں کا ہر بزرگ
شہرت دینا پیراں
کی شہرت شانکو
نے والی ذات ہے

اور کھسکتے کھسکتے سیدانہ تابتہ پہنچنے لگے۔ جب سادات سیدانہ پہنچ گئے۔ اور درویشوں نے میدان خالی پایا تو انہیں
گوشہ اطمینان سا ہو گیا۔ پھر کیا تھا۔ آنحضرت کے رسوم۔ فاتحہ درود اور سوم وغیرہ کے کام کاجوں میں لگ گئے
آپکو دفن کئے ابھی دوسرا ہی دن تھا کہ بعض مقربات اور زیادہ رموز دانان حضرت میرانجیو کو معلوم ہوا کہ
حضرت پیر دستگیر بذاتِ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک چوب تابوت کی جسمیں آپ کو دفن کیا گیا تھا ٹوٹ گئی ہے
اسکی تختیاں ٹوٹ کر پہلوئے مبارک حضرت میں چبھتی ہیں۔ ان تختیوں وغیرہ کو قبر سے بلکہ سارے صندوق
کو ہی نکال لینا اور نعش کو زمین پر لٹا دینا چاہیئے۔ حسب فرمان قبر کو کھولا گیا تو وہی کیفیت نظر آیا جو بعض
مقربان حضرت نے سنکر قبر کو کھولا تھا۔ تابوت کے تختے ریزہ ریزہ ہوکر اوپر پڑے تھے۔ اور ذات مبارک
اپنے دائیں ہاتھ کو سرہانہ بنائے ہوئے سر مبارک کے نیچے رکھے ہوئے لیٹے ہوئے پائے گئے۔ اکثر لوگوں نے معاینہ کیا کہ
آپ نہایت صفائی سے رو بقبلہ ہو کر لیٹے ہوئے ہیں۔ بہت لوگوں اور اعتقاد مندوں نے زیارت کی۔ پھر
ٹوٹی ہوئی تختیوں کو قبر سے نکال لیا۔ اور نعش مبارک کو فقط زمین پر ہی لٹا دیا گیا۔

دوسری مرتبہ پھر بہت سے لوگوں کو اشارت ہوئی کہ معمار کی کرنی (جو ایک اوزار ہوتا ہے) عین پشت مبارک کے
نیچے بھول کر رہ گئی ہے جس کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہے۔ چنانچہ پھر دوسری دفعہ قبر کو کھولا گیا اور وہ کرنی جسکے
بابت اشارت ہوئی تھی۔ کمر کے نیچے سے نکالی گئی۔ چنانچہ وہی کرنی اور وہ تابوت کی شکستہ تختیاں ابتک بطور
تبرک کا دتیسٹا موجود رکھی گئی ہیں بفضلہ اللہ انکی زیارت کر سکتے ہے۔

جبکہ گھمنڈ اشرف کے لوگ اپنا کام جس قسم سے کہ لکھا گیا ہے انجام تک پہنچا سکے تو عارف کامل سید محمد فاضل کو
دائرہ شریف میں منتخب کیا گیا۔ اور سید عبد المومن۔ بہادر خان فوجدار کرنال وتھانیسر وغیرہ کو شامل اور اپنا
رفیق بنا کر اس دیار کے راجپوتوں سے اور چوہان قوم کے افراد سے ایک بھاری جمع کیا۔ قریباً دس ہزار انسانوں کا
ایک جم غفیر گرد و پیش ہو گیا۔ جس سے انہوں نے ارادہ کر کے دھاوا کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ سب کا داعیہ یہ تھا کہ جنگ کیا جائے
اور گھمنڈ امام شریف کا بزور بندوق سے قبر کو کھلوا دیا جائے۔ نعش مبارک کو وہاں سے نکلوا دیا جائے۔ اور ٹھسکہ میں لاکر
از سر نو دفن کیا جائے۔ لیکن جمع شدہ گروہ نے باہمی قرار کیا کہ ہم سب جنگ و جدل کیلئے تو تمہارے بدل و جان
شریک حال ہیں۔ لیکن ہم سے یہ نہیں ہو سکیگا کہ حضرت میرانجیو کی قبر کو کھلوا لیں یا اسے کھول لیں۔ ہاں آپ لوگ
مالک و مختار ہیں۔ آپ بیشک اپنے شیخ کو لے لیں یا نعش کو قبر سے نکال لیں۔ ہم مجبور ہیں ہم سے ایسی جرأت نہ ہوگی۔ جوشیلے لوگ
برابر جمعیت باندھتے رہے۔ تاہم بالآخر عازم گھمنڈ ہو گیا۔ یہ گروہ اپنے ارادہ پر مستحکم ہوکر چلا ہی تھا کہ آسمان سے
باران رحمت الٰہی کا نزول شروع ہوا۔ تیز رات دن یکساں برستا رہا۔ ایک ساعت نہیں تھما۔ ایک لحظہ کسی کو
فرصت نہیں ملی کہ سر باہر نکال سکے۔ بارش نے اتنا زور باندھا کہ سخت طغیانی سے ندی اور دریا تک نوبت پہنچی کہ

ٹھسکہ سے گھڑام تک دریا کی طرح آبِ رواں کا ایک عظیم تختہ بن گیا۔ ایک فرد بشر کو طاقت نہ تھی کہ دو قدم چلتا جو
جہاں تھا وہیں کا وہیں رہ گیا۔ جب حالت یہ ہوئی۔ تو گروہ گروہ لوگوں کے تدبیر نے پڑھتے، باہم چہ میگوئیاں کرتے
لگے۔ بہت لوگوں نے کہا کہ اصل یوں ہے معلوم ہوتا ہے کہ ہم لوگوں کا ارادہ حضرت میرانجیو کی مرضی کے خلاف ہے
کیونکہ تمام امور ہمارے ارادوں کے خلاف ظہور میں آتے نظر آتے ہیں۔ یہ سوچ سمجھ کر بہت سے لوگ تو اسی دم
اپنے اپنے گھروں کو چل دیئے اور وہ بنا بنایا ہنگامہ منتشر ہونے لگا۔ نواب روشن الدولہ جو حضرت میرانجیو کا
مرید با اعتقاد تھا اور جان و مال تک اس خاندان پر نثار کرنے کو آمادہ تھا۔ اس نے اپنے معتبر بھیجے اور کہلا بھیجا
کہ ہرگز ہرگز ایسی جرأت بیجا سے کام نہ لینا۔ زنہار ایسے امور کیلئے آمادہ نہ ہونا جو مرضی مبارک حضرت میرانجیو سے
خلاف ہو۔ سینہ زوری کا نام بھی نہ لینا یہ امر مرضی مبارک حضرت پیر دستگیر کے خلاف پڑے گا۔ البتہ تدبیر
و تجویز نیک کام لو اس میں کچھ نقصان نہیں نواب روشن الدولہ کے اس پیغام سے ہر کس و ناکس ساکت ہو گیا
تمام گروہ پر اوس سی پڑ گئی۔ چپ چاپ ہو کر سب اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے رفتہ رفتہ تھم گیا لوگ بالکل اس قسم کے
خیالات کو بھول گئے۔ امن چین ہو گیا تو تھوڑی مدت کے بعد روضہ مبارک گھڑام میں بعمارت عالی بہ تکمیل تمام
باہتمام نواب روشن الدولہ مرحوم و مغفور تعمیر ہوا۔ اور دائرہ شریف کی عمارتیں بھی جاہ و جلال سے باہتمام عارف جلیل
کامل سید محمد فاضل مرتب تعمیر ہوئیں۔ روز عرس آں قطب زمان و غوث دوران بتاریخ پنجم ماہ صیام مقرر پا گیا

دو تین سال پانچویں تاریخ ماہ رمضان میں عرس برابر ہوتا بھی رہا اور دونوں ہی مکانوں یعنی
ٹھسکہ دائرہ شریف اور گھڑام میں مقبرہ حضرت میرانجیو پر بہت بڑے ٹھاٹھ باٹھ اور جاہ و جلال سے
عرس ہوتا رہا۔ بڑے جھمکے کی روشنی کی جاتی۔ طعام بڑی افراط سے وارد و صادر و درویشوں اور گرد نواح
کے آئے گئے کو ہر وقت تقسیم ہوتا رہا۔ طعام و مدارات اور درویشان و معتقدان کی خاطر تواضع ایسی سرتوڑ
کوشش سے کی جاتی کہ جسکی حد و پایاں نہیں۔ اور اژدہام خلائق بھی اسقدر کثرت اور اس زور شور سے ہوتا کہ
کہ مقبرہ سے بہت فاصلہ تک کی زمین پر تل دھرنے کی جگہ بھی نہ رہتی تھی۔ اگر کوئی بزرگ مقبرہ جیسی بلند جگہ
کی چھت یا صدر دروازہ کلاں ایسے بام پر کھڑا ہو کر نظارہ کرتا تو دور دور تک انسان ہی انسان ہی دکھائی دیتے

دو تین ہی سال ماہ رمضان کے اندر عرس ہوا تھا۔ اعتقاد مند درویش اور اس سلسلہ عالیہ کے شیدا دور
دور سے کڑی سے کڑی منزلیں طے کر کے منزل مقصود تک پہنچتے آتے ہی اپنے اپنے احباب کو انتظام مسافر نوازی
کی خدمات انجام دینی پڑتیں۔ بعض کو نشست و برخاست کا موقع نہیں ملتا تھا ہر وقت مستعد رہنا پڑتا۔ بعض کو مہمانداری میں
مشغول ہونا پڑتا۔ بعض کو اور متعلقہ کاموں میں مشغول ہونا پڑتا۔ ان امور کی انجام دہی اور واردین کی خدمت و
دلداری میں سحری و تراویح میں تاخیر و قصور واقع ہو جاتا تھا۔ ہنگامہ کی کثرت سے ورد و وظائف میں خلل

آنے لگے تھے۔ ان امور پر غور کرنے والے بعض خاص خدمت دار اصحاب مثلاً صاحبزادہ والا قدر میاں محمد باقر قدس سرہٗ سید عبدالمومن۔ سید مرتضیٰ گردیزی۔ میاں شاہ نور۔ میاں شرف جہاں۔ میاں غلام قدس میاں محمد حیات۔ میاں بڈا۔ شیخ نعمت اللہ۔ میاں شاہ امان اللہ۔ شیخ ہیبت اللہ اور سید محمد فاضل اور دیگر جمیع اصاغر واکابر اور سرداران و زمینداران جمع ہوئے۔ سب نے ہم صلاح ہو کر باتفاق رائے قرار پایا کہ ماہ مبارک صیام میں یہ عرس موزوں نہیں ہے۔ اسلئے اگر اسمیں کچھ تبدیلی کر دیجائے تو نہایت موزوں و مناسب ہو۔ چنانچہ باتفاق رائے نواب روشن الدولہ کیلئے تھیں ایک تحریر جملہ ان بزرگوں کے نام سے جنکا اوپر ذکر ہوا ہے تحریر کر کے بھیجدی گئی۔ اور عرض کیا گیا کہ عرس مبارک حضرت پیر دستگیر ماہ صیام میں واقع ہوا ہے۔ خلق اللہ دور و نزدیک سے سعادت زیارت کے حصول کیلئے جماعت در جماعت جوق جوق آتی ہے۔ ازدحام خلائق و عام و خاص بھی دستیار فراہم ہو جاتا ہے۔ جس سے بھاری ہنگامہ ہو جاتا ہے ان صورتوں میں سنن و تراویح۔ دیگر اشتغال و اذکار میں بھاری خلل اور فطور پیدا ہو جاتا ہے۔ ہر شخص شریک شدہ کیلئے افطار و طعام و شراب یعنی کھانے پینے کیلئے دینا لازمی ہے سرانجام ضروریات مہمانان میں صبح سے شام اور شام سے صبح ہو جاتی ہے۔ تب بھی سرانجام کار لائقہ نہیں ہوتا۔ جملہ حاضرین و خیر خواہان کا یہ خیال ہے کہ عرس مبارک اگر بجائے رمضان کے دسویں شعبان کو تبدیل ہو جائے۔ تو عین صلاح ہے تاکہ طالبان و مریدان رمضان المبارک سے پہلے سعادت زیارت حاصل کر کے رخصت ہو جایا کریں۔ اور قبل از صیام اپنے اپنے مقامات رہائش پر پہنچکر ماہ مبارک رمضان کی برکات اپنے کاشانوں میں حاصل کر سکا کریں۔ تراویح۔ سنن اور ورد و ظائف تسلی و جمعیت سے اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے کیا کریں۔ اور عین عرس کے روز یعنی پنجم ماہ رمضان کو مریدوں و معتقدوں میں سے ہر شخص اپنی قدر و مقدور کے موافق اور استعداد کے لائق کھانا پکوا کر آنحضرت کی نیاز کے طور پر فاتحہ دلا کر فقراء و مساکین و مستحقین کو کھلا پلا دیا کریں۔ ان نیکیوں کا ثواب آخرت کیلئے ذخیرہ کرتے رہیں۔ نواب روشن الدولہ کے پاس جب یہ خبر پہنچی۔ نہایت پسندیدگی سے موصوف نے اس صلاح کو منظور و قبول فرمایا اور جواب میں لکھا کہ آپ صاحبان نے دور بینی سے نہایت ہی احسن تجویز سوچی ہے۔ چونکہ آپکی تجویز قابل عمل ہے۔ لہذا اسی پر عمل ہونا چاہئے۔ نواب روشن الدولہ کی اجازت و پسندیدگی سے دسویں اور گیارہویں شعبان کو آنحضرت کا ختم دائرہ شریف میں ہونا قرار پا گیا۔ دائرہ شریف میں جس قدر لوگ شریک فاتحہ و ختم ہوتے ہیں۔ وہ سب ایک ساعت میں تمام کے تمام فراغت پا کر گھر آرام شریف میں پہنچ جاتے ہیں اور شریک ختم و فاتحہ ہو جاتے ہیں۔ اگر خداوند عالم کو منظور ہے تو یہ سلسلہ تا قیام قیامت علی الدوام جاری رہیگا۔ چراغوں میں تاریخ

شرکا ختم رحضرت ہو جاتے ہیں۔ اوّل دفعہ تمام اکابر کے صلاح ومشورے سے عرس شریف بائیسویں تاریخ رمضان المبارک دائرہ شریف میں ہوا تھا سیوجہ سے عرس پہلے دائرہ شریف میں ہی ہوتا ہے۔ دائرہ شریف سے پھر گھڑام شریف جاتے ہیں۔ آنحضرت کی عمر شریف چہ کم رسہی سال کی ہوئی پچاسیواں سال ابھی شروع ہی ہوا تھا کہ حضرت میراں صاحب وصال دوست حقیقی کیلئے روانہ ہوگئے عقبیٰ آنحضرت کو خلافت خاندانِ طبقات سے حاصل ہے کہ تمام جہاں اس سے فیض حاصل کرتا اور نفع اٹھاتا ہے۔ شجرہ کی تفصیل کہ اس کا شروع حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی سے ہوتا ہے۔ اس سے پہلے مفصل مذکور ہو چکا ہے۔ رباعی

یادِ حق آمد چہ ازاو خاص عام | مظہر قدوس زو گشتہ تمام
باقت سید بھیکہ زو نعمت تمام | بہرہ در گشتہ ازو ہر خاص و عام
خامس رمضان چہ پیرآں شیخ دیں | شد خراماں سوئے فردوس بریں
من چگویم وصف آں عالی جناب | ہست بیرون از بیان و از حساب
شجرۂ چشتیہ را ہر روز خواں | ایمن از آفات باشی در جہاں
عاقبت حالی بود دار السلام | در ریاض قرب حق یابی مقام
ہر کہ را جاوید باید جنت الماوا نشستہ | ہر زباں از صدق خوانند شجرۂ پیران چشت

قطعہ

در تاریخ وفات از غلام علی

بہر تفہیم تواریخ وفات شہ دیں | شاہ لطف الہ باہیں خادم فقرا فرمود
ہاتف غیب بمن گفت کزیں دار فنا | سید بھیکہ نقل کرد بہ رضواں آسود

فصل چہارم

در بیان بعضے یاراں

(۱) حضرت شاہ محمد باقر | غنچۂ گلبن وجود۔ قرۃ العین دیدہ شہود صاحبزادہ والا قدر حضرت محمد باقر قدس سرہٗ خلف الصدق حضرت مرشد آفاق ہیں۔ عظمت وشان کی شرح آں والا جناب

اس سے بہت زیادہ ہے جسقدر کہ دستیاری قلم بریدہ زبان سے انسان کرسکتا ہے۔ آپکے اوقات متبرکہ کا بیان ناممکن ہے۔ آپکا خاطر فیض مآثر گنجینۂ اسرار الٰہی ہے۔ آپکی زبان الہام ترجمان ایراد مشکلات زمانہ کی جوابدہ تھی۔ آپکی ہستی سے ہی بزرگی و برتری کے آثار آپکے جبیں مبارک سے ہویدا تھے۔ ولایت کی نشانیاں آپکے ناصیہ سے ظاہر و پیدا۔ خورشید گیتی افروز کیطرح ذات نور سے فیض تمام ان انسانوں کو پہنچتا تھا جو بیاں و خواہاں آپکی صحبت کے رہتے۔ وہ لوگ بلامبالغہ درجات اعلیٰ کو پہنچ گئے۔ آپکے نور قلب سے بیشمار تیرہ بخت جیسے صبح صادق کے نور سے ہر فرد بشر حصہ لیتا ہے بہرہ ور ہوئے۔ خوارق عادت کا اگر بیان ہو جو آپسے ظہور میں آئے تو بلامبالغہ ایک دوسری کتاب طیار ہو سکتی ہے اسلئے ان کا تذکرہ یہاں نہیں ہو سکتا۔ سہ کتاب فضل ترا آب بحر کافی نیست ؎ کہ تر کنی صفحہ انگشت و ورق شماری

حضرت پیر دستگیر اکثر اوقات فرمایا کرتے تھے کہ زبان فیض ترجمان حضرت مرشد آفاق سے اکثر اوقات یہ سنا کہ شاہ محمد باقر اس زمانے کے دوسرے پیرزادوں کی طرح افعال نامشروع کے مرتکب ہرگز نہیں ہوتے ہیں۔ بلکہ جامع صفات پسندیدہ ہیں اور آپ صاحب اخلاق حمیدہ ہیں۔ عارف کامل آپ ہیں حق سے واصل آپ ہیں۔ آپکے آداب کی بجاآوری میں حضرت پیر دستگیر نہایت مستعد و کمربستہ رہا کرتے آپ ایسے مودب تھے کہ تحریر و بیان سے باہر ہے اسباب جمعیت ظاہری بھی بہت وافر حاصل تھا۔ ماکولات مشروب لابدی میں کبھی خود تجاوز نہ فرماتے تھے۔ جو کچھ کہ ارسال امرائے زمانہ از قسم طعام و قلیوں لطیف و مرغن کھانے اور زنگار رنگ کے تازہ بتازہ میوے خشک و تر وغیرہ آپکے پاس بہ پہنچ جاتا سب صرف خانقاہ فرماتے تھے سا اپنی ذات خاص کیلئے نہایت خفیف مقدار میں خرچ فرماتے تھے۔ صورتاً و معنیاً۔ لباس و پوشاک کا یہ حال تھا کہ حضرت مرشد آفاق اور حضرت پیر دستگیر کا لباس انکے جسم پر نہایت موزوں آتا تھا اسلئے انہیں کی پوشاکوں سے کام چل جاتا تھا۔ علیحدہ بنوانے یا سلوانے کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی آپکی وفات نوزدہ ماہ رمضان المبارک کو واقع ہوئی تھی۔ روضہ مرشد آفاق کے اندر آپ بھی مدفون ہیں آپکی قبر بھی عام و خاص کی زیارت گاہ ہے

شمع دانش و بینش۔ چراغ ملت و آفرینش۔ قدوہ ارباب دین زبدۂ اہل یقین

(2) حضرت شاہ امام الدین قدس سرہ

آپ خلف عالیقدر حضرت شاہ محمد باقر ہیں کہ شعلۂ شمع فطرت آپکا نمونۂ تجلی طور تھا کوکب سپہر ادراک ان کا مظہر النور کیطرح سے پرنور رہتا۔ فضیلت و کمالات میں آپ یگانۂ زمان تھے اور عادات پسندیدہ اور اخلاق حمیدہ میں آپ منفرد زمان تھے۔ صبح سے شام ہو جاتی اور شام سے صبح اب

تعظیم اور تواضع درویشوں اور فقراء کی خدمت سے نہ ہارتے۔ بلکہ جوں جوں زیادہ خدمت انجام فرماتے توں توں ہمت بڑھتی۔ نیکو کاری، اور صرف اخلاق خدمت فقراء کے علاوہ اور کسی کام سے آپکو دلبستگی نہ تھی۔ رات اور دن انہیں کاموں میں گذار دینا آپ کا نصب العین تھا۔ حتیٰ کہ یہی خدمت کرتے کرتے آپنے اپنی پوری عمر صرف کر دی آپکی وفات بتاریخ (صاحب مصنف کتاب نے تاریخ کی جگہ سفید چھوڑ رکھی ہے۔ کہ کسی سے دریافت کر کے درج کیجا دیگی واللہ اعلم بالصواب) آپ کا مقبرہ بھی حضرت مرشد آفاق کے گنبد کے اندر ہی واقع ہے۔ اسکی زیارت سے خلایق فیضیاب ہوتی ہے اور داخل حسنات ہ

چراغ شرع وملت۔ شمع دین ودولت ثمرۂ شجرۂ بوستان ولایت غنچۂ گلستان ہدایت رہبر کاملین۔ پیشوائے اہل یقین (۹) **حضرت شاہ نظام الدین** قدس سرہٗ

خلف الصدق شاہ محمد باقر۔ تفصیل اور کمالات معروفہ کی تشریح نہایت طویل ہے صلاح وصفائی باطن رحم واحسان جو آپنے خلق اللہ کے حق میں کئے بہت زیادہ ہیں اگر ان کو مفصلاً درج کریں تب بھی ایک کتاب کے برابر ہوجائے۔ پیرادر بزرگوار کیطرح ریاضت وعبادت میں پورا مجاہدہ اور کوشش بلیغ کی تھی آپ اپنے بزرگوں کے نقش قدم بقدم بقدم چلتے تھے۔ بتاریخ ... (یہاں بھی جگہ خالی چھوڑ گئی ہے غالباً پتہ نہیں لگا) متوجہ سفر آخرت ہوئے۔ آپ بھی گنبد حضرت مرشد آفاق معروف خواب راحت ہیں

مقبول جناب مرشد۔ مشرف تشریف لقائے سرمد (۱۰) **میاں شاہ محمد** حضرت پیر دستگیر کے خاص اور اعلیٰ یاروں میں سے ایک یار غار تھے۔ ذکر ہے کہ ایک دن حضرت پیر دستگیر حضرت مرشد آفاق کیجد ستمیں بمقام انبیٹہ تشریف شریف رکھتے تھے۔ حضرت مرشد آفاق نے فرمایا۔ میرا بھتیجا شاہ محمد بالکل لائق [illegible] پہنچ چکے ہیں اجازت [illegible] حضرت پیر بھتیجے نے عرض کیا البتہ اگر شاہ محمد کی عمر نے وفا کی تو کوئی عجب نہیں۔ خود بخود اجازت حاصل کر لیگا۔ بات یہ تھی۔ حضرت پیر دستگیر نے خود [illegible] تھا کہ ان بیچارے کی عمر کا پیالہ لبریز ہے اور آخر تک پہنچ چکی ہے

اس واقعہ کو ابھی زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا کہ شاہ محمد کو ایک عارضہ لاحق ہوگیا۔ بیماری نے طوالت پکڑی ہوتے ہوتے نوبت یہاں تک آئی کہ نزع کا وقت سر پر آگیا۔ حضرت پیر دستگیر اس وقت بر گھر دام شریف میں رونق افروز تھے۔ یہ تمام روداد حضرت ممدوح کیجد ستمیں عرض کیگئی کہ شاہ محمد کا کام ہو چکنے والا ہے۔ اور وہ عنقریب وداع روح کیلیئے طیار ہے۔ اس خبر سے حضرت چونکے۔ ایک آدمی بسرعت تمام دایرہ شریف کو جہاں شاہ محمد بستر مرگ پر پڑے ہوئے حضرت پیر دستگیر کی راہ دیکھ رہے تھے روانہ کیا گیا کہ جلد جائے اور جاتے ہی شاہ محمد سے کہے کہ فقیر میرے عقب میں آ رہا ہے۔ رخصت روح میں جلدی نہ کریں۔ بلکہ

میرے پہنچنے تک توقف و تامل سے کام لیں۔ آدمی جو گھر سے بھیجا گیا تھا۔ پاؤں سر پر رکھ کر بھاگا۔ اور جس قدر اس سے ممکن ہوا جلد پہنچا اور جاتے ہی حضرت پیر دستگیر کا پیام قبل از پیام اجل پہنچا دیا۔ حضرت پیر دستگیر کا پیام میاں شاہ محمدؒ کے کانوں میں پڑ گیا۔ اور انہوں نے ایک انگلی اپنی آنکھوں پر رکھ دی گویا حضرت کا حکم بچشم ہے زبانِ حال سے کہدیا۔ اسی اثناء میں حضرت پیر دستگیر بھی تشریف فرمائے دائرہ شریف ہو گئے۔ حالت کا معاینہ فرماتے ہی آپ نے قوالوں کے بلانیکے لئے ارشاد کیا اور جب وہ حاضر آئے سرود و سماع کا حکم دیدیا۔ جیسا کہ تفصیل و تشریح سے اوپر بیان ہو چکا ہے۔ میاں شاہ محمدؒ کی حالت کسقدر نازک تھی۔ باوجودیکہ بستر مرگ پر حالت نزع تھی۔ مگر جب سماع و سرود کی آواز کانوں میں پڑتی تھی۔ اپنے پلنگ پر سے ایک بیتی لاٹھی کے برابر اونچا اچھل پڑتے تھے۔ اور چاہتے تھے کہ اٹھ بیٹھیں اور رقص کریں اور مرغ کیطرح سے اڑ جائیں۔ لیکن درویشوں کے ایک جمگھٹے نے انہیں ہر طرف سے گھیر کر پکڑ رکھا تھا۔ وہ جنبش نہیں کرنے دیتے تھے اسوقت آنحضرت نے فرمایا۔ اب حضرات نقشبندیوں سے پوچھا جائے۔ دیکھیں کیا فتوٰی دیتے ہیں۔ میاں شاہ محمدؒ نے عین حالت سماع میں جان جان آفرین کے حوالے کی۔ یاران و موجودگان تجہیز و تکفین کی سرانجام دہی میں لگ گئے۔ حضرت میرانجیو وہاں سے رخصت ہوئے مگر یہ فرماتے ہوئے کہ غسل و کفن کے بعد جب قبر میں اتاریں فقیر کو بھی اطلاع دیں تاکہ ایک دفعہ اور آخری وقت میں ان کا دیدار کر لیا جائے چنانچہ جو لوگ اس کام پر مامور تھے انہوں نے جب میاں شاہ محمدؒ کو قبر میں اتارا تو حضرت میرانجیو کو اطلاع دیدی۔ آپ تشریف لائے اور قبر پر کھڑے ہو کر یہ کہا۔ آپ کی ریش مبارک آپکے ہاتھوں میں تھی۔ فرماتے تھے۔ ہاں اگر شاہ محمدؒ کو موت امان اور مہلت دیتی۔ تو فقیر سے بعد شاہ محمدؒ اس فقیر کی عزت لنغرالی کا باعث ہوتا۔ خیر مگر اب کہ اسنے رخت اقامت باندھ لیا ہے۔ اور دنیا سے رخصت ہو گیا۔ تو عاقبت کے اندر اس فقیر کا وسیلہ ہے کہ مجھسے پہلے روانہ عقبیٰ ہو گیا۔ واقعات عجائب اس فقیر کو دکھلائی دئیے ہیں شاہ محمدؒ پر بھی یہ سب حالات منکشف ہو گئی ہونگے

اس عالی درجات کے خرق عادات کا حساب مشکل ہے۔ ان ہزاروں میں سے ایک تو یہ ہے کہ رحلت کے بعد بھی اکثر درویش جو وہاں شریک نماز ہوا کرتے تھے۔ پانچوں وقت برابر اپنی آنکھوں سے ظاہر حال مرحوم کو شریک نماز پاتے۔ اور موجود دیکھتے تھے۔ مرحوم کی اس شرکت نماز کے واقعہ کو آنکھوں سے دیکھنے والوں نے حضرت پیر دستگیر میرانجیو کے سمع مبارک تک پہنچا دیا اور شاہ محمدؒ مرحوم کا واقعہ شمولیت نماز جو انہوں نے دیکھتے تھے من و عن بیان کر دیا۔ آپنے جب ان واقعات کو سنا تو مرحوم کی گور مبارک پر جا کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ میاں اب بھی نماز پنجگانہ تمہارے اوپر فرض یا واجب ہے۔ اگر اب بھی آپ فرض سمجھیں گے۔ تو شریعت محمدی میں گونہ نقصان پیدا کریگی اور حرج ہوگا۔ اب اس قسم کی تکلیف اپنے اوپر روا رکھنا کسی طرح

للذم بھی تو نہیں ہے۔ آپ منزل ہستی طے کر چکے۔ ان قیود سے آزاد ہو چکے۔ دنیا کی نگاہ سے اوجھل ہو چکے اب آپکی ذات اور سے اور ہو چکی ہے۔ کوئی ایسی تکلیف اب زیبا نہیں۔

ایک اور واقعہ میاں شاہ محمدؒ مرحوم کی موت کے بعد کا آپسے منسوب ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ ایکدفعہ حضرت میر بزرگ تہجد کیوقت اٹھے۔ مٹی کا ڈھیلا استنجا کیلئے ایک درویش سے مانگا۔ فرماتے ہیں کہ درویش مذکور مٹی کے ڈلے کی تلاش میں آپسے دور چلا گیا۔ اُسے رات ہونیکی وجہ سے ڈھیلا میسر نہ آسکا۔ حضرت درویش کے انتظار میں کھڑے رہے۔ شاہ محمدؒ مرحوم میں تاب کہاں تھی کہ حضرت میر انجیو کو اس حالت میں منتظر کھڑے دیکھتے اور آپ قبر میں مست خواب پڑے رہتے۔ نکل بھاگے اور مٹی کا ڈلہ استنجے کیلئے حضرت میر انجیو کے دستِ مبارک میں دیدیا آپنے فوراً سمجھ لیا۔ اتنے میں وہ درویش جو ڈھیلا لینے گیا تھا۔ ڈلہ لئے ہوئے واپس پہنچا۔ جب یہ واپس آیا۔ اور ڈلہ پیش کیا۔ اسوقت حضرت میر انجیو کی زبان پر یہ الفاظ تھے۔ اور ملا یقین نام فرمایا تھا۔ "خیر اب تو جو ہوا سو ہوا۔ دوبارہ ایسی حرکت نہ ہو۔" درویش نے یہ الفاظ سنے اور اسنے خیال کر لیا کہ یہ ارشاد مجھے ہوا ہے۔ کیونکہ ڈھیلے کی جستجو میں مجھے دیر لگی تھی۔ اور آپ کو میرے انتظار میں کھڑا رہنا پڑا ہے۔ درویش نے ان الفاظ کو معمولی سمجھ کر وہیں چھوڑ نہیں دیا۔ بلکہ اس کے دل میں ایک خوف بیٹھ گیا تھا۔ اور دل سے محو نہ ہوتا تھا۔ وہ ترساں و لرزاں تھا۔ اور بار بار لوگوں سے تذکرہ کرتا تھا کہ میری حماقت سے حضرت ناخوش و ناراض ہیں۔ اس سے رہا نہ گیا۔ اور حضرت کے بہت بار یافتگان کی خدمت میں شفاعت معافی کیلئے تمنا کی۔ کہ اس فروگذاشت کی معافی دلا دیں۔ اور میری تقصیر معاف کرا دیں۔ میاں کرم علی نے یہ قصہ حضرت کی حضور میں دوہرایا۔ اور التجا کی کہ فلاں درویش عرض کرتا ہے کہ آنحضرت نے استنجے کیلئے ڈھیلا طلب فرمایا تھا۔ ڈھیلا بہم پہنچانے میں غلام سے تھوڑا سا تساہل واقع ہو گیا۔ اس باعث جنابِ اقدس درویش مذکور سے ناخوش ہیں امیدوار ہے کہ اسکی معافی فرما دیجائے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اس بیچارے نے کونسی تقصیر کی ہے۔ بات یہ ہے کہ شاہ محمدؒ نے قبر سے باہر آکر استنجے کیلئے مجھے ڈھیلا دیدیا تھا۔ میں نے جانا درویش نے مجھے ڈلا دیا ہے۔ مگر غور سے پتہ لگا کہ میاں شاہ محمدؒ نے ڈلا دیا ہے۔ اتنے میں یہ درویش بھی ڈھیلا لئے ہوئے پہنچ گیا۔ عین اسوقت میری زبان سے یہ الفاظ نکلے کہ دوبارہ یہ حرکت نہ ہو۔ اور یہ لفظ میں نے شاہ محمدؒ کو مخاطب کر کے کہے تھے۔ آپ متنبہ کرنا ضروری تھا۔ کیونکہ ایسی حرکات شریعت کے خلاف ہیں۔ لازم نہیں کہ ایسے بزرگوں سے ایسی باتیں ظاہر ہوں۔ درویش نے غلطی سے سمجھ لیا کہ مجھے کہا گیا۔ فی الحقیقت ایسا نہیں۔

اس قسم کے مقولات و خرق عادات میاں شاہ محمدؒ سے بہت سی منسوب ہیں۔ لیکن طوالت کے خوف سے ان سب اقوات کا ذکر کچھ مناسب نہیں سمجھا گیا۔ مشتے نمونہ از خروارے درج کر دیا گیا ہے۔

میاں شاہ محمد مغفور کا مزار دائرہ شریف کے اندر ہے۔ اور ابتک لوگ زیارت کرتے اور عقیدتمند فیض پاتے ہیں

(5) سید محمد فاضل

مستجمع جمیع فضائل۔ عارف کامل۔ سید فاضل سادات عالی تبار میں سے ہیں۔ اور اولاد میں شاہ عابد گوبلہرہ والے کی۔ تمکو میں حضرت پیر دستگیر سید ببکیہ کے۔ اور مرید بھی میراں صاحب کے تھے۔ نہایت راسخ عقیدہ رکھتے تھے۔ اور اپنے پیر پر مثل پروانہ نثار ہوجانے والے شب و روز پروانے کیطرح شمع کے گرد و پیش ہی رہتے تھے۔ زہد و اتقا۔ عبادت و پرہیزگاری میں یگانۂ آفاق۔ حسن خلق اور عجز و انکسار میں عالم میں طاق ہوچکے تھے۔ معمولی گفتگو اور قیل و قال میں بے مثل تھے۔ انتظام مجالس۔ مردمانِ وارد و صادر کی مدارات مسافروں۔ مہمانوں کی خاطر تواضع میں آپکو دسترس کامل تھی۔ ہر شخص سے مروت و خلق کیساتھ پیش آنے میں خاص طور پر آپکو بہت بڑا ملکہ تھا۔ ان اوصاف حمیدہ کو دیکھتے ہوئے۔ صفائے طینت اور حسن اعتقاد پر اتکاء رکھتے ہوئے حضرت پیر دستگیر نے جانشینی دائرہ شریف کے عہدہ پر آپکو معزز و ممتاز کر رکھا تھا۔ یہ بھی ہمیشہ وارد و دین اور آئے گئے درویشوں کی خدمتمیں جان و دل سے برابر لگے رہا کرتے تھے۔ رات اور دن کمر کسے ہوئے کھانے کے متعلقہ اشیاء کی فراہمی اور کھانے کھلانے کے انتظام میں مستغرق دکھائی دیتے تھے۔ ابتدا حال سے پانسو درویشوں کی تعداد تو ایسی تھی جو دنیاوی تعلقات قطع کر کے اپنے بیگانے سے منہ موڑ کر دائرہ شریف کو اپنا گھر سمجھے ہوئے رات دن دائرہ میں ہی موجود رہتے تھے۔ اور پانسو سے بھی کچھ زاید لوگوں کی تعداد روزانہ باہر سے آنیوالوں کی تھی۔ غرض ایکہزار سے کم نہیں بلکہ زیادہ دائرہ شریف میں دونوں وقت کھانا کھانیوالوں کی جمعیت طیار رہتی تھی۔ سید فاضل کا یہ فرض منصبی تھا کہ موجودگان دائرہ شریف کو ہر وقت بلا طلب کھانا انہی جگہ پر مانگنے والوں کو جگہ پر اور سل کر کھانیوالوں کو ایک معین جگہ پر برابر پر شمار ہے۔ پہنچا دیتے۔ چنانچہ سید فاضل انہی خدمات کو نہایت خوبی و خوش اسلوبی سے نبھائے جاتے تھے۔ مردمانِ موجودہ دائرہ شریف اور وارد و صادر کی تمام خدمات مہمانداری پوری کرتے۔ اور یاد خدا بھی پوری پابندی سے عین مقررہ اوقات پر کر لیا کرتے تھے۔ بلکہ یوں کہئے کہ خدا کی یاد سے ایکدم بھی غافل نہ ہوتے تھے۔ دیگر مشاغل کی تعداد خواہ کتنی ہی کیوں نہ بڑھ جائے۔ ان سب کے علاوہ کچھ درود و وظائف اور بھی تھے۔ رات کے کرنیوالے رات کو اور دن کے دن کو بلا ناغہ پورے کرتے رہتے تھے۔ سب سے بڑھکر خوبی آپ میں یہ تھی کہ باوجودیکہ تمام نقد و جنس کے ہاتھوں میں سے نکلتا مگر دیانت و امانت کی یہ کیفیت تھی کہ بھول کر بھی کبھی ایک پائی کی پیداوار کا شک و شبہ کر سکا ہو تو کسی کو نہیں دیا۔ حضرت پیر دستگیر کی حین حیات میں اگر کوئی نیا کام کرنا ہو تو آپنے یہ جرأت کبھی نہ کی کہ اپنی مرضی سے کوئی کام چھیڑ لیا ہو۔ یا بلا اجازت آنحضرت ایک پائی کسی کام میں لگادی ہو کبھی ایسا نہیں ہوا

چنانچہ ایکدفعہ سید فاضل نے حضرت پیردستگیر کی خدمت میں عرض کر کے بھیجا کہ روشن دان ہر دالان کے کچے ہیں اسلئے ہمیشہ ان کی شکست ریخت کی مرمت درپیش رہا کرتی ہے۔ اگر آنحضرت حکم دیدیں تو پکی اینٹوں کے بنا دیئے جائیں۔ تاکہ ہر وقت کا جھنجھٹ دور ہو۔ مگر حضرت نے حکم دیا کہ یہ تو اسی حالت میں چھوڑ دو۔

ایک دفعہ سید فاضل اور سید عبد المومن نے عرض کیا کہ یہاں جو شخص وداع روح کرتے ہیں یعنی واصل حق ہوجاتے ہیں۔ انہیں دائرہ شریف کی چہار دیواری سے باہر دفن کیا جاتا ہے۔ جب بارانِ رحمت برستی ہے تو مٹی گھل کر بہہ جاتی ہے قبر زمین کے برابر ہوجاتی ہے اسطرح ان بزرگوں کا نشان جلد مٹ جاتا ہے۔ اگر حکم ہو تو ایک پکا چبوترا کسی جگہ پختہ اینٹوں سے طیار کرالیا جائے تو بہت اچھا ہو تاکہ جو درپیش نقل مکانی کرے اس پکے چبوترے پر دفن کردیا جائے کیونکہ طغیانی پانی سے محفوظ رہجائے۔ اور قبر حسب حال بنا دیا کریں۔ حضرت نے فرمایا احسن ہے۔ چبوترہ طیار کرالیا جائے اپنے موجودہ یاروں میں سے جو سفر آخرت کو طیار ہوجائے وہاں دفن ہوا کرے۔ لیکن اس فقیر وحقیر کی تو یہ حقیقت ہے کہ جب یہ جاہل دنیا سے لیجائے میرا ان پاؤں میں ایک رسہ ڈال لیا جائے اور لاش کو گھسیٹتے گھسیٹتے کسی کوڑی کے اوپر لیجا کر ڈال دینا چاہئے البتہ اگر طالع یاری کرے۔ اور ایمان سلامت رہجائے سفر آخرت ضروری خریدو لیا تو شروع تب لیتا اس خاکسار کو ان درویشوں کے قدموں کے نیچے جو جبہ سے پہلے سفر کرچکے ہوں دفن کردیا جائے۔ آنحضرت کی رحلت کے بعد دائرہ شریف کی بہت سی عمارات بڑی شان وشوکت کیساتھ سید فاضل کے اہتمام سے تعمیر ہوئیں۔ ایک سلسلہ قایم ہوجانے سے بصورت محلات دائرہ شریف ایک دربار کی شان رکھتا ہے۔ تعمیرات دائرہ شریف نے موقعہ ہر چند کہ بارہا نواب روشن الدولہ نے تمنا سے التجا کی کہ تعمیرات دائرہ شریف میں شریک کر کے مجھے بھی ثواب کا حصہ لے لینے دیں۔ مگر سید فاضل نے منظور نہ کیا۔ غرض آپ کا احوال اختصار ملحوظ رکھتے ہوئے اسقدر درج کرنا کافی سمجھا گیا۔ ان کی قبر دائرہ شریف کے اندر ہے آپکی وفات کی تاریخ وفات درج نہیں۔ بلکہ جگہ چھوڑی ہوئی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(١٥) سید عبد المومن

قدوۃ الواصلین زبدۃ المحققین زاہد زمانہ عابد یگانہ برگزیدہ حضرت ذو المنن بہاں سید عبد المومن مرید وطالب حضرت مرشد آفاق بسید عالی تبار۔ بلکہ ہم کلاہ حضرت پیردستگیر سید میراں بھیکھہ صاحب ہیں۔ ساڈھورہ کے رئیس تھے۔ حضرت میرانجیو کے اعلیٰ یاردمساز آپ کا شمار تھا۔ حقیقت میں آپکی طبیعت اعلیٰ درجے کی تھی۔ حضرت پیردستگیر کے جلیس وانیس جلوت وخلوت میں شریک رہنے والے تھے۔ آپکی عادات وخصائل کی توضیح وتشریح نہایت طویل ہے۔ زبان انکے بیان اوصاف سے عاجز ہے۔ حضرت مرشد آفاق نے آپکا ہاتھ حضرت پیردستگیر کے دست مبارک میں دیدیا تھا۔ فرمایا میرانجیو! عبد المومن مستجمع جمیع خصائل حسنہ

سید صحیح النسب آپکے ہم کفو ہیں۔ اور دینی بھائی بھی ہیں ایسے گہرے اور اتنے تعلقات ہوتے ہوئے آپ پر لازم آتا ہے کہ ان کے حال پر خاص التفات توجہ مبذول رہے۔ پیر و مرشد کا یہ ارشاد سنکر میرانجیو نے انگشت اطاعت اپنی آنکھوں پر رکھدیں۔ گویا تعمیل ارشاد کا وعدہ کیا۔ اسی دم سے آپکی تربیت و ترتیب میں کوشش بلیغ کرنے لگے تھے۔ عبدالمومن باوجودیکہ پیر بھائی تھے۔ ہمرتبہ کہلاتے تھے تاہم پاس ادب احترام و اعزاز میں کسی قسم کی کمی نہیں کرتے تھے۔ بہت لحاظ رکھتے بہت ادب سے حضرت میرانجیو کے سوائے کسی سے بے تکلفانہ گفتگو نہیں کرتے تھے۔ میرانجیو کے سب یاراولی دہلی موجودہ درویش سارے کے سارے آپ کی فرمانبرداری و تعظیم میں کسی حالت میں کوئی کمی نہیں کرتے تھے۔ بلکہ نہایت ادب سے آپکی فرمانبرداری میں لگے رہتے۔ اور حضرت میرانجیو بموجب ارشاد حضرت مرشد آفاق جب کبھی کچھ کہتے تو عبادت و ریاضت کیلئے ہی کہتے۔ کیونکہ یہ شوق تھا کہ یہ بھی خدا کے خاص بندوں میں شمار ہونے لگیں۔ اور عباد و زہاد کی صف میں شامل ہو جائیں۔ حضرت میرانجیو کی ہدایت و فرمائش کا ایسا زبردست اثر ہوا کہ یہ جو عبادت کیلئے ایک حجرے میں داخل ہوئے تو پورے چالیس سال اسکے دروازے سے باہر قدم نہ رکھا۔ محض یہی نہیں کہ حجرے میں پڑے بیٹھے رہتے۔ نہیں بلکہ صبح سے شام اور شام سے صبح محنت شاقہ سے ریاضت و عبادت کرتے رہتے۔ خدا کی بندگی میں مشغول تھا اس مصروفیت میں چالیس سال بسر کر دئیے۔ کوئی محنت بلا اجر نہیں جاتی پھر اس خداوند عالم کے نام اسکے زہد و عبادت میں اگر اتنی مدت بسر ہو تو کیسے ہو سکتا ہے کہ بے نتیجہ اور بے فائدہ رہے ہو۔ رنگے گئے اپنی حین حیات میں حضرت پیر دستگیر نے تین چار مرتبہ انکی طرف توجہ فرمائی تھی۔ لیکن یہ حضرت وہیں پائے جہاں مرشد آفاق کے وقت میں ایک بال برابر آگے پیچھے نہیں سرکے۔ مدت العمر میں کوئی ترقی یا تبدیلی انکی طبیعت یا مزاج میں نہ آئی۔ بڑی سے بڑی مجلس سماع میں جہاں ذوق شوق۔ وجد و مستی و رنگینی۔ حاضرین مست و مدہوش ہو جاتے۔ انکے کان پر جوں نہ چلی۔ کوئی اثر شوق و مستی کا کبھی دکھلائی نہ دیا۔ ان پر رقص یا وجد کی حالت ہرگز نہ آئی۔ البتہ رحلت حضرت پیر دستگیر کے بعد چونکہ آخر وقت پر آنحضرت نے ایک تاثیر خاص اثیر ڈالی تھی۔ ضرور اثر نمایاں ہوا۔ ایک روز قصبہ تھانیسر میں عرس حضرت سر حلقہ اولیائے زمان سر دفتر کبار جہاں حضرت شاہ جلال الدین محمود تھانیسری قدس سرہ قائم تھا۔ مجلس سماع منعقد تھی البتہ اس وقت حالت وجد نے آپکو گھیرا اور ایسا زبردست بیخبرانہ حالت پیدا ہوئی ہوش و حواس مفقود ہوئے بیہوشی غالب آگئی اور اسقدر کہ اس جہان کی مطلق آپکو کوئی خبر نہ رہی۔ مقام مجلس سے آپکو جھپان میں پالکی غلطاں پیچاں تھے بحالت مدہوشی ڈال کر دائرہ شریف میں لا ڈالا۔ بیس روز کامل اسی حالت کے اندر مست و مدہوش پڑے رہے نہ کھایا نہ پیا نہ کچھ بھی کلام ہی کیا۔ اور پیر والوں نے جیسا تینے دن تک کوئی افاقہ نہ دیکھا

تو شک کرنے لگے کہ انکو کسی مرض جسمانی نے پکڑ رکھا ہے۔ معالجہ میں مصروف ہو گئے۔ کئی روز زور شور سے علاج ہوا۔ مگر کوئی بیماری ہوتی تو اس کا علاج کارگر ہوتا۔ کوئی فایدہ نہ ہوا۔ اکثر انکے تیماردار میاں نعمت اللہ سے سوال کرتے اور پوچھتے کہ میاں آپکے بھائی برادر آپکے یار غمگسار آپکی عیادت و مزاج پرسی کو بھاگے آتے ہیں مگر آپ ہیں کہ کسی سے آدھی بات نہیں کرتے۔ سوال کا جواب آپکی زبان سے نہیں نکلتا۔ بیماری ہو یا حالت مگر اتنا عرصہ بہ اتنی مدت اتنے دن ہا۔ آپ کسی کو پہچانتے بھی ہیں۔ ان باتوں کا جواب آپ زبان سے نہ دیتے البتہ سر ہلا دیتے کہ جس سے مفہوم ہوتا تھا کہ ہاں پہچان تو لیتا ہوں۔ جب چالیس دن سے زاید گذر گئے ایک روز میاں نعمت اللہ نے پوچھا تو آپنے بتلایا کہ میری طبیعت پر اسم ذات ایسا مستولی ہو گیا ہے جسے اس جہان سے بالکل برگشتہ و دل برداشتہ و بیخود کر دیا ہے۔ میں مطلق بیخبر ہوں۔ مجھے کسی دنیاوی بات کی کوئی خبر نہیں ہے نہایت لاچار ہوں۔ اس حالت نے ہر طرح کو کوشش کرتے دھرتے بھی نہ چھوڑا ہر چند سب تے سر مارا۔ آخر اسی حالت میں متوجہ سفر آخرت ہو گئے۔ تاریخ وفات کی جگہ خالی ہے اسلئے تاریخ وفات درج کرنیسے لاچاری ہے۔ قبر آپکی بمقام ٹھسکہ دلیرہ شریف میں ہے

⑥ میاں نعمت اللہ

مقبول درگاہ برگزیدہ حضرت اللہ۔ میاں شیخ نعمت اللہ۔ عارفان کامل و سالکان واصل سے۔ مرید و طالب حضرت مرشد آفاق تھے۔ آپکو ایک عرصہ سے جناب ممدوح نے حضرت پیر دستگیر کے سپرد کیا تھا پر صاحب عملی اصولی جبروت ہو چکے تھے۔ صوفیہ میدان فقر میں ایک منزل ہے۔ بیان کرنیوالے نے حضرت مرشد آفاق کیخدمتمیں بیان کیا کہ میرا چچونے شیخ نعمت اللہ کو کسب جوگ حاصل کرنیکا ارشاد کیا ہے اس وجہ سے شیخصاحب کے دلمیں جوگ کا شوق پیدا ہو گیا ہے۔ لیکن ایک حد تک پہنچکر وہیں تھم رہے ہیں نہ آگے سرکے نہ پیچھے ہٹے ہیں۔ قرب و مراتب آں والاجاہ کا حضرت پیر دستگیر کے نزدیک اس سے بہت زیادہ تھا جتنا کہ چاہئے۔ باوجود اصل حیثیت آپکی تھی۔ اور مریدوں طالبوں سے بہت زیادہ ارشاد شیخصاحبکو فرمایا کرتے تھے [illegible] ۔ [illegible] ۔ کسی مستفسر حقیقت کیلئے شیخ صاحب کو حکم ہوا کرتا تھا۔ اور شیخ صاحب اس واقعات ذاتی و صفاتی کو دریافت کرتے [illegible] سے برخلاف جناب پیر دستگیر کیخدمت گرامی میں گذارش کر دیا کرتے تھے۔ اس خدمت کی سرانجامی کا نتیجہ شیخصاحب کو ایسا حاصل تھا کہ اگر بذات خود مدت کامل حرکت شاقہ برداشت کرتے وہاں تک بھی پہنچ جانا محال تھا۔ ان ذرائع و وسائل سے آپ درجات ملکوتی۔ جبروتی۔ ناسوتی اور لاہوتی تک جا پہنچے تھے۔ تمام مراتب آپ پر خود بخود منکشف ہو گئے تھے سنتے تھے کہ جب کسی طالب کو تجلیات ذاتی رونما ہوتے شیخصاحب اسی مبارکباد فرمایا کرتے تھے

اور خود نہایت خوشحال و خوشنود ہوا کرتے تھے۔ اگر کسی طالب حق کو در پردہ وسوسے شیطانی پیدا ہوتے اور راہزن اسے راہزنی کیلئے گھوڑا سا ہوا دکھائی دیتا اور یہ تاڑ جاتے کہ رستہ بھول جانیوالا ہے۔ تو حکم دیتے کہ استغفار پڑھا کرو۔ جب دیکھتے کہ وسوسہ سے حالت دگرگوں ہونے والی ہے۔ تو اسے فوراً ہشیار و بیدار کر دیتے اور تاکید کر دیتے کہ ریاضت و مشقت میں پہلے سے زیادہ سرگرم ہو جاؤ۔ گویا ذات شیخ و طالب اور مرشد کے درمیان ایک ایسا وسیلہ و ذریعہ تھے جو نہایت کارآمد و مفید ہو سکتا ہے آپکی وفات (جگہ خالی ہے) واقع ہوئی اور آپ دنیائے فانی سے بقائے جاودانی کو سدھارے۔ روضۂ منورہ کے نیچے دائرہ شریف میں مدفون ہیں

(۸) شاہ نور نگ

تارک کامل۔ عارف واصل۔ یار ہمرنگ یہاں شاہ نورنگ میاں ولایتی کی اولاد سے تھے۔ اوائل حال یعنی عالم شباب کے اندر نہایت حسین اور جوان۔ قوی ہیکل۔ سڈول جسم سانچے میں ڈھلے ہوئے اعضا بڑے تنومند جوان تھے۔ اور گروہ قطاع الطریق کے ایک ممبر اچھے خاصے ڈاکو تھے۔ اپنے ہم مشرب جوانوں سے بھائی بندوں برادری و قبیلے میں ممتاز و سرکردہ بھی تھے۔ زیادہ جرأت دلیری و تیزی طبع کے باعث اپنے سائر ابنائے جنس سے گوئے سبقت لیگئے تھے۔ غرض ان سے اپنے زمانے میں اپنے زمانے کا کوئی دوسرا آنکھ ملانے والا نہ تھا۔ سب سے سر لگا لیتے تھے۔ اور لوگ ان کا لوہا مانتے تھے۔ ایک روز ان کے پاس پڑوس کی مسجد میں مجلس پند و نصیحت ہو رہی تھی۔ اور کوئی برگزیدہ عالم باعمل خوف خاتمہ۔ صوم و صلوٰۃ کی پابندی اور ارکان کی سلامتی پر نصیحت کر رہا تھا۔ مجمع عام دیکھ کر یہ بھی وہاں چلے گئے۔ گفتگو سننے لگے۔ قدرت سے انکی ہدایت کا وقت آ پہنچا تھا۔ عالم کا کلام ان کے دل میں جگہ کر گیا۔ تاثیر زبردست ہوئی۔ وعظ و نصیحت کے الفاظ کو انہوں نے دل کے کانوں سے سننا شروع کیا۔ اس وقت ان الفاظ سے انکے دل پر غشی کا ایسا طاری ہوا کہ باید و شاید۔ نہایت ڈر سے بسیدم اسی مقام سے گھربار۔ یار دوستیاں سب چھوڑ دینے کی ٹھانی گھر سے نکل بھاگنے کا مصمم ارادہ کر لیا دنیاوی آلائشوں سے قطعی پاک و صاف ہو جانیکی سوجھی سب کچھ چھوڑ چھاڑ جستجوئے خاتمہ بالخیر اور طلب آخرت کیلئے وہیں سے کمر ہمت خوب کس کے باندھ لی۔ کسی رستہ بتلانے والے کی تلاش میں جدھر کو منہ اٹھ گیا چلدئیے۔ گھر سے نکلے اور سیدھے لاہور پہنچے وہاں سات سال کامل طالب علمی میں بسر کر دئیے اور اچھی خاصی فضیلت حاصل کر لی۔ علم علمائے زمان و فضلائے دوران کی صف اوّل میں شامل ہو گئے۔ مسئلۂ توحید میں یگانہ۔ ترک لذات و علائق دنیا۔ مگر دس سر امیر زمانہ ہو گئے جب فضیلت و علم میں دسترس خوب ہو چکی۔ تو دماغ میں بلوائے سیر و سیاحت نے چکر لگانا شروع کیا۔ چنانچہ لاہور سے بوریا بندھنا اٹھا لیا۔ اور منزل بمنزل قصبہ منوڑ میں جو ریاست پٹیالہ کے ضلع بیجوڑ میں ایک مقام ہے

آوارہ ہو گئے۔ ایک مسجد میں جو آبادی شہر سے تقریباً دو تیر کے فاصلے پر واقع ہے، آ بیٹھے۔ خاموشی کے ساتھ بغیر
کسی سے کوئی سوال کئے تن بہ تقدیر چار روز گذار دیئے۔ اگر کوئی روٹی کا ٹکڑا روکھا سوکھا مل گیا۔ تو
تبرکاً کر لیا۔ ورنہ راضی برضائے الٰہی مست لنگر رہے۔ مگر رہتے روزے سے۔ افطاری کے وقت کچھ مل گیا۔
کھا لیا ورنہ روزہ پر روزہ۔ جب باشندگانِ شہر پر یہ حالات منکشف ہوئے تو سخت حیران ہوئے کیونکہ انہیں
معلوم ہوا کہ ایک مسافر اگرچہ عالم و فاضل نہایت متوکل چار روز سے مسجد میں وارد ہے کھانے پینے کیلئے کسی سے
سوال نہیں کیا بغیر خورد و نوش چار روز بسر کر دیئے۔ وہ دوڑ پڑے۔ اور کھانے پینے کو بافراغت ساتھ لائے
پھر کیا تھا۔ دو وقت کا حقہ حاضر کرنے لگے۔ اور جو لوگ مشتاقِ تعلیم تھے۔ وہ آپ سے دو وقت سبق پڑھنے لگے
کچھ عرصہ اسی طریق سے بسر ہو گیا۔ انکو شہر کی اندرونی آبادی سے واقفیت حاصل ہو گئی۔ انہیں معلوم ہوا کہ
ایک مسجد اندرونِ آبادی بے چراغ اور بلا مرمت شکستہ و ویران پڑی ہے۔ یہ اس مسجد میں بلا روشنی
بلا بستر وغیرہ کے تمام رات وہیں رہتے۔ علی الصباح نماز فجر سے پیشتر اسی مسجد سے نکلتے اور اپنی قیامگاہ پر
بدستور آموجود ہوتے۔ ایسا معلوم ہوتا گویا کہیں گئے ہی نہ تھے۔ دن بھر شائقانِ تعلیم طالب علموں کو درس تدریس میں
مشغول رہتے۔ جب نمازِ عشا کا وقت آتا۔ قیامگاہ پر نمازِ عشا گذارتے۔ بعد فراغت پھر اسی مسجد اندرونی میں جو
شکستہ و ویران پڑی تھی جا موجود ہوتے۔ چنانچہ وہ مسجد آج تک آپ ہی کے نام نامی سے منسوب و مشہور ہے۔ جو نہایت
آباد بارونق ضروری اسباب زیب و زینت سے آراستہ پیراستہ ہے۔ آپکی بے غرضی زہد و اتقا۔ عبادت و ریاضت کے قصے
باشندگانِ آبادی کی زبان پر جاری ہو گئے۔ شرفا اور بزرگ لوگوں نے جب آپکی بزرگی کا یقین کامل کر لیا تو اکثروں کو
خیال دامنگیر ہوا کہ آپکے فیضِ صحبت سے محروم نہیں رہنا چاہئے۔ بہت سے دوڑ پڑے۔ کوئی شاگرد بنا کوئی کسی نے
سلسلۂ عقیدت مندان میں شمولیت کو اپنا فخر سمجھا۔ غرض ایک معقول تعداد اکابر آبادی سے آپکے زیر اثر ہو گئے۔ تمام
آبادی آپکی گرویدہ تھی کوئی کسی دعوت کے حیلے سے اپنے گھر لیجانیکی کوشش کرتا تو یہ نہایت استغنائی سے مگر
شکریہ سے بات ٹال دیتے۔ زیادہ کوشش ہوتی تو کہیں چلے جاتے۔ غرض نہایت لاپرواہی اور بے تعلقی سے یہ ایام گذارے۔
اس استغنائی اور لاپرواہی کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ زیادہ عقیدتمند ہوئے اور شہر کے چھوٹے بڑے سارے آپکو ادب و تقدس
کی نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ چالیس سال اسجگہ اسی حال میں گذار دیئے۔ جب آبادی زیادہ تر متوجہ ہونے لگی تو آپکی یہ خواہش [illegible] کہ یہ
کچھ فرمائیں تو ہم انکی خدمت بجا لائیں بہت لوگ عرض کرتے کہ حضرت حضور فرمائیں جسکی بجا آوری سے ہماری عزت و توقیر ہو۔ یہی ہو
مگر آپ ان عرضوں پر کچھ دھیان نہیں دھرتے تھے۔ ایک شخص نے بہت بڑی خواہش سے عرض کی اور ایک بقال کو
روبرو کیا اسے ہدایت کی کہ جو خواہش میاں جی تم سے کریں۔ فوراً پوری کرو۔ خواہ کتنی ہی قیمتی ہو۔ جو خرچ ہو
اسکا ذمہ دار میں ہونگا۔ جب لوں گا ادا کر دونگا۔ مگر آپ نے بہت سی مدت میں کچھ ایسا خرچ کیا کہ جسکی تعداد

تعداد نہایت قلیل تھی۔ اُس زمانے میں حضرت پیر دستگیر کی ولایت کا نقارہ اس بلند آواز سے بج رہا تھا کہ مشرق سے مغرب تک کی آبادی میں بس آپکی گونج تھی۔ تمام نجیب شریف ادنیٰ و اعلیٰ ان اطراف و جوانب کا آنحضرت کے قدوم پر نثار تھا۔ تعریف و توصیف اور کشف و کرامات کے افسانے ہر قریہ و دیہہ کے انسان کی زبان پر تھے جابجا آپ ہی کا ذکر خیر ہوتا تھا۔ جہاں کہیں وارد و صادر ہو جاتے ایک عالم پروانہ وار قربان و نثار ہونے کو بے تحاشا دوڑ پڑتا تھا۔ چنانچہ میاں نور تک بھی اکثر ان کا ذکر خیر سنتے اور دل و جان سے دل ہی دل میں آپ پر فریفتہ تھے۔ جوں جوں مدت گذرتی اشتیاق قدمبوسی کو بیشی و زیادتی ہوتی جاتی آخر اس زیادتی شوق کی برداشت ان سے نہ ہو سکی بقصد زیارت سے ایک روز اپنی جگہ سے چل دیئے۔ اور حضرت پیر دستگیر کی قدمبوسی سے فیضیاب ہوئے۔ سب سے پہلے جو آپکی تمنا تھی یہ کہ مجھے سلسلۂ مریدان میں داخل کیا جائے۔ پوری کیگئی۔ فیض صحبت کا اثر اسقدر زود اثر ثابت ہوا کہ بہت تھوڑے عرصے کے اندر آپ دانائے رموز حقیقت ہو گئے۔ اور عالم اسرار میں آنکھ دکھائی دینے لگے۔ حضرت پیر دستگیر کو بھی انکی عزت کا کچھ پاس تھا۔ آپکی عزت و حرمت کو درجہ خصوصیت حاصل تھا یہانتک لحاظ فرماتے کہ بے تکلفی میں بھی آپکا نام لیکر کبھی نہ بلاتے۔ جب کبھی مخاطب فرماتے میاںجی کے خطاب سے مخاطب فرماتے آپ بے شغل و بیکار رہنا گوارا نہ فرماتے جب تک پیر دستگیر کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپکے احباب کو فقہ و حدیث کا سبق دیتے تھے اتفاق ایسا ہوا کہ وہی آپکے شاگرد جو آپسے فقہ و حدیث سیکھتے تھے۔ کچھ بدنظر سے آپکو دیکھنے لگے۔ کوئی ایسی بات ان لوگوں نے حضرت پیر دستگیر کے سمع مبارک میں انکی نسبت عرض کر دی کہ آنحضرت کے خیالات میں فرق آ گیا۔ اور میاںجی ان الفت اور محبت کی نگاہوں سے نہ دیکھے جاتے تھے میاںجی کو تحصیل غلہ کے کام پر ٹھسکہ میں بھیجدیا گیا اور چند روز کے بعد وہاں سے بھی ایک شخص کی زبانی یہ کہلا کر رخصت کر دیا گیا کہ میاںجی کو کہو ہنوڑ اپنے اصل قیام گاہ کو چلے جائیں۔ جب میاںجی کے پاس یہ حکم کہ ہنوڑ چلے جاؤ پہنچا ہے میاںجی بمجرد سنتے اس حکم کے بلا تامل و قیل و قال روانہ ہنوڑ ہو گئے۔ پورے چار سال ہنوڑ میں رہے۔ مگر ہجر و مفارقت کو ایک صدمہ ناقابل برداشت خیال کرتے رہے۔ ایک روز بیٹھے بیٹھے حضرت پیر دستگیر نے ہی میاںجی کو خود بخود یاد فرمایا۔ میاںجی اس مژدہ جانفزا کو سنتے ہی حضرت کی خدمت میں پہنچے اور بہزار محبت آپکے قدمبوس ہوئے۔ حضرت پیر دستگیر نے فرمایا کہ ایک طویل زمانہ اور اتنی مدت گذر گئی آپ ہمسے الگ تھلگ ہی رہے میاںجی نے عرض کیا کہ حضور۔ حضوری میں بھی اس سرکار کا غلام ہوں اور دوری مہجوری میں بھی اسی سرکار کا خادم و غلام۔ داغ غلامی جو میری پیشانی پر موجود ہے کسی حالت میں مہجوری ہو یا حضوری برابر موجود رہتا ہے دل میں جو عقیدت و محبت ہے اسمیں کہیں بھی کمی نہیں ہوتی۔ ہر حال میں تابعداری میں زیادتی ممکن ہے

کمی نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ پھر یہ بدستور سابق بناوٹ و خلوت میں از دست ساز و یار نغاریت اٹھائے رہتے گئے۔ جب
آنحضرت نے رحلت فرمائی تب انہیں اپنا وہی قدیم آستانہ یاد آیا اور ہنوز ہی کو اپنا آرام گاہ بنایا
جب سید فاضل جانشین دائرہ شریف نے رخت اقامت اس جہان فانی سے باندھ لیا۔ اور گوشہ ہر
دار البقا میں جا اقامت کی، تب بہت سے بہی خواہان دائرہ شریف میاں جی کے پاس پہنچے۔ بہ الحاح و منت و سماجت
اکثر نشینی دائرہ شریف کی دعوت دی اور یہ یقین دلایا کہ آپکے سوائے کسی دوسرا بزرگ اس بار گراں کو
اٹھانیوالا سلسلہ بھر میں نہیں ہے بھی تو آپکو تمام سلسلے پر ترجیح دیتا ہے اور شوق سے خواہش کرتا ہے کہ
آپنے ردِ دعوت پسند نہ کرکے قبول کیا اور ہنوز کو چھوڑ دائرہ شریف میں چلے آئے۔ اور دائرہ شریف کی
خدمات کو نہایت دیانت اور شوق و محبت سے انجام دیتے رہے۔ اور غمخواری و تواضع و تکریم سے ہر شخص سے
پیش آتے۔ [illegible] پایا۔ اور روضہ متبرکہ کے پہلی جانب دائرہ شریف میں مدفون ہیں۔

⑨ نواب روشن الدولہ

مرد میدان خفی۔ فرد ایوان تقی۔ قدوۂ رجال۔ صاحب کمال طالب صادق مقبول مرشد برحق
خواجہ مظفر مخاطب روشن الدولہ ظفر خان بہادر ولد خواجہ عبد القادر از اعزہ خواجہ زادگان کہ آپکے
جد امجد آفتاب کی مثال مشہور و معروف ہیں۔ آپ کا نسب شریف خواجہ احمد خان زندہ کو پہنچتا ہے کہ
جنکا ازل سے قامت قابلیت کمالات صوری و معنوی سے آراستہ تھا۔ اور رخسار نجابت زیور استعداد ظاہری
و باطنی سے زینت یافتہ تھا۔ قدوہ روزگار بسیار خوش اعتقاد و پاک نہاد صفت مردی و حسن و تدقیق
اور صفائے طینت میں یگانہ آفاق ہو گذرے ہیں۔ ہمت سخاوت کے میدان سے گوئے سبقت حاتم سے چھین
لیا چکے تھے۔ بجناب فیض مآب حضرت پیر دستگیر حاضر ہوئے اور ارادت و عقیدت کے خیالات کا
اظہار کیا۔ آنحضرت نے جب آپکو دیکھا تو ان کے حق میں مرحمت و شفقت مرعی رکھنے لگے۔ تربیت و پرورش
کا خیال بہت زیادہ فرمانے لگے۔ اور نہایت نوازش و کرم سے پیش آتے گئے۔ اکثر اوقات خوراک پوشاک وغیرہ
کا بار بھی اپنی ذات والا صفات پر لے لیتے تھے۔ ہر وقت خبر گیری و توجہ فرماتے تھے۔ بلکہ نظر عاطفت اور توجہ
باطنی بھی ان راسخ العقیدت پر مبذول کرنے میں دریغ نہیں فرماتے تھے۔
اوائل جلوس بہادر شاہ بادشاہ دہلی میں یہ بزرگ باشارہ حضرت پیر دستگیر دہلی پہنچ گئے اور تھوڑے ہی
بلکہ دنیا ہی کے منصب پر اور علی قدر مراتب جاگیر وغیرہ سے سرفرازی حاصل کی اس سے کسی قدر سہارا ہو گیا
معیشت اور گذران کی ایک معمولی سی صورت نکل گئی بنگالہ میں کچھ تھوڑا عرصہ متعلقی ہوا تھا کہ حضرت پیر دستگیر نے
زبدۃ الواصلین میاں ہیبت اللہ درویش کو شاہجہان آباد روانہ فرمایا اور فرمایا کہ خواجہ مظفر کے پاس جائیں

اور حکم پہنچا دیں کہ گھڑیال مہیا کرکے اُسے بجانا شروع کردیں۔ (ناظرین باتمکین گھڑیال بجانے پر ششدر ہوں گے۔ اور خیال فرمائیں گے کہ یہ کیا بات ہے۔ مگر شاہان مغلیہ کی حکومت کے دوران میں امراء و روسا اور وہ اصحاب، جو دربار بادشاہی میں رسوخ، عزت و توقیر رکھتے تھے، ان کی اعلیٰ شان کو دوبالا کرنیوالا گھڑیال خیال کیا جاتا تھا۔ تاوقتیکہ دروازہ پر ہر گھنٹہ گھڑیال نہ کھڑکے شان نہیں سمجھی جاتی تھی۔ مولف)

حضرت کا حکم جب خواجہ مظفر نے سنا تو کچھ حیران سے ہوگئے۔ اور پیچا میر سے کہنے لگے کہ گھڑیال لانے اور بجانے کی طاقت بھلا مجھ میں کہاں ہے۔ منصب قلیل ہے۔ اور جاگیر کا وجود عدم کے برابر ہے۔ کیونکہ اسکا محاصل کچھ نہیں۔ بلکہ صورت گذارہ نہایت مشکل ہے۔ کچھ غور وخوض کے بعد کہا مگر حکم مرشد برحق ہے۔ تو جسے چون و چرا نہیں کرنی چاہیئے۔ آخر حضرت نے بھی تو کچھ سوچ سمجھ کر ارشاد فرمایا ہوگا۔ چنانچہ اس پاک نہاد نے اپنی اعتقاد پر خیال کرتے ہوئے حضرت کے حکم کی تعمیل اپنے اوپر فرض واجب سمجھی اور آپ اس تدبیر میں لگ گئے۔ کہ گھنٹہ گھڑیال کہیں سے مہیا کیا جائے۔ مگر پاس نقد کچھ نہ دیکھا۔ اپنی اہلیہ کے پاس گئے۔ ان کا زیور اتروا لیا اور بازار میں بھیجکر بکوا دیا اسیدم گھڑیال خرید کیا۔ دو نفر گھڑیالی اس خدمت کی سرانجام دہی کیلئے نوکر رکھے۔ اور تھوڑی سی شیرینی پیران عظام کی نیاز میں فاتحہ پڑھ کے تقسیم کردی۔ اور گھڑیال بجوانا شروع کردیا۔ گھڑیال کی آواز جب نکلی تو قریب وجوار کے لوگ اور ہمسائے کھلی اڑانے لگے۔ تمسخر کرنے اور باہم کہنے سننے لگے کہ عجیب بیہودہ انسان ہیں۔ شاید سودائی ہوگیا ہے ابھی میاں کا منصب ڈیڑھ سو سے بڑھا ہی نہیں کہ لگے گھڑیال بجانے۔ یہ یکی سنتے رہے مگر دم نہیں مارتے تھے۔ کوئی پوچھتا بھی تو بجز خاموشی جواب نہیں دیتے تھے۔ اتفاق سے جس روز گھڑیال شروع کیا تھا اسیدن حسب معمول جب دربار شاہی میں حاضر ہوئے تو ایک امیر دربار نے جو نفر حال کی رفاقت میں رہا کرتے تھے۔ ان کو حضور بادشاہ میں کھڑا کرکے اعلان کیا کہ اسوقت سے آپکو منصب صد کو منصب عطا ہوتا ہے۔ آئندہ اس منصب سے پکارے جایا کریں گے۔ دربار برخاست ہوا اور اسیدم بادشاہ نے لاہور کیجانب کوچ فرمایا۔ اور انکو سرانجام خدمات بادشاہی کیلئے شاہجہان آباد میں ہی چھوڑ دیا گیا۔ بادشاہ کو لاہور گئے ہوئے ابھی بہت عرصہ نہ گذرا تھا کہ بادشاہ موصوف کو پیغام اجل پہنچ گیا اور انہوں نے رخت اقامت اس جہان فانی سے اٹھا لیا۔ اور لقائے حیاو دانی میں ڈیرے جا لگائے۔ بجائے اُن کے محمد معز الدین ملقب بہ جہاندار شاہ اور نگ نشین مسند شہریاری اور سریر لطنت پر جلوہ آرا ہوا۔ یہ خبر دور و نزدیک سب جگہ مشہور ہو گئی۔ خواجہ مظفر نے ایک عرضداشت جناب پیر دستگیر کی حضور میں گذارش کی کہ یہ غلام دربار شاہی کا نیا ملازم ہے۔ چونکہ حال میں ہی نئے بادشاہ نے تخت سلطنت پر جلوس فرمایا ہے۔ لہذا بندوبست تازہ اور عزل ونصب بے اندازہ ظہور میں آیا ہے۔ نیازمند کا بھی حضور شاہ میں حاضر ہونا ضروریات سے ہے

اس معاملہ میں جو امر حضور کا ہو۔ اور جناب اقدس مناسب خیال فرمائیں۔ اس تحریر کے جواب میں حضرت پیر دستگیر نے رقام فرمایا کہ زنہار زنہار لاہور جانے کا قصد بھولے سے بھی نہ کرنا۔ بلکہ میرے خیال میں یہ ضروری ہے کہ آپ اپنے آپکو جسطرح ہو سکے اور جسقدر جلد ممکن ہو۔ لشکر ظفر اثر شہزادہ فرخ سیر میں پہنچائیں کہ یہ بات بہ نسبت لاہور جانیکے زیادہ بہتر و اولیٰ ہے۔ اس ارشاد تحریری کے مطابق خواجہ مظفر نے بلا توقف لشکر شہزادہ والاقدر فرخ سیر میں حاضر ہونیکے لئے روانگی کی ٹھان لی اور روانہ ہو گئے۔ ان ایام میں شہزادہ والاقدر کا لشکر خروج کر چکا تھا۔ اور ارادۂ جنگ سے بالکل کمربستہ ہو چکا تھا۔ امیر الامرائی کا عہدہ حسن علیخاں کے نام وزارت بنام عبدالرحمٰن نامزد ہو چکی تھی۔ جب خواجہ مظفر پہنچے تو انہیں سہ ہزاری کے منصب پر فوراً مقرر کیا گیا۔ اور بخشی گری کا عہدہ دیدیا گیا۔ جب بادشاہ جمجاہ اپنی مہموں سے فتحیاب و کامیاب واپس آیا اور تخت حکومت و فرمانروائی پر جلوہ فگن ہوا تو نہال جامہ اقبال شاہی کا کیا ٹھکانا تھا۔ پہلے سے کئی گنا زیادہ تھا اور نمایاں ترقیاں ظاہر و اظہر تھیں۔ خواجہ مظفر کی شخصیت کو اس وقت خاص فائدہ پہنچا۔ ہندوستان کے امراء و روسا کی صف اوّل میں انہیں جگہ دیدی گئی تھی امارت کی شان ایک خاص درجہ تک پہنچ گئی تھی۔ متواتر ترقی پر ترقی نصیب ہوتی تھی۔ بادشاہ کی نگاہ تمام اہل دربار کو چھوڑ کر انہیں پر پڑتی تھی۔ اب خطاب روشن الدولہ محمد ظفر خاں بہادر بخشا گیا۔ ان کے اقبال و خصوصیت کا علم اب بہت بلندی پر تھا۔ جو خدمت دربار شاہی سے انکے نام لکھی جاتی۔ وہی خاص خصوصیت سے انجام کو پہنچتی۔ دربار شاہی سے نکل کر خاص و عام میں بھی انہیں ہر دلعزیزی میسر تھی۔ انکی ترقی و اقبالمندی سے کسی کو حسد نہ ہوا۔ بلکہ ہر ایک کو خوشی ہوتی۔ جوں جوں یہ بڑھتے لوگوں کے دل زیادہ سے زیادہ ان کے ہاتھ میں آتے جاتے تھے۔ پیران عظام سے انکی عقیدت کو خاص پیوند تھا۔ اور اسمیں ہر وقت ترقی ہوتی جاتی تھی اقبال و دولت جتنا بڑھتا گیا۔ پیران بزرگان اور درویشان کے آگے یہ اور زیادہ انکسار کرتے اور خدمت میں بھی زیادتی پر زیادتی کرتے جاتے تھے۔ روپیہ کو تو اس بلند حوصلہ بزرگ نے موانست و محبت کی نگاہ سے کبھی نہ دیکھا۔ صدہا۔ ہزارہا۔ بلکہ لکھوکھا روپیہ پیران عظام کے نام سے لٹانے میں کبھی کسی حالت میں دریغ نہ کیا درویشوں کی خدمت میں ان تھک تھے۔ خواہ کسی درجے اور کسی خیال کا درویش ہو۔ ان تک پہنچ جائے۔ سوال تو کیا بے مانگے سبھی کچھ اسے دے ڈالتے۔ گویا درویشوں اور بزرگوں کیلئے ہی کماتے تھے۔ زر و مال کیا جان تک سے کبھی جی نہ چراتے تھے۔ رات ہو یا دن درویشوں کی خدمت کیلئے ہر دم ہر دم کمر باندھے کھڑے تھے۔ انہیں خدمات اور یہی سچی عقیدت کا صلہ تھا کہ آپ ہمیشہ و ہر وقت مقبول بارگاہ لم یزلی تھے۔ محسود عالم اور مشہور آفاق تھے محسود عالم اور مشہور آفاق تھے۔ غرض آپکو دولت کونین حاصل تھی۔ حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے جیسے

ہر حال میں آپکو مالا مال غنی اور پورا مستغنی کر رکھا تھا۔ یہ درجہ اور رتبہ اپنے تمام نیک بندوں کو عطا فرمائے دینی اور دنیوی دولت بے زوال میں جو اختصاص انہیں بخشا گیا تھا۔ ہر ایک کو بخشے

ایک روز پانی پت میں حضرت پیر دستگیر تشریف فرما تھے۔ روشن الدولہ بھی زیارت و قدمبوسی کی دولت کی فراہمی کیلئے وہاں آئے تھے۔ جب یہ آنحضرت کے روبرو آئے تو حضرت نے فرمایا۔ نواب روشن الدولہ بہادر آئے ہیں۔ آئیے۔ اس وقت سے پہلے حضرت نے ان الفاظ سے کبھی یاد نہ فرمایا تھا۔ یہ تعظیمی الفاظ کبھی استعمال نہ فرماتے تھے۔ ان الفاظ سے سامعین و حاضرین کو بھی تعجب تھا۔ بعض نے کہا بھی کہ ایسے کچھ خلاف دستور عمل ہوا ہے۔ نواب کی حالت تو پوچھیو مت ان الفاظ کا سننا تھا کہ جھڑی لگادی۔ زار و نزار روتے تھے۔ بند ہی نہ ہوتے تھے۔ ساون بھادوں کی جھڑی انکے آگے مات کھا گئی تھی۔ اس موقعہ پر حضرت صاحبزادہ والاقدر محمد باقرؒ بھی موجود تھے۔ ان سے حضرت پیر دستگیر بارہا ذکر کر چکے تھے کہ ظفر خاں حضرت امیر خسرو کی مثال مقبول درگاہ خدا ہیں۔ صاحبزادہ موصوف کیطرف حضرت مخاطب ہوئے مہربانی سے سلارہ (عبارت ایک قسم کے کپڑے سے ہے جو زنانہ علاقہ جنگل کی عورتیں اوڑھتی ہیں) اٹھانے کا اشارہ کیا۔ اور فرمایا کہ ایکطرف سلارہ کے دونوں سرے آپ پکڑتے ہیں اور پلہ کے دونوں کونے میں خود تھامے رہونگا۔ تاکہ ظفر خاں کو یہ سلارہ اڑھا دیا جاوے جس سے مراد یہ ہوگی کہ میری اور نواب ممدوح کی عاقبت یکجا ہوگی۔ یہ ایک خلعت فاخرہ تھا۔ جو اس خاص وقت میں حضرت پیر دستگیر کیطرف سے نواب روشن الدولہ کو بخشدیا گیا۔ اور رخصت کردیا گیا۔ رخصت کیا تھی نواب کیلئے بہت بڑی آفت کا سامنا تھا۔ انکی رقت کہاں تھمتی۔ بے تحاشا روتے۔ بیحال ہو ہو جاتے تھے۔ لوگ جو موجود تھے کہتے تھے۔ حضور یہ کیا بات ہے۔ حضرت کی عنایت و نوازش آپکے حال پر وہی ہے جو ابتدا میں تھی بلکہ بیش از بیش کرم فرماتے ہیں۔ خوشی و شادمانی کرنی چاہئے۔ غم و اندوہ گریہ و زاری۔ آپ کیوں کرتے ہیں ہم لوگوں کی سمجھ میں نہیں آیا بات کیا ہے۔ نواب صاحب نے فرمایا۔ صاحبو۔ مہربانگی۔ توجہ۔ عنایت و کرم میں میرا رہبر حقیقی کمی فرمائیں۔ یہ کیسا ہو سکتا ہے۔ مجھے تو اور ہی غم مارے ڈالتا ہے۔ حضرت اقدس نے فی الحال جو گفتگو فرمائی ہے اس کے معنے ہی اور ہیں۔ کلام معجز نظام آنحضرت سے ایسا مفہوم و مترشح ہوتا ہے کہ بس یہ زیارت و قدمبوسی آخری ہے۔ دوسری دفعہ حین حیات میں حضرت پیر دستگیر کی زیارت ممکن ہے میسر آئے یا نہ آئے۔ بس لہذا وجوہ یہ ملاقات آخری ہے۔ فی الواقع وقوع میں بھی اسی طرح آیا۔ وفات حسرت آیات حضرت پیر دستگیر کے بعد نواب صاحب مغفور جان و مال حضرت کے نام پر قربان و نثار کرتے رہے اور جو جو خدمات انجام دیں۔ جو جو کار نمایاں آپ سے ظہور میں آئے۔ عمارات عالیہ مقبرۂ مقدسہ میں جو جان لڑائی۔ جو مصارف ہوئے سب شد و مد اور حسن موصوفیت سے جو کچھ کیا اظہر من الشمس ہے۔ تحریر و تقریر کے محتاج نہیں

وہ عمارت عالی جسے مقبرہ کہتے ہیں۔ اس کے متعلقہ مکانات خیمے نشستہ ہوئے ہیں۔ اکثر نشانات موجود ہیں سب نواب صاحب مرحوم کی ساختہ پرداختہ ہیں۔ لاکھوں روپے کی لاگت سے مقبرہ۔ درویشوں کی آرام و آسائش کیلئے حجرے۔ زائرین کے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ مکانات۔ سواری کے جانوروں کیلئے تمام سہولیات عیدگاہ۔ ایک معیاری تالاب۔ ایک عظیم الشان باغ۔ غرض بہت بڑے پیمانے پر ایک سلسلۂ عمارات جن پر روپے کے علاوہ تندہی اور سردردی بہت کرنی پڑی تھی۔ اس قسم کی عمارات کیلئے زمین درکار تھی۔ جو زیر آبادی تھی۔ لوگ قیمتاً دیتے مگر روپے کی بجائے اشرفی لیتے۔ یہ سلسلہ طویل ہوا۔ ایک شخص کی دیکھا دیکھی جو قطعات بیکار بھی پڑے تھے اس وقت وہ بھی بیش قیمتی بتلائے۔ مگر آفرین ہے نواب موصوف پر اور ان کی عقیدت و قوت ارادہ پر۔ جو کسی نے مانگا دے دیا۔ ایسی صورت میں خرچ کا اندازہ

سالک۔ لفظاً ندکور کو اسی زمانے سے تعلق ہے جب عمارت تیار ہو چکی ہو گی۔ اب تو حالت ہی اور ہے اور یہ تمام تر حالت کی خرابی کے ذمہ دار موجودہ متولی مقبرہ اور محافظ درگاہ شریف کے سر پر عاید ہوتی ہے چند نفوس تا حال ایسے موجود ہیں جنہوں نے روضۂ مقدسہ کو اگرچہ گئی گذری حالت میں دیکھا تھا۔ مگر حالت موجودہ سے تب بھی بدرجہا اعلیٰ و اولیٰ تھی۔ اور جب طیار ہوئی تھی اس وقت کی تفصیل نہایت طویل ہے۔ مقبرے کی شان تو جو تھی۔ اس کے مقابل وہ حجرے جو درویشان متوسلین وارد و صادر کی آرام گاہ تھی۔ ان کے پردے اطلس و کمخواب کے بنائے گئے تھے۔ جہاں بیرونی سامان کی یہ نوبت ہو۔ نہایت سہولت سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ وہاں اندرونی سامان کس پایہ کا ہو گا۔

موجودہ حالت یہ ہے کہ قریباً دو سال کا عرصہ منقضی ہوا ہے۔ مترجم زیارت درگاہ کیلئے حاضر ہوا تھا۔ خاص قبر مبارک کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ ہم نے کئی ٹوکرے کوڑہ اپنے سر و تن پر لاد کر باہر پھینکے تھے۔ جبکہ خاص الخاص قبر شریف کا یہ رنگ ہو۔ تو دوسرے حصص متعلقہ پر جو کچھ ہو کم ہے۔ یہ مسجد جہاں ہم نماز ادا کرتے گئے۔ وہاں نہ کوئی دریا تھا نہ چٹائی۔ گرد و غبار کے انبار البتہ فرش کا کام ضرور دے سکتے تھے۔ کئی گھنٹے لگے تب مسجد کو قابل نماز کیا تھا۔ ان حجروں میں جن پر مخمل کے پردے آویزاں ہوتے تھے۔ بجائے درویشان زائرین و مہمانان کے بھینس یا بھینسے جاتے ہیں۔ گوبر و کوڑے کرکٹ سے اٹے پڑے تھے۔ مقابر پر بجز اشنول اور سنگریزوں اور کوڑے کے اور کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ باغ کی عمارت ویران۔ چار دیواری شکستہ۔ درختوں کی بجائے چٹیل میدان۔ جہاں اہل اللہ درویش وارد و صادر انبوہ در انبوہ اور جمع رہتے تھے وہاں نام کو آدم زاد موجود نہیں تھا۔ ہو کا عالم۔ ناظرین ان الفاظ سے فوراً یہ خیال کریں گے کہ عوام کو عقیدت نہ رہی ہو گی۔ کوئی پرسان و خبر گیراں نہ رہا ہو گا۔ کس مپرسی کے باعث مقبرہ ان حالوں کو پہنچ گیا۔ مگر حضرات ایسا نہیں ہے یہ سب کچھ موجودہ متولی مقبرہ اور گدی والے کی خاص عقیدت و خدمت کے نتائج ہیں۔ آمدنی کے ذرائع بہت ہیں۔ مگر آمدنی نہیں معلوم جاتی کہاں ہے۔ جس مصرف کیلئے آمدنی ہے کبھی اس پر ایک حبہ صرف نہیں ہوتا کوئی درویش وہاں ٹھہرنے نہیں پاتا۔ جہاں کئی کئی بھینسیں دودھ دیتی ہیں۔ صبح کو درویشوں کا منہ اسے ملوتا زائرین و مہمانوں کی مدارات میں صرف ہوتا ایک لقمہ نہیں۔ المختصر ؎ اے باد صبا ایں ہمہ آوردۂ تست

ہوا تھا۔ مگر نواب کی پیشانی پر بل نہیں پڑا۔ جو ٹھان چکے تھے۔ وہی کیا۔ اور جو نقشہ دل میں خیال کیا تھا پورا طیار کیا۔

درویش ہو۔ خواہ کسی سلسلے کا ہو۔ آپ اس کی خدمت برابر کرتے۔ ہر طبقہ اور ہر خاندان کے درویش آپ کے خوان احسان کے وظیفہ خوار تھے۔ سب کی خدمت نہایت فراخدلی و خندہ پیشانی سے کیا کرتے مجال کیا جو چہرے کا رنگ متغیر ہو۔ بلکہ اپنی سعادت اور عقبیٰ کی بھلائی درویشوں کی ہی کفش برداری میں سمجھا کئے اس فرقہ علیہ کو ہی اپنا دین وایمان سمجھا کئے۔ جب ہر درویش سے اس قسم کی عقیدت ہو تو خاص اپنے سلسلے سے وابستہ بزرگوں اور حضرات یارواحباب صاحب پیر دستگیر پر تو بجنسہ ایسے تھے جیسے شمع کے گرد پروانہ۔ انہیں دیکھ کر تو قربان ہی ہو جاتے تھے۔ غرض ان کی عقیدت الفت و محبت بے پایاں تھی اس کا اندازہ قلم نہیں کرسکتا۔ اپنی ذاتی صفات میں بھی یگانہ زماں اور نادرۂ دوراں تھے۔ کسی بات میں بھی کم نہ تھے۔ ایسے نادر الوجود بزرگ اب کہاں ملتے ہیں تیاریخ ...... اس جہان فانی سے عالم جاودانی کو سدھار گئے۔

ہمیشہ خدا کی رحمت ان پر ہو۔ زیر سایۂ قدم مبارک حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کی خواب راحت میں مصروف ہیں۔ آپ کے روضہ پر ہر پنجشنبہ کو مجلس عالی مرتبت ہوتی ہے اور سماع ہوتا ہے اکثر خلق اللہ اس روز طواف مزار کبیر الاقتدار نواب مرحوم کرتی ہے

خداوند سبحانہ تعالیٰ تمام مومنوں اور اپنے نیک بندوں کو جو اس طرح خدائے دین متین ہوں۔ ایسی ہی قبولیت اور مرتبت نصیب کرے آمین! ثم آمین!!

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹۷ | جس قدر لگا رہے ہے۔ سب نے سردار دیکھی طرح سے ہے۔ معقول آمدنی ہے۔ اگر کوئی معقول انتظام ہو سکے تو پہلے سے بہت زیادہ چہل پہل رونق اور نمایاں آبادی ممکن ہے۔ لیکن وہاں کسی کو ٹکنے کون دیتا ہے۔ مسجدوں میں مسافر کو کسی قدر آرام مل جائے۔ عجب نہیں مگر یہ مقام جہاں دوسری ولایتوں سے لوگ عقیدت سے آتے۔ روحانی فیض سے فیضیاب ہوتے۔ ظاہرا آرام و آسائش کون پانے دیتا ہے۔ اب یہاں ان باتوں کا کچھ کام نہیں۔ خیر خواہ ہم کہتے ہیں۔ اس پر کم یا زیادہ اور ویرانی کا انسداد چاہتے ہیں۔ کسی اچھے انسان کی ضرورت محسوس کرتے ہیں جو تمام انتظامات کو قدیم حالت پر لا سکے۔ مگر ان کی پیش نہیں جاتی۔ چارو ناچار مقدمہ بازی پر نوبت پہنچ چکی ہے۔ اب جیسے دے مولے۔ اگر زمانے نے موافقت کی اور عدالت نے انصاف کیا تو وہ دن دور نہیں کہ اس مقبرہ کو اسی آب و تاب اور عروج پر پھر دیکھنا نصیب ہو۔ ورنہ جن کے ہاتھوں میں اب ہے انکی دلی تمنائیں اور خواہشیں تو سب پوری ہو رہی ہیں۔ اور زیادہ قابو چلا تو خدا جانے کس حال کو پہنچائیں گے۔ مترجم

(بقیہ نوٹ ملاحظہ ہو صفحہ ۴۳۰)

(۶۵) میاں شاہ امان اللہ

قدوہ ارباب دین - زبدۂ اہل یقین - مقبول درگاہ - برگزیدہ اللہ - میاں شاہ امان اللہ - یاران علی آنحضرت پیر دستگیر سے تھے - ان کا اصل وطن کانکھاں ایک مقام تھا - واقعہ کپور تھلہ متصل شاہ نور جمال ہے ابتدائے حال میں خورد سالی و بچپن کے ایام میں اپنے ماں اور باپ سے کسی بات پر آزردہ ہو کر اور چند آزاد مزاج لوگوں کی جماعت کیساتھ مل ملا کر پھرتے پھراتے انبالہ کے نواح میں پہنچ گئے - ادھر آ کر ایک فقیر کیخدمت میں رہنے لگے اور اسکی خدمت ذریعہ معاش سمجھ بیٹھے - وہ فقیر موضع سراد کا رہنے والا تھا - جو انبالہ سے تین کوس ہے - وہیں انکی مستقل سکونت ہو چکی تھی ۔ حضرت پیر دستگیر اور حضرت مرشد آفاق بھی دورہ کی تقریب سے اس گاؤں میں ایکدفعہ وارد ہوئے - ایک رات کا ذکر ہے کہ حضرت پیر دستگیر قضاء حاجت کیغرض سے گاؤں سے باہر تشریف لیگئے - اثناء راہ میں آنحضرت نے میاں امان اللہ کو دیکھا کہ ایک دھوتی پر بیٹھے ہیں آگ جلا جلا تاپ رہے ہیں - آپکی نگاہ انپر پڑی ارشاد فرمایا - او میاں لڑکے یہاں آ ذرا لوٹا پکڑ دو یہ لوٹا طہارت کیلئے لیچلو - یہ خاموشی کیساتھ اٹھے لوٹا ہاتھ میں لے لیا - اور چپ چاپ حضرت کے پیچھے ہو لئے - جب حضرت قضائے حاجت سے فارغ ہو کر طہارت وغیرہ بھی کر چکے اپنے فرودگاہ کیطرف واپس تشریف لائے - تو راستہ میں دیکھا لڑکا خاموش لوٹا ہاتھ میں تھامے چلا آ رہا ہے - چند دانہ کشمش جو آنحضرت کی چادر مبارک کے پلے سے بندھے تھے کھول کر میاں امان اللہ شاہ کے حوالے کئے اپنے ساتھ ہی ساتھ پہلے ڈیرہ تک لے آئے جب گھڑام شریف تشریف لائے تو انکو بھی اپنے ہمرکاب لیتے آئے - انہیں لنگرخانہ کی خدمت پر مامور کیا جو درویش اور آئے گئے کے وضو و غسل کیلئے کنوئیں سے نکالا جاتا تھا - یہ حضرت بھی پورے بارہ برس اپنی اس خدمت کو نہایت مستعدی اور جانکدستی سے انجام دیتے رہے - کبھی اف تک زبان پر نہ آئی - بارہ سال بعد ایک روز جیا ان کا خیال آیا - تو ارشاد فرمایا کہ اب تمہیں اجازت ہے - جہاں سینگ سمائیں جائیں - اور جہاں دل چاہے وہاں جا کر یاد الہی اپنا شغل رکھیں - جہاں بیٹھو دل لگا کر بیٹھنا - ایسا نہ ہو خیال کہیں اور رہو وجود کہیں اور ہو - حکم پاتے ہی یہ وہاں سے چل دئیے - ایک چھوٹی سی بستی ہریال پور منڈولی کے نام سے مشہور ہے جسمیں بیشتر جاٹوں کی آبادی ہے - اکثر مسلمان جولاہے بھی وہاں آباد تھے - یہ اس گاؤں میں پہنچے اور وہیں ڈیرہ جما دیا - جولاہوں نے ان کو مرد خدا پہچان کر اچھی آؤ بھگت کی ایک اچھی جگہ دیکھ کر پھونس اور سرکنڈہ سے ایک کٹیا ان کیلئے تیار کر دی ۔ اسی گاؤں کے اندر سید سلطان موضع دوکوہہ متصل جالندھر کے باشندے جو بطور تحصیلدار وہاں ایک زمیندار کے ملازم تھے - یہ حضرت پیر دستگیر کے مریدوں میں سے تھے - ان سے میاں امان اللہ نے قرآن مجید کا سبق لینا شروع کیا - اور سید موصوف نے نہایت محنت و جانفشانی سے تعلیم دی -

چند ایام میں قرآن شریف ختم ہو گیا۔ اب یہ اکثر تلاوت میں مشغول رہا کرتے۔ اور خوب ریاضت کرتے۔ جب اس گاؤں سے طبیعت اچاٹ ہوئی تو خاص سرہند جا پڑے۔ وہاں جولاہوں کی مسجد میں قیام کیا۔ یہاں کی سکونت کے دوران میں انکو سید مرتضیٰ گردیزی سے ملاقات کا موقعہ ملگیا۔ جب انسے زیادہ رسوخ بڑہا۔ اور حضور شاہ سے سید گردیزی کو کوئی تین جاگیر میں ملا تو وہ ان سے کہنے لگے کہ حق تعالے نے معاش ملا تردد بخشا ہے گاؤں کی آمدنی معقول ہے کوئی فکر فاقہ نہیں۔ پھر آپ مسجد میں کیوں پڑے ہیں۔ مسجد کے ٹکڑوں پر گذران تب ہو۔ جبکہ کوئی وجہ معاش نہ ہو۔ خدا کا دیا بہت کچھ ہے۔ جہاں اور حوالی موالی کھاتے پہنتے ہیں۔ وہاں آپکی ذات کا خرچ کیا بھاری ہوگا بہتر ہے کہ آپ بھی میرے ہی ساتھ شامل ہو جائیں۔ جو خدا دیگا۔ بانٹ کھائیں گے۔ چنانچہ میاں امان اللہ سید مرتضیٰ گردیزی کے ہاں بود و باش رکھنے لگے۔ مگر اس طریق پر کہ اکثر یہاں رہتے اور اکثر کیھتڑی سادات میں چلے جاتے جب وہاں جاتے تو کئی کئی ہفتے اور کئی کئی مہینے گذار دیتے۔ خواہ کہیں رہتے۔ ریاضت اور مجاہدہ حد سے زیادہ کرتے ادھر صرف ہمت بہت زیادہ تھی جسکا نتیجہ یہ کہ بہت جلد صاحب ورع و تقویٰ اور اہل وجد و حال ہو گئے۔

ایکدن پانی پت میں حضرت پیر دستگیر تشریف فرما تھے مجلس سماع گرم تھی۔ میاں امان اللہ شاہ عین سماع میں وجد کرتے ہوئے جسطرف حضرت پیر دستگیر تشریف فرما تھے ادھر آئے۔ جب یہ قریب آئے تو حضرت زبدۃ السادہ نے کھڑے ہو کر تعظیم و تکریم کی۔ اسی مجلس میں بدر سماء حقائق میاں محمد عاشق فرزند خاص اسرار طریقت ناظر انوار حقیقت قدوۃ اہل کمال حضرت شاہ جلال قدس سرہٗ بھی شریک مجلس تھے۔ اس تعظیم کو دیکھ کر ذرا متعجب ہوئے اور فرماتے ہیں کہ مرید کے حق میں پیر کو یوں تعظیم کرنا اور سروقد کھڑے ہونا اگرچہ مرید کی از دیاد حرمت کا باعث سمجھا جا سکتا ہے۔ مگر میرے خیال میں تو مرید کی یوں تکریم کرنا گویا اسے کانٹوں میں گھسیٹنا ہے۔ حضرت پیر دستگیر نے فرمایا کہ آپکا خیال کچھ اور ہے۔ مگر یہ فقیر لاچار تھا۔ میں نے جب امان اللہ کو ادہر آتے دیکھا ہے کہ وجد کرتا ہوا آ رہا ہے بجائیکہ اس کا دایاں ہاتھ حضرت بو علی قلندر کے ہاتھ میں ہے اور بایاں حضرت شاہ جلال قدس اسرارہم کے ہاتھ میں اب آپ خیال کر سکتے ہیں کہ میں بلا تعظیم کئے چپ چاپ کیونکر بیٹھا رہتا۔ بیٹھے رہنا یعنی تامل و تساہل بھی ہونا ناممکن تھا۔ اس سے پہلے بھی اکثر اس قسم کے واقعات ظہور میں آ چکے تھے۔ اور بعد میں بھی عموماً خوارق عادات آپ سے ظہور میں آئے جنکی تفصیل و تشریح کی اس مختصر سے میں گنجائش نہیں ہے۔ جب حضرت پیر دستگیر کی رحلت اور اس جہان فانی سے رحلت کا وقت قریب آیا تو انکو حضرت موصوف نے طلب فرمایا۔ اور ارشاد ہوا کہ آپ وہاں جائیں۔ اور اسجگہ رہائش و سکونت مستقل کا انتظام کریں یہ فقیر بھی آپکے پیچھے ہی گھڑام پہنچتا ہے۔ چنانچہ ابھی بہت تھوڑے ایام گذرے تھے کہ تابوت نعش مبارک کا گھڑام جا پہنچا یہ واقعات تشریح و توضیح سے اس سے پہلے اپنے موقعہ پر مذکور ہو چکے ہیں۔ اور اس مقام پر جہاں حضرت مرشد آفاق اشارۃً قبل از وقوع واقعہ آنحضرت نشان دیا جا چکا تھا۔ مدفون ہوئے اور جب میاں

امان اللہ مرحوم متوجہ سفر آخرت ہوئے۔ اور اسباب ہستی یہاں سے اٹھا لینے کو آمادہ ہوئے۔ جان جان آفرین کے حوالے کرنے کے تو ان کو انیسویں ماہ شوال کو روضہ منورہ کے نیچے گنبد شریف میں سپرد خاک کیا گیا۔

(۱۱) سید محمد جواد نور اللہ مرقدہٗ

پہلوان عرصہ دلاوری۔ رستم معرکہ سپہگری بشرف زہاد۔ کشف عباد سید محمد جواد کہ خدا انکے مرقد کو نور سے بھرپور کرے۔ مرید آنحضرت تھے اور بیشتر کیونکہ حضرت پیر دستگیر عقیدہ میں راسخ العقیدہ اور حضرت کے دیدار کو اپنا نور دیدہ جانتے تھے۔ سید راجو زندہ کی اولاد سے سلسلہ نسب انکا پہنچتا ہے حضرت شاہ شہید قدس اللہ سرہ الکریم۔ انکا خاطر حقائق و معارف کا گنجینہ تھا۔ دل انوار الہی کا مخزن اور اسرار لامتناہی کا خزینہ تھا۔ یہ بزرگوار اپنے پیشوائے حقیقی کی امداد سے وادئی سپہگری میں قدم زن تھے نہ صرف میدان سپہگری میں معمولی طور پر ایک دنیادار سپاہی کی مثال چلے جاتے تھے بلکہ اس میدان میں گوئے سبقت و برتری اپنے ہم پیشہ و معاصرین سے لیگئے تھے۔ آپکی قابلیت کا قامت کمالات ظاہری و باطنی سے ایسا آراستہ و پیراستہ تھا کہ دیگر افسر و سپاہی وہاں تک پہنچنے آپکی نجابت کا رخسار زیور اتقا کی ہتھیار روئے اسطرح سجا سجایا تھا کہ بڑے سے بڑے بہادر و دلاور سپاہی اس رتبہ کو ہزار برس کی کوشش سے نہیں پہنچ سکتے تھے۔ آپ ہمیشہ سے سحر خیز تھے۔ تہجد گذار اکثر اوقات عبادت حضرت ذوالجلال میں گذار دینے کی عادی رات ہو خواہ دن ریاضت و عبادت میں مشغول دکھائی دیتے۔ خلق خدا سے کمال خلق و مروت سے پیش آنا انکا شعار تھا۔ کس و ناکس کی حتی الوسع خدمت و دلجوئی آپکا شیوہ تھا۔ اکثر اوقات اپنے افسر کی محالات و جاگیرات پر عامل بنا کر بھیجے جاتے اور یہ تاکید ضروری ہوا کرتی تھی کہ رعایا پر ایا پر ظلم و تعدی نہ ہو۔ کسی شخص کو دبایا نہ ستایا جائے بال سے دانہ غصب ہونے پائے۔ ملازم لوگ گھوڑوں کے گھاس دانے سے کچھ چرا چھپا نہیں امراء وغیرہ ہندوستان کی عزت و توقیر واجب میں کسی نوع کی فروگذاشت ہونے پائے انکی عزت و احترام میں کسی قسم کی کوتاہی ہو۔ یہ حضرت ان امور کی تعمیل میں ایسے مستعد رہتے کہ ایک مرتبہ بھی شکایت کا موقع کسی شخص کو نہ ملا۔ یہ حاکم وقت کے فرمودات سے زیادہ اخلاق و مروت برتتے رہے اخلاق حسنہ و اوصاف حمیدہ ہمیشہ پیش صرف کرتے رہتے بقاعدہ کسی سے محبت نہیں کیوقت بھی جذبہ اور وحشت کا اظہار ایسے نہ ہوا۔ مالکہ دین و دنیا دونوں کا مرد میدان کامیاب ہر لمحہ جلوہ محبوب حقیقی نہیں دکھائی دیتا۔ انہیں البتہ بعض اوقات بیخود و بے اختیار ہو جاتے۔ ایسی حالت وارد ہونے کو اپنے پیشوائے حقیقت کی حضور میں ملتجی ہوتے کہ نیاز مند کو اب اجازت فرمائیے کہ ان مناصب سے دست بردار ہو محض محض مطلب حقیقی کی جستجو میں لگجائے۔ موجودہ لباس ترک کرکے درویشانہ رنگین کپڑوں سے ڈھک لیجائے۔ مگر حضرت پیر دستگیر کسی مصلحت یا دور بینی سے ہدایت فرماتے کہ رنگین لباس میں آپکے لئے کوئی خصوصیت نہیں ہے ؎

مردے باید کہ باشد شتہ شناس　　　تا شناسد مرد را در ہر لباس

دیگر

در کعبہ اگر دل سوئے غیر است ترا — طاعت ہمہ فسق و کعبہ دیر است ترا
در رو بحق و ساکن میکدہ — خوشباش کہ عاقبت خیر است ترا

آنحضرت اکثر دوسرے اصحاب سے فرمایا کرتے کہ لوگ لباس رنگین کیا کرتے ہیں۔ سید جواد کو دیکھو کہ دل رنگین کئے ہوئے ہیں خدا گواہ ہے اسقدر خوبی اوصاف و صفات حمیدہ و پسندیدہ کہ خدائے بزرگ و برتر نے توجہات حضرت پیر دستگیر سے سید جواد کو عطا فرمائے تھے کہ کسی دوسرے شخص کو جو اس سلسلہ میں ہو یا رنگین لباس کو پہنے ہوئے ہو ہرگز ہرگز دیکھنے میں نہیں آیا۔ نہ سنتے میں۔ یہ بزرگ زہد و پرہیزگاری میں یگانہ تھے۔ ورع و تقویٰ میں ساری جہان میں طاق حسن عقیدت میں متقدمین و متاخرین اس فرقہ میں سے کسی نے اسقدر صفائے طینت اور پاکی طلعت سے یوں کمر نہ باندھی ہوگی۔ جمیع محسنات میں جامع تھے۔ خصوصیت و محرمیت میں سب سے بالاتر۔ ہر وصف میں درویشی میں کامل تر۔ یہ بزرگ سینہ فگار و نکے غمخوار اور مرہم کا پھاہا رکھدینے والے بیماران محبت کر رنجور دل کو اطمینان دیدینے والے نمک ار ریشہ کر غمخوار تسلی دہ دل بیمار اس محبت کدہ میں ماسوا اللہ یہ کچھ اور نہ دیکھتے تھے۔ جب کبھی مفارقت و مہاجرت کا اتفاق پڑتا۔ جامہ صبر و شکیبائی جابجا چاک اور شعلہ آتش حب با فلاک پہنچ جاتا۔ بعد حضرت پیر دستگیر کے بعد آں بزرگ اسی روش پر رہے۔ نہایت بیقرار سیماب وار غیر ساکن ہوئی۔ ہجر و مفارقت سے جو حالت انکی ہوئی۔ کوئی آنکھ نہیں دیکھ سکتی تھی۔ اسی حالت میں رہگرائے عالم بقا ہوئے۔ انکا مزار قصبہ گنگوہ شریف میں بہ متصل گنبد حضرت محمد سعید گنگوہی قدس سرہٗ ہے۔

(۱۲) میاں اللہ بندہ

سبک رفتار کوئے طریقت واقف وادیئے حقیقت صاحب زہد اللہ بندہ۔ آپ آنحضرت پیر دستگیر سے مرید تھے۔ ریاضت شاقہ نفس سرکش کو گوشمالی دینے والے ایسے تھے کہ پورا مطیع و منقاد بنا رکھا تھا۔ اوائل حال میں کسب سلوک قصبہ گھڑام میں مسجد باسیاں میں رہائش رکھتے ہوئے سیکھا پورے چودہ سال مسجد مذکورہ میں رہے۔ نذر ریاضت و عبادت میں اسقدر منہمک کہ پورے چودہ سال تک اپنی پشت کو زمین سے لگنے نہیں دیا۔ لیٹنا سونا اور آرام کرنا تو چیز ہی اور ہے۔ انکے دوران قیام گھڑام میں ایک روز حضرت پیر دستگیر تشریف وہاں لیگئے رہتے تھے آپکی تشریف آوری کی شہرت سنکر میاں اللہ بندہ بھی بشوق قدمبوسی میں کشاں کشاں وہاں پہنچے۔ عرض کیا گیا کہ اللہ بندہ نام درویش بمدت چودہ سال سے یاد حق میں مشغول ہیں۔ حاضر ہے۔ لوگوں نے کہا صرف یاد الٰہی کرنیوالا ہی نہیں جیسا کہ اسقدر کرنیوالا ہے کہ اسقدر مدت دراز میں ایک ساعت اور ایک لمحہ بھی اپنی پشت کو زمین سے لگنے اور بستر پر ہوتے نہیں دیا۔ یہ باتیں سنتے ہی حضرت نے فرمایا کہ ایسے بزرگ کو میرے روبرو لاؤ۔ لوگ دوڑے اور میاں اللہ بندہ کو حضرت کے سامنے لا کھڑا کیا۔ میاں اللہ بندہ حاضر ہوتے ہی آداب بجا لایا۔ حضرت پیر دستگیر نے مخاطب کرکے فرمایا میاں اللہ بندہ اسقدر طویل عرصہ سے

تم یہاں ہو۔ اور اتنی عبادت اور ایسا جہاد کرتے ہو۔ یہ کیا وجہ کہ کبھی اس فقیر کو تم نے یاد نہ کیا۔ اور اپنے حال
قال سے اطلاع نہ دی۔ یہ کیا بات ہے۔ میاں اللہ بندہ بولے۔ یا حضرت ذرہ بے مقدار کو آفتاب عالمتاب سے کیا نسبت کہ
مجھ ایسے بے سروسامان فقیر کو کب قدرت ہے کہ حضرت ایسے عالی مرتبت بزرگ سے ہوس ہمکلامی ہو سکے۔ آنحضرت کو ان الفاظ نے
عجیب طرح سے گرویدہ و محظوظ کیا۔ آپ نہایت خوش و خورم ہوئے اور میاں اللہ بندہ کو آفرین و تحسین کہا۔ انکا ہاتھ اپنے
ہاتھ میں لیا حجرۂ خاص میں ساتھ لیگئے اور دم کی دم میں کچھ ایسی کارروائی کی کہ میاں اللہ بندہ خاصان خدائے پاک کے بزرگوں میں
سے ہو گئے۔ واصلان حق میں شمار ہونے لگے۔ ان حالات کو بہت عرصہ نہ گذرا تھا کہ ایکدن شاہ آباد میں حضرت پیر دستگیر
رونق افروز تھے۔ شاہ آباد کی آبادی کے قریب ہی ایک محلہ ہے جسے چشت پورہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ وہاں مجلس سماع
منعقد ہوئی۔ شائقین و حاضرین کا اچھا خاصا مجمع تھا۔ حضرت پیر دستگیر کی ایما سے مجلس قایم کیگئی تھی۔ آپ کے ہمراہ
اپنے اچھے چیدہ چیدہ اصحاب اور برگزیدہ درویش تھے یاد نہیں ہے۔ مثل شاہ امان اللہ۔ میاں شاہ نورنگ۔ میاں عبدالمومن
شیخ نعمت اللہ۔ حاجی ہیبت اللہ۔ میاں اللہ بندہ وغیرہ بہت اصحاب شریک مجلس تھے۔ اور سبھی صاحب استعداد داہل وجد تھے
جب مجلس گرم ہوئی۔ جامع حالات کتاب ہذا لکھتے ہیں کہ فقیر حقیر بھی شرکت مجلس موصوف کا فخر رکھتا تھا اور حضوری بردار کی
کیخدمت پر مامور تھا سالک ہر طرح پر ذوق و شوق اور وجد کیحالت میاں اللہ بندہ پر وارد ہوئی۔ مجمع میں ایک سید زادہ
بھی بیٹھا تھا۔ سید زادہ حسین غایت خوبصورت نہایت مقبول صورت حسین الوجہ عدیم الجثہ حاضرین کیساتھ تعظیم کیلئے
بھی کھڑا ہو گیا تھا۔ اللہ بندہ رقص کناں جہاں سید زادہ کھڑا تھا وہاں تک چلے جائیں۔ مرحق اور جوش وجد میں جب اسکے
برابر پہنچے تو آنکھ کھول کر اسکے چہرے پر نگاہ گاڑ دی۔ سید زادہ کو غالباً ان کا گھورنا ناگوار گذرا اور کچھ جھینپ سا
گیا شرمندہ اور کھسیانا سا ہو گیا۔ جوانی کے جوش میں کچھ کرو ناگی بڑھا اور جھپٹ ایک طمانچہ میاں اللہ بندہ کے منہ پر کھینچ
مارا۔ میاں اللہ بندہ اپنی اسی حال میں رقص کرتے ہوئے آگے چلے گئے سر مو انکے چہرہ کی رنگت نہ بدلی۔ گویا انہیں معلوم بھی
نہ ہوا کہ طمانچہ انکے رخسار پر لگا ہے یا نہ کسی نے دیکھا کسی نے نہ دیکھا مجلس بدستور جاری رہی۔ مجلس سماع ختم ہو گئی
ہر کس شریک مجلس اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ مگر وہ عزیز سید زادہ اسیوقت مرض لقوہ میں گرفتار پایا گیا۔
اسکی گردن کج ہو گئی۔ چہرہ بالکل ٹیڑھا ہو گیا۔ شکل ہی بدل گئی۔ علاج معالجے میں گئے مگر اکثر شرفا اکابر انکے
گرد جمع۔ یہ نتیجہ ہے اس گستاخی و بے ادبی کا جو میاں اللہ بندہ سے اس عزیز نے کی۔ مرد [illegible]
طمانچہ دے مارنا سخت ناواجب عمل تھا۔ چنانچہ کئی شخص اس سید زادہ کے رشتہ دار جمع ہو کر حضرت پیر دستگیر کی خدمت
بابرکت میں حاضر ہوئے۔ عرض کیا اس جوان نے بیہودگی نافہمی اور نادانی سے یہ بیجا حرکت کی ہے اس سے خطا ہوئی ہے
حضور کی توجہات کریمانہ سے ہمکو امید ہے کہ اس بے سمجھ کی خطا سے درگذر کیجئے اسے معاف فرمایا جائے۔ حضرت ممدوح
نے فرمایا۔ دیدہ دانستہ درویشوں سے بے ادبانہ پیش آنا اور اسقدر جرأت بیجا کرنا خوب نہیں۔ ایسا کرنے ہر گز کوئی ...

نہیں کرتے جب بلا و غضب میں گرفتار ہو جاتے ہیں تب معذرت کی سوجھتی ہے۔ اور پھر توبہ تائب کرتے ہیں مگر اس لڑکے کے ورثاء نے بہت جزع فزع کی تب آنحضرت کی خفگی قدرے کم ہوئی اور رحم فرمایا مگر ارشاد فرمایا کہ میری تو اس عزیز نے کوئی خطا نہیں کی میں تو اسے معاف کرتا ہوں خدا اسے شفا بخشے بہتر یہ ہے کہ میاں اللہ بندہ کے پاس آپ صاحبان تشریف لیجائیں۔ انکی بے ادبی ہوئی ہے۔ اس فقیر کیطرف سے بھی عرض کریں کہ یہ جوان نادان اپنے کئے سے پشیمان ہے طالب معافی ہے۔ آپ عند اللہ اسے معاف فرمائیے اور بخش دیجئے۔ وہ لوگ میاں اللہ بندہ کے پاس گئے اس جوان کو بھی ساتھ لیگئے۔ جاتے ہی سب نے اُنکے قدموں پر ڈال دیا۔ حضرت پیر دستگیر کا حکم بھی انہیں پہنچا دیا۔ چونکہ جوان حسن و جمال میں یکتا حسین و جمیل مہ پارہ سا تھا اور آپکی گستاخی سے مشکل اور ہو گئی تھی تو آپ دیکھتے ہی مہربان ہو گئے۔ اور معافی دیدی معافی کا دینا تھا کہ وہ کجی وغیرہ سب دور ہو گئی۔ چہرہ اپنی اصلی ہیئت پر آگیا۔ گردن سیدھی ہو گئی۔ خیال کرنیکا موقعہ ہے کہ جب ایک غلامان و مریدان آنحضرت کو ہے قدر دستگاہ ہو اور یہ قدرت حاصل ہو۔ نہایت سہولت اور آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ یہ تمام شعلے اور تجلیات اس آفتاب عالمتاب کے نور کے کرشمے ہیں اور آنحضرت کی خدمت اور کفش برداری کے یہ انعام و اکرام و نتائج ہیں۔ میاں اللہ بندہ کی وفات بتاریخ .... واقع ہوئی۔ آپ کا مزار شریف متصل مزار مبارک حضرت شاہ کھوکھو قدس سرہٗ گمرام شریف میں ہے۔ کل من علیہا فان الخ

(۲۳) ﴿73﴾

سید محمد نعیم

اعلم علمائے زمان افضل فضلائے دوران مقتول خنجر رضا و تسلیم سید محمد نعیم تحصیل علم شریعت کے بعد طلب یاد مولی کی غرض سے سید سے حضرت پیر دستگیر کی خدمت بابرکت میں سعادت اندوز ہوئے۔ اور ارادت لائے۔ حضرت ممدوح نے تلاوت فرمائی پھر ایام ہوالہ بانی پت تشریف لے گئے۔ وہاں سے دائرہ شریف تشریف لائے وہاں عبادت و ریاضت میں پوری طرح مشغول رہے۔ حضرت پیر دستگیر جب دائرہ شریف تشریف فرما ہوئے تو میاں محمد نعیم کو سب سے اول یاد فرمایا۔ یہ نشہ وحدت میں بدرجہ اولیٰ مست و سرشار تھے۔ حاضر ہوئے تو تشریف فرما ہوئے آنحضرت نے پہلے ہی یہ شعر پڑھا اور معنی دریافت فرمائے ؎

یکتائی دریا در یک زمانہ صد ہزار — بگہاے مناسبت از روئے زیبا ہر طرف

حضرت کی زبان مبارک سے یہ شعر سنتا تھا کہ مست و بیخود ذا نتہا درجہ سرشار ہو گئے۔ لوٹنے لگے حضرت نے بہ تکرار یہی شعر پڑھا۔ اور مطلب دریافت فرمایا۔ کچھ پوچھا اب بھی اپنے علم ظاہر و باطن سے کچھ آثار و علامات دیکھتے ہو آپنے کہا یا حضرت جو کچھ بھی پڑھا اور سیکھا تھا ایک حرف اسمیں سے مجھے یاد نہیں۔ سب کچھ بھول گیا اور فی الحال مسئلے علم ہوں۔ حضرت خوشنود ہوئے اور ایک بوسہ شرط بیعت سے محمد نعیم کا لیا اور مرحبا مرحبا!! کہتے تھے۔ اس واقعہ کے بعد حضرت پیر دستگیر پانی پت کو تشریف لیگئے۔ میاں محمد نعیم کو حکم دیا کہ دائرہ شریف میں رہیں

اور اپنا کام یعنی یاد خدا برابر جاری رکھیں۔ مگر انکی مستی بڑھ گئی۔ ہر دم و ہر لحظہ مست و بیخود رہتے دنیا و ما فیہا سے کچھ سروکار نہ تھا۔ ایکدفعہ حدیث ایزدی میں چور مستی و فراموشی میں بھرپور لنگر خانہ میں جا گھسے انہوں نے دیکھا روٹیوں کے کئی ڈھیر پڑے ہیں۔ جاتے ہی ڈھیروں میں سے روٹیاں اٹھا اٹھا فقیروں کو تقسیم کرنی شروع کیں جسے ایک ملی اسے دس دس بانٹ دیں ذمہ دار لنگر اور قاسم روٹی ہا و میاں سید فاضل اس حرکت سے بیزار ہوئے اور میاں محمد نعیم کا ہاتھ پکڑ کر روکدیا گیا۔ سکر یا یا یونہی بیجا کیوں لٹائے جاتے ہو۔ جیسے روزانہ دونوں وقت تقسیم ہوتی ہیں ویسے ہی تقسیم کرتے دو۔ فقیروں کو یہ اسراف جائز نہیں۔ نیز یہ مقدمہ آنجناب حضرت پیر دستگیر کی حضور تک بذریعہ تحریر پانی پت پہنچایا کہ محمد نعیم اسطرح نا واجب حرکات کرتا ہے۔ آنحضرت نے عرضی کا جواب کچھ نہ دیا۔ البتہ جب عرضی ملاحظہ سے گذری تھی تو زبانی فرمایا تھا۔ کہ جسے میں چاہتا ہوں سید فاضل سے نہیں چاہئے۔ جواب اس کا دایرہ شریف پہنچنے پر دیں گے کچھ دن کے بعد حضرت پیر دستگیر پانی پت سے دایرہ شریف تشریف لائے تھے۔ اپنے حجرہ میں تشریف رکھتے تھے۔ حقایق و معرفت آگاہ محمد نعیم اپنے حجرہ سے سرشار و بے اختیار حضرت پیر دستگیر کی خدمت میں آئے۔ پکارے السلام علیکم یا شیخ۔ میں حق ہوں۔ تو حق۔ حق کو نہیں پہچانتا۔ آنحضرت نے فرمایا محمد نعیم انہیں باتوں سے منصور کو دار پر کھینچا گیا تھا۔ تمہیں اے عزیز اپنی جان کا بھی خوف اب نہیں رہا۔ وہ درویش جو آپکی خدمت میں موجود تھے انہیں فرمایا کہ ان کا ہاتھ پکڑ لو اور انکے حجرے میں پہنچادو۔ حکم کی دیر تھی درویش انکو فوراً وہاں سے لے گئے۔ اس واقعہ کے چند دن بعد آنحضرت محسن حضرت قطب العالم شاہ عبد الہادی قدس سرہ کی شمولیت کی غرض سے شاہ آباد تشریف لے گئے وہاں پہنچکر کلہم درویشان دایرہ شریف کو شاہ آباد طلب فرمایا۔ حکم کی تعمیل میں سب کے سب درویش وہاں گئے۔ جب درویشوں کی جماعت شاہ آباد پہنچی ہے آنحضرت اسوقت حویلی سید عبد السبحان میں فروکش تھے مگر مسجد شیدلین والی میں۔ وائے فریضہ نماز کیلئے گئے تھے۔ میاں محمد نعیم حویلی کے دروازہ پر پہنچے اور نعرہ مارا مسجد سے حضرت نے اس نعرے کو سنا اور وہیں سے جواب دیا۔ السلام علیکم یا محمد نعیم قطب اللہ و محبوب اللہ۔ آپ تشریف لائے خیر آپ اور آپکے ہمراہی سب درویش خانقاہ بندگی شیخ احمد قدس سرہ میں تشریف لیجائیں وہیں قیام فرمائیں مجلس ہو چکی تو انکے ہمراہی درویشوں کیساتھ دائرہ شریف کو رخصت کر دیا۔

یہ واقعہ زبانی میاں صاحب حقائق آگاہ سید محمد منیر کہ آپکی حضور میں یہ واقعات لکھو رہے آئے تھے سنا تھا انہیں کے حوالے سے درج کیا گیا ہے

(۱۶) سید مرتضیٰ گردیزی

جامع جمیع صفات پسندیدہ۔ صاحب اخلاق حمیدہ قرۃ العین شاہ اتقیاء میوہ باغ دل اولیاء سید مرتضیٰ گردیزی یاران اجلاء آنحضرت اور مریدان راسخ الاعتقاد میں سے تھے۔ مشرب توحید کی چاشنی ان کے کلام سے ٹپکتی تھی۔ مذاق تصوف کی چسکر کی گفتار سے مترشح تھی۔ جود و سخا کی صفت میں حاتم کی سی شہرت تھی

مگر میدان سخاوت میں یہ ان سے دو قدم آگے ہی تھے ۔ رات ہو یا دن چپ دیکھو ۔ درویشوں مسکینوں محتاجوں مسافروں کی خبر گیری و خدمت میں کمربستہ کھڑے دکہائی دیتے تھے ۔ اپنے وقت عزیز کا ایک لمحہ رات اور دن میں سے بلا مشقت و ریاضت کے خالی نہیں جانے دیتے تھے ۔ زندگی کے احوال اس شخص بلند اقبال باب کشف و کرامات حضرت پیر دستگیر میں نہ تو ہم درج ہو سکے ہیں یا اپنی دینی بھائیوں کی محبت جسقدر انکو تھی کسی دوسرے میں نظر نہیں آئی ۔ کسی عزیز کی ضرورت پر کبھی جان و مال سے دریغ نہیں کیا کرتے تھے آنحضرت پیر دستگیر نے انکی نسبت بارہا فرمایا کہ سید مرتضیٰ میرے گھر کا دروازہ ہے کیونکہ جو کوئی دور سے ہو یا نزدیک سے میرے ہاں آتا ہے سب سے اول بلا اشارت خود بخود وموملی لیہ اس شخص کی تواضع و تعظیم و تکریم میں لگ جاتے ہیں یہ نہیں کہ پھر اس کا پیچھا چھوڑ دیں نہیں آخر تک کما حقہ اسکی خدمت سے پہلو تہی نہیں کرتے ۔ جامع کتاب اور مصنف کو کئی واسطے سے انسے تعلق تھا بڑے صاحب دل اور اللہ والے لوگ تھے ۔ انکی وفات بتاریخ .... واقع ہوئی ۔ اور اس تنگنائی جہان فانی سے پرواز کرکے بقائے جاودانی سے جا پیوست ہوئے اور جنت میں وصال یار سے خورسند و آسودہ ہوئے ۔ خاص تمام سرہند باغ کے اندر اپنے والدین کی قبر کے قریب مدفون ہوئے ۔ خدا غریق رحمت کرے

(۱۵) سید غلام اللہ

گل سر سبز گلستان کمال ۔ سرکردیدہ ایزد متعال ۔ حافظ کلام اللہ ۔ سید غلام اللہ خلف الصدق سید مرتضیٰ اگر دیزی اپنے والد کے نقش قدم پر چلنے والے مثل والد بزرگوار سنت آبائی پر عین ثابت قدم ۔ خدمت گذاری یاران و درویشاں کرنیوالے ۔ فقراء صلحاء پر جان و مال نثار کر دینے والے ۔ بلکہ بزرگان موصوف کی خدمت کو دونوں جہاں کے حصول سے بھی بدرجہا افضل خیال کرنیوالے ان بزرگوں کی کفش برداری کو دونوں جہان کی سعادت تصور کرنیوالے ابتدا سے وداع روح تک اسی خیال میں مستغرق رہے اسی سرگرمی و مستعدی پر بلا پر کمربستہ رہے جبتک جان وجود میں رہی ۔ خواہ کوئی حالت ہو مگر کبھی تغافل و تساہل نہیں ہونے پاتا تھا ۔ بیماری بیماری میں بھی خدمت سے نہیں چوکتے تھے خداوند تبارک و تعالیٰ انکی خدمات کو قبول فرمائے اور اجر عظیم بخشکر انکو سرفرازی بخشے بیت

ازاں بے بہتر بہتر جوں بود
کہ آمرزگارش فرید دل بود

ایک روز عالم صغر سنی میں اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ خدمت حضرت پیر دستگیر میں حاضر تھے ۔ اسموقعہ پر حضرت پیر دستگیر نماز کیلئے وضو فرماتے تھے ۔ بقدر ذرا سا پائے مبارک جلدی میں خشک رہگیا تھا غلام اللہ نے آگے بڑھکر عرض کیا یا پیر دستگیر حضور کا پیر مبارک ایکطرف سے بالکل خشک رہگیا ہے ۔ حکم شرع کی پابندی میں تر کرنا ضروری ہے حضرت موصوف نہایت خوش و خورم ہوئے اور غلام اللہ کو اس خورد سالی میں ایسا دلیر ہوشیار اور بروقت بات کہتے ہے نہ چوکنے پر آفرین و تحسین فرمائی غلام اللہ کی قابلیت کا قائل ۔ کمالات ظاہری و باطنی سے آراستہ ۔ اسکی نجابت کا

رخسار زہد و صلاح کے زیور سے پیراستہ تھا۔ رات اور دن عبادت الٰہی، ریاضت شاقہ، تلاوت قرآن مجید میں ہر لمحہ مصروف تھے اور ہمیشہ خلق اللہ سے خلق و مروت اور بخشش کیا کرتے۔ اور ہر شخص سے سلوک ہی کیا کرتے۔ زہد و پرہیزگاری میں یگانۂ آفاق ورع و تقویٰ میں عالم میں طاق۔ خوبی و صفات حمیدہ و سنجیدہ انکے مزاج میں ایسے اور اسقدر موجود تھے کہ قلم انکی تفصیل سے باوجود زبانی عاجز و قاصر ہے۔ جامع واقعات لکھتا ہے ایسا اتحاد و اخلاص صرف کرتے کہ ہمکو تعداد و بیان کرنا ناممکنات سے ہے انکی خالص محبت و الفت نے اسقدر گرویدہ و شیفتہ کر رکھا تھا کہ ہر وقت انکی خدمت میں رہکر انکے لطف صحبت سے طبیعت سیر نہوتی رات اور دن باہم ہر وقت یکجا رہکر دلکو قرار تھا۔ جدائی سے دل مضطرب ہو جاتا۔ اتفاق و یکجہتی سے ہم دونوں ایک ہی جگہ قیام رہکر یاد الٰہی کیا کرتے ایسے اشغال ہم دونوں ملکر [illegible] کیا کرتے تھے مہاجرت و مفارقت ایک ساعت یا ایکدم کی بھی ہم دونوں کیلئے سخت ناگوار تھی جب گردش گردون گرداں اور آسمان کج رفتار کو ہماری مساعدت و موافقت نہ بھائی اسنے چاہا کہ یہ دونوں بھائی مل کر نہ رہیں ایکدوسرے سے الگ ہو جائیں اتفاق ایسا درمیان میں ہوا کہ ہم دونوں میں مہاجرت پیدا ہوئی ایکدوسرے سے الگ ہو گیا۔ میری اپنی تو یہ کیفیت تھی کہ اگر میں تمام کلیس صاحب حسنات کو جامع کمالات کر اوصاف کو شمار کرنے بیٹھتا تو اسی محویت میں صبح کر دیتا۔ جب مفارقت اور جدائی دوری نہ ہوتی ہم دونوں جدا ہی ہوتا ایک مدت گذر جانے پر صدمہ جدائی و تنہائی سہتے سہتے دل ایسا سخت ہوا کہ خلش محبت اسقدر در دل میں پیدا نہ کرتی جو ابتداء میں تھی حتیٰ کہ اس یار غمگسار نے بعیدی رہنی پر راضی ہو گیا۔ البتہ زخمی سینہ اور دل مجروح کی مرہم ہی کیلئے ہم نے باہمی نامہ و پیام کی رسم کو جاری کیا البتہ اس ذریعہ سے کچھ تسکین جانبین ہونے لگی۔ کل نفس ذائقۃ الموت۔ جب یہ ارادت حکم الٰہی موجود ہے یہ وہ عزیز دوست محب و غمگسار متوجہ سفر آخرت ہو گیا۔ اسکی موت کا صدمہ زندگی کی جدائی کے صدمے سے بہت بڑھا ہوا تھا۔ میرے صبر جرم کا جام بھر کر لبریز ہو گیا۔ میری آہ و فغان کا شعلہ آسمان ہفتم تک پہنچا۔ آخر لاعلاج بجز صبر و شکیبائی کے کوئی چارہ کار دکھائی نہ دیا۔ میں نے آہ لکی کو چھوڑا [illegible] چپ چاپ ہو گیا۔ انکی وفات کا واقعہ ناگزیر ...... تاریخ کو ہوا تھا۔ یہ ولی میں تابان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ وہیں مدفون ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون

(۱۶) میاں محمد شاہد

عارف کامل زبدۂ اکمل، عابد و زاہد میاں محمد شاہد وابستگان قلمرو کے وجید نظارگیان جمال مشہود میں سے ایک اور فرد تھے۔ ابتداء سے شہزادہ رفیع الدرجات کے ہمرکاب تھے۔ ان کا منصب ہزاری تک پہنچا ہوا تھا آپ کا طالع منحول تھا۔ منصب اور عہدہ داری سے آپکو نفرت پیدا ہوئی۔ آلائش تعلقات دنیاوی سے پاک ہو جانے غلاظت منصب عہدہ داری سے علیحدہ ہونیپر طبیعت مائل ہوگئی۔ سب بکھیڑے چھوڑ چھاڑ آپ حضرت پیر دستگیر کی خدمت میں آ گئے فیض صحبت سے مالا مال ہونیکے لئے حاضر ہو گئے۔ چہار دیواری تجرد و تنہائی میں بیٹھ گئے اور [illegible]

ایام زندگی بسر کر ڈالے۔ آپکے حالات کسیقدر تفصیل حضرت پیر دستگیر کے کشف و کرامات میں لکھے گئے ہیں بشوقین حضرات جہیں تو وہاں سے مطالعہ کر سکتے ہیں۔ غرض برگزیدہ اوقات اور صاحب ریاضت تھے ان کی وفات .... تاریخ کو واقعہ ہوئی۔ اور قصبہ کرنال کے اندر آپ سپرد خاک کئے گئے۔ وہیں آپکا مسکن تھا۔ اسیجگہ مدفن ہوا۔ خدا انہیں بخشے۔

(۱۷) حاجی ہیبت اللہ

مرید راسخ الاعتقاد حضرت پیر دستگیر تمام رات اور دن یادحق شاہ میں گذارتے یا مطالعہ کتب دینی میں مصروف رہتے۔ مشرب توحید میں اپنے وقت کے فخر الدین عراقی تھے یا ہر یاروں ہمجنسوں میں پند و نصایح کرتے اسکے صلہ میں وہ زجر و توبیخ کرتے۔ مگر آپ ناخوش نہ ہوتے انکی جھڑک کو تحمل سے سنتے۔ اسیکو اپنی بھلائی جانتے۔ انکے بعض حالات باب کشف و کرامات حضرت پیر دستگیر میں مذکور ہو چکے ہیں۔ آنحضرت سے آپکو بہت قرب حاصل تھا حضرت بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے۔ آپکی وفات بتاریخ واقعہ ہوئی قصبہ کھڑام میں مدفون ہوئے

(۱۸) میاں شاہ سجاول

مرید مقبول آنحضرت پیر دستگیر ہیں، نہایت برگزیدہ اوقات اور ستودہ صفات بزرگ گذرے ہیں میدان فقر میں جو قدم رکھا تو راسخ العقیدہ بنکر ایسا کہ عالم بشریت سے بالکل نکل گئے صورت و سیرت میں ملکوتی صفات بن گئے تقوی و طہارت اور پرہیزگاری میں بےنظیر و بے مثال۔ لیل و نہار ذکر و شغل ریاضت و مجاہدات میں بسر کر دیا انکے یہ معمول تھا اکثر اوقات صلاح و مشورت کے طور پر سلوک کی گفتگو میں حضرت پیر دستگیر سے ہمکلام ہوا کرتے سفر ہو خواہ حضر پیر دستگیر کے ہمرکاب ہر وقت رہا کرتے۔ قلم انکے اوصاف حمیدہ کو بیان نہیں کر سکتی اور نہ ایسے صاحب اوصاف بزرگان یکتا کے بیان کی اس مختصر میں گنجائش ہے۔ بتاریخ ...... اس جہان سے رحلت فرمائی ملک بقا ہوئے۔ دائرہ شریف کے اندر مدفون ہیں۔

(۱۹) میاں کرم علی رضی اللہ عنہ

قدوۃ الواصلین، زبدۃ المحققین، مقبول درگاہ لم یزلی۔ میاں کرم علی حضرت پیر دستگیر کے سوا انکے جھیان برادری کی خدمت پر مامور کیا اتیاز و اختیار رکھتے تھے۔ اپنے معمول کے اذکار و اشغال میں باوجود نسیان ہرکاری سفر ناغہ نہ ہونے دیتے تھے۔ ان بزرگوار کے حالات کی توضیح و تشریح تحریر و تقریر میں سما سکنے کے لائق نہیں بالاتر ہے۔ مگر اس کتاب کو زیادہ سے زیادہ مختصر رکھنے کا عزم بالجزم ہے اسلئے مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر جو شخص بھی کہ ارادہ بیعت و ارادت سے آتا خواہ وہ کسی رتبہ اور بڑے سے بڑے پایہ کا ہوتا۔ اور اس شخص کی یہ خواہش ہوتی کہ حضرت کی حضور میں بے تکلف اور حضور رس ہو سکے۔ تو وہ شخص ان بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہو کر پہلے رسوخ بڑھاتا پھر انکی وساطت سے حضرت پیر دستگیر کی حضور میں باریاب ہوتا۔ حضرت پیر دستگیر سب سے اول اسکا حال احوال دریافت فرماتے حتی کہ یہ بات بھی آپ سے پوچھتے کہ یہ شخص اس خاندان کے مرید و منیم سے ہے یا نہیں۔ ہاں جو شخص انکے وسیلہ سے ملنا چاہتا یہ اس شخص کی

خواہش دیکھ لیتے بغیر بلا تامل حضرت تک پہنچا دیتے۔ اگر اس بات سے کچھ واسطہ نہ تھا کہ اسقدر بھی نہ پوچھتے کہ آپ
آنحضرت سے بیعت بھی ہیں یا نہیں۔ آپکا کیا مطلب کیا خواہش ہے۔ ایک روز محمد امین خان نے ان بزرگوار اور
قدوۃ الواصلین میاں محمد شاہ کی صحبت میں بیٹھکر انکے مزاج کیحالت دریافت کی اسقدر خوش اور بشاش ہوئے کہ
کوئی تمام دنیا کا زر و مال لیکر بھی مسرور نہ ہو۔ کہنے لگے سبحان اللہ بھائی یک یاران۔ مریدان۔ طالبان اور متعلقہ ان
آنحضرت کو یہ کمالیت حاصل ہے اور اسقدر لیاقت و قابلیت اندر گھر کر گئی ہے۔ بس نفس نفیس آن والا درجات نہیں معلوم
کس حد تک جلال و کمال حاصل کر چکے ہونگے اور کس رتبے اور مرتبے تک پہنچے ہوئے ہوں گے۔ انکی وفات بتاریخ
واقع ہوئی۔ حسب الحکم قبلہ بیت دفن کئے گئے۔ (25)

میاں محمد حیات

مسلوب عزت۔ مجذوب وحدت۔ عارف عالیمدرجات۔ میاں محمد حیات آنحضرت کے مرید طالب ہیں۔ ایکدن
سارنگ پور سادات میں جو شہر انبالہ کے متصل ہے۔ حضرت پیر دستگیر معہ تین سو کس درویشان وزائرین نزول اجلال
فرما تھے۔ اس گاؤں کے ایک باشندہ نے حضوری میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ اس غریب کے ہاں شادی کی تقریب ہے۔ اور کھانا
بالکل تیار ہے۔ حضور درویشان اور اپنے ہمراہیوں کو اجازت بخشیں کہ ما حضر تناول فرمالیں تاکہ اس مرید کو عزت و برکت
حاصل ہو۔ آنحضرت نے ارشاد فرمایا بھائی ہماری دعوت رئیسان سادات میں ہو چکی ہے بہتر ہے تم اپنے عزیز و اقربا
برادری و اہل محلہ کو کھلاؤ۔ اس فقیر کیساتھ درویشان و یاران کی جماعت کثیر ہے۔ تمنے جو کچھ اپنی برادری کیلئے پکایا ہے
میرے ہمراہی تمام کھا جائیں گے۔ شاید تمام کھانے انکا کام بھی نہ چلے اسلئے تم اس خیال سے درگذر کرو۔ ورنہ براتیوں کیلئے
تمہیں از سر نو تردد کرنا پڑیگا۔ اور یہ امر تمہاری تکلیف و نقصان کا موجب ہوگا۔ اسنے عرض کیا کہ تین سو من چاول
قسم اعلیٰ اور آپکے مطابق چاولوں کیلئے تمام قسم کے مصالحہ جات تیار رکھے ہیں۔ براتیوں کیلئے اور کھانا سامان موجود
ہے طیار کر لیا جائیگا۔ اسوقت میری تمنا یہی ہے کہ درویشان کا قدم مبارک میرے گھر جائے اس غلام کا گھر درویشوں کے
نور سے سرسبز و منور ہو۔ آنحضرت کی جناب میں اسکی بہ اصرار عرض قبول ہوئی آپ نے اپنے ہمراہی درویشوں کو حکم دیا کہ اس
بیچارے کی خاطرداری منظور ہے جیسا یہ اس بات پر مصر ہے۔ تو کیا مضائقہ ہے سب درویشان اسکی دلداری مدنظر رکھتے ہوئے
جائیں اور جو طیار ہے انہیں سے حسب ضرورت تناول کریں۔ چنانچہ سب درویش چلے گئے۔ اور ہر ایک نے اپنی خواہش
کے مطابق کھانا کھا کر سیری حاصل کر لی۔ جب سب نے کھانے سے ہاتھ اٹھایا تو اٹھے اور قیامگاہ کو واپس چلے۔ پہنے دیکھا کہ
زبدۃ المحققین میاں محمد حیات نے کھانے سے ہاتھ نہیں اٹھایا کھا رہے ہیں بدستور مشغول پائے۔ حتیٰ کہ قریب سو من چاول
اس کے ساتھ اسی قدر دہی۔ شکر اور گھی و دال کھا چکے ہیں۔ اور ابھی بس نہیں کی یہ خبر مسرت مبارک حضرت پیر
دستگیر تک پہنچائی کہ محمد حیات درویش اس قدر کھانا تو کھا چکے انکی آنکھیں چشم خانوں سے باہر نکلی پڑتی ہیں
منہ سے کہتا ہے بار نہیں ہے۔ دیوانوں کی طرح کھائے چلے جاتے ہیں بہا چلا ہے۔ دہی۔ دودھ۔ چاول۔ گھی اور شکر

حفاریوں۔ طباق تونمیں بھر کر لائے چلے جاتے ہیں۔ آگے پیچھے متواتر لا رہے ہیں اور وہ لاؤ لاؤ پکارے
جاتے ہیں اور کھائے جاتے ہیں۔ غضب نہیں اس حالت میں انکی انتڑیاں الٹ جائیں۔ آنحضرت زبدۃ الکاملین
میاں کرم علی کو حکم دیا کہ تم جاؤ اور محمد حیات کو اٹھا کے لاؤ۔ میاں کرم علی نے عرض کیا اس وقت میں غلام
طاقت نہیں رکھتا۔ مبادا جذبہ میں گرفتار ہو جاؤں۔ حضرت نے فرمایا آپ میرے حکم سے جائیں۔ اور ان کا ہاتھ
پکڑ کر کہیں کہ محمد حیات اٹھو پیر دستگیر بلاتے ہیں۔ ہاتھ پکڑ کے کھینچتے ہوئے لے آئیں۔ مرشد کامل کے حکم کے مطابق
یہ چلے گئے جس طرح فرمایا تھا ہاتھ پکڑ کر کہا اٹھو محمد حیات حضرت صاحب بلاتے ہیں۔ اتنا کہنا تھا کہ محمد حیات
بلا قیل و قال چپ چاپ کھانے پر سے اٹھ کھڑے ہوئے اور چلے آئے۔ آنحضرت کے روبرو لائے۔ اپنے آپے میں
نہیں تھے۔ حالت دگرگوں تھی۔ آنحضرت نے ہاتھ پکڑ کر اپنے روبرو بٹھلا لیا۔ پانی دم کر کے انکے منہ پر تھوڑا
سا چھڑکا۔ کچھ ہوش بجا ہوئے۔ باقی دم کردہ پانی پلا دیا۔ پانی پیتے ہی اصلی حالت میں آ گئے۔ اگر حضرت کے
استغنائے سے دار وئے شربت نجات نہ پیتے۔ انکی صحبت القدسی الاصل کو کب یارا تھا کہ ورطہ ہلاکت سے بچ جاتی
بلکہ زیادہ سے زیادہ گرداب بلائے حیرت میں پڑ جاتی۔ میاں شاہ سجاول کی زبانی منقول ہے کہ حضرت پیر دستگیر
گم تھلہ میں تشریف رکھتے تھے۔ تقریباً پنجاہ درویش ہمراہ حضرت خدم حشم۔ قدس سرہ جمع ہو چکے تھے۔ واضح ہو کہ ایک
توشہ مقدار میں کئی سیر ہوتا ہے۔ آنحضرت نے حکم دیا کہ درویشوں کو کھلا دو۔ ارشاد کے ہوتے ہی تیاری میں مصروف
ہوئے ایک صاحب بولے کہ توشے تیار ہو چکے ہیں تو لاؤ کھا لو۔ درویشوں کو بلا آیا ہوں۔ میرے پیچھے پیچھے آتے ہی ہوں گے
میاں محمد حیات بولے میاں تم فاتحہ پڑھو۔ درویش آنے والے تو راستہ میں ہیں آ ہی جاتے ہیں۔ فاتحہ پڑھ دی گئی تو
محمد حیات آپ ہی آپ کھانے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے پنجاہ کے پنجاہ توشے نوش کر گئے۔ انکے ساتھ ہی لنگر خانہ سرکاری
سے قریباً تین سیر روٹی وغیرہ چٹ کر گئے۔ اتنے میں سب مریدوں کی صدا زبان پر تھی اور لاؤ اور لاؤ کہے جاتے تھے
جتنا آدمی دیتے تھے اور یہ بات حضرت پیر دستگیر کی خدمت میں عرض کی۔ حکم دیا محمد حیات سے کہو۔ میر اپنجو آتے ہیں
درویش دوڑ کر گئے اور کہا میر اپنجو آئے۔ میاں محمد حیات یہ خبر سنکر ہوا ہو گئے اور تیرا دہ کی راہ
بھاگتے جاتے تھے حضرت کی جناب میں عرض کیا گیا کہ وہ تو اب خانہ پیما ہو گئے۔ فرمایا انہیں ہمارے روبرو لاؤ۔ ساتھی
لائے جھونپڑی میں پکڑ کر بٹھا دیا۔ کتنی دیر کے بعد افاقہ ہوا۔ حالت اصلی پر آ گئے تھے۔ اس قسم کے واقعات ایسے
بشمار ظہور میں آئے تھے۔ معدودے چند بھی اس میں سے درج کتاب نہیں کئے گئے۔ بیان کی گنجائش نہیں۔ پنجشنبہ تھا برکت تھے آپ کا حوت
گھر اور شریف میں واقع ہوئی۔ آپکو حضرت شاہ محمد کے حجرے کی خانقاہ میں دفن کیا گیا

(۲۱) حضرت خواجہ عبد اللہ

عارف کامل واصل مقبول بارگاہ اللہ۔ خواجہ عبد اللہ اصل میں آپ کا باپ سنگ دستے ہے اور سردارانِ موضع ...

ہیں سے تھے ضلالت و کفر اور اپنے آبائی مذہب پر نسبتہً ان کی عقیدت پر استقلال و استحکام رکھتے تھے انکی تفصیلی حالت باب کشف و کرامات حضرت پیر دستگیر میں (سیر شاہ کے نام سے) قلمی ہو چکے ہیں۔ بہت دن نکلے تا مسلمان انسان کا نہ دیکھا ان کے خیالات میں درست نہ تھا۔ اور جب طالب رسول ہوا خیالات ایکدم بدلے طبیعت مذہب آبائی سے برگشتہ ہوئی شہباز اندیشہ کی پھینکا خیالات پر سے طلاق دنیا سے قطعی طلاقہ ہو کر اور سیدھے حضرت میر الصاحب کی خدمت میں حاضر ہو کے غلامی و عبودیت کا قشقہ اپنی ناصیہ اقبال پر کھینچکر مشرف باسلام ہوئے۔ اور جناب کرامت مآب حضرت پیر دستگیر سے ارادت لانے کیا۔ یعنی حلقہ بگوش جناب قدس ہو کر حضرت کے حضور سے بہت فیض حاصل کرکے ترقیات کو پایاں اور درجے نمایاں پا کر اپنے زمانے کے ایک صاحب ارشاد ہو کر بڑے کباری عالیہ فطرت بلند ہمت مشہور ہوئے آپکے جود و سخا کا کیا حساب اپنا کوئی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ ذات مبارک کی توجہ سے مرجع خاص و عام مشہور انام ہوئے لوگ آپکی خصوصیت آپکے بندہ غلام ہوتے اور اہل اسلام اہل اللہ میں گنتی کے آدمی ہو جیسے متحیر و انگشت بدندان ہو جاتے تھے آپنے اپنی ہمت سے ایک دائرہ موضع تلاکور کے اندر قائم فرمایا۔ تلاکور قصبہ لوڑیہ کے قریب واقع ہے۔ ایک دائرہ موضع بی بی پور میں جو انکا مولد و مسکن اور وطن مالوف تھا ترتیب دیا۔ ان ہر دو دائروں میں۔ درویش، تارک الدنیا۔ غم ہائے دنیا سے آزاد لوگ بود و باش رکھتے۔ اور وہیں یاد خدا میں اپنی زندگیاں پوری کر دیتے تھے۔ حال یہ کہ بعض درویش جنکے ہاتھ خواجہ عبد اللہ صاحب نے اپنے ہاتھ میں لئے تھے کمال شوکت و مرتبہ سے ان دائروں میں رہتے اور مقرر و تنہا میں آپنے ان دائروں میں رہنا ہرگز پسند نہیں کیا۔ بلکہ ان خدا پرستوں کے قدموں میں جو دائرہ حضرت پیر دستگیر کے ساکن تھے رہنا اور خادمان و غلامان کی خدمت خدا است کرنا اور وہیں پڑے رہنا اپنی سعادت خوش قسمتی اور مراد دلی خیال کیا عبادات و مجاہدات میں عمر بسر کرتے رہے اور آنحضرت کی توجہ سے درجات کمال کو پہنچے۔ یہ زندگی بھر نہایت بے تعلقانہ اور دنیا سے الگ تھلگ رہ کر بیت پہ چھپے رہے۔ دنیا سے بالکل گئے تمام پا گئے۔ آخر جوار رحمت کردگار سے پیوست ہوئے جہاں انکی تمنا تھی، جہاں خواہش تھی۔ فاضل دائرہ شریف حضرت پیر دستگیر میں پیوند خاک ہو گئے۔ دنیا والے اب بھی ان صاحب کی مٹی کے ذرے سے جو یا عقیدت جاتے ہیں۔ فیض پاتے اور بامراد آتے ہیں

(۲۲) شاہ عبد الرحمن

قدوۃ الکاملان زبدۃ الواصلان میاں شاہ عبد الرحمن ساکن بہلول پور کامل و اکمل مریدان آنحضرت میں سے ایک ہیں احوال الکا یہ کہ ان کی ابتدائی حالت باب کشف و کرامات حضرت پیر دستگیر میں دکھلائی گئی ہے اول ریاضتوں اور مجاہدوں میں کمال درجے کی محنت و مشقت کرتے رہے جب روز آنحضرت سے عقیدت لائے تھا خیال دل میں گذرا تھا طلاق دنیا سے اسوقت الگ ہو چکے تھے۔ پس باطنی کمال اور ترقیات لازوال حاصل ہو گئی تھیں۔ خاص و عام آپ سے گرویدہ تھے۔ دوسرے خوارق عادت کا ظہور انسے ہوا عموماً خصوصاً جمہور بہلول پور کے نوک زبان ہے اور ایسے واقعات

جو بزرگوں کی کرامات کا درجہ حاصل کر لیوے وہ کبھی فراموش ہو کر دنیا سے محو نہیں ہوا کرتے ہیں بلکہ انسے ظہور میں آنیوالی باتیں سبکو یاد ہیں۔ یہاں ان کا بیان طوالت ہے۔ لہٰذا عنان قلم دوسری جانب پھیر دیگئی ہے انسے متعلق واقعات کو آپکی شہرت پر موقوف کر دیا گیا ہے۔ سکھوں کے ہنگامے کا جب ظہور ہوا تھا اسوقت جبکہ وزیر خاں فوجدار سرہند شہید کیا گیا ہے۔ ان بزرگوار نے حضرت پیر دستگیر کی حضور میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اگر حضور حکم دیں اور اجازت بخشیں تو یہ غلام بھی اپنے ساتھ تیر و کمان موجود رکھا کرے آنحضرت نے فرمایا۔ رضائے الٰہی پر رضا پر قناعت کر رہنا چاہئے یہ بالکل ناواجب ہے کہ اس سبحانہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کوئی عمل کیا جائے۔ جب یہاں جہان فانی سے رحلت کر گئے تو اپنے اصل وطن میں جہاں انکی قدیم سکونت تھی اسجگہ سپرد خاک ہوئے۔ وہیں پر دائمی خواب میں مصروف آرام و چین کی نیند لے رہے ہیں۔

(23) میاں شاہ عنایت رحمۃ اللہ علیہ

رہنمائے وادی ہدایت۔ میاں شاہ عنایت۔ خاص مریدان حضرت پیر دستگیر سے تھے۔ محقق عارف اور مدقق کامل تھے۔ اوائل حال میں محنت شاقہ اور بڑی سے بڑی ریاضت سے نفس سرکش کی خوب گوشمالی کی اور حضرت پیر دستگیر کی توجہات خاص سے درجہ تکمیل کو پہنچ گئے۔ ہمیشہ صبح سے شام تک اسم ذات کا خاص ورد برابر کیا کرتے تھے اسی میں مستغرق رہا کرتے تھے۔ ایک عالم کی آپ نے رہنمائی کی تھی۔ بیشمار خلایق انکے ارشادات و ارشاد سے فیض حاصل کر گئی۔ اس قسم کے حالات ان برگزیدہ اوقات کے بے اندازہ ہیں۔ ان کا قیاس میں آ جانا محال ہے اسلئے بیان نہیں کئے جاتے۔ بتاریخ ۵ رمضان المبارک متوجہ سفر آخرت ہوئے۔ پہلول پور میں ہی شاہ عبد الرحمٰن کے مقبرے سے باہر دفن کئے گئے۔ ایک جہان اس مقام کی زیارت سے فیض حاصل کرتا ہے۔

(24) میاں غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ

ارباب دین و یقین اہل یقین مقبول حق پیر و مرشد میاں غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ آنحضرت پیر دستگیر کے مریدوں میں سے تھے ان کا بڑا بھائی شیخ محمد سالو اور شیخ درویش ان سے چھوٹے بھائی دونوں سپاہی پیشہ نوکری پیشہ اور بڑے صاحب ہمت و برکت لوگ تھے انکی والدہ مرحومہ اور انکی ہمشیرہ عالی درجے کی صاحب عفت و عصمت تمام تر پیر دستگیر سے عقیدت رکھنے والے مرید تھے۔ انکی ہمشیرہ ابھی بہت خورد سال اور کمسن بچی تھیں کہ بیعت ہو گئی تھیں انتہائی لڑکی اور دنیا سے قطع تعلق کر رکھا تھا حضرت سے عقیدت کا یہ حال تھا کہ یاد الٰہی میں مشغول ہو کر ساٹھ سال تک زندہ رہیں ہمیشہ قرآن شریف روزانہ پڑھا کرتی تھیں [illegible] اور ایک بار میاں غلام محمد فاقہ سے تصور شمائل کرتے بازار کے [illegible] حضرت پیر دستگیر [illegible] آنحضرت [illegible] میرزا جعفر علیخاں امیر خان آیا [illegible] اور انکو حکم دیا کہ سکھنے والے اور مرید خادم تھے۔ حضرت نے بازان کے ہاتھ سے لیلیا اور میرزا جعفر علیخاں کو بخشدیا۔ تم یہیں سے براہ راست سرہند چلے جاؤ۔ وہاں جا کر سید مراد اللہ کی گردنری کے مکان پر قیام کرو۔ سید مرتضٰی گردنری

کو حکم دیا کہ ایک کوٹھڑی میاں غلام محمدؒ کیلئے خالی کر دیں کہ جسمیں یہ سکونت اختیار کریں گے۔ اور انکی خوراک وغیرہ کی
بھی خبرگیری آپ ہی کے ذمہ ہوگی میاں غلام محمدؒ کو جسوقت حکم ہوا تھا بیوقت سرہند کو روانہ ہوگئے رات کیوقت
سرہند پہنچے اور سیدھے سید مرتضیٰ گردیزی کے مکان پر گئے انکی ہمشیرہ اور والدہ اگرچہ اسی شہر میں آ کر انکی دید و
ملاقات کی منتظر و خواہاں رہیں مگر مدت بیس سال تک جب تک مرشد برحق کی اجازت نہیں ہوئی ملاقی نہیں ہوئے
بیس پچیس سال تک ریاضت و مجاہدے میں مشغول رہے برابر بارہ سیپارے قرآن مجید کے روزانہ تلاوت ان کا
معمول رہا مراتب سلوک نہایت عمدگی سے حاصل کئے جناب پیر دستگیر کی خدمت میں اکثر اوقات اپنے واقعات جو وقتاً فوقتاً
ظہور میں آتے عرض کر دیا کرتے تھے کہ ہر شب بلا ناغہ شرف ملازمت حضرت غوث الثقلین شیخ محی الدین عبد القادر گیلانی
قدس سرہ العزیز و حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ العزیز سے مشرف و ممتاز ہوتے ہیں آنحضرت ہمیشہ مرحمت
و شفقت انکے حال پر مبذول فرمایا کرتے تھے۔ اور مبارکباد سے انکی ہمت افزائی فرماتے تھے۔ دیگر حالات و واقعات
کو اگر یہاں درج کرنیکا ارادہ کریں تو اس مختصر کتاب میں بہت بڑی طوالت ہو جائیگی۔ لہذا اس میں گنجائش نہیں۔ قریباً
پچیس سال تو عبادت و ریاضت میں بسر کئے آخر وصال محبوب حقیقی سے پیوست ہوئے اور باغ سید مرتضیٰ گردیزی کے اندر
مدفون ہیں۔

(25) میاں موسے خاں

قدوۃ کاملان، زبدۃ واصلان، میاں موسیخاں آپ موضع دینا ماجرہ کے رہنے والے تھے۔ آپ بھی آنحضرت کے مریدوں
میں شامل تھے۔ حجاب اور دوئی کا پردہ درمیان سے اٹھائے ہوئے تھے۔ حیوانات بلکہ جمادات تک سے گفتگو و تعظیم
رکھتے تھے۔ عموماً راتوں کو درختوں کو بغل میں لیکر ہوئی ہائے ہائے کیا کرتے اور بیحد و شمار رویا کرتے۔ ایکروز سید شرف میاں
محرم ہائے حقیقت حضرت پیر دستگیر کو شب برات کیوقت لیٹے ہوئے باہم مصروف گفتگو تھے۔ وہیں سونیکا ارادہ تھا سید
موصوف نے عرض کیا کہ مناقب حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں میں نے دیکھا ہے کہ حضرت شاہ مرداں شیر یزداں نے ایک خاص
حالتمیں فرمایا تھا کہ میں ہوں، زمین میں ہوں، آسمان میں ہوں۔ قرآن میں ہوں۔ کل موجودات میں ہوں۔ انکی
گفتگو سنکر آنحضرت فرمانے لگے یہ کونسی تکرار اور تعجب کی بات ہے۔ بالفعل بھی اکثر درویشان جنکو اس فقیر سے کچھ واسطہ تعلق ہے
اس درد سے باتیں کرتے اور ایسے امور ظاہر کر سکتے ہیں کہ باید و شاید۔ اگر یہ فقیر انکے سر پر نہ ہو اور انپر قابو یافتہ نہ ہو
تو منصور کیطرح اپنی جانیں برباد کرنیسے ایک لمحہ تامل نہ کریں۔ عین اسیوقت میاں موسیخاں کہ آنحضرت کی پائینتی کو
بیٹھے ہوئے کف پائے حضرت ملتے جاتے تھے۔ انپر ایک حالت کا اظہار ہوا کہ دفعتہ وہی باتیں جو حضرت علی
کرم اللہ وجہہ کی زبان پر آنا ابھی بیان کر چکے تھے میاں موسیخاں کی زبان پر بھی جاری تھیں۔ اس واقعہ کی زیادہ تفصیل
باب کشف کرامات حضرت پیر دستگیر میں درج ہے۔ آنحضرت نے درویشوں کو بلا کر ارشاد فرمایا کہ میاں موسیخاں کو
چھت سے نیچے لیجائیں۔ جب نیچے لائے ہیں انکے منہ سے جھاگ جاری تھے۔ اور اسی قسم کی ہزاروں باتیں انکی زبان

اس پر بیکلی حنی جماتی تھیں جب زیادہ دیر تک وہ حالت اصلی پر نہ آئے تو ان حضرت نے پانی پڑھ کر انہیں پلانے کو عنایت فرمایا۔ اس پانی کے پیتے ہی افاقہ رونما ہو گیا۔ یہ خاموش ہو گئے آپ بہت ہی برگزیدہ اولیا میں رنگ ہوئے ہیں معمولی معمولی آپ سے ظہور آمدہ واقعات کیلئے سینکڑوں ہزار اوراق صفحوں کی ضرورت ہے۔ ایک ہندی کا فقرہ اکثر انکی زبان پر جاری رہا کرتا تھا۔ "پیٹ کپا کو دول بھرا"۔ بارہا بیان آنحضرت نے یہ فقرہ جو ہر وقت انکی زبان سے سنا تو آنحضرت سے بیان کیا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ یہ درویش منصور کے درجہ کو پہنچ چکا ہے لیکن اس پروردگار عالم کا ہزاراں ہزار شکر کرتا اور احسان مانتا ہوں۔ منصور پر جب یہ حالت طاری ہوئی تھی اس سے ضبط نہیں ہو سکا تھا۔ اور دن کھوٹے پڑا تھا۔ اختیاری میں اناالحق اسکی زبان سے نکلتا تھا۔ بخلاف اسکے مولیمان اپنی حالت پر قابو اپنا آپ سنبھالے ہوئے۔ البتہ اس جوش کو ان الفاظ کے ذریعہ باہر نکال کر خود ہلکا ہو جاتا ہے باہر آپ کو ظاہر نہیں کرتا۔ راز نہاں کو نہاں ہی رکھے جاتا ہے نااہل نہیں ہونے دیتا آخرکار اس ورطہ ہلاکت یا ناقابل برداشت سے صحیح سلامت نکل گئے اور درجات اعلیٰ اپر جا پہنچے۔ قضائے الٰہی سے فوت ہوئے اور گم تھلہ میں آپکے مرقد کے نشان موجود ہیں اب بھی جو باعقیدہ جاتے ہیں۔ فیضیاب ہو کر آتے ہیں

(26) میاں غلام حسین

بڑے بلدی اہل ہمت صاحب ورع و تقویٰ آنحضرت کے مرید اور جان نثار عقیدتمند ہیں۔ تھانیسر میں عرس حضرت قطب العالم شیخ جلال الدین محمود تھانیسری مجلس عالی ترتیب پا رہی تھی حضرت پیر دستگیر بھی شریک مجلس تھے حقائق آگاہ شیخ محمد منیر خاص طور پر آپکے ہمرکاب تھے۔ مولوی غلام حسین۔ مولوی ہدایت اللہ اور چند علماء بھی زیارت اور حصول نیاز کیلئے پانی پت سے تشریف لائے تھے۔ عین سماع کے رنگ میں مولوی غلام حسین کو حالت ذوق و شوق پیدا ہوئی۔ عالم محویت وارفتگی کے اندر بے اختیار آپکی زبان سے نکلا۔ "میں نے خدا کو دیکھا ہے"۔ "میں نے خدا کو باصورت دیکھا ہے"۔ آپ نے ان الفاظ کو بڑی شد و مد و تکرار سے دہرایا۔ معتریان حضرت نے حضرت کی حضور میں ان الفاظ پر دے کی اور اس واقعہ پر مباحثہ کیا۔ آنحضرت نے نہایت شائستہ و خوشی سے سنا۔ کوئی تکرار نہیں کی۔ قصہ ختم ہوا۔ اسی روز نماز عصر آنحضرت کی حضور میں اکثر درویش۔ مولوی ہدایت اللہ۔ میاں شیخ احمد محدث تھانیسری وغیرہم حاضر تھے اور حضرت پیر دستگیر شیخ احمد سے کلام مجید اور آیات و توحید کے مباحثے میں سرگرم گفتگو تھے شیخ احمد فرما رہے تھے جو کچھ حضرت نے فرمایا اور بیان کیا ہے بجنسہ ترجمہ زبان خداوند عالم کا ہے۔ اس اثناء میں مولوی غلام حسین آگئے۔ اور آتے ہی تسلیمات بجا لائے۔ آنحضرت نے مخاطب ہوتے ہی ارشاد فرمایا اے طالبعلم خام طبع وہ الفاظ جو آپنے بوقت سماع کہے اور بہ تکرار کہے بفضل خدا ہمارے چرواہوں اور ہماری بکریوں تک میں خدا کی دی ہوئی یہ قدرت موجود ہے کہ ایسے کلام سے متکلم ہوں۔ مولوی صاحب نے یہ کلمات سنتے روتے اور لرزتے ہوئے حضرت کے پائے مبارک پر سر رکھ دیا

اور سر نہیں اٹھاتے تھے۔ کہتے جاتے تھے کہ یا حضرت اس غلام سے خطا ہوئی ہے حضور کے خادم سے تقصیر ہوئی خدا کیلئے اور بتصدق سرکار حضرت شاہ ابو المعالی صاحب معاف فرمائیے۔ جب زیادہ روئے گڑگڑائے تو آنحضرت نے فرمایا بہتر ہے ایک دفعہ تو معاف کیا جاتا ہے دوسری مرتبہ ایسی خطا سرزد نہ ہو ورنہ دیکھا جائیگا جیسا کیا ہوگا۔ اس دن سے جبتک مولوی صاحب بقید حیات رہے سماع کیطرف متوجہ ہی نہ ہوئے۔ البتہ عبادات، ریاضات اور مجاہدات کیطرف ایسے راغب ہوئے کہ باید و شاید۔ موضع گھیتی کہ مضافات سہارنپور میں ایک چھوٹی بستی ہے۔ مدفون خواب ہیں قیامت تک مصروف راحت رہیں گے۔

(27) میاں شیخ محمد

زبدۃ الکاملین، قدوۃ الواصلین مقبول درگاہ صمد، میاں شیخ محمد مرید راسخ العقیدت اور خدا رسیدہ بزرگ تھے ایک روز آنحضرت سید عبد المؤمن و شیخ نعمت اللہ سے مخاطب ہوکر فرماتے تھے کہ ہمارے شیخ محمد اس زمانے کی مشائخ کے روبرو جس خانقاہ میں پہنچ جاتے ہیں ہزاروں آرزو سے خلافت انہیں پیش کرتے ہیں ان بزرگوار کے سوائے اسوقت اس سلسلہ میں قریباً پانسو درویش اس پایہ اور مرتبہ کے ایسے موجود ہیں۔ بعض متوسط الحال اور بیشتر انتہائے کمال تک درجے پہنچ چکے ہیں دو سو سے زاید تو ایسے ہیں کہ حضور کی حالت سے بھی آگے نکل گئے ہیں اگر یہ فقیر ان تندگوں کے سر پر سرپوش دار انہیں ڈھکے اور دبائے نہ رہے تو برملا اور کھلم کھلا بجنسہ حضور والا اپنے اسرار اور راز نہاں آشکارا کرکے اپنے سر برباد کر دیتے ذرہ نہ چوکیں۔ اور اپنی بیش بہا زندگیاں ان کی آن میں کھو دیں۔ مگر یہ فقیر ہر کہ مرغی کے پروں کی طرح اندر دبائے رہتا ہے۔ نیز ہمیشہ یہ قصہ نقل فرمانے لگے۔ کہ ایک درویش حضرت بندگی شیخ داؤد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے درویشوں میں سے ایسے تھے کہ جب کبھی سماع کی مجلس گرم ہوتی۔ اور درویش مذکور کو وجد ہوتا اور مصروف رقص ہوکر جہاں کہیں شیخ بندگی صاحب موجود ہوتے سکو چھوڑکر اور ساری مجلس طے کرکے انکے روبرو آنکر کھڑے ہوجاتے اور کہتے سرپوش سر سے اتار دوں۔ حضرت شیخ اس درویش کے اس سوال کا کوئی جواب نہ دیتے۔ چپ چاپ منہ دیکھتے رہتے۔ درویش مذکور اسی حالت ذوق و شوق میں آگے کو چلے جاتے تمام مجلس کا چکر کاٹ پھر لیتے شیخ کے روبرو آ جاتے اور پھر وہی سوال دہراتے یہ فعل ہر مجلس میں دو تین دفعہ کر گذرتے۔ حضرت شیخ فرمایا کرتے جیسا اس درویش کی حرکات و خیالات سے خوف معلوم ہوتا ہے یہ جو ہر دفعہ مجھ سے اجازت کا خواہاں رہتا ہے اور کہتا ہے کہ سرپوش سر سے اتار دوں مبادا اپنا سر وجود سے الگ کرکے برباد کرے۔ اپنی گردن تلوار کی دھار پر جا رکھے اور اپنا تن کاٹ کوٹ القط کرے۔ حضرت پیر دستگیر فرمانے لگے ایسے ہی چند وجوہ ہیں کہ میں کسی کو خلافت نہیں دیتا۔ اگرچہ میرے ساتھی درویشوں میں سے بعض درویش تو ایسے بھی موجود ہیں کہ جو شمس تبریز کے رتبہ و حالت کو پہنچے ہوئے ہیں اور بہت سے ایسے ہیں کہ فخر الدین عراقی و اوحد الدین کرمانی کے رتبے ہیں بعض حضور سے بڑھے ہوئے ہیں۔ انہیں شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ وجہ نہ دینے خلافت کی ایک تو یہ ہے جو میں نے اوپر بیان کر دی ہے ایک اور بھی وجہ مانع خلافت ہے اور وہ یہ کہ میرے سلسلے کی مسند و خلافت بجنسہ مثل

خانہ داری کے ہے۔ جیسا ایک دنیا دار خانہ دار امورات دنیاوی و خانہ داری میں پھنسا اور گھرا ہوا ہوتا ہے
اسے دوسری طرف جانے کی مہلت نہیں ملتی۔ جو کوئی بھی سجادہ نشین ہوا۔ اسپر لازم آتا ہے کہ تواضع و تعظیم
ہر صادر و وارد کی بجا لائے۔ ہر وقت کوشاں و نگراں رہے کسی قسم کی فروگذاشت اس سے نہ ہو۔ لواحقین اور
اور متعلقین کی پرورش میں غفلت نہ کرے۔ آنے جانیوالوں کی مدارات میں کوتاہی کو دخل نہ دے۔ سبکی خوراک پوشاک
کے بار گراں کا متحمل ہو۔ اپنے آرام و حیثیت کا خیال چھوڑے۔ دوسروں کی راحت کا سامان کرے۔ جب کوئی کوئی صوفی ان کاروبار
میں مصروف ہو۔ یاد الٰہی اس مصروفیت میں موقوف ہو جاتی ہے۔ یہ فقیر قطعی یہ نہیں چاہتا کہ فی الحال جو نفوس کہ ذوق و
شوق حق میں مستغرق ہیں۔ اسطرح سے بلکہ روز بروز اور لمحہ بہ لمحہ اسمیں ترقی ہو۔ ہو ہوا اگر کوئی بھی کھٹک جائے
ورنہ بے تکلف اور بلا مبالغہ ہر ایک شایان اس منصب کا ہے۔ انکی وفات ..... تاریخکو واقع ہوئی۔ انبالہ میں مدفون ہیں

(28) **میاں محمد افضل** } عارفِ کامل۔ میاں محمد افضل ساکن سامانہ مضافات ریاست پٹیالہ صاحب تقویٰ
و طہارت ہوئے ہیں۔ ایک روز حضرت پیر دستگیر خاص سامانہ میں تشریف فرما تھے۔ خط صاحبزادہ والا دودمان میاں
محمد باقر قدس سرہٗ اس مضمون کا پہنچا کہ آپ جلد انبیٹہ شریف تشریف ارزانی فرمائیں آنحضرت مضمون خط سے
آگاہ ہو کر متوجہ دائرہ شریف ہوئے اور میاں محمد افضل کو ارشاد فرمایا کہ مجلس حضرت مرشد آفاق کی شمولیت کیلئے
انبیٹہ شریف جانا ضروری ہے۔ آپ فلاں تاریخ کو میرے پیچھے ضرور بالضرور عین وقت پر دائرہ شریف آ جائیں
جب آپ وقت پر پہنچ جائینگے تب سب مل جل کر روانہ انبیٹہ شریف ہونگے۔ جب حضرت پیر دستگیر دائرہ شریف تشریف لے
آئے متواتر کئی خطوط صاحبزادہ صاحب کیطرف سے پہنچے کہ مجلس سے دو چار روز پہلے آپ یہاں تشریف لے آئیں کیونکہ بہت
سے کام ہیں بعض آپکی صلاح و مشورت پر ہی موقوف ہیں۔ جب متواتر ایسی تحریریں صادر ہوئیں حضرت موصوف مجبور ہو کر
قبل از وقت انبیٹہ پہنچنے پر مجبور ہوئے۔ اور روانہ ہو گئے۔ لیکن محمد افضل اسی تاریخ کو جو مابین قرار پا چکی تھی سامانہ
سے روانہ ہوئے اور مقررہ یوم و وقت پر دائرہ شریف پہنچے۔ جسوقت یہ یہاں پہنچے تب انہیں معلوم ہوا کہ حضرت پیر دستگیر تین
چار یوم گذرے دائرہ شریف سے رخصت ہو کر روانہ انبیٹہ شریف ہو چکے ہیں۔ یہ دم بلا تامل و توقف۔ یہ بھی دائرہ شریف
سے کمربستہ ہو کر انبیٹہ شریف کو چلدئیے۔ راستہ میں جمن نام دریا پڑتا ہے۔ چنانچہ جب یہ لب دریائے مذکور آئے نماز عصر
کا وقت تھا۔ بارش کا موسم شام کا وقت اور دریا طغیانی پر ایسا لہریں مارتا تھا کہ ماؤں ڈوبنے کی ہمت اچھے سے اچھے
شناور کو نہ ہوتی تھی۔ انہوں نے ادہر ادہر دیکھا اور اکثر لوگوں سے التجا کی کہ کوئی کشتی ملجائے تو دریا عبور کریں ملاحوں
سے منت سماجت بہت کہا سنا کہ کشتی کے ذریعہ مجھے دوسرے ساحل تک پہنچا دیویں۔ ملاحان نے حجت کی کہ اسوقت
دریا بجید چڑھاؤ پر ہے۔ ہمارے قابو سے باہر ہے ہم لوگ کسطرح بھی کشتی دوسری طرف نہیں لیجا سکتے۔ ہر چند کشتی بانان سے
التجا کی اور بیان بھی کیا کہ میرا ایک فقیر ہوں اور مجھے بھاری ضرورت ہے۔ مرشد آفاق کے ختم کی تاریخ ہو چکے

موقعہ پر جانا وہاں سخت لابدی ہے کسی نے انکی معروض اور ضرورت پر کان نہ دھرا اور عرض قبول نہ ہوئی جب یہ
بہت لاچار ہوئے۔ کوئی صورت دکھائی نہ دی تو عام گذرگاہ سے چند قدم الگ ہوکر جوتوں سمیت دریا میں
گھس گئے۔ اور جیسے کوئی پختہ سڑک پر چلتا ہے۔ پانی پر بے تکلف درانہ روانہ ہوئے۔ اور دریا عبور کرکے
دوسرے کنارے دریا کے فوراً جا پہنچے۔ ملاحوں نے یہ تمام واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا سخت افسوس کرنے لگے
اور باہم باتیں کرتے تھے تعجب کیا ہم نے ایسے مرد کامل کے کہنے سے انکار کیا جس بزرگ نے دریا کو یوں عبور کیا ہے
اسکی سواری میں جو کشتی ہوتی اسے کیا خوف و خطر تھا۔ دریا کی طغیانی۔ امواج کی افزونی۔ پانی کا چڑھاؤ اور
اتار اس کا کیا بگاڑ سکتا تھا۔ الغرض میاں محمد افضل نماز مغرب کیوقت ملازمت حضرت پیر دستگیر میں جا حاضر ہوئے
اور انبیہ شریف جالیا۔ جب یہ قدمبوس ہوچکے تو آنحضرت کا پہلا سوال یہ تھا کہ آپنے سامانہ کب چھوڑا ہے
آپنے عرض کیا ضمیر منیر پر سب کچھ روشن ہے۔ غلام سے کیا دریافت فرمایا جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ دریا کیونکر عبور کیا تھا
موسم بارانی و طغیانی ہے اور وقت لامحالہ ہوچکا ہے۔ التماس کیا کہ ملاحان موجود تھے دریا سے بہتیرا کشتی
دریا میں ڈالنے کی استدعا کی گئی۔ انہوں نے ہزار منت و سماجت کو قبول نہ کیا۔ جب لاچار ہوئے حاضری نہایت ضروری تھی
حضور کے حکم کی تعمیل میں تاخیر کیونکر کرتا بغیر کشتی کے ہی پار عبور کیا۔ فرمایا اسباب ظاہری کو بلا استعمال کئے عبور کرنا
چنداں ضروری نہ تھا خیر اب تو جو ہوا سو ہوا۔ آئندہ اس قسم کی حرکت ہرگز نہ کرنا۔ آں بزرگ کا مزار سامانہ میں ہے۔

(29) **میاں محمد اعظم**۔ جامع صفات پسندیدہ صاحب اخلاق حمیدہ رکن محترم میاں محمد اعظم مرید حضرت پیر دستگیر
اور بھتیجا سید فاضل جانشین دائرہ شریف میں۔ مشقت و مجاہدہ میں جو قدم رکھا نہایت مضبوط و مستحکم
مہمانداری اور درویشی کی خدمت گذاری پر جو کمر ہمت باندھی تھی اسے اخیر تک نہایت اچھے طریقے پر انجام تک پہنچایا
شب و روز کی حاضری قابل تعریف ہے۔ تواضع و تکریم میں جو مشغول ہوئے تو کیا مجال اسمیں کسی قسم کی کوتاہی کو
دخل ہو۔ تساہل و تامل اپنی متعلق خدمات میں نہیں ہونے دیتے۔ معرفت کی چاشنی میں جو گفتگو کرتے ہیں کمال
ہی کر دکھاتے ہیں۔ باوجودیکہ سرگلہ ان کو دخل ہے۔ کل شے ان کے ہاتھ میں ہے۔ مگر امانت و دیانت کی پوری زندگی
گذارتے ہیں پہلے دم سے جو رسوخ و استقامت وحیت و اتحاد قائم تھا تا وقتیکہ جان جان آفریں کے سپرد کریں۔ کمی نہیں
آنے دی۔ دائرہ شریف کی چار دیواری کے اندر آپ کا وجود یہاں مدفون ہے۔

(30) **میاں شیخ چھجو**۔ واقف اسرار حقیقت۔ ناظر انوار طریقت۔ نیک منظر و خوش خو میاں شیخ چھجو مریدان
حضرت پیر دستگیر سے ایک ہوئے ہیں ابتدائی سلوک میں سوت کی منزل پر کر غفلت کا عالم اور نیند بیداری کا ہے
عبور کرکے منزل ملکوت کو بغیر سیر و سیاحت چھوڑ کر مراتب جبروت کو پہنچ گئے۔ اور مزید انکشافات ہوئے اور ایسی
توجہ نہیں دی۔ بلکہ عین ذات الٰہی کے مشاہدے و معاینہ کو اپنا خاص نصب العین سمجھا گئے۔ حالانکہ واقعات

عالم جبروت کے طاری ہوتے شروع ہوئے۔ تو انکو خواہش ہوئی کہ ان حالات کو حضرت کے حضور میں مفصل بیان
کریں۔ حضرت نے میاں شیخ نعمت اللہ کو ارشاد فرمایا کہ اس درویش سے اسکے تمام حالات انکی اپنی زبانی دریافت کریں
اور پھر حضور میں بیان کریں۔ شیخ نعمت اللہ نے بتعمیل حکم میاں شیخ تاجو سے استفسار حال کیا اور ہر ایک امر کی بابت
سوالات کئے۔ شیخ تاجو نے جو جو تجلیات اپنی آنکھوں سے دیکھی تھیں مفصل بیان کردیں آثار اور صفات ملکوتی
کی بابت کوئی تذکرہ زبان پر نہ لائے اسکی وجہ یہ تھی کہ ایسی چیزیں جنکی مثال اور نظیر موجود نہ ہو۔ اور جو کسی نے کسی
دیکھی نہ ہو۔ اسے کیونکر بیان کرے اور کیا اسکا نشان دیوے۔ شیخ نعمت اللہ نے جو کچھ انکی زبان سے سنا تھا جناب میں
بیان کردیا۔ اور عرض کیا کہ شیخ تاجو منزل جبروت تک پہنچ چکے ہیں حضور کو مبارک ہووے مطالعہ ذات الٰہی میں ہمیشہ
ہر وقت مشغول و مستغرق ہے آنحضرت نے فرمایا کہ نہ مبارکباد کا موقعہ ہے بلکہ افسوس و تردد کا مقام ہے
کہ اس کا احوال نقصان کے مرتبہ تک پہنچنے والا ہے۔ قاعدہ تو یہ چاہتا ہے کہ طالب اور صوفی قدم بقدم زینہ
بزینہ احسن طریقے سے اس منزل کو طے کرے۔ اور بتدریج ترقیات حاصل کرے۔ منزل ملکوتی سے آہستہ آہستہ بڑھتے
پھر منزل جبروتی میں داخل ہو اسکی ترقی چونکہ درجہ وار اور باقاعدہ نہیں ہوئی لہذا احتمال نقصان ہے ذات والا صفات
نے شیخ تاجو کو جس منزل پر کہ وہ جا پہنچے تھے پیچھے دھکیل دیا۔ اور مرتبہ اول پر پھر لوٹا دیا غرض آپ ناسوت
میں واپس آئے۔ یہاں کچھ عرصہ محنت کرائی۔ رفتہ رفتہ ترقیوں کا ظہور ہوا۔ پھر انمیں صفات ملکوتی پیدا ہوئی تمام
منازل ان میں شائستہ طے کرائیں پھر کیا تھا واقف اسرار نہاں و آشکار ہو گئے تب ہمیشہ و ہر دم شاہد جمال
محبوب حقیقی رہتے تھے رحلت کے بعد دائرہ شریف کی چہار دیواری کے اندر دفن کئے گئے۔

(31) **میاں محمد طاہر**۔ مجذوب مسلوب عزت خوشخو طائر۔ درویش نیک محضر میاں محمد طاہر مطالعہ برزخ
کا ان کے قلب صافی پر ایسا اور اسقدر مستولی تھا کہ ہر شے ہر مکان اور ہر انسان میں بغیر جلوۂ محبوب دوسری چیز
انکی نگاہ میں نہیں آتی تھی۔ موجودات عالم انہیں وہی دکھائی دیتی تھیں۔ آگ کے جلتے ہوئے شعلوں عمیق سے عمیق
آب ساکن و رواں میں یہ بزرگ اپنا وجود بلا تامل و تکلف جھونک دیتے تھے کبھی خوف و خطر انکے نزدیک
نہ آتا تھا۔ اور نہ ہی کوئی نقصان و تکلیف انہیں زیاں دیتا تھا۔ مطلب یہ کہ مغلوب الاحوال تھے جب انکی ایسے حالت
سمع مبارک حضرت پیر دستگیر میں پہنچائے گئے تو ارشاد ہوا کہ اسے کہو کہ ہمارے تصور کو اپنے دل سے محو کر دیوے۔ اس
ارشاد کے وقت شیخ نعمت اللہ موجود تھے۔ عرض کرنے لگے یا حضرت ترک تصور اسکے لئے موجب انتشار و اضطراب ہوگا۔
تب حکم ہوا کہ اسے حضوری میں حاضر کیا جائے جب حضرت اقدس کے سامنے حاضر کئے گئے۔ تو ارشاد فرمایا کہ میاں فی الحال
ہمارے تصور کو موقوف رکھا کرو کہ اسوقت تصور حوصلہ میں تنگی لاتا ہے اور جب حوصلے میں وسعت اور فراخی آجائیگی
اور رویا صادقہ ہونے لگیگا۔ اسوقت اپنے تصور کی اجازت ہم خود تجھے دیدیں گے۔ تب جلوۂ محبوب حقیقی ہر ذرہ سے

جو کائینات کے اندر موجود ہے۔ آپ ہی آپ دکھائی دینے لگے گا۔ میاں محمد طاہر اس حکم سے کچھ گھبرائے۔ جزع و فزع کرنے لگے منت و زاری سے کام نکالنا چاہا۔ اور عرض کیا یا پیر دستگیر کیوں مجھے موت مارا جاتا ہے کیوں مجھے ہلاک کیا جاتا ہے ہر چند واویلا کیا مگر توجہ نہ ہوئی۔ آخر خود ہی خاموشی اختیار کی۔ لیکن جب تصور جمال مبارک کا خیال جاتے۔ تو انکی نظر میں بیقراری ایسی پیدا ہو جاتی کہ کہیں نہ لگتی تصور آپ ہی آپ نگاہوں سے محو ہو جاتا۔ ایک مدت یونہی گذر گئی۔ تصور با قاعدہ نہ ہوتا بھولا بھٹکا سا رہتا۔ ہوتے ہوتے حوصلہ میں وسعت رونما ہوئی۔ بہرحال بھی خاطر خواہ کھلا۔ آہستہ آہستہ درجہ تکمیل کو پہنچا یا گیا حتٰی کہ انتہائی منزل کو پہنچ گئے پھر کیا تھا۔ کامل بن گئے۔ آخر وصال محبوب حقیقی نصیب ہوا۔ موت سے ہمکنار ہونیکے بعد دائرہ شریف کے ایک کونے میں پاؤں پسارے ہوئے ایسے سوئے ہیں کہ قیامت سے قبل انہیں اٹھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ الحمد للہ

(32)

میاں محمد افضل خاں

صاحب وجد و عرفان میاں محمد افضل خاں سلمہ الرحمٰن۔ آپ میر داد خاں کی اولاد سے ہیں ذات کے پٹھان ساکن سر دہ لا قریہ رتیہ جو واقعہ متصل قصبہ مرنال ۱۰ ضلاع حسنہ میں آپ تمانہ بھر کے اندر ایک فرد ہیں صفائی طینت میں آپ یکتا ہیں۔ پہلے سے ہی انکی قابلیت کا قامت کمالات ظاہری و باطنی سے بالکل آراستہ اور آپکی نجابت کا رخسار زہد و تقویٰ میں ایک خاص مرتبہ کے نقش و نگار سے آراستہ نظر آتا تھا۔ دنیاوی لباسوں سے کچھ سروکار نہ رکھتے ہوئے حقیقت میں تصوف کا لباس نہایت عمدگی سے انکے وجود پر چسپاں آتا تھا۔ جو دس سالگی یا بچپن سے ہی دست ارادت و بیعت حضرت پیر دستگیر کے ہاتھ میں دے چکے تھے۔ اور جناب اقدس بھی ابتداء سے انکے حال پر خاص شفقت مرحمت فرماتے تھے اور یہ عنایات روز افزوں زیادہ ہی ہوتی جاتی تھیں۔ اکثر اوقات خلوت سے بھی سرافراز فرماتے رہتے ہیں۔ جلوت میں بھی پیر نگاہ لطف و کرم ہی فرماتے رہتے ہیں ان الطاف و اکرام کا ظاہری نتیجہ ہے کہ آپ واقف اسرار ہیں اور تصرف کمال رکھتے ہیں۔ رات ہو یا دن عبادات اور ریاضات شاقہ میں مشغول رہتے ہیں خدا کی خلقت کیساتھ جب بات کرتے ہیں تو عجز و انکسار کیساتھ سچ پوچھو تو آپ برگزیدہ اوقات صفات حمیدہ کے مالک اور اطوار پسندیدہ جنکا ازل کے باعث اسقدر وافر انکے حصہ میں آئی ہیں الیسا معلوم ہوتا ہے کہ اگر انہیں لکھنے کا ارادہ کریں تو تمام و کمال کو لکھنے کیلئے ایک عرصہ طویل درکار ہوگا۔ تب بھی کامل طور پر ضبط تحریر میں نہیں آسکیں گے۔ زہد و پرہیزگاری میں زمانے میں سرچیدہ ہیں۔ پابندی احکام الٰہی میں برگزیدہ وقت ہیں اکثر اوقات اور ذکر اذکار اور گفتگو حالات حضرت پیر دستگیر میں قیل و قال انکا مشغلہ ہے جب بات کرتے ہیں آنحضرت کی بابت ہوتی ہے عمر انکی طویل ہے اور حوصلہ وسیع ہے بہت مدت خدمت فیض درجت حضرت اقدس میں بسر کر چکے ہیں اب تک یعنی ۱۱۸۶ھ تک بقید حیات صحیح و سالم ہیں۔ حق تعالیٰ انہیں بنیہ سلامت باکرامت رکھے۔ آپ ایسا کشادہ زبان اور اس قلم زہرفن کامل بزرگ کا وجود دلپسا مغتنمات سے ہے۔

(33)

میاں شیخ محمد منیر جیو

زبدۃ الواصلین۔ قدوۃ المحققین عابد و زاہد متقی میاں محمد منیر سلمہ اللہ تعالیٰ قصبہ شاہ آباد کے رہنے والے ہیں آپکی عمر ابھی ۹ ہی سال کی تھی کہ حضرت پیر دستگیر کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر دست بیعت ہوئے اور آنحضرت کے دامن کو نہایت مضبوطی سے

بکثرت ہوا تھا ۔ ابتدا سے آئی حالانکہ بچپن تھا جب دنیا و مافیہا کی آگہی نہیں ہوا کرتی ۔ مگر آپکو خلاف عادات بچپنی آنحضرت سے قدرتی طور پر شوق محبت زیادہ تھا ۔ جب کبھی یہ حضرت کی حضور میں بغرض سلام حاضر ہوتے تسلیمات عرض کرتے اور آواز بلند "حضرت سلامت" کا جملہ انکے منہ سے خاص زیب دیتا یہ دلبرانہ و بے تکلفانہ جملہ سب سامعین کو خوش کر دیتا ۔ اور آنحضرت تو ازراہِ شفقت و مہربانی اسکے جواب میں فرماتے ۔ " آئیے فخر الدین عراقی " تم صاحب درد اہل سماع اور صاحب وجد ضرور ہو گے "۔ ایک روز بذاتِ خود مصنف شاہ آباد میں ایک مجلس سماع میں موجود تھے مندرجہ ذیل بیت پر

شوقِ زلفِ تو نہ تنہا دلِ ما شیدا کرد　　　ہر کہ ایں سلسلہ را دید جنوں پیدا کرد

عالمِ ذوق و شوق آپ پر طاری ہوا ۔ اللہ اکبر دیکھنے والی آنکھیں جانتی ہیں جو کیفیت آپ پر وارد تھی ۔ تمام مجلس میں عجب شور و مستی کا وہ عالم تھا کہ کیوں کبھی دیکھا تھا ۔ حضار مجلس اور سامعین میں سے ایک فرد ایسا نہیں تھا جو صدف دیدہ سے گوہر ہائے اشک نہ برساتا ہو ۔ ایک عالم پر ایک خاص قسم کی محویت تھی ۔ اہل درد اور ذوق رکھنے والے دلوں میں یہ تاثیر ہوتی ہی کہ جس رنگ میں چند ہوں دوسروں پر بھی وہی رنگ جما دیں اور یہ حالت حضرت پیر دستگیر کے ان الفاظ کا نتیجہ ہو کہ آپ فرمایا کرتے تھے " آئیے فخر الدین عراقی "
یہ بزرگ دلجوئی اور خاطر مدارات وارد و صادر میں جو دلچسپی رکھتے تھے وہ بھی ایک خاص حد تک پہنچی ہوئی تھی ۔ اس سے پیشتر آپ کا دستور تھا کہ کبھی شاہ آباد میں اور کبھی دائرہ شریف میں رہ کر عبادت الٰہی کیا کرتے مگر اب کبرسنی کا زمانہ چونکہ آ گیا تھا ۔ وجود میں کہاں آ گئی تھی وہ وقت نہ رہا چکا تھا کہ جب چاہا سفر کر لیا ۔ اب کئی وقت بھی گھنٹوں پہر ٹھہر کہنے پڑتے تھے ۔ بلا سہارے کے اٹھنا دوبھر ہو رہا تھا ۔ اب اس رہائش کی جگہ دائرہ شریف مقرر کر لی تھی سکھر ایسے جاتے جیسے کوئی دل برداشتہ ہو تو چند دن دل کی اداسی دور کرنے کہیں اور چلا جائے ۔ دائرہ شریف کی سکونت کا یہ مطلب تھا کہ عبادت الٰہی ۔ مجاہدہ اور ریاضت خاطر خواہ ہو سکے جہاں بھی بیٹھے کمال بے پروائی استغنائی و بے تعلقی سے ایام زندگی بسر کرتے تھے ۔ حق تعالیٰ انہیں تادیر سلامت رکھے ۔

(۳۶) مرزا جعفر علیخاں

واقف اسرار نہانی ۔ ماہر سید نہاں و عرفان مرزا جعفر علیخاں خلف الصدق مرزا یار بیگ منصبدار ہفت صدی و مقرب عالمگیر شاہنشاہ ہندوستان تھے ۔ بلکہ خاص خاص اوقات مثلاً شب و روز اپنی بادشاہ میں رہنے کا امتیاز بھی انہیں حاصل تھا ۔ ان بزرگ کے جو ہندوستان میں ایک رتبہ کے آدمی تھے یہ فرزند تھے ۔ مرزا جعفر علیخاں جب سن شعور کو پہنچے تبھی جناب حضرت پیر دستگیر کی جناب سے ارادت و عقیدت رکھنے لگے تھے ۔ جبین نیاز آستانہ مرشد حقیقی پر رکھنا اپنی منور پیشانی کا نور سمجھتے تھے خوش قسمتی سے انکی نیک نیتی سے انہیں حضرت کی درگاہ میں خصوصیت سے رسوخ حاصل ہو گیا تھا ۔ آپ خلاف میں ابتدا عمر میں ہی یگانہ آفاق ہو چکے تھے مشرب توحید میں گفتگو نہایت فصاحت و بلاغت سے کر سکتے تھے ۔ بیانات ہی کی مگر یہی خلوت کے اندر آنحضرت سے ہمکلامی کا موقعہ انہیں نصیب ہوتا ۔ اگر کبھی حضرت شاہ آباد میں اتفاق سے پہنچتا تو مرزا موصوف کی اپنی حویلی میں خوب درود و وظائف ہوا کرتے اور آنحضرت جب تک مقیم رہتے ایک لمحہ جدائی و ہجرت کو درمیان میں پھٹکنے نہیں دیتے تھے ۔ یہ راسخ العقیدت بزرگ جان و مال قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتے تھے ۔ چنانچہ فرخ سیر بادشاہ ہند کے عہد میں نواب روشن الدولہ

کی وساطت سے سہ ہزاری کے منصب پر امتیاز حاصل کر لیا تھا۔ اس زمانے میں قحط و گرانی بہت تھی۔ خلق خدا فاقوں مرتی تھی۔ غلہ کا نرخ تین سیر فی روپیہ تک پہنچ گیا تھا۔ اور دائرہ شریف کے اندر بالنسو ستر کس درویشیں ایک وقت کھانیوالے موجود تھے۔ دونوں وقتوں کی صرف یہی تعداد دوگنی ہو جاتی ہے۔ دوسرے آیا گیا مہمان مسافر الگ رہے۔ یہ لوگ ذکر و عبادت میں ہر وقت مشغول رہا کرتے۔ اور حضرت پیر دستگیر کے خوان احسان سے نوالہ لیکر کھانیوالے تھے۔ محض آنحضرت کے تصدق سر کے طفیل دونوں وقت لیکا لیکایا کھانا اپنے اپنے مقام قیام پر بیٹھے بٹھلائے لینے والے تھے۔ اس سخت قحط و گرانی کے دنانمیں ان لوگوں کو کچھ خبر نہ تھی کہ دنیا پر کیا گذرتی ہے اور چین و آرام سے یاد الٰہی میں گذار رہے تھے آسودگی فراغت سے سیر ہو کر دونوں وقت کھا لیتے تھے۔ گرد و نواح میں چونکہ فاقہ کشی سے لوگ مرتے تھے۔ ان حالات سے آگاہ ہو کر آنحضرت نے سید فاضل جانشین دائرہ شریف کو حکم دیدیا تھا کہ پانچ دیگ کھچڑی روزانہ لیکایا کریں اور مستحقان محتاجان و فاقہ کشاں اور بھوکوں کو برابر تقسیم کرتے رہیں یہ پانچوں دیگ محض باہر کے لوگوں میں تقسیم کیا کریں دائرہ شریف میں ہمیشہ رہنے والے درویش اسمیں سے نہیں کھا سکتے تھے۔ ایکدن سید فاضل نے بجائے کھچڑی کے گندم کا دلیہ لیکایا اور محتاجوں مسکینوں کو حسب دستور کھلا پلا دیا۔ یہ خبر سمع مبارک حضرت پیر دستگیر میں پہنچی۔ دریافت فرمایا کہ ایسا کیوں ہوا عرض کیا گیا کہ غلہ سرکار میں معمور ہو چکا ہے گویا ختم ہو گیا ہے اسلئے مجبوری سے بجائے کھچڑی دلیہ لیکا کر تقسیم کر دیا ہے۔ حکم ہوا کہ مرزا جعفر کو لکھو کہ کچھ غلہ دائرہ شریف میں پہنچادے کیونکہ عدم موجودگی غلہ کے باعث مستحقین اور درویش عسرت سے گذران کر رہے ہیں مرزا موصوف کے پاس جب آنحضرت کا شقہ خاص پہنچا ہے تو دو ہزار من پختہ غلہ گڈوں پر بار کر کے چلتا کر دیا۔ اسی تعداد پر کیا منحصر ہے ہمیشہ اسطرح حسب ضرورت غلہ وغیرہ بھیجتے رہتے اور جو خدمت درویشوں کی ہو سکتی تھی۔ اسمیں کبھی کوتاہی نہ کرتے تھے اسی میں اپنی بہتری اور سعادت دارین خیال کرتے تھے۔ اہل سماع صاحب درد و وجد اللہ والے تھے۔ ایک روز مجلس حضرت قبلہ ارباب کمال شاہ جلال قدس سرہ میں اکثر مشایخ عظام اور درویشان ذوالاحترام دور و نزدیک کے چیدہ چیدہ بزرگ صاحب کمال موجود تھے اور حضرت پیر دستگیر بھی تشریف فرمائے مجلس تھے۔ حقیر مصنف کتاب کو بھی شرف حضوری حاصل تھا۔ عین جمعی ہوئی مجلس میں ذوق و شوق کیفیات مرزا پر طاری ہوئی وجد کرتے ہوئے اور اپنے دونوں ہاتھ جھاڑتے ہوئے بے اختیار رنگ عالم میں قوالان کی جماعت سمیت اور دیگر حاضرین مجلس کی جماعت کثیر کیساتھ حضرت پیر دستگیر کی تلاش میں لگ گئے کیونکہ کسی ضرورت سے حضرت اقدس مجلس سے ذرا علیحدہ تشریف رکھتے تھے۔ شور کے باعث حضرت نے دریافت فرمایا کہ یہ کیا غلغلہ ہے۔ لوگوں نے عرض کیا مرزا جعفر عین رقص و وجد کی حالت میں حبت زیارت آنحضرت چلے آتے ہیں حضرت نے فرمایا کہ جب تک مرزا جعفر میرے سامنے آئے اگر برزخ ہمارا اسکی آنکھوں کے آگے موجود ہے۔ تو اسے میرے تلاش کرنیکی کیا حاجت ہے۔ اگر تصور برزخ نہیں ہے تو یہاں اور کس واسطے ہے۔ چونکہ اپنے کام میں کامل تھے۔ جلوہ محبوب حقیقی سے بھی خالی نہ تھے۔ یہ تقریر آپ یاد رفتار کیسے تازیانہ اور سونے پر سہاگے کا کام دیگیا۔ پہلے سے زیادہ کشود کاری ہوئی۔ آنحضرت کے روبرو اور آنحضرت کے بعد وفات محبت و خلوص اور

رسوخ و اعتقاد میں پروانے کی طرح شمع کے گرد قربان ہونیوالے تھے۔ تمام عمر طریق خدمتگذاری میں نہایت کامل رہی ہوئی محبت و الفت کہ پیران عظام سے رکھتے تھے اسدم تک کہ جان جان آفرین کے حوالے کریں۔ برابر یکساں رہی شاہ آباد کی سرزمین میں مدفون ہیں۔

(35) میاں الہ بخش

حقیقت منش میاں الہ بخش بدایت حال میں ایک درویش کیخدمت میں انکو رسوخ حاصل ہوا۔ مدت مدید تک انکی خدمت کرتے اور کھلنے پینے کی خبرگیری کرتے رہے۔ مگر کوئی فائدہ اور کوئی صورت بہتری بھلائی کی دونوں کو دکھلائی نہ دی لیکن جب عادت ابدی نے رہنمائی کی بھلائی و کشود کار کا وقت آیا تو ہادی و تعینی دونوں نے باہم مشورہ کیا کہ ہم تو دونوں ہی ناواقف ہیں اسلئے بہتر ہے دونوں کسی کامل کے در پر جبہ سائی کریں اور کسی مرد کامل اور بزرگ رہبر کو ڈھونڈ نکالیں کیونکہ حفظ القلوب بڑی مقدم بات ہے اس زمانے میں کوس ولایت حضرت پیر دستگیر کی آواز مشرق سے مغرب تک پہنچی ہوئی تھی۔ تمام گنبد گردوں میں یہی گونج تھی دونوں حضرات آنحضرت کی جناب میں حاضر ہوئے اور ارادت لائے یعنی مرید ہو گئے حضرت پیر دستگیر از راہ خاص نوازش فرماتے کہ یہ شخص میرا مجنوں ہے حضرت کی خاص الفت سے خدا کی محبت انکے دل میں جاگزیں ہوئی ایسی چپک لگی کہ رات اور دن خدا کا نام ورد زبان اور یہی مشغلہ تھا۔ اس شغل کا یہ نتیجہ ہوا کہ جلوہ محبوب حقیقی آنکھ کے سامنے رہنے لگا۔

(36) میاں سید علیم اللہ جیو

قافلہ سالار شریعت محمدی۔ قائد رہروان کیش احمدی مسند نشین عز و علاء سید علیم اللہ فاضل جالندھری۔ از سادات عالیمقدار اور علماء نامدار فضل و فلاح میں بمثال مشہور و معروف یکتائے زمانہ ہیں علوم فقہ و حدیث اور تفسیر وغیرہ میں مہارت کامل رکھتے ہوئے اپنے وقت کے شبلی و جنید ہیں۔ خلوص و اخلاق الفت و محبت انکے خمیر میں ہے۔ صفائی قلب اور عقیدت انکے ضمیر منیر میں ہے آپکے فیض صحبت کثیر المنفعت سے عموم مستفید اور طالب علمان استفادہ پذیر بہرہ یاب فیض تدبیر سے مستفید ہوتے ہیں اکثر تصانیف عالیہ مدارس علیہ فضلاء نامدار رہے ہیں فرط شہرت آپکی محتاج تشریح نہیں ہے۔ مجملاً جناب سید موصوف فضیلت میں نادر دوراں۔ حدت ذہانت و حافظہ مملو فطرت حسن سلیقہ میں عجوبہ زمان ہیں خطابت لسان و فصاحت بیان میں مرتبہ کمال تک پہنچے ہوئے ہیں عین عالم شباب میں بیعت حضرت پیر دستگیر سے مشرف ہوئے ہیں فضل عرفان میں مرتبہ عالی انکی ایسی بالفعل اوقات گرامی و مال و منال میں فراغت کلی حاصل ہے تردد روزی سے فارغ البال رات اور دن مطالعہ کتب اور ذکر و شغل میں مصروفیت ہے۔ باوجود ان اشغال مصروفیت کے اوقات شریفہ کو ریاضت و مجاہدہ سے بھی خالی نہیں جانے دیتے آپ اہل سماع و نماز وجد حال بھی ہیں غرض آپکا وجود ذی جود اس وقت لب مغتنمات سے سمجھا جاتا ہے۔ ایسے غنیمت وجود کیلئے دعا ہے کہ وہ قادر مطلق دیر تک ایسی ذات بابرکات کو سلامت و زندہ رکھے (مصنف) انسانی وجود کا جو خاصہ ہے "کل نفس ذائقۃ الموت" جو مشہور ہے وہ ہو کر ہی رہتا ہے۔ مصنف کتاب اپنی سرشت اور پاک طینتی سے جو دعا کر چکے تھے اتنا تو ہوا کہ سید صاحب موصوف تا دیر زندہ و سلامت رہے۔ یا آخر موت کا بندہ ہے اپنے مولد و مسکن جالندھر شہر میں سید صاحب نے جام فنا نوش فرمایا

اور شہر سے باہر ایک ریتلے میدان میں آپ مدفون ہوئے اس مقام خاص کو مقبرۂ سید علیم اللہ شاہ کی شہرت نے چار چاند لگا دئیے ہیں
زبند کی طرح نام مشہور ہے۔ دور و نزدیک کے باعقیدہ لوگ ہمیشہ آتے اور حصول فیض سے خوش خوش واپس جاتے ہیں۔
(راہ خدا میں سرگرم درود وظائف والے آپکے مقبرے کی چاردیواری میں بیٹھے ہوئے درود وظائف کرتے رہتے ہیں خوش عقیدہ
دلی مرادوں کے حصول کیلئے عموماً دس الا اللہ اللہ کرتے ہیں۔ پانچویں تاریخ محرم کو جو دن کہ آپکے عرس کیلئے معین ہے سالانہ بھاری میلہ
آپکے مقبرہ پر ہوا کرتا ہے۔ بھاری اژدہام اور انبوہ کثیر کا مجمع ہو جاتا ہے۔ آپکے مقبرے کو بہشتی دروازے کے نام سے ایک نسبت کر
اکثر لوگوں میں اسی نام کو زیادہ شہرت ہے جہلا میں یہ بھی مشہور ہے کہ پانچویں محرم کی رات کو آپکے حجرے کا جو دروازہ ہے
وہ خود بخود کھلتا ہے اس روز اس دروازے سے جو گذرتا ہے وہی شخص گویا زندگی میں داخل جنت اور بہشت میں چلا جاتا ہے
ہزارہا انسان پانچویں تاریخ محرم کو اس دروازے سے گذرنے کے شوق میں جاتے اور بھاری بھیڑ بھاڑ میں نہایت تکلیف سے گذرتے ہیں
دن دن میں آدمی اور تمام رات ایسے عقیدہ والی عورتیں اس دروازے سے گذرتی ہیں منتیں مانتی ہیں۔ نیازیں چڑھائی جاتی ہیں
مجلس سماع ہوتی ہے۔ مگر چونکہ میلہ کا شور کان پڑی آواز نہیں سننے دیتا اسلئے مجلس کا لطف معمولی ہوتا ہے۔ ہاں ایک رسم ہے جو
پوری کر دی جاتی ہے۔ سال بھر کے بعد رونق کا ایک اچھا ذریعہ ضرور ہے۔ حقیقی لطف اٹھانے کیلئے اس دن کے علاوہ
دوسرے دنوں میں جب بھیڑ بھاڑ سے خالی اور کوئی آنے جانے والا نہ ہو۔ ایکانت اور ہو کا مقام ہو۔ وہاں بیٹھکر اللہ اللہ
کرنے کا مزہ آتا ہے) مترجم

(37) **میاں محمد اشرف چتاولی** شیر بیشہ معنی پروری۔ نہنگ لجہ سخنوری میاں محمد اشرف چتاولی۔
چتاول ایک قصبہ ہے نواح سہارنپور سے۔ آپ مرید پاک اعتقاد معتقد و منقاد آنحضرت پیر دستگیر کے تھے اور ایسا چونکہ
شائستہ اور برگزیدہ اوقات مشہور تھے۔ حدت ذہن میں اپنے زمانے میں کوئی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ سلامی فطرتی میں لاثانی ہونے کی وجہ
سے ہمارے تعریف و توصیف سے مستغنی ہیں۔ کسی دوسرے شخص کو خواہ وہ کتنا ہی لسان اور تیز زبان ہو۔ انکے آگے زبان ہلانے کی
جرأت نہ ہوتی تھی۔ ابھی یہ بہت کم سن ہی تھے کہ طالب علمی کیلئے پانی پت کیجانب جانیکا قصد مصمم کرکے اپنے گھر سے نکل کھڑے ہوئے
البتہ روانگی سے پہلے اپنے والد سے درخواست کر چکے تھے کہ مجھے علم سیکھنے کیلئے گھر چھوڑنے کی اجازت بخشی جائے۔ اس درخواست پر
انکے والد نے پانی پت جانے سے منع کیا تھا۔ اور کہا تھا کہ چاروں طرف دنیا میں جدھر جانیکا خیال ہو۔ بلا توقف چلے جاؤ
مگر پانی پت جانیکی اجازت میں تمہیں نہیں دے سکتا۔ اسمیں ایک وجہ ہے اور وہ یہ کہ اس سمت میں نقشبند زبان حضرت سید بمقیکہ
تشریف فرما ہیں۔ اور تیرے جیسا بلبل ہزار داستان طرار بیان اور لسان بچہ آنحضرت کے روبرو نہیں ہونا چاہئے ایسا نہ ہو
ازروئے جوانی اور لسانی سے کوئی ایسی گفتگو آنحضرت کے مواجہ میں کر بیٹھو جو آنحضرت کی شان کے منافی ہو۔ اور آنحضرت
کو ناگوار گذرے پھر جنہ بہ میں گرفتار ہو جائے اور پھر تمام عمر برباد کیجئے یہ خیالات ہیں جنکے خوف سے میں اس طرف کی
اجازت تمکو نہیں دیتا۔ خدا نہ کرے کوئی خرابی ہو۔ تجھ جیسا لائق ہونہار بیٹا پھر کہاں مل جائے گا محمد اشرف یہ خیالات

سنکر عرض کرنے لگے کہ نہیں میں ایسا بیوقوف نہیں۔ مجھ میں یہ طاقت و قدرت کہاں سے آگئی کہ ایسے اولیائے کامل کی جناب میں
زبان درازی کروں اور کوئی گستاخی کا کلام زبان سے نکالوں یا کوئی حرکت ناشایستہ جو منافی شان بزرگان خصوصاً اہل اللہ
ہو کروں۔ غرض بہت کد و کد تو ہوئی لیکن آخر محمد اشرف کے والد کو جانا تھا اور جانے دینا ہی تھا۔ آخر رخصت حاصل کر لی
گھر سے روانہ ہو گئے اور پانی پت پہنچ گئے۔ پانی پت میں پہنچکر قدوۃ الکاملین میاں محمد عاشق قدس سرہ کے گھر چلے گئے
اور وہاں سکونت اختیار کر کے طالب علمی پھر شروع کر دی۔ اکثر اوقات یہ حضرت پیر دستگیر کی زیارت سے بھی مشرف ہونے لگے
اور قدر قلیل فیض بھی حاصل کرنے لگے۔ شایستگی اطوار لیاقت سلیقگی حضرت کی گفتگو سے لطائف اور خوش آیند باتوں سے
آنحضرت کو ایسا محظوظ اور خوشنود کرنے لگے کہ آنحضرت اکثر خود بھی انہیں یاد کر لیا کرتے جب یہ ایک آدھ دن حضوری میں
حاضر نہ ہوتے۔ رفتہ رفتہ حضرت کو اتنی محبت ہو گئی کہ احاطہ تحریر و تقریر سے باہر ہے۔ بہت زیادہ توجہ فرمانے لگے۔ اکثر
ارادت میں آنے کا خیال فرماتے اور دلی عاطفت و محبت یہ بھی فرماتے اے محمد اشرف میرا دل خواہش کرتا ہے کہ تو بھی اس خاندان میں
مرید ہو جا۔ لیکن محمد اشرف انکار کر دیتے۔ جب چند دن اس خواہش کے اظہار کو گذر جاتے اور یہ بات بھول جاتی پھر اسی طرح
پر فوری اظہار خواہش کرتے۔ یہ خواہش اور اس کا تکرار جب حد سے گذر گیا اور اچھی خاصی مدت باہمی تعلقات میں گذر چکی حضرت
پیر دستگیر نے اس خیال کو پھر کبھی ظاہر نہ کیا تو ایک دن خود محمد اشرف نے عرض کیا اگر میں آنحضرت کے مرید ہو کے سلسلے میں
داخل ہو جاؤں تو حضرت کی ذات پاک کو میری مریدی اور عقیدتمندی سے کیا فائدہ ممکن ہے۔ حضرت فرمانے لگے ہاں منفعت پہنچنے
کا گمان غالب ہے۔ چونکہ آنعزیز کا طریق گفتگو نہایت اعلیٰ ہے۔ مشرب توحید میں بھی تمکو خاصی سمجھ دکھلائی دیتی ہے تصوف میں
بھی دسترس ہے۔ بعض اہم معاملات میں تمہاری تقریر ایسی دلپذیر ہوتی ہے کہ جسکی نظیر نظر نہیں آتی۔ بعض سوالات کے جواب تم
ایسے عمدہ پیرائے میں ادا کرتے ہو کہ ہمارے سلسلے کے اندر ایسے برمحل با موقع اور عام فہم جواب دینے والے کم ہیں۔ ایسے شخص کی شمولیت
سلسلہ کو مفید ہے۔ نیز جو شخص اپنے سلسلہ کا نہ ہو وہ ہر وقت ہم مشرب و ہم سخن نہیں ہو سکتا۔ میں چاہتا ہوں کہ جب تم مرید
ہو جاؤ گے تو خلوت و جلوت میں ہمدم و ہمساز رہ سکو گے۔ ہر وقت مجھ سے بات چیت کر سکو گے۔ اس گفتگو کے ختم ہوتے ہی
محمد اشرف شادی و خورسندی سے کہنے لگے۔ حضرت اقدس کا یہ منشا ہے کہ میں آپ سے مخاطب کلام ہوں پس میں وضو کر کے فوراً
حاضر ہوتا ہوں۔ کہ آنحضرت بندہ کو تلقین فرمائیں۔ چنانچہ قبول ہوا اسی دم مرید ہو گئے۔ اسی دم سے تقویٰ و پرہیزگاری میں
بسر اوقات کرنے لگے۔ چنانچہ مقبول و مقرب آنحضرت ہو گئے۔ اکثر اوقات مخاطب و ہمکلام ہوتے اور نہایت پرلطف مباحثے
ہوا کرتے۔ ایکدن سوال کیا کہ یا حضرت درویش کو سیر کن فیکون بھی میسر ہو سکتی ہے۔ آنحضرت فرمانے لگے ہاں جی میسر
کن فیکون تو میسر با تمکنات ہی ہے۔ محمد اشرف بولے کیا ہمیشہ ہمیشہ وہ حالت قائم رہ سکتی ہے یا کسی خاص حالت میں کسی مقررہ گھڑی
یا وقت میں قائم رہتی ہے اور پھر زائل ہو جاتی ہے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ ایسی حالتوں کو قرار تمکین نہیں ہے۔ الحمد گئی سیر ایت
کچھ اسی قسم کی ہیں۔ چنانچہ حدیث نبوی اسی پر دلالت کرتی ہے۔ لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب

دکھانی جہاں سہل " سے ایسے ایسے مشکل سوالات متواتر عرض کئے اور انکے جوابات کافی وشافی پائے۔ اسوقت سے انہیر کچھ ایسا اطمینان اور دلجمعی ہوئی کہ ہر وقت بقیہ عمر ریاضت عبادت میں ہی مصروف دکھائی دیتی۔ مقبرہ آپکا دارالخلافہ دہلی میں جوار روضہ متبرکہ حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہٗ بعض احباب بتلاتے ہیں اور بہت سے عزیزوں کا اتفاق ہر کہ جاؤل میں بیان کرتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

38 **بابا چھولانا تھہ جیو** - مریدان حضرت سے بڑے راسخ الاعتقاد بزرگ محرم راز اور واقف اسرار حضرت پیردستگیر ہوئی ہیں آنحضرت انکے یاری میں خاص توجہ اور خاص رعایت وعنایت مبذول فرمایا کرتے تھے۔ راتوں انسے خلوت ہوا کرتی اور کئی کئی رات باہم عبادت وریاضت گفتگو اور بات چیت رہتی۔ خلوت کے علاوہ جب کبھی رات کو باہم رہنے کا موقعہ ہوتا تو آنحضرت خاص پہلو کے خود ہی انہیں سونیکی جگہ دیا کرتے تھے۔ انکے غسل کا پانی بھی پینے پاس ہی رکھوا کر خوش ہوتے۔ ازدیاد لطف وکرم یہانتک تھا کہ انکی پوجا وغیرہ کا سامان خود منگواتے اور راتہی کو اپنے پاس رکھوا کر استراحت فرماتے باوجودیکہ وہ اپنی رسوم کفر پر پکے تھے۔ مگر تھے خوش شمائل اور جمال نہایت نورانی تھا۔ کسب سلوک میں تو بابا جی کو اسقدر کمال حاصل تھا کہ اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ اپنے عقیدہ میں اپنے وقت کے مقتدا اور کامل تھے۔ اپنے نفس کو اسقدر اپنے ضبط میں رکھنے والے بزرگ تھے کہ اگر چاہتے تو تمام دن میں محض چار مرتبہ دم لیتے۔ ورنہ ایک سانس پر کام چاہتے کرتے رہتے حفظ القلوب میں درجہ کمال حاصل تھا۔ کلمہ طیبہ کے ذکر میں نہایت سرگرم رہا کرتے اس سے غافل رہنا انکے نزدیک بہت نقص کا کام تھا۔ مشرب توحید میں طبقات صوفیہ میں بڑی بھاری دسترس تھی۔ کچھ انکے حالات پہلے ہی حیطہ تحریر میں لائے جا چکے ہیں

39 **لالہ ہرنراین جوہری** - جوہر قابل۔ عارف کامل لالہ ہرنراین جیو جوہری آپ مرید و طالب حضرت پیردستگیر تھے نہایت ہی خوش معاش اور اعلیٰ درجہ کے خوش لباس صاف باطن صفائی پسند بزرگ تھے۔ اپنے باطن کے حالات پر کسی کو واقف نہیں ہونے دیتے تھے مخفی طور پر ہمیشہ صوم و صلوٰۃ اور تلاوت قرآن میں شب و روز مصروف رہا کرتے تھے مواظبت کلمہ طیبہ میں صوفیائے کرام کے طریقہ پر مداومت کرتے تھے۔ حضرت پیردستگیر کی جناب میں تقرب کلی حاصل رکھتے تھے۔

40 **صوفی محمد صدیق** - شمع عالم توفیق۔ برگزیدہ اہل طریق۔ صوفی محمد صدیق۔ بہت بڑے صاحب کمال اہل سماع اور صاحب حال تھے۔ خاص مریدان آنحضرت سے گنتی کے بزرگ تھے۔ نہایت ہی راسخ الاعتقاد۔ بہت مدت خدمت فیض رحمت حضرت پیردستگیر میں بسر کر چکے تھے۔ کچھ عرصہ ایک گاؤں کے اندر اور بہت عرصہ سید مرتضیٰ انگریزی کے گھر میں سکونت رکھتے ہوئے شغل و اذکار میں مشغول رہتے ہوئے اور ریاضت کامل کرتے ہوئے کوشش بلیغ میں مدت دراز بسر کر چکے تھے جسقدر مجاہدہ ان بزرگ نے کیا ہے اسقدر کسی دوسرے بزرگ سے نہیں ہوا۔ چنانچہ سات مرتبہ حضرت رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں شریک ہو کر استفادہ حاصل کر چکے تھے۔ مشرب توحید میں لگانہ آفاق ہو چکے تھے۔ حضرت پیردستگیر کے وصال کے بعد اس حقیر حقیر کاتب کتاب (ذات تکلمی نسخہ فارسی) جنکے قلم سے نسخہ قلمی کتاب ہذا لکھا گیا ہے گھر میں

بمقام جالندھر شہر اقامت در بالش اختیار کرتے ہوئی نہایت لطف و عنایت مبذول فرماتے ہوئے تمام بقیہ عمر کلبۂ احزان میں ہی گذار چکے تھے۔ زمانۂ اقامت میں جو جو حالات و واقعات کا ظہور ہوا ہے اور جسطرح ہم نے باہم رہتے ہوئے ایام گذارے۔ بیان کا لطف محض خدا کی ذاتِ پاک پر روشن ہے کسی دوسرے شخص کو ان واقعات سے مطلق واقفیت و محرمیت نہیں ہو سکتی متصل مقبرہ بہادر خاں لودی افغان مدفون ہیں

(41) میاں سید محمد مراد۔ مقدم زہاد منتظم عباد میاں محمد مراد۔ ساکن بوسرہ۔ بوسرا ایک گاؤں ہے۔ ریاست پٹیالہ کے مقام سنور کے قریب۔ ان بزرگ نے سو سال عمر پائی تھی۔ پاک نہاد مریدانِ حضرت پیر دستگیر میں سے تھے۔ باوجودیکہ عمر رسیدہ اور ضعیف القویٰ اور سِن تہذگس تھے۔ لیکن سماع میں نہایت بیصبر اور بے چین تھے محبت الٰہی بڑا انتہا رکھتے تھے۔ اور یہ محبت انکی حرکات و سکنات سے ظاہر ہوتی تھی۔ ثابت ہوتا تھا کہ محبوبِ حقیقی کیطرف سے انپر نظرِ عنایت ہے ایام محرم اور سماع کیوقت جب ذوق و شوق کا غلبہ ہوتا جھٹ بیہوش ہو جایا کرتے تھے گریہ و زاری جسقدر کرتے تھے وہ خاص انہی کا حصہ تھا۔ چونکہ آپکو حضرت پیر دستگیر سے خاص عقیدت تھی۔ لہذا آنحضرت بھی ان کے حال پر خاص لطف و عنایت فرماتے تھے۔ دائرہ شریف میں روضۂ منورہ کے پیچھے مدفون ہیں۔ تا قیامت سوتے رہینگے۔

(42) میاں شیخ جیون۔ یہ پاک نفس بزرگ راجپوتان اہل نکودر کے خاندان میں سے تھے۔ نکودر ضلع جالندھر کی ایک تحصیل ہے۔ اوائل عمر میں ہی یہ بزرگ حضرت پیر دستگیر کی خدمت میں حاضر ہو کر غلامانِ حضرت میں شامل ہو گئے تھے۔ کسب سلوک میں انہوں نے کوشش بلیغ کی تھی وہ اسکا ثمرہ ملا تھا کہ حجاب درمیانی مطلق اٹھ چکا تھا۔ شرافت پوری پوری حاصل ہو چکی تھی۔ پس آپ امور متعلقہ درویشی کی تکمیل بوجہ احسن کر کے کمالیت کو بخوبی پہنچے ہوئے تھے میں وہ بار گریہ و زاری و جوش و خروش میں ہی بسر کرتے۔ آرام سے بیٹھنا قسم تھا۔ آپ اہل سماع تھے اور صاحب وجد و حال ایک روز بیابان وطن سے حضرت پیر دستگیر کی زیارت کے شوق میں حضرت کیخدمت میں حاضر ہوئے۔ ایک صاحب نے آپکے آنیکی اطلاع حضور میں عرض کی تو آنحضرت نے دریافت فرمایا کہ کون صاحب ہیں۔ عرض کیا گیا۔ شیخ جیون۔ تب فرمایا۔ ہاں وہ شیخ جیون نکودری جس شیخ جیون کا تمام پیٹ نورِ محبت الٰہی سے بھرپور ہے۔ الغرض مقبول خلائق پیر دستگیر و برگزیدہ درگاہ صمدیت تھے ان بزرگ کی قبر موضع ڈھیریاں میں جو قصبہ نکودر کے پاس ہے واقع ہے۔

(43) سید محمد فاخر جالندھری۔ عارف محقق و کامل مدقق سید محمد فاخر سید صحیح النسب و محامد حمیت نہاد نیک سیرت و صورت بزرگ گذرے ہیں سلسلہ مریدان حضرت پیر دستگیر میں منسلک تھے۔ آنحضرت کی خدمت پُر برکت سے استفادہ و برکات حاصل کر کے ٹھکانے مقصد پہنچے ہوئے تھے۔ چونکہ تہ دل سے خدمات بجا لائے تھی اور مجاہدہ و ریاضت پوری محنت و مشقت سے کرتے رہتے تھے۔ لہذا آنحضرت کی خاص شفقتوں اور عنایتوں کے مورد تھے۔ مرید تھے مگر پاک نہاد عقیدہ تھا لیکن نہایت راسخ اور پائیدار طریقہ درویشی میں جسقدر انکو مذاق تھا۔ نہایت اعلیٰ توحید میں جو قدم رکھا

نہایت مضبوط و مستحکم۔ اپنی تمام عمر تقویٰ و طہارت میں گزار گئے۔ اپنی اصل سکونت کی جگہ ایک مسجد کے اندر جو ساکنین قصبہ کی بنا کردہ ہے۔ مدفون ہیں۔

(۵۶) **میاں محمد انور سہارنپوری** ۔ آنحضرت کے مرید ہیں۔ صاحب ورد و اہل حال محرم اسرار اور واقفِ نہاں۔ فاش کار گفتگو جب کرتے تو تمثال ہی دکھاتے اپنی تمام عمر بڑی بڑی شاقہ محنتوں اور ریاضتوں میں گذار گئے تھوڑا عرصہ سہارنپور میں رہتے تو زیادہ عرصہ انبیٹھہ شریف میں بسر کرتے۔ جب وصال کا وقت آیا تو انبیٹھہ شریف میں پہنچ گئے تھے۔ وہیں سے جنت کو روانہ ہوئے۔

(۵۷) **میاں شاہ محمد دستوری** ۔ مرید تھے آنحضرت پیر دستگیر کے۔ ان بزرگ نے اپنی عمر کا زیادہ حصہ میاں شاہ نورنگ کی خدمت میں رہ کر بسر کیا تھا۔ ریاضت اور مجاہدہ میں ہی مشغول رہتے۔ مجاہدات میں بڑی مشقت اٹھائی تھی مراتب سلوک کو انتہا تک پہنچایا تھا۔ جب آنحضرت کا وصال ہو گیا۔ تب آپ انبیٹھہ شریف چلے گئے بقیہ حصہ عمر وہیں بسر کر دیا۔ پائینِ روضہ مبارک مدفون ہیں۔

آنحضرت کے بقیہ موجودہ عقیدتمندوں میں سے اس وقت گھرام شریف اور دائرہ شریف میں آنحضرت کے مقبول میاں محمد حبیب میاں روح اللہ جیو۔ میاں محمد حبیب سلمہ اللہ تعالیٰ اجمعین آستانہ حضرت پیر دستگیر پر بطور خادم و رئیس کو تشریف رکھتے ہیں۔ صاحب وارد و واردہ و زائرین کی تواضع و تعظیم اور آنے جانیوالوں کی مدارات و تکریم میں کوئی فروگذاشت نہیں ہونے دیتے رات اور دن خدمت گذاری فقراء صوفیہ میں کمربستہ و مستعد ہیں دعا ہے کہ خداوند عالم ہمیشہ ان بزرگوں کو عزت و حرمت کیساتھ بہت دیر تک سلامت باکرامت رکھے۔ اگر خادمان و مریدان سرکار کی تفصیل الگ الگ نہایت اختصار کیساتھ قلمبند کیجائے تو اس مہم کیلئے بہت بڑی عمر درکار ہے اور کئی دوسری کتابیں اسے تیار ہو سکتی ہیں اس کتاب کو تو پہلے ہی سے مختصر رکھنے کا ارادہ کیا گیا ہے اسلئے ہمیں مطلق گنجائش نہیں ہے۔ بلکہ اگر صرف نام ہی تمام مریدان کا لکھنا چاہیں تب بھی یہ خیال پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا۔ مجبور ہو کر جسقدر اسمائے گرامی لئے جا چکے ہیں انہیں پر اکتفا کیا گیا ہے۔ مشتے نمونہ از خروارے پر عمل کر کے دوسرے اصحاب موجودہ و گذشتہ کا تذکرہ ملتوی کر دیا گیا۔ مریدان آنحضرت اس وقت دو سلسلوں پر منقسم ہیں۔ گروہ کفنی پوشوں کا علیحدہ ہے۔ اور جو رنگین اور رے لباس میں ہیں انکی جماعت الگ ہے۔ ہاں ایک اور گروہ بھی ہے جو ابھی تک دنیا دار ہیں۔ اپنے عیال و اطفال اور اپنے گھروں سے علیحدہ نہیں ہوئے کفنی پوش یعنی گیروا لباس پہننے والے تو تارک الدنیا ہو کر گھر بار و علائق دنیا سے روکش ہو کر دائرہ شریف کی چہار دیواری یا گھرام شریف میں روزہ منورہ پر رہتے ہوئے دنیا سے الگ تھلگ اپنی زندگیاں بسر کرتے ہیں۔ ان تمام کے حالات تب لکھنے لگیں تو اپنی زندگی میں ختم نہیں کر سکتے۔ ہزارہا تابعین اور تبع تابعین موجود ہیں ابھی قیامت تک اس سلسلہ میں جو آنحضرت کے مبارک ہاتھوں سے قائم ہو چکا ہے۔ داخل ہوتے جائیں گے اور آنحضرت کی لا انتہا برکات و فیوض سے ایک عالم ہمیشہ فیضیاب

ہوتا چلا جائے گا۔ یہ تمام آں حضرت کرامت مآب کے فیوض و برکات ہیں اس کی تشریح چنداں محتاج بیان نہیں ہے۔ ضمیر منیر دانایان سلسلہ ہذا پر نہایت واضح صورت میں روشن ہے۔

خاتمہ

(حروف ذیل کا ترجمہ میں نے کرنا مناسب خیال نہیں کیا۔ لہٰذا اصل حروف میں نقل کیے دیتا ہوں۔ مترجم)

در بیان آنکہ بے استعدادی کہ امثال این رسائل تالیف نمودہ اند با وجود کمال استعداد و جمع اسباب و حضور خاطر و عمر دراز مدت و تنسیخ و تکمیل پرداختہ احوال بر وقت اطلاع یافتہ مرقوم ساختہ اند۔ و این بے بضاعت محض باستمداد ارواح مطہرہ و مقدس پیران عظام بدین مہم پرداختہ۔ اما بسیارے احوالات از خاطر قاصر رفتہ مذکور نگردید بلا آنچہ در خاطر ماندہ بود از مردم صادق القول شنیدہ در مقام حاجت اطلاع نمود و نیز بجہت اختصار کتاب ترک ذکر بعضے احوال کردہ تا از فرط التطویل کثیر کسی را رغبت بخواندن و نوشتن آں میشد لیکن بخوبی تحقیق و ترتیب این کتاب را دل میخواست صورت نیافت۔ بنا بر آنکہ تحقیق این مراتب بہ نہج دلخواہ موقوف بیاری دماغ و جمیع اسباب و مددگاران صاحب حافظہ و فرصت بسیار در وقت تحریر اسباب مذکور آمادگی نداشت۔ مگر تنہا یک راسخ الاعتقاد اضعف العباد غلام علی کہ کاتب این اوراق (نسخہ فارسی) است آں ہم بسبب انقلاب دوران از وظیفہ روزمرہ میسر آں و خاطر پریشان داشت لاچار آنرا بجا کہ ارادہ بہ تحریر این اوراق قرار یافتہ بود۔ در تحویل ہم آں بود کہ مبادا یک پارہ شاہد مطلب در پردہ اختفا ماند۔ عادۃ ظہور نیابد لہٰذا المصداق بیت

صوفی ابن الوقت باشد اے رفیق ٭ نیست فردا گفتن شرط طریق

مشتاق حصول اسباب را خاطر راہ ندادہ بمدد دانستہ ہمت از آں در کشیدہ بے تکلفانہ شروع در مقصود نمودہ بود در نظر ناقص مدتے در یک سالی و ایام این مجلس را فراہم آوردہ۔ الحمدللہ والمنۃ کہ با تمام و انجام رسیدہ ترتیب امید از قبولیت جناب ثانی مطلق و مرشد برحق آں دارد کہ جمع کنندہ (مصنف حضرت شاہ لطف اللہ مرحوم و مغفور) و نویسندہ (غلام علی کاتب نسخہ فارسی) و خوانندہ این کتاب را جمعیت کونین و نجات دارین و خیریت و صحت کمال حاصل گرداند تا ہنوز دست بہیچ مخلوقے احتیاجے و حاجتے نبردہ۔ و از مطالعہ کنندگان با صفا امید آں دارد کہ اگر سہوے و خطائے در تحریر و تسوید و املا و تضمین واقع شدہ باشد از روئے اشفاق و اخلاق حسبۃً للہ باصلاح کوشند و مولف و نویسندہ را بفاتحہ خیر یاد فرمایند۔

قطعۂ تاریخ

وفات حضرت پیر دستگیر و ہم تاریخ خاتمۂ کتاب

یک شبے از خواب غفلت چوں سحر برخاستم / در فراہم کردن ایں تذکرہ پرداختم

از طفیل ذات پاک سید سالارِ دیں / صد ہزاراں شکر چوں توفیق ختمش یافتم

چوں قصص ہا دگر برگزیدگاں ایں تذکرہ / بہر سفر آخرت من زادِ رہ برداشتم

سال تاریخ وفات آں شاہ بیکبار قتت وقت / از حروف لفظ سلطان المشائخ یافتم

در ہمیں جوئے زدن تاریخ ختم ایں کتاب / در ہزار و یکصد و ہشتاد و شش بگذاشتم ۱۱۳۲ (۱۲۸۶ھ)

از برائے طالباں ایں نسخۂ ذو الاحترام / تا قیامت یادگار اندر جہاں بگذاشتم

تا قیامت باد باقی ایں رسالہ در جہاں / یافتم از فضل ایزد آنچہ در سر یافتم

تمام شد نسخہ مبارک ثمرۃ الفواد بتاریخ بست و ہفتم جمادی الثانی ۱۲۸۲ھ مطابق مگھر بدی چودس مطابق مگھر بدی چودس سمت ۱۹۲۲ بکرمی مطابق ہفتم نومبر ۱۸۶۵ء روز جمعہ وقت ششم گھڑی شب گذشتہ در قصبہ پٹیالہ

اور میں

ختم کرتا ہوں کتاب مرصوف کا ترجمہ آج بوقت تقریباً ساڑھے بارہ بجے دوپہر دن کو بروز چہارشنبہ (بدھ) ۲ صفر ۱۳۴۰ ہجری المقدس مطابق ۵ اکتوبر ۱۹۲۱ عیسوی مطابق ۲۰ اسوج سمت ۱۹۷۸ بکرمی

چونکہ قبیلہ دار اور بکھیڑا دنیا دلدہ ہوں دنیا کے دھندا روزی اور معاش و معاد کے بکھیڑوں میں اسقدر گھرا ہوا ہوں کہ خدا کا نام بھولے سے بھی کبھی زبان پر نہیں آیا۔ اپنی زندگی مستعار میں حالانکہ یہ یقین کر لینے کی کوئی وجہ اس گنہگار کے پاس موجود نہیں ہے کہ اس خاکسار کی یہ خدمت کسی گنتی میں آ سکتی اور ان بزرگواروں کو جن کے واقعات پر خامہ فرسائی کی گئی ہے مقبول ہوگی یا نہیں۔ مگر میں اتنا کہنے کی جرأت چاہتا ہوا بیجا کرتا ہوں کہ بس یہی ایک نیک کام ہے جو مجھ سے دنیا میں ہوا ہے۔ ورنہ بداعمالی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تو کلتہ علی الشان بزرگ کی روح پر فتوح کے فیض عام سے متوقع ہوں کہ اس ایک خدمت کے سبب کچھ نظر کرم

فرمائیں گے ۔ ناظرین یا ممکین سے امیدوار ہوں کہ خطا و نسیان، کہ خاصہ بشریت ہے ان پر نگاہ نہ فرمائیں گے بلکہ جہاں غلطی سہو اصلاح سے ممنون احسان فرمانے کے بعد دعائے خیر سے احسان مند کریں گے ۔ بیت

نوشتہ بماند سیہ بر سپید نویسندہ را نیست فردا امید

خاکسار ذرۂ بیمقدار بندہ **فضل حسین** مخمور۔ قریشی بجنوری

سابق ایڈیٹر دبدبۂ پٹیالہ اخبار، مترجم کتاب ہذا بمقام ریاست گنگاہ

پٹیالہ

المرقوم ۲۔ صفر سنہ ۱۳۳۹ھ مطابق ۵ اکتوبر سنہ ۱۹۲۱ء

"تاریخ ترجمہ کتاب ثمرۃ الفؤاد من نتایج افکار جناب مولینا مولوی صوفی محمد عبد الغفور خان صاحب متخلص بہ قیص ۔ بوڑلوی ۔ ثم البیل پوری عفی اللہ عنہ

ہاتفم تاریخ شایق غیث گفت ۲۰۰ ت ۲۰ گ گوہر متصید بیاید قیس سُفت ۴۰۰ ت

داد ترتیب ایں مگر فضل حسین ۵۰ ن ۶۰ س من بود بکرم دلے بت بحر جفت ۴۰۰ ت

۱۳۳۹ ھ

شایق غیث ۱۹۲۱ تاریخ عیسوی از مصرعہ سوم اعداد بیت ۴۴ خارج کردہ ۔ ہمہ اعداد مصرعہ بود حروف

مطابق سن بکرم ملتیشود ند

حرف اول و آخر ہر چہار مصرعہ اعداد گرفتہ جمع سازند تاریخ ہجری پیدا خواہد شد

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹۸} جس وقت کتاب ہذا ترجمہ ہو رہی تھی ۱۹۲۱ء میں اس وقت مزار شریف کی جو حالت تھی اس کے بعد کے حالات مندرجہ ذیل ہیں ۔ مقدمہ حضرت سائیں جمال شاہ صاحب قبلہ کے حق میں فیصلہ ہوا ۔ انتظام مزار شریف زیر نگرانی سائیں جمال شاہ صاحب ہوگا ۔ تا آنکہ کوئی صاحب مستقل طور سے سجادہ نشین مقرر نہ ہو جائیں ۔ شاہ محمد صاحب جن کے زمانہ میں یہ خرابی واقعہ ہوئی ۔ قضائے الٰہی سے فوت ہو گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون مزار شریف کی عمارات کی مرمت و درستی بفضل خدا شروع کی جانیوالی ہے ۔" مترجم